قَالَ اللہُ تعالیٰ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَی اللہِ الآیۃ

چوں ارشاد مر بود دال است بر بودن کلام داعی الی اللہ احسن الاقوال
و مشاہدہ شاہد است بر بودن اشاعت طباعت احسن طرق دعوت الی الکبیر المتعال

[illegible]

ملفوظات
حسن العزیز
جلد اوّل

ضبط کردہ حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مجذوب خلیفہ صاحب ملفوظات مد ظلہما

فرے بود از چنیں احسن الاقوال ؛ و از اتفاقات حسنہ با حسن معنویش الشمس و اسم حاش
نیز بر مادہ حسن دارد اشتمال ؛ برائے تکمیل نفع دعوت الی احسن الاحوال
احقر عبد المجید خفف عنہ الاثقال

در فضل الکتابت رجسٹرڈ بہاٹک حبش خاں دہلی تحریر نمودہ
در مطبع خواجہ برقی پریس دہلی باہتمام طبعش گردانید

بسم اللہ الرحمن الرحیم مژدہ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بہید طبع ثانی حسن العزیز جلد اوّل

(برائے مشتاقان ارشادات اشرفیہ و وابستگان خانقاہ امدادیہ)

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر عبد المجید بچھراؤنی معاً نگار ہے کہ یوں تو حضرت اقدس حکیم الامۃ مجدد الملۃ سلطان المشائخ مولٰنا و مقتدانا شاہ محمد اشرف علی صاحب
مدظلہم العالیہ کے ملفوظات مختلف زمانوں میں مختلف حضرات نے مختلف عنوانات سے قلمبند کئے ہیں لیکن جس انداز لطیف اور طرز بدیع پر ملفوظات
حسن العزیز کی ابتدائی جلد لکھی گئی ہے ۔ وہ ایک امتیازی حیثیت رکھتا ہے جس کی مختصر کیفیت ذیل میں درج ہے ۔ یہ جلد ایک عرصہ سے
دستیاب نہیں ہوتی تھی لیکن جو اس مجموعہ کو ایک بار بھی دیکھ لیتا تھا وہ اس کے دلکش اور نافع انداز تحریر سے متاثر ہو کر اس کو مستقل طور پر
اپنے پاس رکھنے کا مشتاق ہو جاتا تھا اور جگہ جگہ تلاش کرنے پر بھی کہیں نہ پاتا تھا ۔ اس عام طلب نیز غایت نافعیت کی بنا پر مدت سے احقر
اس کی طبع ثانی کی سخت ضرورت محسوس کر رہا تھا ۔ چنانچہ الحمد للہ اب وقت آگیا اور اللہ تعالیٰ نے احقر کو اس نافع ذخیرہ ملفوظات کو دوبارہ
شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی ۔ یوں تو حضرت حکیم الامۃ کے جمیع ملفوظات و افاضات غایت درجہ نافع ہیں لیکن چونکہ ان خاص ملفوظات کو شرح
و بسط کے ساتھ بطور واقعہ نگاری لکھا گیا ہے اور اس کا اہتمام کیا گیا ہے کہ جہاں تک ہو سکے حضرت ہی کے الفاظ قلمبند کئے جائیں ۔
اس لئے یہ خاص طور سے نافع ہیں اور اس کے ساتھ ہی بجید دلچسپ بھی ہیں پڑھتے وقت بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے حضرت کی مجلس شریف
میں بیٹھے ہیں اور آنکھوں کے سامنے سب واقعات ہو رہے ہیں ۔ ایسے ایسے بیش بہا اور کارآمد مضامین تصوف اور ایسے ایسے نافع اصول اصلاح
درج ہیں کہ اگر اس مجموعہ کو مکمل درس حقیقت سے تعبیر کیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا اور احقر بلا خوف تردید بر بنا تجربہ یہ کہنے کیلئے تیار ہے
کہ اس کا مطالعہ مسلمانوں کیلئے عموماً اور اہل طریق کے لئے خصوصاً ضروری ہے اور جو حضرات سلسلہ اشرفیہ سے بواسطہ یا بلا واسطہ وابستہ ہیں یا داخلہ
کا قصد رکھتے ہیں ان کے لئے تو بہت ہی ضروری ہے کیونکہ اگر قبل حاضری خدمت کے ان ملفوظات کا بغور مطالعہ کر لیا جائے تو حضرت حکیم الامۃ کے
طرز اصلاح کا پورا پورا خاکہ پیش نظر ہو جائے اور نو واردین کو وہ دقتیں پیش نہ آئیں جو ناواقفیت کی بنا پر اکثر پیش آتی رہتی ہیں ۔ جن سے حضرت
کو ایک گونہ کلفت ہوتی ہے اور بعض طالبین بھی اپنی کم فہمی سے بے نیل و مرام واپس چلے آتے ہیں ۔ لہٰذا احقر کا عام مشورہ یہ ہے کہ ایسے
حضرات ضرور بالضرور قبل حاضری خدمت ان ملفوظات کا مطالعہ کر لیا کریں ۔ اور دیگر حضرات بھی ایسے موقعوں پر حاضری کا قصد رکھنے والوں
کو یہی مشورہ دیا کریں اس سے بشرط سلامت فہم آداب طریق سے بہت کچھ واقفیت ہو جائیگی ۔ اور حضرت سے اخذ فیض میں سہولت کی
توقع ہے ۔

احقر مکرر عرض کرتا ہے کہ مسلمانوں میں جو کمی ہے صرف تعلیم و تربیت کی کمی ہے ۔ اس ہی وجہ سے کہ تعلیم و تربیت میں نقص ہے طرح طرح
کی پریشانیوں کا خاص و عام کو شکار ہونا پڑتا ہے ۔ میں خیر خواہانہ مشورہ دیتا ہوں کہ تمام سلاسل کے مشائخ اور عوام کو اس کتاب کا مطالعہ
کرنا چاہیئے ۔ تاکہ تعلیم و تربیت کا طریقہ بھی معلوم ہو جائے اور اپنی دنیا و آخرت کی پریشانیوں سے نجات ملے

قیمت دو روپے دس آنہ (عہ) چکنے کاغذ کی (عہ/) سابق میں ساڑھے تین روپے قیمت تھی

ملنے کا پتہ :- پھاٹک حبش خاں ۔ مسجد رمضان شاہ ۔ رسیدہ مولوی عثمان علی صاحب و امام جی محمد یعقوب صاحب دہلی ۔

المشتھر
عبد المجید بچھراؤنی یکے از خدام بارگاہ تھانوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید حسن العزیز

[illegible] بعث فی الامیین رسولاً منہم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم و
[illegible] وقال تعالیٰ ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیراً کثیراً۔ حمد و صلوٰۃ کے
[illegible] اشرفی احقر الزمن عزیز الحسن عفی عنہ ڈپٹی کلکٹر رخصتی معروض گار ہے کہ بفضلہ تعالیٰ و بوجہ
[illegible] حاضری کا شرف تو اکثر حاصل رہا ہے لیکن سعادت صحبت و موافقت وقت سے
[illegible] میں ایک ماہ کے قیام کا اتفاق ہوا [illegible] کہ مہینے سے بحمد اللہ بہ قیام
[illegible] تعالیٰ ایک معتد بہ [illegible] تفصیلہ محتاج دلیل نہیں
[illegible] قطب العارفین محی الملۃ والدین حکیم الامۃ [illegible] مولانا
[illegible] حافظ قاری شاہ محمد اشرف علی صاحب [illegible] تھانوی لا زالت
[illegible] اللہ اس چودھویں صدی میں حضور سرور عالم [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے
[illegible] ہونے کی حیثیت سے خدمت تبلیغ دین و تزکیہ نفس و تعلیم حکمت کی خاص
[illegible] ذکر آیت اول مذکورہ خطبہ میں ہے۔ نیز حضرات اقدس کا وجود باجود مرکز رشد
[illegible] ت ہونے کے اعتبار سے مضمون آیت ثانیہ کا من وعن مصداق ہے جیسا کہ
[illegible] نافہ شگفتہ و مواخذ متعددہ متواترہ سے روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے
[illegible] بالخصوص امراض روحانی کی تشخیص اور ان کے معالجہ میں تو وہ خداداد ملکہ اور دست
[illegible] ق کی جانب سے حکیم الامۃ کا لقب علم طور سے قلوب میں القا فرما دیا گیا ہے۔
[illegible] یہ حق ہے [illegible] بحمد اللہ دین کا کوئی جزو ایسا نہیں رہا کہ جس کی کافی تفصیل
[illegible] ردی ہو بالخصوص تصوف کا تو کوئی ضروری جزو ایسا باقی نہیں رہا جو مخفی رہ گیا

ہو۔ اور جن کی پوری تحقیق تحریراً و تقریراً و قالاً و حالاً حضرت فرما چکے ہوں۔ بحمد
بحمد اللہ ایسا بے غبار واضح فرما دیا ہے کہ طالب حق کو کوئی حصہ خفا باقی نہیں رہی۔ رسوم
حقایق پر پردہ ڈال رکھا تھا اس کو اٹھا کر دین کو اس کی اصلی صورت میں جلوہ گر فرما
اخلاق کا باب جو مدت سے مسدود تھا اس زمانہ میں حضرت کے ہاتھوں بفضلہ تعالیٰ
عام افادات کے روزمرہ کے خاص خطابات و ارشادات جو مجلس شریف میں ہوتے رہ
نافع اور عجیب و غریب مضامین سے مملو ہوتے ہیں کہ ان جواہرات بے بہا کا [illegible]
کے) مدت سے احقر کو سخت شاق گزر رہا تھا۔ ابھی تک جو مختلف اہل علم حضرات نے ملفوظ
وہ علمی حیثیت سے واقعی نہایت پاکیزہ اور نافع ذخیرہ ہے لیکن احقر کا یہ خیال تھا کہ اگر
کی صورت میں کسیقدر تفصیل اور استیعاب کے ساتھ جمع کیا جائے۔ تو مزید دلچسپی اور نفع
اہل علم حضرات کو ضروری علمی خدمت سے نہ اتنی فرصت نہ اس خاص طرز سے دلچسپی۔
شان علمی کے شایاں اس لئے احقر نے باوجود بالکل بے علم اور نااہل ہونے کے اپنے زمانہ
توکلاً علی اللہ اور حضرت کی دعا و توجہ کے بھروسہ اس اہم کام کو اپنے ذمہ لیا اور ملفوظات کو
بطرز واقعہ نگاری قلمبند کرنا شروع کیا ورنہ سے برتابد کوہ را یک برگ کاہ۔ گو بوجہ اس
کے لئے مجھکو وقت بہت ہی کم ملتا ہے نہایت عجلت اور روا روی میں لکھنا ہوتا ہے د
نوبت نہیں آتی۔ اور بہت کچھ گنجائش اصلاح باقی رہجاتی ہے نیز طبع میں بھی روانی
عدم علمیت ظاہر ہے۔ کہ ایک دنیادار انگریزی خواں عامی شخص ہوں اس لئے جیسا چ
کام مجھ سے نہ ہو سکا۔ لیکن بہ خیال ما لا یدرک کلہ لا یترک کلہ جو کچھ بھی اور جیسا بھی
اس کو ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ اصلی تقریرات کی آب و تاب تو بھلا کہاں مضامین کی بھی کافی تعبیر
بضاعت دھر رہا ہے اس لئے ان ملفوظات سے حضرت کی برجستہ اور دلپذیر جامع مانع تقریر
ہرگز نہیں ہو سکتا۔ گو کوشش یہی کیگئی ہے کہ حتی المقدور حضرت ہی کے الفاظ لائے جاویں اور
ترتیب بھی محفوظ رکھی جاوے اور یہی وجہ ہے اکثر عبارت کتابی زبان میں نہیں ہے بلکہ بول چال
طرز پر ہے) لیکن مجھکو یہ معلوم ہے کہ میں اس میں پوری طرح کامیاب نہیں ہو سکا گو ایک حد تک
کامیابی ضرور ہو گئی ہے جیسا کہ ناظرین خود اندازہ فرما دیں گے۔ تاہم چونکہ حضرت خود نظر

قابل اعتبار ہوگئے ہیں۔ اور طرز بیان کی بھی حضرت نے تحسین فرمائی ہے چونکہ حضر
یرات کی آب و تاب کا اور ان کی روانی کا اثر موجود ہے اس لئے ان کے
ی نقل واقعی بالکل پوچ اور ناتمام نظر آتی ہے جس کی بڑی وجہ علاوہ عدم گنجائش وقت
ان تک ہو سکا ہے حضرت ہی کے الفاظ کو قلمبند کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور
شش میں کامیابی تقریر کی روانی کے وقت ناممکن تھی۔ اس لئے عبارت میں
ی کا رنگ تقریر آ سکا۔ نہ احقر ہی کا طرز تحریر محفوظ رہ سکا لہذا اگر کسی جگہ ظاہری حسن
ی ہو تو ناظرین احقر کو معذور تصور فرمائیں۔ بہر حال غائبین کو انشاء اللہ تعالیٰ اس
ف حضوری حاصل ہو جائیگا بلکہ حاضرین بھی قند مکرر کا مزا پائیں گے۔ جیسا کہ بعض
ر احقر نے اس کا بخوبی اندازہ کر لیا ہے۔ اگر اسی طرح کچھ مدت تک بعونہ تعالیٰ یہ
ہا تو انشاء اللہ العزیز حضرت کا مجموعی طریقہ اصلاح و افادہ کا جامع نوعیت میں
فقرت ضروریات موجودہ غایت نافع ہے۔ آئندہ نسلوں تک کے لئے محفوظ
ی خاص غرض ہے۔ نیز رسوم و بدعات کے غلبہ نے شریعت و تصوف کے
ور اور مجہول کر رکھا ہے۔ لوگ زوائد میں مبتلا ہو کر مقصود سے کوسوں دور جا پڑے
صحبت ہو رہا ہے۔ ان ملفوظات کے مطالعہ سے انشاء اللہ تعالیٰ مقصود اور
ودھ اور پانی کا پانی نظر آ جائیگا۔ اور طالب کے لئے سب سے اول ضرورت کی
مقصود کی حقیقت معلوم ہو جائے۔ یہ غرض اس مجموعہ سے بفضلہ تعالیٰ بابلغ وجوہ
ے۔ اگر قبل حاضری خدمت کے ان ملفوظات کو بغور ملاحظہ فرما لیا جائے تو طالبین کے
ت بصیرت و مورث مناسبت بالطریق ہو کر افادہ فیض میں غایت سہولت و [illegible]
کہ انشاء اللہ تعالیٰ ان کے مطالعہ سے حضرت کے طریقہ کا پورا خاکہ پیش نظر
ت کے انکشاف تام کے لئے صحبت کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ علاوہ اس کے کہ
و نادیدہ حضرت کے یہاں بے شمار باتیں ایسی بھی ہیں جو زبان و قلم سے ادا نہیں
ہنے ہی سے ذوقاً ان کا ادراک ہوتا ہے ؎

کرشمہ و ناز و خرام نیست　　بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

اس مجموعہ کا نام بمناسبت نام اس احقر کے خود حضرت نے **حسن العزیز** تجویز فرمایا ہے اور
یہ صنعت بھی رکھی گئی ہے کہ نام بھی ملفوظ ہو حمد و نعت بھی ملفوظ ہو منقبت خلفائے راشدین بھی ملفوظ ہو
توصیف صاحب ملفوظات بھی ملفوظ ہے۔ لیکن مستقل ملفوظات میں کسی قسم کی ترتیب مدنظر نہیں رکھی
نہ قید تاریخ کا لحاظ کیا گیا ہے کیونکہ مقصود مضامین کا منضبط کرنا ہے۔ بعض ملفوظات بقید تاریخ ہیں
اور بعض بلا قید تاریخ اور خود تاریخیں بھی مقدم و مؤخر ہو گئی ہیں۔ پھر جو بقید تاریخ ہیں ان میں بھی اگر
ملفوظ بلا تاریخ کے شامل ہیں ایسی جگہ ان الفاظ سے شروع کیا گیا ہے "ایکبار فرمایا" لیکن ہر جگہ
اس کی بھی رعایت نہیں ہے۔ بلکہ کہیں کہیں بغرض سہولت یا توضیح حال اور سابق کے ملفوظات کے
مضامین بلا کسی فارق کے مختلط بھی کر دیئے گئے ہیں۔ لیکن ایسا بہت کم ہوا ہے۔ غرض اس تالیف
کی مجذوبانہ ہیئت میرے رنگ طبیعت کو بخوبی ظاہر کر رہی ہے ؎

کیا کہوں حال کا کسی سے قصہ آوارگی — کوئی بھی بے ربط ہوتی ہے کہانی اس قدر

مگر الحمد للہ ؎

گرچہ من قلاش و گر دیوانہ ایم — مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم

حق تعالیٰ بہ برکت سلسلۂ اشرفی اس آوارہ و ناکارہ کے شورش قلب کو اپنے ساتھ وابستہ فرما کر اچھے
ٹھکانے لگا دے آمین۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز ؎ با کریماں کارہا دشوار نیست

گرچہ میں نالائق دربار ہوں — پر اسی گلشن سے ہوں گو خار ہوں

؎ بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است۔ اکثر مکررات کا منشا جدت عنوان ہے لیکن بعض جگہ یاد کی بھی
غلطی ہے۔ کچھ حصہ احقر کے قلمبند کئے ہوئے ملفوظات کا دعوات عبدیت جلد سوم میں شایع ہو چکا ہے اس
کو بھی اس مجموعہ میں شامل کر دیا گیا ہے اور امتیاز کے لئے اس کا ایک خاص عنوان بھی مقرر کر دیا گیا ہے
یعنی ملفوظات منقولہ از دعوات عبدیت جلد سوم نیز علاوہ ان خطوط کے جو تربیۃ السالک میں نقل کئے جاتے
ہیں روزمرہ کی ڈاک میں ایسے خطوط بھی ہوتے ہیں جن کے جواب میں کوئی مفید مضمون متعلق اصلاح ظاہر
یا باطن کے ہوتا ہے یا کوئی عمل یا تعویذ وغیرہ ہوتا ہے ان کا خلاصہ مضمون بھی مع جواب کے روز کے روز نقل کرتا
جاتا ہوں یہ مجموعہ بھی مکتوبات کے عنوان سے حسن العزیز کا جزو قرار دیدیا گیا ہے۔ چونکہ پیشتر مختلط طور سے
ان مکتوبات کو حسن العزیز میں شامل کرنے کا خیال تھا اس لئے بعض خطوط مجموعہ مکتوبات سے علیحدہ

ملفوظات میں بھی موجود ملیں گے۔ ملفوظات اس کثرت سے اور اس قدر شرح و بسط کے ساتھ زبان فیض ترجمان سے صادر ہوتے رہتے ہیں کہ ان سب کا احاطہ امکان سے باہر ہے ؎

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حسنِ تو بسیار
گلچیں بہارِ تو ز داماں گلہ دارد

بالخصوص اس حالت میں کہ دو گھنٹے روز کے اوسط سے بھی کم وقت اس کام کے لئے مجھکو ملتا ہے ادھر کسی ملفوظ کے چھوڑنے کو جی چاہتا نہیں حالانکہ بارہا حضرت نے اس بارہ میں تاکید فرمائی لیکن اب تک باوجود کوشش تعمیل ارشاد بقدر نہیں ہو سکا کیونکہ اس کشاکشی میں مبتلا ہوں کہ ؎

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم
کرشمہ دامنِ دل میکشد کہ جا اینجاست

؎ ترے کہنے سے میں از بسکہ باہر ہو نہیں سکتا
ارادہ صبر کا کرتا تو ہوں پر ہو نہیں سکتا

اسی وجہ سے روز کا روز کام پورا نہیں ہوتا۔ بقایا بڑھتا جاتا ہے بہت سے عجیب و غریب ملفوظات یوں ہی بلا صاف کئے ہوئے پڑے ہیں۔ اور اکثر ذہن سے بالکل ہی نکل گئے۔ غرض اس مجموعہ کو کسی ارصورت سے بھی تعبیر نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال نمونہ از خروارے ضرور ہے۔ اور بیشتر تحقیقات عجیبہ و مضامین نافعہ کو شامل۔ چونکہ طرح طرح کے مضامین ہیں اور اکثر پوری صورت واقعہ دکھلا دیگئی ہے اس لئے یہ ذخیرہ بیحد دلچسپ بھی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ مجموعہ نہ صرف طالبین کے لئے بلکہ شیوخ و مصلحین کے لئے بھی اصلاحِ اخلاق و تربیتِ باطن کا ایک نہایت جامع اور مفید دستور العمل ہوگا حق تعالیٰ صاحبِ ملفوظات کو مدتِ مدید تک بعافیت تمام ہم لوگوں پر بایں فیوض و برکات روز افزوں سایہ گستر رکھے اور اس سلسلہ کو اس احقر کے ہاتھوں حسن و خوبی کے ساتھ انجام کو پہنچا کر مقبولیت عامہ و نافعیت تامہ سے سرفراز فرمائے۔ اور احقر کے لئے موجب نجات و ذریعہ حصول تقصود بنائے آمین نیز آئندہ کے لئے کوئی مستقل اور معقول انتظام اس سلسلہ کے جاری رہنے کا فرما دیں۔ آمین بحرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ آخر میں یہ بھی دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان کلمات طیبات پر عمل کی بھی توفیق نصیب فرمائیں ورنہ محض نقل سے کیا کام چلتا ہے۔ ورنہ بقول مولانا جامی ؎

اے خواجہ چند نقل کراماتِ شیخ شہر
نقدے ز وقتِ خویش بیار ایں فسانہ چیست

الراقم خواجہ عزیز الحسن مرقومہ ۲۱ شعبان ۱۳۳۴ھ مطابق ۲۳ رجب ۱۹۱۶ء

؎ صحن بستان ذوق بخش صحبت یاراں خوش است
وقت گل خوش باد کز وے وقت میخواران خوش است

حُسنُ العزیز

کا حصہ

ملفوظات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باغباں خانہ ات آباد ثنا خوانِ توام   چوں صبا باد فروشِ گل ریحاں توام

دیگر

الا اے طوطیِ گویائے اسرار   مبادا خالیت شکر ز منقار
سرت سبز و دلت خوش باد جاوید   کہ خوش نقشے نمودی از خط یار

دیگر

گل از رخت آموختہ نازک بدنی را   بلبل ز تو آموختہ شیریں سخنی را

دیگر

بگوش جاں بشنو نکتہ ہای پیر ہرات   کہ مشکلاتِ طریق از بیانش آسان ست

دیگر

ما ہر چہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم   الا حدیث یار کہ تکرار میکنیم

دیگر

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند   آنچہ استاد ازل گفت بگو میگویم

دیگر

درین زمانہ رفیقے کہ خالی از خلل ست　　صراحی مئے ناب و سفینۂ غزل است

دیگر

حسد چہ می بری اے سست نظم بر حافظ　　قبول خاطر و حسن سخن خداداد ست

دیگر

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم　　کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

دیگر

داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار　　گلچین بہار تو ز داماں گلہ دارد

دیگر

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں　　بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

دیگر

قلم بشکن سیاہی ریز و کاغذ سوز و دم درکش　　حسن ایں قصۂ عشق ست در دفتر نمی گنجد

دیگر

آنکہ می گویند آں بہتر ز حسن　　یار ما ایں دارد و آں نیز ہم

دیگر

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست　　بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

(۱) حمد و نعت کے متعلق فرمایا کہ مجھے حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی حمد و نعت بہت پسند ہے جو انھوں نے اپنی مثنوی کے شروع میں لکھی ہے ؎

خدا در انتظار حمد ما نیست　　محمد چشم بر راہ ثنا نیست

محمد حامد حمد خدا بس　　خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس

اسی طرح درود شریف کے متعلق فرمایا کہ مجھے جب کبھی توفیق ہوتی ہے تو یہ درود شریف پڑھتا ہوں اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ کیونکہ یہ باوجود اختصار صلوٰۃ و سلام و برکت سب کو شامل ہے۔ دعا کے متعلق

فرمایا کہ سب سے زیادہ جامع دعا یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ مَا سَئَلَکَ مِنْہُ نَبِیُّکَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْہُ نَبِیُّکَ سَیِّدُنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ چنانچہ حضرت نے ایک بار کسی خاص دعا کی استدعا کی تو فرمایا کہ بس یہ دعا سب دعاؤں سے بڑھکر ہے۔ کہ یا اللہ جو اچھی چیزیں تیرے پیغمبر نے تجھسے مانگی ہوں وہی میں بھی مانگتا ہوں اور جن برائیوں سے حضور نے پناہ مانگی ہو ان سے میں بھی پناہ مانگتا ہوں اس دعا میں سب کچھ آگیا۔ ایکبار فرمایا کہ سب مسلمانوں کے لئے میں یوں دعا مانگا کرتا ہوں اَللّٰھُمَّ کُلَّ خَیْرٍ لِکُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَۃٍ۔

(۲) دوران وعظ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اسقدر بڑی شان ہے کہ اگر شاہان دنیا کی طرح اس کے خطاب کیلئے مناسب شان القاب و آداب کی قید ہوتی تو عمریں تمام ہوجاتیں اور ایک بار بھی اُسکے نام لینے کی نوبت نہ آتی القاب آداب ہی کبھی ختم نہ ہوتے لوگ نام لینے کیلئے ترس جاتے لیکن اللہ اکبر کیا رحمت ہے کہ اپنے نام لینے کے لئے کسی قسم کی قید نہیں لگائی جسوقت اور جس حالت میں جی چاہے اُس کا نام لیکر خطاب کر سکتے ہیں بجز چند خاص موقعوں اور چند خاص حالات کے کہ اُسوقت زبان سے ذکر کرنا خلاف ادب ہے غریب سے لیکر امیر تک اور عابد و زاہد سے لیکر فاسق و فاجر تک ہر شخص کو بے تکلف خطاب کرنے کی اجازت ہے۔ ورنہ اس کی عظمت و جلال کا مقتضا تو یہ تھا کہ ہماری زبان اگر سات سمندر کے پانی سے بھی دھوئی جاتی تب بھی اس کے نام لینے کے قابل نہ ہوتی۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

تمگر قربان جائیے اس کی رحمت کے کہ اپنا نام لینا بندوں پر کس قدر آسان فرمادیا۔

(۳) فرمایا کہ ہماری عبادت میں ہرگز اس کی اہلیت نہیں کہ وہ قبول بارگاہ خداوندی ہو سکے محض فضل سے نجات ہوگی۔ ورنہ ہماری عبادت کی تو وہ حالت ہے کہ اگر عتاب ہی نہ ہو تو غایت حلم و کرم ہے قبولیت تو بڑی چیز ہے۔ ایک شخص محبت سے مجھے پنکھا جھل رہا تھا لیکن ایسی بے تمیزی کے ساتھ کہ کبھی تو پنکھا سر میں مار دیتا تھا کبھی منہ پر لگ جاتا میں نے دلشکنی کی وجہ سے اسکو روکا نہیں گھنٹہ بھر تک یہی مصیبت رہی وہ دل میں بہت خوش ہوتا ہوگا کہ میں نے بڑی خدمت کی لیکن کوئی

میرے جی سے پوچھتا کہ گھنٹہ بھر تک میں کس مصیبت میں مبتلا رہا الحمد للہ اسی وقت حق تعالیٰ نے اس واقعہ سے مجھے یہ بات منکشف فرما دی کہ بس ہماری عبادت کی بھی یہی حالت ہے جو اُس شخص کی خدمت کی حالت تھی یعنی جس کو وہ خدمت سمجھ رہا تھا۔ درحقیقت وہ ایک زحمت تھی اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ ۔۔۔ وز گرانجانی و چالاکی ہمہ ؎

ایں ثنا گفتن زما ترک ثناست

؎ شاہ را گوید کسے جولاہہ نیست ۔۔۔ ایں نہ مدح ست او مگر آگاہ نیست

یعنی مولانا فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ پاکی سے بھی پاک ہیں یعنی جس قسم کی پاکی ہم بیان کرتے ہیں وہ اس پاکی سے بھی پاک ہیں۔ ہماری ثنا بھی گویا ترک ثنا ہے۔ کیونکہ اگر کسی بادشاہ کی کوئی یہ تعریف کرے کہ آپ جولاہے نہیں ہیں تو دراصل یہ مدح نہیں بلکہ ایک قسم کی مذمت ہے۔ یا اس طرح کی تعریف میں کوئی یہ کہنے لگے کہ آپ کے اختیارات کے کیا کہنے ہیں کانسٹبل کے بھی اختیارات آپ کو حاصل ہیں تو واقعی یہ بھلا کیا تعریف ہوئی یہ تو پوری توہین ہے۔ لیکن باوجود اس کے ہمارے عجز پر نظر فرما کر حق تعالیٰ ہمارے اس ٹوٹے پھوٹے نماز روزہ کو بھی غایت رحمت و شفقت سے قبول فرما لیتے ہیں ؎

قبول است گرچہ ہنر نیستت ۔۔۔ کہ جز ما پناہ دگر نیستت

(۴) فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال عقل پر کفار بھی متفق ہیں بلکہ ایک طرح تو وہ مسلمانوں سے بھی زیادہ قائل ہیں کیونکہ حضور کے جو کچھ کارنامے ہیں مسلمان تو اس کو نصرت حق کا ثمرہ سمجھتے ہیں اور کفار ان سب کو آپ کے کمال عقل کی طرف منسوب کرتے ہیں اسلئے ان کو اور بھی حیرت و استعجاب ہے۔ برخلاف اس کے مسلمانوں کو کچھ بھی حیرت نہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ تعجب ہی کی کیا بات ہے سب باتیں حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرما دی تھیں۔

(۵) فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب کفار نے خبر دی کہ کچھ سنا بھی تمہارے دوست معراج کا دعویٰ کرتے ہیں تو فوراً تصدیق کی کفار نے کہا کہ ایسی عجیب بات کی بھی تم نے اس طرح تصدیق کر دی فرمایا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب

بات کی اس سے بیشتر تصدیق کر چکا ہوں کہ آسمان والے یعنی فرشتے خود ان کے پاس آتے ہیں تو یہ بات تو اس سے کم ہے کہ خود آسمان والوں نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ پھر اس میں تعجب ہی کی کون سی بات ہے پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے صحابہ کے یہ علوم ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حکایت بھی اکثر بیان فرمائی کہ جب ہجرت کر کے بہمراہی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ پہونچے تو حضرات انصار جوق جوق بغرض زیارت حاضر ہوئے چونکہ حضرت صدیق اکبر بوجہ اس کے کہ قوی میں حضور کے برابر نہ تھے عمر میں بڑے معلوم ہوتے تھے۔ اس لئے لوگوں نے انھیں کو رسول اللہ سمجھکر مصافحہ کرنا شروع کر دیا حضرت صدیق رض کا کمال فہم ملاحظہ فرمائیے کہ انھوں نے انکار نہیں کیا بلکہ برابر مصافحہ کرتے رہے اور چونکہ حضور سفر سے تھکے ہوئے تشریف لائے تھے اس طرح مصافحہ کی زحمت سے حضور کو بچا لیا۔ آجکل کوئی اپنے شیخ کے سامنے ایسا کرے تو بڑا گستاخ سمجھا جاوے اور لعن طعن ہونے لگے۔ آجکل ظاہری تعظیم و تکریم ہی کو خدمت سمجھا جاتا ہے۔ اصلی خدمت تو راحت پہونچانا ہے خواہ اسمیں خود اپنے قلب پر کوئی بار ہی کیوں نہ ہو محبت کے تو یہی معنی ہیں۔ خدمت تو صحابہ نے کر کے دکھلا دی۔ چنانچہ جب حضرات صحابہ کو معلوم ہو گیا کہ حضور کو تعظیماً کھڑے ہونے سے تکلیف ہوتی ہے۔ تو اپنے جوش کو دبائے ہوئے بیٹھے رہتے تھے۔ اور گو بہت تقاضا دل میں پیدا ہوتا ہوگا لیکن کھڑے نہ ہوتے تھے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر نے اس موقعہ پر کیا اتنے میں دھوپ آگئی حضرت صدیق رض اپنی چادر تان کر کھڑے ہو گئے۔ تاکہ حضور پر دھوپ نہ پڑے اس وقت لوگوں نے جانا کہ مخدوم کون ہیں اور خادم کون۔

(۶) فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا باوجود نہایت مسکینی حالت میں رہنے کے اس قدر رعب تھا کہ ایک مرتبہ راہ میں تشریف لئے جا رہے تھے اور ساتھ میں بہت سے لوگ تھے کسی ضرورت سے پیچھے مڑ کر دیکھا تو جتنے آدمی پیچھے تھے سب گھٹنوں کے بل گر گئے۔

ہوشمندی اور فراست اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ ایک مرتبہ مال غنیمت کے اونٹ تقسیم فرما رہے تھے ایک ایک اونٹ دو دو آدمیوں کے حصہ میں دیا جا رہا تھا۔ ایک شخص نے آکر مانگا کہ احملنی و سُحَیماً علی بعیر واحد یعنی یا امیرالمومنین میرے اور سحیم کے لئے ایک اونٹ دیجئے۔ لفظ سحیم کے معنی مشک

کے بھی ہیں اور آدمی کا نام بھی ہوتا تھا۔ فوراً بانٹتے بانٹتے حضرت عمر رضہ رکے اور فرمایا قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ تیری مراد سحیم سے مشک ہے۔ عرض کیا کہ حضرت ہے تو یہی بات۔ فرمایا کہ تو دھوکا دیکر تنہا ایک اونٹ لینا چاہتا ہے۔ جا کوئی اپنا ساتھی لیکر آ تب اونٹ ملیگا۔ بھلا کیا ٹھکانا ہے فراست اور ہوشمندی کا۔ اس قدر مجمع میں اور ایسی گڑبڑ میں بھی فوراً کیسا پہچان لیا ہر وقت باہوش کتنے رہتے تھے۔

(۷) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ بیان فرمایا کہ حضرت نے فتنہ کو اور مسلمانوں کی پریشانی کو گوارا نہیں کیا بلکہ اپنے قتل کو گوارا فرمایا۔

(۸) فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مسئلہ جبر و اختیار کا دریافت کیا فرمایا کہ ایک پیر اٹھا کر کھڑا ہو جا۔ اس نے ایک پیر اٹھا لیا پھر فرمایا کہ دوسرا پیر بھی اٹھا لے بھلا دوسرا پیر کس طرح اٹھ سکتا تھا اس نے عرض کیا کہ حضرت دوسرا پیر تو نہیں اٹھ سکتا۔ فرمایا کہ بس یہی کیفیت بندہ کے اختیار کی ہے کہ اتنا تو اختیار ہے اور اتنا اختیار نہیں۔ نہ پورا مختار ہی ہے نہ پورا مجبور سبحان اللہ کس خوبی اور آسانی سے اس نازک مسئلہ کو ذہن نشین فرما دیا۔ صحابہ کے علوم کی یہ حالت تھی۔

(۹) احقر نے جب ملفوظات و واقعات قلمبند کرنا شروع کیا تو فرمایا کہ نام کیا رکھیے گا۔ عرض کیا حضور ہی تجویز فرما دیں۔ فرمایا کہ مجھے تو ایسا نام نہیں رکھنا چاہیئے لیکن ہے ایک نام بہت اچھا ذہن میں آپ کا نام عزیز الحسن آپ کی تصنیف کا نام حسن العزیز یعنی اپنے عزیز کا حسن کیونکہ اصلی حسن تو یہی باتیں ہیں ایکبار عرض کیا کہ حضرت کیا عرض کروں جیسا جی چاہتا ہے ویسا ضبط نہیں ہو سکتا کیونکہ حضور کی زبان فیض ترجمان سے تو علوم و معارف کے دریا کے دریا نکلے چلے آتے ہیں۔ یہ بے بضاعت کس طرح لکھے اور کیا کیا لکھے سخت الجھن ہوتی ہے سنکر فرمایا کہ جہاں ایسی الجھن ہوا کرے بس یہ شعر لکھدیا کیجئے ؎ داماں نگہ تنگ و گل حسن تو بسیار ؛ گلچیں بہار تو ز داماں گلہ دارد

نام تو ایسے پر لطف اور بامعنی تجویز فرماتے ہیں کہ سبحان اللہ۔ احقر نے ایک انتخاب مثنوی شریف کا کرنا شروع کیا تھا جس کے ایک حصہ میں سوز و گداز کے عاشقانہ اشعار اور دوسرے میں پند و نصیحت کے اشعار جمع کرنے کا ارادہ تھا کہ حضرت نے فرمایا کہ پہلے حصہ کا نام برق مثنوی مناسب ہوگا کیونکہ ان میں عاشقانہ اشعار ہونگے۔ اور دوسرے کا رعد مثنوی کیونکہ نصیحت آمیز اشعار میں تہدید

وترتیب ہوئی ہے جو مناسب رعد کے ہے اور مجموعہ کا نام سحاب مثنوی جس میں برق اور رعد دونوں
ہوتے ہیں اور ٹائٹل پر یہ آیتہ لکھی جاوے فیہ ظلمات و رعد و برق اور چونکہ اثر ان دونوں قسم کے اشعار کا ہوگا وہ گویا
باران رحمت ہوگی۔ ایکبار فرمایا کہ سوانح عمریاں لکھنے سے اتنا نفع نہیں جتنا کہ ملفوظات کے لکھنے سے۔

(۱۰) فرمایا کہ میرا سن ولادت ۱۲۸۰ھ ہجری ہے پانچویں ربیع الثانی بوقت صبح صادق مادہ تاریخی کرم
عظیم ہے۔ یا کرم عظیم کہئے۔ عبدیت کی صفت تو حضرت کے گویا خمیر میں داخل ہو گئی ہے بارہا فرمایا کہ میں بقسم
کہتا ہوں کہ مجھے آخرت میں درجوں کا وسوسہ بھی کبھی نہیں ہوتا بلکہ صرف یہ تمنا ہے کہ جنت میں
جگہ مل جائے چاہے جنتیوں کی جوتیوں ہی میں ہو اور یہ تمنا بھی بطور استحقاق کے نہیں بلکہ اس
وجہ سے ہے کہ عذاب کا تحمل نہیں ایک مولوی صاحب کو خط اس طرح لکھا تھا۔ از احقر انام اشرف
برائے نام۔ بخدمت الخ ...... احقر سے مادہ تاریخی مذکورہ بالا کا لطیفہ فرما چکے تھے۔ اس کے بعد
ایک صاحب نے بلا مشورہ واجازت مٹھائی بازار سے منگا کر بطور ہدیہ پیش کی حضرت نے ناپسند
فرمایا کہ جب آپ نے یہیں سے منگائی ہے تو مجھ سے بے تکلف دریافت کر لینا چاہئے تھا۔ کیونکہ دیکھئے
آپ کا تو روپیہ خرچ ہوا اور میرے یہاں یہ مٹھائی کسی کام نہ آئیگی میرے کوئی بچہ نہیں جو کھاوے بس
ہم دو میاں بی بی ہیں۔ مٹھائی کا شوق نہیں اب سوائے اس کے کہ اوروں کو تقسیم کر دیجاوے
اور کیا ہو سکتا ہے احسان اور بوجھ تو میرے اوپر ہوا۔ اور فائدہ دوسروں کا ہوا بھلا ایسے ہدیہ
لینے سے کیا جی بھلا ہو۔ چونکہ یہ خلاف قاعدہ بات ہے اس لئے اگر کوئی اور ہوتا تو واپس کر دیتا
لیکن آپ کی دلشکنی کے خیال سے صرف اتنا کرتا ہوں کہ نصف لی و نصف الک آدھی میں لیلونگا
آدھی آپ رکھئے۔ تاکہ آپ کو بھی تو معلوم ہو کہ بے دلی سے جو چیز کھائی جاتی ہے وہ کیسی بُری
معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ آپ کھائیں گے لیکن مزہ نہ آئیگا۔ تو معلوم ہوگا کہ دوسرے کو بھی کچھ مزہ
نہ آیا ہوگا۔ آیندہ ایسی باتوں کا بہت خیال رکھنا چاہئے۔ یہ آپ نے تکلف کا برتاؤ کیا افسوس ہے
اتنے دن ملتے جلتے ہو گئے لیکن میری طبیعت کا انداز آپ کو معلوم نہیں ہوا۔ اب آپ ہی اس
مٹھائی کے دو حصے آدھے آدھے کیجئے۔ ہنسکر فرمایا لیکن استادی نہ کیجئے گا ان صاحب نے اپنی
طرف کا حصہ کم رکھا حضرت کی طرف کا زیادہ حضرت نے ان کی طرف کا حصہ اٹھا لیا کہ اب آپ اس کے خلاف
تو کہہ ہی نہیں سکتے کہ یہ آدھا نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک اس کا آدھا ہونا مسلم ہے وہ صاحب

بیچارے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ حضرت نے احقر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھئے میرا مادہ تاریخی مگر عظیم ٹھیک ہے یا نہیں۔ میں آخر شیخزادہ ہوں شیخزادے بڑے فطرتی ہوتے ہیں مجھے بھی فطرتیں بہت آتی ہیں لیکن الحمدللہ انھیں کبھی استعمال نہیں کرتا ہوں۔ ہاں اگر کبھی ضرورت ہوتی ہے اور دوسرے کا نقصان نہیں ہوتا تو اپنے دفع ضرر کے لئے استعمال بھی کر لیتا ہوں جیسے اسوقت کیا

(۱۱) فرمایا کہ ایک صاحب نے میرے نام کا سجع کہا تھا "از گروہ اولیا اشرف علی" میں نے بھی سیکڑوں سجعے لوگوں کی فرمایش سے کہے ہیں اور بہت عجیب عجیب لیکن محفوظ نہیں ہیں۔

ایک کسبی تھی جس کا نام زینی تھا اس نے بہت سے شاعروں سے اپنے نام کے سجع کی فرمایش کی لیکن چونکہ بیہودہ نام تھا سب نے ٹال دیا۔ ذوق سے فرمایش کی تو انھوں نے فی البدیہہ کہا کہ تیرا سجع تو شیخ سعدی پہلے ہی فرما چکے ہیں ؎ نازرت بکشم کہ ناز نینی ۔ واقعی کمال ہی کیا کیسی سوجھی ہے۔

(۱۲) فرمایا کہ میرے والد بہت خوش حال تھے انھوں نے بڑے شوق کے ساتھ مجھے عربی پڑھائی اور نہایت فراخدلی سے میرے اوپر خرچ کیا۔ ہزاروں روپے میں نے اپنے ہاتھوں سے خرچ کر دیئے اس کا یہ تو اثر ہوا کہ اب الحمدللہ دل میں کسی قسم کی تمنا نہیں رہی۔ اور کسی رئیس یا نواب کا اثر محض اس کی وجاہت اور مال و دولت کی وجہ سے میرے قلب پر مطلق نہیں پڑتا۔ بلکہ یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم بھی تو غریب نہیں۔ پھر فرمایا کہ مقبولیت عنداللہ کے لئے شرافت نسب اور عالی خاندانی کی مطلق ضرورت نہیں کیونکہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔ لیکن جن سے حق تعالیٰ کام خدمت دین لینا چاہتے ہیں ان کو عالی خاندان میں پیدا فرماتے ہیں۔ تاکہ ان کے اتباع میں امرا و شرفا کو بھی کسی قسم کی عار نہ آئے۔ اسی مصلحت سے انبیا علیہم السلام ہمیشہ عالی خاندان میں پیدا ہوئے کوئی نبی گھٹیا خاندان کا نہیں ہوا۔ ایسے لوگوں سے عام نفع بہت ہوتا ہے۔

(۱۳) فرمایا کہ کشف وغیرہ راہ سلوک میں کوئی چیز نہیں بلکہ یہ چیزیں اکثر موانع ہو جاتی ہیں۔ کشف نہ ہونا زیادہ اچھا اور بے خطر ہے لوگ خواہ مخواہ ہوس کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح احوال و مواجید جو طریق میں پیش آتے ہیں اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص تو سواری گاڑی میں سفر کر رہا ہے جو ہر اسٹیشن پر ٹھہرتی ہوئی دلی پہنچتی ہے اور جس کی کھڑکیاں بھی کھلی ہوئی ہیں وہ شخص کھڑکیوں سے

راستہ کی سیر کرتا ہوا اور ٹونڈلہ اٹاوہ وغیرہ اسٹیشنوں پر ٹھہرتا اور اترتا ہوا دلی پہونچا۔ دوسرا اسپیشل ٹرین میں سوار کھڑکیاں بند کانپور سے جو چلا تو دھڑ دھڑ سیدھا دلی میں آکر اترا اب اس کو کچھ خبر ہی نہیں کہ راستہ میں کون کون سے اسٹیشن پڑے کیونکہ یہ تو اسپیشل ٹرین میں سوار تھا جو راستہ میں کہیں رکی ہی نہیں۔ آناً فاناً دلی پہنچ گیا۔ اب اگر وہ شخص جو سواری گاڑی میں بیٹھکر دلی پہونچا ہے اس شخص سے کہے کہ راستہ میں ٹونڈلہ اٹاوہ اور فلاں فلاں اسٹیشن پڑے اور یہ شخص سنکر افسوس کرے کہ معلوم ہوتا ہے میں نے وہ راستہ قطع ہی نہیں کیا کیونکہ مجھکو تو یہ اسٹیشن کہیں ملے ہی نہیں۔ اور اس سے استدلال کرے کہ میں دلی پہونچا ہی نہیں تو اس کی بڑی بے وقوفی اور ناشکری ہے۔ کیونکہ یہ تو اسپیشل ٹرین میں سوار ہوکر چند گھنٹوں میں دلی پہونچا ہے جو سواری گاڑی سے کہیں زیادہ تیز رفتار ہوتی ہے۔ اور دوسرے شخص نے اس سے کہیں زیادہ دیر میں یہ راستہ قطع کر پایا ہے کیونکہ وہ سواری گاڑی میں تھا جو جگہ جگہ ٹھہرتی ہوئی آئی ہے بلکہ سواری گاڑی والے کو یہ خطرہ ہے کہ کسی بیچ والے اسٹیشن کے نقش و نگار دیکھکر وہ وہیں نہ اتر پڑے۔ اور عمر بھر دلی پہونچنا نصیب نہ ہو۔ اسی طرح بعضے سالکین انوار ہی کو مقصود سمجھکر انھیں میں مشغول رہتے ہیں آگے نہیں بڑھتے۔ اس لئے بلا کشف کے جو سلوک ہوتا ہے وہ زیادہ اسلم ہے کشف بعض اوقات بڑے خطرہ کی چیز ہے۔

(۱۴) فرمایا کہ جاہل صوفی نماز روزہ وغیرہ ارکان کو کچھ نہیں سمجھتے ذکر و شغل ہی کو اصل چیز سمجھتے ہیں حالانکہ اصل چیز یہ نماز روزہ ہی ہے۔ ذکر و شغل اسی کی تقویت کے لئے کیا جاتا ہے تاکہ نماز اعلیٰ درجہ کی نماز ہو جاوے اور روزہ اعلیٰ درجہ کا روزہ ہو جاوے۔ یہ اعمال بمنزلہ پودوں کے ہے اور ذکر و شغل بمنزلہ پانی کے جس سے پودوں کا نشو و نما ہوتا ہے اگر کوئی احمق پودوں کو تو اکھیڑ کر پھینکدے اور خالی زمین میں پانی دے جائے تو اس کی سخت حماقت ہے اور بلا پودوں کے پانی دینا ایک فضول حرکت ہے بعینہ یہی حال اس کا ہے جو نماز روزہ کو تو رخصت کرے اور محض ذکر و شغل پر اکتفا کرے کیونکہ بلا نماز روزہ کے ذکر و شغل محض لاحاصل ہے۔ ایکبار دوران وعظ میں فرمایا کہ جاہل صوفیہ اس آیت واعبد ربک حتی یاتیک الیقین۔ یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ اپنے رب کی عبادت کرو یہاں تک کہ یقین حاصل ہو جاوے حالانکہ یقین سے یہاں یقینی چیز یعنی موت مراد ہے اور یہ عجیب اندھی بات ہے کہ

جب تک یقین حاصل نہ ہو تب تک تو عبادت کرو اور جب یقین حاصل ہو جاوے تو چھوڑ دو اسکی تو ایسی مثال ہوئی کہ جب تک یہ یقین نہ ہو کہ یہ پلاؤ ہے یا کیا چیز ہے تب تک تو کھائے جاؤ اور جب یقین ہو جاوے کہ یہ پلاؤ ہے تو ہاتھ کھینچ لو۔ حالانکہ یقین ہونے کے بعد تو اور بھی کھانا چاہیئے۔

(۱۵) دوران وعظ میں فرمایا کہ نئی روشنی والے پردہ کے متعلق کہتے ہیں کہ پردہ میں بھی تو خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں میں اس کا یہ جواب دیتا ہوں کہ پردہ میں جو کچھ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں وہ بھی بے پردگی ہی کی وجہ سے کیونکہ اگر پردہ میں خط و کتابت یا پیغام رسانی ہوگئی تو یہ بھی بے پردگی ہی کی ایک قسم ہے۔ غرض خرابی جب پیدا ہو گی بے پردگی ہی کی بدولت۔ پردہ میں بھی جبھی خرابی پیدا ہو سکتی ہے جبکہ کچھ نہ کچھ بے پردگی ہو۔ ورنہ پورے پردہ میں کوئی خرابی پیدا ہونا ممکن ہی نہیں۔

(۱۶) ایک صاحب نے اس شعر کا مطلب دریافت کیا ؎

یک زمانے صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

فرمایا کہ صحبت اولیا میں ایک خاص بات قلب میں ایسی پیدا ہو جاتی ہے جس سے خروج عن الاسلام کا احتمال نہیں رہتا خواہ گناہ اور فسق و فجور بھی کچھ اس سے وقوع میں آویں لیکن ایسا نہیں ہوتا کہ دائرہ اسلام سے خارج ہو جاوے مردودیت تک کبھی نوبت نہیں پہنچتی برخلاف اس کے ہزار برس کی عبادت میں بھی بذاتہ یہ اثر نہیں کہ وہ کسی کو مردودیت سے محفوظ رکھ سکے۔ چنانچہ شیطان نے لاکھوں برس عبادت کی لیکن وہ اس کو مردودیت سے نہ روک سکی یہی معنی ہیں اس شعر کے ؎ یک زمانے صحبت با اولیاء؛ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا کیونکہ ظاہر ہے کہ ایسی چیز جو مردودیت سے ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دے ہزار ہا سال کی اس عبادت سے بڑھ کر ہے جس میں یہ اثر نہ ہو۔

(۱۷) فرمایا کہ اکثر لوگ کہتے ہیں کہ حدیثوں میں تصوف نہیں اور میں کہتا ہوں کہ وہ حدیث ہی نہیں جس میں تصوف نہیں یعنی ہر حدیث میں تصوف ہے مگر لوگ تصوف کی حقیقت نہیں جانتے۔

(۱۸) حضرت ایک بار فرما رہے تھے کہ بدون صحبت شیخ کے اگر کوئی لاکھ تسبیحیں پڑھتا رہے کچھ نفع نہیں احقر نے عرض کیا کہ حضرت خود ذکر اللہ میں یہ صفت ہونی چاہیئے تھی کہ وہ خود کافی ہو جایا کرتا۔ صحبت شیخ کی کیوں قید ہے۔ فرمایا کہ کام جب بنا دیگا ذکر اللہ ہی بنا دیگا۔ لیکن عادت اللہ

یہ جاری ہے کہ بدون شیخ کی صحبت کے نرا ذکر کام بنانے کے لئے کافی نہیں اس کے لئے صحبت شیخ شرط ہے جس طرح کہ کاٹ جب کریگی تلوار ہی کریگی لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کسی کے قبضہ میں ہو۔ ورنہ اکیلی تلوار کچھ نہیں کر سکتی گو کاٹ جب ہوگا تلوار ہی سے ہوگا۔

(۱۹) فرمایا کہ پیشتر میرا یہ خیال تھا کہ شیخ کے پاس رہنے کی ایسی ضرورت نہیں ذکر و شغل کرتا رہے تو گو شیخ سے دور ہو کافی ہے لیکن اب تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ جو نفع ذکر و شغل کا شیخ کے پاس رہکر ہوتا ہے وہ دور رہ کر نہیں ہوتا صحبت میں بالخاصہ اثر ہے جیسے مقناطیس میں لوہے کے کھینچنے کا اثر ہے کوئی خاص وجہ اس اثر کی نہیں بتلائی جا سکتی۔ واقعی خربوزہ کو دیکھکر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ ایکبار فرمایا کہ شیخ کے پاس رہکر مشغول رہنے میں اور دور رہکر مشغول رہنے میں ایسا ہی فرق ہے جیسے مریض ایک تو طبیب کے پاس رہکر علاج کرائے اور دوسرے یہ کہ دور سے محض خط و کتابت کے ذریعہ سے علاج ہو ظاہر ہے کہ نفع میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ ایکبار فرمایا کہ صحبت شیخ میں طالب دزدیدہ طور پر اپنے اندر اخلاق کو لیتا ہے۔ ایکبار بدون صحبت شیخ کے محض خط و کتابت پر اکتفا کرنے کی یہ مثال دی تھی کہ جیسے شوہر اور بی بی محض خط و کتابت کرتے رہیں اور اظہار محبت بھی کرتے رہیں لیکن ملتے جلتے نہ رہیں تو اولاد ہو چکی اسی طرح شیخ کے ساتھ محض خط و کتابت رکھنے سے کوئی معتدبہ نتیجہ نہیں پیدا ہو سکتا ثمرات خاصہ کے لئے گاہے گاہے صحبت شیخ ضروری ہے۔

(۲۰) فرمایا کہ بعض اصلاح منحصر ہوتی ہے اس بات پر کہ اجازت تعلیم و تلقین کی دیدی جاوے۔

(۲۱) فرمایا کہ بعد تکمیل کے پھر شیخ کا دخل تربیت میں نہیں رہتا حاجت رہتی ہے خود منجانب اللہ بلا واسطہ اس کی تربیت ہوتی رہتی ہے طالب شیخ سے مستغنی ہو جاتا ہے جیسے مشاطہ بنا سنوار کر دلہن کو دولہا تک پہنچا دیتی ہے اس کے بعد پھر اس کا وہاں گذر نہیں ہوتا۔ البتہ شیخ کا جس کی بدولت اس کو یہ وصول الی اللہ میسر ہوا ہے ہمیشہ ممنون رہنا چاہیئے۔ ورنہ ناشکری ہو جسب زوال ہو جاتی ہے

(۲۲) فرمایا کہ صحبت نیک کے متعلق یہ قطعہ مجھے بہت پسند ہے اس کو اکثر پڑھا کرتا ہوں ؎

گلے خوشبوئے در حمام روزے | رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری | کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گل ناچیز بودم | ولیکن مدتے با گل نشستم

جمال ہم نشیں در من اثر کرد   دگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(۲۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ نماز کی پابندی نہیں ہوتی فرمایا کہ اس کے دو علاج ہیں ایک سہل ایک مشکل علاج تو یہ ہے کہ اپنے اوپر کوئی جرمانہ مقرر کرے کہ جو نہ اس قدر زیادہ ہو کہ پابندی کے ساتھ اس کا ادا ہونا ہی مشکل ہو اور نہ اس قدر کم ہو کہ نفس پر شاق ہی نہ ہو یہ علاج تو مشکل ہے کیونکہ خود اپنے اوپر سزا جاری کرنا ہے مشکل کام دوسرا سہل علاج یہ ہے کہ جس سے عقیدت ہو اس کے پاس کچھ دن رہے اس سے انشاء اللہ خود بخود اصلاح ہو جاویگی۔

(۲۴) فرمایا کہ شیخ جامع شرائط گو خود نہ ہو لیکن بشرط صحبت سلسلہ دوسرے کا تو کام بنا ہی دیتا ہے جیسے کیمیا کی بوٹی خود کچھ بھی قیمت نہیں رکھتی یہاں تک کہ اگر اس کو بیچا جاوے تو ساگ تو دھیلے پیسہ میں بک بھی جاوے اسے کوئی اتنے میں بھی نہ لے باوجود اس کے کہ وہ خود ایک بالکل بے قیمت چیز ہے لیکن اگر تانبہ اس کے ساتھ ملگیا تو تانبہ کو تو کندن ہی بنا کر چھوڑیگی۔ لہذا شیخ کی بڑی قدر کرنی چاہیئے یہ مثال ایک صاحب کو سنانے کے لئے دی تھی جو ہمیشہ حضرت سے دنیا کی سفارشیں کرایا کرتے تھے۔ اور ان ہی صاحب کے خطاب کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ لوگوں نے اسقدر اس تعلق کی ناقدری کی ہے کہ اب میرا دل پھٹ گیا ہے ورنہ پیشتر مجھے بیحد تعلق شفقت کا تھا کیونکہ جو لوگ یہاں رہ کر ذکر و شغل کرتے تھے وہ ایسے ہوتے تھے کہ برسوں انھیں وطن کی یاد کا وسوسہ بھی نہیں آتا تھا بس ان کا ایسا حال ہو جاتا تھا جیسے مکھی شہد میں پھنس جاتی ہے۔ اس لئے مجھکو بھی بہت توجہ ہوتی تھی لیکن اس طریق کی ناقدری کر کر کے لوگوں نے مجھکو اس قدر دل برداشتہ کر دیا ہے کہ اب مجھکو خود توجہ نہیں ہوتی۔ ہاں طالب خود ہی اپنی طرف سے توجہ کرے اور کام میں مشغول رہے تو پھر میں کون ہوتا ہوں توجہ نہ کرنیوالا حق تعالیٰ خود زبردستی مجھکو متوجہ کریں گے پھر فرمایا کہ اب تو لوگ میری کتابوں سے نفع اٹھاویں بحالت بے توجہی یہاں آنے میں نفع نہیں۔ یہ سب باتیں انہیں صاحب مذکور بالا کے سنانے کے لئے فرمائی تھیں۔

(۲۵) فرمایا کہ تسخیر اور مقبولیت عند اللہ میں یہ فرق ہے کہ جو عملیات وغیرہ سے تسخیر کی جاتی ہے اس کا اثر فوری ہوتا ہے دیرپا نہیں ہوتا۔ اور مقبولیت عند اللہ کا اثر روز بروز گہرا ہوتا جاتا ہے اور کبھی زائل نہیں ہوتا جیسے ایک تو ملمع ہوتا ہے کہ شروع شروع میں گو اصلی کندن سے بھی زیادہ

اسمیں آب وتاب ہوتی ہے لیکن کچھ دن کے بعد جب جھول اتر جاتا ہے تو پھر وہی تانبہ کا تانبہ برخلاف اس کے جو تانبہ کیمیا کے ذریعہ سے سونا بنجاتا ہے اس کے جگر تک اثر پہونچ جاتا ہے اور اس کے سونے ہونے کی خاصیت کبھی زائل نہیں ہوتی۔

(۲۶) فرمایا کہ عورتوں کا عشق خواہ حرام ہو لیکن وجداناً اس کی ظلمت میں پھر ایک قسم کی کمی ہوتی ہے بخلاف مردوں کے عشق کے کہ اس میں ظلمت شدید ہوتی ہے کیونکہ عورتیں گو نامحرم ہوں لیکن کسی حال میں کسی شخص کے لئے تو محل تمتع ہیں مرد تو کسی حال میں کسی شخص کے لئے محل تمتع فطرۃً ہیں ہی نہیں۔ جیسے ایک تو تہ خانہ کی تاریکی ہے کہ اس کی ظلمت میں بھی ایک قسم کی کمی ہے۔ کیونکہ اس کی ظلمت ظلمت محضہ تو نہیں ایک عارض خاص کی وجہ سے ظلمت ہے۔ اور ایک تاریکی ہوتی ہے اندھیری رات کی جس کی ظلمت ذاتی ہے نورانیت کی صفت اس کی ذات ہی میں نہیں تو گویا عشق زناں تو مشابہ تہ خانہ کی تاریکی کے ہے اور عشق مرداں مشابہ اندھیری رات کی تاریکی کے۔ گو دونوں حرام ہیں۔ لیکن مردوں کا عشق حرام درحرام اور گودر گو کیونکہ حلت کا وہاں گذر ہی نہیں عورتیں فی نفسہ تو محل حلت ہیں گو عارض کی وجہ سے وہ حلت ثابت نہ ہو۔

(۲۷) فرمایا کہ اگر یہاں دو برس کوئی رہلے تو اور کچھ تو نہیں لیکن انشاء اللہ فہم دین تو اس کو ضرور حاصل ہو جاوے اور یہی اصل چیز ہے۔ ایکبار فرمایا کہ دین تو اس کا سنبھلے ہی انشاء اللہ تعالیٰ دنیا بھی اس کی درست ہو جاوے۔ واقعی حضرت کے یہاں دنیا کے بھی انتظامات عجیب وغریب دیکھنے میں آتے ہیں۔ جن کو اگر دستور العمل بنایا جاوے تو دنیاوی زندگی بھی نہایت راحت وآرام سے بسر ہو

(۲۸) عشق مجازی کے تذکرہ میں فرمایا کہ ایک بات میں بتلاتا ہوں جو مجھ ہی سے سنئے گا اس سے پہلے کبھی نہ سنی ہوگی۔ اور اول وہلہ میں سمجھ میں بھی نہ آئیگی لیکن سچی بات ہے تجربہ کر لیا جاوے فی الحال تقلیداً مان لیجے۔ وہ بات یہ ہے کہ اگر عاشق کی طبیعت بالکل ہی خبیث نہ ہو تو متقی شخص کی طرف نفسانی میلان نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تقویٰ کا قدرتی یہ اثر ہے کہ وہ وقایہ ہوتا ہے نفسانی میلان کا۔ خواہ تقوے کا دوسرے کو علم ہو یا نہ ہو عشق مجازی ہی کے تذکرہ میں فرمایا کہ یہ سخت ابتلا کی چیز ہے اس سے بہت بچنا چاہیئے میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس معاملہ میں خود مجھکو اپنا اعتبار نہیں اور چونکہ میں خود کوئی چیز نہیں اسلئے میری حیثیت سے یہ بے اعتباری کوئی ایسی اہم نہیں ہے۔ لیکن

جو شخص مجکو بڑا سمجھتا ہو اور مجھ سے عقیدت رکھتا ہو اس کے لئے یہ بہت بڑی عبرت کی بات ہے کہ جس کو ہم بڑا سمجھتے ہیں جب اس کی یہ حالت ہے تو ہمیں تو بہت ہی احتیاط رکھنی چاہیئے۔

(۲۹) فرمایا کہ اگر کسی حسین صورت کو دیکھکر برا خیال دل میں آنے لگے تو فوراً اس مجمع میں جو سب سے زیادہ بدصورت شخص ہو اس کو بہت غور سے دیکھنے لگے۔ اور اگر اس جگہ کوئی بدشکل نہ ہو تو پہلے دیکھے ہوئے کسی بدشکل شخص کو ذہن میں لاوے۔ ورنہ متخیلہ سے کوئی نہایت بھونڈی صورت تراش کر اس کا مراقبہ کرنے لگے۔ کیونکہ آخر قوت متخیلہ پھر اور کس وقت کام آویگی۔ کسی ایسے موٹے بھدے آدمی کا تصور کرے کہ جس کا پیٹ نکلا ہوا ہو ہونٹ موٹے موٹے ہوں ناک بیٹھی ہوئی ہو۔ رینٹھ بہ رہی ہو۔ مکھیاں بھنک رہی ہوں غرض جہاں تک متخیلہ کام کر سکے ایک نہایت بدشکل شخص کی تصویر اختراع کر کے تصویر میں لاوے۔ ایسا کرنے سے انشاء اللہ فوراً وہ خیال بدجاتا رہیگا۔ ایک صاحب کو تحریر فرمایا تھا کہ یہ تصور کیا کرو کہ مرکر اس حسین کا کیا حال ہوجاویگا۔ بدن گل سڑجاویگا پیٹ پھٹ جاویگا کیڑے پڑجاویں گے۔ غرض عجیب ہیئت ہوجاویگی۔ اس وقت اگر کوئی اس عاشق سے کہے کہ اس کو گود میں لیکر پیار کرو تو وہاں سے ہزار نفرین کر کے لاحول پڑھکے بھاگ آوے۔

(۳۰) ایک صاحب کا تذکرہ تھا فرمایا کہ ان کو ابھی کچھ ذکر و شغل بھی نہیں بتلایا صرف بیعت کیا ہے اس پر ان کا یہ حال ہے پھر فرمایا کہ یہ تو بجلی کا تار ہے کہ ہاتھ لگا نہیں کہ لپٹا نہیں۔

(۳۱) فرمایا کہ بزرگوں کے تعلق سے دین تو درست ہوتا ہی ہے دنیا کی بھی برکت ہوتی ہے لیکن دنیا کے قصد سے تعلق پیدا نہ کرے جس طرح کہ حج کو جاتے وقت اس کا قصد تو نہیں ہونا چاہیئے کہ بمبئی دیکھیں گے اور جہاز کی سیر کریں گے لیکن جو شخص حج کو جائیگا راستہ میں بمبئی بھی پڑے گی اور جہاز کی سیر بھی نصیب ہوگی اسی طرح گو بزرگوں سے تعلق محض دین کے لئے پیدا کرنا چاہیئے لیکن دنیا کی برکت بھی لازمی طور سے اس کو نصیب ہو ہی جاویگی مگر دنیا کا قصد ہرگز نہ کرے ورنہ کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

(۳۲) فرمایا کہ اہل حق کی کتابوں میں اثر ہوتا ہے مکرر سکرر سناتا رہے گو شروع میں اثر نہ ہو لیکن بالآخر اثر ہو کر رہے گا۔

(۳۳) فرمایا کہ ایک تحصیلدار صاحب نے اپنے ایک عزیز کو میرے سامنے پیش کیا کہ انکو کچھ شبہات

عقائد میں ہیں ان کے شبہات کو رفع فرما دیجئے میں نے کہا کہ جناب یہ طریقہ شبہات کے رفع کرنے کا نہیں ہے کہ یہ ایک ہی جلسہ میں اپنے شبہات پیش کریں اور میں ان کا رد کردوں اس طرح گو میں ان کو ساکت کر سکوں لیکن ان کے قلب کو تو شفا نہ ہوگی۔ اگر ان کو اپنی اصلاح منظور ہے تو میں اس کا طریقہ بتلاتا ہوں وہ یہ کہ یہ میرے ساتھ چار مہینے کے لئے جلیس دو مہینے تک تو ان کو کسی شبہ کے پیش کرنے کی بھی اجازت نہ ہوگی البتہ جو شبہات پیدا ہوتے جاویں وہ ایک یادداشت میں درج کرتے جاویں اور اس درمیان میں خود کچھ گفتگو نہ کریں۔ صرف جو کچھ میں مختلف جلسوں میں باتیں کرتا رہوں ان کو بغور سنتے رہیں اور بعد کو بھی تنہائی میں ان تقریروں کو سوچا کریں۔ بعد دو ماہ کے میں ان کو اجازت دونگا کہ اب آپ اپنے شبہات پیش کیجئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آدھے سے زیادہ شبہات تو اس سکوت ہی کے زمانہ میں جاتے رہینگے اور پیش کرنے کی نوبت ہی نہ آئیگی اور بقیہ شبہات بقیہ دو ماہ کی گفتگو میں طے ہو جاویں گے۔ یہ ہے اصلاح کا طریقہ نہ یہ کہ میں نے تقریر کردی اور انھوں نے سن لی۔

(۳۴) فرمایا کہ ایک صاحب کیرانہ میں بیعت ہونے کے لئے جب آئے تو مٹھائی ایک اور شخص کے ہاتھ لائے میں نے دیکھ لیا کہ ہاں آپ میں شان ہے۔ اور کبر کا مادہ ہے اتفاق سے مجھے کئی جگہ جانا تھا میں نے ان سے کہا کہ مجھے یہاں فرصت نہیں ملی مجھے فلاں صاحب کے یہاں جانا ہے وہاں شاید بیعت کر سکوں وہاں چلئے چنانچہ مٹھائی کا طباق ہاتھ میں لئے ہوئے حضرت میرے ساتھ ہوئے وہاں پہنچکر بھی میں نے یہی کہا کہ کیا کہوں یہاں بھی فرصت نہ ملی وہاں چلئے غرض اسی طرح دو گھنٹے تک گھر گھر ان کو مع مٹھائی کے لئے پھرا۔ اور قصداً بازار میں ہو ہو کر جاتا تھا۔ اور وہ صاحب ہاتھ میں مٹھائی کا طباق لئے لئے پھرتے تھے۔ جب میں نے خوب پریشان کر لیا اور سمجھ لیا کہ ہاں اب ان کے قلب میں سے یہ خبیث مادہ نکل گیا تب مرید کیا اور اپنی اس حرکت کی وجہ بھی ظاہر کردی۔ چنانچہ تکبر کا اتنا بڑا مرض جو برسوں کے مجاہدوں اور ریاضتوں سے بھی نہ جاتا اس تدبیر سے بفضلہ دو گھنٹے میں جاتا رہا۔ پھر فرمایا کہ حق تعالیٰ ایسی ہی تدبیریں سوجھا دیتا ہے۔ بزرگان سلف نے بھی ایسی تدابیریں کی ہیں۔ ایک بار فرمایا کہ جب مجھے اپنے کسی عیب کی اصلاح کرنی منظور ہوتی ہے تو ایسا کرتا ہوں کہ اس کے متعلق وعظ

وعظ کہدیتا ہوں اس تدبیر سے بفضلہ تعالیٰ وہ عیب اس وقت تو جاتا رہتا ہے کیونکہ وعظ کہتے وقت جوش ہوتا ہے اس کا اثر خود اپنے قلب پر بھی پڑتا ہے دوسرے یہ ہے کہ غیرت بھی آتی ہے کہ دوسروں کو تو نصیحت کیجاوے اور خود عمل نہ ہو اس سے بھی عمل کی توفیق ہو جاتی ہے چنانچہ غصہ کا میں نے اسی طرح علاج کیا کہ ایک وعظ غصہ ہی کے متعلق کہدیا۔ اس کا نام الغضب ہے اس کے بعد سے غصہ میں بہت اعتدال ہو گیا ہے پھر فرمایا کہ بحمد اللہ میرے یہاں تو ایسے ہی چٹکلوں میں علاج ہوتے ہیں احقر نے اپنے غصہ کی شکایت کی تو فرمایا کہ الغضب دیکھ لیجئے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ جاتا رہے گا لیکن افسوس ہے کہ وہ اب تک طبع ہی نہیں ہوا۔

(۳۵) فرمایا کہ میرے وعظ سنکر جو معتقد ہوتے ہیں ان کے اعتقاد کا مجھے اعتبار نہیں کیونکہ آخر وعظ میں میں گالیاں تو بکونگا نہیں اچھی ہی باتیں کہونگا۔ ہاں جو یہاں آکر اور میرا طرز عمل دیکھکر پھر بھی معتقد رہے اس کا اعتقاد البتہ پختہ ہے۔ ایکبار فرمایا کہ جس کو میری باتیں سنکر اعتقاد پیدا ہو وہ معتبر نہیں کیونکہ تصوف کے نکات لطافت میں شاعری کے نکات سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اس لئے یہ بناء اعتقاد قابل اعتبار نہیں۔ صحیح بناء اعتقاد کی کسی کے اقوال نہیں ہوتے بلکہ اس کے اعمال اور افعال ہوتے ہیں جو اعتقاد افعال سے ناشی ہو وہ معتبر ہے یعنی اعتقاد اس بناء پر پیدا ہو کہ دیکھو افعال و اعمال نشست و برخاست سب باتیں کیسی سنت کے موافق ہیں

(۳۶) احقر کے چند احباب کا قصد حضرت کی خدمت میں بمقام تھانہ بھون حاضری کا ہوا حضرت اس زمانہ میں کانپور تشریف لائے ہوئے تھے حضرت نے فرمایا کہ اگر محض ملاقات کے لئے آئیں تو جس طرح چاہیں چلے آئیں لیکن اگر کچھ اور ارادہ ہو (یعنی اصلاح کا) تو مجموعی طور پر نہ آئیں بلکہ ہر شخص تنہا آئے ورنہ نفع نہ ہوگا کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص کے ساتھ اس کے مناسب حال برتاؤ کرنا چاہیئے اور اگر سب ایک ساتھ آئے تو سب کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا پڑیگا۔ اور اگر کسی کے ساتھ سختی کا برتاؤ کرنا مناسب ہوا تو اس کو اپنے ساتھیوں سے شرمندگی ہو گی۔ بس ہر شخص کا الگ الگ آنا ہی ٹھیک ہے یہ تو آخرت کا سفر ہے مرے پیچھے قبروں میں علیحدہ ہی علیحدہ جاتے ہیں ایک صاحب نے عریضہ میں اپنے ہمراہ اپنے والد صاحب کو بھی لانیکا قصد ظاہر کیا تحریر فرمایا کہ آپ کے ساتھ تشریف لائے تو ان کو مخدوم بنا کر رکھنا پڑیگا جس کے لئے میں تو بسر و چشم آمادہ ہوں لیکن ان کو نفع نہ ہوگا۔

مذکورہ بالا مصالح کے بناء پر حضرت کسی کا کسی کے ساتھ آنا پسند نہیں فرماتے یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ متعدد آدمیوں کے ساتھ آنے میں خاص توجہ کسی ایک کی طرف بھی نہیں ہوتی ۔ نہ موقع خاص خطاب کا ملتا ہے لہذا اس طرح آنے میں کچھ بھی نفع نہیں ہر شخص الگ الگ آوے ۔

(۳۷) فتحپور کے سفر میں فرمایا کہ ہم لوگوں کا سفر بھی بعض دفعہ مضر ہو جاتا ہے کیونکہ ہم لوگوں میں تو کوئی خاص اہتمام اشاعت طریقہ کا ہے نہیں اور فریق مخالف کے لوگ ہمارے ایک دن کے اثر کو اس جگہ مہینوں قیام کر کے آدمی آدمی کے قلب سے نکالنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے ایسے سفر سے بجائے نفع کے نقصان ہوتا ہے کیونکہ پیشتر تو عوام خالی الذہن تھے اب مخالفین کی کوششوں سے مخالف ہو جاتے ہیں ۔ نہ سفر ہوتا نہ مخالفین کو اس طرف توجہ ہوتی ۔ اس سے تو عوام اگر خالی الذہن رہیں یہی غنیمت ہے ۔ چنانچہ مجھے خوف ہے کہ میں یہاں جو آیا ہوں تو کہیں دوسرے لوگ اس ایکدن کے اثر کو زائل کرنے کے لیے یہاں آکر مہینوں قیام نہ کریں ۔ احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت کا فرمانا بالکل صحیح ثابت ہوا کیونکہ حضرت کے تشریف لیجانے کے بعد ہی مخالفین نے آکر ایک انجمن قایم کر دی جس کی غرض محض اہل حق کی تردید تھی سچ ہے ؎ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید ۔

(۳۸) فرمایا کہ ایک دفعہ میں بالاخانہ پر شرح مثنوی شریف کی لکھ رہا تھا پڑوس میں کسی کے گھر موسل سے چاول کوٹے جا رہے تھے اس کی آواز سے میرے اندر ایک ایسی کیفیت پیدا ہو گئی کہ بے اختیار جی چاہتا تھا کہ خوب چلاؤں اور چیخوں میں نے بہت ضبط کیا تب وہ حالت فرو ہوئی پھر فرمایا کہ الحمد للہ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رح کو بھی ایک بار موسل کی آواز پر وجد آ گیا تھا ۔ اُن سے بہت مشابہت حاصل ہو گئی احقر عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ ؎

کسانیکہ یزداں پرستی کنند　　　بر آواز دولاب مستی کنند

یہ حضرات ہیں جن کو سماع جائز ہے لیکن پھر بھی بغرض حفاظت عوام احتراز کئے ہوئے ہیں ایک بار حضرت نے فرمایا کہ میں نے ایک صوفی سے کہا کہ مجاہدہ ہم لوگ کرتے ہیں کہ باوجود نہایت تقاضا ہونے کے پھر بھی سماع نہیں سنتے تم لوگ کیا مجاہدہ کرو گے کہ جب جی چاہا بے بیٹھے اور سُننے لگے ۔ ایکبار حضرت قیلولہ فرما رہے تھے کہ احقر پیر داب رہا تھا دوسرے کے حجرہ میں کوئی لڑکا کچھ گنگنا رہا تھا ۔ احقر نے تو سنا تک نہیں حضرت کے کان میں جاتے ہوئے اس کی آواز پہنچ گئی ۔

آدمی بھیجکر منع فرمایا کہ کیا یہاں قوالی ہو رہی ہے پھر کروٹیں بدلنے لگے اور فرمایا کہ دیکھئے ہم لوگ اس قدر پرہیز کرتے ہیں لیکن پھر بھی چشتیت اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی میرے قلب میں حرکت پیدا ہوگئی چشتیہ کو سماع سے آخر مناسبت تو ہوتی ہی ہے۔ ایکبار فرمایا کہ مجھے یقین ہے کہ اگر میں قوالی سنتا ہوتا تو میری جان اسی میں جاتی۔ ایکبار ایک قوال کی تعریف فرمائی کہ ظالم ایسا خوش آواز ہے کہ کئی کا خون کر چکا ہے خونی مشہور ہے اس کی زبان سے اشعار سننے کو بہت جی چاہتا ہے

(۳۹) ایک صاحب سے فرمایا کہ تصوف کوئی عجیب چیز نہیں نہایت عقل کے موافق نہایت فطرت کے موافق نہایت سہل اور نہایت لذیذ چیز ہے۔

(۴۰) فرمایا کہ ذکر میں چاہے دل لگے یا نہ لگے لیکن برابر کئے جاوے رفتہ رفتہ اس کی ایسی عادت پڑجاتی ہے کہ پھر بلا اس کے چین ہی نہیں پڑتا۔ جیسے شروع شروع میں حقہ پینے سے گھمیر بھی آتی ہے متلی بھی ہوتی ہے قے بھی ہوتی ہے لیکن پیتے پیتے پھر یہ حالت ہوجاتی ہے کہ چاہے کھانا نہ ملے لیکن حقہ کے دو کش ملجاویں۔ ایکبار فرمایا کہ نفع تو شروع ہی سے ہونے لگتا ہے لیکن محسوس نہیں ہوتا جیسے بچہ روز کچھ نہ کچھ ضرور بڑھتا ہے لیکن یہ پتہ نہیں چلتا کہ آج اتنا بڑھا کل اتنا بڑھا البتہ ایک معتد بہ مدت گزر جانے کے بعد اس کی پچھلی حالت کو خیال میں لاکر موازنہ کیا جاوے تو زمین آسمان کا فرق معلوم ہو یہی حال ذکر کا ہے کہ شروع میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا کچھ بھی نفع نہیں ہو رہا حالانکہ در اصل نفع برابر ہو رہا ہے۔ ایک معتد بہ مدت گزرنے کے بعد اپنی پچھلی حالت کو ذہن میں مستحضر کرکے اس سے حالت موجودہ کا موازنہ کرے۔ تو زمین آسمان کا فرق نظر آئیگا۔ ایک صاحب نے لکھا تھا کہ کچھ نفع نہیں معلوم ہوتا فرمایا کہ اس وقت کے ذکر کو بیکار نہ سمجھا جاوے یہ سب جمع ہو رہا ہے اور انشاء اللہ عنقریب سب کھل پڑیگا ایک بار فرمایا کہ پتھر پر پہلے اول قطرہ گرتا ہے پھر دوسرا پھر تیسرا یہاں تک پانی گرتے گرتے اس میں گڑھا پیدا ہوجاتا ہے تو کیا یہ کہا جائیگا کہ اخیر قطرہ نے وہ گڑھا کردیا۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ گڑھا نتیجہ ہے قطروں کی مجموعی تعداد کا۔ گڑھا کرنے میں اول قطرہ کو بھی ویسا ہی دخل ہے جیسا کہ اخیر قطرہ کو۔ اول قطرہ کو بے اثر ہرگز نہ سمجھنا چاہیے گو بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اسی طرح اول روز کا ذکر جس کو بے ثمرہ سمجھا جاتا ہے ہرگز بے ثمرہ نہیں اخیر میں جو حالت خاص پیدا ہوگی اس میں اول روز کے ذکر کو بھی اتنا ہی دخل ہوگا جتنا کہ اخیر روز کے ذکر کو یہ نہیں ہے کہ

صرف اخیر روز کا ذکر اس حالت کو پیدا کر دیتا ہے بلکہ ایک مجموعی تعداد مقرر تھی کہ اتنے دن بعد یہ کیفیت پیدا ہو گی جب وہ تعداد پوری ہو گئی وہ کیفیت ظہور پذیر ہو گئی ہر ہر دن کے ذکر کو اس کے پیدا کرنے میں یکساں دخل ہے یا جیسے کہ ایک شخص کوئی مقوی معجون یا مالٔ اللحم کھاتا ہے یہاں تک کہ ایک معتد بہ مدت کے استعمال کے بعد وہ سرخ و سپید ہو جاتا ہے تو کیا صرف اخیر خوراک نے اس کو سرخ سفید بنا دیا ہرگز نہیں بلکہ اتنے دنوں کی خوراکوں کی مجموعی تعداد نے اس کی یہ حالت کر دی ہے یہ نادانی ہے کہ اول خوراک کو بے اثر سمجھا جاوے۔

(۱۴) فرمایا کہ ذکر و نماز وغیرہ میں سرسری توجہ و استحضار کافی ہے زیادہ کاوش توجہ میں نہ کرے ورنہ قلب و دماغ ماؤف ہو جاویں گے۔ زیادہ کاوش سے تعب اور پریشانی ہوتی ہے جس سے نفع بند ہو جاتا ہے سرسری توجہ ہی سے شدہ شدہ ملکہ تامہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کسی خاص کیفیت یا حالت کی بقا کے لئے بھی زیادہ کاوش نہ کرے نہ اس کے پیچھے پڑے۔ گھبرانا مضر ہے اپنا کام کئے جاوے جیسی جیسی استعداد بڑھتی جاویگی اس کے مناسب احوال و ادات خود فائض ہوتے رہیں گے۔ اپنے قلب کو مشوش کرے نہ ثمرات و حالات کے درپے ہو۔ بڑی چیز کام میں مشغول رہنا ہے

(۲۴) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے ذکر سے گو وہ کسی درجہ کا ہو میرے ہوش بجا نہیں رہتے گو دوسرے کو محسوس نہ ہو لیکن مجھ پر تو گزرتی ہے میں بلا خوف تردید قطع نظر عقیدت و بیعت کے کہہ سکتا ہوں کہ ڈیڑھ سو دو سو برس سے ایسا شیخ محقق نہیں پیدا ہوا۔ حضرت اس فن تصوف کے مجتہد اور مجدد تھے۔

(۳۴) ایک صاحب نے کچھ نفس کی کشاکشی کی شکایت کی فرمایا کہ سب کی یہی حالت ہے۔ نفس سے ہمیشہ مقابلہ کرتے رہنا چاہئے دو پہلوان ہیں کبھی یہ اس کو پچھاڑ دے کبھی وہ اس کو نفس کا مردہ ہو جانا کس کام کا کہ جب مزاحمت ہی نہ رہی تو مقابلہ کا اجر کہاں۔

(۴۴) فرمایا کہ الحمد للہ اگر دین کا یا آبرو کا ذرہ برابر بھی نقصان ہوتا ہو تو ہفت اقلیم کی سلطنت بھی پرواہ نہ کروں۔

(۵۴) ایک صاحب کے ذریعہ سے حضرت کا قول پہنچا کہ تکبر سے مجھکو کفر کی برابر نفرت ہے۔

(۶۴) فرمایا کہ مخالفین تو ہمارے حضرات کو کیا پہچانتے جو معتقدین اور موافقین ہیں انھوں نے

بھی اُن حضرات کو جیسا کہ حق ہے نہیں پہچانا۔

(۷۴) ایک صاحب نے جو دوسرے خاندان کے درویش تھے لکھا کہ مجھکو فنا اور بقا کے درجے تو حاصل ہو چکے تھے اب ایک خواب کی بنا پر اُن کا خیال تھا کہ وہ ابدال ہو گئے حضرت سے بغرض اطمینان اُس خواب کی تعبیر چاہی حضرت نے بہت افسوس کیا فرمایا کہ آج کل بعض درویشوں میں یہ بڑا مرض ہو گیا ہے کہ کمالات کے بہت درپے ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو کامل سمجھنے لگتے ہیں حالانکہ یہ شان عبدیت کے بالکل خلاف ہے کسی چشتی سے آپ ایسی بات کبھی نہ سنیئے گا چشتیہ تو بس خاک در سینہ چاک ہونا چاہتے ہیں اور بعض سلسلہ والے پاک ہونا چاہتے ہیں۔ ابدال ہو جانے پر حضرت نے ہنسکر فرمایا کہ بھائی ہم تو پہلے گوشت تھے اب دال ہو گئے ہیں کسی ایسے سے پوچھو جو گوشت ہو احقر نے عرض کیا کہ یہ کیوں نہ کہا جاوے کہ خود ہی پہلے گوشت تھے اب دال ہو گئے ہیں فرمایا ہاں یہ آپ نے ٹھیک کہا۔ ایک بار ایک دوسرے سلسلہ کے ایک صاحب رخصت ہو کر تشریف لیگئے۔ فرمایا کہ نیک بخت اور خوش عقیدہ شخص ہیں ایک بزرگ سے بیعت تھے اُن کا انتقال ہو گیا مجھ سے بیعت ہونیکی درخواست کی میں نے کہا کہ میں خاص سلسلہ کی تعلیم کا پابند نہونگا بلکہ میرا جس طرح جی چاہے گا اور جو چیز میں مناسب سمجھونگا اُسی سے شروع کراؤں گا۔ اور آپ ابھی تک دوسرے سلسلہ کی تعلیم کے پابند رہے ہیں اُس کو چھوڑنا آپ کو شاق ہوگا۔ لہذا مناسب ہے کہ کسی اُسی سلسلہ کے بزرگ سے بیعت ہو جایئے اُنھوں نے کہا کہ آخر چاروں سلسلوں میں بیعت کرنے کی تو اجازت آپ کو ہے میں نے کہا کہ میرے یہاں مخلوط طور پر تعلیم ہوتی ہے کسی خاص طریقہ کی پابندی نہیں ہے جو جس کے مناسب ہوا وہی اُسکو بتلایا جاتا ہے اُنہوں نے پھر مجھ سے اصرار کیا کہ اچھا مجھے یہ بھی منظور ہے میں نے کہا کہ جلدی نہ کیجئے مجھے قوی شبہ ہے کہ آپ کو سابقہ تعلیم کا ترک کرنا بہت شاق ہوگا۔ شب کو یہ گفتگو ہوئی آج ظہر کے بعد مجھ سے کہا کہ واقعی آپ کا خیال سچا نکلا میرا دل اُگلی تعلیم کے چھوڑنے کو گوارا ہی نہیں کرتا میں نے مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کا نام بتلایا ہے اب وہاں گئے ہیں یہ بھی کہتے تھے کہ میرے شیخ کے صاحبزادے موجود ہیں اُن کے ہوتے ہوئے کسی اور بزرگ سے رجوع کرتے ہوئے شرم سی آتی ہے پھر فرمایا کہ یہ بھی اُنکی ناواقفی کی بات ہے کیونکہ مقصود پیر نہیں ہیں بلکہ حق تعالیٰ ہیں جہاں سے ملیں وہیں سے لینا چاہیئے۔ پھر فرمایا کہ بعض سلاسل میں تو باقاعدہ درس کے طور پر

سلوک کے مقامات کی تعلیم ہوتی ہے کہ اب یہ کرو پھر وہ کرو۔ ان کو یہ شاق گذرا کہ میری تعلیم تو ایک خاص درجہ تک پہونچ چکی ہے اُس کو چھوڑ کر پھر نئے سرے سے شروع کرنا اُنکو گوارا نہ ہوا ہمارے حضرت حاجی صاحب کے طریق میں اسکی کوئی قید نہیں ہے بعضے کو بالکل اخیر کی چیز شروع میں بتلادی جاتی ہے بعضوں کو دور سے لوٹا کر پھر شروع کی چیزیں بتلانے لگتے ہیں جیسی جس کی مناسبت دیکھی یہ نہیں ہے کہ خواہ مناسبت ہو یا نہو سب چیزیں خواہ مخواہ اُس سے کرائی جاویں میں نے کانپور میں ایک طالب علم کو جو ہدایہ پڑھتا تھا اُس سے چھوڑا کر ہدایۃ النحو شروع کرائی تھی اُسکو افسوس ہوا میں نے کہا کہ ہدایہ تو اب بھی ہے پہلے ہدایۃ الفقہ تھی اب ہدایۃ النحو ہے مضاف الیہ تو خارج ہی ہوا کرتے ہیں۔ رہی پھر بھی ہدایہ ہی ایک صاحب کو جن کو کچھ میلان غیر مقلدی کی طرف تھا اور تصوف کے متعلق اُن کو شبہات تھے بعد رفع شبہات درخواست تعلیم پر میں نے صرف قرآن شریف کی تلاوت بتلائی نہایت شگفتہ ہوئے اور کہا کہ یہ تو آپ نے بالکل میرے مذاق کی چیز بتلائی مجھے تلاوت سے بیحد دلچسپی ہے حق تعالیٰ نے میرے قلب میں ڈالدیا کہ ان کو تلاوت سے نفع ہوگا۔ ایک صاحب کو میں نے صرف نوافل کی کثرت بتلائی اور کوئی ذکر شغل نہیں بتلایا۔ اُن کو اسی سے بہت نفع ہوا تو ہمارے یہاں مناسبت دیکھ کر تعلیم کرتے ہیں جس ذکر سے مناسبت طبعی ہوتی ہے اُس سے بیحد نفع ہوتا ہے۔

(۴۸) فرمایا کہ مختلف اذکار سے اسقدر نفع نہیں ہوتا جسقدر کہ ایک یا دو قسم کے ذکر سے ہوتا ہے کیونکہ مختلف اذکار میں طبیعت منتشر رہتی ہے کوئی ذکر بھی راسخ نہیں ہوتا ایک دو اذکار پر مداومت کیجاوے تو وہ بہت جلد راسخ ہو جاتے ہیں۔

(۴۹) فرمایا کہ اور فنون میں تو علم پہلے ہوتا ہے عمل بعد کو اور صرف تصوف ایک ایسا فن ہے جسمیں عمل پہلے ہوتا ہے اور علم بعد کو اور یہ علم شریعت کا نہیں وہ تو پہلے ہی ہونا چاہیئے حضرت حاجی صاحب سے جب کوئی کسی مسئلہ تصوف میں الجھتا تو فرمادیتے کہ میاں یہ کرنے کی چیز ہے قال و قیل سے سمجھ میں نہیں آسکتا۔

(۵۰) فرمایا کہ امید حق تعالیٰ سے طبعی ہونی چاہیئے اور خوف عقلی اس سے عمل میں بہت قوت رہتی ہے۔

(۵۱) فرمایا کہ مبتدی کو نماز میں صرف الفاظ کی طرف توجہ ہوتی ہے اور متوسط کو معانی کی طرف اور منتہی کو محض ذات حق کی طرف توجہ ہوتی ہے نہ الفاظ کی طرف نہ معانی کی طرف اگر معانی یا الفاظ کی طرف وہ توجہ کرے تو اس کو تو مصیبت ہو جاوے۔ احقر نے عرض کیا کہ معانی تو مقصود معلوم ہوتے ہیں فرمایا کہ اصل مقصود ذاتِ حق ہے الفاظ اور ارکان جو نماز میں ہوتے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے کہ دربار شاہی میں حاضری کے وقت کیلئے خاص آداب والقاب والفاظ مصطلحہ مقرر ہیں لیکن جسوقت بادشاہ کے سامنے وہ الفاظ دہرائے جاتے ہیں ظاہر ہے کہ اُسوقت نہ اُن الفاظ کیطرف التفات ہوتا ہے نہ معانی کی طرف بلکہ ہمہ تن توجہ بادشاہ کی طرف ہوتی ہے مکرر استفسار پر فرمایا کہ یہ ذوقی امر ہے کہنے سے سمجھ میں نہیں آسکتا جب حق تعالیٰ نصیب فرما دیتے ہیں تب ہی سمجھ میں آتا ہے

(۵۲) دوران وعظ میں فرمایا کہ آج کل لوگ شمس العلماء وغیرہ کو سمجھتے ہیں کہ وہ سچ مچ شمس العلماء ہیں حالانکہ یہ محض حکام کی قدردانی ہے باقی اس خطاب سے کیا کوئی لیاقت ثابت ہو گئی ہم لوگوں کو تو اتنی بھی سمجھ نہیں جتنی کہ ایک نائن کو تھی اُسکو کسی نے خوشخبری سُنائی کہ مبارک ہو تمہارے شوہر کو بادشاہ نے استاد کا خطاب عطا فرمایا ہے اُسکے شوہر نے بادشاہ کا خط سونے کی حالت میں اس طرح بنا دیا تھا کہ اُسکو خبر بھی نہ ہوئی جب اُٹھ کر آئینہ دیکھا تو خط بنا ہوا دیکھ کر حیرت ہوئی دریافت سے معلوم ہوا کہ فلاں نائی نے یہ خط سوتے میں بنایا ہے۔ بادشاہ بہت خوش ہوا اور اُسکو استاد کا خطاب دیدیا۔ اُسکی بیوی کو جب لوگوں نے یہ خوشخبری سُنائی تو اُس نے کہا کہ بادشاہ کیا جانے خط بنانا ہاں خوشی کی تو بات جب ہوتی جبکہ چار نائی ملکر یہ کہدیتے کہ یہ استاد ہے اسی طرح اگر چار طالب علم ملکر کسی کو شمس العلماء کیا نجم العلماء بھی کہدیں تو وہ واقعی قابل اعتبار ہے۔

(۵۳) فرمایا کہ مجذوبوں کا پہچاننا ہر شخص کا کام نہیں حضرت جنید رح کی خدمت میں ایکبار حضرت شبلی رح تشریف لائے اور بے پوچھے زنانہ مکان کے اندر گھس گئے بیوی پردہ میں دوڑنے لگیں آپ نے فرمایا کہ کچھ ضرورت نہیں یہ اپنے ہوش میں نہیں بظاہر نہایت ہوش و حواس کی باتیں کرتے رہے تھوڑی دیر میں وہ رونے لگے فرمایا کہ اب پردہ میں چلی جاؤ۔ اب ان کو ہوش آگیا ہے سبحے جو حالت بظاہر ہوش کی تھی وہ تو دراصل بے ہوشی تھی اور جو حالت بظاہر بے ہوشی کی تھی وہ ہوش کی حالت تھی ایسی حالت میں عوام کو کیا پتہ چل سکتا ہے کہ کون مجذوب ہے کون نہیں۔ اسی طرح بہت سے لوں ہی

دیوانے ہوتے ہیں پھر استفسار پر فرمایا کہ بس جس کو اُس وقت کے اہل نظر بزرگ مجذوب کہیں اسی کو مجذوب سمجھیے۔

(۵۴) احقر کا ایک عزیز جو بظاہر بہت کم عمر معلوم ہوتا ہے اُس کے بچہ ہونے کی اُمید ہوتی حضرت غریب خانہ پر رونق افروز ہوئے تو بعض عزیز مستورات نے کہلایا کہ صرف اُس سے پردہ نہیں کرتے کیونکہ وہ چھوٹا سا ہے اور باقی سب سے پردہ ہے فرمایا کہ نہیں اُس سے بھی پردہ کرنا چاہیئے اور جب وہ چھوٹا سا (یعنی بچہ) آجاویگا تب معلوم ہوگا کہ یہ کیسا چھوٹا سا ہے۔

(۵۵) ایک شخص کو حضرت نے شروع میں علم تعبیر عطا ہونے کی بشارت دی تھی۔ بعد کو اُس نے شکایت کی کہ وہ اب جاتا رہا۔ فرمایا کہ کچھ غم نہیں۔ ایک تو شروع کا پھول ہوتا ہے جو جھڑ جاتا ہے اُس کے بعد پھر دوسرا پھول آتا ہے جو اصلی ہوتا ہے اُس کے بعد پھر پھل آتا ہے اسی طرح بہت سی عارضی حالتیں اس طریق میں پیش آتی ہیں جو مقصود نہیں ہوتیں۔ نظر مقصود پر رہنی چاہیئے۔ کیفیات اور حالات کا اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔

(۵۶) ایک سب جج صاحب نے جو بہت دور کے یعنی ملک کاٹھیاواڑ کے رہنے والے تھے اور بمبئی یونیورسٹی کے انگریزی اور فارسی کے ایم۔ اے تھے اور ایل ایل بی بھی تھے حضرت کے مواعظ وکتب دیکھکر حاضری خدمت کی بغرض بیعت اجازت چاہی حضرت نے تحریر فرمادیا کہ بیعت کے قصد سے سفر نہ کیجیے البتہ ملاقات کرنے کے لئے تشریف لانا چاہیں تو مضائقہ نہیں چنانچہ وہ صاحب حاضر ہوئے۔ دوسرے دن بعد مغرب خلوت کی گفتگو میں فرمایا کہ گو آپکو طویل سفر کرنا پڑا لیکن یہ ضروری تھا کیونکہ اصل چیز اس طریق میں ایک دوسرے سے مناسبت پیدا ہوجانا ہی بلا اس کے کچھ نفع نہیں ہوسکتا اور محض میری کتابیں یا وعظ دیکھ کر جو اعتقاد پیدا ہو وہ قابل اعتبار نہیں کیونکہ اس اعتقاد کی بنا صحیح نہیں۔ ظاہر ہے کہ میں کتابوں میں کوئی بری باتیں تو لکھنے سے رہا۔ لہذا بلا اس کے میرے روزمرہ کے اعمال وافعال یہاں رہکر نہ دیکھے جائیں میرا مذاق میرا طرز میرا مشرب میرا طریقہ میرے مزاج کی حالت نہیں معلوم ہوسکتی محض کتابیں ان باتوں کے معلوم کرنے کے لئے کافی نہیں ہوسکتیں اسی لئے میں ہمیشہ چند روز پاس رہنے کا مشورہ دیا کرتا ہوں تاکہ اصل حالت ایک دوسرے کی جانبین کو معلوم ہوجاوے اور مناسبت پیدا ہوجاوے

جو مدارِ نفع ہے۔ اسی لئے میں لکھدیا کرتا ہوں کہ بیعت کے قصد سے سفر نہ کیا جاوے بلکہ محض ملاقات کے لئے کیونکہ ملاقات ہونے کے بعد دونوں احتمال دونوں جانب سے ہیں کہ مناسبت پیدا ہو یا نہ ہو۔ اس میں دونوں طرف آزادی رہتی ہے دوسرے یہ کہ آنیوالے کا مذاق بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ درویشی کو کیا سمجھ کر اُس کا طالب ہوا ہے چنانچہ گو آپ سے غلط فہمی کا احتمال نہیں ہے لیکن پھر بھی احتیاطاً عرض کئے دیتا ہوں کہ بعضے لوگ تو یہ چاہتے ہیں کہ خوب جوش وخروش ومستی رہا کرے اور بالکل استغراق کی حالت رہے سو نہ یہ کیفیات مقصود ہیں نہ یہ اختیاری ہیں بعضے چاہتے ہیں کہ معاصی سے ایسی نفرت ہو جاوے کہ طبیعت کا میلان بھی باقی نہ رہے سو یہ بھلا کہاں ممکن ہے۔ میلان معاصی کا بعد کمال کے بھی رہتا ہے لیکن اتنا فرق ہو جاتا ہے کہ پہلے نفس کے تقاضے کے روکنے میں سخت کلفت ہوتی تھی اور اُس پر غالب آنا نہایت دشوار ہوتا تھا گو بچنا اختیار میں اُس وقت بھی ہوتا ہے یہ نہیں ہے کہ اختیار ہی میں نہو۔ بعد ذکر شغل کے اول تو تقاضا اُس شدت کے ساتھ نہیں ہوتا اور دوسرے تھوڑی سی توجہ سے اور مخالفت سے وہ دب جاتا ہے باقی یہ نہیں ہو جاتا کہ تقاضا ہی نہو۔ اور کمال تو اسی میں ہے کہ باوجود تقاضے کے ضبط کرے ورنہ وہ تو دیوار ہو جاتا ہے اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے شائستہ گھوڑا۔ یہ نہیں ہوتا کہ وہ کبھی کوئی شرارت ہی نہ کرے۔ بعد شائستگی کے بھی وہ کبھی کبھی دولتی پھینکنے لگتا ہے کبھی کھڑا ہو جاتا ہے لیکن تھوڑے سے اشارہ سے اور ایک دو بار ایڑ مارنے سے بہت جلد رام ہو جاتا ہے۔ اور جو گھوڑا ناشائستہ نہ ہو وہ ایک تو بہت زیادہ شرارتیں کیا کرتا ہے اور جب شرارت کرتا ہے تو پھر اُس کا سنبھالنا مشکل پڑ جاتا ہے یہی نفس کا حال ہے بعد شائستگی کے بھی وہ کبھی کبھی شرارت کرنے لگتا ہے لیکن ادنیٰ توجہ میں دب جاتا ہے یہ نہیں ہے کہ ایڑ ہی کی ضرورت نہ رہے نفس کی منازعت تو عمر بھر رہتی ہے لہذا یہ ہوس کرنا بھی فضول ہے کہ نفس میں معاصی کا میلان بھی باقی نہ رہے۔ بعضے لوگ کشف و کرامات اور خرقِ عادات کے خواہاں ہوتے ہیں یہ بھی کوئی چیز نہیں اصل مقصود رضائے حق ہے اور اس کا ذریعہ دوام طاعت اور کثرت ذکر ہے۔ رضا کا ظہور آخرت میں ہوگا البتہ یہاں دنیا میں اس کی علامت یہ ہوتی ہے کہ کثرت ذکر سے حق تعالیٰ کے ساتھ قلب کو ایک خاص تعلق اور لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے جس سے حظ اور تسلی رہتی ہے جیسے معشوق کے ساتھ دل کو لگاؤ ہو جاتا ہے اور اُس کی یاد دل سے نہیں

اُنرتی اُس سے حظ بھی ہوتا ہے اور تسلی بھی رہتی ہے اور اُس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ محبوب کے احکام
کی تعمیل کا دل سے شوق ہو جاتا ہے اور گو ظاہری کلفت ہو لیکن ان احکام کی تعمیل اُس پر آسان ہو جاتی
ہے یہی حالت یہاں ہوتی ہے کہ کثرت ذکر سے حق تعالےٰ کے ساتھ ایک نسبت راسخہ پیدا ہو جاتی ہے
جس کا لازمی اثر سہولت طاعت اور دوام ذکر ہے یہ باتیں میری کتابوں میں بھی لکھی ہوئی ہیں لیکن زبانی
گفتگو سے جیسی سمجھ میں آتی ہیں ویسی محض مطالعہ سے سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ انہیں مصلحتوں سے سفر
مناسب ہوتا ہے خط و کتابت ان باتوں کے لئے ہرگز کافی نہیں۔ آپ یہاں سے واپس ہو کر خود
مشاہدہ کریں گے کہ یہ سفر کرنا آپ کے لئے کس قدر نافع ہوا اگر سفر نہ کرتے تو یہ بات پیدا نہ ہوتی اب
اس سب گفتگو کے بعد مجھسے جو خدمت لیجاوے میں حاضر ہوں۔ اُن صاحب نے بیعت کی درخواست
کی یہ سنکر فرمایا کہ خیر یہ کوئی ایسی ضروری چیز نہیں۔ اصل چیز تو اتباع اور محبت ہے۔ باقی ہاتھ میں ہاتھ
دینا محض طالب کی تسلی کے لئے ہوتا ہے کہ اُسکو اطمینان ہو جاوے کہ ہاں فلاں شخص کے ساتھ
ایک خصوصیت ہو گئی۔ ورنہ نفع میں اس کا کچھ بھی دخل نہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ نفع میں
ذرہ برابر بھی کمی نہ ہو گی بلکہ بیعت کرنے سے میرے اوپر ایک بوجھ ہو جاتا ہے میں تو یہ چاہا کرتا ہوں
کہ مجھ سے بیعت تو نہ ہوں لیکن مجھ سے دین کی خدمت لیں میں نہایت خوشی سے ہر مسلمان کی
خدمت کرنے کے لئے آمادہ رہتا ہوں اور مجھ پر بیعت کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا کیونکہ میں ہر مسلمان کی
دل سے خدمت کرنا اپنے ذمہ ضروری سمجھتا ہوں اس لئے خواہ کوئی بیعت ہو یا نہ ہو ہر حالت میں
مجھے یکساں توجہ رہتی ہے صرف اسلام شرط ہے اور چونکہ میں نے اپنے ذمہ ہر مسلمان کی دینی
خدمت کو ضروری سمجھ رکھا ہے اس لئے مجھے یہ بھی یاد نہیں کہ کون تو میرا مرید ہے اور کون نہیں میرے
یہاں کوئی رجسٹر نہیں کچھ نہیں نہ مجھے اس کے یاد رکھنے کی ضرورت۔ ہاں کوئی بار بار مجھے اپنا مرید
ہونا جتلاتا رہے تو دوسری بات ہے کہ یاد رہجاوے ورنہ تو لوگ صرف میرے پاس آتے جاتے ہیں یا خط و کتابت
کرتے ہیں مجھے کچھ پتہ نہیں کہ کون مرید ہے اور کون نہیں یہ سنکر اُن صاحب نے عرض کیا کہ بیعت
تو سنت ہے فرمایا کہ سنت ہے مگر مستحب کے درجہ میں اور سنت بھی بیعت کی حقیقت ہے نہ کہ صورت
یعنی ہاتھ پر ہاتھ رکھنا بیعت کی صورت ہے نہ کہ حقیقت۔ حقیقت ہے محبت اور اتباع جس کو
محبت ہو اور اتباع کرے اُس کو حقیقت بیعت کی حاصل ہے گو صورت بیعت کی حاصل نہ ہو یعنی

ہاتھ پر ہاتھ نہ رکھا ہو اور حقیقت ہی بیعت کی سنّت ہے نہ کہ صورت کیونکہ اگر صورت سنّت ہوتی تو عورتیں اس دولت سے محروم رہتیں کیونکہ اُن کے ہاتھ پر ہاتھ نہیں رکھا جاتا۔ صورت بیعت کو لوگوں نے حد سے زیادہ ضروری سمجھ رکھا ہے یہ سب پیرزادوں نے اپنے کھانے کمانے کے لئے لوگوں کے ذہنوں میں بٹھار کھا ہے کہ بدون ہاتھ میں ہاتھ دیئے نفع ہی نہیں ہوتا تاکہ مرید پھنس جاوے اور کہیں نہ جا سکے ہمارا ہی پابند ہو جاوے حالانکہ ہاتھ میں ہاتھ دینے کو نفع میں مطلق دخل نہیں چنانچہ میں نے بیعت کرنا قریب قریب ترک ہی کر دیا ہے تو اُس کی یہ بھی مصلحت ہے کہ لوگوں نے جو اس کے متعلق عقیدہ میں غلو کر رکھا ہے اُس کی اصلاح ہو کیونکہ جو چیز ایسی ضروری نہ ہو اُس کو ضروری سمجھنا اور اُس کی حد سے اُس کو بڑھانا یہ بھی بدعت ہے چنانچہ لوگ سمجھتے ہیں کہ دار و مدار نفع کا بیعت ہی ہے حالانکہ یہ بالکل غلط عقیدہ ہے۔ یہاں تک میں نے بعضوں کو محض ذکر شغل تعلیم کر دیا اور بیعت نہیں کیا۔ اُنہوں نے یہاں رہکر کام کیا پھر میرے نزدیک وہ اس کے اہل ہو گئے کہ خود اُن کو اجازت بیعت و تلقین کی دیجاوے چنانچہ جب میں نے اجازت دی تو اُنہوں نے کہا کہ ابھی ہم خود تو مرید ہوئے ہی نہیں چنانچہ میں نے اجازت تو پہلے دی اور بیعت بعد کو کیا سلف میں بھی بیعت کو ضروری نہیں سمجھا جاتا تھا چنانچہ شجروں میں بجائے بایَعَ یعنی بیعت کیا کے صَحِبَ لکھا ہوا ہے کہ فلاں بزرگ کی صحبت میں رہے۔ چونکہ اُس وقت سلاطین بھی بیعت لینے لگے تھے کیونکہ بیعت کا حاصل معاہدہ ہے وفاداری کا۔ اور اس اطاعت کا معاہدہ سلاطین بھی اپنی رعایا سے بذریعہ بیعت لیا کرتے تھے۔ اس لئے مشائخ نے بیعت لینے کی رسم موقوف کر دی تھی چنانچہ کئی صدی تک بیعت کی رسم ملتوی رہی۔ اب دیکھئے اگر صورت بیعت کی ضروری ہوتی تو شجروں کے سلسلے اوپر کو چل ہی نہیں سکتے یہ سب سُنکر وہ صاحب خاموش ہو رہے حضرت نے فرمایا کہ اس تمام تقریر سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ مجکو بیعت سے انکار ہے باوجود اس کی حقیقت معلوم ہو جانے کے پھر بھی اگر کسی کی تسلی بغیر بیعت کے نہ ہو تو میں اُس کے لئے بھی حاضر ہوں کیونکہ تقریر کا حاصل تو یہ ہوا کہ میں نے آپ کو اپنے مذاق سے مطلع کر دیا۔ طبیعتیں اور اور مذاق مختلف ہوتے ہیں بعضوں کی تسلی بغیر بیعت کے ہوتی ہی نہیں تو انکی طبیعت کو میں کیسے بدل سکتا ہوں اور اُن کو کس طرح مجبور کر سکتا ہوں لیکن مجکو تقریر کر دینا تو ضروری تھا

کیونکہ بعضوں نے میری تقریر کو سنکر یہی قبول کرلیا ہے کہ اچھا جب نفع میں کچھ کمی نہیں تو بیعت نہ سہی۔ اُن کو بلا بیعت ہی کے تسلی ہوگئی۔ اب چونکہ دونوں احتمال ہو سکتے ہیں اس لئے مجھے تقریر کردینا ضروری تھا۔ باقی میں آپ کو مجبور نہیں کرتا کہ آپ میرے ہی مذاق کے تابع ہوں۔ دو روز آپ کے قیام کے اور باقی ہیں ان میں اچھی طرح سوچ لیجئے اور اگر پھر بھی آپ کی یہی رائے ہو تو میں حاضر ہوں چونکہ میں آزادی کا بہت قدر داں ہوں اس مصلحت سے بھی مفصل تقریر کر کے یہ ذہن نشین کردیتا ہوں کہ بیعت کو نفع میں کچھ دخل نہیں تاکہ آزادی رہے کہ اگر کبھی دل کھٹا ہو تو بے تکلف مجھکو چھوڑدے ورنہ ہاتھ میں ہاتھ دیکر پھر خواہ مخواہ پھنس جاتا ہے دوسری جگہ اگر جانا چاہے تو نہیں جاسکتا کیونکہ بیعت عام طور سے دوسری جگہ رجوع کرنے سے مانع ہوجاتی ہے بیعت سے انکار میں ایک یہ بھی مصلحت ہے کہ میں کسی کی آزادی میں کیوں خلل ڈالوں۔ پس بیعت نہ ہونے میں یہ نفع ہے کہ اگر کسی وجہ سے دوسری جگہ رجوع کرنا چاہے تو آزادی سے کرسکتا ہے۔

(۵۷) ایک حاجی صاحب مالک مطبع سے ایک منشی صاحب ایک دوسرے مطبع جدید کے مالک نے بذریعہ خط معاملہ بابت لینے ایک کتاب کے حواشی کے طے کیا جو حاجی صاحب کے پاس لکھا ہوا تھا تیار رکھا ہے لیکن نوبت طبع کی نہیں آئی اُس کو منشی صاحب بہ قیمت ان سے حاصل کرکے اپنے مطبع میں طبع کرانا چاہتے تھے حاجی صاحب نے حضرت کی خدمت میں ایک کارڈ بھیجا جس میں اُنھوں نے آخر میں یہ بھی لکھدیا کہ حاشیہ کی بابت منشی صاحب نے لکھا ہے اور تحریر کیا ہے کہ بمشورہ حضرت کے یہ خط طلبی تحشیہ کا لکھا گیا ہے اسکو پڑھکر حضرت کو نہایت ناگواری اور کبیدگی ہوئی اور دیر تک اظہار ناخوشی فرماتے رہے۔ فرمایا کہ دیکھئے میں انہیں تجربوں کی بناء پر کبھی کسیکو دنیوی امور میں رائے نہیں دیا کرتا۔ رائے کی حقیقت تو ہے محض کوئی نیک بات سمجھادینی اور لوگ اس کو اپنے مقاصد کے حصول کا آلہ بناتے ہیں۔ افسوس طبیعتیں کیسی بھدی ہوگئیں ذرا لطافت باقی نہیں رہی بس اغراض نے ادراک اور حس کو بالکل برباد کردیا ہے ؎

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد / صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد

اللہ کیا حالت ہوگئی لوگوں کی۔ بس اُنہوں نے یہ دیکھ لیا کہ اس میں ہمارا مطلب نکلتا ہے کیونکہ اس کے لکھدینے سے وہ ضرور بھیجدیں گے۔ یہ خیال نہ آیا کہ اُس کو معلوم ہوجائیگا تو کیسی تکلیف ہوگی۔

غرض بھی کیا بُری چیز ہے کہ آدمی کو بالکل اعمیٰ کردیتی ہے۔ واقعی مجکو سخت کبیدگی ہوئی جب اُنکو بقیمت ہی معاملہ طے کرنا تھا تو پھر میرے نام کو بیچ میں ڈالنے کی کیا حاجت تھی یہ بات تو محض اُنپر میرا بوجھ ڈالنے کی غرض سے اُنہیں لکھی گئی جو مجکو ہرگز گوارا نہیں۔ کیا کہوں بعضوں کی مصلحت کے خیال سے مغلوب ہوکر میں مروت میں آجاتا ہوں اور محض مشورہ دیتا ہوں لیکن جب کبھی ایسا کیا ہمیشہ بعد کو کلفتیں پیش آئیں میں نے تو اُنہیں اپنے معمول سے مستثنےٰ کر رکھا تھا تاکہ اُنکو سہولت رہے لیکن انھوں نے قدر نہ کی۔ اب وہ بھی مستثنےٰ منہ میں داخل۔ انشاء اللہ اب میں اُنہیں کبھی کوئی رائے نہ دونگا۔ جو بات میرے اختیار کی ہے وہی میں کرسکتا ہوں اور اگر پھر بھی وہ میری شرکت رائے کو غلط طور پر ظاہر کرتے پھریں تو اُس کی روک تھام میرے اختیار سے خارج ہے پھر فرمایا کہ یہ تو اُن لوگوں کا حال ہے جن کو رات دن اسی کا سبق پڑھایا جاتا ہے۔ اگر کوئی اور ہوتا تو یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ بھائی ناواقف تھا۔ لوگوں کی عقلیں بھی کیسی بھدی ہو گئی ہیں کہ رات دن انہیں باتوں کا سبق ہے لیکن پھر بھی دماغ میں نہیں بیٹھیں۔ رسوم ایسی غالب ہو گئی ہیں کہ فہم مسخ ہو گئے یہ تو میں نہیں کہتا کہ باوجود اس خیال کے کہ مجکو تکلیف ہوگی پھر بھی اُنہوں نے لکھدیا ہو۔ لیکن اُنہوں نے غور ہی نہیں کیا۔ اگر غور کرتے تو ضرور یہ خیال میں آجاتا۔ اور ایسا ہرگز نہ کرتے شکایت تو اسی بات کی ہے کہ اُنہوں نے غور کیوں نہیں کیا۔ مجھے تو ایسے امور سے علیحدگی کا یہاں تک اہتمام ہے کہ میں نے صاف طور سے منشی صاحب سے کہدیا ہے کہ اپنے کتب کے اشتہار میرے مہمانوں کو ہرگز نہ دئے جاویں۔ ہاں اگر وہ خود ہی مطبع میں جاویں تو وہاں اُن کو دے سکتے ہیں۔ یہاں پر دینے میں یہ احتمال ہے کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ میرا بھی کچھ تعلق ہے اور میرے تعلق کی وجہ سے خوامخواہ خریدار بنیں اور یہ مجھے ہرگز گوارا نہیں کہ میرا دباؤ کسی شخص پر مستحبات میں بھی پڑے۔ میں چاہتا ہوں کہ استحباب تک میں بھی ہر شخص بالکل آزاد رہے میری وجہ سے کسی قسم کا بار کسی پر نہ پڑے۔ مجھ سے لوگ خطوط میں دریافت کرتے ہیں کہ الامداد نافع پرچہ ہے یا نہیں تو میں اُنہیں لکھدیتا ہوں کہ نمونہ کا پرچہ منگا کر خود دیکھ لو میرے اوپر کیوں بوجھ ڈالتے ہو۔ اگر کوئی یہ بھی لکھتا ہے کہ میرے نام پرچہ جاری کرادو تو میں لکھدیتا ہوں کہ صاحب مطبع کو خود لکھو۔ بات یہ ہے کہ مجھے لوگوں کے طبائع اور فہموں کا تجربہ بہت ہو چکا ہے ان باتوں سے خوامخواہ یہ شبہ ہوتا ہے کہ

یہ بھی شریک تجارت ہے۔ لوگوں کے فہموں کا یہ حال ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب تو کتابوں کی تجارت کرتے ہیں اور شکایتیں میرے پاس لکھی آتی ہیں کہ دیکھئے آپ کے یہاں ایسی گڑبڑ ہے ان باتوں سے میرے قلب کو نہایت کلفت ہوتی ہے پھر فرمایا کہ وہ حاجی صاحب بھی عجیب عقلمند ہیں کہ اُنھوں نے یہ حرکت کی بھلا مجھکو لکھنے کی کیا ضرورت تھی جن سے معاملہ طے ہوا تھا اُنہیں کو لکھدینا کافی تھا انہوں نے یہ نامعقول حرکت کی کہ اُن کو بھی لکھا اور مجھے بھی دہر گھسیٹا۔ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ چونکہ آپ کی رائے تھی اس لئے مجبوراً میں معاملہ کرنے پر تیار ہو گیا ہوں لوگ خواہ مخواہ مجھے بھی اپنے دنیاوی امور میں آلودہ کرنا چاہتے ہیں مجھے ان قصوں سے کیا واسطہ مجھ سے تو بس یہ پوچھا جائے کہ اس بات میں شریعت کا کیا حکم ہے دنیاوی امور میں تو میں کسی پر ذرہ برابر بھی زور یا دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا۔ ہاں دین کی باتوں میں حکم دینا کیا مارنے پیٹنے کو بھی تیار رہتا ہوں مگر خاص اپنے تعلق والوں کو جب میں نے اپنی ہی دنیا کے سارے قصوں کو بالائے طاق رکھدیا ہے تو پھر دوسروں کی مُردار دنیا سے میں کیوں تعلق رکھوں۔ غیر لوگ تو پھر غیر ہیں۔ بھائی سے تو بڑھکر کوئی نہیں۔ میں اپنے بھائی کے دنیاوی امور میں تو کسی قسم کا دخل یارائے دینا ہی نہیں پھر دوسرے تو بیچارے کیا چیز ہیں بھائی اکبر علی کی اولاد کے رشتہ کی بابت میرے پاس خطوط آئے کیونکہ میں گھر میں بڑا ہوں لیکن میں نے صاف لکھدیا کہ ؎

ما ہیچ نداریم و غم ہیچ نداریم ‖ دستار نداریم و غم پیچ نداریم

جب بار بار یہی ہیچ پیچ لکھا ہوا گیا تو پھر خط آنے بند ہو گئے۔ بھائی اکبر علی خود ایک بار رات کو دو بجے آئے اور کنڈی کھٹکھٹائی میں نے کہا خیریت ہے کیسے آئے وہ اپنے ایک رشتہ کی بابت مشورہ لینے آئے تھے میں نے کہدیا کہ میں ان معاملات میں کچھ نہیں جانتا مجھے ان قصوں سے معاف رکھو اُنہوں نے کہا کہ میری کچھ اعانت تو کرنی چاہیئے۔ میں نے کہا کہ میری اعانت ہی چاہتے ہو تو میں حق تعالیٰ سے دعا کردوں گا کہ جو بہتری ہو وہی ہو جائے اور واقعی اس سے بڑھکر کوئی اعانت نہیں ہوسکتی باقی مشورہ وغیرہ میں کچھ نہیں دے سکتا پھر فرمایا کہ جب بھائیوں کے ساتھ میرا یہ معاملہ ہے تو دوسرے تو پھر دوسرے ہی ہیں۔ اگر میں دنیاوی امور میں خود مبتلا بھی ہوتا مثلاً زمینداری یا تجارت کے قصوں میں تب بھی جن کو مجھ سے دینی تعلق ہے اُن کو اپنے دنیاوی امور

میں پھر بھی ہرگز مجھسے مشورہ یا رائے کچھ نہ لینا چاہیئے تھا گو میں خود کتنا ہی آلودہ ہوتا۔ اور جب یہ بھی نہیں تب تو ایسا کرنا پوری حماقت ہے علاوہ بریں جسکو ایسے امور سے کچھ بھی تعلق نہو اور ظاہر ہے کہ اس حالت میں تجربہ بھی نہو گا۔ وہ مشورہ یا رائے ہی کیا دے سکتا ہے۔ اگر کوئی کاشتکار مجھ سے آکر یہ دریافت کرے کہ میں اس موسم میں اپنے کھیت میں کیا بوؤں تو میں تو اس سے یہی کہدوں کہ اپنا سر بو دے مجھے ایسے فضول قصوں سے سخت الجھن ہوتی ہے جس کام کا میں ہوں اُس کام کی باتیں مجھ سے پوچھی جائیں کیونکہ اُس سے مجھے دلچسپی ہے دُنیاوی امور میں بحمد اللہ مجھے دلچسپی بھی تو نہیں۔ اور جس کام میں کسی کو دلچسپی نہو وہ اُس سے ہو بھی تو نہیں سکتا ہے

ما قصۂ سکندر و دارا نخواندہ ایم　　　از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

(۵۸) فرمایا کہ ایک بار میرا اتفاق کانپور جانیکا ربیع الثانی میں ہوا میں نے وعظ میں گیارہویں کا بدعت ہونا بیان کیا بعد وعظ ایک سب انسپکٹر صاحب نے مجھ سے کہا کہ ایسے مسائل وعظ میں نہیں بیان کرنے چاہییں اس سے مسلمانوں میں تفریق ہوتی ہے میں نے کہا کہ بانی تفریق تو وہ لوگ ہیں جنھوں نے یہ بدعت ایجاد کی کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ اس کی اصل کتاب و سنت سے ثابت نہیں۔ یہ فعل بعد ہی کو ایجاد ہوا ہے تو جنہوں نے اسکو شروع کیا انہوں نے دراصل تفریق ڈالی وہی لوگ ذمہ دار اس تفریق کے ہیں نہ کہ منع کرنے والے۔ نہ آپ اس رسم کو نکالتے نہ ہم منع کرتے۔ اب آپ لوگ اس کو کرنا چھوڑ دیجئے ہم لوگ منع کرنا چھوڑ دیں گے یہ سُنکر وہ چپ ہو گئے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ بہت سوچنے کے بعد اُنہوں نے یہ کہا کہ آپ ہی جیسے مولوی یہ بھی کہتے ہیں کہ گیارہویں سے یوں برکت ہوتی ہے یوں ثواب ہوتا ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک نہایت لطیف جواب ڈالا۔ میں نے کہا کہ میں قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کبھی یہ سوال آپ نے اُن مولویوں سے بھی کیا کہ آپ ہی جیسے مولوی وہ لوگ بھی تو ہیں جو اس فعل سے منع کرتے ہیں پھر تم جائز کیسے ہو گیا سارے جواب ہمارے ہی ذمہ ہیں اُن کے ذمہ کوئی بھی جواب نہیں۔ بس اس سے ثابت ہو گیا کہ آپ نے خود ہی پیشتر سے اس کا کرنا تجویز کر لیا ہے ورنہ اگر تردد ہوتا تو جس طرح ہم سے پوچھا جاتا ہے کہ مولوی ہی لوگ اس کو برکت اور ثواب کا فعل کہتے ہیں اسی طرح اُن سے بھی تو کبھی یہ سوال کیا جاتا کہ صاحب وہ بھی تو آخر مولوی ہی ہیں جو اس کو بدعت کہتے ہیں اور

منع کرتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے کہ ہمیں سے سب پوچھا جاتا ہے پھر میں نے اُن سے کہا کہ آپ اپنے اس اصول پر کہ تفریق نہ ڈالنی چاہیئے خود بہت آسانی کے ساتھ عمل کر سکتے ہیں کیونکہ اس فعل کو آپ فرض اور واجب تو سمجھتے ہی نہیں محض برکت اور ثواب کا کام سمجھتے ہیں اور منع کرنے والے اسکو بدعت سمجھکر رد کرتے ہیں اس صورت میں آپ تو مستحب کو چھوڑ سکتے ہیں اور واجب یعنی منع کرنیکو نہیں چھوڑ سکتے ہاں جب آپ ترک کردیں گے پھر منع کی بھی ضرورت نہ رہے گی۔

(۵۹) ایک طبیب صاحب جنھوں نے حضرت کی خدمت میں پیشتر ایک عریضہ لکھا تھا جسمیں اُنھوں نے عقائد ضروریہ میں شک اور خلجان ہونیکی شکایت کرکے اس سخت مرض کا علاج چاہا تھا حسب مشورہ حضرت اقدس کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تھے حسب معمول بعد مغرب حضرت نے اُنہیں اجازت عرض حال کی دی ہر چند گفتگو بطور خطاب خاص کے پوشیدہ تھی لیکن دوران کلام میں آواز بلند ہوگئی چونکہ مفید عام مضامین تھے اور نہایت بیش بہا احقر بھی کان لگا کر سنتا رہا۔گو نا تمام سُنا گیا عرض کروں کیا حالت تھی چونکہ تقریر میرے بھی حسب حال تھی ایسا سماں بندھا کہ میں تو محو ہوگیا بے اختیار یہ زبان پر آتا تھا کہ سبحان اللہ کیا جواہرات بکھیرے جارہے ہیں بس نہیں تھا کہ گراموفون من وعن سب مضامین کو قلب کے اندر جذب کرلوں تاکہ بالفاظہا تحریر میں لاسکوں لیکن یہ اس نااہل بے علم کم مایہ سے کب ممکن تھا پیچ وتاب کھا کھا کر رہگیا۔

داماں نگہ تنگ وگل حسن تو بسیار گلچین بہار توز داماں گلہ دارد

حق تعالیٰ غیب سے جلد کوئی سامان ان کلمات طیبات وآیات بینات کے بالفاظہا قلمبند ہونیکا فرماویں وما ذلک علی اللہ بعزیز واللہ جان ودل اُن الفاظ وعبارات کو ترستے رہ جاتے ہیں۔ ہائے جو کانوں نے سُن لئے وہ اب قیامت تک نہ سننے میں آئیں گے کوئی صاحب اہل ذوق وشوق میں سے فن مختصر نویسی[۱] اسی غرض سے سیکھ کر عمر بھر اسی خدمت میں مشغول رہیں۔ جس کو میں اس زمانہ میں نہایت ہی ضروری سمجھتا ہوں تو میری بساط کی حد کے اندر اندر جتنا بھی صرف ہوجائے میں برداشت کرنے کے لئے تیار ہوں ؎ متاعِ جانِ جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے میں جس بات کو ترستا ہوں وہ یہ ہے کہ بلا کم وکاست من وعن بعینہ انہیں الفاظ میں اور بالکل اسی انداز سے حضرت کے ملفوظ جمع ہوجائیں جس طرح سے کہ حضور کی زبان فیض ترجمان سے صادر

[۱] للہ الحمد تعالیٰ از شروع ذیقعدہ ۱۳۵۰ھ سے اس کے شروع ہونے کا انتظام ہوگیا ہے۔ دعا تکمیل فرمائی جاوے - ۱۲

ہوتے ہیں۔ تمہید تو اتنی لمبی چوڑی لکھ ڈالی اور ناظرین کو مشتاق بنا دیا اب جی ڈرتا اور شرماتا ہے کہ ہائے کیسی ہوگی کس طرح لکھ سکوں گا بہر حال اس تمہید سے ایک عام مضمون کا اظہار مقصود تھا میری ٹوٹی پھوٹی بالکل ناتمام تعبیر ذیل سے حضرت کے مضامین و عبارات عالیہ کا ہرگز ہرگز اندازہ نہ فرمایا جاوے۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک ع بر نتابد کوہ را یک برگ کاہ

جب اُن صاحب نے عرض کیا کہ مجھے عقائد میں شکوک ہیں فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو اس کا جلد تصفیہ ہو جانا نہایت ضروری ہے۔ ورنہ کوئی عمل مفید نہیں ہو سکتا سب اعمال بیکار جائیں گے لیکن پہلے اس کی تحقیق ہو جانی چاہیئے کہ آیا جس کو آپ شک سمجھ رہے ہیں وہ دراصل بھی شک ہے یا محض وسوسہ ہے کیونکہ شک اور چیز ہے وسوسہ اور چیز ہے اور دونوں کا جدا حکم ہے عقائد ضروریہ میں شک کرنا موجب نقصان ایمان ہے اور وسوسہ معصیت کے درجہ میں بھی نہیں کیونکہ اُس پر کسی قسم کا مواخذہ نہیں پھر دریافت فرمایا کہ آیا آپ کو اُن خیالات سے ایذا ہوتی ہے یا نہیں اور قلب کو پریشانی اور خلجان اور دفعیہ کا اہتمام ہوتا ہے یا نہیں۔ اُن صاحب نے جواب دیا کہ سخت پریشانی اور خلجان ہوتا ہے فرمایا کہ بس معلوم ہوا کہ محض وسوسہ ہے شک نہیں شک اسکو نہیں کہتے وسوسہ اور شک کی پہچان یہی ہے کہ وسوسہ میں خلجان اور پریشانی ہوتی ہے اور قلب کو اُس سے اذیت ہوتی ہے اور اُس کے دفعیہ کے اہتمام کے درپے ہوتا ہے اور اُسکو سخت ناگوار اور برا سمجھتا ہے اور شک میں مطلق ایذا نہیں ہوتی قلب کو بالکل سکون ہو جاتا ہے کیا کسی کافر کو کفر سے متاذی و متالم دیکھا ہے۔ تاذی اور عدم تاذی ہی دونوں کی علامات و شناخت ہیں بس یہ فرق ہے شک اور وسوسہ میں۔ آپ کو شک نہیں وسوسہ ہے جس کی طرف سے شریعت مقدسہ نے ہم کو بالکل مطمئن کر دیا ہے ہرگز پریشان نہ ہونا چاہیئے اور واقعی جب وہ کوئی مواخذہ ہی کی چیز نہیں پھر اُس سے پریشان ہونا ایک فضول امر ہے آپ بالکل مطمئن رہئے کیونکہ اس میں کچھ مضرت نہیں۔ البتہ اذیت ضرور ہوتی ہے اور اذیت بھی کچھ نہیں اگر اسکی طرف سے بالکل بے پروائی اختیار کیجاوے ہمت کر کے اسکی طرف التفات ہی نکرے اور یوں سمجھے کہ جب اس میں مواخذہ نہیں اور کچھ مضرت نہیں تو پھر اس سے کیوں پریشان ہوں اونہہ اگر آتا ہے آنے دو اس عدم التفات سے

وہ خود دفع ہوجاویگا لیکن اس عدم التفات میں بھی قصد دفع کا نہ کرے ورنہ پھر وہ بھی وسوسہ ہی
کی طرف التفات ہوجاویگا غرض اُس کے دفع کرنے کے خیال سے ہرگز بے التفاتی کو اختیار نہ کرے
کیونکہ جتنا اسکو کوئی دفع کرنا چاہتا ہے اتنا ہی اور لپٹتا ہے۔ بلکہ اپنی طرف سے یہانتک آمادہ رہنا
چاہئیے کہ اگر عمر بھر بھی اس سے چھٹکارا نہو تو بلا سے نہو کیونکہ یہ کوئی نقصان کی بات تو ہے نہیں۔
میں ساری زندگی اسی وسوسہ و خلجان میں گذارنے کے لئے تیار ہوں۔ البتہ اذیت ہے سو اگر
کوئی مرض عمر بھر کے لئے لگ جاتا ہے تو کیا اُسی میں زندگی نہیں گذارنی پڑتی مثلاً روزمرہ
ایک شخص کے گردہ میں درد اٹھتا ہو اور دو گھنٹہ تک اُسے ایک لمحہ چین نہیں پڑتا تو کیا وہ اسی مصیبت
میں اپنی زندگی نہیں گذار دیتا جب مصیبت ہی مقدر ہے تو کوئی کیا کر سکتا ہے بس اسی طرح
یوں سمجھ لے کہ میرے لئے یہی مقدر ہو چکا ہے کہ عمر بھر وسوسہ کی مصیبت ہی میں گذرے گی لہذا گذار
دونگا۔ اس سے زیادہ تو وسوسہ میرا کچھ نہیں بنا سکتا۔ پھر فرمایا کہ البتہ معصیت خواہ صغیرہ ہو یا
کبیرہ وہ سخت اجتناب کے قابل ہے مثلاً آنکھ کا گناہ کان کا گناہ قلب کا گناہ ان سے نہایت اہتمام
کے ساتھ بچنا چاہئیے اور اصلی قلق کی چیز یہی ہے۔ وسوسہ جو کچھ بھی قلق کی چیز نہیں اُس پر تو اتنا قلق اور
اس قدر ناگواری ہوتی ہے اور جو اصل قلق کی چیز ہے یعنی معصیت اُس کو رات دن کرتے رہتے ہیں
اس کا ذرا بھی قلق نہیں ہوتا۔ کتنا بڑا دھوکہ ہے معصیت سے قلب کی نورانیت زائل ہو جاتی ہے جس سے
کبھی وساوس کا ہجوم ہونے لگتا ہے وساوس گو بذاتہ مضر اور قابل قلق نہیں لیکن اُن سے کبھی
اُن کے منشا یعنی معاصی کا پتہ چلتا ہے یہ بات البتہ قابل قلق ہے اور اُن سے اجتناب کی کوشش
ضروری ہے پھر اُن طبیب صاحب نے کوئی اشکال مسمریزم کا پیش کیا جس کو احقر بوجہ دور ہونے کے
نہیں سُن سکا حضرت نے فرمایا یہ کوئی بات نہیں۔ اثبات مدعا کے لئے دلائل موضوع ہیں دلائل بیکار
چیز نہیں ان کو استعمال کرنا چاہئیے۔ ورنہ پھر کسی دعوی کا وجود متحقق نہیں ہو سکتا۔ یوں تو پھر ہر ہر چیز
میں شک ہو سکتا ہے چنانچہ (حوض کی جانب اشارہ کر کے فرمایا) ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ جو حوض
میں پانی بھرا ہے کیا خبر کہ آگ ہو اور اپنی ہستی میں بھی شک ہو سکتا ہے کہ کیا معلوم کہ ہم ہمیں ہیں
یا اور کچھ ہیں اور کیا بھروسہ کہ جس کو ہم کان سمجھ رہے ہیں وہ کان ہی ہو ناک نہو۔ اور ممکن ہے کہ یہ
ہماری ناک دراصل کان ہو۔ یہ کیسی مہمل بات ہے۔ چنانچہ اسی خیال کا ایک فرقہ لاادریہ ہے۔ بھی

انہیں کسی چیز کا یقین نہیں۔ بس تو دلائل بیکار چیز نہیں ان سے کام لینا چاہیئے اہل حق کے پاس اپنے دعوے حقیقت کے اثبات کے لئے دلائل تو یہ موجود ہیں۔ اہل باطل کے پاس کچھ بھی نہیں ان ہی دلائل سے اہل حق کو حق آفتاب کی طرح واضح ہے کوئی بھی شبہ نہیں شک کی گنجائش ہی نہیں اگر دلائل سے قطع نظر کیجاوے تو پھر آپ کھانا کیوں کھاتے ہیں کیونکہ ممکن ہے پاخانہ ہو۔ واہیات جہل۔ اگر یوں کہا جاوے کہ یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے تو ہمارے مشاہدہ کی یہ حالت ہے کہ اگر دو ریلیں برابر کھڑی ہوں اور ایک ان میں سے چلنے لگے تو گاہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوسری چل رہی ہے یہ آپ کے مشاہدہ کی حقیقت ہے پھر فرمایا لیکن آپ کو سوچنا مضر ہوگا آپ سوچنا بالکل چھوڑ دیجئے کہ یہ کیوں ہے اور وہ کیوں ہے اور ایسا کیوں ہے ویسا کیوں ہے یہ تحقیق آپ کے حال کے مناسب ہرگز نہیں ہر شخص تحقیقات کا اہل نہیں۔ آپ کو تو بس تقلید چاہیئے بیچون وچرا اور بلا دلیل اُن باتوں کو حق سمجھئے جن کا حق ہونا اہل بتلادیں کیونکہ آخر آپ بہت باتوں میں تقلید کرتے ہیں تقلید کے بغیر چارہ نہیں۔ آپ مرض میں طبیب کی تحقیق کے پابند ہوتے ہیں لہذا آپ دلائل میں غور کرنا بالکل چھوڑ دیجئے۔ یوں سمجھئے کہ جو لوگ مجھ سے زیادہ علم اور فہم اور تقوی رکھنے والے ہیں اُنھوں نے جب اچھی طرح تحقیق کرلیا ہے تو پھر ہماری تحقیقات کی کیا حاجت ہے بس ہمیں ایسے لوگوں کی بلا دلیل تقلید کرلینی کافی ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہماری تحقیق اُن کی تحقیق کے برابر ہرگز نہیں ہوسکتی پھر ایک فضول امر کے درپے ہونا لغو حرکت ہے۔ آپ اگر دلائل کے فکر میں پڑیں گے تو وساوس کا دونا ہجوم ہوگا اور مرض بڑھتا ہی جاویگا۔ پھر کچھ دیر تامل فرماکر استفسار فرمایا کہ آخر یہ مرض آپ کو کب سے ہوا۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ بچپن ہی سے یہ مرض ہے جبکہ میں ابتدائی کتابیں پڑھتا تھا۔ فرمایا کہ آپ نے اس کا اظہار کسی سے کیا۔ عرض کیا نہیں فرمایا کہ آپنے غضب کیا اور غلطی کی جو اس مرض کو چھپایا۔ اگر آپ کسی سے اسکا اظہار کردیتے تو وہ ہرگز آپ کو طب پڑھنے کا مشورہ نہ دیتا کہ اُس میں صحبت اہل باطل کا زیادہ موقع ہے اور وہ خود ایسے شخص کے لئے مضر ہے طب کا پڑھنا آپ کے لئے بالکل حرام تھا اور اب بھی میں آپ کیلئے طب کے مشغلہ کو ناجائز سمجھتا ہوں طب کا شغل آپکے لئے سخت مضر ہوا آپنے اپنے اوپر ظلم کیا جو طب کو پڑھا آپکو تو اب یہ چاہیئے کہ اس مشغلہ کو بالکل ترک کرکے کسی کی جوتیوں کے

نیچے خاک ہو جائیے اور اہل اللہ کی جماعت میں ملے جُلے اور اُن سے لگے لپٹے رہکر مزدوری سے اپنا اور اہل وعیال کا پیٹ پالکر زندگی گذار دیجے ورنہ اُن سے علیحدہ اس مشغلہ میں مشغول رہنا تنہا سمندر میں کودنا ہے خطرہ عظیم کا سامنا ہے اب اس مشورہ پر عمل کرنے نہ کرنیکا آپکو اختیار ہے اس گفتگو کے بعد طبیب صاحب نے عرض کیا کہ کوئی وظیفہ پڑھنے کو بتلا دیجے۔ بجوش فرمایا کہ ہر مرض کا علاج جدا ہے آپ کے مرض کا علاج وظیفہ پڑھنا ہرگز نہیں بھلا آپنے کبھی کبھی ایسا کیا ہے کہ اگر آپ کے کسی مریض کو خلط صفرا کا غلبہ ہو اور اُس نے کہا ہو کہ مجھے سونگھنے کی دوا دیدیجیے۔ اور آپنے اُسکے کہنے کے مطابق کوئی سونگھنے ہی کی دوا بتلا دی ہو۔ تو میں بھی اُس دوا کے نام سننے کا مشتاق ہوں گو بے ہوشیوں میں نخلخے سنگھائے جاتے ہیں لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر مرض میں سونگھنے ہی کی دوا تجویز کر دی جایا کرے۔ ہر مرض کے لئے الگ نسخہ ہوتا ہے آپکو جو مرض ہے اُس کا بس وہی علاج ہے جو میں عرض کر چکا یعنی یہ بیش مرد کامل بامال شو۔ آپ کا علاج صحبت صلحا و خدمت اہل اللہ ہے۔ اُن کی صحبت سے اُنکے نورانی قلوب کا پرتو آپکے قلب پر پڑیگا جس سے آپ کے بھی قلب میں ایک نورانیت پیدا ہوگی جس کے غلبہ سے ان وساوس کا پتہ بھی نہ رہیگا جو اب آپکو پریشان کئے ہوئے ہیں ایک سکون محض قلب کو حاصل ہو جائیگا۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو دوسرے درجہ کا علاج صحبت بد سے احتراز ہے کیونکہ جسطرح یہ صحیح ہے کہ صحبت نیک سے قلب میں نور پیدا ہوتا ہے ویسے ہی یہ بھی صحیح ہے کہ اہل ظلمت کی صحبت سے اُن کی ظلمت کا عکس قلب میں پڑتا ہے۔ آپکو اس طب کے مشغلہ نے تباہ کر دیا۔ صحبت بد سے سابقہ رہتا ہے اگر زیادہ توفیق نہیں تو کم از کم اتنا تو آپ کے لئے ضروری ہے کہ طب کے مشغلہ میں انہماک نہ رہے۔ اہل ظلمت سے بالکل احتراز رکھئے رنڈی بھڑوے فساق فجار کے علاج سے قطعاً دست برداری کیجئے اور ایسے لوگوں سے بالکل علیحدگی اختیار کیجئے اکثر اوقات خلوت میں گذاریئے اور کچھ وقت خواہ تھوڑا ہی ہو مثلاً آدھ گھنٹہ روز ذکر اللہ میں صرف کیجئے اور بزرگوں کے ملفوظات و کلمات کے مطالعہ کا شغل رکھئے۔ غرض آپ کے مرض کے علاج صرف یہی دو ہیں یعنی التزام صحبت اہل اللہ و احتراز صحبت ناجنس پھر اُن صاحب نے کچھ بیعت کے متعلق عرض کیا جسکو احقر سن نہ سکا حضرت نے فرمایا کہ بیعت کی ایک صورت ہوتی ہے ایک حقیقت اُسکی صورت مطلوب نہیں

حقیقت مطلوب ہے چنانچہ بیعت کی حقیقت ہے اعتقاد و اعتماد جازم اپنے تعلیم کرنیوالے پر یعنی اس کو یہ یقین ہو کہ یہ میرا خیر خواہ ہے اور جو مشورہ دیگا وہ میرے لئے نہایت نافع ہوگا۔ غرض اس پر پورا اطمینان ہو اور اپنی رائے کو اس کی تجویز و تشخیص میں مطلق دخل نہ دے جیسا کہ طبیب حاذق و شفیق کے ساتھ معاملہ کیا جاتا ہے بس ویسا ہی اس کے ساتھ کیا جاوے۔ باقی بیعت کی صورت اول وہلہ میں خواص کے لئے نافع نہیں عوام کے لئے البتہ اول وہلہ میں بیعت کی صورت بھی نافع ہوتی ہے کیونکہ اس سے ان کے قلب پر ایک عظمت اور شان اس شخص کی طاری ہو جاتی ہے جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ اس کے قول کو باوقعت سمجھکر اس پر عمل کرنے کیلئے مجبور ہو جاتا ہے خواص کے لئے کچھ مدت کے بعد بیعت نافع ہوتی ہے کیونکہ اس کا خاصہ ہے کہ جانبین میں ایک تعلق خاص پیدا ہو جاتا ہے پیر سمجھنے لگتا ہے کہ یہ ہمارا ہے اور مرید سمجھتا ہے کہ یہ ہمارے ہیں۔ ڈانواڈول حالت نہیں رہتی جس طرح اگر کوئی مریض ہمیشہ کسی ایک ہی طبیب سے رجوع کرتا ہو تو وہ طبیب یہ سمجھنے لگتا ہے۔ کہ یہ ہمارا مریض ہے اور لوگوں سے کہتا بھی ہے کہ بھائی یہ ہمارے ہیں۔ اسی طرح مریض طبیب کو سمجھتا ہے کہ یہ ہمارے ہیں۔ اور اگر ایسا مریض ہو کہ کبھی ایک طبیب سے رجوع کرتا ہو کبھی دوسرے سے تو اس پر پوری شفقت کسی کو نہیں ہوتی ہر طبیب یہی سمجھتا ہے کہ اس کو ہم سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے یہ تو وہاں بھی جاتا ہے اور وہاں بھی جاتا ہے مگر یہ نفع خواص کو اول وہلہ میں بیعت سے حاصل نہیں ہوتا جب تک کہ مناسبت اور اطمینان جانبین میں پوری طرح نہ ہو جاوے جب تک یہ حالت نہ ہو۔ بیعت کرنا کرانا بالکل عبث ہے

(۶۰) ایک صاحب نے وساوس کی شکایت کی فرمایا کہ کچھ غم نہ کریں ہمت سے کام لیں اور ادھر بالکل التفات نہ کریں۔ ذکر کی طرف توجہ رکھیں۔ اور ذکر کی طرف توجہ بھی وساوس کے دفع کے قصد سے نہ کریں بلکہ خود ذکر کو مقصود سمجھکر۔ کیونکہ اگر وساوس کے دفع کے قصد کیا تو وہ بھی تو وساوس ہی کا خیال ہو گیا۔ وساوس سے مطلق پریشان نہ ہوں۔ کیونکہ وہ اس کے قلب میں سے پیدا نہیں ہوتے بلکہ انہیں شیطان اوپر سے ڈالتا ہے جیسے کوئی سڑی سڑی گالیاں کسی کے باپ کو یا بادشاہ کو اس کے کان میں ڈالدے تو اس بیچارہ کا کیا قصور۔ گناہ سے بچنے کے لئے بس ناگوار ہونا کافی ہے۔ باقی مواخذہ جو کچھ ہے گالیاں بکنے والے پر ہے۔ اسی طرح قلب کے بھی کان ہیں اُن میں شیطان بُرے بُرے وسوسے ڈالتا ہے۔ سننے والے پر کچھ مواخذہ نہیں بلکہ اسکو تو پریشانی کا اجر ملے گا۔

غرض اودھر التفات ہی نہ کرے ورنہ اگر دفع کرنے کی کوشش کریگا تو ان کا اور زیادہ ہجوم ہوگا ہمت قوی رکھے کہ شیطان ہے کیا چیز۔ وسوسے ڈالنے کے سوائے اور کیا سکتا ہے۔ دیکھیں تو کہاں تک وسوسے ڈالتا ہے۔ ہمت کے ساتھ مقابلہ کیلئے تیار ہوجائے۔ پھر خود ہی شیطان عاجز ہوجاویگا اور وسوسے ڈالنے چھوڑ دیگا۔

(۶۱) فرمایا کہ اہل ذوق کو کلام اللہ میں اور حدیث شریف میں صاف فرق محسوس ہوتا ہے۔ اللہ کے کلام میں ایک خاص شوکت اور صولت ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس کا یہ کلام ہے وہ کسی سے دبتا یا ڈرتا نہیں جس وقت جو بات چاہی کہہ ڈالی۔ برخلاف اس کے حدیث شریف میں ابشری عجز کی شان بھی پائی جاتی ہے۔

(۶۲) ایک صاحب نے اپنا کوئی حال باطنی کسی پر ظاہر کر دیا تھا حضرت کو خبر ہوگئی بعد ظہر اتفاقاً وہ حضرت کے پاس ہو کر گزرے۔ تنبیہ کے لہجہ میں چپکے سے فرمایا کہ شرم نہ آئی۔ اپنی بیوی کو غیر کی بغل میں دینا کسی کو گوارا ہوسکتا ہے۔ بعد کو انھیں صاحب نے حسب معمول بعد عصر کے بغرض عرض حال پرچہ دینا چاہا۔ لیکن حضرت نے نہیں لیا۔ نہایت تندی کے لہجہ میں دیر تک عبدیت پر نہایت مؤثر تقریر فرماتے رہے جس سے ایک شخص پر تو حال طاری ہوگیا۔ فرمایا کہ جناب اب تو آپ کامل ہوگئے ہیں میں کاملین کی اصلاح کرنے کا اہل نہیں۔ اب آپ کسی اور جگہ تشریف لیجائیے میں آپ کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ پھر حضرت نے ان کا اسباب نکلوا کر باہر رکھوا دیا۔ اور خانقاہ سے نکل جانے کا حکم دیدیا۔ اس پر وہ صاحب دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ حضرت نے فرمایا کہ لوگ کشف کو بڑا کمال سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کوئی چیز نہیں اس کو قرب میں کچھ بھی دخل نہیں۔ بعضوں کو اس سے فطری مناسبت ہوتی ہے بعضوں کو نہیں جیسے بعضوں کی نظر پیدائشی طور پر دور بیں ہوتی ہے بعضوں کی نزدیک بیں۔ پھر سقادہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ ایک شخص کی نظر تو صرف سقادہ ہی تک پہونچتی ہے اور ایک کی باہر سڑک تک تو کیا جس کی نظر سڑک تک پہونچتی ہے وہ زیادہ مقرب ہوگیا یہ تو محض نظر کی قسمیں ہیں۔ اس کو قرب سے کیا علاقہ اسی طرح طبائع مختلف ہوتے ہیں بعضوں کو کشف سے فطرتاً مناسبت ہوتی ہی نہیں۔ اصل چیز تو عبدیت ہے۔ واللہ اگر کسی کو لاکھ کشف ہوں لیکن وہ وجداناً محسوس کریگا کہ میرے قرب میں ذرہ برابر ترقی نہیں ہوئی۔ اور اگر دو چار مرتبہ سبحان اللہ سبحان اللہ

بڑھکر اپنے وجدان کی طرف رجوع کرے۔ تو صاف محسوس ہوگا کہ کچھ نہ کچھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب بڑھ گیا۔ اہل ذوق سلیم جب چاہے اس کا تجربہ کرلے حضرت نے بالآخر ان صاحب کو خانقاہ سے باہر کردیا تین چار دن کے بعد سخت پریشانی اور توبہ و استغفار کے بعد معافی کا پرچہ ان صاحب نے بھیجا جس پر حضرت نے تحریر فرمایا کہ اب میرے قلب میں مطلق کدورت آپ کی طرف سے نہیں رہی جو علامت ہے آپ کی توبہ مقبول ہوجانے کی۔ پھر حضرت نے انہیں خانقاہ میں واپس آجانے کی اجازت دیدی۔ وہ صاحب خود احقر سے فرماتے تھے۔ کہ مجھکو ان تین چار دنوں میں بے انتہا منافع حاصل ہوئے پھر تو بفضلہ وہ صاحب اجازت ہوکر یہاں سے تشریف لے گئے۔ اور اب بحمد اللہ انکی ذات سے مخلوق کو خاص طور سے فیض حاصل ہورہا ہے۔ بارہا تجربہ ہوچکا ہے کہ حضرت کی سختی بس مسہل کا خاصہ رکھتی ہے جس سے آناً فاناً کامل تنقیہ حاصل ہوجاتا ہے عسی ان تکرھوا شیئاً وھو خیر لکم

ایک اور صاحب سے بعد نماز ظہر فرمایا کہ آپ کی نماز کی ہیئت سے ذرا خشوع و خضوع نہیں معلوم ہوتا۔ نہایت بیدلی کے ساتھ آپ نماز ادا کرتے ہیں۔ یہ صاحب بڑے صاحب احوال اور بڑے ذاکر و شاغل تھے۔ فرمایا یاد رکھو سب سے اول نماز پیش ہوگی اس وقت تمہاری الا اللہ الا اللہ کی ضربیں کچھ کام نہ آئیں گی۔ اصل چیز نماز ہے۔ اسی کو اگر اچھی طرح ادا نہ کیا تو محض تسبیحیں کس کام کی یہ صاحب بھی بعد کو صاحب اجازت ہوگئے۔ ان صاحب پر اور بھی کئی موقعوں پر ڈانٹ پڑ چکی ہے

ع سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی۔

(۶۳) ایک صاحب نے عرض کیا کہ قبر پر جاکر فاتحہ پڑھنے میں کیا مصلحت ہے جہاں سے چاہے ثواب پہونچا سکتا ہے۔ فرمایا اسمیں دو مصلحتیں ہیں ایک تو یہ کہ قبر پر جاکر فاتحہ پڑھنے سے علاوہ ایصال ثواب کے خود پڑھنے والے کو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ استحضار موت کا زیادہ ہوتا ہے گھر بیٹھے اتنا نہیں ہوسکتا۔ دوسرے باطنی مصلحت یہ ہے کہ مردہ کو ذکر سے انس ہوتا ہی خواہ آہستہ آہستہ پڑھا جاوے یا زور سے حق تعالیٰ مردہ تک آواز پہونچا دیتے ہیں۔ یہ بات اولیاء کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ عام مسلمین بھی سنتے ہیں کیونکہ مرنے کے بعد روح میں بہ نسبت حیات کے کسیقدر ایک اطلاق کی شان پیدا ہوجاتی ہے اور اس کا ادراک بڑھ جاتا ہے مگر نہ اتنا کہ کوئی ان کو حاضر حاضر سمجھنے لگے۔ دوسرے یہ بھی ہے کہ ذکر کے انوار جو پھیلتے ہیں اس سے بھی راحت

پہونچتی ہے یہ بھی فرمایا کہ عبادت مالیہ کا ثواب بہ نسبت عبادت بدنیہ کے مردہ کے حق میں زیادہ افضل ہے کیونکہ یہ مسئلہ خود اہل سنت والجماعت میں مختلف فیہ ہے کہ عبادت بدنیہ کا ثواب بھی مردہ کو پہونچتا ہے یا نہیں۔ امام شافعی رح کے نزدیک صرف عبادت مالیہ کا ثواب پہنچتا ہے عبادت بدنیہ کا نہیں پہونچتا اور اماموں کے نزدیک بھی یہی بات ہے البتہ ہمارے امام ابوحنیفہ کے نزدیک دونوں قسم کی عبادتوں کا ثواب پہونچتا ہے بہرحال عبادت مالیہ کے ثواب کی افضلیت مردہ کے حق میں اس وجہ سے ثابت ہے استفسار پر فرمایا کہ حضرت حاجی رح صاحب کے وجدان میں مُردوں کو برابر ثواب پہونچتا ہے تقسیم ہو کر نہیں پہونچتا لیکن حضرت مولنا گنگوہی رح کا گمان غالب اس کے خلاف تھا عرض کیا گیا کہ حضور کا گمان غالب کیا ہے فرمایا کہ میرا گمان یہی ہے کہ کسی گمان کی ضرورت ہی نہیں استفسار پر فرمایا کہ ادب یہ ہے کہ کچھ پڑھکر علیحدہ بھی صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ثواب بخشدیا کرے خواہ زیادہ کی ہمت نہ ہو مثلاً تین بار قل ہو اللہ پڑھنے سے ایک کلام مجید کا ثواب پہونچ جائیگا۔ استفسار پر اپنا معمول بیان فرمایا کہ میں جو کچھ روزمرہ پڑھتا ہوں اسکا ثواب حضور کو اور تمام انبیا و صلحاء و عام مسلمین و مسلمات کو جو مرچکے ہیں یا موجود ہیں یا آئندہ سب کو بخشدیتا ہوں اور کسی خاص موقعہ پر کسی خاص مردے کے لئے بھی کچھ پڑھکر علیحدہ بخشدیتا ہوں استفسار پر فرمایا کہ زندوں کو بھی عبادات کا ثواب پہونچتا ہے۔

(۶۴) استفسار پر فرمایا کہ اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین میں مسکین سے مراد قلیل المال ہے نہ کہ مسکین طبع کہ یہ تو بعض امراء پر بھی صادق ہے پھر ان کا مقابلہ اغنیاء کے ساتھ جیسا حدیثوں میں ہے بامعنی نہ ہوگا۔ مساکین کا بڑا مرتبہ بوجہ عجز و مسکنت اور شکستہ حالی کے ہے کہ ان میں تواضع اور شکستگی بہت ہوتی ہے تکبر نہیں ہوتا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مساکین امراء سے پانچسو برس پہلے جنت میں داخل ہونگے۔ لیکن اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ امراء اپنا سب مال و متاع خیرات کرکے مسکین ہوجائیں بلکہ جو امراء غرباء سے محبت کرینگے وہ بھی بفحوائے حدیث المرء مع من احب جنت میں انشاءاللہ مساکین ہی کے ساتھ پہونچیں گے عرض کیا گیا کہ اسراف کی حد کیا ہے فرمایا کہ جو اجازت شرعی کے خلاف خرچ ہو وہ اسراف ہے خواہ وہ بظاہر نیک ہی کام ہو مثلاً جس پر بیوی بچوں کا نفقہ واجب ہو اس کو سارا مال خیرات کردینا اسراف ہے

اور کھانے پینے میں وسعت کرنا بشرطیکہ کسی حد شرعی سے تجاوز لازم نہ آوے اسراف میں داخل نہیں۔ استفسار پر فرمایا کہ اچھے کپڑے۔ وغیرہ پہننا اگر تحصیل جاہ کے لئے ہو تو ناجائز اور اسراف میں داخل ہے اور اگر دفع مذلت کے لئے ہے تو مطلوب شرعی ہے۔ اور اسراف میں داخل نہیں عرض کیا گیا کہ خلاف خلوص کے محض تکلف کی راہ سے کسی کی مہمانی وغیرہ کرنا کیسا ہے فرمایا کہ تحصیل جاہ کے لئے ہو تو حرام ہے اور اگر دفع مذلت کے لئے ہو تو عند اللہ مواخذہ نہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ تحمل سے زیادہ نہ ہو کہ مدیون یا مقروض ہو جاوے۔ ایک صاحب نے جو سر دوئی میں ڈپٹی کلکٹر ہیں اور حضرت سے مستفیض ہیں استفسار فرمایا کہ اگر کسی کی تنخواہ بڑی ہو لیکن مہینہ میں سب ختم ہو جاتی ہو تو وہ غنی ہوا یا مسکین۔ فرمایا کہ وہ مسکین ہے کیونکہ غنی وہ ہے جس کے پاس کچھ ذخیرہ ہو۔ ایکبار فرمایا کہ ایک شخص کے لئے پچاس روپے گز کا کپڑا بھی پہننا جائز ہے یعنی جس کو گنجائش ہو اگر نیت ریا و تفاخر کی نہ ہو اور دوسرے کے لئے پانچ آنہ گز کا بھی ناجائز ہے یعنی جس کو گنجائش نہ ہو یا نیت ریا یا تفاخر کی ہو۔

(۶۵) فرمایا کہ اگر شروع میں ذرا میری سختی جھیل لے پھر میں اس کا عمر بھر کے لئے خادم ہوں۔ میرا منشا اس سختی سے محض یہ ہے کہ اہتمام اور فکر اصلاح اخلاق کا قلب میں پیدا ہو جاوے۔ پھر اول تو اس سے غلطی کم واقع ہوگی دوسرے اگر کوئی غلطی بھی ہوگی تو چونکہ اس شخص میں اہتمام اور فکر کا ہونا مجھکو انداز سے معلوم ہو جاتا ہے وہ غلطی پھر اتنی ناگوار بھی نہیں معلوم ہوتی۔ اور بھلا یہ کہاں ممکن ہے کہ کسی سے غلطی ہو ہی نہیں۔ شروع میں تو میں واقعی نہایت سختی کرتا ہوں کہ اٹھنا بیٹھنا بھی غریب کو مشکل ہو جاتا ہے لیکن یہ امتحان کی مصیبت بس کچھ روز ہی ہوتی ہے۔ جب دل ملگیا پھر میرے یہاں کے برابر کہیں بھی وسعت نہیں۔ پھر کوئی قانون بھی نہیں میں تو اس راہ کا نمونہ دکھلا دیتا ہوں اس راہ میں بھی اول اول سخت امتحانات حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں پھر تو واقعی نوابی ہے۔ بس؎ چند روزے جہد کن باقی بخند۔ ایک بار فرمایا کہ الحمد للہ میں غصہ کی حالت میں کبھی ہوش و حواس سے باہر نہیں ہوتا۔ گو ظاہر میں بہت غل شور مچاتا ہوں لیکن کوئی سزا استحقاق سے زیادہ نہیں دیتا نہ مصلحت کے خلاف سختی کرتا ہوں۔ الحمد للہ زیادتی بھی نہیں ہونے پاتی۔ مجھ میں حدت تو ضرور ہے لیکن شدت نہیں۔ جو اپنی اصلاح

کے لئے آتا ہے اس کے ساتھ سختی کرنا بعض اوقات ضروری ہوتا ہے کیونکہ عملی تنبیہ کبھی نہیں بھولتی۔ لیکن اگر کوئی سختی برداشت نہ کرے تو پھر میں نرم پڑ جاتا ہوں کیونکہ مجھے خواہ مخواہ لڑائی مول لینا تھوڑا ہی ہے۔ جب معلوم ہو گیا کہ اس کو اپنی اصلاح ہی منظور نہیں پھر مجھے سختی کرنے سے کیا حاصل ؎ ناز براں کن کہ خریدار تست۔ اسی طرح اگر کوئی اپنے منہ سے صاف طور سے کہدے کہ میں آپ سے اب یہ تعلق نہیں رکھنا چاہتا پھر مجھے اسکی کوئی حرکت بھی ناگوار نہیں ہوتی ایکبار فرمایا کہ طبیب کے پاس آنیوالے دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو محض ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ ان کو پان بھی پیش کیا جاتا ہے شربت بھی بلایا جاتا ہے اور ایک وہ ہیں جو علاج کے لئے آتا ہے اس کو تو کڑوی کڑوی دوائیں اور مسہل ہی تجویز کئے جائیں گے۔ ہاں بعض مریضوں کو محض خمیرے اور معجونیں ہی کافی ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جو اصلاح کے لئے میرے یہاں آتا ہے اسکی اصلاح کرنا میرے ذمہ لازمی ہے ورنہ ہر قسم کے لوگ مجھ سے ملنے آتے ہیں میں کسی سے کچھ نہیں کہتا۔ ایکبار فرمایا کہ ایک شخص اپنے قلب کو میرے سپرد کرتا ہے کہ اسکی اصلاح کیجئے! اب اگر میں کوئی بات اپنے نزدیک قابل اصلاح اسمیں دیکھوں لیکن مروت میں آکر کہ دل برا ہوگا اس کو مطلع نہ کروں تو یہ خیانت ہے طالبین پر حضرت کا سختی فرمانا اور غیر طالبین کے ساتھ ظاہری اخلاق سے بنا بعینہ اس شعر کے مصداق ہے ؎

نہ شود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت　　　سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

احقر کو ایسے موقعوں پر بے اختیار یہی شعر یاد آجاتا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ سختی کے بعد اسدرجہ شفقت سے اسکا تدارک فرماتے ہیں کہ ذرہ برابر بھی اس سختی کا اثر قلب میں باقی نہیں رہتا۔ واللہ حضرت کی اس سختی پر اوروں کی لاکھ شفقتیں قربان ؎ ان کو آتا ہے پیار پر غصہ؛ مجھکو غصہ پہ پیار آتا ہے ؎

ناخوش تو خوش بود بر جان من　　　دل فدائے یار دل رنجان من

مجھمیں بدگمانی کا مادہ بہت ہے لیکن میں بقسم کہتا ہوں کہ سچی اور قلبی شفقت اور دلسوزی اور نیز رقیق القلبی حضرت میں اس درجہ ہے کہ شاید کسی میں ہو۔ مجھے تو واللہ یہاں رہکر اس بارہ میں حق الیقین اور شرح صدر ہو چکا ہے محض حسن عقیدت کی بنا پر یہ عرض نہیں کیا گیا اس اظہار کا مطلق قصد بھی نہ تھا لیکن بے اختیار اس موقع پر معرض تحریر میں آگیا

تنبیہ یہ سب دور قدیم کے طرز عمل کے متعلق گفتگو تھی۔ باقی یکم رمضان ۱۳۴۳ھ سے حضرت کا

دورِ جدید شروع ہو گیا ہے جسمیں ظاہری سختی کا برتاؤ بھی بالکلیہ متروک فرمادیا گیا ہے۔ اب سہولت کے ساتھ غلطی پر تنبیہ فرمادیتے ہیں تسلط اور نگرانی بالکل موقوف فرمادی ہے کیونکہ یہ طرز عوام گمان میں باعث تکدر و تکدیر ہوتا تھا۔ اور ادھر اس طرز کے متعلق حضرت کی تحریرات و تقریرات نہایت کافی مقدار میں مدون بھی ہو چکی ہیں اسلئے بھی طرز سیاست کی زیادہ ضرورت نہ رہی تھی۔ لہٰذا محض طرز موعظت کافی سمجھا گیا۔ دورِ قدیم و دورِ جدید کی مفصل تشریح غرہ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ کے ملفوظات کے شروع میں جو تحریر حضرت کی نقل کیگئی ہے اس سے معلوم ہوگی حضرت کے طرزِ عمل میں اب اس قدر حیرت انگیز فوری تغیر عظیم واقع ہو گیا ہے کہ دیکھنے والے حیران ہیں جن امور پر سخت سے سخت تنبیہ کیجاتی تھی اب ان پر نہایت سہولت کے ساتھ تنبیہ فرمادیتے ہیں۔ یک بیک اس سہولت کے ساتھ سالہا سال کے طرزِ عمل کو بالکل بدل دینا واقعی کمال عظیم اور کرامت اصلی ہے۔ یہی معنی ہیں ابو الحال کے کہ جس حال کو چاہا اپنے اوپر طاری کرلے ابو الحال خود حال پر غالب ہوتا ہے جس حال کی جس وقت ضرورت ہوتی ہے اپنے اوپر وارد کرلیتا ہے بخلاف ابن الحال کے کہ وہ مغلوب ہوتا ہے اپنے حال سے۔

(۶۶) فرمایا کہ مجھے لڑکوں کا ادھر ادھر کے لوگوں سے ملنا نہایت ناگوار ہوتا ہے مجھے ایسی ہی حیا آتی ہے جیسے لڑکیاں غیر لوگوں سے ملتی پھریں۔

(۶۷) احقر سے فرمایا کہ مجھ سے جو کچھ پوچھنا ہو یا کوئی پرچہ وغیرہ دینا ہو تو ظہر کے بعد سے عصر تک چاہیئے۔ اور اوقات میں قلب بوجہ کثرت مشاغل فارغ نہیں رہتا۔ سخت تکلیف ہوتی ہے احقر کو بارہا تجربہ ہوا کہ دیگر اوقات میں معمولی سے معمولی بات بھی عرض کی گئی تو سمجھ میں نہیں آئی فرمایا کہ دماغ حاضر نہیں اسلئے کچھ سمجھ میں نہیں آتا بعد ظہر کے کہیئے گا۔ یہ بھی فرمایا کہ ایک اس بات کا خیال رکھئے۔ کہ آپکے سوال پر جو میں جواب دیتا ہوں تو بعد جواب کے آپ چپ بیٹھے رہتے ہیں اس سے مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ چاہتا یہ ہوں کہ اگر جواب سمجھ میں نہ آوے تو دوبارہ پوچھا جاوے۔ اور اگر سمجھ میں آگیا ہو تو کم از کم یہ ضرور کہدیا جاوے کہ ٹھیک ہے۔ خاموش بیٹھے رہنے سے سخت الجھن اور تکلیف ہوتی ہے۔ یہ آداب تکلم کے خلاف ہے۔

(۶۸) فرمایا کہ دسترخوان پر دقیق باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ بلکہ بہت معمولی معمولی

باتیں ہونی چاہئیں۔ ورنہ کھانے کا کچھ لطف ہی نہیں آتا۔ کھانے کے وقت تو کھانے ہی کی طرف زیادہ توجہ ہونی چاہیئے۔ اگر کوئی ایسی باتیں کرتا ہے تو میں تو کان بھی نہیں لگاتا۔ کیونکہ کھانے کا مزا جاتا رہتا ہے۔

(۶۹) فرمایا کہ میں نے بعد عصر جو پرچہ بغرض طلب خلوت دیا جاتا ہے اس کی بابتہ یہ انتظام کر دیا ہے کہ ایک تختی پر بہ رعایات مہمانان بیرونی یہ ہدایت لکھا دی ہے کہ جو صاحب تین دن کے اندر جانے والے ہوں وہ اپنا پرچہ دیدیں ورنہ پھر دوسرے لوگ پرچہ دیدیں گے۔ اور خاص خاص ایام ان مہمانوں کے پرچہ دینے کے لئے مقرر کر دیئے ہیں۔ بعد عصر کے ایک شخص کھڑا ہو کر تختی کو ہاتھ میں لیکر اس عبارت کو پڑھ دیتا تھا ایک مرتبہ ایک اہل علم نے اپنی نوبت میں اس تختی کی عبارت کو دیکھکر نہیں سنایا بلکہ محض یاد سے سُنا دیا میں نے بہت ڈانٹا کہ تم کو یہ کس نے اجازت دی تھی کہ زبانی سُنا دینا۔ تمہیں میری مصلحتوں کی کیا خبر۔ آخر میں نے کچھ مصلحتیں ہی سوچکر یہ تحریر تختی پر لکھوائی تھی۔ اور مجھکو جو تمہاری یہ حرکت زیادہ ناگوار گزری اس کی خاص وجہ ایک اور ہے وہ یہ کہ اس سے تمہارے ایک بہت بڑے مرض کا پتہ چلا یہ یقینی ہے کہ تم کو تختی کی عبارت دیکھ کر سُنانے میں بوجہ اپنے علم کے عار آئی کہ ایسی معمولی عبارت کو دیکھکر کیا سناؤں تم نے اس کو اپنی شان علمی کے خلاف سمجھا۔ یہ تکبر کا مرض تمام امراض باطنی کی جڑ ہے احقر عرض کرتا ہے کہ سبحان اللہ بصیرت اور تشخیص اس کو کہتے ہیں۔

(۷۰) فرمایا کہ یہ جو میں بعض مرتبہ اُکھڑی اُکھڑی باتیں کرنے لگتا ہوں یہ ان مجذوب صاحب کی نسبت کا اثر ہے جن کی دعا سے میں پیدا ہوا ہوں۔ ورنہ حضرت حاجی صاحب تو مجسم رحمت ہی رحمت تھے

(۷۱) فرمایا کہ چشتیہ کے جلال کا راز یہ ہے کہ ان پر فنا کا غلبہ رہتا ہے کوئی گنجلک کی بات کہتا ہے یا جواب میں دیر کرتا ہے تو طبیعت میں جھنجھلاہٹ پیدا ہوتی ہے کیونکہ دل خواہ مخواہ دوسری طرف اٹکا ہوا رہتا ہے تقاضا ہوتا ہے کہ جلدی سے بات ختم ہو تاکہ پھر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیں اپنی توجہ کا حق تعالیٰ سے ہٹانا سخت شاق گزرتا ہے مجھے بھی جو ایسی باتوں سے جھنجھلاہٹ پیدا ہو جاتی ہے اسکی بھی وجہ اسی کے قریب قریب ہے۔ یعنی جی چاہتا ہے کہ قلب کو فارغ اور مہیا رکھا جاوے گو توجہ بحق کی توفیق نہ ہو مگر موانع تو کم رہیں یعنی قلب کو تیار تو رکھنا چاہیئے تاکہ جس وقت

توفیق ہو آسانی کے ساتھ اسکو متوجہ کرسکے ورنہ اگر کوئی قلب خالی نہ ہو تو نیکی حالت میں حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرنا بھی چاہے تب بھی نہیں کرسکتا۔

(۷۲) فرمایا کہ ابتو تعلقات سے بہت وحشت ہوتی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ مجمع زیادہ نہو اپنے ہمخیال کچھ لوگ ہوں اور یاد حق میں بقیہ زندگی گذر ے یہی وجہ ہے کہ میں اکثر یہ بہانہ کرکے اُٹھ جاتا ہوں کہ گھر ہو آؤں۔ بات یہ ہی کہ مجمع سے جی گھبراتا ہے ایکبار فرمایا کہ اگر چاروں طرف آدمی بیٹھے ہوں تو مجھے بہت وحشت ہوتی ہی۔ ہاں سامنے ایک ہی طرف اگر لوگ بیٹھے ہوں اتنا گراں نہیں ہوتا

(۷۳) فرمایا کہ میں رفتہ رفتہ اپنے متعلق جو کام ہیں اُن کو کم کرتا جاتا ہوں اکثر فتاوی میں مدرسہ دیوبند اور سہارنپور سے دریافت کرنے کو لکھدیتا ہوں۔ جی یوں چاہتا ہی کہ میرے بعد کسی کو ایک ساتھ زیادہ رنج نہو اور جب بہت سی خدمات ایک ساتھ منقطع ہو جائیں گی تو نہایت صدمہ لوگوں کو ہوگا اس لئے اپنے ذمہ جو میں نے کام لے رکھے ہیں اُنکو مختلف جماعتوں میں منتشر کررہا ہوں۔ ایک ہی شخص کے ساتھ دین کے متعدد کاموں کا اس طرح وابستہ رہنا مناسب نہیں کہ اس کے فقدان سے سب پر اثر محسوس ہو۔

(۷۴) ۲۰ ربیع الثانی ۳۲ھ فرمایا کہ طالب کو اپنے شیخ کے سامنے اپنی رائے کو بالکل فنا کردینا چاہیے۔ دو چیزیں لازمہ طریق ہیں اتباعِ سنت اور اتباعِ شیخ۔ جب تک یہ حالت مرید کی نہو کہ اگر شیخ جان بھی مانگے تو بھی دریغ نہ کرے تب تک کچھ لطف بیعت کا نہیں۔ جب ایسی حالت ہو تب اُس مرید کو بھی کچھ لطف بیعت کا حاصل ہو۔ اپنی رائے اور تجویز کو کوئی شخص فنا کرکے تو دیکھے میں اللہ تعالیٰ کے بھروسہ دعویٰ کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ کی طرف سے اُس کو ایسے انعامات عطا ہوں جو اُسکی تجویزوں سے کہیں بڑھکر ہوں اور جو اُسکے ذہن میں کبھی آئے بھی نہ ہوں۔ اگر شیخ نوافل اور اوراد وغیرہ کم کرادے تو ہرگز وسوسہ نہ لاوے کیونکہ وہ کوئی معصیت تو کراتا نہیں زیادہ سے زیادہ ترک مستحبات کراتا ہے ہاں اگر شیخ معصیت کا حکم کرے تو ایسے شیخ ہی کو سلام کرے لوگ شیخ کی رائے میں تو دخل دیتے ہیں لیکن طبیب کی تجویز میں کبھی کوئی دخل نہیں دیتا بس وہاں تو غرض صحت ہوتی ہے کہ کسی طرح اچھے ہو جائیں اور یہاں کچھ بھی نہیں۔ اکثر فرمایا کہ ان دو ہم قافیہ لفظوں کو ہمیشہ یاد رکھے اتباع اور اطلاع یعنی جو کچھ شیخ تعلیم کردے اُسکو ہمیشہ نباہ کرتا رہے اور برابر اپنے

حالات سے اطلاع دیتا رہے. خواہ کوئی نیا حال ہو یا نہ ہو کیونکہ کوئی حال نہ ہونا یہ بھی ایک حال ہے، ایکبار فرمایا کہ ہر شخص کو اپنا ایک معتقد فیہ ضرور رکھنا چاہیے جسکی اگر صحبت میسر نہو سکے تو کم از کم اُس کے پاس ہر ہفتہ ایک جوابی کارڈ جسمیں چاہے محض خیریت ہی درج ہو ضرور بھیجتا رہے. اس کی برکت سے وہ دینی اور دنیوی دونوں قسم کی بہبودی خود مشاہدہ کریگا. ایک بار استفسار پر فرمایا کہ محض خط وکتابت سے بھی نفع پہونچ سکتا ہے کیونکہ بار بار جب خط آئیں گے تو اُس کے ساتھ محبت ہو جائیگی اور جب محبت ہو جائیگی تو اُسکے لئے دل سے دعا نکلا کریگی پھر حق تعالیٰ کبھی دعا کو قبول بھی فرمالیں گے اور اُس کی اصلاح کر دیں گے یہ بھی فرمایا کہ خط وکتابت کی برکت سے عقائد اور اعمال کی خرابی سے بھی محفوظ رہے گا اور دنیوی پریشانیوں سے بھی حفاظت رہے گی احقر عرض کرتا ہے کہ واقعی ذاکر شاغل کے لئے جلد جلد اطلاع حالات کرتے رہنا مفتاح کامیابی ہے احقر نے اور احقر کے احباب نے ہمیشہ تجربہ کیا کہ جب کبھی حضرت کو عریضہ لکھا فوراً فائدہ محسوس ہوا.

(۷۵) فرمایا کہ الحمدللہ میں نے اپنے بزرگوں کے ساتھ کبھی ظاہراً یا باطناً اختلاف نہیں کیا اور ہر طرح ادب ملحوظ رکھا. حالانکہ مجکو سیکڑوں احتمالات سوجھتے تھے لیکن میں نے ہمیشہ یہی سوچا کہ ہم کیا جانیں. اور اگر کبھی کوئی بات سمجھ میں نہ بھی آئی تب بھی دلکو یہ کہکر سمجھا لیا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ کوئی بات بھی بلا سمجھے نہ رہے. بو دائمی طالب تحقیق کو بیشتر تقلید ہی ضروری ہے بعد کو برکت تقلید کے تحقیق کا درجہ بھی حاصل ہو جاتا ہے ترتیب یہی ہے. دیکھئے اگر کوئی بچہ اپنے اُستاد کی تقلید نہ کرے اور پڑھاتے وقت کہے کہ کیا دلیل ہے کہ یہ الف ہے ب نہیں تو بس وہ پڑھ چکا. اُسکو چاہیے کہ جو کچھ اوستاد پڑھاتا جائے اُس کو بے چون وچرا مانتا جائے پھر ایکدن وہ ہوگا کہ سب باتیں خود ہی اُسکو معلوم ہو جائینگی. یہ بھی فرمایا کہ میں توکلاً علی اللہ دعویٰ کرتا ہوں کہ میرے کسی بزرگ کے قلب میں میری طرف سے کبھی ایک منٹ کے لئے بھی ذرا کدورت یا تغیر نہیں پیدا ہوا.

(۷۶) ایک شخص نے بیعت کی درخواست کی اُس سے اصلاح الرسوم پڑھکر رائے قائم کرنیکے لئے حضرت نے فرمایا. اُس نے دوسرے روز کہا کہ میرے پاس دام نہ تھے اس لئے نہ پڑھ سکا حضرت نے فرمایا کہ اگر چاہتے تو انتظام کر سکتے تھے مثلاً تم آٹھ دن ٹھہرنے کہتے ہو اُس کے بجائے چھ دن ٹھہرتے اور جو کھانیکا بچتا اُس سے اصلاح الرسوم خرید لیتے یا منی آرڈر کے ذریعہ سے وپیہ باسانی

آسکتا تھا بہرحال دوسرے دن اُس شخص کو ازراہ ہمدردی ایک کوتاہ نظر نے اصلاح الرسوم اپنی طرف سے خرید کر دیدی اسکو تھوڑی دیر دیکھکر بلا اطلاع وہ شخص چلا گیا حضرت نے شام کو اُس کوتاہ نظر کو محض بغرض اصلاح تیز لہجہ میں تنبیہ فرمائی کہ جس شخص سے حق تعالیٰ کوئی کام لیتے ہیں اُس شخص کو اُس کام کی سمجھ بھی دیدیتے ہیں ہر شخص کی حقیقت حال اُس پر منکشف فرما دیتے ہیں گو اجمالاً ہی سہی اور جو شخص جس برتاؤ کے قابل ہوتا ہے ویسا ہی برتاؤ اُس کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ گو مجھے غیب کی خبر نہیں ہوتی لیکن قلب میں ایک کشیدگی اور انقباض پیدا ہو جاتا ہے گویا کسی نے کہدیا ہو قلب کے قبول نہ کرنے کی مثال ایسی ہے جیسے اگر کوئی اندھا مکھی کھا جاوے تو معدہ قبول نہیں کرتا گو اُسکو پہچان کبھی کی ہو سکی لیکن معدہ کو تو پہچان ہے۔ وہ فوراً نکالکر باہر پھینکدیتا ہے مجھکو پچیس ۲۵ برس کے قریب کام کرتے ہو گیا قطع نظر بصیرت کے ویسے دنیاوی حیثیت سے بھی تو مجھکو اُس شخص سے زیادہ تجربہ ہے جس نے یہ کام پچیس دن بھی نہ کیا ہو۔ لہذا ایسے شخص کو کبھی ان امور میں دخل نہ دینا چاہیئے اپنے کام میں اُسکو رہنا چاہیئے دوسرے کے کاموں سے اُسکو کیا غرض۔ میں چاہتا ہوں کہ جس شخص کے ساتھ میرا برتاؤ ہمدردی کا نہو اُس کے ساتھ اپنی جماعت میں سے کسی شخص کو اظہار ہمدردی نہ کرنا چاہیئے میں اپنے گھر کے لوگوں سے بارہا کہہ چکا ہوں کہ دیکھو تم میری رائے میں مزاحم مت ہوا کرو کیونکہ میں دیکھ چکا ہوں کہ الحمدللہ سو میں مشکل سے دو تین مرتبہ اگر خطا کرتی ہو تو کرتی ہو ورنہ بحمداللہ ایسے امور میں میری رائے ٹھیک نکلتی ہے۔ کئی روز بعد ایک شخص اپنے لڑکے کو ڈھونڈھتا ہوا آیا جسکا حلیہ اُسی سے ملتا تھا جو اصلاح الرسوم دیکھ کر چلا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ وہ باپ سے خفا ہو کر گھر سے مفرور تھا پھر کچھ دنوں کے بعد یہ معلوم ہوا کہ وہی شخص ایک جاہل دنیادار فقیر کا جا کر مرید ہو گیا ہے حضرت نے اُس کوتاہ نظر کو جس نے اصلاح الرسوم خرید کر دی تھی خطاب کر کے فرمایا کہ آپنے اپنے مورد رحم کا بھی حال سُنا۔ اب تو آپ کو میرے طریق عمل کے استحسان کا یقین ہو گیا۔ میں ایسی ایسی مثالیں دکھلا کر آپ کو عین الیقین کرانا چاہتا ہوں جناب بات یہ ہے کہ بڑھئی خوب پہچانتا ہے کہ کونسی لکڑی کام کی ہے اور کونسی بیکار۔ اسی طرح معمار ہی کو اینٹ کی پہچان خوب ہوتی ہے کہ کونسی اچھی ہے اور کونسی بُری۔ حق تعالیٰ جس کے سپرد کوئی کام کرتا ہے اُسکا سلیقہ بھی اُسکو عطا فرما دیتا ہے یہ اُس شخص کا کوئی کمال نہیں ہر ماہر

فن کو اپنے فن کی بصیرت ہوتی ہے۔ چنانچہ میرے قلب میں بھی جو شخص جیسا ہوتا ہے ویسا اثر اسکو دیکھکر پیدا ہو جاتا ہے بعضوں سے ملکر شروع ہی سے قلب میں بشاشت پیدا ہوتی ہے اور برابر لطف بڑھتا رہتا ہے اور بعضوں کے ساتھ شروع ملاقات ہی سے انقباض کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو بڑھتی ہی رہتی ہے۔ یہ اپنے اختیار کی بات نہیں مجھکو تفصیلی علم اُس کی حالت کا نہیں ہوتا لیکن حق تعالیٰ کو تو سب کچھ خبر ہے وہی کام لینے والے ہیں اور وہی قلب میں اجمالی کیفیت انقباض یا انبساط کی پیدا فرما دیتے ہیں میرا کوئی کمال نہیں۔ اگر آپ مجھسے تفصیل پوچھیں اور انقباض کی مثلاً دلیل طلب کریں تو میں کچھ بھی نہیں بتلا سکتا۔ دیکھئے آلات سے کام لیا جاتا ہے لیکن خود آلات کو کچھ بھی خبر نہیں ہوتی کہ ہم سے کام ہو رہا ہے حالانکہ کام اُن سے برابر ہو ہی رہا ہے جس شخص کو حق تعالیٰ یہ کام سپرد کرنا چاہتا ہے اُس کو بلا اُسکے گمان کے پیشتر ہی سے یہ بصیرت بھی عطا فرما دیتا ہے کتابی حکایت تو نہیں ایک یوں ہی افواہی قصہ ہو کہ ایک بادشاہ سے مرتے وقت لوگوں نے اُسکے جانشین کی بابتہ وصیت طلب کی کیونکہ اُسکے کوئی اولاد نہیں تھی اس نے ایک بیہودہ سی وصیت کی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے شہر پناہ کے اندر داخل ہو اُسی کو بادشاہ بنا دیا جاوے۔ چنانچہ اتفاق سے ایک لنگوٹیا فقیر داخل ہوا۔ لوگوں نے بلا کر باوجود اُسکی منت سماجت کے کہ میں ادنیٰ فقیر ہوں بادشاہی کرنا کیا جانوں اُس کو حمام میں غسل دیکر شاہی پوشاک پہنا کر تخت پر بٹھا دیا اور سب لوگ دست بستہ دربار میں کھڑے ہوگئے جب تخت نشینی کی رسم ہو چکی تو دربار ختم کیا گیا جب وہ فقیر محل سرا میں جانیکے لئے اُٹھنے لگا تو اُس نے نہایت شان کے ساتھ وزیر کو اشارہ کیا کہ بغل میں ہاتھ دو۔ وزیر نے فوراً بغل میں ہاتھ دیکر سہارا لگایا تب بادشاہ سلامت تخت سے اٹھکر کھڑے ہوئے وزیر نے دلمیں کہا کہ افوہ اب ابھی سے یہ شان ہو گئی اُسوقت تو وزیر خاموش رہا لیکن دوسرے وقت موقع پا کر بہت ادب کے ساتھ پوچھا کہ حضور گستاخی معاف ہو یہ طریقہ شاہی حضور کو کہاں سے معلوم ہو گیا کیونکہ اس سے پیشتر تو کبھی دربار دیکھنے کا بھی اتفاق نہوا ہوگا۔ اُس فقیر نے جواب دیا کہ جس خدا نے مجھکو گدائی سے شاہی عطا فرمائی ہے اُسی نے مجھکو سب شاہی طریقے بھی سکھلا دئیے۔ احقر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ ہی کو بارہا اتفاق ہوا ہوگا کہ کسی پیچیدہ مقدمہ کی صورت بھی آپکی سمجھ میں آتی ہوگی

لیکن فیصلہ لکھتے وقت خود بخود سب باتیں ذہن میں آجاتی ہوں گی۔ وہ تو حق تعالیٰ خود قلب میں القاء فرمادیتے ہیں۔ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کی تاریخ پر بہت نظر تھی اُن سے ایک حکایت عالمگیر کے زمانہ کی سُنی ہے کہ کسی راجہ کا انتقال ہو گیا اُس کا ایک لڑکا نابالغ تھا اور ایک اس راجہ کا بھائی بھی تھا۔ سب لوگ راجہ کے بھائی کو اسکی جگہ پر کرانا چاہتے تھے لیکن وزیر اور کچھ لوگ اُس کے نابالغ لڑکے کے طرفدار تھے۔ چنانچہ وہ لوگ اُس لڑکے کو عالمگیر کے پاس بغرض سفارش لیگئے تاکہ اُسکو دیکھکر کچھ رحم آجائے۔ راستہ میں وزیر نے اُس لڑکے کو جتنے محتمل سوالات ہو سکتے تھے سب کے جوابات پڑھا دیئے کہ دیکھو اگر یہ پوچھیں تو یہ جواب دینا اور یہ سوال کریں تو یہ جواب دینا۔ جسوقت لڑکے نے دہلی کے اندر قدم رکھا ہے اُسیوقت اُسنے وزیر سے یہ سوال کیا کہ تمنے مجھے ان سب سوالات کے جواب تو سکھلا دیئے لیکن اگر ان کے علاوہ مجھسے وہ اور کوئی سوال کرے تو اُسکا کیا جواب دونگا وزیر اس سوال پر دنگ رہ گیا کہ جسنے تیرے ذہن میں اسوقت یہ سوال پیدا کیا ہے وہی اُمید ہے کہ تجھکو جواب بھی اُسوقت سوجھا دیگا۔ جسوقت لڑکا پہونچا ہے اسوقت عالمگیر محل سرا کے اندر حوض پر غسل کر رہے تھے اُنہوں نے لڑکے کو وہیں بلوالیا اور دونوں ہاتھ پکڑ کر حوض میں لٹکا کر پوچھا کہ ڈبودوں لڑکا اسپر زور سے ہنسنے لگا بادشاہ کو یہ حرکت ناگوار ہوئی کہ راجہ کا لڑکا ہو کر ایسا بے تمیز ہے پوچھا کہ یہ کیا بے تمیزی ہے اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے لڑکے نے فوراً جواب دیا کہ حضور واقعی یہ گستاخی مجھ سے ضرور ہوئی لیکن بے اختیار ہنسنے کا سبب یہ ہوا کہ حضور کے اس فرمانے پر کہ تجھکو ڈبودوں میرے اوپر ایک خیال ایسا غالب ہوا کہ میں اپنے آپکو ضبط نہ کر سکا اور بے اختیار قہقہہ نکل گیا۔ وہ یہ کہ حضور کی تو وہ شان ہی کہ اگر حضور کسی ایک انگلی بھی پکڑلیں تو وہ کسی طرح نہیں ڈوب سکتا اور حضور میرے تو دونوں ہاتھ پکڑے ہوئے ہیں پھر بھلا میں کس طرح ڈوب سکتا ہوں۔ اسلئے حضور کے ارشاد پر مجھے بے تحاشہ ہنسی آگئی کہ حضور کیسی بات فرمارہے ہیں۔ عالمگیر یہ جواب سنکر نہایت خوش ہوئے اور سمجھے کہ واقعی یہ لڑکا راجہ بنائے جانیکے قابل ہے۔ چنانچہ اُسکو گدی پر بٹھائے جانیکا حکم صادر کر دیا۔ پھر جناب مولانا عاشق الٰہی صاحب نے جو اسروز تشریف رکھتے تھے اسی قسم کے دو تین واقعات انکار بیعت کے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ العزیز کے بیان فرمائے۔ فرمایا کہ الحمدللہ توارد ہو گیا۔ احقر نے عرض کیا کہ یہ وسوسہ ہوتا ہے کہ اگر اُس شخص کو حضور

بیعت کر لیتے تو اُس جاہل پیر کے پاس نہ جاتا۔ فرمایا کہ ایسے مدفہم شخص کو بیعت کر لینے سے بھی کچھ نفع نہ ہوتا کیونکہ وہ بعد بیعت کے بھی کچھ رنگ لاتا۔

(۷۷) فرمایا کہ اکثر جگہ مریدوں کو خواہ مخواہ اُنکی خاصیت طبیعت کے خلاف ایک ہی سی تعلیم میں مشغول رکھتے ہیں اور گھونٹے جاتے ہیں جس سے مرید کو سخت تعب ہوتا ہے۔ ہمارے حضرت حاجی صاحب کے یہاں اس کی کوئی پابندی نہیں جس طرف سالک کی طبیعت چلے اُسی طرف اُسکو لگا دیتے ہیں (بشرطیکہ حدود سے تجاوز نکرے) تاکہ انقباض نہو کیونکہ فرمایا کرتے تھے کہ جمعیت بڑی چیز ہے جس طرح گھوڑا اگر ایک طرف چراگاہ میں چرنے نہیں جاتا تو دوسری طرف سہی کیونکہ آخر اُس طرف بھی تو چراگاہ ہی ہے جس طرف چاہے چرے لیکن رہے چراگاہ ہی میں۔ یہ ضروری نہیں کہ خواہ مخواہ اُسکو ایک ہی طرف چرنے کے لئے مجبور کیا جاوے۔ بلکہ یہ مضر ہے۔ سالک کی طبیعت جس میں زیادہ لگے اسی میں اُسکو مشغول رہنے کی اجازت دیجاوے خواہ مخواہ تنگی ڈالنی نہیں چاہیئے بہولت مدنظر رہے۔ ایکبار احقر نے عرض کیا کہ میری طبیعت پابندی سے بہت بھاگتی ہے ہم

(۷۸) ایک کاشتکار ٹپی المحلہ تھانہ بھون مسمّی مساوی کا کچھ گڑ ہدیہ لایا۔ حضرت نے فرمایا کہ مساوی میں تو موروثی زمین کی بہت کثرت ہے۔ اُس نے کہا کہ یہ گڑ موروثی کا نہیں ہے اور یہ بھی کہا کہ جو کھیت موروثی کا ہے اُس میں ایکھ نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ پیداوار تو سب ملی جلی ہوتی ہے اُس نے کہا کہ نہیں علیحدہ علیحدہ ہے پھر بعد کو وہ شخص یہ کہنے لگا کہ میرے پاس موروثی کوئی کھیت نہیں حضرت نے فرمایا کہ ابھی ابھی تم خود اقرار کر چکے ہو کہ جو کھیت موروثی ہے اُس میں ایکھ نہیں۔ اب میں کیسے یقین کر لوں کہ کوئی کھیت موروثی کا نہیں۔ اجی ہم ایسے متقی تو کہاں ہیں کہ دور تک کی تحقیق کریں لیکن اس طرح بھی آنکھیں نہیں بند کیجاتیں۔ بھائی دیکھ کر تو مکھی نہیں نگلی جاتی پھر عام خطاب کے طور پر فرمایا کہ ایک تو یہ بات ہے کہ دل میں شبہ پڑ گیا دوسرے یہ کہ باوجود اسکے کہ مساوی بالکل تھانہ بھون سے ملا ہوا ہے لیکن وہاں کے لوگوں کو اسقدر اجنبیت دین سے ہے جیسے کوئی دیہات پانچ سو کوس پر اہل علم سے ہو۔ کوئی بندہ خدا کا کبھی کوئی دین کی بات پوچھنے نہیں آتا۔ ہاں اگر آتے ہیں تو کوئی دودھ دینے آتا ہے کوئی گڑ چاول لاتا ہے اور میں لیتا نہیں کیونکہ اُس شخص سے کوئی چیز لینے میں نہایت ذلت معلوم ہوتی ہے جس کو خود کوئی نفع

نہ پہونچا سکے ہاں جو دینی نفع حاصل کرتا رہے وہ اگر محبت سے کبھی کچھ دے تو کسکو انکار ہے کیونکہ آخر میری گذر ہی اسی پر ہے لیکن یہ شرط ہے کہ دینے میں بجز محبت کے اور کوئی نیت نہو یہانتک کہ ثواب کی بھی نیت نہونی چاہیئے گو جب حق تعالیٰ کے تعلق کی وجہ سے دیا تو ثواب اُس کو مل ہی گیا۔ دیکھئے اگر کوئی اپنے باپ یا لڑکے کو کچھ دے تو نیت ثواب کی نہیں ہوتی لیکن ثواب ملتا ہے جیسے حدیث شریف میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے منہ میں لقمہ دے تو اُس کو ثواب ملتا ہے حالانکہ بیوی کو کوئی ثواب کی نیت سے نہیں دیتا بلکہ اگر اُس کو ثواب کی نیت کی خبر ہو جاوے تو اُس کو ناگوار ہو۔ اور وہ انکار کر دے کہ کیا میں خیرات خوری ہوں پھر فرمایا کہ ان لوگوں کی نیت بھی ہم لوگوں کے دینے میں وہی ہوتی ہے جو پیر شہیدوں کی قبروں پر چڑھاوا چڑھانے میں ہوتی ہے کہ اگر ان ملانوں کا حصہ اس میں ہو جاویگا تو برکت ہو جاویگی کھیت میں خوب اکھ پیدا ہوگی۔ غرض دینے میں نیت بھی خراب ہوتی ہے پھر حضرت نے اُس شخص سے فرمایا کہ بھائی محبت سے اگر کوئی چیز لائے تھے تو ڈھنگ سے لائے ہوتے اب تم دو برس تک برابر ملتے جلتے رہو اور دین کی باتیں پوچھتے پاچھتے رہو۔ اور لاؤ کچھ نہیں۔ گُڑ دینے کے لئے نہ آؤ بلکہ گڑ لینے کے لئے آؤ یعنی دین کی باتیں سیکھنے۔ جب تعلق بڑھ جائے تب کوئی چیز لانے کا بھی مضائقہ نہیں لیکن پھر بھی پہلے پوچھ جاؤ کہ فلاں چیز لانا چاہتا ہوں کیونکہ اگر کسی وجہ سے نہ لینا ہوا تو قبل لانے ہی کے انکار کر دینے سے اتنا رنج نہیں ہوتا جتنا لائی ہوئی چیز کے انکار کر دینے سے ہوتا ہے اس کا ہمیشہ خیال رکھنا وہ شخص ایسی واضح گفتگو کے بعد بھی پھر اصرار کرنے لگا اسپر ترش رو ہو کر فرمایا کہ بھلا دیکھئے کہانتک طبیعت میں تغیر نہ آوے آخر میں بھی بشر ہوں۔ لوگ مجکو سخت کہتے ہیں۔ اگر کوئی میرے پاس رہکر ان حرکتوں کو دیکھے تو امید ہے کہ وہ مجھ سے بھی زیادہ سخت ہو جائے۔ جب حضرت نے خود انکار فرما دیا تو کہنے لگا کہ طالب علموں کو تقسیم کرا دو حضرت نے ناراضگی کے لہجہ میں فرمایا کہ تم نے طالب علموں کی اچھی قدر کی۔ گویا وہ ایسی گری پڑی چیز کے مستحق ہیں جو چیز یہاں سے مردود ہو گئی وہ اُن کے لائق ہوئی سو ہمارے یہاں کے طالب علم گو حاجتمند ہیں لیکن بحمد اللہ وہ ایسے نہیں کہ ہر گری پڑی چیز پر رال ٹپکاتے پھریں۔ کچھ دیر بعد اُس شخص نے پھر پوچھا کہ جی تو کیا کہتے ہو۔ غرض برابر ایسی ہی حرکتیں کرتا رہا

جو پاس بیٹھنے والوں کو بھی ناگوار ہوتی تھیں۔ آخر میں اُس نے ایک شخص سے اشارہ کیا کہ تم ہی کہدو یہ حرکت مزید براں تھی آخر میں معلوم ہوا کہ یہ گڑ زکوٰۃ عشر کا تھا۔ یہ سب سے بڑھکر ہوئی امیر حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے لوگ مجھکو خواہ مخواہ ذہی کہتے ہیں۔ گو گذشتہ واقعات نہ یاد رہیں لیکن ان کا اثر تو قلب پر رہتا ہے۔ اب دیکھئے اگر میں بلا پوچھے گچھے لے لیتا اور بعد کو معلوم ہوتا تو طبیعت کو کسقدر ناگوار ہوتا اور اُسکی زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوتی۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ قلب میں بیشتر ہی نفرت پیدا ہو گئی تھی ورنہ انھوں نے اپنی طرف سے کیا کسر رکھی تھی پھر یہ شعر فرمایا ؎

قتل ایں خستہ بہ شمشیر تو تقدیر نبود ۔۔۔ ورنہ ہیچ از دم شمشیر تو تقصیر نبود

بھلا ایسی صورت میں سوچنے سے کوئی کہاں تک احتمالات نکال سکتا ہے لیکن وہ تو خود حق تعالےٰ دستگیری فرماتے ہیں۔ قلب میں بحمد اللہ بس ایسا ہوتا ہے جیسے کوئی کہہ گیا ہو۔ اُس شخص کی ناسمجھی کی باتوں پر ارشاد فرمایا کہ جو دین کا پابند نہیں ہوتا اُس کی دنیا کی سمجھ بھی خراب ہو جاتی ہے اور جو شخص دیندار ہوتا ہے گو تجربہ دنیا کا نہ ہو لیکن دنیاوی امور میں بھی اُس کی سمجھ سلیم ہو جاتی ہے حلال روزی میں بھی یہی اثر ہے۔ برخلاف اس کے حرام روزی سے فہم مسخ ہو جاتا ہے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ بوجہ دیہاتی ہونے اور کم سمجھ ہونے کے اس سے یہ حرکتیں سرزد ہوئیں فرمایا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوا کہ ان کی خطا نہیں۔ لیکن اگر کوئی بے عنوانی ناسمجھی ہی سے کرے لیکن دوسرے کو تو اُس سے پریشانی اور تکلیف ہوتی ہی ہے۔ اگر کوئی شخص بلا قصد شرکا رکے کسی کو چھرّہ مار دے تو وہ مجرم نہ سہی لیکن دوسرے کے چوٹ تو آخر لگے ہی گی اور اگر سب لوگ جاہلوں کی جہالت پر تحمل ہی کر لیا کریں تو اُن کی جہالت کی اصلاح کبھی ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس طرح سے تو اُس کو اپنی جہالت کا علم ہی نہ ہوگا۔ اور ہمیشہ بے تہذیب اور بے سلیقہ ہی رہے گا اب یہ شخص کبھی کسی کے ساتھ ایسی حرکت نہ کریگا اور گو طالب علموں کے واسطے لے لینے میں بعض قواعد سے گنجایش بھی تھی لیکن بمصلحت اصلاح نہ لینا ہی ضروری تھا کیونکہ پھر یہ شخص یہ سمجھتا کہ اجی ہم لے گئے تھے اور وہ لے ہی لیا گیا۔ کبھی اس کو جائز ناجائز کی فکر بھی نہ ہوتی۔ اب اس کو ہمیشہ کے لئے یہ بات معلوم ہو گئی کہ ناجائز چیز ایسی بُری ہوتی ہے اور آئندہ اس کے متعلق احتیاط رکھنے کی فکر ہوگی قطعی بے پروائی اس باب میں اسکو اب نہ رہے گی۔ اور جب کبھی کوئی چیز لانیکا قصد ہوگا تو بہت

احتیاط مد نظر رکھکر لائیگا۔ گویا ہمیشہ کے لئے کافی سبق ہو گیا۔ ورنہ اگر اس کی حرکتوں پر تحمل کر لیا جاتا تو اس کی کچھ بھی اصلاح نہ ہوتی۔

(۷۹) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اگر وساوس دفع نہ ہوں تو انکو بھی مرأۃ جمال خداوندی بنالیوے۔ اور سوچے کہ اللہ اکبر حق تعالیٰ نے قلب کو بھی کیسا بنایا ہے کہ کتنا ہی روکا جائے مگر وساوس سے رکتا ہی نہیں۔ کیا شان ہے۔ غرض ہر چیز کو مظہر ذات وصفات حق تعالےٰ کا تصور کرے ؎

ہر کہ مینم در جہاں غیرے تو نیست ... یا توئی یا خوئی تو یا بوئے تو

(۸۰) فرمایا کہ ذکر کے وقت ثمرات کا منتظر نہ رہے نہ کوئی کیفیت یا حالت اپنے لئے ذہن میں یا حق تعالیٰ کے سامنے تجویز کرے۔ اپنی تجویز کو مطلق دخل نہ دے۔ سب احوال کو حق تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ جو بہتر ہوگا وہ خود عطا فرمائیں گے ؎ کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند + ذکر کے وقت سرسری توجہ ذکر کی طرف یا اگر آسانی سے ہو سکے تو مذکور کی طرف کافی ہے اسمیں بھی زیادہ تعب اور تکلف کی حاجت نہیں۔ کیونکہ زیادہ تکلف سے قلب و دماغ ماؤف ہو جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ حسب استعداد خود ہی خیال بوجہ کے ساتھ جمنے لگیگا۔ نہ طبیعت میں تقاضا پیدا ہونے دے اس سے بعض اوقات یاس کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔ میری طبیعت میں تقاضا اور جلدی بہت تھی۔ اور اب بھی کسیقدر ہے۔ اس کی وجہ سے یہاں تک پریشانی کی نوبت پہونچی تھی کہ مجھکو خودکشی کے وساوس آیا کرتے تھے۔ بس یہ حالت تھی کہ جو کچھ حاصل ہونا ہے جلد حاصل ہو جاوے۔

(۸۱) فرمایا کہ اگر ثمرات کی بھی تمنا ہو تب بھی ثمرات پر نظر نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ثمرات حاصل ہوتے ہیں یکسوئی سے۔ اور جب ثمرات کے ورود کی جانب متوجہ رہا تو یکسوئی کہاں رہی پھر فرمایا کہ ذہین اور ذکی آدمی کو کیفیات وغیرہ نہیں ہوتیں۔ کیونکہ اس کا ذہن ہمیشہ چلتا رہتا ہے اسکو یکسوئی ہوتی ہی نہیں۔ اور بلا یکسوئی کے کوئی کیفیت ہو نہیں سکتی۔ اسی وجہ سے عاقل شخص کو کیفیات بہت کم ہوتی ہیں۔ برخلاف اس کے جن میں عقل کا مادہ کم ہوتا ہے ان کو کشف وغیرہ کیفیات بہت ہوتی ہیں خلاں ملک والوں میں چونکہ ذکاوت کم ہوتی ہے اس لئے ان کو ایسے آثار سے بہت مناسبت ہوتی ہے اسی لئے مولانا فرماتے ہیں کہ ؎

آزمودم عقل دور اندیش را بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را

لیکن ایسے شخصوں سے دوسروں کو فائدہ کم ہوتا ہے ایسا شخص اپنے کام کا خوب ہوتا ہے لیکن دوسروں کے کام کا نہیں ہوتا۔

(۸۲) فرمایا کہ اگر بے اختیار شیخ کا تصور بندھے تو تصور رکھے۔ کیونکہ مفید ہے ورنہ حق تعالیٰ کا تصور رکھنا بہتر ہے۔ حضرت حاجی صاحب کا یہی طریقہ تھا۔

(۸۳) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب سے اگر کوئی ذکر و شغل کا نفع ظاہر کرتا تو فرماتے کہ بھائی استعداد تو تمہارے اندر خود موجود تھی میرے ذریعے صرف ظاہر ہوگئی ہے۔ لیکن تم ایسا مت سمجھنا تم یہی سمجھنا کہ مجھی سے تم کو یہ نفع پہنچا ہے ورنہ تمہارے لئے مضر ہوگا۔ اس سے اعلیٰ درجہ کی شان ارشاد حضرت کی ظاہر ہوتی ہے۔ یہ شان اہل مقام ہی کی ہوتی ہے کہ ہر پہلو پر نظر رہے۔ ورنہ اہل حال ایک ہی بات کے پیچھے پڑجاتے ہیں۔ دوسرے پہلو پر انکی نظر ہی نہیں جاتی۔

(۸۴) ایک طالب بیعت پوری اور صاف بات نہیں کہتے تھے اگر پوری بات کہتے تھے تو کچھ جزو اس قدر آہستہ کہہ جاتے تھے کہ اصل مطلب سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ اور اگر صاف طور سے کچھ کہتے تھے تو پوری بات نہیں کہتے تھے مگر مکرر سکرر کہلایا لیکن ٹھیک طور سے انھوں نے کہہ کر نہ دیا بیچ بیچ میں دیر تک کے لئے باوجود طلب جواب خاموش بھی بیٹھے رہتے تھے سخت الجھن ہوتی تھی۔ جب گفتگو شروع کی تو اپنی جگہ سے بلا ضرورت حضرت کے قریب جاکر بلا استجازت جا بیٹھے۔ حضرت نے فرمایا کہ سب سے پہلے تو اس کی اصلاح کرتا ہوں کہ لایعنی کام کیوں کیا جائے یہ دین کے خلاف ہے لیکن ان باتوں کو آجکل یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کو دین سے کیا تعلق۔ حالانکہ تہذیب اور سلیقہ سب دین نے سکھلایا ہے لیکن مذاق اس قدر بگڑ گیا ہے کہ بے نمازی نماز پڑھنے لگے گا اور فاسق فاجر تائب ہو جائیگا لیکن ان عادات کو باوجود تنبیہ و تاکید کے چھوڑنے کا خیال نہیں ہوتا۔ ان عادات کا چھوڑنا ایسا مشکل ہو رہا ہے پھر ان صاحب سے فرمایا کہ دیکھو جو جی چاہے جا رہی ہے گفتگو کرو لیکن جب کچھ کہو تو پوری بات کہو اور صاف طور سے کہو کہ سننے والا اچھی طرح سمجھ جائے۔ کیا کہوں آداب المعاشرت ابھی تک چھپا ہی نہیں ورنہ طالب بیعت کو جہاں اور کتابیں پڑھنے کو بتلاتا ہوں اس کو بھی ضرور دیکھنے کے لئے کہا کرتا۔

(۸۵) فرمایا کہ جو ذکر و شغل کے لئے آوے اس کو کسی بات سے تعلق نہیں رکھنا چاہیئے بس اپنے کام میں مشغول رہے نہ کسی کا پیام پہونچاوے نہ کسی کا سلام شیخ کو پہونچائے، خود بھی کسی اور جانب متوجہ نہ ہو اور نہ شیخ کو متوجہ کرے بلکہ جہاں تک ہو سکے شیخ کو اپنی طرف متوجہ رکھے۔ اگر کسی کا سلام پہونچایا تو گویا اس نے خود اپنے شیخ کو دوسرے کی طرف متوجہ کیا، جو اس کی مصلحت کے بھی منافی ہے اور غیرت عشق کے بھی خلاف ہے۔

(۸۶) ایک مرید اپنے کسی عزیز کے ہمراہ آئے جو بغرض بعیت حاضر خدمت ہوئے تھے لیکن ان مرید نے یہ حال ظاہر نہیں کیا۔ بلکہ محض یہ کہا کہ میں زیارت کے لئے حاضر ہوا ہوں اس عزیز نے بعیت کی درخواست کی حسب معمول کچھ دن ٹھہر کر جانبین کے اطمینان کر لینے کے واسطے ارشاد ہوا اور فی الحال بعیت سے انکار کر دیا۔ جب وہ شخص رخصت ہو گیا تب ان مرید نے ظاہر کیا کہ مجھکو اپنے ساتھ لائے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اگر انھوں نے مرید نہ کیا تو مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب کی خدمت بابرکت میں چلا جاؤنگا۔ اسپر فرمایا کہ دیکھئے وہ تو حق تعالے آتے ہی قلب میں انقباض پیدا فرمادیتے ہیں ورنہ کسی کے دل کا حال کیا معلوم۔ لوگ بعیت کے لئے کچھ دن قیام کرنا تو ضروری سمجھتے ہی نہیں بس گاجر مولی سمجھ رکھا ہے کہ بیعہ ڈالا اور کہا کہ لاموں کی کچھ وقعت پیری مریدی کی نہیں رہی۔ بلا جانچ کے مرید کر لینا طریقہ کو بے وقعت اور بدنام کرنا ہے ایسے لوگ صرف داخل سلسلہ ہو جانا ضروری سمجھتے ہیں۔ اور کچھ غرض نہیں ہوتی۔ پھر ان مرید سے خفگی کا اظہار فرمایا کہ اب تمہارے آنے کی کچھ وقعت میرے دل میں نہ رہی اول تو تم کو اس کام کیلئے آنا ہی نہ چاہیئے تھا۔ دوسرے یہ کہ سب حالات کا اظہار کر دینا چاہیئے تھا۔ تیسرے یہ کہ تم اسکے ساتھ یہاں تک تو آئے اور یہاں آکر اس کا ساتھ چھوڑ دیا یہ مروت کے خلاف ہے اسی کے ساتھ جانا چاہیئے تھا۔ افسوس ہے کہ تم نے ابھی تک یہاں کا طریقہ بھی نہیں سمجھا۔ اگر میں اس شخص کو بعیت کر لیتا اور بعد کو یہ معلوم ہوتا کہ وہ ایسے مذبذب ارادہ سے آیا تھا تو کسقدر واہیات بات ہوتی لیکن اللہ تعالی کا شکر ہے کہ قلب میں خود بخود ہی کشیدگی پیدا ہو جاتی ہے اس پر لوگ مجھکو وہمی اور سخت کہتے ہیں اور یہ شکایت ہے کہ خشک برتاؤ کرتا ہوں۔ اب ایسے شخصوں کے ساتھ خشک برتاؤ نہ کروں تو کیا کروں ناصحین کو حقیقت حال نہیں معلوم ورنہ مجھ سے بھی زیادہ سخت

ہو جائیں۔

(۸۷) ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ ایک جماعت کے غیر منتظم ہونیکا ذکر فرمایا۔ اور فرمایا کہ تجربہ سے یہ معلوم ہوا کہ جس کام میں زیادہ آدمی ہوتے ہیں اس کا انتظام ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ ماشاءاللہ ہوشیار اور دانا تو بہت ہیں لیکن نری دانائی اور قوت علمیہ سے کام نہیں چل سکتا۔ بلکہ قوت عملیہ کی بھی ضرورت ہے۔ ہنسکر فرمایا کہ جب آدمی بڑا ہو جاتا ہے تو اس کے کام بھی غیر منتظم ہو جاتے ہیں۔ اس سے تو چھوٹا ہی رہنا اچھا۔

(۸۸) عرض کیا گیا کہ وحی میں ثقل اسقدر کیوں ہوتا ہے اور الہام میں اتنا کیوں نہیں۔ حالانکہ ہیں دونوں منجانب اللہ فرمایا کہ دونوں کا مرتبہ یکساں نہیں۔ دیکھئے پہاڑ میں ثقل بہت زیادہ ہوتا ہے اور پتھر کے ٹکڑے میں کچھ بھی نہیں۔ حالانکہ دونوں ایک ہی معدن سے ہیں جس قدر وارد قوی ہوتا ہے اسی قدر اس میں ثقل زیادہ ہوتا ہے۔ وحی بہت زیادہ قوی وارد ہے اور الہام اس درجہ کا نہیں۔

(۸۹) آج کل حضرت دفتر ششم مثنوی شریف کی شرح تحریر فرما رہے ہیں صبح سے نماز ظہر کے قریب تک اوپر کے کمرہ میں برابر تحریر میں مشغول رہتے ہیں۔ اور اکثر قیلولہ تک کی فرصت نہیں ملتی۔ فرمایا کرتے ہیں کہ بڑے جھگڑے کا کام ہے سراپا کھپ جانا پڑتا ہے جنگل ہے ؎ دل افگندیم بسم اللہ مجریھا و مرسٰھا۔ بڑے بڑے مشکل مقامات ہوتے ہیں اپنے حضرت حاجی صاحب کے ارشادات کی اب قدر ہوتی ہے سچی بات ہے کہ اگر میں حضرت کے ارشادات نہ سنے ہوتا تو ایسے مقامات کا حل کرنا ممکن نہ ہوتا۔ بحمداللہ تعالیٰ میں تو حق تعالیٰ کی دستگیری کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہوں۔ بلا سوچے الفاظ تک قلب میں آجاتے ہیں جن سے دور تک کا مطلب حل ہو جاتا ہے۔ مولانا ہر فن کی اصطلاحیں استعمال کرتے ہیں۔ دنیا بھر کے علوم و فنون سے بحث کرتے ہیں بڑے وسیع النظر ہیں۔ ایک مقام پر کبوتر بازوں کی ایک رسم تحریر فرمائی ہے جب میں اس مقام پر پہونچا تو بڑا پریشان ہوا کہ اس کا مطلب کیسے معلوم ہو اتفاق سے اسی وقت نیچے ایک کبوتر باز موجود تھا میں نے اس سے اس اصطلاح کو حل کیا جس سے مطلب بھی حل ہو گیا۔ ایسے ایسے فحش قصوں سے مولانا نے نتائج نکالے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔ مولانا بھی بڑے آزاد ہیں تمثیلوں میں ہمیشہ توسع ہوتا ہے وہ تو ...... ہی کے یہاں تمثیلوں پر بھی کفر کے فتوے ہو جاتے ہیں۔

وہ اگر مثنوی شریف کو دیکھے تو مولٰنا پر بھی کفر کا فتویٰ لگادے۔ نعوذ باللہ۔ پھر فرمایا کہ حضرت مولٰنا محمد یعقوب صاحب کی بھی نظر نہایت وسیع تھی۔ ہر فن کا ان کو شوق تھا یہاں تک کہ فرماتے تھے کہ میاں اگر گالیوں کی کتاب بھی ہو تو اس کو بھی دیکھ لینا چاہیئے اور کچھ نہیں تو دو چار گالیاں ہی یاد ہوجائیں گی۔ ایک مرتبہ حضرت مولٰنا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اگر کسی کتاب کو دس مرتبہ پڑھنے کا ارادہ ہو تو صرف آٹھ مرتبہ پڑھے دو کو باقی رکھے جس طرح چکی پھیرنے میں پوری ڈور نہیں چھوڑتے بلکہ دو ایک چکر باقی رکھتے ہیں اور انھیں کے اوپر پھر چکی کو اٹھا لیتے ہیں۔

(۹۰) نیا مکان حضرت کا بن رہا ہے حافظ صاحب نے جو کہ حضرت کے مکان کو بنوا رہے ہیں آکر دریافت کیا کہ سیڑھی کی ضرورت ہے۔ مدرسہ کی سیڑھی لیلی جاوے۔ فرمایا کہ مکان سے کرایہ لیلیا جاوے۔ مدرسہ کی چیز وقف ہے۔ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ مدرسہ کے کام کے لئے بھی تو اور جگہ سے ایسی چیزیں عاریت لیلی جاتی ہیں۔ فرمایا کہ یہ ان لوگوں کا تبرع ہے ان کو اختیار رہے وہ نہ دیا کریں لیکن مدرسہ کی چیزیں وقف ہیں میں ان کا اس طرح استعمال ناجائز سمجھتا ہوں۔ حضرت کے یہاں ایسی باتوں کا نہایت درجہ اہتمام ہے۔

(۹۱) فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ یہ سوچا کہ وعظ میں مسائل فقہیہ کا بیان کرنا علماء کی بالکل عادت نہیں ہے حالانکہ بظاہر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے ایک وعظ میں صرف چار پانچ مسائل ربو کے جو عموماً پیش آتے ہیں بیان کر دئیے۔ بعد کو مختلف لوگوں نے مختلف باتیں ان مسائل کی بابتہ آکر مجھ سے بیان کیں معلوم ہوا کہ اختلاف ہو گیا۔ اس وقت سمجھ میں آیا کہ علماء نے جو وعظ میں اس کا اہتمام نہیں کیا انھوں نے اسکی مضرت کو معلوم کر لیا تھا۔ بجز کسی کھلے مسئلہ کے مسائل دقیقہ کا بیان عام مجمع میں خلاف مصلحت ہے۔ ایسے مسائل کو صدورت واقعہ کے وقت بتلادے تاکہ اس کے اوپر آسانی کے ساتھ منطبق کیا جاسکے۔ برخلاف اس کے وعظ میں سوال فرض کر کر کے جواب دئیے جائیں گے تو بعد کو وہ سوال تو غائب ہو جائیگا اور جواب میں خواہ مخواہ شبھے پڑینگے اور لوگ گڑبڑ کرلیں گے۔ اسی مصلحت کی بنا پر علماء صرف مضامین ترغیب و ترہیب ہی کے وعظ میں بیان فرماتے ہیں۔

(۹۲) ایک مولوی صاحب تلاش تبیغ میں ہیں۔ وہ حضرت کے پاس بھی آئے۔ انھوں نے

حضرت سے سوال کیا کہ آپ مجھکو یہ تبلادیں کہ آیا آپکے قلب میں میری جانب سے کچھ کدورت ہے اور اس کے قبل ان سے بہت سی بے عنوانیاں ایذا کے رنگ میں ظاہر ہو چکی تھیں۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ آپ کیوں پوچھتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں اس سے کچھ نتائج نکالونگا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اپنے آپ کو آپکے استدلالات کا کیوں تختہ مشق بناؤں یہ تو گویا آپ یوں چاہتے ہیں کہ مجھکو آپ اپنا تابع بنائیں اور آپ میرے متبوع بنیں۔ اگر آپ کو احتمال کدورت کا ہے تو اس کے رفع کی یہ صورت نہیں جو آپ نے اختیار کی۔ خود اپنے اندر اس کدورت محتملہ کے سبب کی تفتیش کیجئے۔ پھر اس سبب کو رفع کیجئے۔ ایسے سوال سے تو کدورت نہ بھی ہو تو ہوجائے۔ یا آپ کو سوال اس عنوان سے کرنا چاہیئے تھا کہ مجھکو احتمال کدورت کا ہے اگر میرا یہ احتمال صحیح ہو تو مجھے اس کا سبب معلوم ہوجائے تاکہ میں اس کا ازالہ کروں۔ نہ اس طرح کہ جیسے آپ نے سوال کیا۔ پھر فرمایا لیکن اتنا میں ضرور کہے دیتا ہوں کہ جس غرض سے آپنے یہ سفر اختیار کیا ہے (یعنی اصلاح باطن) اس غرض کا وسوسہ بھی یہاں دل میں نہ لائیے۔ کیونکہ اس میں مناسبت طبائع میں ہونا ضروری ہے کیونکہ تزاحم کی صورت میں ہمیشہ تکدر جانبین کو رہے گا جسکی وجہ سے نفع کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ میں نے محض خیر خواہی کی بنا پر کہا ہے اور آپکی یہ غرض مجھکو معلوم ہوگئی ہے اس لئے میں واقعی صاف کہتا ہوں کہ میں امتحان سخت لیتا ہوں۔ اور جب تک ہر طرح جانچکر مناسبت کی تحقیق نہیں کرلیتا اسوقت تک بیعت نہیں کرتا۔ اور اپنے اس معمول کو میں برا بھی نہیں سمجھتا کیونکہ اسمیں کسی واجب کا ترک لازم نہیں آتا۔ بلکہ میں تو اس بیعت کو استحباب شرعی کے درجہ میں بھی نہیں خیال کرتا اگر آپ ابھی اس غرض کو دل سے نکالکر مجھکو مطلع کردیں پھر دیکھئے جو کوئی بھی بے عنوانی آپکی مجھکو ناگوار ہو پھر آپ جو چاہیں اعتراض کریں۔ اور جس طرح چاہیں برتاؤ کریں ؎

یا مکن با پیلباناں دوستی — یا بنا کن خانہ بر انداز پیل

یہ سب ناز تو اسی کے ساتھ ہیں جو پیر بنانا چاہے۔ ورنہ پھر کوئی میرے اخلاق دیکھے یہ سب سنکر ان مولوی صاحب نے کچھ جواب نہ دیا پھر شام کو حضرت نے رخصت کے وقت فرمایا کہ مولانا اب میں کچا چٹھا محض خیر خواہی کی غرض سے آپ سے عرض کئے دیتا ہوں۔ کیونکہ جس کام کے لئے آپ نکلے ہیں وہ نیک کام ہے۔ مگر اس کا طریقہ جو آپ نے اختیار کیا ہے۔ اس سے اس

طریق میں کامیابی نہیں ہو سکتی آپ میں دو بڑے مرض ہیں جو بہت بڑے مانع اس طریق کے
ہیں ایک آپ کا ذی رائے ہونا دوسرے آپکے اندر مادہ اعتراض کا ہونا اور انہیں دو سبب کی وجہ
سے میرے قلب کے اندر کدورت تو نہیں لیکن شکایت ضرور ہے اور میں مسجد میں کھڑے ہو کر آپکو
یقین دلاتا ہوں کہ اپنے حضرات میں سے کسی سے بھی آپ جس روز بیعت ہو جائیں گے اور مجھکو
مطلع کر دیں گے انشاء اللہ تعالیٰ اسی وقت سے میرے قلب کے اندر شائبہ بھی کسی قسم کے
تکدر کا آپکی جانب سے نہ رہیگا - پھر میں آپ کو اپنا دوست اور اپنے کو آپکا خادم سمجھونگا - باقی اپنی
غرض کے حصول کا یہاں پر آپ خیال بھی نہ لاویں - کیونکہ میں آپ جیسے ذی علم کی دستگیری کا ہرگز
اہل نہیں ہوں اس پر اگر آپ کہیں تو میں حلف اٹھا سکتا ہوں - اُن کے رخصت ہو جانے کے
بعد حضرت نے فرمایا کہ ان کو دو جگہ سے نفع ہو سکتا ہے یا تو حضرت مولانا **محمود حسن** صاحب سے
جن سے انھوں نے پڑھا بھی ہے اور ان کو اعتراضات سے کچھ تغیر بھی نہیں ہوتا - دوسرے
مولانا شاہ **عبد الرحیم** صاحب سے کیونکہ وہاں ان کو علمی اعتراضات کرنیکی نوبت ہی نہ آویگی
علاوہ بریں وہ ایسے باخلاق ہیں کہ ان کو کوئی اعتراض ناگوار بھی نہ ہوگا - پھر فرمایا کہ لوگ
بے طریقہ آنا چاہتے ہیں باب سے آنا چاہیئے - اور لوگ ظہر سے آنا چاہتے ہیں - مولانا فرماتے
ہیں ؎ ادخلوا الابیات من ابوابہا ؎ اطلبوا الارزاق من اسبابہا

پھر مولانا کی تعریف فرمائی کہ عربی میں بھی نظم کسقدر صاف فرماتے ہیں۔

(۹۳) یکم جمادی الاول ۱۳۳۰ھ پنجشنبہ - ایک صاحب جو عرصہ ہوا بیعت ہوئے تھے آئے
اور نقد اور کپڑا بطور ہدیہ کے پیش کیا ان صاحب نے اس عرصہ میں نہ کبھی کوئی خط بھیجا تھا نہ
کوئی دین کی بات پوچھی تھی۔ خفگی کے ساتھ سب چیزیں پیش کردہ اٹھا کر واپس کر دیں اور
تیز لہجہ میں فرمایا کہ بس اسی لئے پیر بنایا تھا کہ چڑھا وا چڑھاتے رہیں - آپنے میری سخت ذلت
کی گویا آپنے مجھکو ایسا سمجھا کہ ابھی روپیہ اور چیتھڑے دیکھتے ہی پگھل جائیں گے - تو آپ تو آپنے
مجھکو دوکاندار سمجھا - سو گو میں متقی پرہیزگار تو نہیں لیکن اللہ کا شکر ہے - کہ دکاندار بھی نہیں
گو میری گذر اسی پر ہے لیکن الحمد للہ یہ میری کمائی بھی نہیں - جس شخص کو مجھسے دین کا کچھ بھی
نفع نہ پہنچا ہو اس سے کوئی چیز لینا سخت ذلت کی بات ہے یہ تو ایسا ہوا کہ گویا میں نے آپکو

اسی واسطے بیعت کیا تھا۔ لوگوں نے پیری مریدی کا ناس کر رکھا ہے۔ یہ سب خرابی ڈالی ہوئی ان پیرزادوں کی ہے انھوں نے یہ مسئلہ گھڑ رکھا ہے کہ جو خالی ہاتھ جائیگا وہ خالی ہاتھ آئیگا بلا کچھ دیئے فیض حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ اگر کچھ نہ ہو تو استنجے کے ڈھیلے ہی لیجاوے بس یہ تصوف کا ماحصل لوگوں کے ذہنوں میں بٹھا رکھا ہے۔ اسوقت یہ جو کچھ آپ لائے ہیں محض اس رسم کے پورا کرنیکے واسطے لائے ہیں کہ سامنے جائیں تو خالی لٹھ ایسے کس طرح جا کھڑے ہوں اور بلا کچھ دیئے وہاں ڈٹیاں توڑیں اسمیں تو شیخی کرکری ہوتی ہے۔ ورنہ میں یہ پوچھتا ہوں کہ اتنے عرصہ میں صرف آج ہی یہ کیوں محبت کا جوش اٹھا۔ اس سے پہلے اگر کبھی خط وغیرہ نہیں بھیجا تھا تو کوئی ہدیہ ہی بھیجا ہوتا کیونکہ بہت سی چیزیں ڈاک کے ذریعہ سے بھیجی جا سکتی ہیں۔ یہ نہ ہوا کہ کبھی آٹھ آنہ پیسے ہی بھیجدیتے اس سے خدانہ کرے میرا یہ مطلب نہیں کہ آپ ڈاک کے ذریعہ سے چیزیں بھیجا کریں۔ کیونکہ بفضلہ مجھکو واپس کرنا بھی آتا ہے۔ یہ یقینی ہے کہ اگر آپ ڈاک کے ذریعہ سے بھی کچھ بھیجتے تو بھی میں واپس ہی کرتا لیکن اسوقت یہ شکایت تو نہوتی کہ بس منہ دیکھکر ہی محبت کا جوش اٹھا۔ ان صاحب نے قسم کھا کر محبت کا موجب تحریک ہونا ظاہر کیا۔ تو فرمایا بس قسمیں نہ کھائیے۔ کیونکہ اسمیں حق تعالیٰ کے نام کی بے ادبی ہوتی ہے اور قسم کھانے سے میرا منہ بند ہو جاویگا۔ پھر خواہ آپ کی کیسی ہی لغو تقریر ہو میں اسمیں کچھ نہ کہہ سکونگا۔ بلکہ میں یقین دلاتا ہوں کہ میں بلا قسم کے بھی تسلیم کرلونگا۔ اگر آپ میرے اس سوال کا کوئی معقول جواب دیدیں جس سے چار سننے والوں ہی کو تسلی ہو جاوے خواہ خود مجھکو نہ ہو میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں اُن چار آدمیوں کی اس کے تسلیم کر لینے میں تقلید کرلونگا وہ سوال یہی ہے کہ اگر محبت کی وجہ سے آپنے ہدیہ دیا ہے تو اسکی کیا وجہ کہ اس سے پہلے کبھی کیوں محبت نہ ہوئی۔ اُن صاحب نے یہ بھی عرض کیا کہ حضور نے جو ارشاد فرما دیا تھا اس پر میں عمل کرتا رہا ہوں۔ فرمایا کہ کبھی آپنے یہ بھی کیا ہے کہ طبیب سے منضج کا نسخہ پوچھکر بس عمر بھر اسیکو گھونٹا کئے ہوں۔ اور مسہل کا نسخہ پوچھنے کی آپنے ضرورت نہ سمجھی ہو اگر صرف ایک ہی مرتبہ کی تعلیم پر کار بند ہو کر پھر کچھ پوچھنا پھانا نہ تھا تو اس کے لئے بیعت ہی کی کونسی ضرورت تھی ارشاد مرشد حضرت حاجی صاحب کی کتاب موجود ہے۔ میری بھی کتابیں موجود ہیں بس انھیں میں سے دیکھکر عمل کرنا شروع کر دیا ہوتا۔ اور تعجب ہے آپکو اتنے عرصہ میں کبھی کسی مسئلہ کے پوچھنے کی بھی ضرورت

بندش نہ آئی بھلا ایسے مرید ہونے سے کیا فائدہ۔ اسی لئے میں نے عام طور سے بیعت کرنا چھوڑ دیا ہے اور اسقدر سختی برتی اگر میں نے کسی کو مرید کرلیا ہو تو یہ سمجھئے کہ اُس کی طرف سے بہت ہی زیادہ اصرار ہوا ہوگا تب میں نے مرید کیا ہوگا۔ لیکن اسپر بھی یہ کیفیت ہے۔ تیسرے دن جب یہ صاحب رخصت ہونے لگے تو اُنھوں نے معافی کی درخواست کی۔ فرمایا کہ جی آپ نے کوئی ایسا قصور نہیں کیا جسکی معافی کی ضرورت ہو۔ البتہ جس سبب سے میں نے آپ کا ہدیہ قبول نہیں کیا اُس کا تدارک ہونا چاہیئے یعنی اب آپ برابر خط وکتابت جاری رکھیں۔ اور اگر آپ کی تسلی یوں نہیں ہوتی تو لیجئے میں کہے دیتا ہوں کہ میں نے معاف کردیا۔ پھر فرمایا بھلا آپ ہی انصاف سے کہئے کہ میری شکایت کیا بیجا ہے۔ خط وکتابت نہ کرنا دلیل کام نہ کرنے کی ہے کیونکہ جو شخص کام کرتا ہے ممکن نہیں کہ اُسکو کچھ پوچھنا پاچھنا نہ پڑے۔ پھر اُن صاحب نے کم از کم کپڑوں کا جوڑا ہی قبول فرمالینے کی درخواست کی اور عرض کیا کہ محض محبت سے سلوا کر لایا تھا۔ فرمایا کہ آپ کو محبت تو ہے لیکن کم سمجھی کیساتھ۔ کم سمجھی کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ باوجود ایک مرتبہ کے انکار کے پھر اصرار کرنا تو گویا مجھکو رائے دینا ہے میں آپکی رائے کا اتباع کروں یا آپ کو میری رائے کا اتباع کرنا چاہیئے۔ گویا آپ شیخ بننا چاہتے ہیں آپ کو یہ سمجھنا کہ میرے انکار ہی میں مصلحت ہے شیخ کا حق ادا کرنا ہے اور اگر آپنے یہ سمجھا کہ میں نے بدنفسی سے انکار کیا تھا تو آپ نے شیخ کا حق ادا نہیں کیا تو گویا آپ مجھ سے مصلحت فوت کرنے کی درخواست کرتے ہیں۔ اب آپکو عمر بھر کے لئے تنبیہ ہوگئی کیونکہ قاعدہ ہے کہ عملی تنبیہ کبھی نہیں بھولتی قولی تنبیہ کبھی یاد رہتی ہے کبھی نہیں یاد رہتی۔ دوبارہ قبول کرکے یہ ساری مصلحتیں میں کیسے برباد کردوں۔ اپنی تو دنیا سنواروں اور دوسرے کا دین بگاڑوں یہ کیسے ہو سکتا ہے بھلا آپ سمجھ سکتے ہیں کہ میں بلا مصلحت کس طرح لینے سے انکار کرسکتا تھا جبکہ میری گذر اسی پر ہے۔ نہ میرے یہاں کوئی تجارت ہوتی ہے نہ کھیتی ہوتی ہے یہی میری آمدنی ہے۔ کوئی بھی شخص ایسا دنیا میں ہے جسکو کوئی چیز آتی ہوئی بُری معلوم ہوتی ہو اور اگر کسی کو اُسکی روزی آتی ہوئی بُری معلوم ہوتی ہو تو یہ اُسکی سخت بُرائی ہے۔ اسقدر تقریر کے بعد بھی اُن صاحب نے ذکر کیا کہ میں ایک جوڑی کھڑاؤں بنوا کر لایا ہوں۔ اسپر فرمایا کہ یہ تو بچہ کا پھسلانا ہوا کہ بھائی حلوا کھالے اگر حلوا نہیں کھاتا تو لے بھائی چاول کھالے اگر چاول نہیں تو دودھ ہی پی لے۔ کیا آپ نے مجھے بچہ سمجھ لیا ہے یہ تو

آپ میرے ساتھ ہنسی ہی کر رہے ہیں کچھ سمجھ سے بھی تو کام لینا چاہیئے۔ خیر اب آپ مجھ سے خط و کتابت کرتے رہیں جب میرا دل آپ سے کھل جاویگا اور میں دیکھ لونگا کہ ہاں اب آپ کام میں لگ گئے ہیں تب ہدیہ کا بھی مضائقہ نہیں لیکن اگر کبھی کوئی چیز بھیجنے کو جی چاہے تو یہ ضرور کیجئے گا کہ پہلے دریافت کر لیجیے گا۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر میرے معمول اور قاعدہ اور طبیعت کے خلاف نہوا تو اجازت بھی دیدونگا یہ نہ سمجھئے کہ ہمیشہ انکار ہی کر دیا کروں گا۔ ہاں اگر کوئی ہدیہ خلاف میرے معمول کے ہوگا تو انکار بھی کرونگا۔ یہ صاحب متعدد چیزیں لائے تھے چنانچہ زیادہ مقدار میں گڑ بھی تھا جو رکھے رکھے پھیل گیا تھا جس کا ساتھ واپس لیجانا انھوں نے مشکل بتلایا حضرت نے فرمایا کہ اگر آپ کی مرضی ہو تو طالب علموں کو تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ انھوں نے بہت خوشی سے منظور کر لیا۔ ان کے رخصت ہو جانیکے بعد حضرت نے فرمایا کہ میری طبیعت کچھ ایسی ہے کہ متعدد چیزیں اگر کوئی شخص ہدیہ میں دے تو بہت بوجھ معلوم ہوتا ہے مثلاً دس عہ روپیہ ایک ساتھ کوئی دے تو انکا لینا گراں نہیں معلوم ہوتا اور اگر دس روپیہ کی متعدد چیزیں دے تو ہر چیز کا الگ الگ بار ہوتا ہے اور مجھے ایسے معاملات میں شبہ بہت ہوتا ہے۔ متعدد چیزوں میں نیت یہ ہوتی ہے کہ اس چیز کی بھی قدر ہو۔ اس چیز کی بھی قدر ہو۔ پھر فرمایا بس روپیہ سب سے بہتر ہدیہ ہے کیونکہ اس سے جتنی ضرورت کی چیزیں ہیں سب آ سکتی ہیں جب میں حج سے واپس آیا تو ایک صاحب نے محبت سے ایک روپیہ کی مٹھائی منگا کر میری دعوت کرنی چاہی میں نے کہا کہ میاں مٹھائی میرے حصہ میں بھلا کتنی آئیگی میری خوشی ہی کرنی ہے تو روپیہ ہی مجھے کیوں نہ دیدو۔ انھوں نے بہت خوشی سے روپیہ دیدیا۔ میں اپنے صرف میں لے آیا مٹھائی کا میں کیا کرتا۔ ایک صاحب نے خط میں دریافت کیا کہ میں ایک جوتہ ہدیہ میں بھیجنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ میں نے لکھدیا کہ میرے پاس کئی جوڑے موجود ہیں۔ پھر انھوں نے لکھا کہ جو چیز پسند ہو وہ بھیجدوں۔ میں نے لکھ بھیجا کہ مجھے دماغ کا کام بہت کرنا پڑتا ہے مجھے بادام لیکر بھیجدو۔ چنانچہ انھوں نے بادام بھیجدیئے میں نے کہا لئے یہ بے تکلفی بہت اچھی بات ہے لیکن ایسی بے تکلفی زیادہ ملنے جلنے سے یا زیادہ خط و کتابت سے پیدا ہوتی ہے بلا اس کے طبیعت کھلتی نہیں۔ ان صاحب کا گڑ زیادہ مقدار میں تھا فرمایا کہ میں اس معاملہ میں بہت بدگمان ہوں کیونکہ مجھے بہت تجربہ ہو چکا ہے۔ زیادہ مقدار میں دینے والے بس یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے

حق ادا کر دیا عمل کو پھر ضروری نہیں سمجھتے۔ زیادہ مقدار میں اہتمام و تکلف بھی بہت کرنا پڑتا ہے یہ کیا ضرور ہے کہ سارا گھر ہی خالی کر دے ہنسکر فرمایا کہ تھوڑا تھوڑا دینے میں پھر کی دنیا کا بھی نفع ہے کیونکہ تھوڑا تھوڑا کر کے بہت جمع ہو جاتا ہے ؎

چرا نستانی از ہر یک جو سیم   کہ گرد آید ترا ہر روز گنجے۔

اگر لوگ بہت بہت دیں تو جن کے پاس کم ہے اُن کی ہمت بھی دینے کی نہ پڑے۔ اس سے بہت نقصان رہے۔

(۹۴) فرمایا کہ موجدان یورپ کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم نے ایسی ایسی ایجادیں کی ہیں۔ حالانکہ ان سب ایجادوں کے جو چیز جڑ ہے وہ کسی کے بھی اختیار میں نہیں یعنی کسی صورتِ صنعت کا قوتِ فکریہ میں فائض ہو جانا۔ اگر یہ اُن کے اختیار میں تھا تو قوتِ فکریہ تو بیس برس پہلے بھی تھی اُسوقت کیوں وہ صورت ذہن میں نہیں آگئی۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بات ذہن سے اتر جاتی ہے تو لاکھ قوت فکریہ کو عمل میں لائیے وہ یاد ہی نہیں آتی۔ کسی بات کا سوجھا دینا یہ حق تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔

(۹۵) ایک شخص نے کسی امر سے اپنی خلاصی کی دعا، بذریعہ خط نہایت تفصیل کے ساتھ کرائی کہ یہ صورت ہو جائے اور پھر وہ صورت ہو جائے۔ فرمایا کہ بھلے مانس نے اللہ میاں کو رائے دی ہے۔ اعتدائی الدعا رہے۔ بس یہ دعا مانگنی چاہیئے کہ الٰہی اس بلا سے نجات عطا فرما۔ طریقے تجویز کرنا تو اللہ میاں کو رائے دینا ہے۔ یہ تو ایسا ہوا کہ کوئی لڑکا کہے کہ اماں مجھے چوتھی روٹی جو سکے وہ دیجیو۔ بھلا اس سے اُس کو کیا غرض۔ چاہے جونسی روٹی ہو اُسے روٹی سے مطلب۔ ہماری ایک دو اتھی اللہ اکبر بڑی سیدھی تھی جب وہ کھا چکتی تو کہتی کہ اللہ میاں جو میں نے بتھی کا ساگ کھایا ہے اسکا ثواب تو سیتا کو دیجیو اور جو فلاں چیز کھائی ہے اسکا ثواب فلاں کو غرض کھاتی تو سب کچھ خود اور ثواب بخشدیتی مردوں کو اس تفصیل کے ساتھ اسی طرح اکثر فاتحہ کرانے والے بھی خود ہی کھا جاتے ہیں اُن کا عقیدہ یہ ہے کہ خود فاتحہ ہی سے ثواب پہونچ جاتا ہے۔ اُس چیز کے خیرات کرنیکی ضرورت نہیں گویا الفاظِ فاتحہ ہی کے ساتھ لپٹ کر وہ کھانا بھی چلا جاتا ہو۔ بدعات دین کے خلاف تو ہیں ہی عقل کے بھی تو خلاف ہیں۔ ایک

بی بی کو ہمارے یہاں سے ایک ہیئت کے کپڑے بھیجے گئے تو اس نے برا مانکر واپس کر دیئے کہ میں کیوں لینے لگی۔ اور روپیہ اسی مد میں سے بھیجا تو وہ لےلیا۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ لوگ مردے کے کپڑوں کو تو منحوس سمجھتے ہیں ہم تو جب جانیں جب اسکی جائداد کو اور جو ہزار یا پانچسو روپیہ اس نے بلینک میں چھوڑے ہیں ان کو بھی چھوڑ دیں۔ بس ساری نحوست اس کے پہنے ہوئے کپڑوں ہی میں سمجھی جاتی ہے۔ یا جو کپڑے اس نے پہننے کے ارادہ سے بنائے ہوں۔ روپیہ کو تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو چلتی ہوئی چیز ہے۔ کانپور میں موت کے وقت عجیب رسم ہے کہ گھر کے گھڑونکا پانی بھی گرا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس پانی سے حضرت عزرائیل علیہ السلام نے چھری دھوئی ہے۔

(۹۶) ایک شخص کا خط دیکھکر فرمایا کہ انھوں نے مجھے لکھا تھا کہ میرے سینہ میں سوزش معلوم ہوتی ہے وہ ذکر کا اثر سمجھے۔ میں نے لکھا کہ کسی طبیب کو دکھلا کر علاج کراؤ کیونکہ یہ سوزش معدہ کی خرابی کی وجہ سے ہے۔ آثار ذکر سے نہیں۔ اب انھوں نے لکھا ہے کہ واقعی حکیم صاحب نے بھی یہی تجویز کیا۔ اور علاج سے سوزش جاتی رہی۔ پھر فرمایا کہ مجھے جلدی سے یقین نہیں ہوجاتا کہ یہ بھی کوئی باطنی حالت ہے۔ عرض کیا گیا کہ حضور نے یہ تشخیص باوجود حکیم ظاہری نہ ہونے کے کیسے فرما لی۔ فرمایا کہ اجی گو میں حکیم نہیں لیکن اتنی بات تو جانتا ہی ہوں کہ معدہ کی تبخیر سے یہ سوزش پیدا ہو جاتی ہے سوزش کا آثار ذکر سے ہونیکے متعلق اپنا واقعہ یاد آیا کہ ایکبار احقر نے قلب کی حرکت کا ذکر کیا تو فوراً فرمایا کہ یہ ذکر نہیں ہے اختلاج ہے۔ درود شریف پڑھئے۔

(۹۷) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی بڑے ظریف تھے۔ ایسی بات چپکے سے فرما دیتے تھے کہ سننے والوں کے پیٹ میں ہنستے ہنستے بل پڑ جاتے تھے لیکن خود بالکل نہیں ہنستے تھے۔ اور لوگ تو ہنس رہے ہیں اور آپ تسبیح لئے اللہ اللہ کر رہے ہیں۔ اللہ اکبر بڑا وقار تھا۔ اور بہت کم گو تھے۔ گو عام طور سے جو لوگ کم گو ہوتے ہیں ان کا کلام بہت مختصر اور مبہم ہوتا ہے لیکن مولانا باوجود استقدر کم گو ہونے کے جسوقت گفتگو فرماتے تھے تو نہایت صاف اور بلند آواز سے اور نہایت کافی شافی تقریر ہوتی تھی حضرت مولانا کو حق تعالیٰ نے ہر پہلو سے کامل پیدا فرمایا تھا میں نے کوئی شخص ایسے عادات وصفات کا نہیں دیکھا۔

(۹۸) فرمایا کہ جب میں کسی کے ہدیہ کو رد کرتا ہوں تو گو وجہ کے ساتھ ہو لیکن بہت ڈرتا ہوں

کیونکہ غور کرنے سے کسی قدر شک کبر کا ہوتا ہے جس سے نہایت خوف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرماوے۔ استغنا اور کبر میں فرق نہایت دشوار ہے۔ دونوں بہت متشابہ ہیں کبھی اسمیں دھوکہ ہو جاتا ہے کہ جس کو ہم استغنا سمجھ رہے ہیں وہ دراصل ہوتا ہے کبر۔ خدا ہی محفوظ رکھے تو انسان محفوظ رہ سکتا ہے ورنہ ہمارا ہر قول۔ فعل۔ حال۔ قال۔ سب ہی پُر از خطر ہے کوئی حالت خطرہ سے خالی نہیں ہے مجھے تو اب وہ شعر اکثر یاد آیا کرتا ہے جو کبھی بچپن میں پڑھا تھا ؎

من نگویم کہ طاعتم بپذیر　　قلم عفو بر گناہم کش

بلکہ بروئے حدیث[عہ] تو بر گناہم کیا حق تعالیٰ ہماری طاعات کو معاف فرمائے طاعات تو خیر کیا قابل معافی ہوتیں مطلب یہ ہے کہ جو اُن میں کوتاہی ہے وہ معاف فرمائے کیونکہ ہم اپنی طاعات سمجھ رہے ہیں وہ درحقیقت طاعات ہی کب ہیں جسطرح کوئی بے ڈھنگے طور سے پنکھا جھل رہا ہو یا اور کوئی خدمت کر رہا ہو تو وہ تو اپنے جی میں بڑا خوش ہوگا کہ ہم خدمت کر رہے ہیں حالانکہ بعضی خدمت سے سخت اذیت ہوتی ہے لیکن محض دلشکنی کی وجہ سے اُن کو منع نہیں کیا جاتا اسی طرح ہماری طاعات ہیں۔ کبھی کوئی یہ خیال نہ کرے کہ ہمنے گھنٹہ بھر تک اللہ اللہ کیا ہے۔ یہ خبر نہیں کہ وہاں کچھ پوچھ تک بھی نہیں ہوئی۔ ایسی طاعات پر میں کہتا ہوں کہ ہم لوگوں پر اگر مواخذہ نہو تو غنیمت ہے۔ درجات کی تو اہل درجات تمنا کریں یہاں تو بس یہ التجا ہے کہ حق تعالیٰ سزا سے بچا دیں خواہ جنت میں صفِ نعال ہی میں جگہ ملجائے ردِ ہدیہ کے ذکر کے سلسلہ میں یہ بھی فرمایا کہ حضرت حاتم اصم کی کی حکایت ہے یا کسی اور بزرگ کی کہ ایک شخص نے ہدیہ پیش کیا آپنے واپس فرما دیا اُس نے دوبارہ پیش کیا تو لیلیا کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرت آپ تو بہت جلدی راضی ہو گئے۔ فرمایا کہ بھائی میرے نہ لینے میں ہدیہ والے کی ذلت تھی۔ اور میرے لینے میں میری ذلت ہوئی میں نے اپنے بھائی مسلمان کی عزت کو اپنی عزت پر ترجیح دی۔ اللہ اکبر یہ حضرات تھے واقعی اللہ والے۔ ہر قول اور ہر فعل کے پُر از خطر ہونے کی تقریر کے سلسلہ میں یہ ارشاد حکایت

[عہ] حدیث میں ہے حضرت ابو موسیٰ اشعری رض نے یہ فرمایا کہ ہمکو تو اپنے سب اعمال پر توقع اجر کی ہے حضرت عمر رض نے فرمایا کہ جو اعمال ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ہوئے ہیں وہ تو مقبول ہو جاویں اور حضور کے بعد جو ہوئے ہیں اگر اُن پر مواخذہ نہ ہو تو غنیمت ہے اجر کی ہم ہوس نہیں کرتے۔ ۱۲

فرمائی کہ ایک درویش بلا قصور کسی جرم میں ماخوذ ہو کر جیلخانہ بھیج گئے۔ انھوں نے دل میں خیال کیا کہ یا اللہ کون سی خطا میں یہ سزا ملی ہے۔ گو خطائیں ہر وقت ہی سرزد ہوتی رہتی ہیں لیکن چونکہ وہ عارف تھے اس لئے یہ سمجھتے تھے کہ کسی نئی خطا پر نئی سزا دی گئی ہے ورنہ سینکڑوں خطائیں ہر وقت معاف ہوتی رہتی ہیں کیونکہ اگر ہر خطا پر سزا ہو تو کہیں ٹھکانا ہی نہ رہے۔ الغرض اُن درویش صاحب کو یہ سوچ ہوا۔ الہام ہوا کہ یاد کرو تمنے ہمسے دعا کی تھی کہ یا اللہ بس دو روٹی اسوقت اور دو روٹی اُسوقت کھانیکو ملجایا کریں۔ چنانچہ ہم نے اسکا سامان کردیا۔ تمنے یہ نہیں کہا تھا کہ عافیت کے ساتھ ملیں۔ اگر تم صرف عافیت طلب کرتے تو اسمیں سب کچھ آجاتا۔ انھوں نے فوراً توبہ کی۔ اُسی وقت بادشاہ کا خاص پروانہ لیکر آیا کہ فلاں شخص کی بابت یہ ثابت ہوگیا ہے کہ وہ بے قصور سزایاب ہوا ہے لہذا اُس کو رہا کر دیا جاوے۔ چنانچہ فوراً رہا کر دیئے گئے۔ اسی وجہ سے احادیث کی دعائیں بالکل بے خطر ہیں ورنہ ہماری دعاؤں میں اس قسم کی کوتاہیاں ہوسکتی ہیں۔ بلکہ صحابہ تک سے ہوئی ہیں۔

(۹۹) ایک دیہاتی نے بعد عشاء جب حضرت گھر تشریف لیجانے لگے حضرت کا جوتہ اٹھاکر پہننے کے واسطے آگے بڑھکر رکھدیا۔ حضرت کے استعمال میں دو جوڑے رہتے ہیں ایک مضبوط جوتہ جو صبح کے وقت جنگل جانے کے لئے پہنا جاتا ہے اور ایک معمولی جوتہ گھر کے استعمال کیلئے اُن صاحب نے وہ جوتہ رکھدیا جس کو شب کے وقت گھر جاتے ہوئے پہننا حضرت کا معمول نہ تھا اسوجہ سے حضرت کو دوبارہ خود تکلیف کرنی پڑی اور خلجان ہوا وہ جدا۔ حضرت نے فرمایا کہ ارے بھائی جس شخص کو کسی کے معمولات کی خبر نہو اسکو خدمت نہیں کرنا چاہیئے۔ اب دیکھو اس تمہاری خدمت سے کسقدر زحمت ہوئی بھلا ایسی خدمت سے کیا فائدہ نکلا۔ اسی لئے مجھے اپنے کام خود ہی کرنے میں راحت رہتی ہے کیونکہ جو شخص معمولات سے باخبر نہو وہ خدمت کس طرح کرسکتا ہے۔ اسی شخص نے شب گذشتہ بھی جوتہ لاکر رکھا تھا۔ اُس وقت چلتے ہوئی صرف یہ بات فرمائی تھی کہ واہ آپنے بڑا بھاری کام کیا دس بیس کوس سے اتنا بھاری اسباب لاد کر لے آئے ارے میاں یہ بھی بھلا کوئی خدمت ہوئی کوئی ایسا کام کیا ہوتا جس سے کچھ آرام تو پہونچتا۔ جوتہ کیا میں خود نہیں لا سکتا تھا دوسری شب کو پھر وہی کام کیا اور ایسے بے ڈھنگے پن سے جسکا اوپر مذکور ہوا۔ پھر راستہ بھر

یہی فرماتے رہے کہ قلوب میں رسوم کچھ ایسی غالب ہوگئی ہیں کہ چھوٹتی ہی نہیں۔ بس انھوں نے یہ دیکھ لیا کہ سب لوگ جوتے اٹھا اٹھا کر رکھتے ہیں لاؤ ہم بھی یہی کریں محض رسم پرستی رنگی ہے مجھے شرم بھی آتی ہے کہ ایک شخص محبت سے خدمت کرتا ہے اُسے کیا منع کروں لیکن کیا کروں میرا سخت حرج ہو جاتا ہے۔ اور مجھے ایک منٹ بھی اپنا ضائع ہونا سخت گراں گذرتا ہے۔ ہاں جیسے بھولے مخدومیت کے اور کچھ نہ کرنا ہو وہ چاہے اسی قصہ میں رہے اب دیکھئے میں کتاب ع۵ گھر لیئے جارہا ہوں رات کو بھی لکھونگا۔ ان کی خدمت سے اتنی پریشانی فضول ہوئی اور جھک جھک میں وقت ضائع ہوا وہ الگ۔ اب آج انکو سمجھایا یہ رخصت ہوجائیں گے کل کو دوسرے نئے صاحب تشریف لائیں گے۔ اب میں بس اسی قصہ کا ہو لیا کہ روز یہی سبق پڑھایا کریں اور بعضی بات عمل میں تو معمولی ہوتی ہے لیکن اُسکو دوسرے کو سمجھانا بہت مشکل ہوتا ہے۔ جوتہ رکھنے کی حرکت اس احقر نے بھی کی تھی۔ فرمایا کہ بس جناب آپ پابندی نہ کیجئے نہ میں اوروں کو مقید کرنا چاہتا ہوں نہ خود مقید ہونا چاہتا ہوں اللہ کے فضل سے بہت سے خدمت کرنے والے ہیں۔ آپ کی ضرورت نہیں۔ آپ جس کام کے لئے آئے ہیں اُسی میں لگے رہئے مجھے راحت اُسی سے ہوتی ہے بلکہ خدمت سے اُلٹی کلفت ہوتی ہے پھر اُس دیہاتی کے متعلق فرمایا کہ یہ پچھلی مرتبہ مجھ پر اعتراض کر کے گئے تھے کہ میں اتنے دن رہا مجھے روٹیوں کے لئے بھی نہ پوچھا مجھے کسی کے اعتراض سے ذرا تغیر نہیں ہوتا لیکن جو شخص محبت کا دعوی کرے اُسکا اعتراض بالکل محبت کے مقتضا کے خلاف ہے اسی شخص نے دوسرے موقعہ پر پیر دبانے چاہے تو انکار فرما دیا کہ بھائی مجھے تمہارا اعتراض ابھی بھولا نہیں ہے تمہارے پیر دلبنے سے میرا کیا جی بھلا ہوگا۔ پھر اُن صاحب کا ذکر فرمایا جنکا ہدیہ رد فرما دیا تھا کہ دیکھئے اُنہیں سے جھک جھک ہوئی سچ کہتا ہوں مجھے نہایت خوف معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ یوں نہ فرمائیں کہ ارے نالائق ہم تو تجکو دلواتے ہیں اور تو واپس کر دیتا ہے۔ نہایت خوف ہوا کرتا ہے حق تعالیٰ معاف فرمائیں پھر فرمایا کہ گو اُن کے ہدیہ میں غالب محبت ہی ہو لیکن

ع۵۔ شرح مثنوی دفتر ششم ختم ہونے والی تھی۔ چونکہ ختم کے قریب ہر کام میں حضرت کو سخت تقاضا ہوتا ہے اس لئے رات بھر لکھتے رہے مطلق نہیں سوئے بجز ظہر کی اذان تک بلا قیلولہ کئے لکھتے رہے یہاں تک کہ ختم ہی کر کے ظہر کی نماز کے لئے اُٹھے۔ واقعی حضرت جس کام کو لیتے ہیں اسی طرح اُس میں کوشش کرتے ہیں رات دن مشاہدہ ہے۔

کچھ آمیزش اس کی بھی ضرور تھی کہ وہاں روٹیاں کھائیں گے کچھ نہ دینا دلت کی بات ہے اس لئے میں نے اب ان روٹیوں کے قصہ ہی کو موقوف کر دیا۔ بس ایک وقت کھانا کھلا دیتا ہوں پھر کہہ دیتا ہوں کہ اپنا انتظام کر لیجئے۔ تاکہ لوگوں کو یہ خیال بھی نہو باستثنار، خاص خاص موقعوں کے۔ پھر فرمایا کہ یہ جوان کے ساتھ ہیں وہ بھی مرید ہونے کے لئے آئے ہیں لیکن اب اُن کی ہمت نہ ہوگی کہ یہاں تو بڑی سختی ہوتی ہے۔ سو گو مجھ سے کوئی مرید نہو لیکن اتنا فائدہ تو ضرور ہوتا ہے کہ اُس کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ مرید ہونا ایسی معمولی بات نہیں ہے اب اگر کسی دوسری جگہ جائیگا تو اُس کے ذہن میں یہ ضرور رہیگا کہ بیعت کے کچھ شرائط بھی ہیں اور اگر اُس کو اتنی سمجھ نہ بھی ہوئی تو اور سننے والوں کو تو حقیقت طریق کی معلوم ہو ہی جائیگی میں لوگوں کو یہی دکھلانا چاہتا ہوں کہ اصل طریق کیا ہے بس کوئی میری سختی کو جھیل لے پھر دیکھے کہ میں عمر بھر کے لئے اُسکا خادم ہوں۔ احقر نے عرض کیا کہ اخلاق کی ایسی مفصل تعلیم تو بہت مدت سے نہ ہوئی ہوگی۔ فرمایا کہ جی ہاں میں تو کہا کرتا ہوں کہ علمار درسی کتابیں پڑھاتے ہیں اور میاں جی الف بے تے۔ سو الف بے تے پڑھانا میرے سپرد ہوا ہے۔ عرض کیا گیا کہ خدا کرے یہ طریقہ خوب رواج پکڑ جائے فرمایا کہ مشکل معلوم ہوتا ہی کیونکہ اگر اور دو ایک جگہ بھی اس کا اہتمام ہوتا تو امید ہوتی لیکن اور بعض حضرات اسقدر سختی کے خلاف ہیں فرماتے ہیں کہ اس طرح تو پھر کوئی بھی نہ آدے لیکن اپنی اپنی رائے ہے میرا خیال ہی کہ اگر سب جگہ یہی ہونے لگے تو پھر خوب لوگ آنے لگیں کیونکہ پھر آخر جائیں گے کہاں۔ میری نظر ذکر و شغل کی طرف اسقدر نہیں ہی جتنی کہ اخلاق پر کیونکہ انکا تعلق دوسروں سے ہی۔ گفتگو کرتے کرتے جب گھر پہونچے تو دیکھا کہ ملازم تنہا مردانہ مکان میں چراغ جلتا چھوڑ کر کہیں چلے گئے ہیں فرمایا کہ اس کی حدیث شریف میں سخت ممانعت ہے کبھی ایسا نہ کرنا چاہیئے کل رات میری چھتری میں آگ لگ گئی دیا سلائی کسی طرح اسپر جا پڑی ویسے تو خبر ہوئی نہیں جب ایک ساتھ دھڑ دھڑ جلنے لگی تب معلوم ہو خیریت ہو گئی کہ میں چراغ جلا کر کام کر رہا تھا ورنہ آگ سوتے میں نہ معلوم کہاں کی کہاں پہونچتی۔ کھانے کے واسطے جب ہاتھ دھوئے تو عرض کیا گیا کہ کیا ہاتھ دھونا ضروری ہے فرمایا کہ سنت ہے کیونکہ باوجود پاک ہونے کے اکثر ہاتھ بے موقع پڑ جاتے ہیں کہیں کھجا لیا کبھی ناک میں انگلی ڈالدی کہیں اور

بے موقع ہاتھ پڑ گیا۔ اور ایسے ہاتھوں سے کھانا کھانا نظافت کے خلاف ہے اسی لئے صرف ہاتھ دھونا سنت ہے کلی کرنا قبل کھانے کے مسنون نہیں کیونکہ منہ میں کوئی ایسی ویسی چیز تو لگی ہوتی نہیں اس لئے کلی نہ کرنا چاہیئے۔

(۱۰۰) رد ہدیہ کے موجب اندیشہ ہونے کے تذکرہ میں فلاں مولانا صاحب نے عرض کیا کہ ایسی حالت میں ہدیہ لیلے بعد کو اس کی مکافات کر دے۔ فرمایا کہ جناب اس طرح کس کس کے ہدیہ کو یاد رکھے۔ بالخصوص میری طبیعت میں تو اس قدر جلدی اور تقاضا ہے کہ اگر کسی کا ایک پیسہ بھی میرے پاس ہوتا ہے تو بس یہ تقاضا ہوتا ہے کہ جلدی اپنے پاس سے علیحدہ ہو۔ ایک مرتبہ میں نے اپنے گھر کے لوگوں سے ایک روپیہ لیا تھا آدھی رات کو خیال آیا کہ دینا ہے بس چین نہ پڑا اٹھکر دیکھا کہ آیا جاگ رہی ہیں یا سو رہی ہیں چونکہ ان کی بھی نیند کم ہے انھوں نے کہا کیا ہے میں نے کہا یہ روپیہ اپنا لیلو۔ انھوں نے کہا یا اللہ ایسی کیا جلدی تھی میں نے کہا کہ میرے پاس سے لیلو ورنہ مجھے رات بھر نیند نہیں آئیگی۔ جب ان کو دیدیا تب نیند آئی۔ ایسی بُری طبیعت ہے اسی طرح رات میں جب کوئی مضمون ذہن میں آتا ہے تو اسی وقت چراغ جلا کر پرچہ لکھکر سرہانے رکھ لیتا ہوں جب اطمینان ہوتا ہے۔ اسی جلدی اور تقاضا کی بنا پر کبھی بطور ناز کے میں حق تعالیٰ سے دعا کیا کرتا ہوں کہ یا اللہ مجھے تو آپ بلا سزا کے بخشد یجئے گا ورنہ سزا میں مجھے کیسے صبر ہوسکیگا کہ کب مغفرت ہوگی۔

جمعہ ۲ جمادی الاوّل ۱۳۵۳ ہجری

(۱۰۱) دو صاحبوں نے بیعت کی درخواست کی۔ فرمایا کہ مجھے بیعت سے تو انکار نہیں لیکن میں اس امر میں جلدی کو مناسب نہیں سمجھتا۔ قبل بیعت کے یہ ضروری ہے کہ آپ میرا اطمینان کرلیں اور میں آپ کا اطمینان کروں۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہم لوگوں نے حضور کی تعلیم الدین وغیرہ کتابیں دیکھ لی ہیں۔ فرمایا کہ یہ تو گویا آپ نے اپنا اطمینان کرلیا ہے۔ لیکن مجھے بھی تو آپکا اطمینان کرلینا ضروری ہے۔ پھر فرمایا کہ میرے طریقہ میں طول بہت ہے، میرے یہاں تعلیم تو فوراً شروع ہوجاتی ہے لیکن بیعت پورے اطمینان کے بعد کرتا ہوں۔ اور اصل چیز تعلیم ہی ہے۔ بیعت کوئی ضروری چیز نہیں۔ نفع ہونیکے لئے محض تعلق محبت کا کافی ہے پھر بعد اطمینان کے بیعت میں بھی مضائقہ

نہیں سو اکثر میرا طریقہ یہ ہے کہ پہلے میں قرآن مجید کی تصحیح کراتا ہوں کیونکہ بغیر اس کے صحیح کئے نماز
ہی پوری طرح ادا نہیں ہوتی بشرط قدرت پھر ضروری مسئلوں کی تعلیم۔ اسلئے آپ اگر یہاں
زیادہ نہ ٹھہر سکیں تو اپنے مکان پر ان دونوں باتوں کا انتظام کرلیں۔ کسی صحیح پڑھنے والے
سے قرآن مجید کی تصحیح کریں اور بہشتی زیور اور اصلاح الرسوم دیکھیں ان میں ضروری ضروری
مسائل موجود ہیں اور اس درمیان میں برابر اپنے حالات سے اطلاع دیتے رہیں کہ پہلے ہم یہ یہ
کرتے تھے اور اب کتابیں دیکھنے کے بعد ان باتوں کو چھوڑ دیا اور فلاں فلاں حالت میں
فلاں فلاں فرق ہوا جب اس خط و کتابت سے میرا اطمینان ہوجائیگا کہ ہاں آپ کام کرنے لگے
تب ذکر و شغل کی تعلیم ہوگی اسمیں بھی برابر حالات سے اطلاع دینی ہوگی اس طریقہ سے انشاءاللہ
تعالیٰ حسب استعداد نفع ہونے لگیگا۔ اور اس طریق سے مجھکو بھی اطمینان حاصل ہوجائیگا۔ پھر
اس اطمینان کے حاصل ہونے میں چاہے دو مہینے لگ جائیں یا دو برس لگ جائیں یہ میرے
اختیار کا کام نہیں باقی یہ میں خیرخواہانہ رائے دیتا ہوں کہ چونکہ میرے یہاں کے طریقہ میں ان
شرائط کے اعتبار سے طول بہت ہے اور آپکے دل میں شوق اور اضطراب بیعت ہونے کا ہے علاوہ بریں
میرا طریقہ اصلاح کا بھی بہت سخت ہے چھوٹی چھوٹی باتوں پر میں سخت گرفت کرتا ہوں جس کا تحمل
اکثر لوگوں پر شاق ہوتا ہے اسلئے زیادہ بہتر یہ ہے کہ آپ بیعت تو اپنے حضرات میں سے کسی
اور بزرگ سے ہوجائیں کیونکہ بفضلہ سب ایک ہی ہیں کچھ فرق نہیں اور خدمت تعلیم
و تلقین کے لئے میں حاضر ہوں اس صورت میں بشاشت بھی بہت رہیگی اور آپ کی کسی
بے عنوانی سے مجھکو تکدر بھی نہ ہوگا۔ بلکہ جتنی کچھ بھی طلب آپکے اندر ہوگی اسکو نہایت غنیمت
سمجھونگا۔ اور بہت شوق اور رغبت کے ساتھ خدمت کرتا رہونگا ایسی حالت میں انشاءاللہ تعالیٰ
نفع کی بھی بہت امید ہے اس تقریر پر ان صاحبان نے عرض کیا کہ حضور کے ارشاد پر عمل کرنا
ہمکو منظور ہے ہمیں تو حضور ہی سے عقیدت ہے اس پر فرمایا کہ اس کے جواب کی حاجت نہیں یہ تو
میں نے محض خیرخواہانہ طور پر آپ کو مشورہ دیا ہے۔ آیندہ آپ کو اختیار ہے۔ باقی اکثر حالتوں
میں میرے اس مشورہ کی قدر بعد میرے برتاؤ کے ہوتی ہے۔ اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ ہاں بھائی وہی رائے
ٹھیک تھی۔ ایکبار فرمایا کہ بیعت میں جانبین کو چاہیئے کہ جلدی ہرگز نہ کریں میں تو کہہ دیا کرتا ہوں کہ

معاملہ کی بابت سے آپ میرا اطمینان کرلیں میں آپکا اطمینان کرلوں میں کچھ پڑھنے کے لئے آپکو تبلادوں آپ اسکو کرتے رہیں۔ اور برابر حالات سے اطلاع دیتے رہیں۔ اگر آپ کو کچھ نفع ہونے لگے تو مجھ سے رجوع کریں ورنہ مجھے چھوڑدیں اسی طرح خط وکتابت سے اگر مجھے اطمینان ہوجاوے کہ آپ کام میں لگ گئے ہیں تو میں آپ کو قبول کروں۔ ورنہ جواب دیدوں۔ معاملہ کی بات تو یہی ہے پھر فرمایا کہ لوگ اصل چیز بیعت کو سمجھتے ہیں حالانکہ اصل چیز تعلیم ہے۔ گو میں بیعت کے برکات کا منکر نہیں لیکن محض بیعت بلا تعلیم کے بالکل کافی نہیں اور تعلیم بلا بیعت کے بالکل کافی ہے اگر میں یہ کہوں کہ بیعت تو کرونگا لیکن تعلیم کچھ نہ دونگا تو ہزاروں لوگ مرید ہونے کے لئے تیار ہیں اور اگر میں یہ کہتا ہوں کہ بھائی بیعت تو ابھی کرتا نہیں لیکن تعلیم دینے کے لئے تیار ہوں اور نفع میں ذرہ برابر بھی کمی نہ ہونیکا یقین دلاتا ہوں لیکن اس کو کوئی قبول نہیں کرتا دیکھئے جو چیز دراصل ضروری ہے یعنی تعلیم اسکو تو ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ اور جو چیز کچھ بھی ضروری نہیں یعنی بیعت اس کو اتنا ضروری سمجھتے ہیں پھر بدعت کس کو کہتے ہیں اہل حق اور بدعات کو تو منع کرتے ہیں لیکن اس طرف ان کا بھی خیال نہیں گیا۔ جامع عرض کرتا ہے کہ اس کے متعلق نہایت مفصل تحقیق ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۲ھ کے ایک طویل ملفوظ میں آئیگی۔ جس کے مخاطب ایک پیرزادہ صاحب ہیں۔ ناظرین منتظر رہیں۔

(۱۰۲) جناب مولنا **عاشق الہی** صاحب نے استفسار کیا کہ حضرت غوث پاک نے تحریر فرمایا ہے کہ ترک دعا عزیمت ہے اور دعا کرنا رخصت۔ فرمایا کہ یہ کسی غلبہ حال میں فرمایا ہے یا یہ ان کی رائے ہے کیونکہ وہ اس فن کے مجتہد تھے۔ باقی اکثر کا مذاق اور تحقیق یہی ہے کہ ترک دعا سے دعا ہی افضل ہے کیونکہ دعا میں افتقار الی اللہ ہے جو ترک دعا میں نہیں ہے مستفسر صاحب نے عرض کیا کہ دعا کرنے میں تو حق تعالیٰ کے اختیار اور مصلحت کے خلاف کوئی امر خاص اپنی رائے سے اپنے لئے تجویز کرنا ہوتا ہے یہ تو گویا اپنے اختیار کو حق تعالیٰ کے اختیار پر ترجیح دینا ہوا۔ اور ترک دعا میں یہ بات نہیں۔ فرمایا کہ جی نہیں عین دعا کے وقت بھی یہ خیال ہوتا ہے کہ اگر یہ خاص بات میری مصلحت کے خلاف ہو اور حق تعالیٰ اس کو قبول نہ فرمائیں تب بھی میں راضی ہوں۔ اور اگر دعا قبول نہیں ہوتی تو اس کے قلب میں شکایت پیدا نہیں ہوتی کیونکہ محبت میں ناگوار باتیں بھی سب گوارا ہوجاتی ہیں۔ جیسا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت یا لڑکے پر

عاشق ہوجائے اور وہ اس کو مارے پیٹے تب بھی اس کو ناگوار نہیں ہوتا۔ اور حق تعالیٰ سے محبت ہونا فطری ہے ہر شخص کو یہاں تک کہ کفار کو بھی محبت حق تعالیٰ سے ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے گو وہ محبت اجمالی اور ناتمام ہی سہی۔ تو جتنے فضائل ترک دعا میں ہیں ان سب کا مجموعہ دعا میں بیع شیٔ زاید حاصل ہے علاوہ اس کے اختیار دعا میں یہ کتنی بڑی بات ہے کہ حق تعالےٰ کی رحمت وشفقت کا مشاہدہ ہوتا ہے کہ کیا ٹھکانا ہے۔ رحمت کا کہ باوجود اس علم کے کہ فلاں حالت حق تعالیٰ کے علم میں اس کی مصلحت کے خلاف ہے پھر بھی ہماری تسلی کے لئے اس کا مانگنا ہمارے لئے جائز فرمادیا ہے۔ اس تصور سے حق تعالیٰ کے ساتھ محبت کا غلبہ ہو کر عجیب کیفیت ہوتی ہے اور بات یہ ہے کہ دعا کیوں نہ مانگیں جب ہم روز یہ مشاہدہ کررہے ہیں کہ دعا مانگتے ہی ملجاتا ہے شاید دو تین موقعہ بھی ایسے مشکل سے نکلیں گے کہ جن میں دعا قبول نہ ہوئی ہو۔ پھر مولنا عاشق الٰہی صاحب نے عرض کیا کہ بلا دعا جو کچھ ہونا ہے وہ ہوجائیگا فرمایا کہ یہ تو مسئلہ قدر میں آپ گفتگو کرنے لگے اس کی بحث علیحدہ ہے اگر یہی ہے تو پھر نماز روزہ کی بھی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ جنت دوزخ جو کچھ ملنی ہے ملجائیگی اور میں نعوذ باللہ حضرت شیخ کا معارضہ نہیں کرتا لیکن اپنا اپنا مذاق ہے۔ اور میں تو بعض احوال میں رخصت پر عمل کرنے کو بہ نسبت عزائم پر عمل کرنے کے افضل سمجھتا ہوں۔ کیونکہ جو شخص ہمیشہ عزائم پر عمل کرتا ہے اس کو ہمیشہ اپنے عمل پر نظر ہوتی ہے اور جو کچھ عطا ہوتا ہے اسکو بمقابلہ اپنے عمل کے کم سمجھتا ہے اس کے دلمیں یہ شکایت پیدا ہوتی ہے کہ دیکھو میں اتنے دن سے ایسی مشقت زہد وتقویٰ کی اٹھا رہا ہوں اور اتنا عرصہ ذکر وشغل کرتے ہوگیا اور اب تک کچھ بھی نصیب نہ ہوا۔ یہ کسقدر گندہ خیال ہے برخلاف اس کے جو بعض دفعہ رخصتوں پر عمل رکھتا ہے اس کو اپنے عمل پر نظر کبھی ہو ہی نہیں سکتی اپنے ذکر وشغل کو بھی وہ یوں ہی گڑبڑ سڑبڑ سمجھتا ہے اس کو جو کچھ بھی عطا ہوتا ہے اس کو بمقابلہ اپنے عمل کے ہمیشہ زیادہ سمجھتا ہے اور درصورت عدم ورود کیفیات وغیرہ کے بھی اس کو کبھی شکایت نہیں پیدا ہوسکتی۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میں عمل ہی کیا کرتا ہوں۔ جو ثمرات کا مستحق ہوں اور سابق الذکر شخص ہمیشہ ثمرات عظیمہ کا منتظر رہتا ہے اور درصورت عدم عطا اسکو شکایت پیدا ہوتی ہے بہرحال رخصت پر عمل کرنے والے کی نظر میں ہمیشہ حق تعالیٰ کی عطاؤں کا پلہ بمقابلہ اس کے اعمال کے بھاری رہتا ہے جس سے اسکو طبعاً حق تعالیٰ کے ساتھ محبت پیدا ہوجاتی ہے کیونکہ ہمارے

قلوب بالخصوص اس زمانہ میں ایسے ضعیف ہیں کہ بلا مشاہدہ رحمت کے حق تعالیٰ سے تعلق محبت کا پیدا نہیں ہوتا۔ یہ کس قدر بڑی نعمت ہے اور یہ تقریر عام طور سے تو کہنے کے قابل نہیں تھی کیونکہ لوگ عمل میں سست ہوجائیں گے لیکن خیر اس وقت تو یہاں کوئی ایسا ناسمجھ نہیں ہے

جناب مولٰنا عاشق الٰہی صاحب نے پھر زہد کی فضیلت کی بابتہ عرض کیا۔ فرمایا کہ زہد ترک لذات کا نام نہیں ہے بلکہ محض تقلیل لذات زہد کے لئے کافی ہے یعنی لذات میں انہماک نہ ہو کہ رات دن اسی کی فکر ہے کہ یہ چیز پکنی چاہیئے وہ چیز منگانا چاہیئے۔ کہیں کے چاول اچھے ہیں تو وہاں سے چاول آرہے ہیں۔ کہیں کی بالائی مشہور ہے تو کہہ رہے ہیں کہ بھائی وہاں سے بالائی لینے آنا۔ نفیس نفیس کپڑوں اور کھانوں ہی کی فکر میں رہنا۔ یہ منافی زہد کے ہے۔ ورنہ اگر بلا تکلف و بلا اہتمام خاص کچھ لذات میسر ہوجائیں تو حق تعالیٰ کی نعمت ہے شکر کرنا چاہیئے بہت کم کھانا بھی زہد نہیں ہے نہ یہ مقصود ہے اس کے کم کھانے سے کوئی خدا تعالیٰ کے خزانہ میں توفیر جمع نہ ہوجاویگی۔ یہ نہ ہوگا کہ بھائی بڑے خیرخواہ سرکار ہیں۔ کہ پوری تنخواہ بھی نہیں لیتے وہاں ان باتوں کی کیا پرواہ ہے لیکن اتنا بھی نہ کھاوے کہ پیٹ میں درد ہوجاوے۔ حضرت حاجی صاحب کا تو یہ مذاق تھا کہ نفس کو خوب آرام سے رکھے لیکن اس سے کام بھی لے میرا تو یہ خیال ہے ع کہ مزدور خوشدل کند کار بیش۔ جس دن معلوم ہوتا ہے کہ آج اچھی چیز پکی ہے اس دن کام کرتے وقت یہ خوشی رہتی ہے کہ فارغ ہوکر اچھی چیز کھانے کو ملیگی۔ نفس کے واسطے کوئی ابھارنے والی چیز ضرور ہونی چاہیئے حضرت حاجی صاحب نے ایک روز فرمایا کہ میاں اشرف علی پانی ہمیشہ ٹھنڈا پینا چاہیئے۔ کہ ہر بن موسے الحمدللہ نکلے۔ ورنہ گرم پانی پیکر زبان تو الحمدللہ کہے گی لیکن دل شریک نہ ہوگا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کی بھی عجیب شان تھی۔ فرماتے تھے کہ جاہ عند الخلق تو سب کے نزدیک مذموم ہی لیکن جو لوگ عارف ہیں ان کے نزدیک جاہ عند الخالق کا بھی قصد ناپسندیدہ ہی۔ کیونکہ اس کا حاصل تو یہ ہوا

ف۔ یہاں پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب اس مضمون کی اشاعت کردی گئی تو پھر مخفی کہاں رہا۔ کیونکہ جب یہ ظاہر کردیا گیا کہ یہ تقریر عام طور سے کہنے کے قابل نہیں ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ اس مضمون میں غلط فہمی کا اندیشہ ہے۔ گویا تنبیہ ہے کہ اگر غلط فہمی ہونے لگے تو کسی محقق سے رجوع کرے۔ از خود کوئی غلط معنی نہ سمجھ لے ۱۲۔

کہ یہ شخص حق تعالیٰ کے نزدیک کبیر بننا چاہتا ہے۔ تو گویا یہ اپنے نزدیک ایسی شان رکھتا ہے کہ حق تعالیٰ کی نظروں میں بھی باوقعت ہوسکے۔ پھر ہمارے حضرت مولنا سلمہم اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تو حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد ہے اور ایک اسکی میرے ذہن میں مثال آگئی ہے جس سے اس مضمون کی بابتہ پورا شرح صدر ہوگیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک معشوق فرض کیجئے کہ جو دنیا بھر کے حسینوں سے بڑھکر حسین وجمیل ہو اور اس کے مقابلہ میں اس کا ایک عاشق تصور کیجئے جس سے بڑھکر دنیا بھر میں کوئی بدشکل اور بھونڈی صورت کا نہ ہو یعنی جو اندھا۔ لنجہ۔ گنجہ۔ کھدرہ ہر طرح بھنڈی بھانت کا ناک بھی پچکی ہوئی ہونٹ بھی موٹے موٹے دانت باہر کو نکلے ہوئے کالا بھجنگ۔ چیچک کے گہرے گہرے داغ چہرے پر غرض کوئی عیب نہیں جو اسمیں موجود نہ ہو اب ایسا شخص اگر عمل حب کا کراتا پھرے کہ کسی طرح اس کا حسین وجمیل معشوق خود اس کے اوپر عاشق ہو جائے تو کیا لوگ اس کو پاگل نہ سمجھیں گے اور کیا اس کی اس آرزو کو خلل دماغ ہی نہ بتلائیں گے۔ اس سے بھی کہیں بڑھکر تفاوت حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کی شان اور ایک بندہ کی شان میں ہے پھر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب میں شان عبدیت بیحد غالب تھی۔ اپنے آپکو فاسق فاجر سے بھی زیادہ برا سمجھتے تھے نزول کامل حاصل تھا۔ ایسے شخص سے فیض ارشاد بہت زیادہ جاری ہوتا ہے پھر فرمایا کہ وہ قول تو بطور کلیہ کے تھا ایک واقعہ جزئیہ بھی یاد پڑا جو حضرت کی اس شان عبدیت کو ظاہر کرتا ہے اور جس سے حاضرین پر ایک خاص کیفیت طاری ہوگئی تھی۔ ایک مرتبہ کسی نے کسی ایسے عمل کی درخواست کی کہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت نصیب ہوجاوے حضرت نے فرمایا کہ بھائی تم بڑے درجہ کے لوگ ہو تمہارے بڑے حوصلے ہیں کہ حضرت کی زیارت کی تمنا ہے۔ ہمکو تو اگر حضرت کے گنبد خضراہی کی زیارت نصیب ہوجائے اسی کو ہزار غنیمت سمجھتے ہیں کیونکہ ہم تو ایسے بھی نہیں کہ حضرت کے روضہ مبارک کی بھی زیارت کے قابل ہوں تمہارے بڑے حوصلے ہیں کہ خود حضرت کی زیارت کی تمنا ہے۔ ہمارا تو خیال بھی اتنی دور نہیں جاتا

(۱۰۳) فرمایا کہ آجکل سلامتی یکسوئی اور عزلت ہی میں ہے ایک بزرگ کا قول کسی کتاب میں دیکھا ہے کہ عزلت میں بھی یہ نیت نہ ہونی چاہیے کہ میں لوگوں کے شر سے محفوظ رہوں بلکہ یہ نیت ہونی چاہیے کہ میں مثل سانپ بچھو کے ہوں مجھکو الگ ہی رہنا مناسب ہے تاکہ لوگ

میرے شر سے محفوظ رہیں اللہ اکبر سلف نے کہاں تک احتیاط عجب وغیرہ سے کی ہے لیکن بعضے خیال کا بہ تکلف جمانا ہوتا بڑا مشکل ہے۔ اب آج کل ہمارے زمانہ میں ایسے نفوس کہاں ہیں کہ عزلت میں یہ نیت کر سکیں یہ خیال جمانا ہے ذرا مشکل کہ ہم عزلت اختیار کر کے دوسروں کو اپنے شر سے بچا دیں اسلئے میں نے اسمیں کچھ ترمیم تجویز کی ہے کہ یہ نیت کرے کہ بعض کو اپنے شر سے محفوظ رکھوں اور بعض کے شر سے اپنے آپ کو محفوظ رکھوں یہ آسان ہے عزلت میں سلامتی ہونیکے ذکر میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ گو میرے ماموں صاحب کا مشرب بوجہ غلبۂ حال کے ہم لوگوں سے جدا تھا لیکن تجربہ کار اور دانشمند شخص تھے فرماتے تھے کہ دیکھو میاں اشرف علی ایسا کبھی نہ کرنا کہ دوسرے کے جوتوں کی حفاظت میں اپنی گٹھری اٹھوا دو۔ اپنی گٹھری کی حفاظت دوسرے کے جوتہ کی حفاظت سے زیادہ ضروری ہے سو واقعی بڑے تجربہ کی بات فرمائی آدمی دوسرے کی دنیا کے نفع کے پیچھے اپنے دین کا نقصان کر بیٹھتا ہے۔ اور اگر دوسرے کے دین کی حفاظت میں اپنے دین کا اندیشہ ہو تو بھی اپنے دین کی حفاظت مقدم ہے۔

(۱۰۴) عرض کیا گیا کہ حدیث شریف میں چاند کے متعلق جو یہ دعا آئی ہے اعوذ باللّٰہ من شر ھذا الغاسق تو چاند میں کیا شر ہے فرمایا کہ بہت سے شر ہیں مثلاً چاند کی روشنی میں کسی برے کام کے واسطے چلنا کسی کو بری نگاہ سے گھورنا وغیرہ۔

(۱۰۵) جناب مولوی ظفر احمد صاحب سلمہ نے عرض کیا کہ معصیت پر غصہ کرنے میں عجب تو نہیں ہوتا فرمایا کہ غصہ کرنا بغض فی اللہ ہے اور بہت اچھی بات ہے لیکن دوسرے کو حقیر نہ سمجھے غصہ ذات فعل پر ہونا چاہئیے۔ اور یہ سمجھے کہ گو اس معصیت کے اعتبار سے یہ شخص اچھا نہیں لیکن ممکن ہے کہ اس کے اندر اور اوصاف ایسے ہوں جو مجھ میں نہیں ہیں۔ اور مجموعی حیثیت سے یہ شخص مجھسے افضل ہو یا یہ سوچے کہ اعتبار خاتمہ کا ہے کیا خبر کہ کس کا خاتمہ کیسا ہو اس پر جناب مولٰنا مولوی عاشق الٰہی صاحب نے عرض کیا کہ جب یہ خیال ہوگا تو پھر غصہ ہی کیوں رہیگا۔ فرو نہ ہو جائیگا فرمایا کہ جی فرو کیسے ہو جائیگا جبکہ اس کا سبب موجود ہے جس سے وہ غصہ پیدا ہوا تھا۔ اس خیال سے غصہ فرو نہیں ہو جاتا جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ تجربہ کر کے دیکھ لیجئے۔ البتہ دوسرے کی تحقیر قلب سے نکل جاتی ہے۔

(۱۰۶) ایک نو مسلم صاحب نے خواب میں اپنے والد کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا بیان کیا حالانکہ وہ بظاہر اسلام نہیں لائے تھے انھوں نے عرض کیا کہ مولوی **اصغر حسین** صاحب نے اس خواب کی بابتہ فرمایا ہے کہ ممکن ہے وہ دل میں اسلام لے آئے ہوں لیکن اپنا اسلام ظاہر کرنے کی ہمت نہ ہوئی ہو۔ نو مسلم صاحب نے حضرت سے دریافت کیا کہ کیا اس سے میرے لئے اپنے والد کی بابتہ کوئی خاص حکم دعا و استغفار وغیرہ کا تو نہیں ثابت ہوتا فرمایا کہ جی آپکے لئے اس سے کچھ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ بالخصوص خواب کی بات پر کوئی حکم کیسے ثابت ہوسکتا ہے خواب میں جو نظر آتا ہے وہ ایک قسم کا ظل ہوتا ہے جس کا واقعہ اکثر محتاج تعبیر ہوتا ہے پھر فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یا حضرت علی رضہ کے زمانہ میں ایک صاحب تشریف لائے اور ایک دوسرے شخص کو بھی ساتھ لائے اور عرض کیا کہ یا امیر المومنین اس شخص نے خواب میں میری ماں کے ساتھ زنا کیا ہے جس کا یہ اقرار کرتا ہے اس کے اوپر حد جاری فرمائی جاوے۔ حضرت نے فرمایا کہ خواب کے زنا پر کہیں حد کا حکم دیا جاسکتا ہے اس نے عرض کیا کہ حضرت اس نے زنا کا اقرار کیا ہے اس سے میری سخت توہین ہوئی ہے اس کو ضرور سزا ملنی چاہیئے۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا اس کو دھوپ میں کھڑا کردو اور جلاد کو حکم دیا کہ اس کے سایہ پر سنو درے لگا دیوے کیونکہ خود اس شخص نے تو زنا کیا نہیں ہے اس کے وجود ظلی نے اس کا ارتکاب کیا ہے چنانچہ اس کے سایہ کو جو اس کا وجود ظلی ہے درے لگا دئے گئے پھر فرمایا کہ سبحان اللہ خلفائے اسلام بڑے زیرک اور عاقل ہوئے ہیں۔

(۱۰۷) ایک کمیاب کتاب جس کا حوالہ مثنوی شریف کے کسی حاشیہ میں تھا حل مقام کے لئے حضرت نے خاص طور سے بزمانہ تصنیف کلید مثنوی اٹاوہ سے منگائی اور جس روز آئی اسی روز دیکھنے کے بعد واپس فرمادی۔ فرمایا کہ دیکھئے آٹھ آنہ پیسے خرچ ہوئے ہیں آج ہی واپس کررہا ہوں کوئی تصنیف کی قدر کیا جانے اب میں اس مقام پر ایک سطر میں مطلب لکھدونگا وہاں پڑھنے والوں کو یہ کیا معلوم ہوگا کہ اس کے لئے اتنی زحمت اٹھانی پڑی تھی۔ پھر فرمایا کہ ایک کتاب دیکھنے کے لئے مظفر نگر کے سفر کا ارادہ تھا لیکن معلوم ہوا کہ وہ وہاں موجود نہیں ہے اب میں محض اپنی یاد سے لکھ سکونگا۔ پورا اطمینان نہ ہوسکا جو دوبار دیکھنے سے ہوتا۔

(۱۰۸) مغرب کے وقت فرمایا کہ صبح سے اسوقت تک گھر نہیں گیا اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ گھر میں بیچاری اکیلی ہوتی ہیں اور دن دن بھر اکیلی بیٹھی رہتی ہیں۔ لیکن اُن اللہ کی بندی میں ایثار اور راحت رسانی خلق کا مادہ اس قدر ہے کہ کبھی کچھ نہیں کہتیں بلکہ کہا کرتی ہیں کہ جسمیں تمہیں راحت ہو وہی کرو میری وجہ سے اپنے کسی معمول میں فرق نہ ڈالو۔ اُن میں خدمت مخلوق اور ایثار بہت ہی زیادہ ہے دوسروں کو راحت پہونچانے کیلئے آپ ہمیشہ تکلیف میں رہتی ہیں۔ اسی شفقت و ایثار کی بدولت وہ مقروض تک ہو جاتی ہیں اور گو میں اُن کو منع ہی کرتا رہتا ہوں کہ اتنی تکلیف کیوں اپنے اوپر برداشت کرتی ہو لیکن سچی بات یہ ہے کہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ اُن کی مغفرت انشاء اللہ تعالیٰ اسی کی بدولت ہوگی کیونکہ خدمت خلق بڑی چیز ہے۔ دوسروں کی راحت کے لئے اپنے اوپر تکلیفیں برداشت کرنا آسان کام نہیں ہے۔

(۱۰۹) ایک صاحب کسی کا دستی استفتاء لائے فرمایا کہ دو پیسہ کا ٹکٹ خرید کر اور پتہ لکھکر رکھ جاؤ میں بعد کو اطمینان سے لکھکر ڈاک میں بھیجدوں گا۔ اسوقت جلدی میں نہ معلوم کیا سے کیا لکھ جاؤں پھر فرمایا کہ لوگ بھی غضب کرتے ہیں کبھی ایسا نہ کیا کہ کسی جانیوالے کے ہاتھ لکھ کر کسی حاکم کے نام درخواست دیدی ہو کہ بھائی اس کا جواب لیتے آئیو بس یہ تو ضابطہ کے خلاف ہے اور دین کے لئے کسی ضابطہ ہی کی ضرورت نہیں۔ مسئلوں کا نازک معاملہ ہوتا ہے کبھی کوئی کتاب دیکھنی ہوتی ہے۔ اُس میں تلاش کرنا ہوتا ہے۔ کبھی غور کی ضرورت ہوتی ہے ادھر خط لانیوالے کا تقاضا ہوتا ہے جلدی میں کوئی غلطی رہ جائے یا نظر چوک جائے۔ چنانچہ ایک شخص دستی استفتاء فرائض کا لائے میں نے جواب لکھدیا جب وہ چلا گیا تب خیال آیا کہ جواب میں غلطی ہو گئی چونکہ اُس شخص کا کچھ پتہ نشان نہ دریافت کیا تھا اس لئے سخت پریشان ہوا کہ نہ معلوم اس غلطی کا کہاں کہاں اثر پھیلے گا اور نہ معلوم کس کس کے حقوق ضائع ہونگے نہایت حیران تھا کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آتی تھی آخر حق تعالیٰ سے دل میں دعا کی کہ اب میرے اختیار سے تو خارج ہو گیا آپ چاہیں تو سب کچھ کر سکتے ہیں کوئی آدھ گھنٹہ کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ وہی شخص چلا آ رہا ہے۔ کہا کہ مولوی صاحب میں تو بہت دور نکل گیا تھا وہاں جا کر

نظر پڑی تو معلوم ہوا کہ آپ نے اس فتوے پر مُہر تو لگائی ہی نہیں میں نے اُس سے کہا کہ ہاں بھائی ہاں لاؤ مُہر تو میں لگایا نہیں کرتا وہ تو حق تعالےٰ نے میری دعا قبول کی ہے جو تم کو واپس بھیجا ہے بات یہ ہے کہ میں نے یہ جواب جلدی میں غلط لکھدیا تھا پھر اُس کو صحیح جواب لکھکر حوالہ کیا۔ اور عزم کرلیا کہ اب آئندہ کبھی دستی فتوی کا جواب ہاتھ کے ہاتھ لکھکر نہ دوں گا۔ چنانچہ اب میں خط لانیوالے سے یہی کہہ دیتا ہوں کہ ٹکٹ رکھ جاؤ ڈاک میں بھیجدونگا۔

(۱۱۰) ایک صاحب کہیں ملازم تھے وہاں اُن سے کسی سے بنتی نہ تھی۔ وہ شکایت کررہے تھے۔ فرمایا کہ بھائی برتاؤ وہ چیز ہے کہ دشمن بھی دوست ہوجاتے ہیں۔ فاذا الذی بینک وبینہ عداوۃ کانہ ولی حمیم یہ تو کلام مجید ہے اس میں تو کوئی بول ہی نہیں سکتا۔ اُنھوں نے شکایت کی کہ مجکو وہمی کہتے ہیں فرمایا کہ بھائی مجھے بھی تو لوگ وہمی کہتے ہیں بیشبہ یہ تو میں ہوں جب میں ہی بُرا نہیں مانتا تو تم کیوں بُرا مانتے ہو۔ ارے بھائی مخلوق کے بُرا کہنے کا کیا خیال۔ حق تعالےٰ کے ساتھ معاملہ صاف رکھنا چاہیئے پھر فرمایا کہ تم ہو بڑے تیز۔ ہر وقت نیام سے باہر ہی رہتے ہو۔ ادہر کاٹ دیا اودہر کاٹ دیا پھر ہنسکر فرمایا کہ میاں نکاح کرلو سب جوش نکل جائیگا۔ اور اگر وہ بھی تیز ہوئی تو پھر تمہیں باہر ہی کے لوگ غنیمت معلوم ہونے لگیں۔ وہ تمہارا پورا پورا علاج کردے۔ میاں ؎

چہ تواں کرد مرد مان این اند باہمیں مرد ماں بباید ساخت

ایک تو میں ویسے ہی تیز مزاج مشہور ہوں اور تم اور بھی مجھے بدنام کرتے ہو کہ یہ وہاں کا تعلیم یافتہ ہے۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ دعا فرمادیجئے۔ فرمایا کہ بھائی تم بھی تو ہمت کرو نری دعا سے کیا ہوتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب سے بمبئی کے ایک سیٹھ نے عرض کیا کہ آپ میرے لئے حج کی دعا کردیجئے فرمایا کہ ایک شرط سے دعا کرونگا کہ ایک روز کے لئے مجکو اپنے اوپر پورا اختیار دیدینا۔ عرض کیا کہ کیا کیجئے گا۔ فرمایا کہ کردوں گا کیا بس جس روز جہاز جدہ جانے لگے گا تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہاز میں بٹھادونگا جدہ ہوکر مکہ معظمہ پہونچ جاؤ گے وہاں سے حج ہوجائیگا سو واقعی جو شخص اپنی طرف سے کچھ نہ کرنا چاہے اُس کو نری دعا کیا نفع دے سکتی ہے۔

(۱۱۱) مطبع کے کسی دستور العمل کی مصلحت جناب مولانا عاشق الہی صاحب سے سنکر فرمایا کہ

دیکھئے اس میں نکتہ ہے پھر فرمایا کہ دیکھئے معمولی باتیں دنیا کی بجز اہل فن کے ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔ مدعیوں کے نزدیک دین میں کوئی نکتہ ہی نہیں جو سب اجتہاد کرنا چاہتے ہیں۔

(۱۱۲) ایک خط میں کسی نے یہ لکھا تھا کہ کلام کا بلا معنی پڑھنا لاحاصل ہے۔ بر بنا رآیۃ ومنهم اُمیون لا یعلمون الکتاب الخ فرمایا کہ افسوس لوگوں کو کیا ہو گیا۔ خود رائی اس درجہ ہو گئی ہے کہ کلام مجید ہی کو اُڑانا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کو جواب لکھنے سے کچھ نفع نہیں لیکن اس لئے لکھدیتا ہوں کہ شاید اوروں کو اُن کی تقریر سے شبہ پڑ جائے چنانچہ جواب لکھدیا گیا کہ اس میں ان یہود کی تقبیح ہے جو نہ علم کو ضروری سمجھتے تھے نہ عمل کو پس اسکی مذمت ہے نہ کہ ترجمہ نہ جاننے کی۔

(۱۱۳) ایک خط میں لکھا آیا تھا کہ پندرہ برس سے دعا کامل پیر ملنے کی اور رزق کی مانگ رہا ہوں لیکن قبول نہیں ہوئی گو شکایت نہیں کرتا ہوں۔ اس پر فرمایا کہ پیر ملنے کی کیوں دعا کی ہے اس سے تو یوں دعا کرتے کہ کوئی پیر خود گھر بیٹھے مجکو آکر ڈھونڈھ لے اسکا جواب یہ تحریر فرمایا کہ ایسے شکوک دور بیٹھے رفع نہیں ہوتے زبانی گفتگو کی ضرورت ہے۔

۶ جمادی الاول ۳۳ھ

(۱۱۴) اپنے ایک عزیز کے لڑکے کو جو قرآن مجید سنانے مسجد میں آیا تھا فرمایا کہ دیکھو تم یہاں مسجد میں مجھے کلام مجید سنانے مت آیا کرو اگر تم چاہتے ہو تو میں صبح جب جنگل سے واپس آیا کروں تو گھر میں تم پہلے سے موجود رہا کرو وہاں میں سُن لیا کرونگا۔ کیونکہ تمنے اپنے سب استادوں کو خفا کر رکھا ہے اور اب مدرسہ میں تمہارا کوئی سبق نہیں ہوتا۔ اگر میں تم کو یہاں اگر کلام مجید سنانے کی اجازت دونگا۔ تو مدرسہ کے اساتذہ کی دل شکنی ہے سب لوگ کہیں گے کہ دیکھو یہ اپنے عزیزوں کے ساتھ رعایت کرتا ہے اسمیں ہماری بدنامی ہے اور اگر یہاں پھر کبھی تمسے کوئی حرکت ہو گئی تو بس یہی ہو گا کہ اُس نے یہاں آنیکی اجازت دے رکھی تھی۔ اور گھر پر بھی سن لینے کے لئے میں نہ معلوم کیا سوچ کر راضی ہو گیا ہوں ورنہ تمہیں اپنی حرکتیں خود معلوم ہیں اُن کی وجہ سے تمہارا منہ دیکھنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔

(۱۱۵) مولوی انعام اللہ صاحب مطبع نے دو جلدیں نشر الطیب کی حضرت کی خدمت

میں ہدیہ بھیجیں اور ایک حضرت کے نسبتی بھائی کیلئے بھی بھیجی۔ اُن کی یہ سعادت کہ اُنہوں نے حضرت سے اجازت طلب کی کہ میں لوں یا نہ لوں۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اُن کی اس بات سے بہت خوش ہوا کہ بغیر میری اجازت کے کتاب نہیں لی میں نے اُن سے کہدیا کہ اگر مولوی انعام اللہ سے تمسے ایسا تعلق ہو کہ اگر مجھسے اُن سے لڑائی بھی ہو جائے تب بھی تم سے تعلق باقی رہے گو وہ تعلق شروع میں میرے ہی تعلق کی وجہ سے ہوا ہو لیکن اب وہ ایسا ہو گیا ہو کہ میرے تعلق پر موقوف نہ رہا ہو تو لینے میں مضائقہ نہیں۔ اُنھوں نے کہا کہ جی تعلق تو آپ ہی کی وجہ سے ہے میں نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو واپس کردو۔ پھر مولوی عبداللہ صاحب سے فرمایا کہ مولوی انعام اللہ کو لکھدیجئے کہ وہ اس بات سے سخت ناراض ہوا کیونکہ اُس کو یہ ہرگز گوارا نہیں کہ اُس کے ساتھ اسکے عزیزوں کو بھی ہدیہ بھیجا جاوے پھر فرمایا کہ یہ تو رشوت سی ہوئی وہی حدیث کا مضمون هلا جلس فی بیت اُمّہٖ یہ تو دُہری لوٹ ہے کہ پیر کو بھی دو۔ اور پیر کے عزیزوں کو بھی دو میں اس کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اس سے خواہ مخواہ اوروں کو تکلیف اور تنگی ہوتی ہے اور جو میرے عزیزوں کو میرے تعلق کی وجہ سے دیا جاوے اُس کا بھی تو احسان آخر میرے ہی اوپر ہوتا ہے میں ایسے بار کا متحمل نہیں ہو سکتا۔

(۱۱۶) ایک موٹی سمجھ کے گاؤں کے طالب علم نے مسئلہ پوچھا کہ فلاں جگہ سے میں سوار ہو کر فلاں جگہ اُترا جاتا تھا کہ ریل کا ٹکٹ میں نے صرف تھوڑی ہی دور تک کا دو آنہ پیسہ دیکر لیا تھا پھر اُس جگہ سے بھی تھوڑی دور تک کا ٹکٹ لیکر چوری سے ریل میں بیٹھا ہوا دور تک چلا آیا جہاں پکڑا گیا وہاں سے کچھ انتظام ہو گیا اور ٹکٹ لیکر یہاں تک پہونچا۔ اب میں کتنے کا ذمہ دار رہا۔ حضرت نے سمجھانا چاہا لیکن وہ اُسی بات کو دُہرانے لگا جو اُس کے ذہن میں پیشتر سے تھی اسپر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ دیکھئے کتنی موٹی سمجھ ہے کہ اتنی معمولی بات بھی ذہن میں نہیں آتی۔ خیر وہ شخص تو معذور ہے جو سمجھنے کا ارادہ کرے پھر بھی سمجھ میں نہ آوے لیکن یہ لوگ تو سمجھنے کا قصد ہی نہیں کرتے احقر نے اجازت لیکر اس طرح سمجھانا چاہا کہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک کا جو کرایہ ہو اُس میں سے جو تم دے چکے ہو اُسکو گھٹا کر

باقی ادا کردو۔ مثلاً اگر دو روپیہ ہوں۔ بس اسی قدر کہنے پایا تھا کہ فرمایا جناب اگر مگر کے ساتھ ان لوگوں کو بتلانا بالکل مفید نہیں بلکہ سخت مضر ہے پھر اُس سے کہا کہ تم پہلے یہ دریافت کرا منگاؤ کہ فلاں جگہ سے فلاں جگہ تک کا کیا کرایہ ہے۔ پھر ہم سے مسئلہ پوچھنا تب بتلائیں گے کہ کیا تمھارے ذمہ رہا پھر فرمایا کہ شقوق فرض کر کر کے جواب دینا عامی کے لئے سخت مضر ہے کیونکہ اُس کو اتنا تمیز نہیں ہوتا کہ وہ ہر شق کے جواب کو علیحدہ علیحدہ منطبق کر سکے۔ ایک شق کے جواب کو دوسری شق پر منطبق کرے گا۔ اس لئے بہتر اُس سے واقعہ کی صورت کو متعین کرا لینا چاہیئے پھر اُس کا جواب بتلا دے مختلف شقوق کے مختلف جواب اُس کے سامنے پیش نہیں کرنے چاہئیں۔ کہ فلاں صورت ہو تو فلاں جواب ہے اور فلاں صورت ہو تو فلاں اکثر لوگ خطوط میں ایسے گنجلک سوالات بھیجتے ہیں۔ مجھے بڑا الجھن ہوتا ہے اب اس شخص سے تو سب امور کی تنقیح کر لی گئی خط لکھنے والے سے یہ کس طرح ممکن ہے ایسی صورت میں میں اکثر تو یہ لکھ دیتا ہوں کہ کسی عالم سے زبانی پوچھ لو۔ اور بعض اوقات تنقیحات بھی قائم کر کے لکھ بھیجتا ہوں لیکن اس صورت میں لکھتے وقت ممکن ہے کوئی تنقیح ذہن میں نہ آوے اور پوچھنے سے رہ جاوے۔

(۱۱۷) ایک صاحب بعد مغرب حضرت کی پشت کی طرف بیٹھے تھے۔ فرمایا کہ ساری مسجد میں آپ کو یہی جگہ بیٹھنے کو ملی ہے مجھکو سخت تکلیف ہوتی ہے انصاف کیجئے اگر آپکی پشت کی طرف کوئی بیٹھ جاوے تو آپ کو کسقدر الجھن ہو پھر میرے لئے آپ نے اس تکلیف کو تجویز کیا پھر فرمایا کہ لوگ اس کو ادب سمجھتے ہیں حالانکہ نہایت ایذا کی بات ہے بعد فراغ اُن سے دریافت کیا کہ آپکو کچھ کہنا ہے انھوں نے کوئی حالت باطنی عرض کی اُسکا جواب حضرت نے شروع ہی کیا تھا کہ دوران تقریر ہی میں وہ پھر اُسی سوال کو دُہرانے لگے حضرت نے ناراض ہو کر فرمایا کہ آپ نے پھر اپنی تقریر شروع کر دی آپ کو میرا جواب سننا مقصود نہیں جب آپ سوال کر چکے تو میں نے اپنا جواب دینا شروع کیا۔ اودھر آپ نے پھر اپنا سوال دُہرا دیا۔ اس طرح تو عمر بھر بھی تعلیم ختم نہ ہو سکے گی۔ اسپر انھوں نے معذرت چاہی۔ فرمایا کہ آپ بوڑھے بچے تو ہیں نہیں جو ایسی باتیں بھی نہ سمجھ سکیں

جب آپ سوال طریقہ سے کریں گے تب جواب دیا جائیگا یہاں ایسے سستے جواب نہیں ہیں جب آپ کو جواب کی قدر ہی نہیں تو میں جواب کیوں دوں یہ فرما کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ راستے میں وہ صاحب رُک کر کھڑے ہو گئے تاکہ حضرت آگے چلیں حضرت نے فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ میں راستہ میں کسی کا ساتھ ہونا پسند نہیں کرتا اگر آپ کو کہیں جانا ہے تو آگے بڑھ جائیے۔ اُنہوں نے اصرار کیا فرمایا کہ آپ نے پھر مخالفت کی اگر ادب کا خیال ہے تو آپ بہت آگے بڑھ جائیے اور مجھ سے علیحدہ چلئے۔ پھر فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا دُنیا سے تہذیب اُٹھ ہی گئی۔

۷ رجمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ

(۱۱۸) کل سے حضرت کی ناک میں نہایت سخت تکلیف ہے ورم بھی ہو گیا ہے۔ آج صبح احقر نے اس تکلیف کے افاقہ کی بابت دریافت کیا فرمایا کہ جی ابھی تکلیف ہے۔ چت لیٹا رہوں تو کسی قدر سکون رہتا ہے۔ بیٹھے رہنے سے دماغ تک درد کا اثر پہونچتا ہے اور سجدہ کرتے وقت تو بہت زیادہ تکلیف ہوتی ہے۔ زیادہ دیر تک ماتھا نہیں ٹیکا جاتا اور ناک تو بالکل نہیں ٹیکی جاتی پھر فرمایا کہ جی عارضی تکلیف ہے انشاء اللہ جاتی رہے گی پھر فرمایا کہ جب تک مثنوی شریف کی شرح لکھتا رہا تب تک کوئی شکایت بفضلہ نہیں ہوئی بہت اچھی صحت رہی اُس کے ختم ہوتے ہی یہ تکلیف ہو گئی۔ اسی طرح دفتر اول کی شرح ختم کرنے کے بعد بھی میں بہت سخت بیمار ہو گیا تھا میں نے بہت دفعہ دیکھا ہے کہ جب تک کوئی کام رہا تب تک تو میری صحت بہت اچھی رہی کبھی کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی اور جہاں کام ختم ہوا بس کچھ نہ کچھ شکایت ضرور پیدا ہو گئی۔ بس خدا جس سے کام لینا چاہیں وہی کام کر سکتا ہے بندہ خود کچھ نہیں کر سکتا۔ اب یہ امور بھلا کس کے اختیار میں ہیں پھر فرمایا کہ مشغولی بھی بڑی سلامتی کی چیز ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ کسی نہ کسی شغل میں مشغول رکھیں۔ پہلے کتاب کے کام میں مشغول رکھا۔ اب یہ کہ ناک کی تکلیف میں مشغول رہو احقر نے عرض کیا کہ اب حضور کوئی اور کام سوچ لیں۔ فرمایا کہ یہ بھی منجانب اللہ ہی ہوتا ہے پھر فرمایا کہ اس نیت سے کام کرنا کہ صحت اچھی رہے یہ تو بڑی بے ادبی ہے۔ ممکن ہے کہ

اس وقت کے اعتبار سے یہی حالت بہتر ہو ممکن کیا بلکہ ہے ہی بہتر مولانا فرماتے ہیں ؎
آدمی اندر بلا بہتر بود۔ اور یہ کسی قدر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ پریشانی نہیں تکلیف تو پریشانی سے ہوتی ہے ورنہ کچھ بھی تکلیف نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ پریشانی بالکل بھی نہیں۔ اگر پریشانی دیدیتے تو کیسی تکلیف ہوتی یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے ؎ درد از یار رست
و درماں نیز ہم۔ یہ سکون ہی درماں ہے بلکہ درماں سے بھی بڑھکر۔ پھر دوسرا مصرعہ پڑھا ؎
دل فدائے او شد و جاں نیز ہم۔

(۱۱۹) ایک نوعمر مولوی صاحب دوپہر کی گاڑی سے آئے حضرت سہ دری میں پردے چھوڑ کر قیلولہ کے لئے آرام فرمارہے تھے انھوں نے اول تو پردہ میں سے جھانک کر دیکھا پھر اندر آکر پیر دبانے لگے حضرت نے اس طالب علم سے جو پہلے سے پیر دبا رہا تھا کہا کہ ان سے کہدو کہ تم نئے آدمی ہو تو نئے آدمی کو پیر دبانے کی اجازت نہیں بعد نماز ظہر حضرت حسب معمول سہ دری میں تشریف لاکر بیٹھے اور ملنے والے بھی آکر بیٹھ گئے۔ اُس وقت حضرت نے اُن مولوی صاحب سے خطاب فرمایا کہ مولانا آپ کو دو تین مسئلے بتلانے ہیں کہ جن کے نہ جاننے کی وجہ سے آپ سے غلطیاں ہوسکتی ہیں بلکہ ہوئی ہیں اول مجھے آپ یہ بتلائیے کہ مسئلہ استیذان کو آپ نے زنانہ مکان کے ساتھ ہی خاص سمجھ رکھا ہے یا مردانہ مکان سے بھی جب خلوت ہو متعلق سمجھتے ہیں مولوی صاحب نے جواب دیا کہ دونوں سے متعلق ہے پھر فرمایا کہ اچھا ایک مقدمہ تو یہ ہوا دوسرے میں یہ پوچھتا ہوں کہ مکان کے اندر جھانک کر دیکھنا نص حدیث بمنزلہ اُس کے اندر داخل ہونے کے ہے یا نہیں۔ اس سے مولوی صاحب نے اپنی ناواقفی ظاہر کی۔ فرمایا کہ آپ نے حدیث پڑھی ہے اور قطع نظر حدیث کی ممانعت کے یہ تو موٹی بات ہے مسئلہ استیذان قرآن مجید سے ثابت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اندر داخل ہونے کی جو غرض ہے وہ جھانک کر دیکھنے میں بخوبی حاصل ہے لہذا ممانعت کے اندر یہ بھی داخل ہو گیا پھر فرمایا کہ افسوس ہے آپ نے ان کھُلے مسئلوں پر بھی عمل نہیں کیا۔ کیا آپ نے علم اسی لئے پڑھا تھا کہ اُس پر عمل نہ کیا جاوے میں تھک گیا تھا کر تھوڑی دیر کے لئے اسی لئے پردے چھوڑ کر پڑ رہتا ہوں کہ کچھ آرام کر لوں اگر مجکو ایسا ہی جلسہ عام کرنا تھا تو آپ نے

یہ تو دیکھا ہوتا کہ پردے کیوں چھوڑوا آتا۔ باوجود اس کے آپ نے جھانک کر کیوں دیکھا مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے گھڑی دیکھی تھی اس پر حضرت نے فرمایا کہ پھر آپ اندر بلا اجازت کیوں چلے آئے مولوی صاحب نے کہا کہ اذان ظہر کی ہوگئی تھی۔ فرمایا کہ اذان نے یہ کہدیا تھا کہ اب اجازت کی ضرورت نہیں رہی۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے ایک اور صاحب کو بیٹھے دیکھا۔ اس لئے میں بھی چلا آیا حضرت نے فرمایا کہ آپ کو یہ احتمال نہوا کہ ممکن ہے اُس خاص کو اجازت ہوگئی ہو اوروں کو نہو اُس کے ہونے سے آپنے یہ کہاں سے استنباط کرلیا کہ سبھی کو اجازت ہے بس بات یہ ہے کہ آپ کو اپنی غرض پیش نظر تھی اپنے مقصود کے سامنے دوسرے کی تکلیف آرام کا آپ کو کچھ خیال نہوا بس ملنے آئے تھے تو آتے ہی یہ چاہا کہ ابھی جاکر چھاتی پر سوار ہو جائیں۔ حلال حرام کی آپ کو کچھ فکر نہوئی۔ یہ نہ سوچا کہ لاؤ غور تو کرلیں کہ ایسا کرنا جائز بھی ہے یا نہیں۔ عالم ہو کر آپ کو ذرا اہتمام دین کا نہیں بھلا مقتدا بنکر آپ مخلوق کو سوائے اس کے کہ برباد کریں اور کیا نفع پہونچا سکتے ہیں پھر فرمایا کہ پردے چھوڑوا کر چادرہ اوڑھکر سونے کیلئے پڑا تھا نیند آنے کے لئے میں لیٹ کر کتاب دیکھنے لگتا ہوں اور کتاب دیکھتے دیکھتے سوجاتا ہوں جب میں نے جھانکتے ہوئے دیکھا تو خیال ہوا کہ کہیں یہ نہ سمجھیں کہ سونا مقصود نہیں اور آکر باتیں کرنے لگیں میں نے جھٹ کتاب ہاتھ میں سے رکھدی۔ پھر میں نے بھی جھانک تاک کر دیکھنا شروع کیا جب دیکھا کہ اب چلے گئے تب پھر کتاب ہاتھ میں لیلی۔ ان کی وجہ سے مجھے یہ مکر کرنا پڑا پھر آپ نے آکر پیر دبانا شروع کردئے چونکہ میں بلا خوب جان پہچان کے اور بلا بے تکلف ہوئے کسی نئے آدمی سے کوئی خدمت نہیں لیتا اس لئے میں نے طالب علم سے کہا کہ ان سے کہدو کہ اگر نئے آدمی ہوں تو نئے آدمی کو خدمت کی اجازت نہیں۔ غرض اُنہوں نے آج ایسا پریشان کیا کبھی جھانکا کبھی تاکا کبھی اندر آکر پیر دبانے لگے غرض سونے نہ دیا۔ ایسی موٹی موٹی باتوں میں بھی لوگ غور نہیں کرتے یہ کسقدر ایذا پہونچانے کی باتیں ہیں لوگ یوں چاہتے ہیں کہ بس آتے ہی اُنکا کام ہو جائے ایک منٹ بھی نہ لگے چاہے موقعہ ہو یا نہو پھر فرمایا کہ آپ کو ظہر کی نماز میں مجھے ملنا چاہیئے تھا اور اُس کے بعد یہاں آکر مفصل ملاقات کرتے یہ نہیں کہ آتے ہی چھاتی پر آکر

سوار ہو گئے انھیں صاحب نے بعد عصر کچھ ہدیہ پیش کیا۔ فرمایا کہ اول تو آپ طالب علم ہیں اسلئے مصلحت نہیں۔ دوسرے آپنے آتے ہی مکدر کیا اور میں نے آپ کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا اب مجھے شرم آتی ہے کہ میں تو آپ کے ساتھ سختی کروں اور آپ میرے ساتھ احسان کا معاملہ کریں انھوں نے عرض کیا کہ مجھے ناگوار نہیں ہوا۔ فرمایا کہ مجھے تو شرمندگی ہے امر طبعی کو کیا کروں۔

(۱۲۰) مولوی محمد رشید صاحب کانپوری پر فالج گرا تھا عرصہ کے بعد اب وہ اس قابل ہوئے کہ بمشکل اپنے ہاتھ سے مختصر سا کارڈ لکھکر حضرت کی خدمت میں بھیجا جو پوری طرح صاف بھی نہیں تھا۔ فرمایا کہ دیکھئے انسان کی کیا حقیقت ہے آدمی سمجھتا ہے کہ ہم بہت کام کر رہے ہیں اگر لکھتے لکھتے حق تعالیٰ ہاتھ شل کر دیں تو ہم کیا کر لیں۔ اس پر یہ خیال ہے کہ ہمنے یہ کر لیا ہمنے وہ کر لیا احقر نے عرض کیا کہ دماغ پر بھی بہت اثر تھا۔ یہ وقت تمام عرصہ کے بعد الحمد شریف صحیح سنا سکے تھے ورنہ بھول بھول جاتے تھے اس روز خوشی میں مٹھائی تقسیم ہوئی تھی۔ یہ سنکر فرمایا کہ یہ وہی مضمون ہوا لکیلا یعلم من بعد علم شیئا۔ پھر فرمایا کہ محسوسات کا ادراک بھی تو خدا تعالےٰ ہی کے قبضہ قدرت میں ہے ایک رات کو ابر بہت تھا میں گھر کا راستہ بھول گیا۔ دس بارہ منٹ حیران رہا کبھی کہیں چلا جاؤں کبھی کہیں چلا جاؤں۔ حالانکہ گھر اتنا قریب ہے کہ آدمی آنکھیں بند کر کے بھی جا سکتا ہے۔

(۱۲۱) ایک شخص ایک تحریری استفتا لایا حضرت نے فرمایا کہ اس میں یہ بات درج نہیں ہے کہ جو شخص طلاق دینا چاہتا ہے اس نے بعد نکاح صحبت کی یا نہیں کیونکہ اس سے حکم بدل جائیگا۔ اس نے کہا کہ کئی سال نکاح کو ہو گئے صحبت ضرور کی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ اس میں تو یہ نہیں لکھا اگر تم یہ بات صرف زبانی کہتے ہو تو زبانی ہی مسئلہ کا جواب بھی سن لو یا اسمیں لکھانا چاہتے ہو اس نے کہا کہ میں تو اسمیں لکھانا چاہتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ پھر جب اسمیں لکھا لاؤ گے تب اسمیں جواب لکھا جائیگا پھر فرمایا کہ دیکھئے کبھی حاکم کے سامنے درخواست پیش کر کے یہ نہ کہا کہ گو اسمیں یہ مضمون نہیں لکھا لیکن زبانی ہی سن لو۔ اور حکم لکھدو۔ اگر ایسا کیا ہوگا تو یہی حکم ملا ہوگا کہ درخواست خارج کیونکہ ضابطہ کے خلاف ہے اور علماء بیچارے ایسے ہو گئے کہ ان کے لئے کسی ضابطہ ہی کی ضرورت نہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ جا کر حضور کے قاعدوں پر

عمل کرنے کو جی چاہتا ہے فرمایا کہ جی میرے قاعدے تو ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے اوروں کو مجھے تکلیف پہونچتی ہے اور مجھکو اوروں سے تکلیف پہونچتی ہے۔ میرے قاعدے تو موذی بھی ہیں اور متاذی بھی ہیں ان کو برت کر اور کیا فائدہ نکلے گا۔ پھر فرمایا کہ رسوم قلوب پر کچھ ایسی غالب ہو گئی ہیں کہ حقائق اعمال پر لوگوں کی نظر ہی نہیں جاتی۔ بس یہ سمجھتے ہیں کہ اور لوگ بھی ایسا کرتے ہیں لاؤ ہم بھی ایسا ہی کریں حق تعالیٰ نے عقل اور دین اسی واسطے دیا ہے کہ ہر عمل کی حقیقت کو سوچیں اور سمجھیں مگر مشکل یہ ہے کہ لوگوں نے سوچنا چھوڑ دیا۔ ساری خرابی اسی کی ہے کسی کام کے کرنے سے پہلے اگر اس کی حقیقت پر غور کر لیا کریں تو بہت سے مفاسد سے محفوظ ہیں یہ تو میں نہیں کہتا کہ پھر کوئی غلطی ہو ہی نہیں لیکن یہ ضرور ہے کہ بہت کم غلطیاں ہوں۔ اکثر سے محفوظ ہی رہے۔

۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

(۱۲۲) ناک میں ایک دانہ نکلنے سے اتفاقاً تکلیف ہو گئی اسی دوران میں ایک طالب علم نے عرض کیا کہ میرے آدھے سر میں درد ہے۔ بس اتنا کہکر گویا بات ختم کر دی۔ مزاح میں حضرت نے فرمایا کہ بھائی میری ناک میں درد تمہارے سر میں درد۔ درد والا درد والے کا کیا علاج کرے اسکے بعد اس طالب علم نے کہا کہ ڈھیلا لایا ہوں ڈھیلا پڑھ دیجئے۔ حضرت نے شکایت کے لہجہ میں فرمایا کہ پہلے پوری بات کیوں نہیں کہی تھی۔ پریشان کر کے اور فہم غرض کے فکر میں ڈالکر اب آپ تتمہ ارشاد فرماتے ہیں۔ آدھی بات تو پہلے کہی اور آدھی بات جب جواب دیکھا تب کہی بھلا پریشان کرنے سے کیا فائدہ نکلا۔ پھر فرمایا کہ خدا جانے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے رات دن یہی باتیں سنتے ہیں پھر بھی کچھ خیال نہیں پھر اس طالب علم سے کہا کہ خبردار کبھی ادھوری بات نہ کہو پہلے ہی پوری بات کہہ دینی چاہیئے تھی۔ کہ سر میں درد ہے ڈھیلا لایا ہوں پڑھ دو۔ بے حسی بے تمیزی سے دوسرے کو الجھن ہوتی ہے۔

(۱۲۳) ناک میں ورم ہو گیا ہے جس سے سخت تکلیف ہے۔ مزاج پرسی پر مزاح میں فرمایا کہ تکلیف ہے۔ انشاء اللہ جاتی رہیگی۔ کیا نقصان ہے ناک کچھ بڑھ ہی گئی ہے کم تو کچھ ہوئی نہیں۔ ناک بڑھ جانا عزت ہی کی بات ہے۔

(۱۲۴) فرمایا کہ الحمد للہ میری اس بیماری سے کام کا کچھ حرج نہیں کیونکہ ضروری الوقت کام سے بفضلہ فارغ ہو چکا تھا۔ اگر کام کا حرج ہوتا تو طبیعت ادھر اٹکی رہتی۔ اب بحمد اللہ طبیعت پر کوئی بار نہیں ہے یہ بھی حق تعالیٰ کا انعام ہے پھر فرمایا کہ بیماری میں اگر حق تعالیٰ ایک تکلیف دیتے ہیں تو اس کے ساتھ پچاس راحتیں بھی مہیا فرما دیتے ہیں، چنانچہ میری اس بیماری میں بہت سے مسلمان دعا کرتے ہیں اور جو دعا نہیں کرتے وہ صحت کی تمنا ہی کرتے ہیں تو اتنے قلوب کا کسی کی طرف متوجہ ہو جانا کتنی بڑی رحمت ہے دوسرے ہر شخص کو ہمدردی ہو جاتی ہے۔ ناز نخرے اٹھانے والے بہت سے ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی خفگی یا ترشی بھی بیمار کی طرف سے ہوتی ہے تو کوئی خیال نہیں کرتا۔ کہتے ہیں کہ بیماری کی وجہ سے بیچارہ کا مزاج چڑچڑا ہو گیا ہے۔ غرض بیمار صاحب پڑے اونہہ اونہہ کر رہے ہیں اور تیمار دار خدمتیں کر رہے ہیں۔ اگر بیمار ایسی جگہ ہوتا جہاں اس کو کوئی پوچھنے والا نہ ہوتا تو ظاہر تو یہی ہے کہ بہت تکلیف ہوتی پھر فرمایا کہ بیماری میں تیزی نہیں رہتی خستگی اور شکستگی پیدا ہو جاتی ہے متانت اور وقار بھی آجاتا ہے۔ چھچھورا پن نہیں رہتا اور میں تو صحت میں ہر دم تیز ہی بنا رہتا ہوں کسی کو ڈانٹ کسی کو ڈپٹ بیماری خوش اخلاق بنا دیتی ہے پھر یہ شعر پڑھے ؎

درد از یار ست و درماں نیز ہم — دل فدائے او شد و جاں نیز ہم
اینکہ میگویند آں بہتر ز حسن — یار ما ایں دارد و آں نیز ہم

پھر فرمایا کہ حضرت عارف شیرازی کے کلام میں حظ اور اثر بہت ہے کیونکہ ان کا کلام عاشقانہ ہوتا ہے اور حضرت شیخ سعدی کا کلام حکیمانہ ہوتا ہے اسمیں علوم اور مسائل بہت ہوتے ہیں حضرت حافظ نے بھی حضرت سعدی کو استاد مانا ہے فرماتے ہیں ؎

استاد غزل سعدی ست پیش ہمہ کس اما — دارد سخن حافظ طرز سخن خواجو

پھر فرمایا کہ حضرت سعدی نے فردوسی کے مقابلہ میں ایک رزمیہ حکایت لکھی ہے لیکن وہ بات کہاں جو فردوسی کے کلام میں ہے حضرت شیخ تو اہل بزم تھے فردوسی اہل رزم۔ پھر فرمایا کہ انیس دبیر وغیرہ کے مرثیوں میں صنعتیں تو ہیں لیکن وہ قوت اور صولت نہیں جو فردوسی کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ کیونکہ اس کے لئے قلب میں شجاعت اور قوت کا ہونا ضروری ہے

اور وہ ان مرثیہ والوں میں کہاں گو پڑھتے ہیں بہت زور لگا لگا کر۔ پھر فرمایا کہ کالیخاں صاحب وکیل لکھنؤ کی ایک مجلس کا ذکر کرتے تھے کہ دو اندھے ایک مرثیہ خواں کے پڑھنے پر بہت زور زور سے رو رہے تھے یہ خیال ہوا کہ درد سے روتے ہیں جب بہت دیر ہوگئی تو وہ کہنے لگے کہ ارے ستمگر کیا دو آنہ میں جان ہی لیگا۔ وکیل صاحب پاس بیٹھے ہوئے تھے انھوں نے تعجب کیا کہ یہ دو آنہ میں جان لینا کیسا پھر معلوم ہوا کہ دو آنہ اجرت دیکر ان اندھوں کو رونے کے لئے اس پڑھنے والے نے مقرر کیا تھا۔ پھر کالیخاں صاحب مرحوم کی پختگی وضع اور تصوف سے تعلق کی تعریف فرمانے لگے۔

(۱۲۵) عالمگیر پر قتل برادر وغیرہ کا اعتراض کیا گیا فرمایا کہ کوئی عذر شرعی ضرور ہوگا ورنہ متشرع ہوکر ایسا فعل نہیں کر سکتے تھے کہ جسمیں اتنا بڑا اعتراض کھلم کھلا ہو سکتا۔ مثلاً شاہجہاں نے جب دارا شکوہ کو تخت نشین کیا وہ تو خود معزول ہوگئے دارا شکوہ میں حکومت کی اہلیت نہ ہو ایسے وقت میں باتفاق اہل حل وعقد دارا شکوہ کا عزل اور عالمگیر کی ولایت مقرر ہوگئی ہو۔ پھر دارا شکوہ پر مخالفت کے سبب بغاوت کا جرم قایم ہوا ہو جس سے مستحق قتل ہو سکا ہو اور شاہجہاں اس کا معین ہو مگر ادب کے سبب صرف قید پر اکتفا کیا ہو۔

(۱۲۶) ایک ذاکر شاغل نے عرض کیا کہ ذکر میں ذوق وشوق نہیں ہوتا۔ وساوس کی بھی شکایت کی۔ فرمایا کہ وساوس کا علاج یہی ہے کہ دلیر ہو کر ان کی طرف التفات نہ کیا جائے البتہ اپنے قصد سے وساوس کو نہ لائے۔ اگر بلا قصد آویں تو کچھ مواخذہ نہیں۔ نہ کچھ مضائقہ وساوس جب تک ذکر کا غلبہ نہ ہو جاوے قطع نہیں ہوتے۔ سو انشاء اللہ رفتہ رفتہ ہو جاویگا۔ اپنے کام میں لگے رہئیے وساوس کے آنے نہ آنے کی طرف التفات نہ کیجئے۔ اس عدم التفات سے وساوس خود بخود کم ہو جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ذکر کے اوقات میں قبل ذکر شروع کرنے کے سو بار یا باسط پڑھ لیا کیجئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ دل لگنے لگیگا لیکن اس کے درپے نہ ہو جیسے چاہے ذوق شوق ہو یا نہ ہو چاہے دل لگے یا نہ لگے۔ کیونکہ یہ مقصود نہیں۔

۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

(۱۲۷) چونکہ نزلہ کی وجہ سے ناک میں پھنسی ہوکر سارے چہرے پر بہت ورم ہوگیا تھا جس سے

سخت تکلیف ہے دفع تحریک نزلہ کے لئے ایک صاحب کی تجویز اس احقر نے عرض کی فرمایا کہ ہر شخص کے کہنے پر بجز اپنے معالج کے عمل نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ یہ بے قاعدہ بات ہے

(۱۲۸) جمعہ کی نماز جامع مسجد میں جاکر نہ پڑھ سکے۔ حوض والی مسجد میں نماز پڑھی تمام چہرہ پر بہت ورم ہوگیا ہے ہم لوگ خدام حضور کی تکلیف کی وجہ سے پریشان حوض والی مسجد میں بغرض عیادت حاضر ہوئے دفع پریشانی کی نیت سے حضور نے مزاح میں فرمایا کہ جی چہرہ خوب رعب دار ہوگیا ہے پھر اور باتیں فرماتے ہوئے سہ دری میں تشریف لائے وہاں دیر تک زائرین کے پاس بیٹھے رہے اور ڈاک کے جواب لکھائے بفضلہ تعالیٰ خلاف معمول ڈاک بہت ہی کم تھی جو بہت جلدی ختم ہوگئی۔ ایک صاحب نے پوچھا طبیعت کیسی ہے فرمایا کہ طبیعت تو اچھی ہے ناک البتہ بُری ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ چھوٹی سی پھنسی نے تمام جگہ اپنا اثر پھیلا رکھا ہے فرمایا کہ جناب خدائی لشکر ہے۔ خدائی لشکر کا ایک ادنیٰ پیادہ بھی کم نہیں۔ وہ بھی بہت کچھ کر سکتا ہے

(۱۲۹) ایک شخص بوجہ عیاشی و بدچلنی کے اپنا سرمایہ خرچ کر کے اب چوری اور دغا کا پیشہ کرنے لگا ہے جھوٹ موٹ اپنے کو حضرت کا عزیز ظاہر کر کے کئی جگہ مہمان رہکر روپیہ وصول کیے۔ اور چیزیں چورا لیگیا۔ فرمایا کہ عیاشی ایسی بُری چیز ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب عیاشی کی برائی میں یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار ۔۔۔ کہ پیدا نہ شد تختہ بر کنار

(۱۳۰) ایک گمنام خط آیا جس میں کچھ اعتراض واہی تباہی لکھا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ جوابی تو ہے نہیں جس کے جواب کے لکھنے کی ضرورت ہو اسکو علیحدہ رکھنے پڑھنے کی بھی ضرورت نہیں ایک تو اس نے لایعنی حرکت کی اور ایک میں لایعنی حرکت کروں کہ اس کو سنوں۔ اور خواہ مخواہ اپنا جی خراب کروں۔ چنانچہ بلا سُنے ردی میں رکھوا دیا۔ پھر فرمایا کہ ضلع اعظم گڈھ میں دوران وعظ میں ایک شخص نے ایک پرچہ لاکر مجھکو دیا اور دیتے ہی چلا گیا میں نے بعد وعظ وہیں پر چراغ میں بلا پڑھے اسکو جلا دیا۔ ایک صاحب کہنے لگے کہ بلا پڑھے جلا دینے کو آپ کا جی کیسے مانا ہم کو تو بے پڑھے کبھی صبر نہ آتا میں نے کہا کہ جی عقل کی تو یہی بات ہے کیونکہ اگر جواب کی ضرورت ہوتی تو وہ

دینے والا بلا جواب لئے کیسے چلا جاتا۔ پھر میرے پڑھنے کی کیا ضرورت تھی کیونکہ یہ معلوم اسمیں گالیاں لکھی نہیں یا نہ جانے کیا بلا لکھی ہو۔

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۲ھ

(۱۳۱) فرمایا کہ حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری جو حضرت حافظ ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ و حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ان کے قطع علائق دنیا کے بابتہ ایک دیہاتی نے حضرت حکیم صاحب کے والد سے جو کہ خود بھی حکیم تھے کہا کہ حکیم جی تھارے (یعنی تمہارے) بیٹے کا بھی بڑا افسوس ہے ایک دوسرا دیہاتی بولا کہ ہاں جی ہاں یہ بری صحبت ایسی ہی ہوہے (ہوتی ہے) اسی واسطے بزرگوں نے روکا ہے پھر فرمایا کہ نعوذ باللہ گویا حضرت حافظ صاحب و حضرت حاجی صاحب کی صحبت بُری تھی۔ لاحول ولا قوۃ۔ یہ تو وہی ہوا جیسا کہ میرے ماموں شوکت علی صاحب تھانہ بھون کی ایک حکایت سناتے تھے۔ کہ ایک مرتبہ سب لوگ عید کا چاند دیکھ رہے تھے اسی وقت ایک عورت اپنے بچہ کو پاخانہ کرا رہی تھی۔ کپڑے سے پونچھ پانچھ کر وہ بھی چاند دیکھنے لگی۔ انگلی میں پونچھتے وقت کچھ نجاست لگی ہوئی رہ گئی تھی۔ جیسا کہ اکثر عورتوں کا دستور ہے وہ اپنی پاخانہ میں بھری ہوئی انگلی ناک پر رکھکر چاند دیکھ رہی تھی پاخانہ کی جو بو محسوس ہوئی تو کیا کہتی ہے کہ اوئی ابکے یہ سڑا ہوا چاند کیسا نکلا ہے۔ بُو تو تھی خود اس کی انگلی میں اور تہمت لگائی چاند کو۔ حالانکہ چاند تو چاند ہی تھا۔ اس میں بو کہاں۔ اسی طرح اس کمبخت گنوار نے ایسی پاکیزہ صحبت کو بھی بُرا سمجھا حالانکہ بُرائی خود اسی کے اندر تھی۔ جس سے اچھی صحبت میں بھی اس کو بُرائی ہی نظر آئی۔

(۱۳۲) فرمایا کہ حضرت مولنا فتح محمد صاحب بھی بہت ہی بے نفس اور بیحد متواضع تھے ایک نائب تحصیلدار جنکا مقام دورہ کا جلال آباد میں تھا مولنا سے ملنے آئے مولنا کہیں سفر میں تشریف لیگئے تھے نائب تحصیلدار ایک جوان اور لا ابالی آدمی تھے وہ ایک پرچہ پر یہ شعر لکھکر ایک طالب علم کو دیگئے کہ مولنا کو دیدیں۔ ؎ چو غریب مستمندے بدرت رسیدہ باشد + چہ قدر طپیدہ باشد چو ترا نہ دیدہ باشد

مولنا جب سفر سے لوٹے تو آتے ہی اس طالب علم نے وہ پرچہ دیدیا۔ دیکھتے ہی بدون گھر گئے سیدھے جلال آباد پہونچے اور فرمایا کہ بیچاروں کو میرے نہ ملنے کی وجہ سے بڑی حسرت ہوئی۔ سفر سے پیدل چلے ہوئے آئے تھے پیدل ہی جلال آباد پہونچے۔ وہاں دیکھا کہ وہ صاحب اور نوعمروں کے ساتھ

ہنسی دلگی میں مشغول تھے مولٰنا باہر کچھ دیر کھڑے رہے تاکہ اُن کے لطف صحبت میں کیوں خواہ مخواہ مخل ہوں موقعہ دیکھکر کسی آتے جاتے کے ہاتھ اطلاع کرائی وہ لوگ سہم گئے مولٰنا کو اندر لیگئے تھوڑی دیر بیٹھکر فرمایا کہ بھائی میں ابھی گھر بھی نہیں گیا۔ سیدھا یہاں چلا آیا ہوں۔ پھر اسی وقت واپس تشریف لے آئے۔ ایک مرتبہ یہاں مسجد میں تشریف لا رہے تھے۔ راستہ میں پانی بھرا ہوا تھا۔ مولٰنا یہ سوچ ہی رہے تھے کہ کدھر سے پھاند کر چلوں قاری عبداللطیف صاحب پانی پتی نے جو ایک طرف کھڑے تھے یہ دیکھکر فوراً انھیں گود میں اٹھاکر دوسری طرف لا کھڑا کر دیا۔ کیونکہ مولٰنا بہت ہی چھوٹے سے اور منحنی سے تھے۔ ایک مرتبہ مولٰنا ظہر کے وقت مسجد میں تشریف لائے مولٰنا کی آنکھیں چونکہ ہمیشہ مریض رہتی تھیں اس لئے مولٰنا چادرہ آنکھوں کے سامنے ڈالکر چلا کرتے تھے۔ مسجد میں آکر ایک لوٹہ اٹھانے لگے جو ایک طالب علم انھیں کے واسطے وضو کا بھر رہا تھا اس نے دیکھا تو یہ نہیں سمجھا اور کوئی ہے اس نے مولٰنا کی انگلی دباکر جھڑک کر کہا کہ رکھ کہاں لیجا تا ہے۔ مولٰنا نے وہیں رکھ دیا پھر اُس نے دیکھا تو خود مولٰنا تھے نہایت شرمندہ ہوا اور معافی چاہنے لگا۔ مولٰنا پر کچھ بھی اثر نہیں۔ ایکبار بعد نماز جمعہ کے مولٰنا اپنی جوتیاں خود ہاتھ میں لیکر چلے۔ کیونکہ مولٰنا اسقدر متواضع تھے بھلا یہ کب گوارا تھا کہ کوئی دوسرا ان کی جوتیوں کو اٹھاکر رکھے۔ ایک خادم صاحب نے بیچ فرش پر مولٰنا کے ہاتھ سے جوتیاں لینی چاہیں۔ گرمیوں کے دن دوپہر کا وقت فرش تپ رہا تھا جسپر کھڑا ہونا مشکل اب مولٰنا تو انکار کر رہے ہیں اور وہ صاحب اصرار کر رہے ہیں جب مولٰنا نے اپنی جوتیاں نہ چھوڑیں تو اس ظالم نے ایک ہاتھ سے تو مولٰنا کی کلائی پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے جھٹکا دیکر جوتیاں چھوڑالیں۔ اور دوڑ کر سیدھی کرکے صف نعال پر لاکر رکھدیں۔ اور اپنے دل میں اپنی کامیابی پر بڑے خوش ہوئے مجھکو بیحد ناگوار گذرا کہ ظالم تو نے اس ادب کا تو خیال کیا کہ جوتیاں اٹھاکر رکھوں اور اس بے ادبی کا خیال نہ کیا کہ تپتے ہوئے فرش پر اتنی دیر تک کھڑا کئے رہا اور کلائی پکڑ کر جھٹکا دیکر جوتہ چھوڑا لیا۔ مجھے اس کی اس حرکت پر سخت غصہ آیا لوگ خدمت کرنے کا طریقہ بھی نہیں جانتے۔ ایکبار میں گنگوہ بہلی میں بیٹھا جا رہا تھا راستہ میں دیکھا کہ مولٰنا بھی پیدل چلے جا رہے ہیں میں نے فوراً اتر کر عرض کیا کہ حضرت بہلی حاضر ہے۔ فرمایا کہ میں تو پیدل ہی جایا کرتا ہوں۔ اس پر میں نے کچھ اصرار نہیں کیا۔ اور میں بھی پیدل ساتھ ہولیا اور لوگ جو میرے ساتھ تھے اُن

لوگوں نے اصرار کرنا چاہا لیکن میں نے روک دیا کہ آپ کی مرضی پر چھوڑ دینا چاہیئے پھر حاضرین سے حضرت نے فرمایا کہ بزرگوں سے کہیں اس طرح کام نکلتے ہیں کہیں اصرار اور مناظرہ سے کام چلتا ہی کیونکہ اول تو اہل اللہ مناظرہ میں بھی کسی سے نہیں ہارتے اور اگر ساکت بھی ہو گئے تو وہ کسی کے کہنے سے اپنے مذاق کے خلاف کیوں کرنے لگے۔ اسلئے میں نے مولٰنا سے اصرار نہیں کیا لیکن خود ساتھ ساتھ پیدل ہو لیا مولٰنا نے فرمایا کہ تم بیٹھ جاؤ میں نے عرض کیا کہ حضرت میرا بٹھلانا تو آپ ہی کے اختیار میں ہے میں خلاف مذاق اصرار نہیں کرتا۔ لیکن میں بھی پیدل ہی چلونگا۔ اس پر مولٰنا نے فرمایا کہ بھائی یہ تو اصرار سے بھی بڑھکر ہے بھلا مجھکو تمہارا پیدل چلنا کیسے گوارا ہو سکتا ہے۔ پھر مولٰنا ہم لوگوں کے ساتھ بہلی میں سوار ہو لئے میں نے مولٰنا کے بٹھلانیکی یہ ترکیب چلی۔ اسی طرح بلگرام کے ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ انکو ایک مرتبہ کئی فاقوں کی نوبت پہونچگئی جیسا کہ بعض متوکلین کے ساتھ ایسا معاملہ ہوتا ہے اور بعض کو کبھی بھی فاقوں کی نوبت نہیں پہونچتی۔ ان کے ایک شاگرد سبق پڑھنے کے لئے آئے تاڑ گئے پہچان گئے کہ فاقہ ہے خود ہی کچھ طبیعت مضمحل ہونے کا حیلہ کر دیا کہ حضرت آج تو سبق نہ پڑھونگا رخصت کی اجازت لیکر مکان سے سینی میں کھانا رکھکر لائے اور خدمت میں پیش کیا اُن بزرگ نے فرمایا کہ بھائی یہ کھانا میری عین حاجت کے وقت تم لائے ہو کیونکہ مجھکو کئی دن کا فاقہ ہے لیکن میں ایک عذر کے سبب اسکو قبول نہیں کر سکتا۔ اور وہ عذر یہ ہے کہ جس وقت تم میرے پاس سے اٹھکر گئے ہو مجھکو معلوم ہو گیا تھا کہ تم میرے واسطے کھانا لینے جا رہے ہو اب خواہ ان بزرگ کو کشف سے معلوم ہو گیا ہو یا قرائن سے سمجھ گئے ہوں بہرحال انھوں نے فرمایا کہ میرے قلب میں اس کھانے کا انتظار تھا کہ اب تم لاتے ہو گے اور حدیث شریف میں ارشاد ہی ما اتاک من غیر اشراف نفس فخذہ یعنی ایسی چیز کو قبول کرو جس کی تمہارے قلب کو پہلے سے نگرانی نہ ہو۔ چنانچہ اس کھانے کا قبول کرنا خلاف سنت ہی لہذا میں معذور ہوں۔ اسے واپس لیجاؤ۔ چونکہ وہ خادم صاحب علم تھے انھوں نے کچھ اصرار نہیں کیا اور عرض کیا بہت بہتر یہ کہکر کھانا واپس لیگئے۔ امیر اور طالبعلموں نے دل میں کہا کہ یہ شخص بھی بڑا بخیل ہے بس اسی انتظار میں تھا کہ کب انکار کریں اور کب واپس لیجاؤں محض مفت کرم داشتن ہی کے لئے کھانا لایا تھا۔ جب شاہ صاحب کی نظر سے وہ خادم غائب ہو گیا اس وقت وہ پھر اسی کھانے کو لوٹا کر لایا اور پیش کر کے عرض کیا کہ حضرت اب تو امید بالکل

منقطع ہو چکی تھی کیونکہ میں کھانا حسب ارشاد واپس لیجا چکا تھا اب تو نفس کو اسکا انتظار مطلق باقی نہ رہا تھا اب قبول فرمالیا جاوے۔ شاہ صاحب یہ سنکر بیحد خوش ہوئے اور بہت دعائیں دیں اسپر فرمایا کہ جو واقعی خدمت کرنا چاہے اس کیلئے سو طریقے ہیں پھر کھانا قبول فرمالیا اور یہ بھی فرمایا کہ بزرگوں کی خدمت کے لئے بھی بڑی عقل کی ضرورت ہے ہر شخص کا کام نہیں۔

۷ رجمادی الاولی سنہ ۱۳۴۲ھ

(۱۳۳) احقر سہ دری کے قریب کے حجرہ میں مقیم ہے کچھ ذکر جہر باقی تھا حضرت قیلولہ کیواسطے سہ دری میں آرام فرما رہے تھے احقر نے دریافت کیا کہ ذکر سے نیند میں تو خلل نہ آئیگا ارشاد فرمایا کہ جی کچھ بھی نہیں بعضوں کی آواز ذرا کرخت ہوتی ہے آپ شوق سے ذکر کیجئے بلکہ مجھکو تو ذکر سے اور بھی نیند آتی ہے یعنی یہ عجیب بات ہے کہ ذکر سے غفلت پیدا ہوتی ہے۔

(۱۳۴) فرمایا کہ لوگ مجذوبوں کے پیچھے بہت پڑے رہتے ہیں اور بہت معتقد ہوتے ہیں اور ہر مجنون کو مجذوب سمجھنے لگتے ہیں تو یہ ضروری نہیں کہ ہر مجنون مجذوب ہی ہو۔ دوسرے اس کے متعلق میں ایک نکتہ یاد رکھنے کے قابل بتلائے دیتا ہوں وہ یہ کہ مجذوب جو کچھ کہتے ہیں وہ کشف سے کہتے ہیں یعنی جو ہونیوالا ہوتا ہے وہی اُن کی زبان سے نکلتا ہے چنانچہ اگر وہ نہ بھی کہتے تب بھی وہی ہوتا کوئی کام اُن کے کہنے سے نہیں ہوتا بلکہ اُن کا کہنا خود اُس کام ہونیکی وجہ سے ہوتا ہے ہونے کا سبب کہنا نہیں بلکہ کہنے کا سبب ہوتا ہے۔ اُن کی مثال ایسی ہے جیسے تار بابو کے پاس تار آجاتے ہیں وہ کھٹ کھٹ سنکر اُن کو بعینہ ترجمہ کر کے لے لیتا ہے پھر تقسیم کردیتا ہے وہ خود اُس میں کچھ ردوبدل نہیں کرسکتا جیسا تار دینے والے نے تار دیا اُس نے ویسا ہی لے لیا پھر اُسی کے مطابق ترجمہ کر کے لوگوں کو تقسیم کردیا اگر کوئی بے وقوف تار بابو کی خوشامد کرے اور مٹھائیوں کے دونے لا کر اُس سے پوچھے تب بھی وہ تار کے مضمون کو ذرا نہیں بدل سکتا کیونکہ اُس کو مطلق اختیار نہیں اسی طرح اگر کوئی اُس سے فوجداری بھی کرے تب بھی وہ اُن تاروں کو اسی طرح تقسیم کرے گا۔ لہذا اُس کی خوشامد درآمد ایک فضول امر ہے۔ البتہ سالک دعا کرتا ہے اُس سے فائدہ پہنچ سکتا ہے کیونکہ سالکوں کو اکثر کشف نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو وہ اُس کو قطعی نہیں سمجھتا لہذا اُس کو یہ کشف ہوجاتا بھی کہ فلاں امر ہونیوالا نہیں ہو دعا کرنیسے

مانع نہیں ہوتا برخلاف مجذوبوں کے کہ وہ خلاف کشف کے دعا نہیں کر سکتے کیونکہ خدائے تعالیٰ کی مرضی کے خلاف دعا کرنا بے ادبی ہے جس طرح اگر کسی کو یہ معلوم ہو جائے کہ صاحب کلکٹر اس درخواست کو ہرگز منظور نہ کریں گے تو اسکی ہمت نہیں پڑ سکتی کہ پھر کچھ زبان ہلا سکے یہ بھی فرمایا کہ مجذوبوں کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک کچھ زیادہ نہیں ہوتا وہ صرف معذور ہوتے ہیں پھر فرمایا کہ خواہ مخواہ اُسکو ستانا ظلم ہے کیونکہ اگر وہ مجذوب نہ بھی ہو محض مجنون ہو تب بھی وہ معذور ہے اُسکو خواہ مخواہ ستانا کون عقل کی بات ہے البتہ اگر وہ نقصان پہونچانا چاہیں تو اپنی حفاظت ضروری ہے عرض کیا گیا کہ اگر اپنی حفاظت میں کچھ زیادتی ہو جائے اور وہ دراصل مجذوب ہو تو کچھ مؤاخذہ تو نہیں۔ فرمایا کہ شریعت پر عمل کرنے سے کبھی مؤاخذہ نہیں ہو سکتا پھر ایک قصہ فرمایا کہ ایک شاہ صاحب نے صدا لگائی میں اوپر تھا اندر سے کچھ آٹا بھیجا گیا وہ انھوں نے قبول نہیں کیا۔ اور بڑی بڑی چیزیں مانگنے لگے۔ بالآخر مجکو باہر آنا پڑا دیکھا تو نہایت متبرک صورت بڑی ڈاڑھی جوغہ پہنے ہوئے۔ لنگی کئے ہوئے اور بہت سی تسبیحیں گلے میں ڈالے ہوئے ہیں کہا کہ شاہ صاحب جسکو جتنی توفیق ہو اُسی کو قبول کرنا چاہیئے وہ مجکو بھی لمبی چوڑی باتیں سُنانے لگے تب میں نے ڈانٹ کر کہا کہ اگر سیدھی طرح آپ نہ گئے تو میں آپ کو زبردستی نکلوا دونگا۔ اسپر اُنھوں نے یہ شعر پڑھا ؎

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست　　شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

اس کے جواب میں میں نے بھی وہی شعر پڑھ دیا اور کہا کہ آپ کو بھی تو یہی سمجھنا چاہیئے کہ ؎

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالیست　　شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

آپ کو بھی تو کچھ احتمال ہونا چاہیئے یا صرف مجھی کو۔ یہ سُنکر چپکے چلے گئے پھر سُنا کہ ایک پڑوس کے گھر سے زیادہ چیزیں لیگئے۔ بعضے لوگ قلوب پر مسمریزم کے عمل سے کچھ زور ڈالکر بھی وصول کرلے جاتے ہیں۔

۱۵ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ

(۱۴۵) ایک صاحب نے حاضرات کا ذکر کیا کہ کسی کا لڑکا بھاگ گیا ہے۔ اُس نے حاضرات کرائی تو سب پتے نشان بتلادیئے۔ اسپر فرمایا کہ حاضرات کوئی چیز واقعی نہیں محض خیال کے

تابع ہے۔ مجھے اس کا پورے طور پر تجربہ ہے بالکل واہیات ہے جس مجلس میں حاضرات کی گئی ہو گی اُس میں ضرور کوئی شخص ایسا ہو گا جو اپنے خیال میں لڑکے کو اُن بتوں کی جگہ سمجھتا ہو گا چنانچہ راوی نے اقرار کیا کہ فلاں شخص یعنی لاپتہ لڑکے کا باپ موجود تھا حضرت نے فرمایا کہ بس یہ اسی کے خیال کا عکس تھا پھر فرمایا کہ اگر ایک شخص بھی اُس مجلس میں اُس خیال کا ہو تو اُسکا وہی خیال معمول پر منعکس ہو جاتا ہے۔ جو باتیں معلوم ہوتی ہیں وہ دوسرے کے خیال کا عکس ہوتا ہے اور اکثر غلط شاذ و نادر بعض واقعات صحیح بھی نکل آتے ہیں جیسا کہ قاعدہ ہے کہ اٹکل پچو خیال بھی تو کبھی صحیح نکل آتا ہے۔ بس لوگ اُنہیں شاذ و نادر واقعات کو تو یاد رکھتے ہیں اور جو سیکڑوں باتیں غلط نکلتی ہیں وہ خیال میں نہیں رہتیں۔ نجومیوں اور پنڈتوں کی بعضی شاذ و نادر باتیں صحیح نکلتی ہیں اور بہت سی غلط ہی ہوتی ہیں۔ پھر دیر تک قوتِ خیالیہ کے عجائب و غرائب بیان فرماتے رہے اور خود اپنے تجربہ کے واقعات کا بھی ذکر فرمایا کہ جب میں کانپور میں تھا تو طلسمی انگوٹھیوں کے بڑے چرچے تھے میں نے ایک صاحب سے کہا کہ تم ہر قسم کے جلسوں میں شریک ہوتے ہو۔ ہم ہر جگہ نہیں جا سکتے۔ اس لئے تم مختلف جلسوں سے اسکی تحقیق کر کے یہاں آکر بیان کرو تاکہ یہ معلوم کریں یہ معاملہ کیا ہے۔ چنانچہ وہ صاحب چند روز کے آئے اور بیان کیا کہ اُس انگوٹھی سے بھی زیادہ ایک عجیب بات ہمیں معلوم ہوئی کہ جسکی روح کو چاہیں بلا سکتے ہیں اسپر مجھکو بڑی حیرت ہوئی اور خود دیکھنا چاہا اُس شخص نے کہا کہ میں اپنے اُستاد کو بلا کر لاؤنگا اور یہ عمل دکھلاؤنگا چنانچہ وہ لوگ یعنی وہ شخص مع اور دو شخصوں کے آئے ہمنے مدرسہ میں تو سب کے سامنے یہ حرکت خلافِ مصلحت سمجھی اس لئے ایک علحدہ مکان میں اس عمل کا دیکھنا تجویز کیا اُس مکان میں صرف چھ شخص تھے تین تو وہ عامل اور ایک میں اور میرے ساتھ ایک مدرسہ کے مہتمم اور ایک مدرس وہ مدرس بالکل ایسی باتوں کے قائل نہ تھے ایک میز پر اُن عاملوں نے عمل کیا دونوں ہاتھوں کو رگڑ کر میز پر اُن لوگوں نے رکھا اور ذرا دیر متوجہ ہوئے تھوڑی دیر کے بعد خود بخود میز کا ایک پایا اُٹھا۔ اُنہوں نے کہا کہ لیجیے جناب روح آگئی۔ انھوں نے کہا کہ تمہارا کیا نام ہے معلوم ہوا کہ نجمل حسین ہے کوئی آواز نہ تھی کچھ اصطلاحیں مقرر تھیں اُن سے سوالات کے جوابات معلوم ہو جاتے تھے۔ اب اُن لوگوں نے ایک مشہور اہل ہومی کے لڑکے کی روح کو بلوایا

چاہا اور اُسی تجمل حسین کو مخاطب کر کے کہا کہ جاؤ اُس شخص کی روح کو بلا لاؤ اور جب جانے لگو تو فلاں پایہ کو اٹھا جانا اور جب تم آؤ تو اپنے آنے کی اطلاع اس طرح کرنا کہ اُس پایہ کو پھر اُٹھا دینا اور اگر اُس شخص کی روح کو بھی ساتھ لاؤ تو دو مرتبہ اُس پایہ کو اٹھا دینا۔ چنانچہ فوراً پایہ اٹھا معلوم ہوا کہ روح کو لینے گیا ہے تھوڑی دیر بعد وہی پایہ دو مرتبہ اٹھا معلوم ہوا کہ اُس شخص کی روح بھی آگئی اب ایسی ہی اصطلاحوں میں اُس اہل ہوئی کے لڑکے سے سوالات کرنے شروع کئے پوچھا کہ تمنے جمہور کے مذہب کو حق پایا۔ یا اپنے مذہب کو جواب ملا کہ جمہور کے مذہب کو۔ پوچھا کہ تم ابتاع ہوئی کی وجہ سے سزا بھگت رہے ہو یا سزا نہیں دی گئی۔ جواب ملا کہ ہاں سزا دیجا رہی ہے عذاب میں مبتلا ہوں ہم لوگ بڑی حیرت میں تھے کہ یہ کیا معاملہ ہے اُن لوگوں نے مجھ سے فرمائش کی کہ اب آپ جس شخص کی روح کو بلوانا چاہیں بلوائیں۔ ملاں کی دوڑ مسجد تک میں نے حضرت حافظ شیرازی رحمتہ اللہ علیہ کی روح کو بلوایا۔ وہی تجمل حسین سب روحوں کو بلا بلا کر لاتا تھا چنانچہ اسی طرح پایہ پھر اٹھا معلوم ہوا کہ حضرت حافظ بھی تشریف لے آئے ہیں نے کہا کہ السلام علیکم اصطلاح میں جواب ملا کہ وعلیکم السلام۔ اس موقع پر احقر نے عرض کیا کہ کیا حضور کو یقین ہو گیا تھا کہ یہ حضرت حافظ کی روح ہے فرمایا کہ جی میں بالکل خالی الذہن تھا نہ اعتقاد تھا اور نہ اس مشاہدہ کی تکذیب کی کوئی دلیل ذہن میں آتی تھی حیرت میں تھا کہ یا اللہ یہ کیا معاملہ ہے اُن لوگوں نے مجھ سے کہا کہ آپ حضرت حافظ کا کچھ کلام پڑھئے اُن کی روح خوش ہو گی چنانچہ میں نے شروع کی غزل الا یا ایہا الساقی ادر کاسا وناولہا پڑھی۔ میز کا پایہ بار بار اور جلدی جلدی اٹھنے لگا گویا حضرت حافظ کی روح وجد کر رہی ہے ہم لوگ بڑے تعجب میں تھے۔ اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی اتنے میں مغرب کا وقت آگیا نماز پڑھنے کے لئے اُٹھے ہم تینوں نے آپس میں گفتگو کی کہ یہ کیا بات ہے اخیر میں یہ رائے قرار پائی کہ یہ سب کرشمے قوت خیالیہ کے معلوم ہوتے ہیں۔ اب یہ کرنا چاہیئے کہ جب وہ لوگ عمل کرنے لگیں تو ہم تینوں یہ خیال کر کے بیٹھ جائیں کہ پایہ نہ اُٹھے مہتمم صاحب بولے کہ وہ لوگ مشاق ہیں ہم لوگوں کا خیال اُن کے مقابلہ میں کیا کام کر سکتا ہے میں نے کہا کہ تم ابھی سے ضعیف نہ ہو نہیں تو کچھ بھی نہ ہو سکے گا یہی سمجھنا چاہیئے کہ اُن کے خیال کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہمارا خیال ضرور غالب آئیگا۔ امتحان تو کرنا چاہیئے چنانچہ ہم لوگ یہ مشورہ

کر کے پھر بعد نماز مغرب پہونچے اور ان لوگوں سے کہا کہ ایک مرتبہ پھر دکھلاؤ۔ اُن لوگوں نے پھر عمل کرنا شروع کیا اور ادہر ہم تینوں یہ خیال جما کر بیٹھ گئے کہ پایہ نہ اُٹھے۔ چنانچہ بہت کچھ اُنھوں نے کوشش کی اور بہت زور لگایا لیکن کچھ نہ ہوسکا۔ کوئی بھی پایہ نہ اٹھا وہ لوگ بڑے شرمندہ ہوئے اب تو ہماری بڑی ہمت بڑہی اور مجکو یقین ہوگیا کہ یہ سب قوت خیالیہ ہی کے کرشمے ہیں میں تو اُٹھکر چلا آیا۔ مہتمم اور مدرس وہیں بیٹھے رہے میرے چلے آنے کے بعد پھر اُن لوگوں نے عمل کیا اور مہتمم اور مدرس نے پھر وہی خیال کیا کہ پایہ نہ اُٹھے لیکن پایہ اُٹھ گیا شیخ سدو کی روح کو بلوایا گیا اُس سے پوچھا گیا کہ تم پہلے کیوں نہیں آئے تھے میرا نام لیکر پوچھا کہ کیا تم اُس سے ڈر گئے تھے جواب ملا کہ ہاں ڈر گئے تھے پھر اگلے روز ہم نے خود تجربہ کیا۔ اسی طرح ہاتھ رگڑ کر میز پر رکھے اور ہم تینوں یہ سوچکر بیٹھ گئے کہ فلاں پایہ اُٹھے چنانچہ وہی پایہ اُٹھ گیا پھر یہ سوچا کہ ایک مرتبہ فلاں پایہ دونوں اُٹھیں چنانچہ دونوں اُٹھ گئے پھر تیسرے پایہ کا خیال کیا تو وہ بھی اُٹھنے لگا لیکن اُن دونوں میں سے جو پیشتر کے اُٹھے ہوئے تھے ایک پایہ نیچے گر گیا تینوں ایک ساتھ نہ اُٹھ سکے اسکے لئے زیادہ قوت کی ضرورت تھی پھر ہمنے صرف ایک انگلی رکھکر اُسی طرح پائے اٹھائے پھر اُس میز کے اوپر دوسری میز رکھی اور اُسپر ہاتھ رکھکر یہ سوچکر کھڑے ہوگئے کہ اوپر والی میز کا فلاں پایہ اور نیچے والی میز کا فلاں پایہ اُٹھ جاوے چنانچہ اسی طرح اُٹھ گئے غرض جس طرح چاہا اُسی طرح پائے اُٹھ اُٹھ گئے اب ہمیں پوری طرح اطمینان ہوگیا تین پائے ایک ساتھ نہ اُٹھ سکے کیونکہ خیال میں اتنی قوت نہ تھی لیکن مشق بڑہانے سے یہ بھی ہوسکتا ہے پھر ہمنے اُسی کے قاعدہ کے موافق میز کو خطاب کیا کہ اگر تجھ میں کوئی روح آتی ہے تو ایک بار فلاں پایہ اُٹھے اور اگر نہیں آتی تو دو بار اُٹھے چنانچہ دوبار اُٹھا تو بطور حجۃ الزامیہ علی المدعی کے خود اُسی کے قاعدہ سے روح کے آنیکا ابطال بھی ثابت ہوگیا حقیقت یہی ہے کہ یہ سب تصرفات خیال کے ہیں اور ہاتھ رگڑنے کی یہ مصلحت ہے کہ رگڑ سے قوت برقیہ منتعش ہوتی ہے اور وہ معین ہوجاتی ہے۔ ہاتھ یا اُنگلی اس لئے رکھی جاتی ہو کہ اس سے خیال کو بہت مدد ملتی ہے اور واسطہ کے ذریعہ سے خیال آسانی کے ساتھ کام کرسکتا ہے اگر اگر زیادہ مشق بڑہائی جاوے تو پھر اسکی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ محض خیال کرنے سے پایہ اُٹھ سکتا ہے پھر تو یہ ہوا کہ جو ہاتھ رکھکر بیٹھا اُسی کے ہاتھ سے پایہ اُٹھ گیا ساری حقیقت کھل گئی کہ لوصاحب

یہ ہے ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا　　جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

ان سارے واقعات کے بعد مدرسہ کا جلسہ تھا معمول سے زیادہ آدمی آنیوالے تھے ہم نے کہا کہ لاؤ اس عمل سے یہ معلوم کریں کہ آج مسجد میں کتنی صفیں ہونگی چنانچہ یہ سوچکر بیٹھ گئے کہ جتنی صفیں ہوں اتنی ہی بار پایہ اُٹھ جاوے پایہ گیارہ مرتبہ اُٹھا اور بارہویں مرتبہ بھی کچھ اٹھا لیکن ذرا سُست سا اُٹھا میں نے کہا کہ یہ کیا بات ہے کہ بارہویں مرتبہ تھوڑا اُٹھکر رہ گیا۔ مہتمم بولے کہ اسکا یہ مطلب ہے کہ گیارہ صفیں تو پوری ہونگی اور بارہویں صف پوری نہوگی نماز ختم ہوتے ہی دعا مانگنے سے بھی پہلے میں نے اُٹھکر صفیں گنیں تو پوری گیارہ صفیں تھیں اور بارہویں صف پوری بھری ہوئی نہ تھی صرف ایک طرف تھوڑے سے نمازی تھے اس واقعہ سے بڑی حیرت ہوئی دوسرا عجیب واقعہ یہ ہے کہ ایک قلمدان میں بہت سے قلم اور ایک پرکار رکھا ہوا تھا عمل کیا تو اکیس مرتبہ پایہ اُٹھا گنے تو معلوم ہوا کہ انیس ۱۹ تو قلم تھے اور ایک پرکار تھا کل بیس ۲۰ عدد تھے تعجب ہوا کہ ایک مرتبہ زیادہ کیوں اُٹھا سمجھ میں آیا کہ پرکار میں دو پھل ہوتے ہیں اسلئے اُس ایک کے بجائے دو بار اُٹھا مہتمم کے مکان میں شبہ تھا کہ خزانہ مدفون ہے انھوں نے کہا کہ یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ واقعی ہے یا نہیں چنانچہ عمل کرنے سے معلوم ہوا کہ تہ خانہ میں ہے پھر تہ خانہ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے اُن پر نمبر ڈالدیئے کہ کس ٹکڑے میں مدفون ہے اور کتنے ہاتھ نیچے ہے تہ خانہ کے اندر جا کر یہ عمل کیا چنانچہ ایک خاص ٹکڑے پر پایہ اُٹھا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اتنے ہاتھ نیچے ہے۔ انھوں نے مزدور بلوا کر پھاوڑوں سے کھدوانا شروع کر دیا لیکن وہاں بھلا کیا رکھا تھا آخر اُس گڈھے کے اندر اُتر کر پھر عمل کیا کہ کیا دراصل خزانہ نہیں ہے محض ہنسی کر رہے تھے تو نکلا کہ ہاں ہنسی کر رہے تھے۔ پھر فرمایا کہ صفوں اور قلمدان کے دو واقعے تو عجیب ہیں اور سب واہیات اُنکی نسبت بات یہ ہے (اس میں تھوڑے سے فلسفہ جاننے کی ضرورت ہے یہ مسئلہ فلسفہ کا ہے کہ علم کے لئے علم العلم ہونا ضرور نہیں یعنی یہ علم نہیں ہوتا کہ ہم کو اس واقعہ کا علم ہے اور معلوم کا اجمالاً علم ہوتا ہے ان دونوں واقعات میں بھی ہم لوگوں کو علم تھا۔ گو ظنی اور تخمینی اور اجمال ہی کے درجہ میں سہی جیسا خیال کرنے سے بھی کبھی صحیح علم ہو جاتا ہے مگر اس علم کا علم نہیں تھا اس لئے مطابق واقع

کے جواب ملگئے اس کی علامت یہ ہے کہ جب آدمی کچھ سوچتا ہے تو بہت سی باتیں مطابق واقعات کے معلوم ہوجاتی ہیں۔ چنانچہ ایک شخص تھے نہ نماز نہ روزہ لیکن قوت متخیلہ کی مشق سے انکی یہ حالت تھی کہ کوئی مقدمہ کسی کا ہو جہاں اُنہوں نے بیٹھ کر خیال کیا اُس کا نتیجہ معلوم ہوگیا پھر واقعی اُسی طرح ہوا جیسا اُنھوں نے بتلایا پس ہمارے دماغ میں بھی اُن واقعات کا علم تھا۔ لیکن علم العلم نہیں تھا۔ متخیلہ ایسی چیز ہے کہ اس سے کام لیا جاوے تو بہت سے واقعات صحیح نکل آتے ہیں پھر استفسار پر فرمایا کہ نجوم جفر یہ سب مستقل فن ہیں جفر کی بہت تعریف سُنی ہے مگر اُس کے ماہر نہیں سننے میں آئے۔ اور یہ ایک مستقل فن ہے حساب کا ایک شعبہ ہے جیسے خطائین کا حساب جو کہ حیرت انگیز ہے حتیٰ کہ بعضوں نے تو کہا ہے کہ یہ وحی سے معلوم ہوا تھا۔ خیال صحیح ہونے کا ایک قصہ یاد آیا۔ صدر بازار میرٹھ کا ایک بہت بڑا مقدمہ جنٹ کے یہاں تھا ایک دفعہ پیشی کے روز لوگ گئے وہی صاحب جنکی پیشین گوئی مقدمات کے متعلق اوپر مذکور ہوئی وہ بھی تھے۔ انھوں نے کہا کہ آج پیشی نہیں ہوگا۔ چنانچہ صاحب جنٹ دیر میں آئے آتے ہی کہا کہ آج یہ مقدمہ پیش نہیں ہوگا لوگوں نے اُن سے پوچھا کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اس مقدمہ کا انجام کیا ہوگا کہا کہ مناسب نہیں بتلانا فریق ثانی سُنکر کوشش سے بیٹھ رہے گا اُس کو ارمان رہجاویگا جب بہت اصرار ہوا تو اُنھوں نے غور کیا اور ایک کاغذ پر فیصلہ لکھکر ایک تختی پر اُلٹا چسپاں کردیا۔ اور ایک معتبر حافظ حاجی امام مسجد کے پاس رکھوادیا کہ بعد فیصل ہونے کے اس کو کھولنا۔ مقدمہ ہونیکے بعد جو پڑھا گیا تو ظالم نے لفظ بہ لفظ وہی لکھ رکھا تھا جو جنٹ نے فیصلہ سُنایا یہ بالکل خیال تھا اور کچھ نہیں خیال ایسی چیز ہے پھر اُن صاحب نے اس قوت کو بڑہایا جب لندن گئے تو ایک فلسفی عورت نے سُنکر اس کی تکذیب کی اور بہت ہنسی۔ ایک بڑے معزز شخص کے یہاں دونوں کی دعوت تھی وہاں اس کا امتحان کیا گیا۔ عورت نے کہا کہ میری جیب میں ایک تحریر ہے اُس میں ایک ایسا واقعہ ہے کہ جسپر کوئی مطلع نہیں کوئی مخفی واقعہ تھا بتلاؤ کہ وہ کیا ہے اُسکو یقین تھا کہ یہ نہیں بتلاسکیگا۔ چھ ہزار روپیہ فیس ٹھہرا مطلب منگا کر کاغذ قلم لیکر تھوڑی دیر سوچکر لکھنا شروع کیا جب سب لکھ چکا تو کہا کہ کہو سب کو پڑھکر سُنادوں اور اگر کہو تو تمکو دیدوں وہ عورت ڈر گئی اور کہا کہ مجھکو دیدو وہ اپنی تحریر سے مقابلہ کرتی گئی ایک لفظ کا فرق نہ نکلا۔ عورت حیران رہ گئی۔ تمام تر تحریر میں صرف ایک لفظ میں فرق تھا

اُس نے استفسار پر کہا کہ پہلے یہی لفظ ہوگا۔ بعد کو کاٹ کر بنایا گیا ہوگا۔ چنانچہ واقعی یہی بات تھی مشق سے اسقدر قوت بڑھ گئی تھی مگر باوجود اس کے وہ شخص یہ کہتے تھے کہ میں ایک نہایت گنہگار مسلمان ہوں یہ کوئی کمال نہیں پھر استفسار پر فرمایا کہ معجزات میں اور قسم کے تصرفات میں بہت فرق ہیں ایک یہ بھی کہ مکتسب کی ایک حد ہے معجزات کی حد نہیں۔ البتہ امکان نقلی تو ہونا چاہیے لیکن یہ ہے بڑی تلبیس میں نے تو اُس زمانہ میں کانپور میں اس کے متعلق ایک تحریر بھی لکھکر شائع کردی تھی تاکہ لوگوں کو دھوکہ نہو۔ استفسار پر فرمایا کہ استدراج بھی کبھی بواسطہ کبھی بلاواسطہ قوتِ خیالیہ کے ہوتا ہے اور وحی بالکل بلاواسطہ قوتِ اکتساب کے ہوتی ہے مسمریزم مکتسب ہوتا ہے لیکن مدعی نبوت سے ممتنع ہے کہ خوارق ہو سکیں قوتِ اکتساب بھی اُس کی باطل ہوجاتی ہے اُس سے خوارق نہیں ہو سکتے یہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ مخلوق کو دھوکہ سے محفوظ رکھا البتہ مدعی الوہیت سے خوارق ہو سکتے ہیں کیونکہ اس دعوے کے بطلان کے بدیہی دلائل موجود ہیں فلاں شخص مدعی نبوت مستقلہ نہیں تھا البتہ اہانت انبیاء کی وجہ سے میری رائے اُس کے بارہ میں سخت ہے۔

(۱۳۶) بہ سلسلہ گفتگو فرمایا کہ بڑھیوں کی باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔ ایک بڑھیا کچھ اپنی تکلیفیں بیان کر رہی تھی پھر کیا کہتی ہے کہ مولوی جی میں زیادہ کہتی بھی نہیں۔ کبھی اللہ میاں کہیں کہ (نعوذ باللہ) میرے عیب کھولتی پھرے ہے۔ اپنی دانست میں اُس نے یہ بہت ڈر کر کہا تھا مطلب اُسکا یہ تھا کہ کہیں اللہ میاں کی شکایت نہو جاوے اُسکو اس بھدے عنوان سے بیان کیا ایک اور بوڑھیا نے مجھ سے پوچھا تھا کہ مولوی جی تمہیں تو اللہ میاں کے گھر کی سب خبر ہے میں تم سے یہ پوچھوں ہوں کہ اللہ میاں زندہ ہیں۔ سب عورتیں توبہ توبہ کرنے لگیں اُسوقت وہ گھبرائی کہ کیا بات ہے۔ اُس بیچاری نے یہ سمجھا کہ بہت دنوں سے اللہ میاں کا ذکر سنتے چلے آرہے ہیں نہ معلوم ابتک زندہ بھی ہوں گے۔ اُس کی سمجھ ہی اتنی تھی۔ عورتیں اُس پر ہنسنے لگیں۔ میں نے منع کیا کہ نہیں میں سمجھا دونگا چنانچہ میں نے اُس سے پوچھا کہ یہ تو بتلا کہ کھانے کون دیتا ہے۔ کہا اللہ میاں۔ میں نے کہا اولاد کون دیتا ہے۔ پانی کون برساتا ہے۔ کہا اللہ میاں۔ پھر میں نے پوچھا کہ بھلا مرا ہوا بھی کوئی کام کر سکتا ہے۔ کہا کوئی نہیں میں نے کہا بس اگر اللہ میاں زندہ نہوتے تو کھانے کو کہاں سے دے سکتے تھے۔ اولاد کیسے دیتے۔ پانی کس طرح برساتے یہ سنکر اُس کی سمجھ میں آگیا۔ بولی ہاں جی

ہاں زندہ ہیں۔ فرمایا کہ ایسوں کو مؤاخذہ نہیں۔ کیونکہ اُن کی سمجھ ہی اتنی ہوتی ہے۔ جیسے کہ دیہاتی لوگ بڑے بڑے افسروں سے سخت سخت باتیں کہہ دیتے ہیں لیکن ناسمجھی کی وجہ سے اُن سے کچھ بازپرس نہیں کیجاتی۔ اگر کوئی شہری کہدے تو فوراً توہین عدالت میں ماخوذ ہو جاوے۔

(۱۳۷) اکثر کچھ اعلان چھپا کرتے ہیں۔ عبد اللہ کے نام سے جو روضۂ نبوی کا خادم بتلایا جاتا ہے کہ اُسکو حضور کا یہ ارشاد ہوا ہے کہ اس سال اتنے مسلمان مرے ہیں اُن میں صرف اتنے با ایمان مرے اور باقی بے ایمان ہو کر مرے ہیں اور کچھ وعیدیں درج ہوتی ہیں اور خیر خیرات صدقے وغیرہ کرنے کی ہدایت ہوتی ہے اسی قسم کا ایک اعلان جو ریلوے ملازموں کی طرف سے شائع ہوا تھا کسی نے حضرت کی خدمت میں بھیجدیا فرمایا کہ یہ سب واہیات ہے۔ ہر سال یہی قصہ ہوتا ہے۔ میں نے تو اسکے متعلق ایک مضمون تردیدی کانپور میں شائع کرا دیا تھا اُسی اعلان میں یہ قسم تھی کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھکو ایمان نصیب نہو۔ فرمایا کہ ایسی قسم خود حرام ہے پھر فرمایا کہ ایک بڑی پہچان سچے اور جھوٹے ہونے کی یہ ہے کہ دیندار متقی صلحا جس طرف مائل ہوں وہ حق ہے اور جس طرف عوام الناس جہلا مائل ہوں وہ جھوٹ۔ اگر اس خبر میں شائبہ بھی سچا ہوتا تو اچھے لوگ کیوں نہ مائل ہوتے یہ کیا بات ہے کہ ریلوے ملازم اور ایسے ہی عوام جُہلاء ایسے اعلانوں کو ثواب سمجھکر شائع کرتے ہیں کیونکہ اُسی عبد اللہ کی طرف سے یہ بھی ہوتا ہے کہ جو کوئی اس خبر کو شائع کرے اُس کو ایسے ایسے لمبے چوڑے ثواب ملیں۔

(۱۳۸) ملفوظ نمبر ۱۳۵ کے سلسلہ میں استفسار پر فرمایا کہ سالکین کو جو واقعات پیش آتے ہیں اُن میں بھی بعض امور قوت خیالیہ کے تصرف سے ہوتے ہیں مثلاً سلب مرض کشف قبور وغیرہ یا بعضے انوار و اصوات وغیرہ۔ گو حضرت نے ضیاء القلوب میں بعض تصرفات کی ترکیبیں بھی لکھی ہیں لیکن بہت ناپسند فرماتے تھے۔ انمیں ایک صورت دعوی کی سی ہے۔ نیز عوام کو ایہام ہوتا ہے انکے کمال ہونے کا پھر اہل باطل کے لوگ معتقد ہونے لگتے ہیں کیونکہ ان کے لئے بزرگی کی ضرورت نہیں بلکہ فاسق فاجر یہانتک کہ کفار جوگی وغیرہ بھی مشق سے یہ قوت حاصل کر سکتے ہیں ان میں فتنہ بڑا ہے۔ پھر تصرفات شانِ عبدیت کے بھی خلاف ہیں پھر ان تصرفات کے وقت حق تعالیٰ کی طرف اتنی توجہ نہیں رہتی جس قدر غیر حق کی طرف ہوتی ہے وہ بھی قصداً۔ مجھکو تو اس سے بڑی غیرت آتی ہے۔ چنانچہ اسی لئے

بتوجہ متعارف یا تصور شیخ سے مجکو بہت ہی انقباض ہے یہ وجدان کی بات ہے گو میں اُس کو
جائز سمجھتا ہوں لیکن ذوقاً نفرت ہے جیسے اوجھڑی کھانا گو جائز ہے لیکن بعض طبیعتیں اُس کو
قبول نہیں کرتیں۔ بلکہ بعضے معاصی کی نسبت بھی ان اشغال سے زیادہ نفرت ہے (اسکے متعلق
حضرت نے ایکبار مثال فرمائی تھی کہ گو شراب نجس ہی اور تھوک سنک وغیرہ طاہر ہیں لیکن طبعی
طور سے شراب سے اسقدر نفرت نہیں جیسی کہ تھوک سنک وغیرہ سے گو شرعی نفرت شراب ہی
سے زیادہ ہے) توجہ متعارف اور تصور شیخ میں ایک غیرت پیدا ہوتی ہے۔ کہ جو توجہ تام کہ خدا تعالیٰ
کا حق ہے دوسری طرف اُسکو منصرف کرنا نہایت ناگوار معلوم ہوتا ہے۔ گو ہر وقت توجہ الی الحق کی
بھی توفیق نہیں ہوتی لیکن قصداً تو دوسرے کی طرف ایسی توجہ اچھی نہیں لگتی جو خاص حق تعالیٰ کا
حق ہو بعضوں کے وجدان میں یہ مصلحت ہے کہ اس سے دوسروں کو نفع ہوتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ
اس خاص طور سے نہ سہی لیکن ویسے تو توجہ سب کو ہوتی ہی ہوگی۔ فرمایا کہ ایسی توجہ تو ہوتی ہی ہے کوئی
اپنے مرید کو دیکھتا ہے یا شاگرد کو دیکھتا ہے کہ کام کر رہا ہے تو خود بخود توجہ ہوتی ہے یہ شفقت کے ساتھ
جو توجہ ہوتی ہے وہ تو سنت ہے انبیاء کی گفتگو اُس توجہ میں ہے جسمیں تمام خیالات کو مجتمع کرکے ایک
ہی طرف قصداً لگانا پڑتا ہے کیونکہ توجہ متعارف میں جب تک ایسا نہ کیا جاوے نفع نہیں ہوتا
عرض کیا گیا کہ کاملین کے قلب میں تو حق تعالیٰ کی یاد ایسی رچ جاتی ہے کہ گفتگو وغیرہ یا مخلوق
کی طرف متوجہ ہونے میں بھی ذہول نہیں ہوتا تو ایسی حالت میں توجہ متعارف میں بھی مشغولی الحق میں
فرق نہ آتا ہوگا۔ فرمایا کہ رچنا تو ایک حال ہوگیا ہے مگر توجہ بقصد کا اب بھی مکلف ہے جز مزید توجہ
سے توجہ اور زیادہ ہو جاتی ہے سو توجہ مصطلح میں اُس کا تو وہ تارک ہوگیا۔ رچنا کے صرف یہ معنی
ہیں کہ ادنیٰ توجہ سے قلب منصرف الی الحق ہو جاتا ہے۔ مثلاً اُستاد کو پڑھاتے پڑھاتے ایسا ملکہ
ہو جاتا ہی کہ ذرا متوجہ ہونے سے سارے مضامین پیش نظر ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ تو نہیں کہ دوسری
کتاب پڑھاتے وقت بھی سب مضامین ذہن میں ہوں۔ التفات کے لئے تو قصد ہی کی ضرورت ہے سو
اس مرتبہ میں تو قلت التفات ہو ہی جائیگا۔ چاہے ثواب زیادہ ہو۔ کیونکہ نفع متعدی ہے۔ لیکن
حضور قلب میں تو فرق آہی جائیگا گو محبوب کو ناگوار نہ ہو لیکن افتراق کی ناگواری اس محب کو تو ہو ہی
گی۔ دوسرے جو حضور حال ہو گیا ہے اُس سے آگے بھی تو حضور کے مدارج ہیں اُنکو کیوں ضائع کرے

اور یہی حاصل ترقی کا ہے کہ جو درجہ ہو اُس سے آگے چلو۔ مثلاً نماز میں جبکا حضور ایک خاص درجہ تک ہو رہا ہے۔ اُسے چاہئے اور آگے بڑھے۔ ہاں اُسمیں مشقت ضرور ہوگی۔ عرض کیا گیا کہ کاملین کو تو عبادت میں تکلیف نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ تکلیف نہیں ہوتی کے یہ معنی ہیں کہ درجۂ مزاحمت عمل میں نہیں ہوتا لیکن مشقت کچھ نہ کچھ ہوتی ہے اور مشقت میں لذت بھی تو ہوتی ہے کسی مزدور کو اگر ٹھیکہ دیدیا جاوے کہ بجائے ہر کے ہر ملیں گے اتنی دیر میں کام ختم کردو تو وہ زیادہ محنت کے ساتھ کام کرتا ہے۔ اس محنت سے اُس کو مشقت ہوتی ہے مگر لطف آتا ہے۔ شوق سے کام کرتا ہے۔

(۱۳۹) استفسار پر فرمایا کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ کاملین پر حال غالب نہیں ہوتا اسکے یہ معنی ہیں کہ ایسا غلبہ نہیں ہوتا کہ استقامت یعنی اعتدال شرعی سے نکلجاوے باقی غلبہ تو ہوتا ہی۔ نفی اُس غلبہ کی ہے کہ جسمیں حضرت منصور سے انا الحق نکل گیا تھا۔ ایسا غلبہ نہیں ہوتا دیکھئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کے وقت غشی اور پسینہ کی کثرت ہوتی تھی۔ البتہ ایسا غلبہ نہیں تھا جو کسی مطلوب شرعی میں خلل واقع کردے۔ وحی میں مثل نوم مغلوبیت ہوتی تھی لیکن کسی حالت شرعیہ سے تو خروج نہیں ہوتا تھا۔ باقی حالت محمودہ کا مطلق غلبہ کیسے منفی ہو سکتا ہے جبکہ نوم کا بھی غلبہ انبیاء و اولیاء پر ہوتا ہے۔ غرض کاملین پر بھی احیاناً کسی حال محمودہ کا غلبہ ہوتا ہے۔ مثلاً بکا کا غلبہ کاملین کو بھی ہوتا ہے گو اوروں سے کم ہوتا ہے۔ وجد کسی نئی چیز کا ایک خاص اثر ہوتا ہے کامل کو بھی نئی چیز کا اثر پرانی سے زیادہ ہوتا ہے۔ مثلاً کامل نئی شادی کرے تو شروع میں کیا اُسپر خاص اثر ہوگا ہر نئی چیز کا اثر ہوتا ہے۔ چنانچہ نیا شعر سنکر بہت اثر ہوتا ہے دوبارہ سننے پر وہ اثر نہیں ہوگا یہ سب امور طبعیہ میں سے ہیں۔ سیدھی بات تو یہی باقی تاویل ہی۔ مکرر استفسار پر فرمایا کہ سورۂ نساء سنکر حضور روئے تھے یہ کیا غلبہ نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ تو تمہارے سوالات کے جواب تھے۔ باقی انبیاء کے احوال کی بابت سوالات نہیں کرنے چاہئیں اولیاء کے احوال کی بابت کرنا چاہئیں انبیاء کے ذوق سے ہم لوگ بالکل عاری ہیں اس لئے جو کچھ ہم قیاس کریں گے وہ قیاساً علی احوالنا ہوگا۔ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے کہ انبیاء کے احوال گفتگو نہیں کرنا چاہیے بعض مصنفین نے اس کی ذرا پرواہ نہیں کی۔ خواہ اور انبیاء کی تنقیص ہی ہو جائے۔ حالانکہ ادب کے بھی خلاف ہے۔ بعض مصنفین نے جہاں کمالات انبیاء کا موازنہ کیا ہے وہاں بڑی جرأت سے کام لیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے کَلَّا اِنَّ مَعِیَ رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ اور حضور

کا قول ہے لاتحزن ان اللہ معنا] بعض مفسرین نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے معی پہلے کہا بعد کو ربی اور حضور نے اللہ پیشتر کہا پھر معنا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے معی کہا حضور نے معنا فرمایا۔ تو حضور کا قول قول موسوی سے بڑھا ہوا ہے۔ کیا نعوذ باللہ اس مفسر کو جتنا ادب ہے موسیٰ علیہ السلام نہیں جانتے تھے کتنی سخت بے ادبی ہے۔ بات یہ ہے وہاں ایسے ہی مقتضیات تھے یہاں ایسے یہ تو مجملاً سمجھ لیجئے باقی ظناً ان کی کچھ تفصیل بھی ہو سکتی ہے۔ ظناً سمجھئے موسیٰ علیہ السلام نے ایسوں کو خطاب کیا تھا جن میں اکثر گستاخ اور غیر متوکل علی اللہ تھے اس لئے معی افراد اور جہر کے ساتھ لائے اور حضور کا خطاب حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو ہے اسلئے معنا لائے مصنفین میں یہ عام مرض ہے کہ تنقیص انبیاء سے باک نہیں کرتے یہی معاملہ معجزات کے مضمون میں بھی کرتے ہیں ایک شعر کسی نے کہا ہے ؎

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتو صفات — تو عین ذات مے نگری در تبسمے

یہ شاعر صاحب حضور کے ساتھ گئے تھے جو ان کو معلوم ہو گیا کہ حضور نے ذات ہی کا مشاہدہ کیا تھا۔ میں ایک بات ایسے محققوں سے کہا کرتا ہوں کہ تم اپنے وجدان کی طرف رجوع کرو کہ اگر تم ایسی مجلس میں ہو کہ جہاں سارے انبیاء ہوں کیا تم وہاں بھی یہ جرأت کر سکتے ہو بلکہ خالی حضور کے سامنے بھی نہیں کہہ سکتے کہ کہیں ناگوار نہ ہو اور اوروں کے سامنے تو کیا کر سکتے ہو۔

(۱۴۰) فرمایا کہ حق تعالیٰ نے حضور کو ایسوں میں مبعوث فرمایا جو سب سے کم سمجھے جاتے تھے۔ ایسے ملک میں پیدا فرمایا جہاں کچھ نہیں تھا کشمیر میں حج ہوتا تو مخالفین کا یہ بھی شبہ ہوتا کہ بھائی جاتے ہیں سیر سپاٹے کے لئے لیکن حجاز میں کیا رکھا ہے۔

(۱۴۱) فرمایا کہ اہل بدعت کو تنقیص انبیاء کے وقت یہ خیال نہیں آتا کہ اور انبیاء بھی تو حضور کے بھائی ہی ہیں خصوص حضرت یوسف علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں تو بہت ہی گستاخانہ کلمات کہتے ہیں۔ ؎

بر آسماں چہارم مسیح بیمار ست — تبسم تو برائے علاج در کار ست

اور غضب کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تک بھی پہونچتے ہیں۔ یہاں ایک شعر بطور نقل کے پڑھا ؎

طواف کعبہ مشتاق زیارت کو بہانہ ہے — کوئی ڈھب چاہئے آخر رقیبوں کی خوشامد کا

نعوذ باللہ منہ۔

(۱۴۲) فرمایا کہ استخفاف سوء اعتقاد سے بھی زیادہ سخت ہے کہ سوء اعتقاد والا تو مصدق نہیں اور یہ مصدق ہو کر گستاخی کرتا ہے۔ مطلق تصدیق معتبر نہیں تصدیق وہ معتبر ہے جو مقرون ہو عظمت کے ساتھ مثلاً بادشاہ کو مانتا ہو لیکن گستاخی کرتا ہو تو یہی سمجھا جاوے گا کہ یہ باغی ہے۔

(۱۴۳) فرمایا کہ عقائد میں سادگی اسلم ہے بہت دقائق میں پڑنا نہ چاہئیے بعض دقائق ایسے ہیں جن کی تحقیق کا انسان مکلف ہی نہیں۔ مثلاً جنت میں حق تعالیٰ کس طرح دکھلائی دیں گے یہ بات اچھے اچھوں کے ذہن میں نہیں آتی بس اتنا ذہن میں آجاتا ہے کہ دیکھیں گے صحابہؓ نے کبھی ایسے دقائق پر گفتگو نہیں کی۔ میرے خیال میں توحید کے معاملہ میں اکثر عوام کا عقیدہ مشابہ صحابہ کے ہے۔ اُن کو شبہ ہی نہیں ہوتا۔

(۱۴۴) حضرت جس رکابی یا برتن میں سے کوئی چیز کھاتے ہیں تو جدہر کی طرف سے جہانتک کھایا ہوا ہوتا ہے اُس حصہ کو انگلی سے چاٹ کر اسقدر صاف کر دیتے ہیں کہ جیسے دُھلا ہوا ہو۔ احقر کو دکھلا کر فرمایا کہ دیکھئے میں اس طرح کھاتا ہوں تاکہ بقیہ کے کھانے میں دوسرے کو گھن نہ آوے اگر برتن ادہر ادہر سے سنا ہوا ہو تو دیکھنے والے کو گھن معلوم ہوتی ہے یاد آیا ایکبار فرمایا کہ طبیعت کی بات ہے مجھکو دوسرے کا جھوٹا کھانے سے رکاوٹ ہوتی ہے۔ ہاں ساتھ ملکر ایک ہی برتن میں کھانے سے مطلق نفرت نہیں ہوتی۔ ایک بار احقر کے یہاں حضرت کی دعوت تھی حضرت کے ایک عزیز نے نوکر سے پانی اس طرح مانگا کہ پانی لاؤ۔ حضرت نے فوراً تنبیہ فرمائی کہ میزبان کے نوکروں سے اس تحکم کے لہجہ میں پانی نہیں مانگنا چاہئیے بلکہ اخلاق کے ساتھ کہنا چاہئیے کہ ذرا پانی دیجئے گا۔ تھوڑا پانی عنایت فرمائیگا ایک بار حضرت کے مردانہ کمرہ میں چند مہمان حضرت کے ساتھ کھانا کھانے کو بیٹھے۔ وہاں حضرت کے ایک عزیز اپنے بچہ کو لئے چارپائی پر لیٹے تھے۔ حضرت نے ترش رو ہو کر فرمایا کہ یہ کیا بدتہذیبی کی بات ہے کہ چند بھلے آدمی تو نیچے بیٹھے ہوں اور تم چارپائی پر لیٹے رہو۔ پھر فرمایا کہ میں اپنے عزیزوں کو اپنے ساتھ بہت بے تکلف رکھتا ہوں۔ کیونکہ اُنکو میرے ساتھ بے تکلفی کا برتاؤ کرنے کا حق ہے لیکن مجھے یہ ہرگز گوارا نہیں ہوتا کہ میرے مہمانوں کے ساتھ بے تہذیبی کا برتاؤ کیا جاوے۔

(١٤٥) احقر نے عرض کیا کہ مجھے استنجا میں بڑے وسوسے ہوتے ہیں بہت دیر میں بمشکل تمام خشک ہوتا ہے ملنے سے کچھ نہ کچھ نکلتا ہی رہتا ہے۔ فرمایا کہ ایسا ہرگز نہ کیجئے۔ معمولی طور سے استنجا کر کے دھو لینا چاہیئے۔

عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ اس کا حال تھن کا سا ہے کہ جب تک ملتے رہیں کچھ نہ کچھ نکلتا رہتا ہے اور اگر یوں ہی چھوڑ دیں تو کچھ بھی نہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ بعد کو قطرہ نکل آتا ہے۔ فرمایا کہ کچھ خیال نہ کیجئے چاہے بعد کو نمازوں کا اعادہ کر لیجئے گا لیکن جب تک بہ تکلف جبر کر کے وسوسہ کے خلاف نہ کیجئے گا یہ مرض نہ جائیگا اسکی وجہ سے تو آپ بڑی تکلیف میں ہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ رطوبت کی وجہ سے ایک وقت کے وضو میں دوسرے وقت کے وضو کے لئے شک پڑ جاتا ہے اور اس کی وجہ سے رومال بھی دھونا پڑتا ہے۔ فرمایا کہ نہ وضو کیا کیجئے نہ رومال دھویا کیجئے۔ چند روز بہ تکلف بے التفاتی کرنے سے وسوسے جاتے رہیں گے۔

(١٤٦) فرمایا کہ اعمال کا درجہ متعین کرنا بہت ذمہ داری کی بات ہے حضرات فقہا نے بہت احتیاط کی ہے جہاں ضروری ہوتا ہے متعین بھی فرماتے ہیں۔ جہاں بچ سکتے ہیں بچنا چاہتے ہیں مثلاً اَحَبُّ اِلَیَّ فرما دیا امام صاحب اکثر مکروہ فرماتے ہیں۔ اور بقدر ضرورت تو یہ بھی گویا فتویٰ ہی ہے۔ جو سمجھنے والے تھے وہ سمجھ گئے۔ مکروہ تحریمی اس کو قرار دیدیا۔

(١٤٧) ہولی میں ایک شخص کو بری حالت بنائے گدھے پر سوار دیکھا اور لوگ بیہودگیاں کرتے ہوئے ہمراہ تھے جیسا کہ ہندوؤں میں قاعدہ ہے۔ فرمایا الحمد للہ حق تعالیٰ نے ایسی ذات سے وابستہ فرما دیا کہ جس نے سب خرافات سے ظاہراً و باطناً محفوظ کر دیا۔ کسی بیہودگی کا گذر نہیں۔

(١٤٨) احقر نے ایک نیا رومال استعمال کرنا چاہا جس کے کچھ حصہ پر کچا سرخ رنگ تھا۔ ہولی کا زمانہ تھا فرمایا کہ سرخی کو بچا کر منہ پونچھیے گا۔ تاکہ منہ نہ رنگ جائے بالخصوص ہولی کے زمانہ میں۔

(١٤٩) کسی جماعت کے کسی عیب کا ذکر تھا۔ فرمایا ؎

علت ابلیس انا خیرٌ بدست　　　ایں مرض در نفس ہر مخلوق ہست

نکاح ثانی سے نفرت ہے لیکن خوبصورتی کے ساتھ عذر کرتے ہیں ورنہ ایک ہی تھانوے کے دونوں درخت ہیں میں تو کہا کرتا ہوں کہ دیا سلائی کی نوک پر جو لگا رہتا ہے وہ سب میں موجود ہے

ہم میں رگڑ نہیں لگی یہی اللہ کا شکر ہے اور بہتوں میں رگڑ لگ گئی ہے۔

(۱۵۰) جنتری میں تصویریں جا بجا بنی ہوئی تھیں سب کو روشنائی سے مٹا دیا ایکبار احقر نے ایسی ہی جنتری کی تصویروں پر کاغذ کے ٹکڑے چپکے ہوئے دیکھے۔

(۱۵۱) فرمایا کہ بڑائی کا وسوسہ بھی بڑوں کو نہیں آتا اور اس کے لئے صرف اعتقاد کافی نہیں مجاہدہ و صحبت کی ضرورت ہے جس سے وہ حال ہوجاتا ہے۔ بڑائی کے وسوسہ بھی نہ آنے کی دو وجہ ہوتی ہیں اول تو یہ کہ اوپر کا درجہ اُن کے پیش نظر ہوتا ہے اُس کے سامنے اپنا درجہ ظاہر ہے کہ کم ہی ہوتا ہے دوسرے یہ کہ سب کمالات کو حضرت حق کی طرف سے سمجھتا ہے۔ مولانا اسمٰعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ تیز مزاج مشہور تھے مگر اپنے نفس کیلئے ذرا تیز مزاج نہ تھے ایک شخص نے مجمع عام میں مولانا کو خطاب کر کے کہا کہیں نے سنا ہے کہ آپ حرام کی پیدائش ہیں ذرا تغیر نہیں ہوا۔ بلکہ فرمانے لگے کہ میری والدہ کے نکاح کے تو گواہ ابتک موجود ہیں۔ اگر کہئے اُن سے شہادت دلوا دی جاوے پھر الولد للفراش کے قاعدہ سے جو اولاد نکاح کی حالت میں ہو وہ حرام کی نہیں سمجھی جاتی۔ ایسی باتوں کا یقین نہیں کیا کرتے پھر فرمایا کہ واقعی یہ کسقدر بے نفسی کی بات ہے کہ اتنی بڑی تہمت کو ٹھنڈے جی سے سُنکر اُسکو سمجھانے لگے۔

(۱۵۲) دوران درس مثنوی شریف میں فرمایا کہ یہ اشعار قابل وظیفہ بنانے کے ہیں ؎

یا غیاثی عند کل کربتہ   یا معاذی عند کل شدۃٍ

یا مجیبی عند کل دعوۃٍ   یا ملاذی عند کل محنتہٖ

(۱۵۳) مثنوی شریف کے درس میں غالباً یہ فرمارہے تھے کہ ہر شخص کا وجدان معتبر نہیں اس پر فرمایا کہ ایک نام کے مولوی نے لکھا تھا کہ تحقیقات جدیدہ کے دعاوی پر گو دلائل مسکت نہیں ہیں لیکن جی کو لگتے ہیں۔ مولوی محمد فاروق صاحب مرحوم نے جواب میں لکھا کہ کس کے جی کو لگتے ہیں تمہارے جی کو یا ہمارے جی کو۔ اگر شق اول ہے تو صغریٰ مسلم مگر کبریٰ غلط اور اگر شق ثانی ہے تو صغریٰ ہی غلط۔

(۱۵۴) فرمایا کہ نسبت مع اللہ کی علت کسب نہیں ہوتی محض فضل ہے۔ لیکن کسب شرط ہے جیسے وضو کہ شرط نماز ہے مگر اُس کی علت نہیں۔

(۱۵۵) آجکل کی ہمدردی قومی کی بابت فرمایا کہ ہمدردی نہیں ہمہ دردی ہے۔

(۱۵۶) احقر نے عرض کیا کہ اگر کسی کرایہ کی چیز میں یہ شرط ہو کہ اس کو دوسرا شخص استعمال نکر سکے تو اس کا کیا حکم ہے فرمایا کہ یہ شرط وہاں معتبر ہے جہاں اختلاف استعمال کنندہ سے شی مستعمل پر مختلف اثر پہونچے ورنہ شرط غیر مفید ہے۔ مثلاً ٹٹو کی سواری میں یہ شرط معتبر ہے مکان وغیرہ میں معتبر نہیں۔ ہدایہ وغیرہ میں اسی طرح ہے۔

۱۶؍ جمادی الاول ۱۳۵۰؁ھ

(۱۵۷) ایک مولوی صاحب بغرض بیعت حاضر ہوئے۔ حضرت نے پوچھا آپ کتنے دن قیام کر سکتے ہیں۔ اسپر اُنہوں نے کہا کہ جتنا آپ کے نزدیک مناسب ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ اچھا میں تو یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ پندرہ برس رہئے۔ اُنہوں نے کہا کہ اتنا تو نہیں ہو سکتا پھر حضرت بہت ناراض ہوئے کہ یہ بھی کوئی جواب تھا کہ جتنا تمہارے نزدیک مناسب ہو۔ اب جبکہ میں نے اپنے نزدیک مناسب کو ظاہر کیا تو عمل کیوں نہیں کرتے۔ ایسی بات کہنے ہی کی کیا ضرورت تھی۔ پھر دوران خطاب میں حضرت نے اُن سے مختلف سوالات کئے لیکن اُنھوں نے خاموشی اختیار کی۔ فرمایا کہ دیکھئے یہ حالت ہے یعنی عجب طرح کا مذاق ہو گیا ہے ایک بات پوچھتے ہیں اُس کا جواب نہیں ملتا۔ جواب دینا چاہئے۔ اُسوقت تو بڑے مطیع بنے تھے کہ صاحب جتنا مناسب ہو ٹھرونگا جب کہا گیا کہ بھائی اتنا مناسب ہے تو کہتے ہیں کہ صاحب یہ تو نہیں ہو سکتا۔ یہ جواب دینا چاہئے تھا کہ مجھے اتنی گنجایش ہے مجھ کمبخت مارے کو کیا معلوم کہ دوسرے کو کتنی گنجایش ہے کیسی اُلٹی بات ہے۔ میں کیسے تعین کر دوں۔ وہ صاحب برابر خاموش بیٹھے رہے اور باوجود طلب جواب کچھ جواب نہ دیا تب فرمایا کہ اگر آپ جواب نہیں دیتے تو بس اگر آپ کو پندرہ برس یہاں ٹھرنا ہو تو رہئے ورنہ تشریف لیجائیے اور بہت سے مشائخ ہیں ریل کا وقت ابھی باقی ہے۔ یہ فرما کر اُن کو اٹھا دیا سہ دری کے باہر پھر بیٹھنے لگے تو فرمایا کہ یہاں نہ بیٹھئے آپ کو دیکھ دیکھ کر مضامین کی اور آمد ہوتی ہی پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بس یوں جی میں کہیں گے کہ بڑا بداخلاق ہے۔ اب میں کیا کروں جب وہ کوئی معقول جواب دین ہی نہیں۔ اگر یہ جواب دیدیتے تو کام شروع ہو جاتا بس اب یہ کرونگا کہ

خوب سزا دونگا اور وہ سزا یہی ہے کہ دو تین دن تک ان سے بولونگا نہیں۔ اگر طالب صادق ہوں گے تو ٹھہریں گے۔ اگر یوں ہی ہوں گے تو چلدینگے۔ اچھا ہے خس کم جہاں پاک۔ ایسے بیہودوں کا میرے پاس نہ رہنا ہی اچھا ہے۔ لوگ آتے ہی پریشانی سوغات میں دیتے ہیں۔ میں تو اس لئے قیام کی بابت پوچھا کرتا ہوں کہ اگر کم قیام ہو سکے تو اور طرز پر تعلیم ہوتی ہے اور اگر زیادہ قیام ہو تو اور طرز پر۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے۔ لیکن لوگوں کو تکلفات نے خراب کیا ہی۔ فیصدی شاید مشکل سے دو تین ایسے ہوں گے جو بلا تکلف صاف صاف جواب دیں۔ خیر تربیت کیلئے آئے تھے سو تربیت تو شروع ہو گئی۔ یہ پڑھے لکھے ہیں لیکن یہ سبق کسی کتاب میں نہیں لکھا۔ حالانکہ سب انھیں درسی کتابوں میں موجود ہے۔ معقول جواب دینا یہ تو حقوق مسلم میں سے ہے۔ انھیں یہ شکایت ہوگی کہ آتے ہی پریشان کیا بڑا بداخلاق ہے اور مجھے یہی شکایت کہ بڑے بداخلاق ہیں معقول جواب ہی نہیں دیتے۔ خواہ مخواہ پریشان کیا۔ ہنسکر فرمایا ؎ من ترا حاجی بگویم۔ تو مرا حاجی بگو۔ خیر اب عمر بھر کے لئے ایک تو اصلاح ہو گئی۔ اب عمر بھر ایسی حرکت نہ کریں گے۔ اب میں کوئی بات پوچھونگا تو سیدھے سیدھے جواب دیں گے۔ اب پریشان نہ کریں گے پہلے میں یہ کیا کرتا تھا کہ خود ہی بار بار پوچھکر صاف جواب لیتا تھا۔ لیکن سخت الجھن اور تعب ہوتا تھا جب سے یہ نکتہ سمجھ میں آگیا تب سے یہی کہہ دیتا ہوں کہ اچھا پندرہ برس ٹھہریئے۔ اس جواب سے سیدھے ہو جاتے ہیں۔ تکلفات کو لوگ نہیں چھوڑتے۔ ایک صاحب آئے۔ سلام کیا۔ لیکن بیٹھتے نہیں کھڑے ہیں مجھے سخت الجھن ہوئی۔ تھوڑی دیر تو ضبط کیا جب نہ بیٹھے تو پوچھا کہ صاحب بیٹھتے کیوں نہیں۔ آپ کیا جواب دیتے ہیں کہ بلا اجازت بھلا کیسے بیٹھ سکتا ہوں میں نے کہا کہ اچھا ایک ہفتہ تک اجازت نہیں کھڑے رہئے۔ یہ سنتے ہی بس فوراً بیٹھ گئے میں نے کہا کہ اب تو تصریح حکم کے خلاف کیا پہلے ہی سے یہ کیوں نہ سوچا (ف) جو سوال کیا جاوے اس کا بلا تکلف صاف صاف جواب دینا چاہیئے پیچدار الفاظ ہرگز نہ ہونے چاہئیں۔ تکلف اور تصنع جو آجکل بطور عادت ثانیہ کے ہو گئے ہیں بالکل خلوص کے خلاف اور نہایت تکلیف دہ چیزیں ہیں۔

(۱۵۸) ایک دوسرے صاحب سے پوچھا کہ آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہوں کہیئے۔ انھوں نے

اپنا حال اس طرح کہنا شروع کیا کہ کچھ الفاظ تو زور سے کہیں اور کچھ آہستہ سے کہدیں جو سمجھ میں بھی نہ آویں۔ حضرت نے فرمایا کہ دل کھولکر صاف صاف کہئے۔ ایک بات تو پکار کے اور ایک آہستہ۔ یہ بھی کوئی صنعت ہے جیسے کہ ایک منقوط اور ایک غیر منقوط یہ صنعت تو ضرور ہے۔ لیکن میں سمجھوں کس طرح۔ پھر انھوں نے کچھ اپنے باطنی حالات کہے لیکن یہ نہیں بتلایا کہ چاہتے کیا ہیں۔ حضرت نے دریافت فرمایا کہ یہ بھی تو بتلانا چاہئے کہ آپ چاہتے کیا ہیں۔ جب انھوں نے ذکر شغل کی درخواست کی تو حضرت نے فرمایا کہ بعد عصر آپ ایک پرچہ پر اپنا نام لکھکر دیدیجئے گا۔ میں اس کے متعلق جو مناسب ہوگا بعد مغرب عرض کر دونگا۔ بعد عصر دو اور صاحبان نے حسب معمول اپنے نام کے پرچے حضرت کے سامنے رکھدیئے اور یہ صاحب اپنا پرچہ لئے رہے بعد کو پیش کیا۔ فرمایا کہ میرا معمول صرف دو پرچے لینے کا ہے آپ لئے کیوں بیٹھے رہے۔ اب آپ اگر اُن دونوں صاحبوں میں سے کسی کو راضی کرلیں گے تو میں بجائے اُن کے پرچہ کے آپ کا پرچہ لیلونگا۔ خود مجھے کوئی وجہ ترجیح دینے کی نہیں۔ وہ اُن دونوں صاحبوں سے کہنے لگے تو حضرت نے فرمادیا کہ میری سفارش نہ سمجھی جاوے۔ میں سفارش نہیں کرتا۔ آزادی سے اپنی رائے پر عمل کریں۔ محض میرے کہنے سے راضی نہوں۔ چنانچہ اُن میں سے ایک صاحب تو بوجہ اسکے کہ ایک روز قبل اسی طرح وہ ایک اور صاحب کے کہنے سے راضی ہو گئے تھے اور پرچہ دینے سے محروم رہے تھے آج راضی نہوئے۔ دوسرے صاحب پرچہ دیکر تشریف لیجا چکے تھے چنانچہ اُن کا پرچہ نہ لیا جاسکا۔ اب دوسرے دن وہ صاحب اپنا پرچہ دیں گے۔ دوسرے دن دیا تو ٹریہ کے رنگ سے لکھکر۔ حضرت بوجہ شبہ نجاست کے ایسا پرچہ نہیں لیتے کیونکہ رومال میں باندھ لیتے ہیں یا جیب میں رکھ لیتے ہیں پھر نماز وغیرہ میں احتیاط رکھنی پڑتی ہے اس لئے وہ پرچہ واپس کر دیا کہ دوسری سیاہی سے لکھکر لاؤ۔ وہ اُسی پرچہ پر دوسری سیاہی سے لکھکر لائے۔ اسپر خفا ہو کر فرمایا کہ اللہ رسول کے کام میں بھی دھوکہ دیتے ہو اور یہ بھی فرمادیا کہ تمنے اسوقت طبیعت بے لطف کر دی اب میں پرچہ نہیں لونگا۔ کیونکہ بے لطفی کی حالت میں کچھ بتلانے سے کوئی فائدہ نہوگا۔ جب یہ بے لطفی رفع ہو جاوے تب دینا۔ بجائے اُن صاحب کے قریب مغرب دوسرے صاحب نے پرچہ دینا چاہا تو فرمایا کہ نہیں ان کا حق ہے اگر آپ کا

برچہ لیلونگا تو ان کو رنج ہوگا۔ مجھے گو اس کی کیا فکر ہے بہت ہوں کو مجھ سے رنج ہے لیکن آپ سے اُن کو رنج ہوگا۔ اُن صاحب نے اس موقعہ پر رنج کی نفی کرنی چاہی تو فرمایا کہ آپ حاشیہ نہ چڑھایئے۔ آپ کے بولنے کی ضرورت نہیں۔ (۱) تھوڑا پھر فرمایا کہ یہ عجیب بات ہے کہ کچھ پوچھتے ہیں تو بولتے نہیں۔ اور بلا پوچھے بولتے ہیں (ان صاحب نے پوچھنے کے وقت ایسا ہی کیا تھا)

(ف) (۱) جو بات کہے نہایت صاف اور کھلی ہوئی آواز میں کہے کوئی بات زور سے اور کوئی بات آہستہ کہنے سے سننے والا کچھ مطلب نہیں سمجھ سکتا۔ (۲) جس صاحب کو پرچہ دینا ضروری ہو وہ پہلے سے حضرت کے قریب نماز میں شریک ہوں تاکہ سب سے پہلے اپنا پرچہ حوالہ کرسکیں۔ اس واقعہ سے حضرت کا حسن انتظام اور تساوی حقوق کی نگہداشت بخوبی ظاہر ہے۔

(۱۵۹) ایک صاحب نے حضرت سے کسی عہدہ دار کے نام سفارشی خط لکھنے کیلئے بذریعہ خط درخواست کی جواب میں تحریر فرمادیا کہ میں تمہارے بھائی کیلئے لکھ چکا ہوں اُسکا کچھ نتیجہ نہیں ہوا اب تمہارے لئے لکھنے سے بھی یہی ہوگا۔ اس جواب کو اُن صاحب نے اُن عہدہ دار کے پاس بھیجدیا۔ اُن عہدہ دار نے معذرت کا خط لکھا کہ حضرت یہ سمجھتے ہوں گے کہ اس نے یوں ہی ٹالدیا۔ دراصل یہ بات نہیں بلکہ یہاں کے معاملات ہی ایسے ہیں کہ میں کچھ بھی اُن کے لئے نہ کرسکا۔ حضرت نے جواب میں اُن کی پوری تسلی کردی کہ مجکو آپ پر یہ گمان ہرگز نہیں ہوا۔ پھر اس واقعہ کا حوالہ دیکر فرمایا کہ دیکھئے لوگ ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔ خواہ مخواہ دو مسلمان میں رنجش پیدا کراتے ہیں اپنے موہوم نفع کی امید پر وہ عہدہ دار تو بیچارے محبت کرنیوالے بے تکلف شخص ہیں اس لئے اونھوں نے صاف کرلیا ورنہ اگر وہ ظاہر نہ کرتے تو دل میں ضرور رنج رکھتے اور اُن صاحب کا بھی اس حرکت سے کچھ نفع نہوا۔ بلکہ اگر ہونے والا بھی ہوتا تو اب نہوگا۔ پھر فرمایا کہ اب ایک اور تجربہ ہوا کہ درخواست سفارش کے جواب میں عذر بھی نہ لکھنا چاہئے بس جواب ہی نہ دے۔ تاکہ وہ اُس عذر ہی کو نہ پیش کردے۔ ایسے شخص کا خط آوے تو یہ کرے کہ اگر ٹکٹ نہو تب تو خیر کوئی دقت ہی نہیں جواب نہ دے اور اگر ٹکٹ ہو تو خالی لفافہ پر لگاکر بند کرکے ڈالدے اور کچھ جواب نہ دے۔ عمر بھر میں دو خطوں کے ساتھ میں نے یہ معاملہ کیا ہے۔ ایک شخص نے الہ آباد سے جوابی کارڈ گالیوں کا بھیجا تھا۔ میں نے کارڈ

سادہ ڈاک میں چھوڑ دیا اُس کے یہ معنی تھے کہ ؎ جوابِ جاہلاں باشد خموشی × اسی طرح بنت سے ایک صاحب نے بُرا بھلا لکھا تھا اُن کو بھی سادہ لفافہ بلا خط کے بھیجدیا تھا جب پہونچا ہوگا تو بہت خفا ہوئے ہوں گے۔ مطلب یہی تھا کہ ؎ جوابِ جاہلاں باشد خموشی × (ف) آج کل کی متعارف سفارش کو حضرت بالکل پسند نہیں فرماتے۔ کیونکہ اس میں دوسرے پر خواہ مخواہ بار ہوتا ہے اور آج کل ایسے بے تکلف لوگ ہیں نہیں کہ سفارش کا کچھ اثر قلب میں نہ لیں اس لئے اکثر تو سفارش سے انکار فرما دیتے ہیں۔ اور اگر کبھی کسی خاص شخص کی بے تکلفی پر اعتماد کر کے لکھ بھی دیتے ہیں تو صاف تحریر فرما دیتے ہیں کہ میری تحریر کی وجہ سے خلافِ خاطر یا خلافِ مصلحت ہرگز ہرگز نہ کیجئے گا۔ بعض لوگوں نے خواہ مخواہ تنگ کیا تو کبھی کبھی ایسا بھی کیا ہے کہ اُن سے خود کہدیا کہ تم جو چاہو میری طرف سے لکھ لاؤ وہی میں لکھدونگا۔ چنانچہ ادہر تو وہ خط لکھدیا۔ اُدہر دوسرا خط اپنی طرف سے لکھ بھیجا کہ ایسا ایسا خط آویگا اُس کا کچھ لحاظ نہ کرنا مجکو مجبور کر کے لکھوایا گیا ہے۔

(۱۶۰) ایک ضعیف العمر صاحب کا جو مرض موت میں مبتلا تھے ہجوم وساوس کی شکایت کا خط آیا۔ حضرت نے نہایت تسلی کا خط لکھا اور تحریر فرمایا کہ وساوس سے ہرگز پریشان نہوں آپ دیکھیں گے کہ یہ آپ کے نامۂ اعمال میں بطور حسنات کے درج ہوں گے۔ ان صاحب کو بیشتر کے خطوط میں حضرت نے اسی شکایت کی بابتہ تحریر فرمایا تھا کہ آپ کو چند روز ایسی جگہ رہنا چاہیئے جہاں طبیب ظاہری بھی ہو اور کوئی شیخ کامل بھی ہو جس سے آپ کو عقیدت ہو۔ فرمایا کہ چونکہ اب اُن کا آخری وقت ہے۔ اس لئے اب اُن کو علاج کے فکر میں ڈالنا اُن کو موت کے وقت پریشان کرنا ہے اور دراصل بھی وساوس کوئی مواخذہ کی چیز نہیں۔ لیکن خاتمہ کے وقت پریشانی ہونا بُرا ہے۔ پھر فرمایا کہ بریلی میں ایک بہت نیک شخص تھے جو عالم بھی تھے رئیس بھی تھے طبیب بھی تھے۔ بہت ہی اچھے شخص تھے۔ ایک عالم خوش عقیدہ تھے لیکن ایک وسوسہ میں مبتلا تھے۔ مرضِ موت میں بھائی کی معرفت انھوں نے خواہش کی کہ میرا اخیر وقت ہے میں ملنا چاہتا ہوں۔ میں گیا۔ مجھ سے اُنھوں نے اُس وسوسہ کو بیان کیا۔ میں نے اُن کو یہی جواب دیا کہ وسوسہ کوئی فکر کی چیز نہیں بلکہ اُلٹا ثواب ہے۔ غرض اُنکی پوری تسلی

کردی۔ وہ اسقدر شگفتہ ہوئے کہ دعائیں دیتے تھے کہ تم نے مجکو زندہ کردیا۔ نہایت خوش خوش انھوں نے جان دی۔ غالباً میرے قیام ہی کے زمانہ میں اُن کا انتقال ہوگیا۔ احقر نے عرض کیا کہ اگر کوئی مریض اور خاصکر وہ جو مر رہا ہو حضور کے دیکھنے کی خواہش کرتا ہے تو حضور غایت شفقت سے اُس کی خواہش کو ضرور پورا فرماتے ہیں۔ خواہ کیسا ہی حرج یا تکلیف ہو اس لئے احقر نے اپنے عزیزوں سے وصیت کردی ہے کہ جب میرا وقت اخیر ہو تو حضرت کو ضرور بُلوا لیا جاوے ؎

آرزو یہ ہے کہ نکلے دم تمہارے سامنے — تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے سامنے

حضرت نے ہنسکر فرمایا کہ کہیں لوگ میری صورت کو سورۂ یٰسین نہ سمجھنے لگیں۔ جو مرتے وقت پڑھی جاتی ہے۔ ایک بار ایسی ہی گفتگو کے وقت فرمایا تھا کہ تعلق ایسی چیز ہے کہ متحابین چاہے جہاں ہوں انشاء اللہ تعالیٰ اُن میں معیت ہی ہوگی۔ ایک بار حضرت کو مرزا علی نظیر بیگ صاحب کی اہلیہ نے اخیر وقت میں یاد کیا حضرت نے اطلاع ہوتے ہی باوجود نہایت درجہ قلت فرصت کے سفر کا تہیہ فرمادیا۔ پہونچتے ہی حضرت گھر کے اندر تشریف لیگئے۔ اُن خوش نصیب بی بی نے حضرت سے حسن خاتمہ کی دعا کی درخواست کی اور یٰسین شریف پڑھوا کر سُنی۔ دوسرے دن نہایت شوق سے احوالِ آخرت سنے اور شب کو حضرت کے قیام ہی کے زمانہ میں انتقال فرماگئیں۔ یہ بی بی حضرت ہی سے بیعت بھی تھیں۔ حضرت اطلاع حال سے ایک ہفتہ بعد تشریف لے گئے تھے اُس میں حکمتِ حق سے یہ مصلحت نکلی کہ مریضہ کا انتقال حضرت ہی کے سامنے ہوگیا جو کہ مرحومہ کی عین تمنا تھی۔ انھوں نے حضرت کے پہونچنے سے دو چار دن پہلے یہ خواب دیکھا تھا کہ ایک وسیع محل ہشت پہلو موتیوں کا ہے جس میں بہت سے لوگ جمع ہیں۔ اُسی میں ایک مینار تھا جس میں چراغ جل رہا تھا۔ (غالباً) اُس مینار پر وہ چڑھ گئیں پھر آنکھ کھل گئی حضرت نے ان بی بی صاحبہ کے انتقال کے واقعات سے احقر کو اطلاع دے کر تحریر فرمایا کہ بفضلہ تعالیٰ یہ برکت ہے سلسلہ امدادیہ کی کہ اکثر یہی دیکھا ہے کہ اس سلسلہ والوں کا خاتمہ عجیب وغریب ہوتا ہے۔ پیشتر بھی فرما چکے ہیں کہ اکثر دیکھا ہے کہ دنیادار لوگ اس سلسلہ میں بیعت ہوئے اور پھر دنیا ہی میں مشغول رہے لیکن اُن کا خاتمہ ولیوں کا سا ہوا۔ احقر کے ایک بہنوئی حضرت سے بیعت ہو کر انتقال کر گئے۔ بہت دن بعد احقر کے گھر کے لوگوں نے اُنہیں خواب

میں دیکھا کہ اُچھل کود رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں کہ بہت ہی اچھا ہوا جو میں پہلے سے کانپور جاکر حضرت مولانا سے مرید ہو گیا میں بہت آرام میں ہوں اور بہت سے واقعات ہیں لیکن یہ ملفوظ زیادہ بڑھا جاتا ہے۔ اس لئے ختم کرتا ہوں اور کسی موقعہ پر بشرط یاد عرض کرونگا۔

حضرت فرماتے تھے کہ مجکو مریض کے اوپر نہایت رحم آتا ہے وہ اگر کوئی خواہش کرتا ہے تو جہانتک ہو سکتا ہے پورا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ خواہ کتنی ہی تکلیف یا حرج ہو۔ ایک صاحب کی بابتہ سُنا کہ وہ مرتے وقت میرے ملنے کی خواہش کرتے تھے لیکن کسی نے مجھے اطلاع نہیں کی۔ مجکو سخت قلق ہے۔ ورنہ ضرور پہونچتا۔ حاجی محمد سعید صاحب نے جو کہ مدت سے مبتلائے مرض ہیں ایک ماہ کے لئے تشریف لانے کی خواہش کی تو تحریر فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ اُڑ کر پہونچوں لیکن مشاغل کی کثرت مانع ہے۔ پھر بھی آٹھ نو دن کے لئے تشریف لیگئے اور حاجی صاحب کی درخواست پر اُن کو بیعت بھی فرمالیا حالانکہ حضرت بیعت میں نہایت تشدد فرماتے ہیں لیکن فرماتے تھے کہ عورتوں اور مریضوں سے انکار نہیں کرتا کیونکہ یہ دونوں امتحان لینے کے قابل نہیں پھر یہ شعر فرمایا ؎

طالبان را کہ طلب باشد و قوت نبود   گر تو بیداد کنی شرط مروت نبود

حُسن خاتمہ کے دو اور بھی واقعات حضرت کے فرمائے ہوئے یاد آئے فرمایا کہ مولوی مسیح الدین صاحب کے والد عبد اللہ مرحوم مجھ سے تعلق رکھتے تھے بیچارے دنیا دار آدمی تھے۔ مولوی مسیح الدین نے اُن کو خواب میں دیکھا حال پوچھا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ کہکر بخشدیا کہ تم اُس شخص سے (حضرت کا نام لیکر) تعلق رکھتے ہو ہمنے تمکو بخشدیا۔ اسی طرح فرمایا کہ ایک لڑکی جو مجھ سے بیعت تھی تھانہ بھون میں بیمار تھی۔ میں کانپور میں تھا اُس نے یکایک میرا نام لیکر کہا وہ اونٹنی لائے ہیں اور کہتے ہیں کہ چل بس یہ کہکر انتقال کر گئی اور جسکو اُس نے دیکھا وہ کوئی لطیفہ غیبیہ تھا جو پیر کی شکل میں نمودار ہوا۔ خود پیر نہ تھا۔ پھر فرمایا کہ الحمد للہ یہ مقبولیت عند اللہ کی علامات ہیں ان سے امید ہوتی ہے کہ انشاء اللہ میں مردود نہیں ہوں۔ ایک صاحب کو حضرت سے اعتقاد ہوا اور گو ابھی بیعت بھی نہیں ہوئے لیکن حالت درست ہونے لگی۔ احقر کے عرض کرنے پر حضرت نے فرمایا کہ یہ مقبولیت سلسلہ کی دلیل ہے اور جو سلسلہ مقبول ہوتا ہے اُس سے جسقدر تعلق

بڑھتا جاتا ہے اُسی قدر توفیق اعمال صالحہ کی ہوتی جاتی ہے چنانچہ جب احقر فتحپور میں تھا ایک معمار کی بابتہ ایک ذی فہم طالب علم صاحب نے مجھ سے کہا کہ جب سے حضرت کی خدمت سے آیا ہے بہت ہی محتاط ہو گیا ہے ٹھیکہ وغیرہ میں جائز ناجائز کا بہت خیال کرتا ہے پھر اُن طالب علم صاحب نے جنکو حضرت سے کسی قسم کا تعلق بھی نہیں ہے کہا کہ یہ بات تو ہمنے ضرور دیکھی ہے کہ جو شخص حضرت مولانا سے بیعت ہو جاتا ہے اُسکو شریعت اور جائز ناجائز کا بہت خیال ہو جاتا ہے احقر عرض کرتا ہے کہ واقعی یہ بات اظہر من الشمس ہے۔

(ف) شفقت کا مادہ حضرت میں اس درجہ ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا اگر اُس کے واقعات بیان کرنے لگوں تو بہت جگہ چاہیئے۔ حضرت خود فرماتے تھے کہ گو میں نے بچپن میں ایک قصائی کا دودھ پیا ہے اور میرا دل بہت نرم نہیں لیکن جب کسی کی بُری حالت دیکھتا ہوں تو میرا دل بس پانی پانی ہو جاتا ہے۔ ایکبار احقر نے عرض کیا کہ حضور دعا سے ضرور یاد رکھا کریں۔ فرمایا کہ آپ کیا یہ سمجھتے ہیں کہ میں دعا سے غافل ہوں آپ سے تو خیر تعلق ہے۔ اب تو نہیں لیکن ایک زمانہ میں مدت تک میں نے جانوروں تک کیلئے دعا مانگی ہے کیونکہ اُن کے بھی حقوق ہیں۔

(۱۶۱) فرمایا کہ بعضے اُستاد بچوں کو بہت مارتے ہیں بعضوں کا فہم قدرۃً کم ہوتا ہے۔ لہذا اُن کو مارنا پیٹنا زیادتی ہے بچوں کو جو زیادہ مارتے پیٹتے ہیں اُن سے مؤاخذہ ہوگا۔ غصہ میں اگر میرے ہوش بجا رہتے ہیں اور الحمدللہ کہ رہتے ہیں تو میں رسی سے مارتا ہوں اس میں خطرہ ہڈی وغیرہ کے ٹوٹنے کا نہیں ہوتا۔ اعتدال سے مارنا پیٹنا چاہیئے۔ مجھے بچوں کے پٹنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔

(۱۶۲) احقر ایک بار بوجہ جگہ نہ ہونے کے سہ دری میں ایسی جگہ بیٹھ گیا جدھر کبھی کبھی حضرت بیٹھ بھی پھیر کہ بیٹھ جاتے ہیں۔ چونکہ حضرت کو کسی کے بیٹھ پیچھے بیٹھنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے اس لئے احقر نے عرض کیا کہ اگر تکلیف ہو تو میں کسی اور جگہ جا بیٹھوں۔ شاید حضور کو میری طرف بیٹھ کرنے میں تکلف ہو۔ فرمایا کہ جی نہیں میں ایسا مؤدب نہیں ہوں۔ اگر ضرورت ہو گی تو میں بیٹھ کر کے بھی بیٹھ جاؤنگا۔ پھر فرمایا کہ جو شخص قصداً اور خاصکر وظیفہ کے وقت بیٹھ پیچھے بیٹھتا ہے وہ ناگوار ہوتا ہے۔ باقی اگر کوئی جگہ نہ ہونیکی وجہ سے بیٹھے تو وہ ناگوار نہیں ہوتا (ہنسکر فرمایا)

اور دوسرے آپ تو میرے پیٹھ پیچھے نہیں سمجھیں گے۔ میں آپ کے منہ کے آگے بیٹھونگا۔

(۱۶۳) دوران درس مثنوی شریف میں فرمایا کہ ایک حکایت کسی کتاب میں دیکھی ہے کہ ایک شخص ایک عالم درویش کی زیارت کو گئے۔ وہاں مرغ مسلم تیار ہوا اور وہ عالم صاحب سب اڑا گئے۔ اس شخص کے دل میں وسوسہ آیا کہ ارے ہم نے تو سنا تھا کہ بڑے بزرگ ہیں یہ تو سارا مرغ اڑا گئے۔ وہ صاحب کشف تھے اُن کو اس خطرہ پر اطلاع ہوگئی۔ اس کے بعد انھوں نے وعظ کہا جس میں عجیب وغریب مؤثر مضامین بہت دیر تک بیان کرتے رہے۔ پھر اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا کہ بھائی ایسے شخص کو مرغ کھانا نامناسب نہیں جو کھا کر اتنا کام کرے۔

(۱۶۴) فرمایا کہ استغراق مشابہ نیند کے ہے اگر ہیئت صلوٰۃ پر نہو تو وضو ٹوٹ جائیگا۔ اسی طرح اگر وجد ہو اور بے ہوش ہو کر گر پڑے تو وضو ٹوٹ جائیگا۔ جاہل فقیر اسی طرح ظالم بلا دوبارہ وضو کئے نماز پڑھتے ہیں۔ ساری عمر میں ایک صوفی نے یہ مسئلہ پوچھا۔ میں نے کہا کہ وجد میں بے ہوش ہو کر اگر پڑے تو وضو جاتا رہتا ہے۔ فرق استغراق اور نوم میں صرف یہ ہے کہ استغراق میں قلب بیدار بحق ہوتا ہے نہ کہ بیدار بخلق۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نوم نعاس کی حد تک ہوتی تھی نوم کی حد تک نہیں اس لئے حضور کے سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا تھا۔ عرض کیا گیا کہ کیا نعاس سے سیری ہو جاتی ہے۔ فرمایا کہ مجھے تو سیری ہو جاتی ہے۔ اکثر جب سونے کو نہیں ملتا تو بیٹھے بیٹھے آنکھیں بند کر کے کچھ دیر اونگ لیتا ہوں تو وہ جو دھواں سا دماغ میں ہوتا ہے وہ نہیں رہتا طبیعت شگفتہ ہو جاتی ہے۔

(۱۶۵) دوران درس مثنوی میں فرمایا کہ مولوی فخر الحسن صاحب گنگوہی کہتے تھے کہ میں مکہ معظمہ میں ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر تھا لوگ اُن کی تعریف کرنے لگے اور وہ خوش ہو ہو کر ہنس رہے تھے مجھے خطرہ ہوا کہ یہ کیسے بزرگ ہیں جو اپنی تعریف سے خوش ہوتے ہیں۔ اُن بزرگ نے فوراً فرمایا کہ یہ تو خیال ہے۔ میں اپنی تعریف سے کیا خوش ہو رہا ہوں۔ میں تو اللہ تعالےٰ کی تعریف سے خوش ہو رہا ہوں۔ کیونکہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ اگر جیم (ج) خوشخط لکھا ہوا ہو تو اُس جیم کی تعریف کیا ہے۔ کاتب کی تعریف ہے جس نے ایسا خوبصورت جیم لکھا ہے۔

میرے دل میں پھر یہ وسوسہ آیا کہ جب سب چیزیں اللہ ہی کی طرف سے ہیں تو میرے اس وسوسہ ہی کے دفع کی کیوں فکر میں پڑے۔ فوراً فرمایا کہ بری چیزوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا بے ادبی کی بات ہے تب مولوی صاحب گھبرائے کہ ایسوں کے تو پاس بیٹھنا بھی مشکل ہے پھر حضرت نے فرمایا ؎

پیش اہل دل نگہدارید دل　　　تا نباشید از گمانِ بد خجل

پھر فرمایا کہ بعضوں کو فوراً کشف ہو جاتا ہے جیسے مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب قدس سرہ العزیز انہیں بہت کشف ہوتا تھا۔

(۱۶۶) فرمایا کہ ایک ہی حالت میں طبیعت اکتا جاتی ہے۔ کامل کی بھی اکتا جاتی ہے کبھی کبھی ہنس بول لیں تو طبیعت تازہ ہو جاتی ہے۔ نشاط ہو جاتا ہے۔ تجدید نشاط کی مصلحت کیلئے ابوالوقت تو خود دوسری طرف مشغول ہو جاتا ہے۔ ابن الوقت چونکہ مغلوب الحال ہوتا ہے اس لئے وہ خود تو جس حال میں ہے اس سے نکلتا نہیں لیکن خود اللہ تعالیٰ اس کے اوپر کوئی حالت قبض کی طاری فرما دیتے ہیں تاکہ غیبت ہونے کے بعد پھر حضور کی لذت محسوس ہو۔ اسی کو حضرت حافظ فرماتے ہیں ؎

از دستِ ہجرِ یار شکایت نہ می کنم　　　گر نیست غیبتے نہ دہد لذتے حضور

اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بیں　　　تازہ باش و چیں میفگن بر جبیں

چونکہ قبضے آیدت اے راہ رو　　　آں صلاحِ تست آیس دل مشو

(۱۶۷) فرمایا کہ شیخ وہی ہے جو کہ خود طالب کے مقام پر نزول کرے۔ نہ کہ اپنے مقام پر طالب کو لاوے۔ اسکی ایسی مثال ہے جیسے کوئی دودھ پیتے بچہ کو گوشت کھلاوے تو سوائے اس کے کہ وہ ہلاک ہو اور کیا نتیجہ ہو سکتا ہے مثلاً شیخ اپنی حالت کے مطابق مبتدی کو تعلیم کرنے لگے مثلاً توحید کا کوئی راز بیان کر کے اس سے کہے کہ تم یوں سمجھو تو وہ تو ہو جائے کافر۔ کیونکہ اس میں ابھی ایسے دقائق کے سمجھنے کی کہاں قابلیت پیدا ہوئی ہے۔ اور یہ نزول تعلیم کی حالت تک ہے۔ پھر جب اسکی تعلیم سے فارغ ہو جاوے تب پھر اپنے مقام پر لوٹ آوے۔ مثلاً

کسی مبتدی طالب علم کو کوئی منتہی استاد میزان پڑھائے اور اول ہی دن نکات و لغاتِ عربیت کی تقریر کرنے لگے تو اس نے تو مار اغریب کی اوقات کو۔ پھر فرمایا کہ ابو الوقت اپنی حالت پر پورے طور پر قادر ہوتا ہے۔ جب چاہے نزول کرے جب چاہے عروج کر جاوے ذرا متوجہ ہونے سے عروج اور نزول ہو جاتا ہے۔ کوئی مانع پیش نہیں آتا منتہی کیلئے یہ کمالات مثل ذاتی کے ہو جاتے ہیں جس تجلی کو چاہے اپنے اوپر وارد کرے۔

(۱٦۸) فرمایا کہ سب مضامین مثنوی کے الہامی ہیں۔ وہبی ہیں وہبی یعنی خیال نہیں

(۱٦۹) ایک قصبہ میں حضرت کے ایک دور کے عزیز نے ایک نیا مکان بصرفِ زرِ کثیر بنوایا ہے اُن صاحب کے کسی ملاقاتی نے زبانی حضرت سے اطلاع کی کہ اُن کا قصد اُس مکان میں سب سے پہلے حضور کا وعظ کہلوانے کا ہے اور یہ بھی ذکر کیا کہ اُنھوں نے ایک عریضہ بھی لکھا تھا لیکن جواب نہیں پہونچا جواب کے لئے ٹکٹ رکھنا بھول گئے تھے اسلئے شاید حضور نے جواب نہ دیا ہو۔ فرمایا کہ جی نہیں میرے پاس خط ہی نہیں پہونچا۔ اوروں کے لئے تو ٹکٹ کا قاعدہ ہے کیونکہ بے شمار خطوط آتے ہیں۔ کہاں تک ٹکٹ لگاؤں لیکن عزیزوں کے لئے یہ قاعدہ نہیں پھر فرمایا کہ وعظ سے ایسے مکان کا افتتاح ہونا مناسب نہیں کیونکہ اُس میں احتمال قوی رشوت کی رقم لگنے کا ہے۔ اُن کی تنخواہ تو تھوڑی ہے۔ پھر اسقدر روپیہ کہاں سے آیا۔ ایسے مکان کا افتتاح وعظ سے کر کے میں بھی گنہگار ہوں اور تمام دنیا کیلئے سند ہو کہ رشوت کوئی بری چیز ہوتی تو اس مکان کا افتتاح وعظ سے کیوں ہوتا۔ کم از کم خود اُن صاحب کا تو یہی خیال ہوگا کہ وہ بھی صاد کر گئے۔ رجسٹری کر گئے۔ پھر فرمایا کہ اُن کا خط ہی نہیں آیا اگر خط آیا تو یہی جواب دونگا۔ عرض کیا گیا کہ اُن کو خود ہی سمجھنا چاہئے کہ ایسے مکان میں وعظ کی فرمائش نہ کریں فرمایا کہ سمجھدار ہوتے تو رشوت ہی کیوں لیتے پھر فرمایا کہ لوگ رشوت کو چھوڑتے ہی نہیں۔ حالانکہ رات دن اس کی برائی سنتے ہیں۔ اب اللہ میاں تو خود آ کر کہنے سے رہے پھر فرمایا کہ اللہ میاں تو کہہ چکے احکام مقرر فرما چکے یہی اُن کا کہنا ہے پھر اس کا تذکرہ ہونے لگا کہ رشوت سے توبہ کرے تو معاف کس طرح کروائے فرمایا کہ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ادا کرے یا معاف کرالے۔ اگر پتہ نہ چل سکے تو چھپوا دے کہ میرے ذمہ جن کے حقوق ہوں لیلے یا چھوڑ دے۔ پھر فرمایا کہ بڑا مفتی قلب ہے۔

جب خوف ہوتا ہے تو سب تدبیریں ادائے حقوق کی سوجھنے لگتی ہیں۔

(۱۷۰) ایک درویش کی نسبت فرمایا کہ محقق تو تھے نہیں لیکن بد دین بھی نہیں تھے بلفوظات میں لوگوں نے ہنسی وغیرہ کی باتیں بھی درج کر دیں دوسرے یہ کہ محقق تو تھے ہی نہیں جو سب باتوں کو مانا جاوے۔ ویسے بزرگ آدمی تھے لوگوں کو نفع تھا۔ اللہ کا نام بتلاتے تھے۔ میرے دو ماموں صاحب اُن سے بیعت تھے۔ ایک ماموں صاحب نے اُن کا ایک مقولہ نقل کیا جو مجھکو بہت پسند آیا۔ انھوں نے بیعت کے بعد پوچھا کہ کس طریقہ میں بیعت کیا۔ کہا کہ میاں کیسا طریقہ شریعت میں بیعت کیا اور کاہے میں۔ پھر فرمایا کہ خیر اگر اُن سے زیادہ نفع نہیں تھا تو ضرر بھی نہیں تھا۔ جب احقر قلمبند کرنے لگا تو فرمایا کہ نام نہیں لکھنا چاہئے۔ کیوں کسی کی دل آزاری کی اور جو میں یہاں سختی کرتا ہوں وہ دل آزاری کرنے کیلئے نہیں بلکہ اصلاح کے لئے کرتا ہوں۔ دوسرے یہ کہ لوگ اپنے ہاتھوں سختی لیتے ہیں۔ اپنی اصلاح کا قصد ظاہر نہ کیا کریں ورنہ میرے پاس فاسق فاجر۔ رنڈی باز شرابی ڈاڑھی منڈے سبھی قسم کے لوگ آتے ہیں۔ میں کسی سے بھی کچھ نہیں کہتا۔ ہاں جو اصلاح کیلئے آئیگا اُس کے ساتھ تو سختی ہی برتی جائے گی۔ ایک صاحب نے غلط فہمی کی وجہ سے پوچھا کہ حضور کے پاس رنڈی تو کوئی نہیں آتی۔ فرمایا کہ رنڈے تو آتے ہیں۔ وہ تو ایک ہی ہیں چاہے رنڈی ہوں یا رنڈے ہوں پھر فرمایا کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ رنڈیوں کی نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں انھوں نے فرمایا کہ اُن کے آشناؤں کی تو نماز جنازہ پڑھتے ہو پھر دونوں میں فرق ہی کیا ہے۔

۱۷ و ۱۸ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۵۰ ہجری

(۱۷۱) ایک صاحب نے کئی خط بھیجے۔ سب میں کچھ نہ کچھ فروگذاشتیں ہوتی تھیں جب تک کہ باضابطہ اور باقاعدہ طور پر صاف طریقہ سے کوئی بات نہیں پوچھی جاتی حضرت محض قیاس سے اُس کا جواب نہیں دیتے بلکہ بیشتر اُن فروگذاشتوں کو رفع کرا لیتے ہیں تب جواب دیتے ہیں چنانچہ کئی خطوں کے بعد جو خط آیا اُس کا جواب حسب ذیل تحریر فرمایا "السلام علیکم۔ سب خطوط دیکھے میں نے ہر خط کے جواب میں مناسب جواب دیا ہے کسی خط کے مضمون پر سکوت نہیں کیا اوّل خط میں ذکر کی استدعا ہے اُس پر میں نے قوی وصحت کا حال دریافت کیا بدون اسکے

کیسے تعلیم کرتا دوسرے خط میں آپ نے صحت وقوت کا حال لکھا مگر اُس میں درخواست تعلیم کا تذکرہ نہیں۔ پہلے خط کا مضمون مجکو کیسے یاد رہتا تیسرے خط میں خواہ مخواہ کی شکایت ہی تھی اب بتلایئے کس کی طرف سے بدانتظامی ہوئی"۔ اُنہیں صاحب کا اب چوتھا خط آیا ہے۔ ساتھ اُنھوں نے کل سابقہ خطوط بھیجدیئے اور لکھدیا کہ میری سب حالت ان خطوط سے ظاہر ہو چکی اور قویٰ وصحت کا حال اوسط ہے اب میری درخواست پر معافی دیجاوے تعلیم سے سرفراز فرمایا جاوے۔ اس پر حضرت نے حسب ذیل جواب تحریر فرمایا "مجکو انتخاب کی فرصت نہیں آپ خود انتخاب کیجئے یا بلا انتخاب لکھیئے۔ حال لکھیئے اور درخواست کیجئے"۔ پھر حاضرین سے فرمایا کہ دیکھئے سارے سابق کے خطوط بھیجدیئے ہیں کہ میں ہی بیٹھکر انتخاب کروں دیکھئے یہ ظلم وستم ہو رہے ہیں۔ اپنا کام بھی میرے ذمہ ڈالتے ہیں۔ پھر ہنسکر فرمایا کہ مگر میں بھی ان لوگوں کو ایسا ہی چچا ملا ہوں۔ اُنہیں بھی ایسا قانونی نہ ملا ہوگا۔

(ف) واقعی تحریر وتقریر میں اس کا ہمیشہ خیال رکھنا چاہیئے کہ جو بات ہو صاف ہو تنجلک نہو جس کے پاس کثرت سے ڈاک آتی ہو اُسکو پچھلے خطوط کا یاد رکھنا یا اُن خطوط کا انتخاب کرنا ظاہر ہے کہ کسقدر مشکل ہے نیز یہ مکتوب الیہ کا کام بھی نہیں۔ جیسا کہ حضرت کو خود بے انتہا اس کا اہتمام ہے کہ دوسرے کو ذرہ برابر مجھ سے تکلیف نہو اسی طرح یہ بھی چاہتے ہیں کہ دوسرا شخص بھی اس کا اہتمام رکھے۔ اخلاق کی درستی تو اس زمانہ میں خاص طور سے حضرت ہی کے سپرد ہے جیسا کہ حضرت کے ایک عزیز نے جو اپنے ہی حضرات میں سے ایک بزرگ سے بیعت ہیں حضرت حاجی صاحب کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں تم کو نسبت باطنی تو حاصل ہی ہے اگر اخلاق کی درستی چاہتے ہو تو اپنے ماموں کے پاس جاؤ۔

(۱۷۲) ایک صاحب نے ایک شخص کی بابت داخل سلسلہ کرلینے کی سفارش لکھی اور اپنی ترغیب دینے کا بھی حال لکھا۔ حضرت کو یہ بات نہایت ناگوار ہوتی ہے کہ کسی شخص کو مجھ سے بیعت ہونے کی ترغیب دیجاوے چنانچہ جواب میں تنبیہ فرمائی گئی۔ پھر انھوں نے حسب ذیل لکھا "ایک دوست مسمّی فلاں کے بابت عرض کیا تھا کہ وہ تعلیم طریق کے طالب ہیں لیکن لفظ ترغیب پر عتاب فرمایا گیا اور بس جناب والا میں نے خاص جناب کی

تعلیم کی ترغیب نہیں دی۔ صرف اتنی بات ہے کہ جب کبھی کوئی شخص جناب کے متعلق یا اور کسی بزرگ کے متعلق دریافت کرتا ہے تو امر واقعی سائل کا اخلاص دیکھکر بیان کردیا کرتا ہوں یہی مضمون ترغیب کے لفظ سے خطاءً ادا ہوگیا جس کی معافی کا خواستگار ہوں۔ اگر امر واقعی کا اظہار بھی جہاں کسی مفسدہ کا احتمال بھی ہو ممنوع ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ یہ بھی نہ ہوگا۔ غرض مکرر عرض ہے کہ سائل مذکور بہ نہایت منت کے ساتھ تعلیم طریق کا طالب ہے اسکو محروم نہ فرمایا جاوے۔ کیا حضور کی طرف سے کسی بزرگ سے بیعت ہوجانیکی کبھی ترغیب واقع نہیں ہوئی"۔ حضرت نے یہ جواب تحریر فرمایا "تمام خط معذرت کا لکھکر آخر میں ایسا جملہ آپنے تحریر کیا کہ اُس تمامی معذرت کا اثر منسوخ ہوگیا وہ یہ ہے۔ کیا حضور کی طرف سے کسی بزرگ سے بیعت حاصل ہوجانے کی کبھی ترغیب واقع نہیں ہوئی۔ آپ اس کے پوچھنے والے کون ہوتے ہیں" پھر زبانی فرمایا کہ اپنا اپنا مذاق ہے مجکو اپنے مریدوں کی تعداد بڑھانے کی فکر نہیں۔ مجکو یہ سخت ناگوار ہوتا ہے کہ کسی شخص کو مجھ سے بیعت ہونیکی ترغیب دیجاوے اور اثر بھی اسکا خراب ہے اس سے طریق بے وقعت اور گندہ ہوتا ہے۔ ان بھلے مانس نے معذرت کی لیکن یہ دو فقرے بھی بڑھائیے دونوں فقروں میں میرے معمول پر چوٹ کیگئی ہے۔ اگر معذرت ہی کرنی تھی تو ان کی کیا ضرورت تھی۔ صرف یہ لکھدیتے کہ اب آئندہ ایسا نہ ہوگا اور اگر میرا معمول پسند نہیں ہے تو پھر ایسے مہمل شخص سے بیعت کرنیکی ترغیب ہی کیوں دیتے ہیں اور ایک یہ عجیب بات ہے کہ جس شخص کی سفارش ہے خود اُسکا کوئی خط بھی نہیں آیا۔ مدعی سست گواہ چست۔ اگر وہ ناخواندہ تھا تو اُنہیں سے لکھا یا تھا لیکن اپنی طرف سے لکھا تا۔ اُس کا کہیں پتہ نہیں یہ خود سفارشیں کررہے ہیں۔ وہ خود اپنی طرف سے کیوں نہیں لکھاتا کیا وہ مرگیا ہے۔ لوگوں نے کچھ ایسے طریق بگاڑ رکھے ہیں (ف) حضرت اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ طالب کو مطلوب نہیں بنانا چاہیئے۔ اس سے بجائے نفع کے نقصان ہے امر دین میں ایک درجہ تک استغناء چاہیئے ؎

ہر کہ خواہد گو بیا و ہر کہ خواہد گو برو   دار و گیر حاجب و دربان دریں درگاہ نیست

ہاں دین کی ترغیب عموماً دے اور کسی خاص شخص کا نام نہ لے۔ بلکہ متعدد بزرگوں کا نام بتلادے کہ جہاں قلب رجوع ہو۔ اُن میں چاہے اُس خاص شخص کا بھی نام شامل کردے ورنہ خصوصیت سے

تو یہ گمانی گروہ بندی اور پارٹی بندی کی ہوتی ہے اس معاملہ میں مجھ تو بہت ہی زیادہ غیرت آتی ہے۔ پھر یہ ہے کہ اپنے شیخ ہی کی ترغیب دیتا ہے تو اس کا یہ طریق ہے کہ خود اپنی حالت کو درست کرے اور اپنے آپ کو نمونہ بنا دے پھر لوگ خود ہی پوچھیں گے کہ بھائی تم کو کس نے نکھڑا ہے کس شخص کا یہ اثر ہے جب کوئی شخص خود ہی دریافت کرے تب اپنے شیخ کا پتہ بتلا دیوے باقی از خود ترغیب دینا تو استخوان فروشی ہے۔ احقر کو بارہا اس بارہ میں تنبیہ فرمائی۔ احقر نے عرض کیا کہ حضرت میں خود ذکر نہیں کرتا البتہ اگر کسی کو حضرت کا خود ہی مشتاق دیکھتا ہوں تو پھر مجھ سے نہیں رکا جاتا اور پھر حضور کے تذکرہ کے پل باندھ دیتا ہوں اس پر ہنسکر فرمایا کہ پھر تو آپ کی یہ حالت ہو جاتی ہے ؎

قلم بشکن سیاہی ریز کاغذ سوز و دم درکش حسن این قصۂ عشق است در دفتر نمی گنجد

(لفظ حسن میں لطافت ہو کہ احقر کے نام کی طرف اشارہ ہے) ایک بار یہ بھی فرمایا کہ اگر محبت کے غلبہ میں بلا قصد ترغیب دوران گفتگو میں ذکر کرنے لگے تو اس کا برا اثر مخاطب پر نہیں پڑتا۔ لیکن نیت خراب نہو۔ ترغیب کا مطلق خیال نہو۔ احقر کے ذکر کرنے کی بابت فرمایا کہ میرے جی کو یہ بات نہیں لگتی کہ آپ کے ذکر کرنے میں ترغیب کی نیت نہیں ہوتی۔ اس لئے آپ ذرا احتیاط رکھیں۔ ایکبار یہی فرمایا کہ آپ پر شفقت غالب ہے اور مجھ پر استغناء اپنا اپنا حال ہو جیسا حال حق تعالیٰ نے جسپہ غالب فرما دیا اس کو مغلوبیت کیوقت اسی کے موافق کرنا چاہئے ایسے حال کو بدلنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔ یہ سرکاری وردی ہی اسکا بدلنا جرم ہی۔ فوجی وردی اور ہی پولیس کی وردی اور ہی۔ ایک دوسرے کی وردی بدل لینا جرم ہی لیکن جب مغلوبیت نہو تو اصول طریق کو نہ چھوڑنا چاہئے۔ ایکبار فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے ایک خلیفہ مکہ معظمہ میں تھے اُن کا مذاق یہ تھا کہ اگر کوئی شخص حضرت سے بیعت ہونے کے لئے آتا تو اس سے کہتے کہ میاں یہاں کیا رکھا ہے فلاں بزرگ ہیں فلاں بزرگ ہیں اُن کے پاس جاؤ۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ کیا حرکت ہے تم فیض سے لوگوں کو محروم کرتے ہو انہوں نے کیا اچھا جواب دیا کہ میاں جو اصلی طالب ہو وہ کہیں پھنس ہی نہیں سکتا سب جگہ پھر پھرا کر پھر یہیں آویگا۔ اور سب بزرگوں کو دیکھنے کے بعد اسکو ہمارے حضرت کی قدر ہوگی اور اگر کوئی ایسا ویسا ہی ہو تو اچھا ہے وہ اور جگہ چلا جاوے میں نہیں چاہتا کہ ہمارے حضرت کے یہاں

نکمے جمع ہوں بلکہ جو آئیں منتخب ہو کر آئیں۔ بیکار آدمیوں کا یہاں کیا کام۔ اپنی بابت ایکبار فرمایا کہ الحمدللہ اللہ میاں کو نیکنام کرنا ہے وہ میرے پاس ایسے ہی بھیجدیتے ہیں جو پہلے ہی سے شدھرے شدھرائے ہوتے ہیں۔ ایکبار اپنے معمولات اور امتحاناتِ طالب کا ذکر فرماکر فرمایا کہ الحمدللہ میرے یہاں ایسا ویسا ٹھہر نہیں سکتا۔ چھٹے چھٹائے خالص لوگ ہی رہ جاتے ہیں پھر وہ حدیث پڑھی جسمیں ہے کہ مدینہ طیبہ بھٹی ہے جسمیں طیب ہی رہ سکتے ہیں جو غیر طیب ہوتے ہیں وہ نکال دیئے جاتے ہیں۔

(۱۷۳) ایک صاحب نے مسئلہ دریافت کیا اور دو صورتوں کو ایک ہی سوال میں جمع کر دیا کہ اگر یہ کیا یا یہ کیا حکم ہے فرمایا کہ اس طرح دو سوالوں کو جمع کر کے نہ پوچھئے۔ یعنی یا کر کے نہ پوچھئے۔ پھر انھوں نے دوبارہ تقریر کی تو فرمایا کہ دیکھئے کتنا مجمل سوال ہے مجمل سوال نہیں چاہئے۔ پوری صورت بیان کرنی چاہئے ہمیشہ یاد رکھئے بہت سوال میرے پاس لفظ یا کے ساتھ آتے ہیں جہاں یا ہوا اور واپس لکھدیتا ہوں کہ علیحدہ علیحدہ سوال قایم کر کے بھیجئے۔ پھر فرمایا کہ لوگوں کو طریقہ بتلانا چاہئے۔ کوئی نہیں بتلاتا ہے۔ سائل کے تابع ہو کر جواب لکھدیئے جاتے ہیں۔ اسی وجہ سے تمام طریقے خراب ہو رہے ہیں اگر دو باتیں پوچھنی ہوں الگ الگ کر کے پوچھے۔ مجھے تو دو باتوں کا ذہن میں رکھنا بھی بڑا مشکل معلوم ہوتا ہے بعض دفعہ ایک صورت ذہن سے نکل جاتی ہے اور غلطی ہو جاتی ہے جواب میں۔ اور اصل وجہ یہ ہے کہ اگر ایک ایک صورت کا علیحدہ علیحدہ سوال ہو تو مختصر جواب ممکن ہے اور جو کئی صورتیں ایک ساتھ جمع کردیں اور اُن میں ہر ایک کا جدا جدا حکم ہو تو جواب میں تفصیل کی تطویل ہوتی ہے اور مجیب کو تمام سوالات کا پھر اعادہ کرنا پڑتا ہے جس سے بچنا سائل کی تھوڑی سعی سے ممکن ہے کہ وہ ہر صورت کو علیحدہ پوچھے مجیب ہر سوال کا ایک متعین جواب دے سکے۔ (ف) دو سوالوں کو جمع کر کے ہرگز پیش نہ کرنا چاہئے۔

(۱۷۴) فرمایا کہ بجائے سلام کے آداب کہنا یا لکھنا بدعت ہے کیونکہ تغییر ہے مشروع کی۔ البتہ بعد سلام کے اس قسم کے ادب کے کلمات لکھنے کا مضائقہ نہیں۔

(۱۷۵) ایک پنجابی صاحب حسب معمول پرچہ دیکر بعد مغرب طالب تعلیم ہوئے حضرت

ان کو تخلیہ کے وقت اپنے قریب بلائے تھے۔ وہ مارے ادب کے قریب نہ آتے تھے فرمایا کہ پنجاب کا ادب ہمارے یہاں نہیں ہے ہم اسکو خلافِ سنت سمجھتے ہیں مخترع ادب کوئی چیز نہیں اطاعت چاہئے پاس آجیئے تاکہ سنائی دے۔ یہ صاحب پہلے دو بزرگوں سے بیعت ہو چکے تھے جو انتقال فرما گئے انھوں نے ہجوم وساوس کی شکایت کی فرمایا کہ جو وسوسہ آوے اسکی طرف التفات نہکیا جاوے بلکہ بتکلف ذکر وغیرہ کی طرف اپنے قلب کو متوجہ کرلے۔ خواہ کلفت ہو۔ اسوقت تو تھوڑی بہت کلفت ہوتی ہے لیکن دیکھئے گا کہ ذرا دیر بعد کیسی طبیعت شگفتہ ہوتی ہے ہمت سے کام لینا چاہئے جو اپنے اختیار اور قابو کی بات ہے اس میں تکلیف اٹھاوے اور ذکر کی طرف متوجہ ہو جانے کے بعد بھی اگر وسوسہ آوے تو چونکہ اسپر اختیار اور قابو نہیں اس کا ذرا بھی مواخذہ نہیں اس لئے مطلق پروانہ کرے۔ چاہے کفر کا وسوسہ ہو یا کسی معصیت کا۔ بلکہ مشقت پر ثواب ہے۔ بس ذکر میں برابر مشغول رہے وسوسے آتے رہیں آتے رہیں کچھ خیال نہ کرے اگر ذکر میں مزا نہیں آتا جی نہیں لگتا بلا سے نہ لگے پھر کرتے کرتے اللہ کا فضل ہو جاویگا اگر شروع ہی سے اس کا طالب ہوا کہ مزا آنے لگے جی لگنے لگے تو یہ تو ایسی مثال ہو گئی کہ روٹی تو کھاؤنگا پیچھے پہلے پیٹ بھر جاوے۔ جب اچھا ہو جاؤں تب دوا پیوں۔ ارے جب اچھا ہی ہو گیا تو پھر دوا کی کیا ضرورت رہی اچھا ہونے کے لئے تو یہ ضروری ہے کہ پہلے کڑوی کڑوی دوائیں پینی پڑتی ہیں۔ یہ بات ہمیشہ پلہ باندھنے کی ہے بڑا خیال اگر آیا تو کیا نہ آیا تو کیا اس کی مطلق پروا نکرے جتنا اپنے اختیار میں ہے اتنا کئے جاوے غیر اختیاری امور کے پیچھے ہرگز نہ پڑے یہ دو باتیں اپنے ذمہ لازمی کر لینا چاہئے ایک اتباع شریعت۔ اور جو شیخ نے ذکر تعلیم کر دیا اس پر دوام تیسرے یہ کہ شیخ کو حالات سے اطلاع کرتا رہے۔ اور اس اطلاع کے بعد جو وہ کہے کرے۔ بس رستہ یہ ہے۔ باقی پہونچ جانا یہ خدا کے قبضہ میں ہے شیخ کا کام صرف رستہ بتلا دینا ہے باقی کام کرنا طالب کا کام ہے اور ثمرہ دینا اللہ کے اختیار میں ہے شیخ کوئی مدت نہیں بتلا سکتا لیکن اتنا کہہ سکتے ہیں کہ جو شخص راستہ پر پڑ جاتا ہے اس کو حق تعالیٰ محروم نہیں رکھتے اگر کوئی طبیب مدت معین کر دے کہ اتنے دن میں اچھے ہو جاؤ گے تو سمجھ لو کہ وہ محض دوکاندار ہے یہ اللہ کو خبر ہے کہ کتنے دن میں صحت ہو جائیگی۔ اس تقریر کے بعد حضرت نے دریافت فرمایا کہ ابھی تک کونسا ذکر اور کس طریقہ

سے کرتے رہے انھوں نے نہایت کھینچ تان کر اور گردن موڑ ماڑ کر ذکر اسم ذات کر کے تبلایا فرمایا کہ نہیں اتنی مشقت کی ضرورت نہیں اس سے دماغ خراب ہو جائیگا۔ راحت کے ساتھ کرو پھر حضرت نے ذکر نفی اثبات اور ذکر دو ضربی اسم ذات خود کر کے تعلیم فرمایا کہ گردن اور بدن کو توڑو موڑو نہیں اللہ نے سیدھا سیدھا بنایا توڑ مروڑ کر کیوں مشقت میں پڑے۔ یہ سب واہیات ہے صرف الا اللہ اور اللہ پر قدرے زور ڈالکر مخرج سے نکالنا چاہیئے باقی بدن اور گردن کو قصداً بالکل حرکت نہ دینا چاہیئے۔ نہ قلب پر ضرب کی ضرورت ہے ہاں خود ہی بدن ہلنے لگے تو مضائقہ نہیں۔ آلتی پالتی مار کر آرام سے بیٹھنا چاہیئے۔ اور جب ذکر نفی اثبات کی تعداد پوری ہو جاوے تھوڑا سا سانس لیکر دوسرا ذکر شروع کرے۔ تعب برداشت کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہم لوگوں کا ایسا ناپاک نفس ہے کہ بغیر آرام کے ہم کو اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں ہوتی اسلئے ہمیشہ یہ کرنا چاہیئے کہ آرام سے رہیں۔ لیکن حرام سے ڈریں۔ اب پیروں نے آرام کو چھوڑایا اور حرام سے نہ بچایا۔ (اسیر احقر کو یاد آیا کہ ایک متعارف پیر کی بابت ذکر تھا کہ اپنے مریدوں سے بڑی محنت لیتے ہیں لیکن کوٹ پتلون وغیرہ کی کچھ روک ٹوک نہیں۔ فرمایا کہ دو چار گھنٹہ ضربیں لگا لینا کیا مشکل ہے آخر لوگ محنت کے کام کرتے ہی ہیں یہ بھی سہی۔ دو گھنٹے بیٹھکر ضربیں لگا لیں پھر دن بھر آزاد ہیں جو چاہیں کریں جس طرح چاہیں نہیں یہ تو ہر شخص کر سکتا ہے پھر فرمایا کہ میرے یہاں تو وہ آوے جس کو ہر وقت اپنے اوپر آرے چلانے ہوں۔ قدم قدم پر یہ خیال ہو کہ یہ کام جائز ہے یا ناجائز ہر وقت یہی فکر رہے) اُن صاحب نے بیعت کی درخواست بھی کی تھی فرمایا کہ اب رہا بیعت کا قصہ سو ہمارا یہ طریقہ ہے کہ جب دل خوب ملجاتا ہے تب بیعت کرتے ہیں۔ بیعت سے انکار نہیں لیکن جب ہمارا دل قبول کریگا۔ تب بیعت کریں گے۔ جب دیکھیں گے کہ ہاں تم اپنے کام میں مشغول ہو اور تم کو مجھ سے اور مجھکو تم سے مناسبت ہو گئی ہے تب بیعت کا بھی مضائقہ نہیں۔ بغیر دل ملے بیعت کا لطف بھی نہیں۔ نہ کچھ فائدہ۔ اور یہ بھی سمجھ لو کہ بیعت کی ضرورت بھی نہیں ہے بس اتباع اور محبت بالکل کافی ہے۔ یہ وہم ہرگز نہ کرنا کہ بیعت نہ ہونگے تو فائدہ نہ ہوگا۔ خوب سمجھ لو کہ بیعت کرنے سے باطن کا کچھ نفع بڑھ نہ جاویگا۔ بس یونہی ایک تسلی سی ہے۔ عمر بھر بھی بیعت نہ ہو تب بھی فائدہ میں ذرہ برابر کمی نہ ہو پھر اُن صاحب نے عرض کیا کہ انکو بیشتر بہ سابق سے مسجد کے

اوپر چڑھکر ذکر کرنے کی تعلیم کی گئی تھی۔ فرمایا کہ نہیں مسجد پر چڑھنا بے ادبی ہے فقہا نے منع لکھا ہے پھر انھوں نے شاید یہ مصلحت بتلائی کہ کسی کو خبر نہ ہوگی فرمایا کہ اگر کوئی ذکر کرتے دیکھ بھی لے گا اور معتقد ہوجائیگا تو کیا حرج ہے۔ یہ سب واہیات ہے۔ اپنی طرف سے معلوم کرانے کی فکر نہ کرے اور نہ کسی کے اعتقاد کا اپنے دل میں خیال لاوے اپنا کام خالص اللہ کے واسطے کرتا رہے پھر اگر حق تعالیٰ کسی کے دل میں نیک گمان ڈالدیں تو اس کو بھی نعمت سمجھے اپنی طرف سے اس کا قصد نہ کرے اور دوسرے یہ بھی ہے کہ مسجد کے اندر ذکر کرنے سے تو صرف مسجد والوں ہی کو معلوم ہوگا کہ ذکر کررہے ہیں اور جب گنبد پر کریگے تو سارے محلہ میں خبر ہوجائیگی کہ بڑے عابد زاہد ہیں کچھ نہیں نئی نئی باتیں نہیں کیا کرتے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ نے بھی گنبد پر چڑھکر ذکر کیا ہے کبوتر جنگلی گنبد پر رہا کرتے ہیں آدمی نہیں رہا کرتے۔ آدمی ہوکر کبوتر کیوں بنو (ف) اس سے حضرت کی حسن تعلیم اور طریقت میں شان اجتہاد بخوبی ظاہر ہے

وساوس کوئی چیز قابل التفات نہیں۔ دوران وعظ میں ایکبار وساوس کا بیان فرمارہے تھے کہ یہ شیطان کی رہزنی ہے اگر کوئی شخص دربار شاہی میں جارہا ہو اور اس کا کوئی دشمن یہ کرے کہ دق کرنے کے لئے اور راستہ کھوٹا کرنے کے لئے اس کو سناکر بادشاہ کو گالیاں راستہ بھر سناتا آوے تو اس کو یہ ہرگز نہ کرنا چاہیئے کہ اس سے الجھنے لگے اور اس کو جواب دینے لگے اگر وہ ایسا کریگا تو وہ اسی میں رہے گا۔ اور ادہر حاضری دربار کا وقت بھی ختم ہوجاویگا۔ اس کو چاہیئے کہ گو ناگوار ہو لیکن ضبط کئے ہوئے چپ چلا آوے۔ اور جب سرکار میں پہونچے تو کہدے کہ دیکھیے حضور یہ راستہ بھر مجھکو تنگ کرتا ہوا آیا ہے پھر فرمایا کہ یہ وساوس شیطان کے القا کئے ہوئے ہوتے ہیں خود قلب کے اندر سے نہیں پیدا ہوتے جس طرح کسی کوٹھری میں غلہ بھرا ہوا ہو تو ظاہر ہے کہ وہ غلہ کوٹھری کے اندر پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ باہر سے لاکر ڈالا گیا ہے۔ پیدا تو وہ کھیت میں ہوا ہے اس پر احقر کے قلب میں وسوسہ ہوا کہ یہ کیسے سمجھیں کہ یہ وسوسے باہر سے ڈالے گئے ہیں ہمیں تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ قلب کے اندر ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس وسوسے کے آتے ہی معا فرمایا کہ گو بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ وسوسے قلب ہی کے اندر سے پیدا ہوئے ہیں لیکن یہ بات نہیں ہوتی۔ بلکہ ہوتے تو وہ باہر ہی ہیں لیکن معلوم ایسا ہوتا ہے کہ وہ اندر

ہیں اور جب قلب میں عقائد حقہ مرکوز ہیں تو ان کے خلاف خود قلب سے کیوں پیدا ہوگا خارج ہی سے آویگا یعنی بالقاء شیطان جس طرح کسی شیشہ پر مکھی بیٹھی ہو تو ہوتی تو وہ شیشہ کے اوپر ہے لیکن عکس کی وجہ سے دیکھنے میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے اندر بیٹھی ہوئی ہے یہی حال وسوسہ کا ہے کہ گو ہوتا قلب کے اوپر ہی اوپر ہے لیکن عکس کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے کہ گویا قلب کے اندر پیوست ہے۔ الحمد للہ اس لطیف تقریر سے احقر کو بالکل اطمینان ہوگیا ایکبار فرمایا کہ وسوسوں کا کچھ خیال نہ کیا کیجئے اسمیں گناہ نہیں ہوتا یہ تو شیطان قلب میں القا کرتا ہے تو اسی کو گناہ ہوتا ہے اگر کوئی شخص سڑی سڑی گالیاں آپکے کان میں کہے تو اس میں آپکا کیا قصور۔ وہ گالیاں دینے والا مجرم ہے بلکہ جو کلفت اُن گالیوں کے سننے سے آپ کو ہوگی اس پر اور اجر ملیگا۔

(۱۷۶) فرمایا کہ جو کام آسانی سے ہو سکے اس کو دشواری کے طریقہ سے نہیں کرنا چاہیے۔ حدیث میں ہے ماخُیّر صلی اللہ علیہ وسلم بین امرین الا اختار ایسرھما یہ سلامت طبیعت کی دلیل ہے کہ ہمیشہ آسانی کی طرف جاوے جب دونوں شقیں برابر ہوں یعنی ہر طرح ثواب میں بھی مصلحت میں بھی غرض ہر طرح یکساں ہوں تو آسان شق کو اختیار کرنا چاہئیے باوجود تساوی کے پھر بھی مشکل میں پڑنا خدا تعالیٰ کی ناشکری ہے دوسری بات تجربہ کی ہے کہ جو خود آسانی پسند ہوتے ہیں وہ دوسروں کے لئے بھی آسانی پسند کرتے ہیں اس سے حضور کی سلامتی فطرت کا پتہ چلتا ہے۔ تیسری یہ بات ہے کہ حضور کی اُمت بھی آسانی کو اختیار کرے۔ کہ حضور باوجود اس قدر عالی ہمت ہونے کے پھر بھی آسانی کو اختیار فرماتے تھے تو ہم تو بیچارے کون ہیں کہ مشکل شق کو اختیار[1] کریں۔ مثلاً کوئی عبارت پیچدار ہی لکھنے کے فکر میں رہتے ہیں بھلا فضول اپنے آپ کو غور و فکر کی مشقت میں ڈالنے سے کیا حاصل بعض خطوط ایسے آتے

---

[1] جناب مولوی حبیب احمد صاحب نے یہ اعتراض کیا تھا کہ حضور نے بعض صحابہ کو قریب مسجد مکان لینے سے منع فرمایا کیونکہ دور سے آنے میں زیادہ ثواب ہے اس کے متعلق بعد کو ایک اور تحقیق جو اس سے زیادہ واضح ہے فرمائی مجملاً یہ کہ یہ آسانی کا اختیار کرنا جو مسنون ہے یہ طریق میں ہے مقصود میں نہیں ہے جس مشقت پر شریعت نے ثواب کا وعدہ فرمایا ہے وہ تو بوجہ مقصود ہونیکے مستثنےٰ ہے اور جس پر کوئی ثواب نہیں اور محض مشقت ہی مشقت ہے بے وجہ دشوار شق کو اختیار کرنا لایعنی اور فضول ہے۔ جو برائے حدیث تو لی منع ہے جیسے کسی نے کہا پانی وضو کا لاؤ وہ جلال آباد سے جاکر لاوے حالانکہ حوض سے بھی لا سکتا تھا۔ یا مثلاً مکان تو بہت جگہ گھما کر مسجد میں آنا

ہیں کہ مطلب سمجھ میں نہیں آتا۔ مطالعہ کرتا پھرتا ہوں اب ایک خط آیا ہے ظالم نے پتہ ہی نہیں لکھا رکھا ہے قرابت داروں میں پوچھتا پھرتا ہوں لیکن پتہ نہیں چلتا۔ کئی دن سے رکھا ہوا ہے اب دیکھئے کتنا خرچ ہوا۔ ان کو پتہ لکھدینا کچھ مشکل نہ تھا مگر لوگوں کو اس کا اہتمام ہی نہیں کہ دوسرے کو مشکل نہ پیش آوے۔ انھوں نے ٹکٹ بھی جواب کے لئے بھیجا ہے وہ انتظار میں جواب کے ہوں گے کہتے ہوں گے کہ ملا بڑے چور ہوتے ہیں ٹکٹ بھی رکھ لیا۔ اپنی حماقت نہیں معلوم کہ پتہ ہی نہیں لکھا تھا وجہ صرف اس کی یہ ہے کہ یوں سمجھتے ہیں کہ اس کو اور کوئی کام تو ہے نہیں ہم جب ملے اور اپنا پتہ بتلایا تو اس کو یاد رکھنا چاہیئے۔ جیسے قرآن کا بھولنا بعد حفظ کر لینے کے منع ہے اب میں کیسے یاد رکھوں۔ آپ یقین کیجئے کہ اپنے بھائی کی اولاد کو بے گنے نہیں بتلا سکتا۔ میرے اور مظہر کے تو اولاد ہی نہیں سب سے بڑے اور سب سے چھوٹے تو بے اولاد۔ اور درمیان والوں کے اولاد بھائی اختر کی اولاد کو تو گن کر بھی نہیں بتلا سکتا کیونکہ یاد ہی نہیں کہ کتنے بچے ہیں گو بہت زیادہ نہیں ہیں جس شخص کے حافظہ کی یہ حالت ہو وہ کہاں تک یاد رکھے طبیعت کی بھی بات ہے بعضوں کو تعلقات سے مناسبت ہوتی ہے وہ یاد رکھتے ہیں مجھے وحشت ہوتی ہے میرے ذہن میں یہ بات جمی ہوئی ہے کہ جو کام جس کے ذمہ ہے وہ اس کے ذمہ ہے میں بلاضرورت کیوں یاد رکھوں چنانچہ پتہ لکھنا اس کے ذمہ ہے۔ بس یہ بات جمی ہوئی ہے کہ میں کیوں یاد رکھوں۔ مجھے کیا غرض پڑی ہوئی ہے اسلئے قصداً ہی یاد رکھنے کا نہیں کرتا اگر قصد کروں تو غالباً آنا نہ بھولوں۔ اور پھر حافظہ بھی بہت قوی نہیں۔ بعضوں کا قوی ہوتا ہے ایک عالم حافظ محمد عظیم صاحب لنتاور کے تھے عالم تھے اور سنا ہے صاحب نسبت بھی تھے نابینا تھے اور خود قصداً نابینا ہوئے تھے۔ خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی دو درخواستیں کیں ایک تو یہ کہ آپ کو دیکھکر پھر کسی کو نہ دیکھوں اور دوسرے یہ کہ آپ کو ہمیشہ دیکھ لیا کروں چنانچہ جس وقت اٹھے تو نابینا تھے لیکن حضور کی زیارت سے برابر مشرف ہوتے رہتے تھے۔ ایک میرے ہمنام تھے مولوی اسحاق علی صاحب کے نانا وہ وہاں صوبہ دار تھے وہ بیان کرتے تھے کہ اگر ان سے کوئی دس برس بعد ملتا تو ہاتھ میں ہاتھ لیتے ہی پہچان لیتے کہ فلاں شخص ہے اسقدر قوی حافظ تھا یا اسے کرامت کہیئے حضرت مولنا گنگوہی مسجد میں دیا سلائی نہ رگڑنے

دیتے تھے کسی ناواقف نے مغرب کے وقت دیا سلائی مسجد میں رگڑ کر چراغ جلا دیا ثلث شب
گذر جانے کے بعد وہاں عشا کی نماز ہوتی تھی باوجود اتنا وقت گذر جانے کے اسوقت ہوا میں جو
کچھ اثر باقی تھا اُس کو فوراً محسوس فرما کر ناراض ہوئے کہ کس نے دیا سلائی رگڑی ہے اسی طرح حافظہ
بھی قوی تھا۔ فراست بھی اعلیٰ درجہ کی تھی۔ اجی غضب کرتے تھے نابینائی کے بعد کا ذکر ہے کہ ایک
بچہ دبے پاؤں آ کر چپکے سے بیٹھ گیا فرمانے لگے بچہ کا سانس اس طرح میں معلوم ہوتا ہے ایکبار شیخ
فضل حق کے لڑکے چپکے سے آ بیٹھے فرمایا کہ فضل حق کی بو آتی ہے ایسا ہی حضرت حاجی صاحب کا
قصہ ہے کہ آپ کی خدمت میں مولوی معین الدین صاحب نے تھانہ بھون میں ایک ہرن شکار کر کے
اس کی کھال بھیجی جن کے ہاتھ بھیجی تھی ان سے مولوی صاحب نقل کرتے تھے کہ جب وہ کھال آپکے
روبرو رکھی گئی تو یوں فرمایا کہ اس میں تو بوئے وطن آتی ہے۔ سو واقعی وہ تھانہ بھون کا ہرن تھا
حاجی اللہ رکھا خود بیان کرتے تھے اور وہ ہر کسی بزرگ کے معتقد نہ تھے اس لئے ان کی روایت
بہت معتبر ہے وہ کہتے تھے کہ جب میں مکہ معظمہ گیا تو حاضر خدمت ہوا۔ مجمع میں پاس جا کر ملنا خلاف
ادب تھا اس لئے چپکے سے جا کر الگ ایک کنارہ بیٹھ گیا۔ کہ مجمع متفرق ہونے کے بعد مل لونگا فوراً
فرمایا کہ اس وقت بوئے وطن آتی ہے۔ کوئی تھانہ بھون کا تو اس مجلس میں نہیں ہے اس وقت
میں نے عرض کیا کہ میں ہوں۔ حضرت نے ان کو کہیں بچپن میں دیکھا ہو تو دیکھا ہو باقی اس عمر
میں تو بالکل نہیں پہچان سکتے تھے۔ حضرت نے ان کو سینے سے لگالیا اور پوچھا کہ کسکے لڑکے
ہو میاں کہیں اس طرح بے ملے بیٹھ جایا کرتے ہیں۔ اطلاع تو کر دیتے یہ قصہ وہ خود مجھسے بیان
کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ خیر یہ تو کرامتیں ہیں لیکن اہل اللہ کا خود دماغ بھی لطیف بہت ہوتا ہے
اللہ کا نام لینے سے نورانیت اور لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی حضرت مرزا مظہر
جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ بیان فرماتے تھے کہ قاضی نجابت علی خاں صاحب تھانوی
جو بہت بڑے رئیس تھے وہ زیارت کے لئے گئے اُن کے ایک مصاحب بھی ساتھ تھے وہ ناک
صاف کرنے اٹھے تو ان کی پشت ہوئی کرتہ میں سے پاجامہ کی سلوٹیں نظر پڑیں قاضی صاحب
سے فرمایا کہ قاضی صاحب ان کے پاس رہنے سے آپ کا جی نہیں گھبراتا۔ دیکھئے پاجامہ کی
سلوٹیں ایک طرف کم ہیں ایک طرف زیادہ ان کو پاجامہ بھی پہننا نہیں آتا دونوں طرف برابر

سلوٹیں ہونا چاہئیں میرے تو سر میں دیکھکر درد پیدا ہو گیا۔ ایک شخص کھانا بہت کھاتے تھے وہ حضرت مرزا صاحب کے خادموں میں تھے۔ سفر کرکے زیارت کے لئے حاضر ہوا کرتے ایکبار چلتے وقت عرض کیا کہ جی چاہتا ہے کہ حضرت کچھ فرمائش کریں حضرت نے فرمایا کہ نہیں بھائی تم آتے ہو محبت سے ملتے ہو بس یہی کافی ہے انھوں نے دوبارہ اصرار کے ساتھ عرض کیا کہ نہیں حضرت جی چاہتا ہے کچھ تو فرمائش کیجئے۔ فرمایا کہ برا نہ مانو بھائی تم سال میں دو دفعہ ملنے آتے ہو اگر ایک دفعہ آیا کرو تو بہت اچھا ہو۔ عرض کیا کہ حضرت میں تو بہت محبت سے حاضر ہوتا ہوں۔ آخر اس میں حکمت کیا ہے۔ فرمایا کہ بھائی بات یہ ہے کہ جب تم آتے ہو تو مجھکو یہ تصور ہوتا ہے کہ تم کھاتے بہت ہو مجھکو اس تصور سے اتنی گرانی ہوتی ہے کہ تمہارے چلے جانے کے بعد مسہل لینا پڑتا ہے۔ سال بھر میں دو دفعہ تم آتے ہو اور دونوں دفعہ مجھکو مسہل لینا پڑتا ہے۔ سال میں دو دفعہ مسہل لینا ہر چھٹے مہینے ایک مسہل بڑا مشکل ہے اگر ایک دفعہ آیا کرو تو خیر ایک ہی مسہل لینا پڑے باقی تمھیں اختیار ہے۔ میں تو تمہارے کہنے سے کہتا ہوں ورنہ آخر اتنے دن سے اس کلفت کو برداشت ہی کر رہا ہوں۔ پھر فرمایا کہ یہ ذکاء حس ہے اطبار نے تو اس کو مرض لکھا ہے پھر احقر کے چھیڑنے پر اپنے بچپن کا حال بیان فرمایا کہ مجھے تو یاد نہیں لیکن تائی صاحبہ کہتی تھیں کہ ننگا پیٹ دیکھتے ہی مجھکو قے ہو جایا کرتی تھیں۔ لڑکے مجھکو تنگ کیا کرتے تھے۔ جہاں کرتہ اٹھا کر پیٹ دکھلایا اور مجھے قے ہوئی مگر اب تو کوئی سامنے گوہ بھی کھالے تب بھی کچھ نہیں پھر سلسلۂ مضامین میں فرمایا کہ مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی پوتی کا نکاح تھا لوگ جمع ہوئے تو کیا پوچھتے ہیں کہ یہ آج آدمی زیادہ کیوں جمع ہیں عرض کر دیا گیا کہ حضرت صاحبزادی کا نکاح ہے۔ تھوڑی دیر بعد جب لوگوں کو آتے جاتے دیکھا تو پھر پوچھا کہ یہ لوگ کیوں آرہے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ حضرت نکاح ہے۔ فرمایا کہ ہاں جی ابھی تو کہا تھا ابھی بھول گیا پھر فرمایا کہ انھیں استغراق بہت تھا ایسے واقعات کبھی کبھی ہم لوگوں کو بھی تو پیش آتے ہیں کہ اذان ہو گئی اور مشغولی میں بیٹھے ہوئے پتہ بھی نہیں چلا پھر فرمایا کہ کانپور میں ہمارے مدرسہ میں ایک طالب علم تھے بجنور ضلع لکھنؤ کے رہنے والے۔ کچھ طالب علم ملکر گئے کہ ریل دیکھیں گے مغرب کی نماز پٹری کے قریب پڑھ رہے تھے کہ ریل نکل گئی نماز سے فارغ ہونے کے بعد مولوی صاحب ریل دیکھنے کے لئے چلے۔ طالب علموں نے کہا کہ ریل تو نکل بھی گئی

لیجئے انہیں خبر بھی نہ ہوئی .... یہ تو خیر سنی ہوئی بات ہے۔ میرے سامنے عشاء کی نماز میں ان کی ران میں سوا چبھ گیا۔ لیکن انھیں کچھ خبر نہیں ہوئی۔ نماز کے بعد احساس ہوا کہنے لگے کہ نہ جانے میرے کیا چبھ رہا ہے روشنی سے دیکھا گیا تو تمام پاجامہ خون سے تر تھا نماز میں اسقدر استغراق ہوتا تھا حالانکہ اسوقت بالکل بچے تھے۔ بنترہ اٹھارہ برس کی عمر تھی اُن سے اسی وقت میں خوارق و مکاشفات بہت کثرت سے ظاہر ہوتے تھے وہ اب بھی موجود ہیں بہت نیک متقی شخص ہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ اب بھی وہی حالت ہے۔ فرمایا کہ خبر نہیں۔ لیکن طالب علمی ہیں تو سب خوارق بند ہو گئے تھے۔ کشف جاہے ہوتا ہو اسکی صورت یہ ہوئی کہ وہ ایک مزار پر گئے تو ایک نور محیط انھوں نے دیکھا اور فوراً گر گئے جب افاقہ ہوا تو حق تعالیٰ سے دعاء کی کہ بڑی رسوائی ہوتی ہے اب تو ان باتوں کو بند فرما دیجئے۔ چنانچہ اس کے بعد سے خوارق بند ہو گئے۔ یہ حال خود انھوں نے مجھ سے بیان کیا۔ مجھ سے کوئی بات نہیں چھپاتے تھے میں نے ان کی مصلحت کیلئے کہدیا تھا کہ مجھ سے مت چھپایا کرو۔ بھولے آدمی تھے مجھسے سب باتیں کہدیا کرتے تھے۔ اس پر ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ باتیں اختیاری تو ہیں نہیں فرمایا کہ جی نہیں اللہ تعالیٰ جسکو چاہے دیدے اختیاری نہیں ہیں غیر اختیاری ہیں (ف) اس طویل ملفوظ سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں جو صاف ظاہر ہیں تفصیل کی حاجت نہیں۔ مگر تنبیہ کے لایق ضروری امر یہ ہے کہ اگر دو شقیں ہر حیثیت سے یکساں ہوں اور ایک ان میں آسان اور دوسری مشکل ہو تو آسان شق کو اختیار کرے۔ کیونکہ سنت یہی ہے اور سلامتی فطرت کی دلیل ہے۔ ہمارے حضرت بے انتہا سہولت پسند ہیں فرمایا کرتے ہیں کہ میرے ذہن میں مشکل سے مشکل کام کی ہمیشہ سہل سے سہل صورت آتی ہے پاس رہنے والوں کو رات دن اسکا مشاہدہ ہے

(۱۷۷) فرمایا کہ صوفی محمد علی ہیں تو ان پڑھ لیکن بڑے تیز آدمی ہیں۔ وعظ میں میں نے یہ قصہ بیان کیا تھا کہ شاہ ابو المعالی صاحب کے ایک خادم روضہ نبوی پر حاضر ہوئے تو حضور نے فرمایا تھا کہ اپنے پیر سے ہمارا سلام کہدینا۔ اس کو دعوات عبدیت میں دیکھکر فلاں مولوی مدعی اجتہاد نے اعتراض کیا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے اگر ایسا ممکن ہوتا تو سارے

شیعہ سنی وغیرہ کے قصے اسی طرح مزار شریف سے طے ہو جاتے۔ صوفی صاحب نے ان کو یہ لکھ کر بھیجا ہے کہ پہلے آپ مجھے اس کا جواب دیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اژدہا ساحرین کے اژدہوں کو نگل گیا اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بالکل غلط ہے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو وہ اژدہا فرعون ہی کو نہ نگل جاتا۔ کہ سارا قصہ ہی پاک ہو جاتا۔ اس کا آپ کیا جواب دیں گے اور میں نے کہا کہ میرا کوئی مقصود تو اس قصہ پر موقوف نہیں وہ غلط ہی سہی۔

(۱۷۸) فرمایا کہ کج طبیعت کج فہم ہمیشہ کج بات کو پسند کرتا ہے راست بات کو پسند نہیں کرتا۔ میں نے ایک نئے تعلیم یافتہ کو کتے کے پالنے کی ممانعت کا یہ جواب دیا تھا کہ سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ خدا اور رسول نے منع کیا ہے لیکن یہ جواب تو انکو پسند نہیں آیا دوسرا جواب میں نے یہ دیا کہ کتے میں ایک عیب ایسا سخت ہے کہ جس نے اس کے سارے اوصاف کمال کو مٹا دیا وہ یہ کہ اس میں قومی ہمدردی نہیں ہوتی۔ اپنے ہم جنس کو دیکھ کر کس قدر برافروختہ ہو جاتا ہے۔ اس جواب پر وہ بہت خوش ہوئے تھے۔ حالانکہ یہ محض ایک لطیفہ تھا۔ دیکھئے تحقیقی جواب ان کو پسند نہ آیا لطیفہ کو اس قدر پسند کیا اسی موقعہ پر یا کسی اور موقعہ پر فرمایا کہ تحقیقی باتوں کی یہی شان ہوتی ہے کہ ان میں ظاہری آب و تاب نہیں ہوتی حکیم محمود خاں اور حکیم عبدالمجید خاں کے نسخوں پر آج تک کسی کو وجد نہیں آیا اور غالب اور مومن کے شعر سنکر کیسی کچھ واہ واہ ہوتی ہے۔ پھر دیکھ لیجئے ان دونوں میں کونسی چیز زیادہ قابل قدر ہے۔

(۱۷۹) درس مثنوی میں ریا رشیخ خیر من اخلاص المرید کی بابتہ فرمایا کہ اس مقولہ میں اصطلاحی ریا مراد نہیں بلکہ لغوی ریا مراد ہے یعنی کسی کام کو کرنا بقصد مراآت خلق گو بغرض ارضاء الحق ہو یعنی قصد تو مراآت خلق کا ہے لیکن غرض ارضاء الخالق ہے۔ جیسے نیک کام کی کسی دوسرے کو ترغیب دینا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعضے کام محض بغرض تعلیم کئے۔ تاکہ حکم تشریعی معلوم ہو جائے۔ تاکہ دیکھ کر لوگ ویسا ہی کریں تو یہ ریا مذموم نہیں ہے۔ کیونکہ مقصود اس میں ارضاء الخلق نہیں۔

(۱۸۰) غالباً یہ تذکرہ تھا کہ اپنے زمانے کے لوگوں کی قدر نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ مولوی فلانے بھی اس عقیدے کے اندر مبتلا تھے حضرت حاجی صاحب سے اتنے قریب تھے لیکن معتقد نہیں تھے

اعتراض کیا کرتے تھے پھر اخیر میں معتقد ہوئے میانجی صاحب اتنے بڑے شخص تھے لیکن مولوی ملانے اعتراض کیا کرتے تھے اخیر میں معتقد ہوئے۔ ایسا ہوتا ہے کہ اپنے زمانہ کے لوگوں کی قدر نہیں ہوتی۔

(۱۸۱) مثنوی شریف پر بحر العلوم کا حاشیہ ہے۔ فرمایا کہ بحر العلوم محقق شخص تھے حضرت حاجی صاحب سے تعریف سنی ہے لیکن ظاہریت غالب تھی کہیں وہ فن سے نکل جاتے ہیں۔ اور ولی محمد ایک محشی ہیں وہ فن سے بہت مناسبت رکھتے ہیں لیکن غلو کرتے ہیں شریعت سے نکل جاتے ہیں اور حضرت حاجی صاحب جامع ہیں مسئلہ کے خاص مرکز پر بھی رہتے ہیں پھر شریعت کے خلاف بھی نہیں ہوتا یہ جامعیت کی بات ہے۔

(۱۸۲) فرمایا کہ ایک مشہور قول ہے ؎

اہل دنیا کافرانِ مطلق اند — روز و شب در زق زق و در بق بق اند

ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اہل دنیا کو کافر کہا ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ کافران مطلق کو اہل دنیا کہا ہے یعنی پورے اہل دنیا وہی ہیں جو بالکل کافر ہیں خلاصہ یہ کہ اہل دنیا خبر اور کافران مطلق مبتدا ہے نہ کہ عکس۔

(۱۸۳) فرمایا کہ پچھلے دنوں سنا تھا کہ بعض نے زمین کو آر پار کرنے کا ارادہ کیا ہے یہ ہے القوا فی البلاد بلا تاویل اُن سے بڑھکر کسی کو مریخ میں جانیکا شوق ہے۔ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہاں پر بھی آدمی آباد ہیں اور وہ زیادہ عقلمند ہیں اور وہ بھی ہم سے ملنا چاہتے ہیں۔ واہیات یہ اٹکل پچو گھڑ لیا ہے کہ وہ بھی یہ چاہ رہے ہیں کہتے ہیں کہ جسوقت مریخ اپنے دورہ میں زمین کے قریب کو گذرتا ہے زمین کو ایک دھکا سا لگتا ہے اس کے معنی یہ کہے گئے ہیں کہ ہمکو متنبہ کرتے ہیں کہ کوئی سلسلہ پیدا کرو جیسے ملنے کا اسی طرح قطب کے نیچے پہونچنے کی کوششیں ہیں لیکن بوجہ سخت سردی کے وہاں کوئی زندہ نہیں رہ سکتا۔ صدہا ہلاک ہو چکے ہیں قطب تک جاتے ہیں لیکن پھر بھی شوق ہے۔ بھلا کیا حاصل تضیع اوقات کرنے سے۔

(۱۸۴) فرمایا کہ بعض لوگ اچھے ہی لوگوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں عیب گوئی سے غیبت جوئی سے انہیں کو ستاتے رہتے ہیں۔

(۱۸۵) صحبت کے منافع کا تذکرہ تھا۔ فرمایا واقعی صحبت کا عجیب اثر ہوتا ہے۔ مولانا شاہ عبد العزیز صاحب کی صحبت میں بعضے ایسے لوگوں کو جو حرف شناس بھی نہیں تھے ایسا نفع ہوا کہ مولانا کے وعظ اُنہیں لفظاً لفظاً یاد تھے گو وہ خود سمجھتے تک نہیں تھے کیونکہ معقول و منقول کے باریک مضامین ہوتے تھے بعض علماء بھی ایسے لوگوں سے وعظ کہلوا کر سنتے تھے۔ قصبہ سنبھل میں میں نے یہ سُنا تھا۔ ایسے ہی ایک شخص لوہاری میں آئے تھے ہندوستان کے دار الحرب ہونے کی بابت اور جمعہ ہونے نہ ہونے کی بابت گفتگو تھی اُن سے لوگوں نے پوچھا کہ تم نے بھی مولانا سے کبھی ہندوستان میں جمعہ کے جواز کی بابت کچھ سُنا ہے کہا کہ ہاں ایک شخص نے پوچھا تھا کہ ہندوستان میں جمعہ کی نماز پڑھنا کیسا ہے فرمایا کہ بھائی جیسا جمعرات کی نماز پڑھنا پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ایک اَن پڑھ آدمی تھے لیکن ایسی ایسی لطیف باتیں کیا کرتے تھے کہ سبحان اللہ حاجی عبد اللہ اُن کا نام تھا شین قاف بھی درست نہیں تھا لیکن ایسی سمجھ کی باتیں کیا کرتے تھے کہ کیا کہوں بہت ہی نیک آدمی تھے اُنہوں نے مجھے ایک چوغہ بھیجا تھا بھائی جب میں اُسے پہن لیتا ہوں تو جب تک اُسے پہنے رہتا ہوں گناہ کا وسوسہ تک بھی نہیں ہوتا بارہا آزمایا مجھ سے اُنہوں نے مرید ہونے کو کہا تو میں نے تو چپکے سے مرید کر لیا کہ جو پیر بنانے کے قابل ہو ایسا مرید کہاں ملیگا۔ ایسے دو چار بھی ہو گئے تو قیامت میں انشاء اللہ امید نجات کی ہو گی مجھ سے ہزار لاکھ درجے اچھے ہیں پھر فوراً فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ میں کیا چیز ہوں یہ کہنا بھی بیہودگی ہے کہ مجھ سے اچھے ہیں اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ گویا میں بھی کچھ اچھا ہوں پھر فرمایا کہ تلہڑی والوں میں ایک بزرگ اور اسی طرح کے ہیں حافظ شمس الدین بالکل اَن پڑھ مگر بزرگوں کی برکت سے اُن میں خلوص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے مولوی اسی ناز میں ہیں کہ ہم قال اقول خوب جانتے ہیں اس سے کیا ہوتا ہے مقصود اور ہی چیز ہے۔

(۱۸۶) فرمایا کہ ہم نے دیکھا ہے بعضے بزرگوں کا ایسا رعب پڑتا ہے کہ بڑے بڑے دنیادار عظمت والے اُن کے سامنے بول بھی نہیں سکتے۔

(۱۸۷) فرمایا بزرگوں کے کلام میں اثر ہوتا ہے بعضی معمولی باتیں کرتے ہیں اُن میں بھی اثر ہوتا ہے۔

(۱۸۸) مثنوی شریف کے دفتر دوم کا درس ختم ہوا فرمایا کہ تیسرے دفتر کے بھی کچھ شعر پڑھ لو تاکہ برکت ہو جاوے نہ بندھ تو جاوے۔

(۱۸۹) درس میں دفتر دوم جب ختم کے قریب ہوا تو بہت بہت اشعار پڑھانے لگے، فرمایا کہ ختم کے قریب ذرا تقاضا زیادہ ہوتا ہے۔

(۱۹۰) فرمایا کہ اپنی غلطی کی تاویل سے مجھے سخت نفرت ہوتی ہے، عذر کے ساتھ خطا چاہے پچاس دفعہ کرے لیکن وہ اتنا بُرا نہیں معلوم ہوتا جتنا کہ ایک مرتبہ کی تاویل۔

۱۹ ؍ جمادی الاول ۱۳۳۳ھ یوم جمعہ

(۱۹۱) فرمایا کہ ہدیہ میں توسع ہرگز مناسب نہیں۔

(۱۹۲) فرمایا کہ دو چیز اہل علم کے واسطے بہت ہی بُری معلوم ہوتی ہیں حرص اور کبر یہ ان میں نہیں ہونا چاہئیں۔

(۱۹۳) ایک طالب علم نماز عشاء کی جماعت میں حضرت کے پیچھے ہی کھڑا تھا اور الحمد پڑھ رہا تھا حضرت نے سن لیا بعد سلام دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مجھے یاد نہیں رہا تھا کہ میں امام کے پیچھے کھڑا ہوں۔ بہت خفا ہوئے فرمایا کہ میں تو پہاڑ سا آگے کھڑا تھا داہنے بائیں اتنی بڑی جماعت پھر بھی آپ اس خیال میں ہیں کہ تنہا نماز پڑھ رہا ہوں نماز میں یہ قدر غفلت چنانچہ اسکو سزا دی گئی ٹانگوں کے نیچے سے ہاتھ نکالکر کان پکڑوا کر اسکو چلایا گیا بعد کو فرمایا کہ نماز میں ایسی غفلت کہ یہی پتہ نہیں کہ میں امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہوں یا تنہا۔ قطع نظر اس مسئلہ کے کہ امام کے پیچھے الحمد پڑھنا جائز ہے یا نہیں کہ یہ تو اختلافی مسئلہ ہے تم تو غفلت سے پڑھ رہے تھے پھر ایک تو ہم ہیں ہی بدنام کہ یہ لوگ غیر مقلد ہیں اگر کوئی تمکو الحمد پڑھتے سن لے تب تو رجسٹری ہو جائے یہی سمجھا جاوے کہ اسکی تعلیم کی ہوگی پھر فرمایا کہ مولوی فلانے ہوتے تو ضرور یہ کہتے کہ اسکو غیر مقلدوں سے بغض ہے الحمد پڑھنے پر کان پکڑوائے اُن کا خیال ہے کہ اہل حدیث سے مجکو رنج ہے۔ مہمل بات بے سمجھے جو چاہیں کہدیں۔

(۱۹۴) ایک خط آیا کہ رسالہ الامداد میرے نام جاری کرا دیجئے۔ فرمایا کہ دیوانے مجکو لکھتے ہیں پھر چالاک کر گئے فرمایا کہ جاری ہو گیا۔ وجہ یہ ہے کہ کسی معاملہ سے متوسط بننا بعض اوقات

مفاسد کثیرہ کا سبب ہو جاتا ہے اہل تجربہ پر مخفی نہیں اسلئے اسکو پسند نہیں کرتے۔

(۱۹۵) ایک طالب علم کوئی چیز لایا۔ حضرت خالباً ڈاک رہے تھے حضرت کے فارغ ہونے کے انتظار میں اس چیز کو وہ ہاتھ میں لئے کھڑا رہا حضرت نے کچھ دیر بعد فرمایا کہ رکھ کیوں نہیں دیتے یہ نائی خصلت ہے کہ لوٹہ بھی مانگو تو ہاتھ میں لاکر دیں اسی طرح ایک صاحب نے بعد عصر پرچہ ہاتھ میں دینا چاہا تو اُن کو تنبیہ فرمائی کہ جب سامنے رکھ سکتے ہو تو ہاتھ ہی میں دینا کیا فرض ہے

(۱۹۶) ایک طالب علم کی کسی حرکت پر خفگی فرمائی فرمایا کہ چونکہ یہاں طالب علموں کی اور جگہ کی طرح بے قدری نہیں کیجاتی اصلاح کے لیے جو چاہے کیا جاوے لیکن بے آبروئی نہیں کیجاتی اس لئے مستی سوار ہے۔

(۱۹۷) کسی فتوے پر فرمایا کہ لوگوں نے آڑ بنائی ہے اغراض کی فتووں کو۔

(۱۹۸) فرمایا کہ امیروں کے بیمار ہونے میں بھی مصلحت ہے ایک حکیم صاحب کی جو کانپور میں انتقال کر گئے تعریف فرمائی کہ غریب مسلمانوں سے کچھ نہیں لیتے تھے کہ بس ایک موٹا ظالم بیمار رہا کیے گذر کے لئے کافی ہے۔

(۱۹۹) فرمایا کہ مولوی فتح محمد صاحب فرماتے تھے کہ ایک میاں جی نے مجھ سے جب میں نے ان سے فارسی کا سبق پڑھنا چاہا یہ شرط ٹھہرائی تھی کہ بھائی تم مجھکو عالم الکل سمجھکر پڑھنا چاہتے ہو یا عالم البعض اگر عالم الکل سمجھتے ہو تو میں کہتا ہوں کہ میں عالم الکل نہیں ہوں مجکو معاف رکھو اور اگر عالم البعض سمجھتے ہو تو جو بات مجھے معلوم ہو گی وہ بتلا دونگا نہ معلوم ہو گی کہہ دونگا کہ نہیں معلوم یہ نہ کہنا کہ جب یہ پڑھاتے ہیں تو سب باتیں ضرور بتلا دیں پرانے بزرگوں کی باتیں کیسی سچی اور سیدھی ہوتی ہیں۔ بھوپال میں مولوی عبد القیوم صاحب تھے بڑے محقق عالم تھے شاہ عبد العزیز صاحب کو دیکھے ہوئے تھے کسی نے مسئلہ پوچھا انھوں نے بتلا دیا سائل نے پوچھا کہ کونسی حدیث میں ہے فرمایا کہ بھائی میں تو مسلم نہیں ہوں جو حدیث سے مسئلہ معلوم کیا ہو میرے باپ دادا سب مسلمان تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سلسلہ دین لینے کا چلا آتا ہے بس باپ دادا سے اس مسئلہ کو یوں ہی سنتے چلے آئے ہیں پھر فرمایا کہ عامل کے لیے بس مجتہد کی تقلید کافی ہے تحقیق کی حاجت نہیں اور نہ صلاحیت۔ پھر فرمایا کہ مجھے سائل کی نسبت جب تک یہ معلوم

ہوتا ہے کہ اسکو استفادہ منظور ہے تب تک تو تقریر کرتا ہوں ورنہ کہہ دیتا ہوں کہ بھائی میں نہیں جانتا۔ کون پڑے فضول قال وقیل میں۔

۲۰ جمادی الاول سنہ ۴۴ ہجری

(۲۰۰) احقر کو سخت درد شکم کی تکلیف ہو گئی تھی۔ فرمایا کہ بیماری بھی مجاہدہ ہے یہ بھی انشاء اللہ نفع سے خالی نہیں مجاہدہ اضطراری بھی نافع ہوتا ہے پھر یہ شعر پڑھا ؎

دل فدائے اوشد و جاں نیز ہم ۔۔۔ درد از یار است و درماں نیز ہم

جو اُدھر سے ہو وہ ٹھیک ہے ؎ ہر چہ آں خسرو کند شیریں بود۔ صحت کی قدر بیماری سے ہے اس سے بھی معرفت بڑھتی ہے یہ بھی ایک شان ہے۔ عرض کیا گیا کہ بیماری میں پختہ ارادہ کر لیتا ہوں کہ اب صحت کی بہت قدر کرونگا اور شکر کرتا رہونگا لیکن بعد اچھے ہو جانے کے پھر کچھ نہیں فرمایا کہ وعدے توڑ دیئے جاتے ہیں خلق الانسان ضعیفا۔ تاکہ عجز معلوم ہو جاوے کہ انسان کچھ بھی نہیں کہ وعدے بھی پورے نہیں کر سکتا۔

(۲۰۱) کسی تذکرہ میں فرمایا کہ عملیات وغیرہ کچھ نہیں قسمت ہے۔ توکل اصل چیز ہے۔ کوئی لاکھ تدبیر کرے لیکن جب قسمت میں نہیں ہوتا تو کچھ بھی نہیں ہوتا جاجمو ضلع کانپور میں تین شخصوں نے بیٹھکر ایک عمل شروع کیا جسکا یہ اثر تھا کہ ایک جنیہ مسخر ہو کر آوے گی اُس سے جو کچھ مانگا جاویگا وہ دے گی۔

ایک صاحب پر تو شروع عمل ہی میں پتوں کے کھڑکے سے ایسا خوف طاری ہوا کہ وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ دوسرے صاحب کو نیند آ گئی تسبیح ہاتھ سے گر گئی شمار جاتا رہا۔ وہ بھی اٹھ گئے تیسرے صاحب خیر تک ساتھ بیٹھے رہے یہانتک کہ صبح ہوتے وہ جنیہ بڑے زور وشور سے آئی اور ڈانٹ کر کہا کہ بول کیا مانگتا ہے ان کے ہوش بجا نہ رہے اور منہ سے نکلا کہ ڈھائی روپیہ چنانچہ وہ ڈھائی روپیہ دیکر الٹی چلی گئی۔ لیجئے قسمت میں ڈھائی روپیہ تھے اترے اور کچھ مانگ ہی نہ سکے۔

(۲۰۲) ایک شخص نے بہت دیر تک مقیم رہنے کے بعد عین رخصت کے وقت کسی چیز کا سوال کیا۔ شاید دن بھر موجود رہ کر قبل مغرب یا قبل عصر رخصت ہونے لگے تب سوال کیا فرمایا کہ خدا جانے اکثر لوگ ساری فرمائشیں چلتے وقت کے لئے کیوں رکھ چھوڑتے ہیں دوسرے کو بھی تو گنجایش

ملنی چاہیئے۔ اگر پہلے سے کہتے تو سوچکر کچھ فکر کرتا۔

(۲۰۳) فرمایا کہ میں امراء سے ازخود تعلق نہیں پیدا کرتا۔ اگر وہ خود تعلق پیدا کریں تو اعراض بھی نہیں کرتا امراء کو اگر اُن سے تعلق کی ابتدا کیجاوے یوں خیال ہوتا ہے کہ کسی غرض سے ہم سے تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ غریبوں سے اگر شیریں کلامی سے بولیئے تونتا ہونے لگتے ہیں۔

(۲۰۴) فرمایا کہ لالچ ایسی بُری چیز ہے کہ ایک شخص بیان کرتے تھے کہ سرائے میں ایک صاحب اُن کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے ایک کتا آکر کھڑا ہو گیا انھوں نے فوراً اُٹھکر جھک کر سلام کیا اُن سے پوچھا گیا یہ کیا نامعقول حرکت ہے فرمانے لگے کہ سُنا ہے جن کبھی کتوں کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں ممکن ہے کہ یہ کتا نہو بلکہ جن ہو اور ممکن ہے کہ یہ جنوں کا بادشاہ ہو اور سلام سے خوش ہو کر ممکن ہے کہ مجھے بہت سا روپیہ دیجاوے بھلے مانس نے شدت حرص سے کتنے احتمالات بعیدہ نکالے۔

(۲۰۵) ایک صاحب نے ایک مسئلہ کے جواب کے لئے ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجا حالانکہ صرف دو پیسے کے ٹکٹ میں نہایت آسانی سے جواب جا سکتا تھا۔ حضرت نے حافظ جی کے پاس وہ ٹکٹ بھیجدیا کہ اُن کو قیمتی ٹکٹ سے بھی کام پڑتا رہتا ہے اُن کے کام آجائیگا اس کے عوض دو ٹکٹ دو دو پیسے کے لے آؤ حافظ جی نے اُس ٹکٹ کو رکھ لیا مگر چونکہ صرف ایک ہی ٹکٹ دو پیسے والا اُن کے پاس موجود تھا اس لئے وہ ٹکٹ بھیجدیا۔ اور دو پیسے نقد بھیجدیئے۔ اتفاق سے حاضرین میں سے ایک صاحب کے پاس ایک ٹکٹ تھا اُنھوں نے وہ دیدیا اور پیسے لے لئے فرمایا کہ دیکھئے لوگ ایسی ایسی حرکتیں کرتے ہیں اگر یہی احتمال تھا کہ شاید جواب وزنی ہوجاوے تو دو ٹکٹ دو دو پیسے کے بھیجتے نہ کہ ایک ہی آنہ کا ایک ٹکٹ بھیجدیا اُن کو بہت آسان تھا۔ مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے فضول۔ اور اس کو جی گوارا نہیں کرتا کہ ایک مسلمان کا فضول نقصان دو پیسے کا ہو۔ اُن کے نزدیک معمولی بات تھی مجھے کیسی تکلیف ہوتی کہ ڈھونڈتا پھروں پوچھتا پھروں اور اگر اس وقت کسی کے پاس نہ نکلتا تو کیسی اُلجھن ہوتی۔ لوگ الزام لگاتے ہیں کہ بہت قانون بگھارتا ہے میں ان تجربوں کو کیسے مٹا دوں اگر میں قانون پر آتا یہی ٹکٹ ایک آنہ کا لگا دیتا اُن کے دو پیسے بلا سے ضائع ہوتے۔

(۲۰۶) کسی صاحب نے خط میں جواب کیلئے ٹکٹ نہیں رکھا تھا بلکہ یوں لکھدیا تھا کہ جواب بیرنگ بھیجدیجئے گا۔ فرمایا کہ میں بیرنگ جواب نہیں بھیجتا بعضے لوگ کیا کرتے ہیں کہ بیرنگ جواب مانگتے ہیں اور خود کہیں چلدیتے ہیں وہ واپس آکر مجکو دام دینے پڑتے ہیں۔ ایسا ہو چکا ہے۔ عرض کیا گیا کہ قوانین مقرر کرلینا ہے بڑی راحت کی چیز۔ کیا ایسے ہی قوانین ہم لوگ بھی مقرر کرلیں تو کچھ حرج تو نہیں فرمایا کہ قوانین مقرر کرلینے کے دو ہی سبب ہوتے ہیں یا تو اپنی عافیت تنگ ہونے لگے۔ یا اپنے کام میں فرق پڑے اسکو دیکھ لے ہر شخص کو قوانین مقرر کرنا ضروری نہیں کوئی ثواب تو ہے نہیں جتنا جس کو نفع پہونچ سکے اچھا ہے استفسار پر فرمایا کہ اگر قانون مقرر کرے تو گناہ کچھ بھی نہیں مگر تکبر اس کا سبب نہ ہو بلکہ مصلحت اور ضرورت اس کا سبب ہو۔

(۲۰۷) ایک صاحب نے کچھ خانگی حالات لکھکر درخواست کی تھی کہ پڑھکر چاک کر دیجئے گا چنانچہ حضرت نے چاک کر دیا۔ لیکن وہ حصہ چاک نہیں کیا جس پر السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ تحریر تھا فرمایا کہ اس کو کیوں پھاڑوں اسی طرح نیچے ختم پر جہاں نام اور پتہ لکھا تھا وہ نہیں پھاڑا جتنا کاغذ اس طرح بر بچ رہا اسپر جواب لکھکر روانہ فرما دیا۔

(۲۰۸) فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ ضروری چیز کے لئے کہ نماز ہے سات برس قرار دیئے تو میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ یہی عمر پڑھنے کے لئے بھی مناسب ہے البتہ زبانی تعلیم اور یاد کرادینا یہ پہلے ہی سے جاری رکھے چار برس چار دن چار مہینے اپنی طرف سے تجویز کر کے لوگوں نے اب رسم مقرر کرلی ہے۔

(۲۰۹) فرمایا کہ میرے بھائی بڑے سمجھدار ہیں۔ اپنے لڑکے کے متعلق کہتے تھے کہ مولوی ہونیکی مجھے کوئی زیادہ خوشی نہیں۔ ہاں خادم دین بنے تو خوشی کی بات ہے چونکہ ابتدا میں انھوں نے کسی خدمت کا مشاہدہ نہیں کیا اس لئے انھوں نے بار بار خط میں دریافت کیا کہ تم نے اپنے لئے معاش کا کیا ذریعہ تجویز کیا ہے میں نے یہ لکھدو کہ میں نے علم دین معاش کے لئے نہیں پڑھا ہے بلکہ خدمت دین کے لئے پڑھا ہے باقی رزق کا اللہ تعالیٰ کفیل ہے اس جواب پر وہ قانع ہو گئے۔

(۲۱۰) فرمایا کہ حرف شناسی سے کہ تمہارے جاہل محض بھی ہو لیکن تربیت ہو تو وہ بھی کافی ہے اگر تربیت نہیں ہے تو کتنا ہی بڑا عالم ہے لیکن کچھ۔ تربیت وہ چیز ہے کہ ایک شخص لکھنؤ کے

بادشاہ کا ذکر کرتے تھے گھر سے ماماں شیر خوار بچہ لائی جو نہ بول سکتا تھا نہ کچھ سمجھ سکتا۔ جس وقت بادشاہ پر اُسکی نظر پڑی فوراً جھک کر سلام کیا بادشاہ نے لینے کیلئے ہاتھ پھیلا دیا اس توجہ پر دوبارہ پھر سلام کیا۔ ماماں پاس لے آئی۔ بادشاہ نے گود میں لے لیا۔ گود میں آکر پھر سلام کیا پھر گود میں وہی بچوں کی طرح کھیلنا کودنا شروع کر دیا۔ دیکھنے والوں کو حیرت تھی کہ ایک شیر خوار بچہ کی یہ حالت۔

(٢١١) فرمایا کہ جہانگیر بادشاہ حضرت سلیم چشتی کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے تعظیم نہیں کی۔ وزیر نے اعتراض کیا کہ یہ تو بادشاہ ہیں فرمایا کہ بادشاہ تمہارے ہوں گے ہمارے تو غلامان غلام ہیں اس لئے کہ یہ ہوا و ہوس کے غلام ہیں اور وہ یعنی ہوا و ہوس میرے غلام ہیں۔

(٢١٢) فرمایا کہ استعداد سلب نہیں ہوتی۔ سب میں رہتی ہے مرتے وقت تک رہتی ہے کفار میں بھی رہتی ہے کیونکہ اخیر تک انھیں حکم ہے کہ   (یعنی ایمان لاؤ) اور وہ موقوف ہے استعداد پر اگر استعداد ہی نہ رہتی تو وہ ایمان لانے کے مکلف نہ رہتے اس لئے فرمایا ہے کہ ختم اللہ علی قلوبہم یعنی استعداد تو ہے لیکن مہر لگی ہوئی ہے جب کوئی چیز اس کے اندر ہوگی تب ہی تو اس پر مہر کریں گے۔ مہر کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی چیز اندر تو ہے کہ جس پر مہر کی گئی۔

(٢١٣) فرمایا کہ میں جب مکہ میں تھا ہمارے مطوف نیک آدمی تھے۔ ہندوستان سے تحصیلداری چھوڑ کر ہجرت کر گئے تھے عرصہ تک وہاں جلد باندھ باندھ کر گذر کرتے تھے عالم تھے نیک شخص تھے گو علم مستحضر نہیں تھا ذہول ہو گیا تھا مجھ سے تصوف کے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ ایک دن کہا کہ مسئلہ وحدۃ الوجود میری سمجھ میں نہیں آیا اسے میں کفر سمجھتا ہوں بہت لوگوں سے اس مسئلہ کو پوچھ چکا ہوں لیکن تسلی نہیں ہوئی میں نے کہا کہ میں دعوی تو تسلی کا نہیں کر سکتا۔ لیکن میں اس کے متعلق آپ سے تقریر کروں گا سننے کے بعد آپ یہ نہیں کہیں گے کہ بدوں اس کے ایمان کامل نہیں ہو سکتا میں نے کہا جمعہ کے دن صبح کی نماز کے بعد آجایئے لیکن کسی کو ساتھ نہ لائیگا۔ انکے بھتیجے بہت خشک اور ضدی آدمی تھے انہیں کی وجہ سے میں نے یہ شرط لگائی تھی لیکن انھوں نے کہا کہ صرف وہ شخص آویگا۔ میں نے کہا کہ انھیں کا تو آنا خار ہے جب انھوں نے اصرار کیا تو میں نے کہا کہ اچھا آئیں لیکن بولیں نہیں کچھ ایسا دیکھا ہے کہ جو طالب نہیں اس کے سامنے گفتگو کرنے میں طبیعت رکتی ہے مگر میں نے اقرار لیا کہ وہ بولیں نہیں جمعہ کے دن بعد نماز وہ آئے میں نے

کہا کہ میری ایک تقریر سن لیجئے۔ وہ کہتے تھے کہ پہلے میرے شبہات سنلو میں نے کہا کہ نہیں میری تقریر کے بعد شبہات کیجئے گا۔ چنانچہ میں نے تقریر کی۔ اب تو وہ تقریر حاضر نہیں لیکن ایک گھنٹہ میں وہ تقریر ختم ہوئی میں نے اس کی کوشش کی کہ علوم درسیہ کے اصطلاحات و قواعد پر اُن کے استبعادات و شبہات کا ازالہ کیا پھر بعد تقریر کے انھوں نے شبہات پیش کئے میں نے کہا کہ فلاں شبہ کا فلاں تقریر سے جواب ہو گیا۔ اور فلاں شبہ کا فلاں تقریر سے۔ غرض ایک بھی شبہ نہ رہا وہ یہ کہکر اُٹھے کہ واقعی بدون اس کے ایمان کامل نہیں ہو سکتا بڑی دعائیں دیں اور حضرت سے جاکر عرض کیا کہ حضرت آج ایک بڑی چیز حاصل ہوئی اسکی بدولت یہ مسئلہ حل ہو گیا حضرت نہایت خوش ہوئے۔ فرمایا کہ ہاں جی ہاں ان پر یہ مسئلہ خوب منکشف ہو گیا ہے۔ یہ واقعہ بیان فرماکر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہ اسقدر باریک مسئلہ ہے کہ مدتوں تک خواہ عقیدت سے نہ سنے۔ لیکن کم از کم جب تک خالی الذہن ہو کر نہ سنے تب تک سمجھ میں نہیں آسکتا بہت سے بزرگوں کی تکفیر ہوئی ہے اسی کی بدولت اسی لئے سب کے سامنے دقائق کے ظاہر کرنے سے کچھ فائدہ نہیں بلکہ منع ہے۔ گفتگو کرنا تو نرا قال ہے اس سے حال تھوڑا ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اور یہ ایک ذوقی مسئلہ ہے جب تک حال طاری نہ ہو سمجھ میں نہیں آتا۔ البتہ اگر کسی کو انکشاف ہوا ہو اجمالی اس کے سامنے واجب ہے۔ ظاہر کرنا تاکہ وہ مجمل مفصل ہو جاوے خصوصاً جبکہ اجمالی سے غلطی کا اندیشہ ہو۔

(۲۱۴) بروایت مولٰنا محمد یعقوب صاحب فرمایا کہ مولٰنا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ چھلنیوں کا وعظ کہا تھا ہر چیز کے لئے ایک چھلنی ثابت کی تھی۔ اس کے متعلق مولٰنا محمد یعقوب صاحب نے ایک نہایت لطیف مضمون فرمایا تھا۔ حدیث پڑھنے والوں کے سمجھنے کے لائق واقعی محقق سمجھتا ہے قرآن حدیث کو وہ مضمون یہ ہے۔ کہ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن اس زمین کا پڑا بناکر اس کی روٹی پکاکر اول غذا جنتیوں کو یہ دیں گے۔ اب اسمیں ظاہر میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ کیا اہل جنت کو خاک پتھر کھلاویں گے یہ اچھا انعام جنتیوں کو ملیگا۔ تو اس کو اسی قاعدہ پر متفرع کر کے سمجھو کہ تم اپنے مہمان کو بے چھانے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں کھلاتے تو حق تعالیٰ بلا چھانے ہوئے کیوں کھلانے لگے۔ چنانچہ زمین اس طرح چھانی جائیگی کہ مٹی پتھر سب نکل جائیں گے اور صرف اجزاء لطیفہ رہجاوینگے۔ باقی یہ بات کہ اسمیں اجزاء

لطیفہ کہاں ہیں۔ سو اس کو یوں سمجھو کہ جتنی نعمتیں کھانے پینے کی نکلتی ہیں ظاہر ہے کہ وہ سب زمین ہی سے نکلتی ہیں۔ اور وہ زمین ہی کے اجزا ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اسمیں ایسے ایسے اجزاء لطیفہ مبطن ہیں۔ بس ان اجزاء کو حق تعالیٰ علیحدہ کر دیں گے اور وہ ان کی غذا بنے گی سو وہ تو الذ جمیع الاشیاء ہو گی۔ اور غالباً حکمت اسمیں یہ ہو گی۔ کہ بہت سے بندگان خدا مجاہدات اور ریاضات میں دنیا کی لذتوں سے منتفع نہیں ہوتے ان کو اگر پیشتر یہ غذا نہ کھلا دی جائے تو وہ جنت کی غذاؤں کا موازنہ نعماء دنیا سے کس طرح کر سکتے ہیں۔ اور بدون موازنہ کے حظ کم ہو گا اسلئے ان کو وہ غذا کھلا کر دکھلا دیا جاویگا۔ کہ دیکھو دنیا کی نعمتوں کا خلاصہ یہ ہے پھر اس کے بعد فرمائیں گے کہ لو اب کھاؤ یہ ہے جنت کی چیز تو اصل تو اس کے کھلانے سے مقصود یہی ہوں گے۔ مگر ان کے طفیل میں اور سب کو بھی یہ غذا دیں گے۔ پھر فرمایا کہ یہ مضامین ہمارے اساتذہ کے الہامی اور کشفی ہیں۔

(۲۱۵) مثنوی شریف میں غالباً شیخ کے طالب سے لذات چھڑوانے کی مثال یہ آئی کہ اگر بچہ کو پستان نہ چھڑائی جاوے تو وہ عمر بھر دودھ ہی پیتا رہیگا۔ اور اس کا معدہ کبھی اور مقویات کے کھانے کا متحمل نہ ہو سکے اسی طرح شیخ اگر لذات جسمانیہ نہ چھڑاوے تو غذائے روحانی کا کبھی متحمل نہ ہو اس پر عرض کیا گیا کہ حضور تو پستان بھی نہیں چھڑواتے یعنی لذات جسمانیہ کو بھی ترک نہیں کراتے بلکہ صرف انہماک کو منع فرماتے ہیں اس پر فرمایا کہ میں پستان تو نہیں چھڑواتا لیکن سپستان چھڑواتا ہوں یعنی سگ پستان یعنی معاصی۔ سپستان دراصل سگ پستان ہے۔ چونکہ لسھوڑے کے موٹے موٹے دانے ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے پستان سگ اس لئے اسکو سگ پستان کہتے ہیں سگ پستان کا مخفف سپستان کر لیا سپستان میں لزوجت ہوتی ہے اس کی مثال معاصی سے بہت ہی مناسب ہے۔ کیونکہ بعض معاصی کا بھی چھٹنا مشکل ہو جاتا ہے آگے چلکر مثنوی شریف میں غالباً یہ مضمون تھا۔ کہ شیخ مباحات کو قلیل چھوڑاتے ہیں یعنی رفتہ رفتہ۔ اس پر فرمایا کہ شیوخ مباحات میں تو بیشک قلیل قلیل چھوڑاتے ہیں مگر معاصی میں قلیل قلیل کسی نے نہیں چھڑایا لیکن میں تو وعظ میں یہ کہدیا کرتا ہوں (اللہ تعالیٰ معاف کرے نیت بری نہیں) کہ ایک گناہ تو وہ ہیں کہ جب اگر چھوڑ دیا جاوے تو آپ کو کوئی تکلیف نہ پہونچے۔ مثلاً داڑھی منڈانا ٹخنہ ڈھکنا۔ اگر ان کو چھوڑ دے تو کوئی کام تو نہیں اٹکتا ایسوں کو تو فوراً چھوڑ دینا چاہیئے اور بعضے ایسے ہیں

کہ جن کے چھوڑنے کے بعد کچھ کلفت و تنگی ہو مثلاً رشوت لینا کہ صاحب بال بچے بہت ہیں اتنی تنخواہ میں گذر ہو ہی نہیں سکتی تو ایسے گناہوں کے بارہ میں میں تو کہہ دیتا ہوں کہ رفتہ رفتہ ہی چھوڑ دو۔ اور میں یہ کہتا ہوا ڈرتا بھی ہوں لیکن میری نیت بُری نہیں ہوتی۔ نیت یہ ہوتی ہے کہ کسی طرح چھوڑ تو دیں جن سے ایک دم چھوڑنے کی اُمید ہی نہیں اور یہ کہ اگر ان پر اس کا زور ڈالا جاوے تو وہ تمام عمر بھی نہ چھوڑیں سو میں گناہ کی اجازت نہیں دیتا چھوڑانا ہی ہوں لیکن یوں کہہ دیتا ہوں کہ سب کو ایک دم سے نہ چھوڑو تھوڑا تھوڑا کر کے چھوڑ دیں مگر رہیں اسی فکر میں ایک طریقہ بقیہ گناہوں کے چھوڑنے کا یہ بتلایا کرتا ہوں کہ مکان میں کواڑ بند کر کے سوتے وقت روز حق تعالیٰ سے اس طرح دعا کیا کرو کہ یا اللہ میں بڑا کمبخت ہوں۔ نالائق اور پاجی ہوں غرض خوب سخت سخت الفاظ اپنے لئے استعمال کر کے کہو کہ یا اللہ میری ہمت تو ان کے ترک کے لئے کافی نہیں آپ ہی مدد فرمائیں۔ یہ ترکیب کر کے تو دیکھو انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہی دو ہفتہ میں سب گناہ ختم مگر کوئی کرتا ہی نہیں جیسے کوئی لڑکا بالکل سبق یاد نہ کرے اور میاں جی سے کہے کہ تمہیں سبق یاد کر لیا کرو۔

(۲۱۶) ایک ذاکر صاحب سے فرمایا کہ سرسری توجہ کافی ہے زیادہ کاوش نہ کرے۔ اس میں تعب اور پریشانی ہوتی ہے اور نفع کم ہوتا ہے۔ جمعیت کو نفع میں بڑا دخل ہے پریشانی نفع کے لئے مزاحم ہو جاتی ہے۔

(۲۱۷) ایک صاحب جب تشریف لاتے تکلف بہت فرماتے جس سے حضرت کو سخت نفرت ہے اگلی بار انھوں نے تکلف نہیں برتا رخصت کے وقت فرمایا کہ میاں جی اگلی مرتبہ آپ سے بہت خوش ہوا لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ مجھ میں محبت نہیں اب آپ دیکھ لیجئے مجھ میں بیحد محبت ہے۔ مگر کوئی محبت کے قابل تو ہو اور میری محبت کے لئے کوئی لمبی چوڑی شرطیں نہیں بس صرف یہ ہے کہ جس طرح میں چاہوں اس طرح چلے۔ اور میں کوئی دشوار کام بھی نہیں بتلاتا۔ میں کوئی مجاہدہ نہیں کراتا رات کو جگاتا نہیں کھانا پینا کم نہیں کراتا۔ بس تھوڑا سا ذکر بتلا دیتا ہوں اسکو دوام کے ساتھ کرے اور معاصی کو بالکل چھوڑ دے اور عادات کی اصلاح کرے۔ اور عادات کی اصلاح کا بس خلاصہ یہ ہے کہ اس کا خیال رکھے کہ کسی کو اس کے کسی قول یا فعل سے کوئی تکلیف یا الجھن نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر میں کہتا ہوں کہ جو شخص اتنا کرے گا وہ ہرگز محروم نہیں رہ سکتا۔ اب یہ بھی کوئی

مشکل کام ہے

(۲۱۸) بعد مغرب ایک صاحب سے حضرت تخلیہ کی گفتگو فرما رہے تھے ایک شخص آکر بیٹھ گئے اور کچھ کہنا چاہا حضرت نے فرمایا کہ جہاں دو آدمی بیٹھے تخلیہ کی باتیں کر رہے ہوں وہاں بلا اجازت آکر بیٹھ جانا شرعاً گناہ ہے۔ یہ سنکر سلام کر کے اُٹھکر چلے گئے فرمایا کہ لیجئے یہ کہا تھا کہ اس طرح آبیٹھنا شرعاً گناہ ہے بس سلام کر کے اُٹھ کر چلے گئے یہ نہ ہوا کہ ان کے فارغ ہونے کے بعد پھر ملتے اب مجھے بد اخلاق کہتے ہوں گے حکم شرعی سے بھی اطلاع نہ کرتا۔ ایسی خوش اخلاقی تو نہیں کر سکتا۔ اگر منع نہ کرتا تو دوسرا جو باتیں کر رہا تھا وہ بد اخلاق کہتا کہ یہاں بھی عجب بد انتظامی ہے ہیں باتیں بھی پوری نہ کر سکا۔ یہ لقب تو قسمت میں ہے ہی پھر وہی کیوں نہ اختیار کیا جاوے جو حکمت کے موافق ہو بس شریعت کا معیار ٹھیک ہے۔

۲۱ جمادی الاولیٰ ۳۴ھ

(۲۱۹) ایک صاحب نے اصرار سفر کا کیا فرمایا کہ یہاں کام بہت ہیں اور بڑی بات یہ ہے کہ بعضے جو یہاں مقیم ہیں وہ میرے چلے جانے سے سب سے زیادہ پریشان ہوتے ہیں۔ وہ یہاں میری ہی غرض سے پڑے ہوئے ہیں۔

(۲۲۰) مزاح میں فرمایا کہ اس لالچ میں بڑوں کا ادب کرتا ہوں کہ مجھکو بھی تھوڑے دن بعد یہ مصیبت آنے والی ہے۔

(۲۲۱) فرمایا کہ ہر عمر کا اقتضا ایک جدا ہے اب گھی اچھا معلوم ہوتا ہے پہلے نفرت تھی۔ کیونکہ اب قوت کی زیادہ ضرورت ہے۔ بیشتر بکری کے گوشت سے نفرت تھی کانپور میں کبھی بکری کا گوشت نہیں کھایا دعوتوں میں بھی کوئی فرمائشی چیز پکانے کو پوچھتا تو گائے کا گوشت بتلا دیتا تھا۔ اب بہ نسبت گائے کے بکری کا گوشت اچھا معلوم ہوتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ خدائی انتظام ہے۔ بیشتر چھاچ سے بہت رغبت تھی اب جاتی رہی بس یہ قدرتی انتظام ہے جس چیز کی ضرورت جس عمر میں ہوتی ہے اس کی رغبت پیدا فرما دیتے ہیں۔

(۲۲۲) فرمایا کہ والد صاحب نے بہت شفقت کیساتھ رکھا بچپن میں گھی سے چپڑ کر روٹی اپنے ہاتھ سے بٹھلا کر کھلاتے تھے ہمیں مصیبت معلوم ہوتی تھی کہ یہ کہاں سے مسلط ہوگئی بڑے

منتظم تھے۔ اس کا بہت اہتمام تھا کہ تعلیم ہو اور تربیت ہو عاقلانہ محابت تھی۔ مدتوں میرٹھ میں رہنا ہوا۔ رمضان شریف کے زمانہ میں ختم میں کہیں نہیں جانے دیتے تھے۔ کہ اس سے نیت خراب ہو جاتی ہے پھر اس کی اسقدر رعایت کرتے تھے کہ بازار سے مٹھائی خوب فراغت کی منگاتے تھے اور کہتے تھے کہ مٹھائی کے لئے وہاں جاتے ہیں تو ہم اس سے زیادہ تمہیں کھلائے دیتے ہیں لیکن وہاں مٹھائی کے لالچ میں جانا ہمیں بُرا معلوم ہوتا ہے اس کا اثر آج تک یہ ہے کہ کسی سے کوئی چیز لیتے ہوئے غیرت آتی ہے ہر جگہ دعوت میں بھی ذلت سی معلوم ہوتی ہے بجز بے تکلفی کے جگہ کے۔ اور طالب علموں کو تو کسی دعوت میں بھیجنا پسند ہی نہیں کرتا۔ جب ہم پٹتے تھے تو روٹھتے تھے۔ ہمارا خفا ہونا یہی تھا کہ کھانا نہیں کھاتے تھے۔ کھانے کو کہتے تو یہ کہدیتے کہ بھوک نہیں لگی۔ والد صاحب فرماتے کہ چونکہ ہم نے تم کو مارا تھا اس لئے بھوک نہیں لگی۔ اچھا صندوقچہ لاؤ ایک ایک روپیہ نکالکر دیتے۔ پھر ہم کھانا کھا لیتے۔ فرماتے کہ اب کیسے بھوک لگ گئی ادنی ادنی بات پر روک ٹوک کرتے تھے۔ ایک دفعہ عید کے واسطے انگرکھے سلے ذرا تکلف کے تھے بیمک وغیرہ لگی ہوئی تھی۔ بچے تو تھے ہی عید سے ایک دن پہلے کا قصہ ہے درزی سے تقاضا کر کے سلوایا۔ عصر کے بعد ملا میں دوڑا ہوا خوش خوش یہ کہتا ہوا آرہا تھا کہ ابا جی کل پہنیں گے والد صاحب وہاں بیٹھے ہوئے مسواک کر رہے تھے اُٹھکر ایک چپت لگائی۔ کہ بڑے نالائق ہو کوئی سنے تو یوں سمجھے کہ ان کو کبھی کپڑا پہننے کو نہیں ملا۔ جو ایسے خوش ہو رہے ہیں ہم دونوں بھائی کھانا کھا رہے تھے۔ بھائی نے پوچھا آج کونسا روزہ ہے کیا فلانا ہے میں نے کہا ہاں سُنا تو ہے ایک چپت لگائی کہ یہ کیا کہ سنا ہے میں نے کہا کہ صاحب مجھے کیا معلوم کہا جواب دیتے ہو اُن باتوں کا آج تک اثر ہے غلطی کی تاویل بُری معلوم ہوتی ہے غلطی کا اقرار پسند ہے۔ انکی باتیں گو ذرا ذرا سی تھیں لیکن دل میں گھس گئیں وہی تو زمانہ تربیت کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت کرے میرے ساتھ تو ایسا احسان کیا کہ چار حروف دین کے پڑھا دئے۔ اگر چار گاؤں چھوڑ جاتے تب بھی اس کے مقابلہ میں کچھ نہ تھا۔ ویسے دنیا دار کہلاتے تھے اکثر دنیا دار علم دین کو موخر رکھتے ہیں مگر والد صاحب مجھے بھائی پر ہر بات میں مقدم رکھتے تھے۔ ایک دفعہ تائی نے کہیں کہدیا کہ چھوٹے بیٹے کو تو انگریزی پڑھائی ہے وہ تو کما کھاویگا بڑا بیٹا کہاں سے کھاویگا۔

یہ سُنکر والد صاحب کا مُنہ سُرخ ہو گیا۔ غصّہ ہو کر کہا کہ بھابی تمنے اسوقت مجھکو بہت پریشان کیا میں قسم کھا کر کہتا ہوں روپے اس کی جوتیوں سے لگے رہیں گے اور یہ ان کی طرف منہ بھی نہ کریگا۔ اگر کوئی درویش یہ بات کہتا تو کرامت سمجھی جاتی۔ لیکن وہ دنیادار آدمی تھے۔ میری شادی میں ایک شخص سے فرمایا کہ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا بڑا خوش قسمت ہے ہمیشہ فراغت و آرام میں رہیگا جب سے پیدا ہوا ہے بسم اللہ سے لیکر شادی تک میں نے اس کے کاموں میں بہت ہی روپیہ صرف کیا ہے دیکھئے ان کی خوش فہمی کہ انھوں نے کبھی میرے لئے یہ فکر نہیں کی کہ اس کے لئے معاش کی کیا صورت ہوگی جب ہم لوگ پاجامہ بھی نہیں پہنتے تھے تب ہی سے انھوں نے یہ تجویز کر رکھا تھا کہ اس کو انگریزی پڑھائیں گے۔ اس کو عربی خدا نے پہچان ان کو ایسی دی تھی طبیعتوں کے اندازکی۔ یہ بڑی دانشمندی کی بات ہے۔ ایک بادشاہ نے اپنے دو غلاموں کو تعلیم دینا چاہا ایک کو تیر اندازی کی ایک کو خوشنویسی کی۔ مگر دونوں میں ناکامی ہوئی۔ ایک ماہر سے مشورہ لیا کہ کس کو کونسی تعلیم دیجائے وہ ان دونوں کی طبیعتوں کے انداز سے پہچان گیا کہ خلاف تجویز بادشاہ کے اس کو تو تیر اندازی سے مناسبت ہے۔ اور اس کو خوشنویسی سے۔ چنانچہ اسی طرح تعلیم دیگئی۔ دونوں اپنے اپنے فن میں کامل ہوگئے۔

(۲۲۳) فرمایا کہ مسجد کا مسجد ہونا اس پر بھی موقوف ہے کہ اس کا رستہ بھی وقف ہو۔

(۲۲۴) ہلی کے سفر میں سواریوں کی تعداد شمار کیجارہی تھی۔ عرض کیا گیا کہ چڑھتے اترتے چلے جائیں گے۔ فرمایا کہ میں چاہے اتروں سب سے زیادہ لیکن وعدہ نہیں کرتا۔ خواہ مخواہ وعدہ کرکے اپنے آپ کو تنگی میں کیوں ڈالوں

(۲۲۵) فرمایا کہ امیر غریب کی مہمانی میں کچھ تفاوت ہونا ضروری ہے لیکن پھر بھی یہاں امیروں کی ان کی حیثیت سے بہت کم خاطر کیجاتی ہے۔ اس سے غریب تو سمجھتے ہیں کہ یہ امیروں کی بڑی خاطر کرتا ہے اور بعضے امیر سمجھتے ہیں کہ ہماری کچھ بھی خاطر نہیں کیگئی۔ غرض دونوں طرف سے محل شکایت ہی بننا پڑتا ہے۔

(۲۲۶) فرمایا کہ میں جو طالب کے ساتھ ابتدا میں نہایت سختی کرتا ہوں کہ آدمی کا اُٹھنا بیٹھنا بولنا چالنا بھی مشکل پڑجاتا ہے اس کا راز یہ ہے کہ اس کے قلب میں اہتمام اصلاح کا پیدا ہوجاوے ویسے غلطی ہونا

بشر سے تو لازمی ہے لیکن اگر اہتمام اور فکر قلب میں پیدا ہو جاوے تو اول تو اس سے اسقدر غلطیاں نہ ہونگی دوسرے یہ بھی ہے کہ جب دوسرے کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اس شخص کو اہتمام غلطیوں سے بچنے کا ہے تو پھر اس کی بے عنوانیاں اتنی ناگوار بھی نہیں ہوتیں۔ پھر فرمایا کہ کوئی میری سختی کو جھیل لے اور مناسبت پیدا کرلے پھر میرے یہاں کی برابر کہیں بھی وسعت نہیں پھر اس کے لئے کوئی بھی قانون نہیں رہتا الا نادراً۔

۲۳ جمادی الاول ۳۴ھ

(۲۲۷) ایک صاحب نے کئی خط کسی کی بیعت کی سفارش کے لئے لکھے جس میں کوئی نہ کوئی بیہودہ فقرہ اور طعن ضرور ہوتا تھا اور اس بیہودگی کی اطلاع حضرت جواب میں اس شخص کو کرتے رہے علاوہ اس کے خود سفارش ہی بیعت کے معاملہ میں حضرت کو نہایت درجہ ناپسند ہے۔ اخیر میں ان صاحب کا یہ خط آیا " یہ میرا عریضہ روانہ خدمت والا درجت ہوتا ہے۔ گذشتہ را صلوات آئندہ را احتیاط براہ کرم گذشتہ نادانیوں سے درگذر فرما کر برادرم فلاں کو تعلیم طریق سے سرفراز فرمایا جاوے بجائے دو پیسے کے چھ پیسے میری بیوقوفی سے صرف ہوئے " جواب تحریر فرمایا کہ " اس خط میں بھی آپ نے الزام طعن سے نہ چھوڑا۔ خدارا مجکو مکاتبت سے معاف فرمائیے۔ اور اپنے پیسے ضایع نہ فرمائیے۔

(۲۲۸) فرمایا کہ بھائی اکبر علی نے جو نیا مکان بنوایا تو اس میں حضرت حاجی صاحب کا مکان بھی تھا۔ انجنیر نے آزادی سے بدون رعایت کسی مکان کے سالم رکھنے کے نقشہ تیار کیا۔ لیکن حضرت حاجی صاحب کا مکان بالکل اسی طرح اس نقشہ میں بھی باقی رہا۔ اسی طرح اس مدرسہ کی عمارت کے نقشہ میں بھی حضرت کی سہ دری اور حجرہ محفوظ رہے واقعی ؎

اگر گیتی سراسر باد گیرد	چراغ مقبلاں ہرگز نہ میرد

مدرسہ میں جہاں حضرت کا بیت الخلا تھا اب میں نے اس جگہ ایک حجرہ بنوا دیا ہے اور غضب یہ ہے کہ ایک جگہ لوگوں نے یہ مشہور کیا تھا کہ جہاں حضرت کا حجرہ تھا اس کو پاخانہ بنا لیا ہے ایک صاحب اسی کی تحقیق کے لئے آئے تھے میں نے کہا دیکھئے کیسی الٹی بات مشہور کیگئی ہے اول تو اگر میں ایسا بھی کرتا تب بھی شرعاً مجھ پر کوئی الزام نہیں تھا گو ادب کے خلاف ہوتا۔ اور پھر میں نے تو پاخانہ کی جگہ حجرہ بنوایا۔ اور مشہور یہ کیا گیا کہ حجرہ کی جگہ پاخانہ بنوالیا ہے کیسے غضب

کی بات ہے۔

(۲۲۹) یاد نہیں آتا ایک نہایت اچھے موقع پر یہ شعر پڑھا ؎

بروئے خود در طماع باز نتواں کرد — چو باز شد بہ درشتی فراز نتواں کرد

(۲۳۰) فرمایا کہ خط لکھنے والوں کو چاہیئے کہ آدھا کالم جواب کیلئے خالی چھوڑ دیا کریں۔ ورنہ بعض اوقات جواب لکھنے میں تکلیف ہوتی ہے۔

(۲۳۱) فرمایا کہ اگر کسی کے سوال سے یہ معلوم ہو جاوے کہ تحقیق منظور ہے تو چاہے سارا دن سمجھاتے گذر جاوے لیکن طبیعت بشاش رہتی ہے ورنہ سوال کرتے ہی میرے تو واقعی سر میں درد ہو جاتا ہے اسقدر تنگی ہوتی ہے۔

(۲۳۲) فرمایا کہ شیخ کی خدمت میں کسی کا سلام بھی نہیں پہونچانا چاہیئے۔ اپنے کام میں لگنا چاہیئے۔

(۲۳۳) فرمایا کہ جو شخص اپنے اظہار کمالات میں کاوش کرے اور کوشش کرے سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ مخدوش ہے کیونکہ کامل کو اسقدر کوشش اور کاوش کی کیا ضرورت۔ اس میں استغنا کی شان ہوتی ہے اسی سلسلہ میں فرمایا میاں مظہر میرے چھوٹے بھائی ہیں جوان آدمی ہیں۔ عربی پڑھی ہے پھر شوق ہوا ملازمت کا پولیس میں سب انسپکٹر ہو گئے۔ بہت ذہین ہیں۔ ایک دفعہ علیگڈھ میں تعین حاضر تھے ایک اور اہلکار بھی تعین حاضر تھے وہ ایک بزرگ سے بیعت تھے۔ انھوں نے انکو دعا کیلئے خط لکھا۔ میاں مظہر نے بھی کہدیا کہ میرے لئے بھی دعا کرنے کو لکھدینا۔ وہاں سے عجیب جواب آیا کہ چندروز سے پولیس پر حق تعالیٰ کا عتاب ہے اور آجکل دو سو میل کے اندر اندر کا عزل ونصب میرے متعلق کر دیا ہے۔ ہر جمعرات کو کمیٹی پیران کلیر شریف میں ہوتی ہے تمام اقطاب ابدال اور غوث جمع ہوتے ہیں۔ بھلے مانس نے میری نسبت بھی لکھا کہ وہ بھی شریک ہوا کرتا ہے۔ میاں مظہر نے مجھکو لکھا للہ مجھے مطلع فرمائیے۔ کہ اب کی جمعرات کو میرے واسطے کیا حکم ہوا۔ میں نے لکھا تمہیں کیا ہو گیا علم دین پڑھکر آدمی کو اس قدر سست اعتقاد نہیں ہونا چاہیئے وہ یوں سمجھے کہ میں سنکر خوش ہونگا۔ اور انکی بھی تعریف کیا کرونگا۔ اس وجہ سے میرا نام بھی انھوں نے ٹھونسا کہ ؎ من تراحاجی بگویم تو مرا حاجی بگو + یہ سمجھا کہ اس طرح میری دکان زیادہ چمکیگی مگر ناحق میرا نام لکھا۔ اور بھی بھانڈا پھوٹا۔ انھیں کا ایک اور قصہ ہوا ایک نوجوان

شخص انگریزی پڑھتے تھے یکایک اُن کو حق تعالیٰ کی طرف کشش ہوئی۔ اُن کے اطراف میں وہی ایک بزرگ تھے اُن سے اُنھوں نے پوچھا کہ کس بزرگ سے رجوع کروں کیونکہ یہ کسی کو نہ جانتے تھے محض خالی الذہن تھے اب دیکھئے خدا تعالیٰ کی حفاظت جس کے ساتھ ہو کہ وہ بزرگ باوجودیکہ طریق میں میرے خلاف مگر اُنھوں نے یہی کہا اور خدا نے اُن کے منہ سے کہلوایا کہ اگر سیدھا راستہ چاہتے ہو تو تھانہ بھون چلے جاؤ چنانچہ وہ میرے پاس آئے تھوڑی عمر تھی بہت اچھی حالت تھی۔ پھر میں نے اُنہیں دیوبند پڑھنے کے لیے بھیجدیا تھا وہاں حضرت مولانا **محمود حسن** صاحب سے بیعت بھی ہو گئے پھر بیمار ہو گئے اب گھر پر ہیں۔

(۲۳۴) حضرت کے پاس نوٹ بک کے طور پر ایک کتاب ہے جو سہ دری میں چوکی کے اوپر رکھی رہتی ہے اُس میں حساب زکوٰۃ اور قرضہ وغیرہ کا رہتا ہے۔ احقر نے اُس کو دیکھنا چاہا فرمایا کہ میرے سامنے دیکھنا مجکو بار معلوم ہوتا ہے۔ میری غیبت میں چاہے دیکھ لیں کیونکہ آپ اُس وقت مجھ سے تو کچھ اس کے متعلق نہ دریافت کر سکیں گے یہ کتاب یہیں رکھی رہتی ہے۔ میری ممانعت اگر اس کے دیکھنے کی ہوتی تو یہاں اسے کیوں رکھتا میرے یہاں کوئی چیز مخفی نہیں جو کچھ بھلائی بُرائی ہے وہ سب طشت از بام ہے تاکہ کسی کو کوئی دھوکہ نہ رہے۔

(۲۳۵) مدرسہ کے متعلق ایک مکان ہے اُس کے کرایہ پر لینے نہ لینے کے متعلق احقر نے مشورہ کرنا چاہا فرمایا کہ مولوی فلاں ...... صاحب سے مشورہ کر لیجئے وہ دانشمند شخص ہیں اول تو میں مشورہ سے رہا کرتا ہوں بالخصوص ایسے امور میں جن میں میرا تعلق بھی ہو (مثلاً مدرسہ کے مکان کی بابت)

(۲۳۶) فرمایا کہ لوگوں نے مخلوط کر دیا ہے تصوف کے فنون کو۔ اشغال کا فن الگ ہے سلوک کا فن الگ ہے۔

(۲۳۷) فرمایا کہ قاضی ثناء اللہ صاحب کو حضرت شاہ عبد العزیز صاحب بوجہ غایت درجہ کے محدث ہونے کے بیہقی کہا کرتے تھے۔

(۲۳۸) فرمایا کہ بھائی اکبر علی بڑے سمجھدار ہیں ایک عیسائی سے اُنھوں نے ایک عجیب سوال کیا کہ اگر کوئی شخص دنیا کو ترک کر کے ۲۴ گھنٹے یاد خدا میں گذارنا چاہے تو آپ کے یہاں کوئی ایسا دستور العمل ہے جو محیط ہو ۲۴ گھنٹوں کو اُس نے کہا کہ ایسا دستور العمل تو کوئی

نہیں، بھائی نے کہا کہ ہماری شریعت میں ایسا دستور العمل موجود ہے۔ ہر ہر حالت کے لئے آداب اور اذکار بتلا دیئے گئے ہیں کہ اُٹھو تو یہ پڑھو بیٹھو تو یہ پڑھو۔ لیٹو تو یہ اور کھاؤ تو یہ پاخانہ جاؤ تو یہ نکلو تو یہ غرض کوئی ایسی حالت نہیں جسکے لئے ذکر کے متعلق دستور العمل مقرر نہو۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ واقعی یہ عجیب سوال ہے اور واقعی ایسا دستور العمل صرف شریعت ہی نے سکھلایا ہے اور ہر حالت کیلئے ایک جُدا گانہ عبادت تجویز کیگئی ہے جس سے طبیعت میں بھی نشاط رہے اور شاق نہو۔

(۲۳۹) کسی تذکرہ میں فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب ہی کی بدولت حق واضح ہوا حضرت حاجی صاحب ہی کی بدولت یہ علم ہوا کہ شریعت ہی کی حقیقت کا نام درویشی ہے۔ جیسے کوئی حسین محبوبہ گھونگھٹ نکالے بیٹھی ہو اگر کوئی اُس کے گھونگھٹ کو اٹھا دے تب اُس کے حسن و جمال کی کیفیت یہ ہو کہ جو دیکھ لے وُہی اُسپر نثار ہونے لگے۔

(۲۴۰) فرمایا کہ نرا اہل ظاہر نرے اہل باطن سے اچھا ہے۔

(۲۴۱) فرمایا کہ میں نے ہمیشہ اللہ اللہ کرنے والوں کا ادب کیا ہے گو اُن سے کچھ لغزشیں بھی ہوتی ہوں حالانکہ میں صاحب فتویٰ ہوں مگر اہل اللہ پر فتویٰ کبھی جاری نہیں کیا۔ سب اہل اللہ سے میں نے دعا لی ہے۔

(۲۴۲) فرمایا کہ مسمریزم سیکھنا ٹھیک نہیں۔ لوگ اس قوت کو ناجائز کاموں میں استعمال کرتے ہیں ایک چور نے اس کی مشق کی تھی۔ ایک جگہ چوری کر رہا تھا لوگ جاگ اٹھے اُس نے توجہ کی سب وہیں کے وہیں رہ گئے اور وہ اطمینان سے چوری کر کے چلتا ہوا۔

(۲۴۳) فرمایا کہ ایک شیخ بہت ہی کم گو تھے حضرت حاجی صاحب نے اُن سے کہا کہ آپ یہ کیا کرتے ہیں لوگوں کو فیض سے محروم کرتے ہیں۔ خبر بھی ہے شیخ زبان ہوتا ہے اور مرید کان۔ اسپر اُنکو تنبہ ہوا پھر کلام فرمانے لگے اُن کے مریدین حضرت حاجی صاحب کو بہت دعائیں دیتے تھے پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ عارف سے زیادہ گوئی کہاں ہو سکتی ہے کیونکہ اسرار لامتناہی ہیں اُن کو جتنا بھی بیان کیا جاوے زیادہ گوئی ہو ہی نہیں سکتی بلکہ ہمیشہ کمی ہی رہے گی۔ بس زیادہ گوئی کے عذر سے شیخ کو چپ نہیں رہنا چاہئیے۔

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۱ھ یوم چہارشنبہ

(۲۴۴) کسی مسلمان کی ماخوذی کی خبر سنکر نہایت افسوس کے لہجہ میں فرمایا کہ خدا جانے مسلمان کوئی ہو کہیں کا ہو ذرا بھی برابر بھی اُسے گزند پہونچے تو دل پگھل جاتا ہے مسلمان کی تکلیف سے بڑا دل دُکھتا ہے پانچوں وقت دعا دل سے مانگتا ہوں۔

(۲۴۵) ایک اہلکار نے دورہ کی مشکل لکھی تھی کہ اور دو مسلمان ہیں وہ مشتبہ چیزیں استعمال کرتے ہیں اس لئے وہ اُن سے علحدہ بیٹھکر کھانا کھاتے ہیں۔ لیکن ایک ہی جگہ رہ کر دو مسلمانوں سے علحدہ ہو کر کھانا کھانا بُرا معلوم ہوتا ہے فرمایا واقعی آجکل تقویٰ بڑا مشکل ہے آدمی خود اپنا ہی دشمن ہے کیونکہ اپنے اندر بھی بعضے قویٰ ایسے ہیں کہ جن کا مغلوب کرنا مشکل پڑ جاتا ہے کم از کم تکلیف تو ضروری ہوتی ہے گو وہ قویٰ اپنے مصرف پر محمود ہی ہوتے ہیں مثلاً اس صورت میں ہی صاحب واقعی مشکل ہے کہ دو مسلمان ایک جگہ کھا رہے ہوں اور آپ تنہا الگ بیٹھا ہوا کھا رہا ہو اول تو خود ہی بُرا معلوم ہوتا ہے دوسرے شروع شروع میں لوگ بناتے بھی ہیں گو کچھ دن بعد تقویٰ کی وجہ سے وقعت ہونے لگتی ہے۔

(۲۴۶) ایک صاحب معہ اہل وعیال کے ایک سال یہاں رہکر رخصت ہونے لگے۔ گھر بھر رونے لگا حضرت ہنستے رہے فرمایا کہ دل تو میرا بہت کڑھتا ہے کسی کے رونے سے لیکن ایک تو یہ ضروری بات ہے کہ مجکو رونا نہیں آتا دوسرے میں ہنسا اس لئے کرتا ہوں کہ رونے والوں کی تسلی ہو جاوے۔ بھائی کی لڑکیاں تفسیر پڑھتی ہیں آج قیامت کا ذکر تھا ایک لڑکی بہت روئی پہلے تو میں کچھ نہیں بولا کہ اچھا ہے دل کا غبار نکل جائے لیکن بعد کو میں نے ہنسانا شروع کیا مگر میرا بڑا جی خوش ہوا کہ اُن کا قلب بہت پاک صاف ہے۔ عورتوں کا قلب بہت اچھا ہوتا ہے ان کو شک شبہات نہیں ہوتے۔

(۲۴۷) ایک کالج کے طالب علم نے اپنے وساوس وشبہات کا خط لکھا تھا اُسکو حسب معمول حضرت نے یہ لکھدیا ہوگا کہ ایسے امور بالمشافہ طے ہو سکتے ہیں اسپر کچھ شکایت آمیز خط اُنہوں نے لکھا لیکن یہ بھی لکھا کہ جب سے خط لکھا ہے وساوس خود بخود کم ہو گئے ہیں اور شبہات میں بھی کمی ہونے لگی ارادہ حاضری کا بھی ظاہر کیا حضرت نے فرمایا کہ مریض یوں چاہتا ہی کہ میری رائے کے موافق طبیب علاج کرے۔ کبھی یہ نہ ہوا کہ اسکول میں پڑھنے نہ گئے ہوں بلکہ پرائیوٹ طور پر

امتحان دیدیا ہو پھر فرمایا کہ چونکہ آنے کو لکھا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تعلق رکھنا چاہتے ہیں اس لئے اُن کا انتظار کر چھوڑا ہے۔ دکھلاؤنگا اور مطلب پوچھونگا انہیں صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ اسکا بہت شہرہ ہے کہ آپ بیعت بڑی مشکل سے کرتے ہیں اسپر فرمایا کہ پیرزادوں نے تو قصداً دلوں میں یہ بٹھلا رکھا ہے کہ بدون بیعت کے نفع ہی نہیں ہوتا تاکہ پھنس جاوے اور کہیں نہ جاسکے یہ عجیب بات ہے کہ مریض طبیب کے پاس جاوے اور وہ کہے کہ میں علاج کے لئے تیار ہوں لیکن وہ مریض کہے کہ نہیں صاحب میں تو جب تک علاج نہ کراؤنگا جب تک کہ آپ ایک دستاویز میں نہ لکھدیں کہ میں علاج کرنے کیلئے آمادہ ہوں بھلا اسکی کیا ضرورت ہے جبکہ طبیب ویسے ہی ہر طرح توجہ کے ساتھ علاج کرنیکا وعدہ کر رہا ہے اصل میں بیعت اسی قسم کا ایک معاہدہ ہے مرید کی جانب سے یہ عہد ہوتا ہے کہ میں آپکا اتباع کروں گا اور پیر کی طرف سے اسکا وعدہ ہوتا ہے کہ ہاں میں تمہاری نگرانی اور اصلاح کرونگا ہاتھ میں ہاتھ دینا اسی معاہدہ کے تاکد کے لئے ہے اگر زبانی بھی ہو جاوے تو بالکل کافی ہے اور نفع میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں میں تعلیم کیلئے ہر مسلمان کیواسطے حاضر ہوں لیکن بیعت نہیں کرتا تاکہ آزادی رہے کہ اگر اور جگہ سے کوئی مقصود حاصل کرنا چاہے تو کر سکے خواہ مخواہ پابند نہو جاوے ہاں جب باہم مناسبت پیدا ہو جاوے اور دل ملجاویں تو اس کا بھی مضائقہ نہیں بغیر دل ملے اور مناسبت ہوئے بیعت سے کچھ فائدہ بھی نہیں پھر ہنسکر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب اگر مجھے یہی بات فرماتے تو میں تو نہ مانتا۔ لیکن بیہودگی بھی نہ کرتا وہی کرتا جو ہمارے حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا۔ حضرت میانجی صاحب نے ان سے بیعت کا انکار کر دیا تھا لیکن یہ برابر خدمت میں حاضر ہوتے رہے اصرار مطلق نہیں کیا دو تین مہینے جب گذر گئے تو میانجی صاحب نے پوچھا کہ حافظ صاحب کیا اب بھی وہی خیال ہے عرض کیا کہ حضرت میں تو اسی خیال سے حاضر ہوتا ہوں ویسے

لہ مرید کو شیخ کی تجویز میں ہرگز پیش دستی نہیں کرنا چاہئے اگر وہ چند روز بعد بیعت کرنے کو کہے تو اسی میں مصلحت سمجھے اصل چیز محبت اور اتباع ہے۔ ہمارے حضرت نے تو اس مسئلہ کو آفتاب کیطرح روشن کر کے دکھلا دیا ہے اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ تعلیم پر طالب کاربند رہا اور اس قابل بھی ہوا کہ خود اُس کو اجازت اخذ بیعت کی دی گئی اور بعد کو یاد دلانے پر اُس کو بیعت کیا۔

اصرار بھی نہیں کیونکہ میں تو دل میں مرید ہو گیا ہوں اسلئے خلاف مزاج بیعت کے لئے بھی اصرار نہیں کرتا حضرت میانجی صاحب نے خوش ہو کر فرمایا کہ اچھا وضو کر آؤ اور دو نفل پڑھوا کر بیعت کر لیا پھر حضرت نے ہنسکر فرمایا کہ خیر شکر ہے قانونی شیخ نہیں ملا تھا لیکن تعجب نہیں اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ بیعت کے بغیر بھی پورا نفع ہو سکتا ہے اور حضرت حاجی صاحبؒ سمجھا دیتے تو بیعت کا بھی خیال نہ کرتا احقر نے عرض کیا کہ اُس طالب علم نے یہ بھی لکھا ہے کہ وساوس و شبہات حضور کے والانامہ کے بعد سے خود بخود کم ہو گئے فرمایا کہ بعضا علاج مختصر سا ہوتا ہے اس لئے اُس کی وقعت نہیں ہوتی حکیم عبدالمجید خاں اکثر مفردات سے علاج کرتے تھے بھائی کو بخار ہو گیا اوّل سے آخر تک کاسنی ہی استعمال کرائی صرف ترکیبیں بدل بدل دیتے تھے اُس سے سب عوارض جاتے رہے یہ بڑی مہارت کی بات ہے بعضے اناڑی ہر شکایت کے لئے ایک ایک دوا تجویز کرتے چلے جاتے ہیں پھر وہ نسخہ کیا ہو گا ہندوستانی دوائی خانہ کی فہرست ہو گی میں نے مکہ معظمہ میں ایکمرتبہ یہ ارادہ کیا کہ ضیاء القلوب کے کل اشغال اول سے آخر تک کرونگا حضرت نے فرمایا کہ کیا وہ سبق ہیں کہ آج وہ پڑھ لو کل وہ پڑھ لو پرسوں وہ پڑھ لو۔

(۲۴۸) احقر نے عرض کیا کہ بعد نماز فجر مجھ پر نیند کا بہت غلبہ ہوتا ہے فرمایا کہ نیند کا علاج ہے سو رہنا سو رہا کیجئے۔ عرض کیا کہ اُس وقت سب اپنے اپنے کام میں مشغول اور پڑھتے پڑھاتے ہیں فرمایا آپ پڑھتے پڑھاتے رہیں صرف (۲) کا فرق ہے پھر فرمایا کہ جس آرام کی اجازت دی ہے اُسکو ضرور کرنا چاہئے صرف یہ خیال رکھے کہ انہماک نہونے پاوے باقی اپنے اوپر سختی اور تعب نہ ڈالے اس سے بعضے لوگ مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں بعضے مجنون ہو گئے بعضے مر گئے صحت و حیات کی بڑی حفاظت رکھنی چاہئے یہ وہ چیز ہے کہ پھر کہاں میسر حضرت حافظ صاحب فرماتے ہیں ؎

بدہ ساقی مے باقی کہ در جنت نخواہی یافت کنارِ آب رکنا باد گلگشتِ مصلی را

میں نے اسکی یہی توجیہ کی ہے کہ اعمال جن سے درجات بڑھتے ہیں جنت میں کہاں میسر ہونگے یہ اس زندگی میں ہو سکتے ہیں حضرت علی سے کسی نے پوچھا کہ آیا آپکو یہ زیادہ پسند ہے کہ آپ بچپن میں انتقال کر جاتے اور جنت یقیناً ملتی یا یہ پسند ہے کہ بالغ ہو کر خطرہ میں پڑے فرمایا کہ بالغ ہو کر خطرہ میں پڑنا پسند ہے اگر بچپن میں انتقال ہو جاتا تو اُسوقت معرفت تو حق سبحانہ تعالیٰ کی نہوتی اب گو خطرہ میں ہیں۔

لیکن معرفت تو حق تعالیٰ کی نصیب ہوئی آگے جو محبوب کی مرضی ہو واقعی یہ زندگی بڑی قدر کی چیز ہے ؎

عمر عزیز لائق سوز و گداز نیست ۔ ایں رشتہ را مسوز کہ چندیں دراز نیست

اسی واسطے میرے نزدیک صحت کی حفاظت نہایت ضروری چیز ہے میں کہتا ہوں چاہے توفیق اعمال نافلہ کی بھی نہ ہو لیکن جب راحت اور آرام میں رہیگا تو محبت تو حق تعالیٰ کے ساتھ پیدا ہو گی انسان عبد احسان ہے جب مشاہدہ کریگا کہ مجھ چین دیا آرام دیا ضرور کشش پیدا ہو گی ویسے اگر کوئی ناشکر اور شریر النفس ہی ہو تو دوسری بات ہے ورنہ اگر ذرا بھی بھلا مانس ہو گا۔ اور اُس میں ذرا بھی شائستگی ہو گی تو گو اعمال زائدہ کی توفیق نہ ہو لیکن اس سے تو ضرور متاثر ہو گا۔ کہ مجھے صحت دی چین آرام دیا۔

(۲۴۹) ایک خط میں ہجوم وساوس و خیالات کی شکایت تھی احقر نے عرض کیا کہ یہ خیالات بھی بڑے پریشان کرنیوالے ہوتے ہیں فرمایا کہ جہاں اور خیالات آتے ہیں وہاں یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ یہ سب خیال ہیں پھر فرمایا کہ بات یہ ہے کہ آج کل ہادی پر اعتماد نہیں رہا۔ بدون وثوق کے کوئی کام دنیا کا بھی تو نہیں ہو سکتا ہر بات کو سمجھکر کرنا چاہئے تو مشکل پڑجاوے توحید و رسالت تو سمجھنے کی چیز ہے باقی اور امور میں آنکھ بند کر کے اُس شخص کے پیچھے ہولے جسکو محقق سمجھے۔ اول تقلید ہی ضروری ہے پھر تحقیق کا درجہ بھی حاصل ہو جائیگا۔ اگر کسی لڑکے کو الف۔ ب ت پڑھائی جاوے اور وہ پوچھنے لگے کہ میں اسکو الف کیسے سمجھ لوں اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ الف ہے ب نہیں ہے تو بس وہ پڑھ چکا اُس کو چاہئے کہ وہ استاد کی تقلید کرے جو وہ کہے اُسکو مان لے پھر اُس کو سب حروف کے فرق خود ہی معلوم ہو جائیں گے بعد کو اگر اُس کو کوئی لاکھ دھوکہ دینا چاہے کہ نہیں یہ جیم نہیں ہے الف ہے تو وہ ہرگز دھوکہ میں نہیں آسکتا۔ آج یہ تحقیق کا درجہ اُس کو اسی کی بدولت حاصل ہوا ہے کہ شروع میں اُستاد کی تقلید کی تھی۔ ایک میرے عزیز جو کہ طبیب بھی تھے مریض ہوئے اپنے معالج طبیب کے ہر نسخہ میں وہ اصلاح دیتے تھے طبیب نے کہا کہ یہ اچھے نہیں ہو سکتے یہ مر جائیں گے۔ مریض چاہے فن داں بھی ہو لیکن اپنے علاج میں دخل نہ دے یہی حال اس طریق میں ہے پھر فرمایا کہ یہ عجیب بات ہے کہ لوگوں کو زیادہ بوجھ کا بھی تحمل

ہو جاتا ہے اور اگر بالکل بوجھ نہ رکھا جاوے تو وہ بھی گوارا لیکن تھوڑے بوجھ کا تحمل نہیں مثلاً اگر مہینہ بھر کا مجاہدہ بتلا دیا جاوے کہ ایک وقت کھانا کھانا اور رات کو کم سونا اور بہت سے وظیفے بتلا دیئے جائیں تو یہ سب منظور اور اگر کچھ بھی نہ بتلایا جاوے تو اس پر بھی راضی لیکن اگر تھوڑا بتلایا جاوے تو منظور نہیں یہ سب نفس کی شرارتیں ہیں۔ ہمارے ساتھ جہاز میں ایک درویش تھے وہ کبھی تو فاقہ کرتے اور کبھی بیحد کھاتے تھے اُن پر اعتراض کیا گیا تو کہا کہ نفس شریر ہے اس کی مخالفت کرنا چاہئے اور اسکو تنگ کرنا چاہئے سو ایک طریقہ تنگ کرنے کا کم کھانا ہے اور ایک طریقہ بہت زیادہ کھانا جس میں وہ پریشان ہو جاوے اسلئے اسکو بہت زیادہ کھلاتا ہوں کہ خوب تنگ ہو پھر فرمایا کہ نفس یہ چاہتا ہے کہ کوئی خاص چیز ہو جس میں امتیاز حاصل ہو شریعت کو تو سمجھتے ہیں کہ یہ عام چیز ہے ایسے عام سے اگر احتراز ہے تو ایسی جگہ رہیں جہاں ہوا نہو کیونکہ ہوا تو بھنگی چمار سب کے لئے عام ہے۔ تصوف میں بھی لوگ چاہتے ہیں کہ ایک خاص چیز ہو جس میں امتیاز ہو۔ حالانکہ عام چیز ہی زیادہ نافع ہوا کرتی ہے۔ جو چیز زیادہ نافع ہوتی ہے وہ عام ہوتی ہے عام ہونا دلیل زیادہ نافع ہونیکی ہے۔ تصوف میں اچھے لوگ بھی امتیازات کو چاہتے ہیں جس سے درجے بڑھیں۔ ہم تو بخدا دل سے کہتے ہیں کہ اللہ عذاب سے بچالے چاہے جنتیوں کی جوتیوں میں جگہ دیدے اور وہ بھی استحقاق کی رو سے نہیں بلکہ اس لئے کہ عذاب کا تحمل نہیں۔ حضرت حاجی صاحب سے کسی نے وظیفہ پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جاوے فرمایا کہ بھائی تمہارے بڑے حوصلے ہیں ہم تو حضور کے گنبد شریف کی زیارت کی بھی قابلیت نہیں رکھتے۔ حضور کی تو بڑی شان ہے ہمیں تو گنبد شریف ہی کی زیارت بہت غنیمت ہے ہمارا تو اس سے زیادہ کی طرف خیال بھی نہیں جاتا تم بڑے لوگ ہو جو حضور کی زیارت کی تمنا ہے پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ عجیب غریب بات ہے کیوں آدمی اپنے آپ کو اتنا بڑا سمجھے۔ بعض صحابہؓ کی عمر بھر گذر گئی آنکھ بھر کر حضور کے چہرۂ مبارک کو نہیں دیکھا اُن سے حلیہ شریف پوچھا گیا تو کہا کہ ہم نے تو عمر بھر بھی آنکھ بھر کر حضور کو نہیں دیکھا؂

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم ۔ گوش را نیز حدیث تو شنیدن نہ دہم

اگر خود حضور اپنی زیارت کسی کو کرا دیں تو حضور کی عنایت ہے ورنہ ہم اس قابل کہاں ہیں۔

خود بخود آن شہ ابرار بہ بر می آید   نہ بزور و نہ بزاری نہ بزر می آید

پھر فرمایا کہ اس کا مصرعہ اول تو یہ تھا ؎ خود بخود آن بُت عیار بہ بر می آید × لیکن بُت عیار کہنے کی شریعت سے اجازت نہیں گستاخی ہے اس لئے میں نے شہ ابرار کر دیا اسی طرح بہت سے اشعار میں میں نے تصرف کئے ہیں مثلاً ؎ فارغ از دغدغہ جیب و گریباں کر دی × اے جُنون گرد تو گردم کہ چہ احسان کر دی × اسمیں جیب و گریباں کے بجائے گبر و مسلماں تھا۔

(۲۵۰) ایک خط میں تحریر تھا کہ وساوس و خیالات کفریہ کا سخت ہجوم ہے۔ کلام مجید میں اللہ کا لفظ جب آتا ہے تو قلب میں کراہیت پیدا ہوتی ہے فرمایا کہ یہ کراہیت لفظ اللہ پر نہیں ہوتی بلکہ لفظ اللہ سنکر وساوس کا ہجوم ہوتا ہے اس لئے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ پر نعوذ باللہ منہ کراہیت ہوئی حالانکہ ایسا نہیں بیفکر رہیں۔

(۲۵۱) فرمایا کہ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ نہایت جامع بزرگ تھے محدث بھی مفسر بھی صوفی بھی قاری بھی ایک بار حضرت حبیب عجمی شب کو نفل نماز پڑھ رہے تھے حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ ادہر کو گذرے خیال ہوا کہ ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ پھر اُن کا قرآن سُنکر اُن کی اقتدا نہیں کی کیونکہ وہ عجمی تھے رات کو خواب میں حق تعالیٰ کی زیارت کی عرض کیا دُلنی علی عمل یقربنی الیک جواب ملا الصلوۃ خلف الحبیب العجمی   قاریوں کو بڑا ناز ہو جاتا ہے ایک خبطی نے اشتہار دیا تھا کہ جو تجوید سے نہ پڑھے اُس کی نماز ہی نہیں ہوتی۔ ظالم نے ساری اُمت محمدیہ کو بے نمازی ٹھہرایا خبط ہے۔ حدیث شریف میں ہے اقرؤا فکل حسنٌ حضور نے ارشاد فرمایا کہ قریب ایک قوم پیدا ہوگی جو قرآن اینٹھ مروڑ کر پڑھیں گے مگر ان کے حلق کے نیچے بھی نہ اُتریگا حروف کی تصحیح تو ضروری باقی غلو ہے۔ دوسرے کو یہ سمجھے کہ نماز ہی نہیں ہوتی بڑی زیادتی ہے صحابہ میں عربی عجمی سبھی تھے بعض بعض فقہا نے بھی اس باب میں کسی قدر غلو کیا ہے اکثر متاخرین نے میری رائے میں ٹھیک کیا کہ عموم بلوے کا اعتبار کیا میں تو ہمیشہ سے یہ سمجھے ہوئے ہوں کہ مجتہد فیہ میں عموم بلویٰ کا اعتبار ہونا چاہئے قرأت میں بھی اس کی ضرورت ہے۔ قاری عبد اللہ صاحب بڑے ماہر ہیں اُن کی بھی یہی رائے ہے نماز ہو جاتی ہے عالم کے منہ سے بلا تجوید اچھا تو نہیں معلوم ہوتا لیکن اُسکی بزرگی میں اور نماز میں اس سے کچھ فرق نہیں آتا۔

(۲۵۲) فرمایا کہ آجکل یہ بھی خبط ہے کہ صاحب ہمارا منہ دعا کے قابل نہیں ایک صاحب نے مجھسے یہی کہا میں نے کہا تم نماز پڑھتے ہو کلمہ پڑھتے ہو کہا ہاں۔ میں نے کہا کہ جب تم نماز کے قابل روزہ کے قابل کلمہ کے قابل تو دعا کے قابل کیوں نہیں یہ سب شیطان کی ہزنیاں ہیں وہ دعا سے محروم رکھنا چاہتا ہے اور نفس کچھ کام کرنا نہیں چاہتا اس لئے ہر چیز کا ایک بہانہ نکالتا ہے۔

(۲۵۳) حدیث شریف میں ہے کہ اپنی دعا سے زیادہ اپنے بھائی مسلمان کی دعا اسکے حق میں قبول ہوتی ہے۔

(۲۵۴) فرمایا کہ توکل شاہ صاحب مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند سے فرماتے تھے کہ مولوی جی جب ذکر اللہ کرتا ہوں تو اللہ کی قسم منہ میٹھا ہو جاوے ہے سچ مچ میٹھا ہو جاوے ہے جیسے مٹھائی کھا کر پھر فرمایا ؎

اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام   شیر و شکر می شود جانم تمام

ہمارے حضرت کے خادموں میں سے بھی ایک صاحب نے تحریر فرمایا تھا کہ ذکر کے وقت میرا منہ میٹھا ہو جاتا ہے حضرت نے تحریر فرمایا کہ حلاوت معنویہ کا حلاوت حسیہ ہو جانا علامت ہے سرایت الذکر فی الذکر کی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے اللھم اجعل فی قلبی نورا و فی لسانی نورا و فی لحمی نورا و فی دمی نورا الخ۔

(۲۵۵) فرمایا کہ ایک دوست بہت ڈرتے ڈرتے کہتے تھے کہ مجھے یہ ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کبھی اللہ میاں اس پر خفا نہوں کہ تو اتنا متقی کیوں تھا پھر فرمایا حال بھی عجیب چیز ہے بعض وقت رخصت سے گذر کر عزیمت پر عمل کرنے سے دعوی کی صورت ہو جاتی ہے اس سے ڈرتا ہے عجب نازک رستہ ہے بعض دفعہ جب اس رستہ میں غلطی ہوتی ہے تو کفر سے ادھر نہیں رکتا۔ بہت ہی نازک طریق ہے اسلئے بہت مبصر شیخ کامل کی ضرورت ہے اور اس شیخ کو بھی خود تنبیہ علی الاغلاط کی ضرورت ہے اگر کوئی زندہ بزرگ متنبہ کرنے والا نہ ہو خود اللہ تعالیٰ تربیت فرماتے ہیں اور جس شخص کو وسائط میسر ہوں ہاں عادت اللہ یہ ہے کہ وسائط سے تربیت فرماتے ہیں ہاں جب خود مستقل ہو جاوے تو اس کی حق تعالیٰ خود تربیت فرمانے لگتے ہیں۔

(۲۵۶) فرمایا کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ ہماری مثال نے کی سی ہے کہ جب اسمیں مٹی وغیرہ

ٹھونس دیتے ہیں تو آواز بند ہوجاتی ہے اور جب خالی ہوتی ہے تو خوب اچھی اچھی طرح آوازیں نکلتی ہیں اسی طرح جب ہمارا معدہ خالی ہوتا ہے تو خوب اچھی اچھی آوازیں نکلتی ہیں اور جہاں معدہ بھرا وہ سب بند ہوئیں۔

(۲۵۷) فرمایا کہ میں نے حضرت حاجی صاحب سے سنا ہے کہ ایک بزرگ مشغول بحق بیٹھے ہوئے تھے ایک کتا سامنے سے گذرا اتفاقاً اُس پر نظر پڑ گئی اُن بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اُس نگاہ کا اُس کتے پر بھی اتنا اثر پڑا کہ جہاں وہ جاتا تھا اور کتے اسکے پیچھے پیچھے ہو لیتے تھے اور جہاں بیٹھتا تھا سارے کتے حلقہ باندھکر اُس کے ارد گرد بیٹھ جاتے تھے پھر ہنسکر فرمایا کہ وہ کتوں کے لئے شیخ بنگیا بزرگوں کا عجب اثر ہوتا ہے اور عجیب برکت ہوتی ہے ایک بزرگ کے پاس ایک کتا آنے جانے لگا اُسکا نام انہوں نے کلو رکھا تھا ایک مرتبہ وہ کتا کئی دن تک نہیں آیا بزرگ رفیق القلب ہوتے ہی ہیں اُس کتے سے بھی تعلق ہو گیا تھا دریافت فرمایا کہ کلو کئی دن سے نہیں آیا انھوں نے تو ویسے ہی معمولی طور سے دریافت کر لیا تھا لیکن مریدین معتقدین اُس کی تحقیقات اور تلاش کے درپے ہوگئے دیکھا کہ ایک کتیا کے پیچھے پیچھے پھر رہا ہے اُن لوگوں نے آکر یہی کہدیا کہ وہ تو ایک کتیا کے پیچھے پھر رہا ہے جب وہ کتا آیا تو اُن بزرگ نے اُس سے کہا کہ کیوں میاں تم بڑے نالائق ہو ہمارے پاس آتے جاتے ہو اور پھر بھی کتیا کے پیچھے پھرتے ہو یہ سنکر وہ کتا فوراً وہاں سے چلا گیا تھوڑی دیر میں دیکھا گیا کہ ایک موری میں سر دیئے ہوئے مرا پڑا ہے پھر فرمایا کہ جن کے فیوض جانوروں پر بھی ہوں اُن سے انسان کیسے محروم رہ سکتا ہے ہرگز مایوس نہ ہونا چاہئے ہاں دھن ہونی چاہئے چاہے تھوڑی ہی ہو اصحاب کہف کی برکت سے اُن کا کتا بھی ایسا مشرف ہوا کہ حق تعالیٰ نے کلام مجید میں اُس کا ذکر فرمایا جسکو قیامت تک نمازوں میں پڑھا جائیگا جب حق تعالیٰ کی عنایت کتے پر اسقدر ہوئی تو ہم پر عنایت کیوں نہ ہوگی۔

۱۵ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ یوم پنجشنبہ

(۲۵۸) ایک صاحب نے آسیب کا تعویذ مانگا تھا فرمایا کہ ہم لوگ ان باتوں کو نہ جانیں نہ پوچھیں جنوں کا تعویذ بھی ہم سے مانگا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک صاحب عشاء کے بعد آئے کچھ کام باقی رہ گیا تھا میں اُس کو سہ دری میں بیٹھا ہوا کر رہا تھا۔ تعویذ مانگے۔ پانی پڑھوایا عشاء کے بعد چونکہ آرام کا وقت

ہوتا ہے کبھی ضروری کام کرنے کے لئے بیٹھ جاتا ہوں اسلئے چاہتا ہوں کہ کوئی میرے سامنے نہ آوے وہ وقت ملنے یا کچھ کہنے سننے کا نہیں ہوتا مگر اُن کا سب کام کیا سب کام کرکے برا بھلا بھی کہا۔ تاکہ میرا بھی تو جی ٹھنڈا ہو۔ بڑی بے دلی سے اُن کا کام کیا حالانکہ عملیات میں دار مدار ہے بشاشت وانشراح قلب پر۔ اگر بددلی سے کیا بھی جاوے جو کبھی بھی اثر ہو۔

(۲۵۹) فرمایا کہ بعض مطبعوں میں جو غلط کتابیں چھپ گئی ہیں اُن کی بابت بھی ایک صاحب نے مجکو برا بھلا لکھا ہے کہ تم ذمہ دار ہو۔

(۲۶۰) ایک صاحب نے جواب کے لئے لفافہ میں صرف ایک پیسہ کا ٹکٹ رکھدیا تاکہ سادہ کارڈ پر چسپاں کرکے جواب بھیجا جاوے۔ باوجود تلاش کے سادہ کارڈ دستیاب نہو سکا فرمایا کہ اب میں سادہ کارڈ کہاں سے لاؤں ہر شخص ایک نئی شاخ لگاتا ہے۔ کارڈ موڑ کر رکھ سکتے تھے لوگوں کو یہ احتمال ہی نہیں ہوتا کہ یہ صورت پیش آئیگی یہ مجبور کرنا ہے اسوقت خواہ مخواہ کے واسطے مجھے تکلیف ہوئی اب لفافہ پر ایک ہی پیسہ کا ٹکٹ لگا کر بھیجو نگا باقی کو وہ خود بھگتیں۔

(۲۶۱) پردہ کی آیت کے متعلق کسی صاحب نے ذکر کیا کہ یہ کہا جاتا ہے کہ اسکی مخاطب تو ازواج مطہرات ہیں فرمایا کہ لوگوں میں بڑی کجی ہو گئی ہے اللہ تعالیٰ ایمان محفوظ رکھے اسقدر فتنے ہیں حالانکہ یہ موٹی بات ہے کہ اگر اس کو مان بھی لیا جائے تو سمجھنا چاہئے کہ وہاں تو احتمال فتنہ کا کم تھا جب وہاں انسداد کیا گیا یہاں تو بدرجہ اولیٰ اور زیادہ ضروری ہے پھر اسکا ذکر آیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ پاجامہ کرتہ اچکن بھی تو حضور کے زمانہ میں نہ تھا اسے کیوں پہنتے ہو یہ بھی بدعت ہے۔ فرمایا کہ ایک شخص نے اسکے جواب میں خوب کہا کہ تم بھی تو اُس زمانہ میں نہ تھے تم بھی بدعت ہو۔ پھر فرمایا کہ عجب نہیں کچھ زمانہ میں یہ کجی پیدا ہو کہ کلام مجید کے ہم مخاطب ہی نہیں کیونکہ ہم موجود ہی نہیں تھے پھر نہایت افسوس کے لہجہ میں یہ شعر پڑھا ؎

اے بسرا پردۂ یثرب بخواب　　　خیز کہ شد مشرق و مغرب خراب

بہت ہی آفت برپا ہو رہی ہے خدا رحم کرے بصیبت ہے خود بینی بیحد پھیل گئی ہے لوگ اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں۔

(۲۶۲) فرمایا کہ مٹی کا تیل جلانا مضر بھی ہے خطرناک بھی ہے میری تو آنکھوں میں دیکھتے ہی

کھجلی پیدا ہونے لگتی ہے اگر کہیں اس کی شعاعیں پڑتی ہوں تو مجھے نیند نہیں آتی سخت تکلیف ہوتی ہے برقی روشنی بھی آنکھوں کو مضر ہے میں تو کہا کرتا ہوں کہ یکاد البرق یخطف میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ برقی روشنی آنکھوں کو مضر ہے جو زیادہ تیز روشنی ہوگی وہی آنکھوں کو مضر ہوگی ایک صاحب نے عرض کیا کہ اس میں صفائی بہت ہوتی ہے ہنسکر فرمایا کہ ایسی صفائی ہے کہ دوسری چیز کی بالکل صفائی کر دیتی ہے۔

(۲۶۳) فرمایا کہ نئی ایجادوں میں بعضی چیزیں بڑی آرام کی ہیں مثلاً دیا سلائی بڑے آرام کی چیز ہے ڈاک ہے تار ہے ریل ہے گو خطرات سے خالی نہیں لیکن بہت مفید ہیں باقی جس چیز کا نام سامان آرائش ہو وہ تو بالکل فضول ہے بخلاف پرانی چیزوں کے مثلاً تانبہ کے برتن ہیں مدتوں کام دیتے اور ٹوٹکر بھی کارآمد رہتے تھے شیشہ کی چیز ایک دفعہ ہاتھ سے چھوٹ گئی پھر کچھ نہیں جیسے کہ ایک منہیار چوڑیاں لئے جا رہا تھا ایک گنوار نے حسب عادت لکڑی لگا کر پوچھا کہ اس میں کیا ہے منہیار نے کہا کہ اجی بس ایک دفعہ اور لکڑی لگا دو تو پھر کچھ بھی نہیں۔

(۲۶۴) کچھ حصہ ایک خط کا پڑھا نہیں گیا بلا جواب واپس فرما کر حاضرین سے فرمایا کہ خط ہمیشہ صاف لکھنا چاہیئے میں پڑھانے کیلئے کیا کمیٹی کرتا پھروں۔ ذرا ہاتھ سنبھال کر لکھیں تو صاف لکھ سکتے ہیں لیکن اس کا اہتمام ہی نہیں کہ دوسرے کو تکلیف نہ ہو۔ بعض مرتبہ پتہ ایسا بدخط لکھتے ہیں کہ پڑھا ہی نہیں جاتا۔

(۲۶۵) کسی نے اپنا قصور بذریعہ خط معاف کرایا حضرت کو یاد بھی نہیں تھا کہ کیا قصور تھا فرمایا یہ بھی اللہ کا شکر ہے مجھے کسی کا برا بھلا کہنا یاد نہیں رہتا جن سے خصوصیت ہو اُن کا تو یاد رہتا ہے اور عجیب بات ہے اللہ کا فضل ہے کہ کوئی بہت خصوصیت کا تعلق رکھنے والا بھی ہو لیکن یوں کہدے کہ میں اب وہ تعلق نہیں رکھنا چاہتا پھر اُسکی ایذا رسانی سے مطلق خیال نہیں ہوتا البتہ جو تعلق رکھنا چاہے اُس کی ذرا سی بے عنوانی ناگوار ہوتی ہے کیونکہ دعویٰ تو محبت کا اور معاملہ غیر اہل محبت کا بس میرے ہاتھ میں ایک سزا ہے کہ اگر کسی نے کسی زمانہ میں دل دکھایا ہے تو اُسکو بیعت نہیں کرتا کہدیتا ہوں کہ اللہ کا نام پوچھو بیعت کے لئے ضروری ہے دل ملنا بلا اس کے بیعت کا کچھ نفع نہیں البتہ خدمت تعلیم بلا غبار کرنے کے لئے ہر شخص

کے واسطے تیار رہوں۔

(۲۶۶) فرمایا کہ تہذیب جدید تعذیب جدید ہے اس تہذیب جدید سے بڑی تکلیف ہوتی ہے یہ اسلامی تہذیب نہیں۔

(۲۶۷) ایک اسلامی بادشاہ کے زہد کا ذکر کر کے فرمایا کہ دولت باطنی جس کو چاہے حق تعالیٰ دیدے کوئی شاہ صاحبوں ہی کا حصہ تھوڑا ہی ہے بادشاہ صاحب کو بھی ملجائے تو کیا تعجب۔

(۲۶۸) ایک صاحب محض تعویذ و دعا کے لئے سفر کر کے تشریف لائے حضرت کو ناگوار ہوا فرمایا کہ محض اس کام کے لئے اتنا روپیہ اور اتنا وقت فضول ضائع کیا فضول اسقدر تکلیف اٹھائی تعویذ اور دعا کے لئے خط بھی کافی تھا۔

۲۶ جمادی الاول سنہ ۱۳۳۴ھ یوم جمعہ

(۲۶۹) عرض کیا گیا کہ درد شکم کی احقر کو اسقدر تکلیف تھی لیکن اب یاد بھی نہیں رہا بلکہ خیال کرنے سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ اتنی زیادہ تکلیف نہ تھی فرمایا یہ تو مرض ہے انسان تو ایسا بھولنے والا ہے کہ قرآن شریف میں ہے کہ دوزخ کو دیکھکر کافر کہیں گے کہ یا اللہ اگر ہم دنیا میں بھیجدیئے جائیں تو نیک عمل کریں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ہم دنیا میں بھیجدیں تو پھر وہ ویسی ہی شرارتیں کریں یہ تو اس وقت ہے جب حالت مرض کی توبہ یاد نہ رکھے اور اگر وہ یاد رہے تو پھر ایسی تکلیف کو بھول جانا خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ پریشانی کے خیال سے بھی پریشانی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بچا لیا۔

(۲۷۰) ایک صاحب نے کوئی طبی نسخہ باصرار طلب کیا حضرت نے فرمایا کہ میں طبیب نہیں کچھ نہیں لیکن پھر بھی لوگ نہیں مانتے اکثر تو یہ ہوتا ہے کہ مدعی خود کمال کا دعویٰ کرتے ہیں اور دوسرے لوگ نفی کیا کرتے ہیں اور یہاں الٹا معاملہ ہے میں اپنے کمالات کی نفی کرتا ہوں کہ میں کچھ بھی نہیں لیکن لوگ کہتے ہیں کہ نہیں سب کچھ ہو۔

(۲۷۱) ایک صاحب نے جانماز مسجد کے لئے بنوانا چاہا اور پیمائش طلب کی تحریر فرمایا کہ اتنا روپیہ کسی اور نیک کام میں لگا دیا جاوے تو زیادہ ثواب ہوگا پھر فرمایا کہ چٹائی اور ٹاٹ مسجد میں کافی ہے آج تک واقعی کوئی مصلحت میری سمجھ میں دری یا کپڑے کی جانماز میں نہیں آتی

میں تو فضول ہی سمجھتا ہوں یہ سب امرا کا تکلف ہے. کیا بتلاؤں ہے تو سخت بات لیکن مجھے تو اس میں بھی شبہ ہے کہ اس میں ثواب بھی ہوتا ہے یا نہیں ہنسکر فرمایا کہ ایسی دری دری نہیں ہے بلکہ ایک در ہے جو اکثر بیچ میں آجاتا ہے اللہ میاں کے اور بندہ کے. ایک صاحب نے کہا کہ مضبوط ہوتی ہے فرمایا کہ جب انسان خود ہی مضبوط نہیں تو اس کی چیز ہی کیوں مضبوط ہو میں تو دری کی جانماز کے خانہ نماز کی حالت میں گنا کرتا ہوں ایسے نقش و نگار سے قلب ضرور مشغول ہوتا ہے میں تو پھولدار کپڑے بھی پسند نہیں کرتا گو میں خود اس میں مبتلا ہوں لیکن الحمد للہ میں اپنے ابتلا کی وجہ سے اس کو اچھا نہیں بتلاتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک پھولدار چادر ہدیۃً آئی آپ نے نماز کے بعد اس شخص سے دوسری سادہ چادر منگوائی اور اسکو علیحدہ کر دیا اور فرمایا کہ قریب تھا کہ اس کے نقش و نگار میرے قلب کو مشغول کر لیتے نبی ہو کر آپ کو مشغولی کا احتمال ہوا تو آج ہم میں ایسا کون ہے جو یہ دعویٰ کر سکے کہ ہمارا قلب نقش و نگار میں مشغول نہیں ہو سکتا کپڑوں پر تو نقش و نگار کیا پسند ہوتے جو محققین ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ قلب بھی بے نقش و نگار ہونا چاہیے نقش و نگار قلب کے وہ ہیں جنکا نام مواجید و احوال ہے قلب ان سب قصوں سے خالی علی الاطلاق ہونا چاہئے بس عبدیت محضہ خالصہ ہونا چاہئے مبتدیوں کو مواجید و احوال سے بہت رغبت ہوتی ہے محققین کو ان سے نفرت ہوتی ہے لیکن یہ خود ایک حال ہی بیان کرنے سے تھوڑا ہی سمجھ میں آسکتا ہے بلا پیش آئے یہ سمجھ میں نہیں آسکتا پھر فرمایا کہ مولانا رح فرماتے ہیں ؎

دل کہ او بستہ غم و خندیدن ست — تو مگو کہ لائق آں دیدن ست

عاشقی زیں ہر دو حالت برتر ست — ایں نہ آں عشق ست کز خشک و تر ست

پھر فرمایا کہ نئی سی بات ہے اسلئے جی خوش بھی ہوا کہ مولانا کا ارشاد اپنی تائید میں یاد آگیا پھر احقر نے ایک اور شعر حضرت مولانا کا پڑھا جو حضرت نے احقر کو معہ مذکورہ بالا اشعار کے تحریر فرمایا تھا وہ یہ ہے ؎

باغِ سبزِ عشق کو بے منتہاست — جز غم و شادی درو بس میوہ ہاست

چونکہ احقر اکثر وساوس کی شکایت حضرت سے کیا کرتا ہے اسلئے اس شعر کو سنکر حضرت نے ہنسکر فرمایا کہ آپ کے پاس یہ شیر ہیں پھر بھیڑیوں سے ڈرتے ہیں۔

(۲۷۲) فرمایا کہ عوارف میں لکھا ہے کہ اگر باطنی بے ادبی ہوتی ہے تو اسکی باطنی سزا ملتی ہے خواہ دیر میں ملے چنانچہ ایک بزرگ کے کسی خادم نے کسی امرد غلام کو نظر بد سے دیکھ لیا تھا اُن کے شیخ نے فرمایا کہ اس کی سزا ملے گی چنانچہ ایک مدت کے بعد اُس کا یہ اثر ظاہر ہوا کہ وہ کلام مجید بھول گئے پھر فرمایا کہ یہ ہیں ادب کی باتیں نہ یہ کہ پچھلے پیر ہٹ گئے۔

(۲۷۳) استفسار پر فرمایا کہ ذاکر شاغل کو تعویذوں کا استعمال جائز تو ہے لیکن توکل کے خلاف ہے حدیث شریف میں ہے لا یسترقون وعلیٰ ربھم یتوکلون اس میں اثر کدورت کا زیادہ ہے دوا کے اندر نہیں بات یہ ہے کہ دوا کو دنیا سمجھتے ہیں تعویذ کو دین پھر وہ اسے زیادہ تعویذ پر اتکال ہوتا ہے لوگ تعویذ لکھواتے ہیں لکھدیتا ہوں مگر یہ اچھا نہیں چاہتا اور یوں لکھنے کو لکھ دیتا ہوں لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کسی نے بہت ہی تکلیف پہونچائی لکھنے میں ہاتھ تو آگے کو چلتا ہے قلب پیچھے کو ہٹتا ہے بڑی کشاکشی سے تعویذ لکھتا ہوں۔ دلجوئی کے لئے لکھدیتا ہوں ہنسکر فرمایا اور جہاں دلشوئی ہوتی ہے وہاں صاف انکار۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ خاص تعویذ ہی درخواست نہ کرے بلکہ اختیار دیدے کہ چاہے تعویذ لکھدیجئے چاہے دعا کر دیجئے فرمایا کہ جب ایک شخص کا مذاق معلوم ہو گیا کہ فلاں چیز اچھی نہیں لگتی پھر یہ کیوں کہے کہ اگر اچھی لگے تو کھا لو یہ احتمال ہی کیوں کرے کہ اسکو اچھی لگے گی یہ بھی ایک رسم ہو گئی ہے آج کل اکثر چندہ میں بھی فہرست پیش کر کے لکھدیتے ہیں کہ اگر گراں نہو تو دیدیجئے کونسا ایسا شریف ہے جو کہدیگا کہ صاحب مجھے گراں ہے کوئی شاذ و نادر ہوگا ایسا جو کہدے تو نہیں ایک دو پھر فرمایا کہ موٹی بات ہے جس سے دین کا علاقہ ہو اُس سے دنیا کا کام لینا ہی نہیں چاہئے عرض کیا گیا کہ کیا حاجات کے لئے وظیفے پوچھنا بھی عمل ہے فرمایا کہ جی ہاں وظیفے بھی عمل ہیں۔ بس دعا کیلئے کہے اور خود بھی دعا کرنا چاہئے وہ اگر خود پڑھنے کو بتلادے تو اسکو پڑھ لیا کرے پھر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے ایک خادم تھے جو شیعی سے سنی ہو گئے تھے انہوں نے اپنا خواب حضرت حاجی صاحب سے بیان کیا کہ گویا میں مسجد میں قضائے حاجت کر رہا ہوں فرمایا کہ تم کوئی عمل دنیا کے لئے مسجد میں بیٹھکر کرتے ہو اُس سے مسجد ملوث ہوتی ہے۔

(۲۷۴) فرمایا کہ بعض ماہواری پرچے والے بہت تنگ وقت پر مضمون طلب کرتے ہیں

کم از کم ایک ہفتہ بیشتر تو ہو کچھ گنجائش تو ہو مجھکو مجھکو سخت تکلیف ہوتی ہے۔

(۲۷۵) ایک طالب علم جو مدرسہ امداد العلوم میں پڑھتے تھے وہ شروع شروع میں بہت صوفی منش گوشہ نشین تھے بعد کو اختلاط شروع کیا اور چونکہ اختلاط حضرت کے یہاں سخت ممنوع ہے یہاں تک نوبت پہونچی کہ نکالدیئے گئے وہ پھر داخل ہونے کیلئے حاضر ہوئے حضرت نے فرمایا کہ چھ مہینہ تک اپنے خرچ سے رہو تا کہ امتحان کر لیا جاوے اگر قابل اطمینان حالت پائی گئی تو مثل اور طالب علموں کے مدرسہ سے خرچ ملنے لگیگا کسی نے سفارش کی کہ اُن کے والد کو ترک تعلیم سے بہت صدمہ ہے ہنسکر فرمایا کہ ان کے باپ کو بہت صدمہ ہے اسلیئے کہ فرط شفقت سے وہ ان کے حق میں صدماں (یعنی ننّو ماں) ہیں کسی نے اُن کے شروع کے گوشہ نشین اور محنتی ہونیکی تعریف کی تو فرمایا کہ ایک گھوڑے میں یہ عیب تھا کہ جب لید کرتا تو مڑکر اوس کو سونگھتا تب آگے چلتا ایک دفعہ مالک اُسپر جاتا تھا راستہ میں ایک سوار ملا اُس نے گھوڑے کا یہ عیب دیکھا کہا کہ میں اس کو ٹھیک کر دونگا چنانچہ جب اُسنے لید کر کے سونگھنا چاہا ایک چابک زور سے اُس کے منہ پر لگایا اسی طرح جب مڑنے لگتا تبھی چابک پڑتا بالآخر چابک کے ڈر سے اُسنے مڑنا چھوڑ دیا اور دس بارہ میل تک بلا لید سونگھے چلتا رہا بہت جلد مسافت طے ہوگئی پھر راستہ پھٹنے لگا تو مسافر رخصت ہوا مالک اُسکا بڑا شکر گذار ہوا کہ میرے گھوڑے کی اصلاح ہوگئی جب مسافر سوار دوسرے راستہ پر ہولیا تو گھوڑے نے کن انکھیوں سے دیکھا جب نظر سے غائب ہوگیا تو گھوڑا لوٹا اور بارہ میل تک جس جس جگہ لید کی تھی سب جگہ سونگھ کر تب واپس آیا مالک بیچارے کو دوہری مسافت طے کرنی پڑی۔ اسی طرح بعضے یک لخت سب عیب چھوڑانا چاہتے ہیں حالانکہ بتدریج اصلاح کرنی چاہیئے ورنہ جب اُس کو ذرا موقعہ ملتا ہے پھر سب شرارتوں کی قضا کرتا ہے البتہ معصیت کے ترک میں تدریج سے کام نہ لیا جاوے اسلیئے تربیت کیلئے بہت سلیقہ کی ضرورت ہے نہ زیادہ سختی ہو نہ زیادہ نرمی ہو بہت ہی سلیقہ کی ضرورت ہے تربیت ہے بہت مشکل چیز بعضے ارمان بچپن میں رہجانا اخیر میں رنگ لاتا ہے پھر ہنسکر اُن طالب علم کی سفارش کرنیوالے سے فرمایا کہ مدرسہ میں جب جی چاہے آجائیں گھر ہے لیکن کوئی اور سونگھنی رہگئی ہو تو اُسے بھی سونگھ لیں نہیں تو پھر کہیں لوٹیں چھ مہینہ کا امتحان ہی چھ ہی حرف امتحان میں ہیں فی حرف ایک مہینہ

(۲۷۶) ایک اہل کار پولیس جو بیشتر یہاں متعین تھے حاضر ہوئے اور ظاہر کیا کہ محض ملاقات کے لئے آیا ہوں بعد کو بوقت رخصت کچھ تعویذ وغیرہ کے لئے درخواست کی چلتے وقت دو روپیہ نذر کئے حضرت نے بعد اصرار کے بمشکل ایک روپیہ لیا اور فرمایا کہ آپ مجھے کیوں شرمندہ کرتے ہیں بعد چلے جانیکے فرمایا کہ جن صاحبوں کو نفع نہ پہونچا سکوں اُن سے لیتے بہت شرم معلوم ہوتی ہے اور نفع میں اس کو سمجھتا ہوں کہ دین کا نفع ہو تعویذ وغیرہ نہیں مگر بعض جگہ یہ مصیبت ہوتی ہے کہ ہمیں حقیر سمجھا ہمیں حرام خور سمجھا مجبور ہونا پڑتا ہے پھر فرمایا کہ مجلس آراستہ کرنے سے بڑا تکلف و حرج ہوتا ہے اگر آتے ہی اپنا مطلب ظاہر کردیں تو طبیعت ہلکی ہوجاتی ہے اگر محض ملاقات کیلئے آنا شروع میں ظاہر کیا جاتا ہے تو باستثنا مواقع بے تکلفی کے بڑا بوجھ ہوتا ہے احسان سا ہوتا ہے اپنے کام کسی قدر چھوڑنے پڑتے ہیں پھر جب وہ بات غلط نکلتی ہے تو اپنے کاموں کے حرج کا اور طبیعت کے گرانبار ہونیکا افسوس ہوتا ہے۔

(۲۷۷) کسی چیز کو حضرت نے ایک خاص جگہ رکھا تھا اٹھانیوالے نے دوسری جگہ رکھدی۔ ڈھونڈھنے میں دقت ہوئی فرمایا میرے اصول میں سے ہے جو چیز جہاں سے اٹھائیے وہیں رکھیے لوگ کہتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر سختی کرتا ہے دیکھو یہ پریشانی ہوتی ہے گو تھوڑی ہی پریشانی ہو لیکن کیوں کسی مسلمان کو دوسرے کے فعل سے پریشانی ہو یہ کیا مشکل ہے کہ جو چیز جہاں سے اٹھاؤ وہیں رکھدو۔

۲۷ جمادی الاول ۳۴ھ یوم شنبہ

(۲۷۸) جھنجھانہ کا پہلی کا سفر تھا نماز فجر سے اسقدر قبل روانہ ہوگئے تھے کہ ۳ میل پر جاکر نماز فجر ادا کی۔ فرمایا کہ نماز فجر باہر چلکر پڑھنے سے وقت میں بہت برکت ہوجاتی ہے میرا معمول ہے کہ قبل فجر روانہ ہوتا ہوں ٹھنڈا وقت بھی ہوتا ہے۔ ورنہ فجر کے بعد چلنے میں مصافحہ اور ملنے ملانے میں بہت وقت یونہی گذر جاتا ہے کہیں کوئی چیز یاد آگئی اُسے لینے چلے گئے کہیں کوئی اور کام یاد آگیا۔

(۲۷۹) فرمایا کہ علماء کو اموال کے لینے میں بہت احتیاط چاہئے آجکل اسکی پروا نہیں کیجاتی اس باب میں بہت تسامح ہے۔ اسکا ضرر بہت زیادہ ہے دین کی سخت بے وقعتی اور ذلت ہوتی ہے۔ امرا کی طرف اگر خود التفات کیا جاوے خواہ کیسے ہی خلوص سے ہو لیکن اُن کو بھی

گمان ہوتا ہے کہ ان کی کچھ غرض ہے برخلاف غربا کے ان سے ذرا شیریں کلامی کیجاوے تو پانی پانی ہوجاتے ہیں نثار ہونے لگتے ہیں یا دین کی وقعت کے محفوظ رکھنے کیلئے میں امراء سے از خود کبھی تعلق نہیں پیدا کرتا۔ ہاں وہ خود ہی تعلق پیدا کرنا چاہیں تو ابا بھی نہیں کرتا حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جب امیر تمہارے پاس دین کی وجہ سے آیا تو وہ امیر نہیں رہا وہ نعم الامیر ہوگیا۔ دنیا دار سمجھکر اس سے ہرگز بے التفاتی نہیں کرنی چاہئے۔

(۲۸۰) فرمایا کہ۔ نئے آنیوالوں کے سامنے میں کبھی قصداً ابھی نفل بیٹھکر پڑھنے لگتا ہوں اور بچوں سے خوب ہنستا بولتا ہوں غرض ہر طرح بے تکلفی کے ساتھ اُن کے سامنے رہتا ہوں تاکہ اُنکو میرا کچا چٹھا معلوم ہوجاوے اور دہوکہ نہو اول ہی دن اپنے سب اترے پترے کھول دیتا ہوں یہ نہو کہ وہ تو کچھ سمجھکر مجھسے رجوع کرے اور بعد کو میں کچھ اور ثابت ہوں اسی واسطے قبل بیعت میں کچھ دن قیام کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ جو جو وسوسے عمر بھر میں آنیوالے ہوں وہ سب یکدم آجائیں اور ختم بھی ہوجائیں اُس کے بعد بیعت کا لطف بھی ہے ورنہ جب کوئی نئی بات دیکھتا نیا وسوسہ دل میں پیدا ہوتا عمر بھر یہی قصہ رہتا اور کبھی باہم مناسبت پیدا نہوتی اور بلا مناسبت کے کچھ نفع نہیں ہوسکتا اسی لئے میں سفر میں مرید کرنا پسند نہیں کرتا بیعت میں جلدی کرنا ہرگز مناسب نہیں میں تو کہدیتا ہوں کہ معاملہ کی بابت آپ میری طرف سے اطمینان کر لیجئے۔ میں آپ کی جانب سے اطمینان کرلوں میں آپکو کچھ تعلیم کردوں آپ اسپر کاربند ہوں اگر آپ کچھ نفع محسوس کریں تو مجھسے رجوع کریں ورنہ مجھکو چھوڑکر دوسری جگہ جائیں اسی طرح میں اپنا اطمینان کرلوں دیکھوں کہ آپ کام میں مشغول ہوگئے یا نہیں اگر میرا اطمینان ہوجائے تو خیر ورنہ میں آپکو جواب دیدوں دونوں طرف آزادی رہے دوسرے یہ بھی بات ہے کہ آجکل اصل چیز بیعت کو سمجھتے ہیں اور تعلیم کو اسقدر ضروری نہیں سمجھتے حالانکہ اصل چیز تعلیم ہے گو بیعت کے برکات کا میں منکر نہیں ہوں لیکن مدار نفع کا بیعت پر نہیں نفع کیلئے محبت اور اتباع کافی ہے لوگوں نے اسمیں اسقدر غلو کر رکھا ہے کہ اگر میں یوں کہدوں کہ تعلیم کچھ نہ کرونگا صرف بیعت کرلونگا تو ہزاروں مرید ہونے کیلئے تیار ہوجائیں اور اب میں کہتا ہوں کہ تعلیم کرنے کے لئے تیار ہوں اور یقین بھی دلاتا ہوں کہ نفع میں ذرہ برابر فرق نہوگا اور بیعت نہیں کرتا لیکن اسپر کوئی راضی نہیں ہوتا میں تو یہ دکھلانا چاہتا ہوں

ہ بلا بیعت کے بھی پورا پورا نفع حاصل ہو سکتا ہے چنانچہ اکثر ایسا ہوا کہ میں نے ذکر شغل بتلادیا
ور اسکو کرتے رہے یہانتک کہ میرے نزدیک وہ اس قابل ہو گئے کہ ان کو اجازت بیعت لینے
ں میں نے دی اُسوقت اُنھوں نے کہا کہ ابھی ہم تو خود بیعت ہوئے ہی نہیں چنانچہ اجازت میں نے
پہلے دی اور بیعت بعد کو کیا احقر نے خود ایک ایسے ہی صاحب اجازت کو دیکھا کہ وطن جاتے
قت بمقام کانپور حضرت نے اُنہیں بیعت کیا حالانکہ کئی ماہ پہلے اُن کو اجازت تعلیم و تلقین
ی دی جا چکی تھی۔ احقر نے اس فرمانے پر کہ میں نئے آنیوالوں کے سامنے قصداً بیٹھکر نفل پڑھتا
ہوں عرض کیا کہ یہ تو ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید کے خلاف ہے اس سے تو اُن کو دھوکہ ہو سکتا ہے
رمایا کہ اس سے مقصود اُن کے فہم کا امتحان لینا بھی ہوتا ہے وہ ترک مستحبات کو کیوں درویشی کے
لاف سمجھیں یہ ہرگز صحیح معیار نہیں البتہ جو پرانے ملنے والے ہیں اُن کے سامنے قصداً کھڑے ہو کر
فلیں پڑھتا ہوں تاکہ وہ لوگ خواہ مخواہ کم ہمتی نہ کریں خود بھی بیٹھکر ہی نوافل نہ پڑھنے لگیں یہ موقع
ہے ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید کا۔

(۲۸۱) بروایت مولوی محمد یحییٰ صاحب سیوہاری فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ
علیہ سے کسی نے مولود شریف کی بابت دریافت کیا۔ فرمایا کہ بھائی نہ اتنا بُرا ہے جتنا لوگ سمجھتے ہیں
ور نہ اتنا اچھا ہے جتنا لوگوں نے سمجھ رکھا ہے پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہ اسقدر جامع جواب
ہے کہ ایک رسالہ کا رسالہ اس کی شرح میں لکھا جا سکتا ہے لیکن یہ اسقدر گول جواب ہے کہ عوام نہیں
سمجھ سکتے ہر فریق اس جواب کو اپنی تائید میں پیش کر سکتا ہے حضرت مولانا کھلم کھلا کسی کو بُرا
نہیں کہتے تھے ایسے سوالات کے بہت نرم جواب دیتے تھے۔ البتہ حضرت مولانا گنگوہی بالکل صاف
صاف کہتے تھے ایک ہی دفعہ میں چاہے ٹھہرو یا جاؤ۔ لگی لپٹی نہیں رکھتے تھے۔ پہلے میں بھی
نرم جوابات کو پسند کرتا تھا لیکن اب تجربہ کے بعد مولانا گنگوہی کا طرز نافع ثابت ہوا نرم جواب
میں یہ مصلحت سمجھی جاتی ہے کہ مخاطب کو وحشت نہو اور وہ ہم میں آجائے حالانکہ یہ غلط ہے وہ ہم
میں نہیں آتے وہ تو اپنے اُسی خیال کی بناء پر ہم میں آئے ہیں تو یہ دراصل ہم میں آنا نہوا ہاں ہم ہی
کچھ اُدھر چلے گئے وہ ہم میں نہیں آئے پھر فرمایا کہ ایک صاحب سماع درویش حضرت مولانا محمد
قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف سنکر آئے حسب معمول مولانا نے نہایت عزت کیساتھ

اُن کو مہمان بنایا اور سب طالب علموں کو سمجھا دیا کہ خبردار کوئی گفتگو اُن کے طریقہ کے خلاف نہ کیجاوے کیونکہ مہمان کی دلشکنی نہیں چاہیے کسی نے اس واقعہ کی خبر حضرت مولانا گنگوہی کی خدمت میں کر دی حضرت مولانا نے فرمایا کہ بہت بُرا کیا بدعتی کا اکرام جائز ہی کہاں ہے. اُس شخص نے یہ اعتراض حضرت مولانا نانوتوی کے پاس پہونچا دیا فرمایا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافر مہمان تک کا اکرام فرمایا ہے اُس شخص نے اس جواب کو مولانا گنگوہی کی خدمت میں عرض کیا مولانا نے فرمایا کہ کافر کے اکرام میں غلط فہمی اور فساد کا احتمال نہیں بدعتی کے اکرام میں عوام کی غلط فہمی اور فساد عقیدہ کا اندیشہ ہے اس لئے ناجائز ہے اس جواب کو پھر اُس شخص نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی خدمت میں پہونچکر بیان کیا تو مولانا نے اُس کو ڈانٹ دیا کہ یہ کیا واہیات ہے اودہر کی اودہر اودہر کی ادہر لگاتے پھرتے ہو بیٹھو اپنا کام کرو پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مکہ معظمہ میں حضرت مولانا گنگوہی سے حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ فلاں جگہ مولود شریف ہے تم چلتے ہو. حضرت مولانا گنگوہی نے صاف انکار کر دیا کہ نہیں حضرت میں نہیں جاسکتا کیونکہ میں ہندوستان میں اسکو منع کیا کرتا ہوں لوگ سند پکڑیں گے حضرت حاجی صاحب کی شان دیکھئے فرمایا کہ جزاک اللہ میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہوتا جتنا کہ نہ جانے سے خوش ہوا اگر اور کوئی پیر ہوتا تو سمجھتا کہ مُریدی سے خارج ہو گئے اس سے حضرت حاجی صاحب کا مذاق معلوم ہوسکتا ہے کہ مولود میں نہ جانیکو پسند فرمایا گو پھر خود تشریف لیگئے اس قول و فعل سے دونوں فریق اپنا اپنا مدعا ثابت کرسکتے ہیں حضرت کا عجب رنگ تھا تصوف غالب تھا فرمایا کرتے تھے کہ ہر شخص مجکو اپنے رنگ کا سمجھتا ہے حالانکہ میرا کوئی رنگ نہیں میری مثال پانی کی سی ہے کہ جس رنگ کی بوتل میں بھر دیا جاوے اُسکا وہی رنگ معلوم ہوتا ہے سُرخ بوتل میں بھر دیا جاوے تو اُسکا رنگ سُرخ نظر آتا ہے اور سبز بوتل میں سبز دکھلائی دیتا ہے اور خود اُس کا دیکھو تو کوئی بھی رنگ نہیں اُس میں ایک اطلاق کی شان ہے احقر عرض کرتا ہے کہ اس مضمون پر کہ ہر شخص اپنے رنگ پر سمجھتا ہے ایک واقعہ یاد آگیا کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے ہمارے حضرت سے کسی نکاح وغیرہ کا مشورہ لیا تھا یا کچھ شکایت کی تھی کہ آپ نے دخل دیکر معاملہ کو خراب کر دیا اُس پر فرمایا کہ لوگ اپنے اپنے مذاق کے مطابق مجکو سمجھتے ہیں اور میرے اصلی مذاق کا کسی کو پتہ نہیں پھر فرمایا کہ میں تو اکثر اپنی حالت پر یہ شعر پڑھا

کرتا ہوں ؎

ہر کسے از ظنِ خود شد یارِ من — وز درونِ من نجست اسرارِ من

(۲۸۲) ایک مراد آباد کے ضعیف العمر صاحب یہاں پر جو وعظ المراد ہوا تھا اُس سے اسقدر متاثر ہوئے کہ بے تابانہ تھانہ بھون کھنچکر چلے آئے اور مستقل قیام کی نیت ظاہر کی حضرت نے مفصل طور پر بعد طویل جرح قدح کے یہ اچھی طرح اُن کے ذہن نشین کر دیا کہ درویشی کی حقیقت فقط سہولت طاعت و دوام ذکر ہے نہ بیخودی ہے جسکی خواہش اُن صاحب نے ظاہر کی تھی نہ کشف و کرامت نہ کیفیات و احوال۔ اور فرمایا کہ اگر یہاں قیام کا ارادہ ہے تو سمجھ لیجئے کہ میں شروع میں نہ ذکر شغل تعلیم کرونگا نہ اور کچھ بتلاؤنگا۔ بلکہ اول قرآن شریف صحیح کراؤنگا پھر بہشتی زیور کے سب مسائل پڑھنے کیلئے کہونگا تاکہ دین کے اوامر و نواہی سے واقفیت حاصل کر کے اُن پر عملدرآمد ہو کیونکہ اصل چیز یہی ہے اس سب کے بعد جتنا جتنا مناسب سمجھونگا ذکر شغل بھی تعلیم کروں گا۔ باقی رہی بیعت اسکا میں وعدہ نہیں کرتا نہ اپنے ذمہ لیتا ہوں اگر مناسبت پیدا ہوگی تو اس سے بھی انکار نہ ہوگا لیکن اپنی طرف سے آپکو اسبات پر آمادہ رہنا چاہیئے کہ عمر بھر بھی اگر میں بیعت نکروں تو آپ کو تقاضا کرنیکا حق نہوگا اور یہ میں یقین دلائے دیتا ہوں کہ نفع میں بیعت کو ذرا بھی دخل نہیں باقی کامیابی یہ حق تعالیٰ کے اختیار میں ہے طبیب صرف نسخہ تجویز کرسکتا ہے اُس کا استعمال مریض کے اختیار میں ہے اور صحت دینا حق تعالیٰ کے اختیار میں طبیب صحت کی میعاد معین نہیں کرسکتا البتہ اتنی امید ضرور دلائی جاسکتی ہے کہ مرض ظاہری میں کبھی مایوسی تک نوبت پہونچ جاتی ہے لیکن یہاں مایوسی ہرگز نہیں صحت یقینی ہے خواہ مرتے وقت ہی نصیب ہو ویسے حق تعالیٰ کا فضل ہے چاہے جلدی ہی ہوجاوے باقی اپنی طرف سے اس بات پر آمادہ رہنا چاہیئے کہ اگر مرتے وقت تک بھی کامیابی ہوجاوے تب بھی راضی ہیں اپنے یہاں کا کچا چٹھا میں نے آپ سے بیان کر دیا ہے اب آپ اپنی مصلحت دیکھ لیجئے اور بھی بہت بزرگ موجود ہیں وہاں جو آپ چاہتے ہیں وہ سب حاصل ہوسکتا ہے یعنی آپ کو جاتے ہی بیعت بھی کرلیں گے ذکر شغل بھی بتلادیں گے کیفیات بھی حاصل ہونے لگیں گی بہتر ہے آپ مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پور جا کر بیعت ہوجائیں وہ بڑے بزرگ صاحب نسبت شیخ ہیں۔ اسپر اُن صاحب نے

یہ مصرعہ پڑھا ع دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو + اسپر فرمایا کہ جناب شاعری کا موقعہ نہیں معاملہ کی گفتگو ہو رہی ہے صاف بات کہنی چاہیئے جس سے اعتقاد ہو اُس کے سامنے شعر نہیں پڑھا کرتے اور چونکہ آپ اصلاح کی غرض سے تشریف لائے ہیں اسلئے میری گستاخیاں معاف فرمائیگا اگر میں اُن باتوں پر جو میرے نزدیک خلاف ہیں آپ کو متنبہ نہ کروں تو یہ خیانت میں داخل ہے اس لئے میں یہ بھی کہے دیتا ہوں کہ ہر بات پر روک ٹوک کرونگا جو آپ کو ناگوار بھی ہوگا اسپر اُن صاحب نے فرمایا کہ نہیں مجکو ناگوار نہو گا فرمایا کہ یہ نہ فرمایئے ناگوار ضرور ہوتا ہی طبعی بات ہے ابھی آپ اسکا اندازہ نہیں کرسکتے جس طرح کی میں روک ٹوک کرتا ہوں وہ ضرور ناگوار ہوگی لیکن اگر اصلاح منظور ہو تو ناگواری ہو لیکن صبر کرنا چاہیئے سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ بولتے بہت ہیں جس بات کو آپ سے کچھ تعلق نہیں اُس میں بھی دخل دیتے ہیں آپ کو بالکل چپ بیٹھے رہنا ہوگا کوئی گفتگو آپ نکرسکیں گے بس جو میں کہا کروں اُس کو غور سے سنتے رہا کیجئے ہمہ تن گوش رہیئے زبان کو کام میں نہ لایئے دوسری بات یہ کہ جسکو انسان بزرگ سمجھے اور اُس کو شیخ بنانیکا قصد ہو اُس کے سامنے تسبیح لیکر نہیں بیٹھنا چاہیئے یہ ادب کے خلاف ہے یہ دعوی کی سی صورت ہے اور جب آپ نے اس قصد سے یہاں کا سفر کیا تھا تو ڈاڑھی کترا کر کیوں آئے اُنھوں نے عرض کیا کہ میری حالت بہت خراب ہی ہے میں فاسق فاجر تارک الصلوٰۃ سبھی کچھ تھا یہ بیداری محض حضور کا وعظ سُنکر پیدا ہوئی ہے فرمایا کہ پاجامہ کے پائینچے تو آپ آسانی سے کترا کر ٹخنوں سے اوپر کر سکتے تھے بہرحال میں نے آپ کی اصلاح شروع کردی ہے اُنہوں نے ان سب باتوں پر راضی ہو کر قیام کا ارادہ ظاہر کیا تو فرمایا کہ ابھی سوچ لیجئے اطمینان سے رات کو سب پہلوؤں پر غور فرما کر صبح جواب دیجئے گا کچھ جلدی نہیں ہے اسپر اُنہوں نے پھر یہی کہا کہ مجھے اب غور کی حاجت نہیں فرمایا کہ اس کہنے سے میرا یہ مطلب نہیں کہ آپ اپنے ارادہ کو بدل لئے بلکہ میں نے اپنی طرف سے آپ کو آزادی دیدی ہے تاکہ یہ خیال نہو کہ اب ارادہ ظاہر کرچکے ہیں اب کیا رائے بدلنے کی اطلاع کریں اگر رائے بدلے آپ بلا تکلف اور بلا حجاب اُس کو ظاہر کرسکتے ہیں مجکو مطلق اس کا خیال نہو گا۔ احقر عرض کرتا ہے کہ اول ملاقات کے وقت ہی ایک شعر سے ان صاحب نے ابتدا بہ کلام کیا تھا۔ اُسوقت حضرت خاموش رہے بعد کو بھی کبھی کبھی اشعار پڑھ دیتے تھے حضرت نے دریافت

فرمایا کہ آپ کے کھانے کا کفیل کون ہے انھوں نے عرض کیا کہ میرا لڑکا پھر یہ آیت پڑھی وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقہا اسپر فرمایا کہ آپنے میرے اس سوال کو لغو سمجھا حالانکہ یہ آپ ہی کی مصلحت کے لئے میں نے پوچھا تھا اور آیت جو پڑھی تو اسکا تو یہ مطلب ہوا کہ میرا اس آیت پر نعوذ باللہ اعتقاد نہیں یا میں اسکو سمجھا نہیں گویا میرا یہ سوال فضول سمجھا گیا اسپر انہوں نے معافی چاہی فرمایا کہ یہ نہایت بری رسم ہو گئی ہے کہ موقعہ بے موقعہ لوگ آیتیں حدیثیں پڑھ دیتے ہیں اب آپ ہی غور فرمائیے اس موقعہ پر اس آیت کے پڑھنے کے تو صاف یہی معنی ہیں کہ تمہارا سوال فضول ہے لوگ اسکو دینی تہذیب سمجھتے ہیں حالانکہ ایسے موقعوں پر ایسی آیتیں پڑھ دینا سخت بد تہذیبی کی بات ہے ہر چیز کا ایک موقعہ ہوا کرتا ہے ادھورے علم سے دعوی پیدا ہو جاتا ہے یہ سب گفتگو اُس مفصل گفتگو کے قبل کی ہے جو اوپر مذکور ہوئی پھر حاضری کی غرض معلوم کرنے کے بعد حضرت نے فرمایا کہ میں انشاء اللہ صاف صاف بلا تکلف بعد مغرب آپ سے عرض کردوں گا کہ میں کونسی خدمت کر سکتا ہوں. اور کونسی نہیں. جو خدمت میں کر سکتا ہوں اُس میں تواضع بھی نہ کروں گا. کیونکہ طالب سے انکسار کرنا یہ خداع ہے ناجائز ہے اگر کوئی شخص کوئی سودا خریدنے جاوے اور ہر دوکاندار کہدے کہ میرے یہاں نہیں ہے تو وہ بیچارہ یوں ہی رہا. ہاں غیر طالب سے قسم کھا کر بھی کہدے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں اس میں کچھ حرج نہیں اسی واسطے میں جو کچھ اپنا کچا چٹھا ہے سب بیان کر دیتا ہوں اور جو چیز میرے پاس ہے اسکی بابت تواضع بھی نہیں کرتا. آج کل بزرگی کے بھی جُدا معیار ہیں چنانچہ بعضے لوگ میرا حال معلوم کر کے چلے جاتے ہیں کہ یہاں وہ چیز نہیں ہے جس کے ہم طالب ہیں. بعد کو حضرت نے فرمایا کہ اول ملاقات میں ان کا شعر پڑھنا ناگوار نہیں ہوا کہ خیر یہ بھی ایک ادا ہے ان کے دل کی بھڑاس نکل جاوے لیکن جب موقعہ معاملات کی گفتگو کا آیا اُس وقت مجکو واقعی ناگوار ہوا احقر ناظرین سے بامید معافی عرض کرتا ہے کہ اس ملفوظ کے شروع میں اس واقعہ کی تفصیل لکھنے کا اس موقعہ پر قصد نہ تھا بعد کو اس سلسلہ میں لکھنا مناسب معلوم ہوا اس لئے ترتیب بالکل گڑبڑ ہو گئی. بہر حال گو ترتیب محفوظ نہ رہی لیکن فوائد بحمد اللہ محفوظ ہیں. بعد مغرب شروع میں جرح قدح ہوئی اُس کی کسی قدر تفصیل عرض کرتا ہوں حضرت نے دریافت فرمایا کہ آپ کس غرض سے تشریف لائے ہیں عرض کیا درویشی کی نیت سے. فرمایا درویشی

ایک گول لفظ ہے مختلف لوگ اس کے مختلف معنی سمجھتے ہیں آپ کے ذہن میں اس کے کیا معنی ہیں۔ انہوں نے کہا بیخودی۔ فرمایا کہ بیخودی تو خود مجھ میں بھی نہیں آپ دیکھتے ہیں میں ہنستا بولتا بھی ہوں ڈاک کا کام بھی کرتا ہوں گھر میں بھی جاتا ہوں جب یہ چیز خود مجھ میں ہی نہیں تو آپ کو کس طرح دے سکتا ہوں۔ پھر انھوں نے کہا کہ اگر بیخودی نہو تو اتباع سنت اسپر حضرت نے ترش لہجہ میں فرمایا کہ آپ نے اتباع سنت کو دوسرے درجہ میں سمجھا اور آپکے نزدیک اصل چیز تو بیخودی ہے اور اگر بیخودی نہو تو خیر مجبوری درجہ کو اتباع سنت ہی سہی گویا آپ نے اتباع سنت کو ایک گری پڑی چیز سمجھا اسپر اُن صاحب نے اپنے جہل کا اقرار کیا حضرت نے فرمایا یہ مجکو واقعی ناگوار ہوا پھر فرمایا کہ اتباع سنت کے لئے میری کتابیں موجود ہیں اُن کو پڑھئے اور اُن پر عمل کیجئے اس کے لئے یہاں آنیکی اور یہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے اسپر وہ صاحب چپ ہو کر حیرت میں مبتلا ہو گئے کہ کیا کہوں حضرت نے فرمایا کہ مجھے ان سوالات سے محض جرح قدح مقصود نہیں بلکہ میں قبل گفتگو کے آپ کے خیالات کا اندازہ کرنا چاہتا ہوں آپ یہ بتلایئے کہ جسوقت آپ مراد آباد سے روانہ ہوئے ہیں اُسوقت آپ کے ذہن میں اس سفر کا کیا مقصود تھا انہوں نے عرض کیا کہ میں کچھ نہیں بتلا سکتا حضرت نے فرمایا کہ بس آپ کو میرے سوال کے جواب میں اول ہی یہ کہنا چاہیئے تھا کہ صاحب مجکو نہیں معلوم لیکن میں دیکھتا ہوں کہ ایک فرقہ صلحاء کا ایک خاص کام میں مشغول ہے جس کو عام مسلمانوں سے امتیاز حاصل ہے اب میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ انکا کیا مقصود ہے مجکو اسکی حقیقت نہیں معلوم اگر آپ یہ سوال کرتے تو میں اس کی حقیقت بتلاتا لیکن آپ اپنی طرف سے گھڑ گھڑ کر خود ہی حقیقت بتلانے لگے کبھی کہدیا کہ بیخودی چاہیئے کبھی کہدیا اتباع سنت چاہیئے میں امتحان تو لیتا ہوں لیکن سختی نہیں کرتا اگر سوال کا جواب نہ آوے کہدے کہ میں نہیں جانتا پھر میں خود اُسکو بتلا دوں اب آپ مجھسے یہ سوال کریں تو میں اسکی حقیقت بیان کردوں خواہ مخواہ مجھے تنگ کرنا مقصود نہیں بھلا مجکو ایک مسلمان کے تنگ کرنے سے کیا نفع آپ ہی کی مصلحت سے میں نے یہ سوالات کئے تھے چنانچہ اُن صاحب کے سوال کرنے پر حضرت نے فرمایا کہ درویشی کی حقیقت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ دل کو ایک لگاؤ پیدا ہو جاوے اور اُس کی ایسی لو لگ جائے جس سے طاعت میں سہولت ہو اور ہر دم اُس کی یاد رہنے لگے جیسے محبوب کے ہر حکم کی تعمیل آسان

ہوجاتی ہے اور اس کی یاد ہر وقت دل میں بسی رہتی ہے۔ درویشی کی حقیقت ایک نسبت مع اللہ ہے جس کا طریق سہولت طاعت اور دوام ذکر ہے اس کے بعد کی مفصل گفتگو شروع میں عرض کر چکا ہوں۔ بعد فراغت کے فرمایا کہ میں آپکی خوش فہمی سے خوش ہوا۔ یہ صدق طلب کی برکت ہے۔ احقر سے فرمایا کہ اگر میں اتنے سوالات نہ کرتا تو میرے جواب کی انکو اتنی قدر نہ ہوتی جتنی کہ اب ہوئی آگے اگر یہ اب ٹھہرے تو پوری طرح ٹھہریں گے۔ لوگ بیعت کر لینے کو نفع سمجھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ حق بات کانوں میں پہونچ جاوے چاہے مرید ایک بھی نہ ہو۔ مرید کرنے کو میں نفع نہیں سمجھتا اصل نفع حق بات کا کانوں میں پہونچا دینا ہے۔ مرید کرنا میں اپنے ذمہ واجب نہیں سمجھتا ہاں تعلیم کرنا ہر مسلمان کا حق ہے۔ اور گو یہ کہنا ہے تو بڑی بات لیکن تحدثاً بالنعمۃ کہتا ہوں کہ الحمد للہ میں ایک جلسہ ہی میں خدا تک پہونچا دیتا ہوں۔ راستہ و مقصود بتلا دینا خدا ہی سے ملا دینا ہے۔ گھر تشریف لئے جا رہے تھے راستہ پر دور ایک چراغ جل رہا تھا۔ فرمایا کہ یہ دکھلا دینا کہ دیکھو وہ چراغ جل رہا ہی چراغ ہی تک پہونچا دینا ہے راستہ پر پڑ جانا بھی بڑی دولت ہے۔ پھر تو صرف راستہ کا قطع کرنا رہجاتا ہے جو کچھ بھی مشکل نہیں۔ چلتے رہیں گے تو ایک دن انشاء اللہ منزل مقصود پر پہونچنا نصیب ہو ہی جائیگا۔

(۲۸۳) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے معتقد تھے۔ اور حضرت شیخ محی الدین ابن عربی پر ترجیح دیتے تھے مگر احتمال کے عنوان اور ادب کے پیرائے میں فرماتے تھے کہ ممکن ہے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا نزول حضرت شیخ اکبر سے اکمل ہو اور یہ سبکو معلوم ہے کہ عروج افضل ہے یا نزول۔

(۲۸۴) فرمایا کہ حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک سب وشتم کرنے والے معترض کا کوئی رسالہ کسی نے خریدا تھا اس نے امام صاحب کو خواب میں دیکھا کہ ایک سور کو رسی میں باندھے لئے ہوئے ہیں دریافت پر فرمایا کہ یہ میرا فلاں معترض ہے۔ حق تعالیٰ نے اس کو یہاں پر اس شکل میں میرے سپرد کر دیا ہے اور اس پر مجھکو اختیار دیدیا ہے کہ جب تک چاہوں اس کو اسی حالت میں رہنے دوں۔ اور جب چاہوں معاف کر کے اس کی مغفرت کی درخواست کروں۔

(۲۸۵) فرمایا کہ جب تک پوری طرح مناسبت نہ ہو جاوے بیعت نہ کرنا چاہیئے جب پوری طرح

راہ پر پڑ جاوے تب چاہیئے۔ آجکل پیروں کو بھی چاہیئے کہ فوراً مرید نہ کرلیا کریں۔ ورنہ مرید ہونیکے بعد پھر بےفکر ہو جاتے ہیں۔ اور مرید ہونے کے لالچ میں تو کسی قدر اپنی اصلاح کی فکر میں مشغول بھی رہتے ہیں۔ تاکہ جلدی مقصود حاصل ہو جاوے۔ یہ اکثری ہے اور شیخ مبصر بعض مواقع کو اس سے مستثنیٰ بھی کر سکتا ہے۔

(۲۸۶) فرمایا کہ پہلے زمانہ کے بادشاہ بھی دیندار ہوتے تھے۔ میں نے اپنے بعض اساتذہ سے سنا ہے کہ شاہجہاں جب اول بار تخت طاؤس پر بیٹھا تو سعد اللہ خاں (وزیر) نے اپنی آستین میں چھرا چھپا کر رکھ لیا۔ بادشاہ کی نظر پڑ گئی۔ تخت پر بیٹھ کر سجدہ کیا اور حق تعالےٰ کے سامنے اپنی بندگی کا اس طرح اقرار کیا کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھکو یہ تخت عنایت فرمایا جس کی قیمت فرعون کی سلطنت بھر کی قیمت سے بھی زیادہ ہے لیکن فرعون نے تو اس سلطنت پر خدائی کا دعویٰ کیا تھا۔ میں تیری بندگی کا اقرار کرتا ہوں۔ پھر سعد اللہ خاں کو قریب بلا کر پوچھا کہ یہ خنجر آستین میں کیوں چھپا رکھا ہے اس نے عرض کیا کہ مجھے اندیشہ تھا کہ تخت پر بیٹھکر کہیں آپ کا دماغ خراب نہ ہو جائے میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اگر کوئی کلمہ تکبر کا آپ کی زبان سے نکلا تو وہیں آپ کا کام تمام کر دونگا تاکہ آپ کے ایمان میں فرق آنے سے پہلے آپ کا خاتمہ کر دوں اور آپ کو دوزخ کے عذاب سے بچالوں۔ گو خود اس کے عوض مجھکو جہنم کی آگ میں کچھ روز جلنا پڑے میں یہ نہیں چاہتا تھا کہ میرا آقا بے ایمان ہو کر مرے اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جلے۔ گو بلا سے مجھے کچھ دن عذاب بھگتنا پڑے اس پر شاہجہاں بہت خوش ہوا۔ اور بہت کچھ انعام اکرام دیا۔ پھر فرمایا کہ شاہجہاں کی مہر میں نے دیکھی ہے چاروں طرف اللہ کے نام یا فتاح یا رحمٰن وغیرہ کندہ ہیں۔ پھر فرمایا کہ امراء کو زیادہ شکر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اُنپر حق تعالیٰ کی بہت نعمتیں ہیں۔ اور ایک نعمت غرباء پر ہے کہ خدا نے موانع سے بچا رکھا ہے کیونکہ اکثر امراء نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں۔ اور غفلت میں مبتلا ہو جاتے ہیں غرباء پر یہ ایک فضل ہے کہ انکو موانع سے علیحدہ رکھا احقر نے بیساختہ عرض کیا کہ ہم تو غریب ہی ہوتے تو اچھا تھا۔ فوراً فرمایا کہ جی نہیں خدا نہ کرے توبہ کیجئے نعمت ہے حق تعالیٰ کی جس کو جس حالت میں حق تعالیٰ رکھے۔ وہی اس کے لئے بہتر ہے یہانتک کہ بعض امیروں کو اگر غریب کر دیتا تو اس کا ایمان سلامت رہنا مشکل ہو جاتا۔ اسی طرح بعض غریب کو امیر کر دیتا تو اسکا ایمان پر رہنا دشوار تھا

ع او مصلحت تو از تو بہتر داند + غربائے سے محبت رکھئے تو انشاء اللہ غرباہی کے درجات نصیب ہوجائیں گے پھر کسی تذکرہ پر فرمایا کہ ایسی دعا، تو نہیں کرنی چاہیئے کہ مجھکو دس لاکھ روپیہ کی آمدنی ہوجائے یا میں بادشاہ ہوجاؤں لیکن تکلیف کی برداشت مشکل ہے۔ اس سے تو ضرور پناہ مانگنا چاہیئے عافیت بڑی نعمت ہے۔ اس سے دین میں مدد ملتی ہے باقی زیادہ تمول تو بھلاہی دیتا ہے عذاب ہے ہر وقت ہزاروں فکریں پھر بدون عافیت ہیچ۔ ایک نواب لکھنؤ کے تھے ان کا معدہ ایسا ضعیف ہوگیا تھا کہ ململ میں قیمہ رکھکر چوسا کرتے تھے۔ وہ بھی ہضم نہیں ہوتا تھا۔ کنارے نہر کے مکان تھا ایک لکڑہارے کو دیکھا سر پر سے لکڑیوں کا گٹھا اتار الیسنیہ پونچھا۔ گرمی کے دن تھے منہ ہاتھ دھوئے دو روٹ نکالے اور پیاز سے کھائے پھر وہیں پڑکر سو رہا۔ انھیں حضرت کو نیند بھی نہیں آتی تھی۔ اس کو دیکھکر وہ اپنے مصاحبوں سے کہتے تھے کہ میں دل سے راضی ہوں کہ اگر میری یہ حالت ہوجائے تو اُسکے عوض میں اپنی ساری نوابی اور ریاست دینے کے لئے تیار رہوں ان کے پاس سب کچھ تھا ان کے کتے تک سب کچھ کھاتے تھے لیکن ان کو میسر نہیں تھا ایسی دولت جو اپنے کام نہ آوے سوائے اس کے کہ حمالی ہے اور کیا ہی ہاں اگر اللہ تعالیٰ بدون انہماک کے دے تو ہر حال میں پھر وہ نعمت ہے اس کا حق ادا کرے۔

(۲۸۷) ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور کا تو ہر کام عبادت ہے سونا بھی عبادت ہے فرمایا کہ جی عبادت تو کہاں ہاں سونے میں اتنا تو ہے کہ گناہوں سے حفاظت رہتی ہے

(۲۸۸) ایک عزیز کے یہاں حضرت مہمان ہوکر تشریف لیگئے تھے۔ ایک صاحب راستہ سے وعظ کے شوق میں ہمراہ ہوئے تھے۔ کھانے کے وقت وہ صاحب باہر جانے کے لئے چلے تو فرمایا کہ جی بے تکلفی کی جگہ ہے یہیں کھانا کھا لیجئے۔ اور جہاں موقعہ نہ کھانے کا ہوتا ہے میں خود کہہ دیتا ہوں ڈھاکہ میں ادھر اُدھر سے اہل علم میرے ملنے کے لئے آئے تھے۔ میں نے اُن سے کہدیا کہ آپ اپنے کھانے کا علیحدہ انتظام کر لیجئے۔ کیونکہ آپ مدعو نہیں ہیں۔ نواب صاحب کو معلوم ہوگیا انھوں نے باصرار ان کو بھی مدعو کیا۔ ان لوگوں نے مجھ سے پوچھا میں نے کہا کہ ہاں اب قبول کرلو اب عزت سے کھاؤگے پہلے ذلت سے کھاتے۔

(۲۸۹) فرمایا کہ عالم اور جاہل کے چہروں میں فرق معلوم ہوجاتا ہے۔ بھاگل پور کے ایک جلسہ کے شریک کہتے تھے کہ مولوی انور شاہ صاحب کو دیکھکر ایک ہندو پنڈت نے آکر کہا کہ اس جلسہ میں

یہ شخص سب سے بڑا عالم معلوم ہوتا ہے۔

(۲۹۰) ایک چھوٹے سے لڑکے کو لڈوؤں کا اسقدر شوق ہوگیا تھا کہ ہر گفتگو کے بعد بے سبب مصرعہ کے طور پر لڈو کا نام ضرور لے دیتا تھا۔ جس سے سب لوگ ہنسنے لگتے تھے وہ لڑکا سب کے لئے تماشا ہوگیا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ جیسے لڈو اس کو نہیں بھولتا اسی طرح اگر اللہ کی یاد میں رہنے لگے تو کیا کہنے ہیں۔ عرض کیا گیا کہ دنیاوی چیزوں سے بہت جلد ایسا گہرا تعلق پیدا ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا تعلق غالباً اس لئے جلدی پیدا نہیں ہوتا۔ کہ اس کو دیکھا نہیں فرمایا کہ اصل سبب ذہول کا تو یہی ہے۔ کہ دیکھا نہیں ہے لیکن اگر مزاولت کرے اور مشق کرے تو ہوجاتا ہے۔ اس لڑکے کی پیاری پیاری باتوں سے حضرت بہت مسرور ہوتے۔ تھے لڈو شاہ اس کا نام رکھدیا۔ فرمایا کہ میں کہا کرتا ہوں کہ طب کی کتابوں میں جہاں اور مفرحات قلب لکھے ہیں وہاں بچوں کو نہیں لکھا میں جانتا ہوں کہ سب سے زیادہ مفرح قلب بچے ہوتے ہیں۔

(۲۹۱) فرمایا کہ دوسرے سے جو شخص عداوت کرتا ہے دراصل اپنے ساتھ عداوت کرتا ہے دوسرے کا فعل جو ناگوار ہوا تو اکثر خود اپنی کوئی صفت ہوتی ہے مثلاً تکبر جس کی وجہ سے وہ ناگواری ہوتی ہے سبب دراصل اپنے اندر ہے دوسرے میں اس کا ظہور ہو رہا ہے۔

(۲۹۲) اسی لڑکے لڈو شاہ کی حرکتیں سب کو مشغول کئے ہوئے تھیں اور ہر شخص اسکی خاطر کرتا تھا فرمایا کہ دیکھئے ایک بچہ نے سب کو اپنی طرف مشغول کر رکھا ہے پھر یہ شعر پڑھے ؎

طفل تا گیرا و تا پویا نبود　　مرکبش جز گردن بابا نبود
چوں فضولی کرد دست و پا نمود　　(ایک مصرعہ یاد نہیں)

ایسے ہی کوئی حق تعالیٰ کے سپرد اپنے آپ کو کردے تو اس کی یوں ہی کفالت ہوتی ہے

(۲۹۳) فرمایا کہ اگر کسی سے مٹی یا آٹے کی صورتیں بنوائی جائیں تو پانچو بھی مختلف صورتیں نہیں بنا سکتا۔ حق تعالیٰ نے کروڑوں صورتیں پیدا فرمادیں اور سب ایک دوسرے سے مختلف اگر دو شخصوں کی ایک سی صورت ہو تو کہتے ہیں کہ کیا قدرت ہے حالانکہ اس میں زیادہ قدرت ہے کہ ہر صورت دوسرے سے مختلف ہے اسی طرح آواز میں بھی فرق ہے گو حنجرہ ایک حلق ایک لیکن آواز مختلف اسی طرح آنکھ ناک کان سب کے موجود لیکن شکلیں مختلف اور یہ نسبت ہاتھ پاؤں کے یہ تفاوت

چہرہ میں زیادہ نمایاں ہوتا ہے حتیٰ کہ اکثر بے چہرہ دیکھے ہاتھ پیروں سے نہیں پہچانا جاسکتا گو وہ بھی مختلف ہوتے ہیں۔

(۲۹۴) فرمایا کہ میں دیہات میں جو وعظ کہتا ہوں تو بالکل سہل اور نہایت آسان اور شہروں میں اس طرح نہیں کہتا بلکہ قدرے عقلیات کے رنگ میں کہتا ہوں کیونکہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شریعت کے مضامین مدلل نہیں ہیں، علما خواہ مخواہ منوانا چاہتے ہیں خصوص جہاں نئی تعلیم کے لوگ ہوتے ہیں وہاں خوب جوش ہوتا ہے جی چاہتا ہے کہ خوب مدلل طور سے بیان ہو تاکہ یہ لوگ شریعت کو معمولی نہ سمجھیں۔

(۲۹۵) استفسار پر فرمایا کہ کسی قبر پر فاتحہ پڑھنے میں چند صورتیں جن کی خاص فضیلتیں آئی ہیں اُن کو پڑھتا ہوں مثلاً الحمد شریف۔ قل ھو اللہ (اکثر ۱۲ مرتبہ کیونکہ ایک روایت میں بارہ مرتبہ پڑھنے کی خاص فضیلت آئی ہے) الھکم التکاثر۔ اذا زلزلت۔ سورہ ملک۔ سورہ یٰسین قل یا ایھا الکافرون۔ قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس۔ فرمایا کہ قبلہ کی طرف پشت کر کے فاتحہ پڑھنا چاہیئے تاکہ مردہ کا مواجہ ہو۔

(۲۹۶) ایک ٹوٹی عمارت کو دیکھ کر فرمایا کہ دنیا کا عجب انقلاب ہے۔ بالخصوص عمارت بنانے کے وقت تو مجھے انقلاب بہت ہی مستحضر ہو جاتا ہے پھر فرمایا کہ عمارت میں مشغولی بھی بہت ہوتی ہے۔ روپیہ بھی بہت صرف ہوتا ہے اور بہت دن تک سلسلہ جاری رہتا ہے دماغ بھی صرف ہوتا ہے

(۲۹۷) ایک صاحب نے دریافت کیا کہ کئی مردوں کو ثواب بخشا جاوے تو تقسیم ہو کر پہونچتا ہے یا برابر برابر۔ فرمایا دونوں قول ہیں۔ چونکہ یہ مسئلہ عملی نہ تھا محض واقعہ تھا جسکی تحقیق پر کوئی امر دینی موقوف نہ تھا اس لئے نصوص میں اس کا فیصلہ نہیں کیا گیا۔ اور قیاس اسمیں چلتا نہیں اسلئے کوئی حکم نہیں لگایا جاسکتا۔ میں روزانہ جو کچھ پڑھتا ہوں اس کا ثواب تو سب کو بخشدیتا ہوں اور اگر کسی خاص جگہ پر کچھ پڑھتا ہوں تو وہاں کے مردوں کو یا کسی خاص مردہ کو بخشتا ہوں جیسا اس وقت موقعہ ہوا۔

(۲۹۸) فرمایا کہ اچھے پڑوس سے بھی مردہ کو نفع ہوتا ہے۔ صالحین کے جوار میں دفن ہونے سے نفع ہوتا ہے۔

(۲۹۹) قیام جھنجھانہ میں بغرض فاتحہ حضرت میانجی صاحب قدس سرہ العزیز کے مزار شریف پر تشریف لیگئے پیشتر حضرت امام صاحب سید شاہ محمود صاحب کے مزار شریف پر حاضر ہوئے فرمایا کہ میرا معمول ہے کہ پہلے امام صاحب کے یہاں حاضر ہوتا ہوں پھر حضرت میانجی نور محمد صاحب قدس سرہ العزیز کے مزار شریف پر اطمینان سے بیٹھکر فاتحہ وغیرہ پڑھتا ہوں کیونکہ اگر حضرت میانجی صاحب ہوتے تو وہ بھی حضرت امام صاحب کا ادب فرماتے۔ فاتحہ سے فراغت کے بعد فرمایا کہ سید امام صاحب کے یہاں عظمت و جلال محسوس ہوتا ہے اور حضرت میانجی صاحب کے یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے میزبان کے یہاں کوئی خاص مہمان جاوے اور میزبان اپنا گھر بار سب مہمان کے سپرد کردے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے اپنے ٹھکانے آگئے۔ ایک سکون کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ داہنے پہلو پر ملی ہوئی ایک پختہ قبر ہے اس کے سرہانے رومال بچھاکر اور اس پر بیٹھکر حضرت فاتحہ پڑھتے ہیں۔ اور کچھ دیر تک مراقب رہتے ہیں دو دن جھنجھانہ میں قیام رہا دونوں روز بعد عصر مزار شریف پر حاضر ہوئے۔

(۳۰۰) فرمایا کہ انبیا کی عبادات بھی حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کے درجہ تک نہیں ہوتیں گو وہ خود نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہیں پھر یہ شعر پڑھا ؂

آسماں نسبت بعرش آمد فرود　　　　گرچہ بس عالیست پیش خاک تود

یعنی آسمان گو تودۂ خاک کے مقابلہ میں تو نہایت رفیع ہے لیکن عرش کے سامنے تو اس کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔

(۳۰۱) فرمایا کہ قبر کے نشان کے لئے صرف ایک سادی سل پتھر کی سرہانے کھڑی کردے بس اتنی علامت کافی ہے۔

۲۸ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ یکشنبہ

(۳۰۲) فرمایا کہ جنت میں یہاں کی فطرت نہیں رہیگی۔ اعمال کے اعتبار سے آثار و خواص طبیعت کے ہو جاویں گے۔

(۳۰۳) وعظ میں لاموجود الا اللہ کی توضیح میں مثالاً فرمایا تھا کہ جیسے مضراب مارنے سے باجہ میں خود بخود آواز پیدا ہوتی ہے اسی طرح سالک اپنے تمام افعال کو حق تعالیٰ کے تصرف کا نتیجہ جانے گا

دیکھنے لگتا ہے یوں بھی فرمایا تھا کہ ذوقی امور میں مثالوں سے سمجھ میں نہیں آسکتے لیکن اور کیا کرسکتا ہوں سوائے اسکے کہ کچھ مثالیں پیش کردوں بعد وعظ بسلسلہ گفتگو فرمایا کہ ذوقی امور کے بیان کرتے وقت عبارت کیسی تنگ ہوجاتی ہے۔ توحید کے متعلق بیان کرنا چاہتا تھا لیکن عبارت تنگ ہوہوجاتی تھی زبان رکنے لگتی تھی۔ پھر باجہ کی مثال کے ذکر پر فرمایا کہ میں نے یہ مراقبہ ایک صاحب کے لئے تجویز کیا تھا۔ کہ جس وقت قرآن پڑھا کرو۔ تو یہ تصور کیا کرو کہ گویا حق تعالیٰ مضراب مار رہا ہے۔ اور باجہ کی طرح خودبخود آواز مجھ سے پیدا ہورہی ہے۔ اس سے انکو بہت نفع ہوا بہت جلد یہ تصور جم گیا مناسبت کی بات ہے پھر فرمایا کہ میں اشتغال خود ایجاد کرلیتا ہوں جیسی اس کی استعداد دیکھی اس مثال کے مناسب احقر کو حضرت کا ایک اور ارشاد یاد آیا کانپور میں ایک بہت زور شور کا وعظ ہوا تھا بعد وعظ بسلسلہ گفتگو احقر نے عرض کیا کہ اور لوگ تو وعظ سن رہے تھے اور احقر لوگوں کو تک رہا تھا کہ کس پر کیسا اثر ہورہا ہے اس پر حضرت نے فرمایا کہ آپکے اس کہنے سے ایک بہت اچھی مثال میرے ذہن میں آئی کہ اسی طرح کاملین جو مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ تو اسی حیثیت سے ہوتے ہیں جس حیثیت سے کہ آپ وعظ سننے والوں کی طرف متوجہ تھے۔ آپ اس نظر سے انکو دیکھ رہے تھے کہ ایک شخص کے فعل کا کس کس پر کیا کیا تصرف ہورہا ہے۔ اسی طرح کاملین مخلوق کو اس نظر سے دیکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا تصرف کس کس پر کیا کیا ہورہا ہے۔

(۳۰۴) ایک وکیل صاحب کے صاحبزادہ سے مزاحاً حضرت پوچھ رہے تھے کہ وکیل ہونا چاہتے ہو عالم ہونا چاہتے ہو سب کے جواب میں وہ نہیں کردیتا تھا پھر پوچھا کہ پھر اور کیا ہونا چاہتے ہو اس نے جواب دیا کہ آدمی۔ بہت خوش ہوئے کہ ہاں بھائی ٹھیک تو ہے ۔

زاہد شدی شیخ شدی دانشمند　　　این جملہ شدی ولیکن انساں نہ شدی

(۳۰۵) بسلسلہ گفتگو فرمایا کہ شروع شروع میں بمقام کانپور جب میری عمر کوئی ۲۰ برس کی ہوگی ایک وکیل صاحب نے میرا بیان سنکر کہا کہ یہ شخص ملانوں میں کہاں جا پھنسا۔ یہ تو وکالت کا امتحان پاس کرتا تو اس کا کوئی نظیر نہ ہوتا۔ ایکبار الہ آباد میں اسی واقعہ کو بیان فرماکر اور دیگر مؤیدات کا ذکر کرکے فرمایا کہ میرا مقصود ان واقعات سے یہ ہے کہ اگر ہم لوگ ملانے دنیا کمانے پر آجائیں تو آپ لوگوں سے اچھی کماکر دکھلادیں۔ لیکن باوجود اس قدرت کے پھر قدر ضروری پر راضی رہکر

خدمت دین میں مشغول ہیں۔ وعظ میں اس بات کا ذکر فرمارہے تھے کہ ہم لوگوں کو پست ہمت اھدیوں کی پلٹن۔ کم حوصلہ۔ ترقی کے دشمن نہ معلوم کیا کیا خطاب دئے جاتے حالانکہ اگر آپ کا کوئی نوکر جسکو آپ صرف پانچ روپیہ ماہوار دیتے ہوں دوسرے شخص کے بیس روپے ماہوار پر لات مارکر کہدے کہ میں اپنے آقا کو نہ چھوڑونگا تو میں قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ کیا اس کو یہی خطاب دیجئے گا کہ بڑا پست ہمت کم حوصلہ شخص ہے۔ کہ ترقی کو چھوڑتا ہے یا یہ کہئے گا کہ سبحان اللہ کیسا عالی حوصلہ اور بلند نظر شخص ہے کہ اپنے آقا کی وفاداری میں بیس روپے پر لات ماردی۔ اور اپنے آقا کے پانچ روپیہ پر قناعت کی۔ اسی طرح اگر ہم لوگ باوجود اس کے کہ اگر دنیا کمانے پر آجائیں تو آپ لوگوں سے اچھی کما کر دکھادیں پھر بھی اپنے آقا یعنی حق تعالیٰ کی وفاداری کو نہیں چھوڑتے۔ اور خدمت دین میں مشغول ہیں۔ اور اپنے انھیں سوکھے ٹکڑوں پر راضی ہیں تو ہم کو پست ہمت اور کم حوصلہ کیوں کہا جاتا ہے۔ انھیں وکیل صاحب مذکور نے بعد اس وعظ کے جو حال ہی میں بمقام کانپور ہوا تھا حضرت سے عرض کیا کہ دوران وعظ میں میں تو یہ شعر پڑھ رہا تھا ؎

تو مکمل از کمال کیستی   تو منور از جمال کیستی

وکیل صاحب کے تشریف لیجانے کے بعد فرمایا کہ اس شعر کا جواب اس وقت میرے ذہن میں آیا تھا لیکن میں نے کہا کہ میں کیوں کمال اور جمال کا دعویٰ کروں اسلئے خاموش رہا وہ جواب یہ تھا ؎

من مکمل از کمال جاجیم   من منور از جمال حاجیم

(۳۰۶) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت سے واپسی کے بعد ایک سال کے قریب میں نے وعظ نہیں کہا۔ لوگ بہت اصرار کرتے تھے لیکن مجھے سخت تکلیف ہوتی تھی کہ ایسے خراب شخص سے کیوں وعظ کیلئے کہتے ہیں۔ ایک مرتبہ بہت اصرار کیا تو میں رونے لگا پھر مجبور نہیں کیا ایک مولوی صاحب نے جو کہ شاہ صاحب بھی کہلاتے ہیں میرے ترک وعظ کا جو حال سنا تو انھوں نے اپنی طرف سے خواہ مخواہ لوگوں سے یہ کہا کہ اب یہ جسوقت وعظ کہنا شروع کریگا تم دیکھنا کہ سب سے پہلے ممبر پر بیٹھکر یہ اناالحق کہیگا۔ مگر الحمدللہ کہ میں نے تو ہمیشہ انا العبد ہی کہا الحمدللہ۔

(۳۰۷) فرمایا کہ کلام مجید میں عورتوں کے مکر کے عظیم ہونے کا ذکر ہے۔ ان کیدکن عظیم۔ اور حدیث شریف میں ان کو ناقص العقل فرمایا گیا ہے اس مجموعہ سے معلوم ہوا کہ مکر اور حیلہ کا عقل سے

تعلق نہیں چالاکی اور عیاری جہل سے ہوتی ہے کسی نے عورتوں کی چالاکی و ہوشیاری کا ذکر کر کے یہ شبہ کیا تھا کہ حدیث شریف میں تو ان کو ناقصات العقل فرمایا گیا ہے اسپر مذکورہ بالا ارشاد فرمایا۔ پھر فرمایا کہ عورتوں میں دو صفت تو ایسی ہیں کہ مردوں سے بھی بڑھی ہوئی۔ خدمت گذاری اور عفت۔ عفت تو اس درجہ ہے کہ مرد چاہے افعال سے پاک ہوں لیکن وسوسوں سے شاید کوئی بھی خالی ہو اور شریف عورتوں میں سے اگر ننانوے کو لیا جاوے تو شاید ننانوے ایسی نکلیں گی کہ وسوسہ تک بھی اُن کو عمر بھر نہ آیا ہو اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں المحصنات الغافلات۔

(۳۰۸) ایک بیمار صاحب نے بار بار اپنی سخت مجبوری نماز سے ظاہر کی کہا کہ کپڑے ناپاک رہتے ہیں فرمایا کہ کچھ حرج نہیں ناپاک کپڑوں ہی سے نماز ہو جاتی ہے۔ اگر پاک کرنے میں زیادہ زحمت مریض کو ہو۔ کہا کہ حرکت نہیں ہوتی فرمایا کہ اشارہ سے لیٹے لیٹے پڑھو کہا کہ زبان سے الفاظ نہیں نکلتے فرمایا کہ کچھ حرج نہیں دل ہی دل میں کہہ لیا کرو۔ نماز کسی حال میں معاف نہیں اس کی بڑی سخت تاکید ہے یہاں تک کہ اگر سمندر میں ڈوب رہا ہو اور نماز کا وقت ہو گیا ہو تو نیت باندھکر ڈوب جاوے لیکن جہاں اسقدر تاکید ہے وہاں سہولت بھی بے انتہا رکھی گئی ہے ان باتوں سے بھی اُن مریض صاحب کی تسلی نہوئی اور وہ یہی کہتے رہے کہ نماز ایسی حالت میں کیسے ہو سکتی ہے۔ فرمایا کہ یہ رائے کی خرابی ہے یوں سمجھتے ہیں کہ اس طرح نماز ناقص ہوگی۔ حالانکہ حق تعالیٰ کے حقوق اس قدر ہیں کہ اُن کے سامنے ہماری نماز کامل کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ اگر کپڑے پاک صاف ہوں وضو وغیرہ سب باقاعدہ ہو خشوع خضوع ہو تو نماز بڑی کامل ہوگی۔ میں کہتا ہوں کہ عظمت حق کے اعتبار سے وہ بھی ناقص ہی ہوگی پھر جب ہر حال میں ناقص ہی ہوئی تو اس طرح پڑھنے سے کیوں جی بہلا نہیں ہوتا اسپر یاد آیا ایک صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ پہلے حالت اچھی تھی اب بہت خراب ہو گئی ہے۔ فرمایا کہ میری رائے میں تو جو حالت اچھی سمجھی جاتی تھی وہ بُری تھی کیونکہ اُسکو اچھا سمجھنا ہی بُرا تھا اور یہ حالت جس کو آپ خراب سمجھتے ہیں اُس پہلی حالت سے اچھی ہے کیونکہ اس کے ساتھ یہ کتنی بڑی دولت ہے کہ اپنے عجز کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔

(۳۰۹) فرمایا کہ نیند مجھے اکثر کم ہی آتی ہے۔ دماغ خالی نہیں رہتا کچھ نہ کچھ کام وغیرہ کا

خیال ہی رہتا ہے۔

(۳۱۰) پوڑیہ کے رنگ کے ڈبوں کا ذکر تھا کہ بارہ تیرہ آنہ میں جو آتا تھا وہ اب بیس بائیس روپیہ میں آنے لگا فرمایا کہ عورتوں نے اس رنگ کو مولویوں کے فتوے سے نہ چھوڑا مگر اب چھوڑینگی۔

(۳۱۱) فرمایا کہ تعلیم کا فیض زندہ شیخ سے ہوتا ہے اور وہ مردہ شیخ کی قبر سے صرف تقویت نسبت کی ہوتی ہے عرض کیا گیا کہ کیا مردہ شیخ سے تقویت نسبت بہ نسبت زندہ کے بھی زیادہ ہوتی ہے فرمایا ممکن ہے کبھی زیادہ ہوتی ہو پھر قبر سے اخذ فیض کا طریقہ دریافت کیا تو فرمایا کہ یوں تصور کرے کہ اُس کے قلب سے فیض میرے قلب میں آرہا ہے مردہ کو خواہ بیٹھا ہوا تصور کرے یا لیٹا ہوا جس میں سہولت ہو جتنی زیادہ یکسوئی ہوگی اتنا زیادہ فائدہ ہوگا۔ احقر نے عرض کیا کہ اس میں تو وہی خرابی ہے جو توجہ متعارف یا تصور شیخ میں ہے کہ ہمہ تن ساری توجہ کو غیر اللہ کی طرف منصرف کرنا جو حق ہی حق تعالیٰ کا اور جس کی نسبت حضور اکثر فرما چکے ہیں کہ مجھے طبعاً ایسے اشغال سے نفرت ہے کیونکہ حق تعالیٰ سے شرم اور غیرت ہوتی ہے فرمایا کہ انقباض تو اس سے بھی ہی مگر نہ اُسقدر کیونکہ قبر سے جو فیض آنیکا تصور ہوتا ہے اُسکا مفیض حق تعالیٰ کو سمجھتا ہی کہ اس مردہ میں تو فاعلیت ہے نہیں حق تعالیٰ اس کے اندر کی نسبت کو میری طرف منتقل کر رہے ہیں تو اُس میں حق تعالیٰ ہی کا تصور ہے۔ اور تصور شیخ جو کہ ایک شغل مستقل ہے اس سے مختلف ہی اُس میں مفیض شیخ کو سمجھتا ہے کیونکہ اُسمیں فاعلیت کی قابلیت ہی پھر اُسمیں توجہ ہوتی ہے بلا شرکت جو محل غیرت ہی۔ اور چونکہ یہ شغل کیا جاتا ہے شیخ غائب کیلئے اور شیخ کی موجودگی میں اس درجہ استغراق کا تصور نہیں کیا جاتا سرسری تصور کافی ہوتا ہی اس لئے وہ اثر انقباض میں اس سے کم ہے بعد کو بوقت دالیسی جھنجھانہ جناب مولانا احمد حسن صاحب کے سوال پر فرمایا کہ توجہ سے کسی بزرگ کے باطن سے کیفیت لے سکتا ہی خواہ خود اُس بزرگ کو اسکی توجہ کا کشف نہو۔ انا عند ظن عبدی بی ارشاد ہی اُسکے ظن کی برکت سے نفع ہوتا ہے آخر وہ کیفیت تو اُس بزرگ میں ہی ہی جیسے کسی کی روٹیوں میں سے کوئی دو روٹیاں لے لے اور روٹی والے کو خبر بھی نہو تو گو اُسکو خبر نہوئی لیکن لینے والے کے ہاتھ تو دو روٹیاں آہی گئیں روٹیاں حاصل ہونیکے لئے روٹیوں والے کو خبر ہونا ضروری نہیں مولانا ممدوح کے استفسار پر فرمایا کہ اگر وہ بزرگ صاحب کشف ہو تو اُسکو بھی اطلاع ہوجاتی ہی اور اس

اطلاع سے کچھ نہ کچھ اُس کو بھی التفات ہو ہی جاتا ہے جیسے کوئی شخص آکر سامنے بیٹھ جائے تو گو خود کام میں مشغول رہے لیکن کچھ نہ کچھ خیال بٹنے ہی لگتا ہے۔ مولانا کے مزید استفسار پر فرمایا کہ قبر کی توجہ میں اسقدر کدورت نہیں ہوتی جسقدر کہ توجہ متعارف میں ہوتی ہے کیونکہ توجہ قبر میں انفعال ہوتا ہے اور توجہ متعارف میں فعل ہوتا ہے دوسرے کے اندر اثر پیدا کرنا چاہتا ہے یہ دعویٰ کی صورت ہے اسمیں زیادہ کدورت ہے دونوں قسم کی توجہ میں وجداناً فرق محسوس ہوتا ہے۔

(۳۱۲) ایک صاحب نے وعظ کی بابت عرض کیا کہ حضور کی عنایت ہے فرمایا کہ عنایت کیا ہے خدمت ہے بلکہ تحریک کرنے والے کی عنایت ہے کہ تحریک سے توفیق بھی ہو گئی ورنہ سچی بات یہ ہے کہ اگر تحریک نہ ہوا کرتی تو مشکل سے مجھے توفیق ہوا کرتی۔

(۳۱۳) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی ایکمرتبہ حضرت حافظ ضامن صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے فضائل بہت دیر تک بیان فرماتے رہے سب فضائل بیان کر کے حضرت حاجی صاحب کی نسبت فرمایا مگر اس شخص میں جو بات تھی وہ کسی میں نہ تھی حالانکہ گفتگو کے وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ مولانا حضرت حافظ کو ترجیح دے رہے ہیں اور حضرت حاجی صاحب کو اس شخص کے لفظ سے فرمانے میں عجب لطف تھا۔

(۳۱۴) جھنجھانہ میں جو وعظ شکوہ ہوا تھا اسمیں تصوف کو نہایت ہی سہل کر کے دکھلایا تھا عرض کیا گیا کہ اب اس سے بھی زیادہ کوئی کیا سہل کر سکتا ہے حضور نے ثابت کر دیا کہ کسی قسم کی تکلیف ہی نہیں اور جو چندروز کی تکلیف ہے وہ دراصل تکلیف نہیں محض صورت تکلیف ہے اور یہ محض شاعری نہیں بلکہ سچی بات ہے فرمایا کہ جی واقعی شاعری نہیں ہے بلکہ سچی بات ہے یہ سب حضرت حاجی صاحب کا طفیل ہے۔ پیر ہی ایسے ملے تھے انہوں نے کبھی محنت وغیرہ کرائی ہی نہیں اور جتنی بڑی بھی کوئی شکایت پیش کی یہی فرمایا کہ جی یہ کچھ بھی نہیں حضرت کے یہاں بہت ہی تسلی تھی۔

(۳۱۵) فرمایا کہ شوخ بچہ میں تکبر نہیں ہوتا تکبر بڑی بری خصلت ہے۔

(۳۱۶) ایک صاحب نے پوچھا کہ کھانا کھانے سے پہلے کسی نے ہاتھ دھو لئے ہوں تو اسکو دوبارہ پھر دھونا ضروری ہے فرمایا کہ کھانیکی نیت سے ہاتھ دھونا سنت ہے۔ ایک بار فرمایا کہ

دونوں ہاتھ دھونا سنت ہے اور رومال وغیرہ سے پونچھنا نہیں چاہیئے البتہ بعد کھانے کے جو ہاتھ دھوئے اُن کو پونچھے اور قبل کھانے کے صرف ہاتھ دھووے کُلّی نہ کرے سنت یہی ہے کیونکہ ہاتھ گو پاک ہوں لیکن موقعہ بے موقعہ پڑتے رہتے ہیں کہیں کھجلا لیا کہیں ناک میں انگلی دے لی اس لئے ہاتھوں کا دھونا سنت ہوا مُنہ تو پاک ہی رہتا ہے اُس کے دھونے کی کوئی ضرورت نہ تھی البتہ بعد کھانا کھانے کے ہاتھوں کو دھونے کے بعد کلی بھی کر کے منہ کو صاف کرلے۔

(۳۱۷) ایک صاحب نے دریافت کیا کہ کسی بزرگ کے سامنے کا کھایا ہوا سبھی تبرک ہے یا صرف اسی جگہ کا جہاں سے کھایا ہے فرمایا کہ جہاں ہاتھ یا لعاب لگا ہو وہی تبرک ہے پھر فرمایا کہ اجی کھانا تو خود تبرک سا ہے نعمت ہے جس کو نہ ملتا ہو اُس سے کوئی پوچھے کہ کیسا تبرک ہے۔

(۳۱۸) جھنجھانہ سے بہلی پر سوار ہو کر رخصت ہوئے تو راستہ میں ایک قصباتی مخلص نے فرمایا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ حضور کو یہیں رکھ لیں ہنسکر فرمایا کہ ہاں ایک ولائتی نے تو پیر کو رکھا تھا اسطرح کہ اُسکو قتل کر دیا اور کہا کہ اچھا ہے ہمارے ہی یہاں حضرت کا مزار ہو۔

(۳۱۹) فرمایا کہ مجھے تو سفر میں کام بہت کرنا پڑتا ہے ورنہ سفر ہے بڑی فرحت کی چیز لیکن کسی سفر میں اگر وعظ نہیں ہوتا تو میرا جی بھلا نہیں ہوتا کہ اتنا وقت بیکار ہی گیا اگر وعظ ہو جاتا ہے تو خیر یہ تسلی ہو جاتی ہے کہ کچھ تو کام ہو گیا۔

(۳۲۰) فرمایا کہ میرا مدتوں سے یہ خیال ہے کہ دیہات میں وعظوں کا اہتمام ہو وہاں کے لوگ بہت جلد حق کو قبول کرتے ہیں اُن کو اس سے بہت نفع ہو کچھ وعظ خاص طور سے دیہات ہی میں جا جا کر وعظ کہا کریں اور نذرانہ بالکل نہ لیں نہ کسی کی دعوت قبول کریں اس کا بہت اثر ہوتا ہی اُن بیچاروں کو سادے سادے وعظ ہی کافی ہیں بہت لمبے چوڑے اور مدلل مضامین کی ضرورت نہیں

(۳۲۱) احقر نے حضرت کے حسن تعلیم کے تذکرہ میں عرض کیا کہ ایک مرتبہ احقر کی والدہ نے شکایت تحریر کی تھی کہ ادہر اودہر کے خیالات بچپن تک کے واقعات ذکر کے وقت ذہن میں آیا کرتے ہیں جس سے سخت پریشانی ہوتی ہے حضور نے فرمایا تھا کہد یجئے گا کہ ان کا کچھ غم نہ کریں بلکہ مباح امور کے خیالات غنیمت ہیں اگر ان سے دل خالی ہو جاوے تو پھر معاصی کے خیالات آنے لگتے ہیں یہ مباح خیالات وقایہ ہیں معاصی کے خیالات کیلئے البتہ جب حق تعالیٰ ذکر کا

غلبہ نصیب فرمائیں گے تب یہ بھی جاتے رہیں گے اسکو سُنکر حضرت نے فرمایا کہ یہ جو کچھ میں مباح خیالات یا وساوس کے متعلق کہا کرتا ہوں یہ سب گذری ہوئی کہتا ہوں! استدلالی طور پر نہیں بلکہ مشاہدہ کے طور پر کہتا ہوں کیونکہ یہ سب حالتیں خود مجھپر گذر چکی ہیں ورنہ مبتلا کو تسلی نہیں ہو سکتی تھی میں تو اب اللہ کا شکر کرتا ہوں کہ سب عقبات کی سیر کرا دی۔ ایک مخالف سے ایک شخص نے باطن کے متعلق مشورہ لیا تو اُس نے میرا نام لیکر کہا کہ تسلی اگر چاہتے ہو تو وہاں جاؤ اللہ تعالیٰ نے تسلی دینے میں اُس شخص کو خاص مہارت عطا فرمائی ہے ویسے محض تحقیق کرنا ہو تو چاہے جہاں جاؤ پھر فرمایا کہ یہ سب حضرت حاجی صاحب کا رنگ ہے وہاں کی برابر کہیں تسلی دیکھی ہی نہیں گئی اور واقعی اس سے جسقدر جلد سلوک طے ہوتا ہے کسی سے نہیں ہوتا اور اس سے حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور محبت پیدا ہوتی ہے الحمدللہ مجکو محبت حق پیدا کرانے کا بہت اہتمام رہتا ہے۔

(۳۲۲) فرمایا کہ میں بہلی یا گاڑی وغیرہ میں ہمیشہ بائیں طرف بیٹھتا ہوں اس سے راحت ملتی ہے نہ معلوم کیا وجہ ہے پھر فرمایا کہ قلب بائیں طرف ہے گو اطبا نے اسمیں اختلاف کیا ہے کہ بیچ میں ہے اور کہتے ہیں کہ جو حرکت بائیں طرف ہوتی ہے وہ پھیپھڑے کی ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ گو قلب بیچ میں ہو لیکن اثر وغیرہ بائیں طرف سے ہوتا ہو پھر فرمایا کہ اسی طرح سونے میں اگر میری بائیں طرف چارپائیاں ہوں تو تکلیف ہوتی ہے اور اگر دائیں طرف ہوں تو کچھ نہیں سواری سے اُترنے میں بھی بائیں طرف سہولت ہوتی ہے۔

(۳۲۳) فرمایا کہ ان اطراف میں ادب تعظیم تو کم کرتے ہیں لیکن محبت زیادہ ہے اس طرف کے عوام بھی کسی قدر مردم شناس ہیں عقل اللہ تعالیٰ نے زیادہ دی ہے۔

(۳۲۴) فرمایا کہ چشتیہ میں نسبت عشقیہ غالب ہے اتباع محض پر نقشبندیہ میں اتباع غالب ہے نسبت عشقیہ پر چشتیہ میں گویا ایک سپاہی مسلط ہے نسبت عشقیہ کا (اوامر و نواہی بجا لانے کے لئے) چشتیہ میں تو راتدن مرنا کھپنا جلنا گھلنا خاک میں ملنا شورش زیادہ ہے ؎ غلام آں کلماتم کہ آتش افروزد ۔ علوم نقشبندیہ نے دقیق دقیق ظاہر کئے ہیں احقر نے عرض کیا کہ حضور نے فرمایا تھا کہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں ابتدا چشتیت سے ہوتی ہے اور انتہا نقشبندیت

پر ہوتی ہے فرمایا کہ جی ہاں اخیر میں سادگی آجاتی ہے نسبت میں مشابہ نقشبندیہ کے اور سہروردیہ میں اوراد زیادہ ہیں سلف کا سا طریقہ ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف عوارف المعارف بڑی پاکیزہ نفیس کتاب ہے بڑی تسلی ہوتی ہے (حضرت اُس کا ترجمہ فرما رہے ہیں) بعضوں نے لکھا ہے کہ اُن کے زمانہ میں ان کی برابر کوئی بزرگ نہیں تھا پھر فرمایا کہ اولیاء اللہ میں حضرت غوث پاک کی برابر بھی کسی کی شہرت نہیں خوارق بہت زیادہ ہوتے تھے کھُلے کھُلے۔

(۳۲۵) ٹٹو کی سواری کا ذکر تھا کہ کچھ کم تکلیف دہ نہیں ہوتی فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ پیدل بھی آدمی تھکتا ہے اور کرایہ کے ٹٹو پر بھی تھکتا ہے لیکن ٹٹو کا تھکنا عزت کا تھکنا ہے اور پیدل کا تھکنا ذلت کا تھکنا ہے۔ پھر فرمایا کہ پیدل میں آدمی بہت تھکتا ہے بہ نسبت ٹٹو کے کیونکہ پیدل میں تو اُس کا سارا بوجھ اُسی کی ٹانگوں پر رہتا ہے اور پھر چلنا بھی پڑتا ہے اور ٹٹو کی سواری میں سارا بوجھ ٹٹو ہی پر ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ٹٹو کے سوار کے مشابہ مرید ہوتا ہے کہ بوجھ تو سارا پیر ہی پر ہے گو کچھ مشقت مرید کو بھی پڑتی ہے۔

(۳۲۶) فرمایا کہ نقشبندیہ کی توجہ میں ایک ٹھنڈک سی محسوس ہوتی ہے حرارت نہیں ہوتی۔ میں مولانا رفیع الدین صاحب کے حلقہ توجہ میں بیٹھا کرتا تھا کچھ طالب علموں کے اصرار سے توجہ دیا کرتے تھے چونکہ عمر زیادہ ہو گئی تھی توجہ کے تعب سے بیمار پڑ گئے تھے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کو جب معلوم ہوا تو منع فرما دیا کہ یہ لوگ پڑھنے آئے ہیں یا درویشی کرنے پھر فرمایا کہ توجہ کا اثر دیرپا نہیں ہوتا شیخ سے علیحدہ ہونے پر وہ کیفیت نہیں رہتی ایکبار فرمایا کہ توجہ سے جو اثر پیدا ہوتا ہے اُس کا حال کرایہ کے ٹٹو کا سا ہے کہ ہانکتے رہو تو چلتا رہے اور جہاں چھوڑا بس رُک گیا۔

(۳۲۷) فرمایا کہ فراست جس سے طالب کے امراض باطنی معلوم ہو جاتے ہیں وہ کشف نہیں ہے کشف تو یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص راستہ میں آ رہا ہے اُسکو یہیں بیٹھے دیکھ لیا اور پھر بعد میں وہ آبھی گیا فراست دل کی گواہی دینے کو کہتے ہیں یہ کشف نہیں ہے بلکہ اسکو الہام کہنا زیادہ مناسب ہے۔ فراست اور عقل باہم مشابہ ہیں عقلاء کو بھی عقل کے ذریعہ سے باتیں معلوم ہو جاتی ہیں لیکن عقل اور فراست میں فرق ہے کیونکہ عقل اسباب ظاہری سے استدلال کرتی ہے بخلاف فراست کے۔

(۳۲۸) فرمایا کہ کشف کے لئے ریاضات و تقلیل لذات ضروری ہے ریاضات و تقلیل لذات سے یبس پیدا ہوتا ہے اور یبس سے اخلاط میں نورانیت پیدا ہو کر کشف ہونے لگتا ہے جنون سے بھی کشف ہونا شرح اسباب میں لکھا ہے اور میں نے خود بھی ایک مجنونہ کو کشف ہوتے دیکھا ہے جب اُس کا علاج پورا ہو گیا تو کشف بھی جاتا رہا پھر فرمایا کہ کشف وغیرہ یہ سب اکثر موانع ہو جاتے ہیں کمال عبادت کے کیونکہ اسمیں بھی معلوم ہوتا ہے کہ فلاں جگہ یہ ہو رہا ہے فلاں جگہ یہ ہو رہا ہے مختلف قسم کے حالات کا دل میں ہجوم رہتا ہے۔ دوسرے یہ بھی ہے کہ ایسے شخص کا وقت عوام ہجوم کر کے بہت ضائع کرتے ہیں ایک صاحب تھے جنکو توجہ کرنے سے یہ بات معلوم ہو جاتی تھی کہ فلاں شخص کے معاملہ میں کیا ہونے والا ہے۔ اب رات دن لوگ یہی پوچھا کرتے تھے کہ میرے مقدمہ میں کیا نتیجہ ہوگا فلاں مریض کب اچھا ہوگا فلاں بات کس طرح ہوگی اب یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ انکار کر دیا کریں۔ مروت میں آکر اور دلشکنی کے خیال سے ہر شخص کے معاملہ کی بابت حق تعالیٰ کی طرف توجہ کیا کرتے تھے کہ یا اللہ اسکے معاملہ میں کیا ہونے والا ہے اُن کا وقت اُسی میں جاتا تھا اگر کسی کو کشف نہ ہوتا ہو تو وہ صاف عذر کر سکتا ہے کہ بھائی مجکو کشف نہیں ہوتا یہ سب موانع کمال عبادت وصفار وقت کے ہیں ان سب سے دعا اچھی ہے میں تو سچ کہتا ہوں جو دعا دل سے کی کبھی نہیں یاد کہ وہ قبول نہ ہوئی ہو ضرور قبول ہوتی ہے اگر کوئی دعا قبول نہیں ہوتی تو اُسمیں اپنی ہی کوتاہی ہوتی ہے میں نے تو ہمیشہ تجربہ کیا ہے۔

(۳۲۹) فرمایا کہ چونکہ میں دعا کو معین سمجھتا ہوں تدبیر کا اسلئے جسکو کام میں مشغول دیکھتا ہوں خود بخود جی سے دعا نکلتی ہے ورنہ دو تین مرتبہ دعا کر کے بس فرض سا اتار دیا۔

(۳۳۰) چونکہ شاملی سے آتے ہوئے عیدگاہ کے قریب سے ریل گذرتی ہے جس سے خانقاہ بہت ہی قریب ہے مشورہ ہوا کہ کوئی مسلمان ملاقاتی گارڈ ہو تو اُس سے عیدگاہ کے قریب تھوڑی سی دیر کے لئے گاڑی ٹھہرانے کیلئے کہا جاوے فرمایا کہ گو گارڈ سے اسٹیشن آنے کے قبل گاڑی ٹھہرانے کے لئے کہنا جائز ہے کیونکہ کمپنی کا اسمیں کچھ بھی ضرر نہیں لیکن التجا کرتے شرم آتی ہے پھر یہ بھی ہے کہ اغیار کی بات سے طبیعت منقبض ہوتی ہے۔ ریل کی مناسبت سے یاد آیا کہ ایک مرتبہ حضرت کے ساتھ احقر بھی ہوا خوری کیلئے جا رہا تھا راستہ میں ریل گذرتی احقر ریل کو اور اُسکی سواریوں کو

دیکھ رہا تھا لیکن حضرت نے اپنا سر سواریوں کی طرف سے جھکا لیا۔ احقر کے استفسار پر فرمایا کہ مجھے سواریوں کی طرف دیکھنے سے شرم سی آتی ہے اس لئے جب کبھی ایسا موقعہ ہوتا ہی میں آنکھیں نیچی کر لیتا ہوں۔

۴ جمادی الثانی سنہ ۱۳۴۴ھ یوم شنبہ

(۳۴۱) حال میں ایک قصہ ہوا جھنجھانہ کے سفر میں ایک بی بی صاحبہ حضرت سے بیعت ہوئیں بتب ہی سے آثار جنون شروع ہوگئے اُن کی طبیعت پہلے ہی سے خراب تھی یوں کہا کرتی تھیں کہ میں اپنی طبیعت کو اس طرح سنبھالتی رہتی ہوں جیسے کوئی چوڑی کو سنبھال کر رکھتی ہو کہ کہیں ٹوٹ نہ جائے لیکن اس حالت کی اطلاع حضرت کو کسی نے نہیں کی حضرت نے بوجہ اصرار کے بیعت کر لیا آج اُن کی اس حالت کی اطلاع حضرت کو کرائی حضرت نے فرمایا کہ یہ یقینی بات ہے کہ مجکو خاص طور سے اطلاع اسوجہ سے کیگئی ہے کہ مجکو اس حالت کا ذمہ دار سمجھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ نہ معلوم کیا بتلا گیا ہوگا جو یہ حالت ہوگئی حالانکہ یہ مرض دماغی ہے جسکے آثار پہلے سے موجود تھے اسکو طبیب سے رجوع کرنا چاہئے تھا لیکن یہ لوگ اسکو اگر محض مرض سمجھتے تو اول طبیب سے رجوع کرتے پھر فرمایا کہ دیکھئے میں اسلئے بیعت میں تعجیل کو مناسب نہیں سمجھتا بالخصوص سفر میں جہاں موقعہ بھی دریافت حال کا نہیں ملتا۔ ورنہ میں جب تک یہ معلوم نہیں کر لیتا کہ اسکی صحت اور قوت دماغی کیسی ہے بیعت نہیں کرتا اور اگر کسی مرض کی شکایت معلوم ہوئی تو بیشتر اُسکو طبیب کے سپرد کرتا ہوں جب تک طبیب کا سرٹیفکٹ نہیں ملجاتا گو زبانی ہی ہو کہ اب صحت ہے تب تک نہ اُسکو بیعت کرتا ہوں نہ کچھ بتلاتا ہوں لیکن بعض جگہ تعلقات ایسے ہوتے ہیں اور اصرار اسقدر رہتا ہے کہ میں مغلوب ہوجاتا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ بے مروت ہے بے مروت ہے اب دیکھئے میں ان تجربوں پر خاک کہاں سے ڈالدوں۔ گو یہ واقعہ یاد نہ رہے لیکن اس کا اثر تو ضرور رہے گا کہ میں اب اور بھی احتیاط کرنے لگونگا ان بی بی کے صاحبزادہ کا نام لیکر فرمایا کہ اُن کو مجھے اطلاع کر دینی چاہئے تھی کہ ان کی یہ حالت ہے اب محلہ بھر میں یہی ہو گا کہ مرید ہونے کا یہ اثر ہوا۔ کیونکہ لوگ سبب قریب ہی کی طرف نسبت کرتے ہیں مسبب کو مرید ہونیکے بعد ہی یہ حالت ہوگئی اسلئے یہی سمجھیں گے کہ مرید ہونے ہی سے یہ ہوا حالانکہ مرض کے

آثار پہلے سے موجود تھے اس سے طریق بدنام ہوتا ہے اور جو بدعتی وہاں پیری مریدی کرتے ہیں اُنہیں اور بھی موقعہ بھکانے کا ملگیا کہ دیکھا وہاں مرید ہوئی تھی یہ نتیجہ ہوا۔ بیکھئے تعجیل میں دین کے یہ ضرر ہیں انہیں وجوہ سے میں بیعت کرنے میں سختی کرتا ہوں۔ لوگ سمجھتے نہیں

(۳۳۲) فرمایا کہ قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان میں نہایت کھلی کھلی گستاخی کرتا ہے کہتا ہے ؎ ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو + اُس سے بہتر غلام احمد ہے + کہتا تھا کہ عمل الترب میں حضرت عیسیٰ نے بہت مشق کی تھی اگر میں بھی کرتا تو اُن سے بھی بڑھجاتا نعوذ باللہ

(۳۳۳) فرمایا مسمریزم کو عمل الترب کہتے ہیں کیونکہ زمین میں قوت برقیہ ہے بعض حکمار اسی کے ذریعہ سے کلکتہ کا حال یہیں سے بیٹھے بیٹھے معلوم کر لیتے تھے بلا تار کے جو خبر رسانی کا ذریعہ نکلا ہے وہ بھی یہی قوت برقیہ ہے جو زمین میں ہے۔

چہار شنبہ

(۳۳۴) کچھ جنگ کے متعلق اخبار بینی کا تذکرہ تھا فرمایا کہ آجکل ایسے قصوں کا بڑا شغلہ ہے الحمد للہ ہمارے یہاں کوئی قصہ نہیں ان فضول تذکروں میں کیوں اپنا وقت ضائع کیا جاوے اپنے کام میں لگنا چاہئے اخبار بینی وغیرہ سے کوئی نتیجہ نہیں آج کل اہل علم بھی بعضے اس بلا میں مبتلا ہیں مجلس ہوتی ہے لوگ آتے ہیں کہ فلانی خبر ہے فلاں اخبار میں یہ واقعہ درج ہے بھلا ان قصوں سے کیا نتیجہ کوئی نفع نہیں۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ دنیا کا بھی نفع نہیں فرمایا کہ جی بلکہ دنیاوی ضرر ہے پھر فرمایا کہ شغل ہے جی اور کچھ نہیں کوئی مقصود نہیں ورقت بھی پورا کریں کسی طرح بیشتر بھی اکثر فرما چکے ہیں کہ ہمیں تو اُس جنگ کی طرف نظر رکھنی چاہئے جو ہمارے باطن میں روح ونفس میں برپا ہے پھر فرمایا کہ مجھے حکایات وروایات سے سخت نفرت ہے لوگ خواہ مخواہ ادہر ادہر کے قصے کہانیاں بیان کیا کرتے ہیں اور میرا وقت ضائع کرتے ہیں میں بعض مرتبہ مروت میں کچھ کہتا نہیں کام کی باتوں میں لگنا چاہئے میرے سامنے کوئی جنگ وغیرہ کے حالات چھیڑتا ہے تو میں تو یہ کہدیتا ہوں کہ بس جناب ؎

ما قصۂ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

کام کی باتیں کیجئے ان فضول قصوں سے کیا حاصل (ف) لایعنی باتوں سے احتراز کر کے ضروری کاموں میں لگنا چاہئے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ

(۳۳۵) ایک صاحب بلا اطلاع بغرض زیارت تشریف لائے حضرت مراد آباد کے سفر کا تہیہ فرما چکے تھے فرمایا کہ کیا کہئے ایسے وقت میں آئے ہیں کل جانیوالا ہوں اسی واسطے اکثر میرا معمول ہے کہ آنیوالے کو جب کہ مجکو پہلے سے اُسکے آنیکی اطلاع ہو جاوے لکھ دیتا ہوں کہ پہلے آنیکی تاریخ لکھکر قیام کی بابت دریافت کرلو اور اگر کوئی شخص خود اپنی آمد کی تاریخ متعین نہیں کرتا بلکہ اس طرح دریافت کرتا ہے کہ فلاں ہفتہ یا فلاں مہینہ میں یا فلاں تاریخ سے فلاں تاریخ تک قیام رہیگا یا نہیں تو اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ تم مجھکو اتنے دن کیلئے کیوں مقید کرتے ہو خود تو آزاد رہے کہ اس درمیان میں جب چاہیں گے چلے جائیں گے اور دوسرے کو خواہ مخواہ مقید کر دیا کہ اب وہ اتنے دنوں تک کہیں نہیں جا سکتا خواہ کیسی ہی ضرورت پیش آجاوے یہ دوسرے کو خواہ مخواہ تنگی میں ڈالنا ہے دوسرے کی راحت کو اپنی راحت پر مقدم رکھنا چاہئے۔ اپنے کو مقید کر دو دوسرے کو کیوں مقید کرتے ہو اسی طرح اگر کوئی بہت پہلے سے اپنی تاریخ آمد کی اطلاع دیتا ہے تو تحریر فرما دیتے ہیں کہ آنے سے ایک ہفتہ پہلے میرے قیام کی بابت مکرر تحقیق کر لیجئے گا (ف) یہ سب امور دستور العمل بنانیکے قابل ہیں کہ جانبین کی سہولت و راحت اسی میں ہے۔

(۳۳۶) احقر کو قیام کے لئے اپنے تصنیف کے کمرہ کے مقابل جو کمرہ ہے وہ مرحمت فرمایا ہے قبل حاضری اطلاع فرمادی تھی کہ ضروری درستی میں مختصر سا صرف بھی ہوگا پھر بعد درستی مطلع فرمایا کہ ضروری درستی میں دو روپیہ صرف ہوئے ہیں اگر لپائی اور پوتائی بھی کرانی ہو تو ایک روپیہ زائد ورنہ صرف دو روپیہ بھیجدیجئے احقر نے تین روپیہ ارسال خدمت کر دیئے لیکن صرف لپائی کرائی گئی یعنی مٹی لپسوادی سفیدی چونکہ ایسی زیادہ ضروری نہ تھی اُسکو احقر کی حاضری تک ملتوی رکھا حاضری پر فرمایا کہ آٹھ آنہ آپکے بچے ہیں مٹی تو لپسوادی گئی اور وہ اسوجہ سے ضروری تھی کہ کوئی کنکھجورہ وغیرہ سوراخوں سے نہ نکل آوے اب سفیدی آپ کی رائے پر ہے احقر نے سفیدی کی ضرورت نہیں سمجھی۔ فرمایا کہ جی ہاں کچھ ضرورت نہیں پھر مزاحاً فرمایا کہ آپ جس غرض سے آئے ہیں

اُسمیں تو یکسوئی کی کیفیت ہونی چاہئے پھر کیوں چونہ بھروایا جاوے شام کو ایک پرچہ پر تفصیل صرف لکھکر اور بقیہ ۸ر اُسمیں لپیٹ کر احقر کے پاس بھجوا دیئے۔ چونکہ یہ دونوں کمرے بالاخانہ پر ہیں اور موری کے قبل تک جو شخص کسی خاص بات کے کہنے کے لئے حضرت کے پاس آنا چاہتا تھا تو احقر کے کمرہ سے ہوکر جاتا تھا کیونکہ حضرت کے کمرہ کی طرف کا زینہ حضرت اندر سے بند فرما لیتے ہیں۔ اب اسطرف سے آنے کی بھی حضرت نے اسکو ممانعت فرما دی۔ اور احقر سے فرما دیا کہ آپ اندر کی کُنڈی لگا دیا کیجئے اور یہ تجویز فرمایا کہ اب جو کوئی میرے پاس آنا چاہے دوسرے زینہ سے ہوکر آیا کرے۔ چونکہ حضرت بھی زینہ کی کنڈی اندر سے لگا کر کمرہ پر تشریف لیجاتے ہیں اسلئے بعض نے یہ رائے دی کہ اسمیں زحمت ہی مناسب یہ ہے کہ خواجہ صاحب (احقر) خود اپنے زینہ کی کُنڈی نہ لگایا کریں اور چونکہ بہت کم کسی کے اوپر آنیکا اتفاق ہوتا ہے اسلئے کچھ ایسا حرج بھی احقر کا اس آنے جانے سے نہو گا مگر حضرت نے فرمایا کہ جب کنڈی کھُلی رہیگی تو لوگوں کے آنیکا احتمال تو ہر وقت ہی رہے گا اس سے خواجہ صاحب کو یکسوئی نہ رہے گی لہذا حضرت نے یہ تجویز فرمایا کہ کوئی بری اور بھدی آواز کی گھنٹی لگا لی جاوے نیچے سے آنیوالا رسی کھینچکر اُسکو ہلا دے اور میں یا تو اوپر ہی سے باتیں کرلوں یا اگر ضرورت ہو تو خود نیچے اُتر کر زینے کی کنڈی کھولدوں۔ حضرت کو اس زحمت سے بچانے کیلئے بعضوں نے کہا کہ آخر طالب علم پڑھتے پڑھاتے ہی رہتے ہیں ایک طالب علم وہیں نیچے بیٹھا ہوا پڑھتا رہے اور کنڈی بجائے اندر کے باہر سے لگا دی جایا کرے لیکن اس کو بھلا کس طرح منظور فرماتے کیونکہ ہر وقت یہی خیال چین نہ لینے دیتا کہ ایک شخص نیچے گھرا ہوا بیٹھا ہے پھر احقر کی اس عرض پر کہ نیچے اتر کر کنڈی کھولنے میں زحمت ہوگی فرمایا کہ جسمانی تعب تو جو کچھ ہو میں برداشت کر سکتا ہوں لیکن روحانی کلفت برداشت نہیں ہوتی چنانچہ اخیر رائے گھنٹی کی طے پائی صفائی معاملات کی ملاحظہ فرمائیے بے تکلف احقر سے فرمایا کہ چونکہ یہ انتظام آپ کے سبب سے کیا گیا ہے اسلئے جو کچھ دو چار پیسے گھنٹی کی قیمت ہو وہ آپ دیدیجئے گا ایک بساطی کے یہاں سے نہایت بدشکل بدآواز لوہے کی گھنٹی جو اونٹوں کے گلے میں ڈالی جاتی ہے منگوائی گئی اُسکی دوکان پر اس قسم کی وہی ایک گھنٹی تھی جسکے بکنے کی کوئی امید نہ تھی اُس نے از خود بلا قیمت بھجوا دی حضرت نے فرمایا بھی کہ نہیں کچھ قیمت تو ضرور دینی چاہئے لیکن بساطی نے

کہدیا تھا کہ اسکی کوئی قیمت نہیں مفت نذر ہے حضرت نے فرمایا کہ خیر اس سے سوال تو کیا نہیں گیا بیچارہ خوشی سے دیتا ہے لیلی جاوے پھر فرمایا کہ گھنٹہ ہونیکی حیثیت سے تو کوئی ثواب نہیں لیکن جس غرض سے یہ منگوائی گئی ہے اسکا ثواب اسکو ضرور ملے گا۔ احقر کے کمرہ سے ہو کر جانیکا راستہ بند ہونیکے بعد ایک طالب علم ایک دفعہ زینہ کے کواڑ کھلے ہوئے دیکھکر حضرت کے پاس اسی کمرہ سے ہو کر پہونچ گئے تو بہت خفا ہوئے اور احقر سے بوقت نماز ظہر فرمایا کہ جب اوپر جایا کیجئے تو اندر کی کنڈی لگا دیا کیجئے اور جب باہر آئے تو باہر کی کنڈی میں تالا لگا دیا۔ اس میں احتیاط بھی رہے گی اور یہ لوگ (طالب علم وغیرہ) بھی اس مصیبت (یعنی خفگی) سے بچے رہیں گے

ف صفائی معاملات و شفقت و ایثار و حسن انتظام اس واقعہ سے بخوبی ظاہر ہے۔

(۴۴۷) احقر کاغذ پنسل لئے مسجد میں موجود تھا اور جو بات زبان فیض ترجمان سے نکلتی تھی اسکو قلمبند کرتا جاتا تھا ہنسکر فرمایا کہ اور دل پر صرف فرشتے ہی مقرر مین مجھپر آدمی بھی مقرر ہیں جب اس قول کو بھی میں قلمبند کرنے لگا تو بہت ہنسکر فرمایا کہ کیا اسکو بھی لکھ لیجئے گا یہ تو کیا اس کہانی ہو گئی۔ آپ تو کراما کاتبین سے کسی طرح میل پیدا کر لیجئے محنت نہیں پڑے گی بس نامۂ اعمال اُن سے لیلیا اور نقل کر کے پھر حوالہ کر دیا۔ پھر فرمایا کہ آپ کا لکھنا تو کراما کاتبین سے بھی زیادہ جامع ہوگا کیونکہ وہ دوسرے کے اقوال تو نہیں لکھتے اُسکے اقوال اُسکے نامۂ اعمال میں ہوتے ہیں آپ تو مختلف لوگوں کے واقعات بھی میرے ہی دفتر میں لکھتے ہیں کہ فلاں نے یہ کہا اس پر یہ جواب دیا گیا وہ تو دوسرے کے واقعات سے جوڑ نہیں لگاتے۔ آپ تو جوڑ بھی لگاتے ہیں۔

ف مزاح مسنون سے حضرت ہمیشہ ذاکرین شاغلین کو مسرور فرماتے رہتے ہیں۔ تاکہ پھر ذکر و شغل کیلئے تر و تازہ ہو جاویں۔ حضرت کی پُر لطف صحبت سے اضمحلال و ملال فوراً دور ہو کر طبیعت پھر ذکر و شغل کیلئے آمادہ ہو جاتی ہے اس جگہ جی چاہتا ہے کہ چند پر لطف مزاح کے واقعات یاد سے نقل کر دوں۔

(۴۴۸) ایک صاحب جنکو حق تعالیٰ نے بڑھاپہ میں علم دین کا شوق عطا فرمایا ہے حضرت سے تفسیر جلالین شریف پڑھتے ہیں ایک موقعہ پر کسی بات کے نہ سمجھنے پر انہوں نے بطور معذرت عرض کیا کہ یہ میری جہالت ہے حضرت نے فوراً کس لطف کے ساتھ اُن کی تسلی فرمائی

کہ جی نہیں جہالت کیوں ہوتی یہ حالت ہے (یعنی کیسی اچھی حالت ہے) تسلی تو اس بلیغ عنوان سے فرماتے ہیں کہ مایوس کی ڈھارس بندھ جاتی ہے اور تسلی محض الفاظ ہی کی نہیں ہوتی بلکہ جو بات فرماتے ہیں یا لکھتے ہیں اُسکو مخاطب اپنے اندر حالاً بھی موجود پاتا ہے اور صدق کا مشاہدہ کر لیتا ہے

ے وعدہ ہا باشد حقیقی دلپذیر + ایکبار احقر نے عرض کیا کہ حضرت جو کچھ صفائی باطنی حضور کی صحبت سے لیکر جاتا ہوں گھر وہاں دنیا میں پھنسکر پھر سب غتر بود ہو جاتی ہے فوراً فرمایا کہ جی کیا مضائقہ ہے آپ اپنے کپڑے میلے کر ڈالتے ہیں دھوبی اُنھیں دھو دیتا ہے آپ پھر میلے کر ڈالتے ہیں دھوبی اُنہیں پھر دھو دیتا ہے ایکبار میں نے عرض کیا کہ حضرت ایک تو مریض ہوتا ہے معمولی زکام کھانسی جاڑہ بخار کا اور ایک ہوتا ہے تپ دق کا مریض۔ احقر تپ دق کا مریض ہے اور بہت زیادہ توجہ کا محتاج۔ فرمایا کہ مبارک ہو یہ تو نسبت باطنی ہے کیونکہ نسبت باطنی بھی تپ دق کے مشابہ ہوتی ہے جو گوشت پوست ہڈیوں تک میں سرایت کر جاتی ہے یہی خاصہ تپ دق کا ہے۔ ایکبار عرض کیا کہ حضرت قلب عجب ڈانواڈول حالت میں رہتا ہے فرمایا کہ اصلی قلب تو آپ ہی کا ہے کیونکہ قلب تو اُسی کو کہتے ہیں جو ایک حالت پر نہ رہے ایک عریضہ میں لکھا تھا کہ سخت الجھن ہوتی ہے تحریر فرمایا کہ یہ الجھن مقدمہ ہے سلجھن کا

ے چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بیں + ایک صاحب نے اپنی حالت تحریر کی تھی جسمیں تلوین کی شکایت درج تھی کیا بلیغ جواب تحریر فرماتے ہیں کہ مجموعی حالت قابل شکر ہے جسکے سب اجزا ایک ہی دریائے محبت کی موجیں ہیں جنکی حرکت بھی پُربہار اور سکون بھی موجب قرار۔ مبارک۔ دل وجان سے دعا کرتا ہوں اطمینان سے کام میں لگے رہیئے۔ ایک شخص کو تحریر فرمایا تھا سب حالات محمود ہیں صرف تلوین کا تمکین سے مبدل ہونا باقی ہے سو انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح ہو رہے گا۔ ہانڈی میں کیسے کیسے جوش اُٹھتے ہیں اور یہ سب علامات ہیں اُسکے قطع منازل کی تکمیل کی طرف پھر آخر میں خود کیسا سکون ہو جاتا ہے یہ اُس کی تمکینی حالت ہے ے کلبۂ احزاں شود روزے گلستاں غم مخور + خالی گانا بطور خود تنہائی میں جیسا کہ آپ نے لکھا ہے کچھ مضائقہ نہیں ع کہ خوشید و جوشید و مستی کنید۔ اُس شخص کے خط میں یہ بھی تحریر تھا کہ حضور کے تذکرہ میں اپنے باطنی حالات بھی کہہ ڈالتا ہوں جو بحیثیت اظہار اسرار

کے مضر ہے اُسکی بابت تحریر فرماتے ہیں کہ کسی نا کارہ کے تذکرہ میں اگر اپنا انطباق حال ہو جاوے تو چونکہ یہ مقصد نہیں اسلئے مذموم نہیں ہے ؎ کہ عشق و مشک را نتواں نہفتن۔ اسی شخص نے ایکمرتبہ عدم انضباط اوقات کی شکایت لکھی تو تحریر فرمایا کہ میں حالت موجودہ ہی میں آپکو کامیابی کی بشارت دیتا ہوں انشاء اللہ تعالیٰ آپ ہرگز محروم نہ رہیں گے میرے اس قول کی دلیل ؎

اندریں رہ می تراش و می خراش — تادم آخر دمے فارغ مباش

تادم آخر دمے آخر بود — کہ عنایت با تو صاحب سر بود

؎ کوئے نومیدی مرو کامیدہاست — سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست

ایک عریضہ کے اخیر میں طوالت عریضہ کی معذرت چاہی تھی تو تحریر فرمایا کہ کہیں طول زلف محبوب بھی کسی کو ناگوار ہوتا ہوا دیکھا گیا ہے۔ مولوی ظفر احمد صاحب ہمشیرہ زادہ کو حسب ذیل عبارت تحریر فرمائی خط پہونچا وہ بات ختم ہوئی کچھ خیال نہ کریں میں نے آئندہ ہی کیلئے اطلاع کی تھی نہ کہ گذشتہ کا اثر لینے کے اظہار کیلئے۔ امراض باطنیہ کے معالجہ شروع کر دینے سے بے انتہا مسرت ہوئی حق تعالےٰ مدد فرماوے۔ برخوردار اپنی حالت کو نہ دیکھو کرم حق کو دیکھو حالت تو کسی کی بھی کامیابی کے لئے کافی نہیں اطمینان رکھو انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی یقینی ہے۔ احقر ڈپٹی کلکٹری کے امتحان کی مصیبت میں تھا چونکہ دلچسپی نہ تھی اسلئے کامیابی نہایت دشوار تھی ایک عریضہ میں پریشانی کا اظہار کیا۔ تو تحریر فرمایا کہ ہمت نہ ہاریئے دلجمعی کے ساتھ گو ناگوار ہو کوشش کیجئے ؎ حیف باشد دلِ دانا کہ مشوش باشد۔ امتحان کو ضرور پاس کر لینا چاہئے تا کہ اہل دنیا کی نظر میں ذلت نہو۔ اس مردار دنیا کو حاصل کرنے کے بعد چھوڑنا چاہئے۔ تارک الدنیا ہونا چاہئے نہ کہ متروک الدنیا اگر آپ نے امتحان پاس نہ کیا تو آپ ڈپٹی کلکٹری کو کیا چھوڑیں گے خود ڈپٹی کلکٹری ہی آپ کو چھوڑ دے گی محض حضرت کی دعا کی برکت تھی کہ احقر باوجود قطعی مایوسی کے کامیاب ہو گیا۔ اور ایک ماہ قبل نتیجہ کے حضرت مسجد میں بعد عشاء لیٹے ہوئے تھے آنکھ لگ گئی احقر کو یاد فرمایا حاضر ہوا فرمایا کہ گو پہلے سے کہنے میں کرکری ہونے کا اندیشہ ہے لیکن میں کیا اور میرا خواب ہی کیا اسلئے کہے دیتا ہوں کہ میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ آپ کامیاب ہو گئے ہیں۔ گو ایک مضمون میں بہت کم امید تھی لیکن ایسا معلوم ہوا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ پاس ہونے کے لائق نمبر آگئے ہیں چنانچہ بفضلہ تعالےٰ

ایسا ہی ہوا خواب بیان کر کے فرمایا کہ جی تو یہی چاہتا ہے کہ آپ پاس ہو جائیں پھر چھوڑنے نہ چھوڑنے کا اختیار ہوگا۔ ترک ملازمت کے لئے بہت مرتبہ عرض کیا لیکن کبھی مشورہ نہیں دیا بلکہ اکثر یہ شعر فرما دیا۔

ے چونکہ بر میخت بہ بندد بستہ باش چوں کشاید چابک و برجستہ باش

آخیر میں تبدیل محکمہ کا مشورہ دیا۔ اکثر فرمایا کہ اگر کوئی شخص ناجائز نوکری میں مبتلا ہو تو اُس کو یک لخت ملازمت ترک نہ کر دینا چاہئے بلکہ کسی اور ذریعہ معاش کے فکر میں رہے اور جب کوئی حلال ذریعہ میسر آجائے فوراً چھوڑ دے اس سے پہلے ایسا ہرگز نہ کرے کیونکہ اب تو ایک ہی بلا میں مبتلا ہے جب کوئی ذریعہ معاش نہ رہے گا تو سیکڑوں بلاؤں میں مبتلا ہو جاویگا ے

ایں بلا دفع بلاہائے بزرگ + اگر برابر حلال ذریعہ کے فکر میں رہے گا اور توبہ استغفار کرتا رہیگا تو امید ہے کہ مواخذہ بھی نہ ہوگا۔ ایک عریضہ میں احقر نے کچھ خاص حالات لکھے تھے اور یہ بھی لکھا تھا کہ مجکو اپنے مرض کے اظہار کی بھی قابلیت نہیں خداوند تعالیٰ خود حضور پر میرے امراض روشن فرما دیا کرے تا کہ حضور خود اصلاح فرماتے رہیں اس عریضہ کے جواب میں جو جتنا زبانی اسوقت یاد ہے نقل کرتا ہوں آپکا خط آیا حرفاً حرفاً پڑھا بہت لذت آئی بس لکھنے والے کو لکھتے وقت کیا کچھ لذت آئی ہوگی ے

ساقی ترا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا جب تونے یہ مے ظالم شیشہ میں بھری ہوگی

یہ سب نیرنگیاں حضرت عشق طال بقاؤہ کی ہیں جنپر میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ نوشید و خروشید بسب فال نیک ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی طرح ے تا دم آخر دمے آخر بود + کہ عنایت با تو صاحب سر بود + آپ بیکار فکروں میں نہ پڑئے ے

من غم تو میخورم تو غم مخور بر تو من مشفق ترم از صد پدر

اس جگہ جی چاہتا ہے کہ ایک اور نفیس و لطیف تحریر حضرت کی جسمیں مضمون تسلی بھی موجود ہے ہدیۂ ناظرین کر دوں جو احقر کے اُس عریضہ کے جواب میں حضرت نے بھیجی تھی جسمیں چند غزلیات تصنیف کر کے احقر نے ارسال خدمت کی تھیں اور اُس تصنیف میں تضیع اوقات کی بھی شکایت کی تھی۔ نثر میں نظم کا لطف پیدا کیا ہے مجکو اسوقت وہ قول یاد آتا ہے جو ایک صاحب نے حضرت کے اس جواب کو سُنکر کہا تھا کہ کسی کا خواہ کیسا ہی سوال ہو حضرت کا جواب ہمیشہ اُس سوال پر

غالب ہوتا ہے واقعی نہایت سچی بات فرمائی وہ جواب یہ ہے۔ غزلنامہ جو کہ کشف استعداد فطری کے اعتبار سے ازلنامہ ہے پہونچکر وجد و طرب میں لایا۔ خدا تعالیٰ آپ کے سب مقاصد پورے فرماوے۔ خیر اضاعۃ وقت میں بھی اطاعۃ بخت کا مسئلہ حل ہوا کہ انسان تقدیر حق کے سامنے عاجز ہے کہ ارادہ تو کیا تھا ضبط اوقات کا اور ہو گیا خبط اوقات۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس مسئلہ کا منکشف ہونا بھی ترقی کا زینہ ہوگا علی سجاد صاحب کا بھی ماشاء اللہ تعالیٰ سجادہ رنگین ہونے لگا۔ آشفتہ و آشفتہ کن اشرف علی۔

احقر نے اسکے جواب میں بحوالہ دیگر تحریرات عجیبہ لکھا کہ اس زمانہ میں اگر کسی کی تحریر و تقریر پر دریا کو کوزہ میں بند کرنا صادق آسکتا ہے تو وہ حضور کی جامع مانع تحریر و تقریر ہے اسپر بھی ایسا لطیف جواب ارقام فرمایا جس سے اور بھی اس قول کی تصدیق ہو گئی تحریر فرمایا کہ محبت کی عینک خوردبین کی خاصیت رکھتی ہے جس سے چھوٹی چیزیں بھی بڑی نظر آتی ہیں احقر نے اس جواب کو حضرت کی خدمت میں بوقت حاضری کسی موقعہ پر زبانی نقل کیا تھا۔ بعد کو حضرت کی کسی تقریر پر ایک صاحب نے نہایت تعریف کی تو فرمایا کہ جناب وہی بات ہے جو میں نے خواجہ صاحب کو لکھی تھی کہ محبت کی عینک خوردبین کی خاصیت رکھتی ہے جس سے چھوٹی چیز بھی بڑی نظر آتی ہے۔ ایک صاحب کہتے تھے کہ اُنہوں نے خوردبین سے کسی کے سر کا بال دیکھا تھا جسمیں ایک باریک کیڑا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے بڑے موٹے منارہ پر بھیڑیا چڑھا ہوا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک تو محبت کی خوردبین ہوتی ہے جس سے چھوٹا ہنر بھی بڑا نظر آتا ہے اسی طرح ایک نظر خوردہ بین ہوتی ہے جس سے چھوٹا عیب بھی بڑا دکھائی دیتا ہی چونکہ پچھلے ملفوظات سیکڑوں کی تعداد میں موقعہ موقعہ پر یاد آجاتے ہیں اسلئے میں ناظرین سے معافی کا خواستگار ہوں کہ روزانہ کے مسلسل ملفوظات میں باوجود ضبط کے کچھ نہ کچھ پرانے ارشادات بھی شامل ہو ہی جاتے ہیں گو اکثر کو نظر انداز کر دیتا ہوں ورنہ روزانہ کے ملفوظات کی نوبت بھی نہ آوے خدا کرے پچھلے ملفوظات بھی سب یاد رہیں تاکہ اُن کو علیحدہ قلمبند کر سکوں۔

(۳۹۳) ایک دیہاتی جوان شخص نے بذریعہ ایک اور صاحب کے ڈر کا تعویذ منگایا اور خود حضرت سے بہت دور مسجد کے باہر بیٹھا رہا حضرت نے ان صاحب سے پوچھا کہ وہ شخص صاحب فرمائش کہاں ہے

انھوں نے اشارہ کر کے بتلایا کہ وہ بیٹھا ہوا ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ بھائی اس کو تو دو تعویذ چاہئیں۔ ایک تو اس ڈر کا جس کی شکایت ہے دوسرا اس ڈر کا کہ میرے پاس آتے ہوئے بھی ڈر معلوم ہوتا ہے ایکبار فرمایا کہ لوگ عجیب عجیب کاموں کے لئے تعویذ مانگا کرتے ہیں ایک پہلوان نے کشتی میں دوسرے پہلوان پر غالب آنے کے لئے تعویذ منگایا میں نے کہا کہ اگر وہ بھی کسی سے تعویذ لکھالے تو پھر کیا تعویذ تعویذ میں کشتی ہوگی۔ تعویذوں کی بابت فرمایا کہ مجھے چار ورق کا خط لکھنا آسان لیکن چار سطر کا تعویذ گھسیٹنا سخت شاق گذرتا ہے بات یہ ہے کہ تعویذوں کی موثریت کی بابت لوگوں کے اعتقاد میں بہت غلو ہے جو مذاق توحید کے بالکل خلاف ہے اس لئے مجھکو تعویذ لکھنے میں بڑا مجاہدہ کرنا پڑتا ہے۔ گو تسلی مضطر کی نیت سے لکھ دیتا ہوں البتہ حضرت دعاء کرنیکے بہت ہی شائق رہتے ہیں اور جو شخص دعاء کی درخواست کرتا ہے شگفتہ ہو کر فرماتے ہیں کہ جی ہاں میں ضرور دعاء کرونگا۔ گویا اس درخواست کے منتظر ہی بیٹھے تھے۔ ایک شخص نے حضرت کو اختیار دیا کہ خواہ دعا کر دیجئے یا تعویذ لکھدیجئے۔ فرمایا کہ اچھا دعا کرونگا۔ ایک صاحب نے کشائش رزق کیلئے کسی عمل کی اجازت چاہی تحریر فرمایا کہ طالب خدا کے لئے دعا کافی ہے عملیات کی کوئی ضرورت نہیں۔

(۳۴۰) فرمایا کہ دوسروں پر ہنسنا نہیں چاہیئے اکثر دیکھا ہے جو جس پر ہنسا خود اس عیب یا مصیبت میں مبتلا ہوا۔

(۳۴۱) فرمایا کہ دیوبند میں طالب علمی کے زمانے میں مجھپر ایک مرتبہ خوف غالب ہوا۔ بعد مغرب حضرت مولٰنا محمد یعقوب صاحب رح کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ حضرت کوئی ایسی بات فرما دیجئے جس سے اطمینان ہو جاوے کہ ہاں خاتمہ ٹھیک ہو جاویگا۔ فوراً فرمایا کہ میں کفر کی درخواست کرتے ہو۔ بالکل مامون ہو جانا کفر ہے۔ پھر فرمایا لیجئے ہم تو نعمت سمجھکر اسکی تمنا میں آئے تھے وہاں کفر نکلا بس یہ ہیں ضرورتیں صحبت کی یہ باتیں کتابوں میں کہاں ہم تو سمجھتے تھے کہ اطمینان ہو جانا بڑی نعمت باطنی ہے۔ وہ تو نقمت باطنی نکلی۔

(۳۴۲) فرمایا کہ جب خدا کا قہر ہوتا ہے معصیت پر افسوس بھی نہیں ہوتا۔ یہ بھی قہر کی علامت ہے چنانچہ ابلیس کو افسوس بھی اپنی مردودیت پر نہیں ہوتا۔ احقر نے عرض کیا تھا کہ اس کو اپنی مردودیت کا افسوس تو ہوتا ہوگا۔ ہنسکر فرمایا کیا خبر کبھی ہمارے سامنے ذکر نہیں آیا۔ پھر فرمایا اجی بڑا بدمعاش ہے

اس کو افسوس بھی نہیں ہوتا۔ (یہ واقعہ بھی اس کے مناسب ہے۔ کہ ابلیس نے قبر آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے بھی انکار کیا۔ کہ زندہ کو تو کیا نہیں مردہ کو کیا کروں گا)

(۳۴۳) فرمایا کہ اکثر لوگ اہلکار عذر کیا کرتے ہیں۔ کہ کیا کریں۔ عدالت میں جماعت سے نماز نہیں پڑھ سکتے۔ کیوں کہ وہاں ایسے ہی متعصب جمع ہیں لیکن یہ سب عذر فضول ہیں کیونکہ اتوار کی نمازیں ہی کب جماعت سے پڑھتے ہیں۔ پھر مزاحاً فرمایا کہ پھر کیسے اتبار (اعتبار) آوے (اتبار بوزن اتوار)

(۳۴۴) فرمایا کہ بعضے لوگ رات دن دنیا ہی میں منہمک رہتے ہیں۔ اور دین پر احسان رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت کیا عرض کروں بہن مر گئی ہے۔ اس کی اولاد ہے اتنے اتنے آدمیوں کا خرچ ذمہ ہے کسب حلال سنا تھا کہ عبادت ہے اس لئے ثواب سمجھکر اس میں مشغول ہوں۔ پھر فرمایا کہ ان میاں کو عبادت بھی وہی پسند آئی جس میں روپے ملیں۔

(۳۴۵) فرمایا کہ آخرت کے متعلق گناہوں پر دلیری کر کے کہا کرتے ہیں کہ اجی اللہ میاں غفور الرحیم ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ کیا اللہ میاں دنیا میں غفور الرحیم نہیں ہیں پھر دنیا میں کیوں خوف کی باتوں سے خوف کیا کرتے ہو۔ غفور الرحیم سمجھکر زہر کیوں نہیں کھا لیتے۔ بات یہ ہے کہ دنیا کا ضرر تو مشاہد ہے آخرت کے ضرر کی ابھی خبر نہیں۔ مرنے کے بعد حقیقت معلوم ہوگی۔

(۳۴۶) فرمایا کہ روح انسانی اہل کشف کے نزدیک مجرد ہے اور دوزخ جنت اجسام ہیں اور یہ دوزخ جنت بھی حق تعالیٰ کے دو بندے ہیں اور مومن ان سے افضل ہے پھر فرمایا حضرت حاجی صاحب نے اسی اصل پر ایک مدعی عمل بالحدیث عالم سے تقریر کی تھی۔ ان عالم نے یہ کہا تھا کہ مدینہ طیبہ بقصد زیارت روضۂ مقدس جانا بدعت ہے ہاں مسجد کے قصد سے جائز ہے حضرت نے فرمایا سبحان اللہ مسجد کس کی بدولت مسجد ہوئی حضور ہی کی بدولت تو اس مسجد کی یہ فضیلت ہوئی یہ عجیب بات ہے کہ جس کی فضیلت بالعرض ہو اس کی نیت تو جائز ہو اور جس کی فضیلت بالذات ہو اسکی نیت ناجائز ہو۔ پھر حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ آپ لوگوں کی ایسی ہی باتیں ہوتی ہیں خدا ہدایت کرے۔ انھوں نے کہا۔ کہ خدا اس باب میں ہدایت نہ کرے۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں یوں نہ کہنا چاہیے۔ ہم باوجود اس کے کہ اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں۔ لیکن ہم تو ہمیشہ یہ دعا کرتے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ حق کی ہدایت کرے۔ صبح یہ گفتگو ہوئی بعد ظہر کے حرم شریف میں انکی جماعت کی پکڑ دھکڑ شروع ہوگئی۔ وہ مولوی صاحب بھی پکڑے گئے۔ تلاشی لیگئی کتابیں نکلیں توبہ کرائی گئی اور توبہ کے سچے ہونے کی یہ علامت قرار دیگئی کہ مدینہ طیبہ کے لئے اونٹ کرایہ کریں۔

(۳۴۷) فرمایا کہ اہل کشف کو روح کا نور اس طرح منکشف ہوتا ہے کہ ایک تخت مثالی پر گویا نور بے کیف متجلی ہے اور تمام عالم اس کے سامنے سجدے میں ہے سالک اسکو نور حق سمجھ جاتا ہے حالانکہ وہ نور بوجہ عالم امر میں سے ہونے کے بے کیف معلوم ہوتا ہے اور وہ سجدہ صورت تسخیر ہے نہ کہ عبادت کیونکہ انسان کے کام میں اور سب چیزیں لگی ہوئی ہیں ایک سالک نے اس نور کو نور حق سمجھکر تیس برس تک اس کی عبادت کی بعد تیس برس کے معلوم ہوا کہ یہ تو نور روح تھا غایت لطافت کی وجہ سے نور حق معلوم ہوتا تھا نہایت قلق ہوا کہ میں تیس برس تک شرک میں مبتلا رہا اس مقام پر بہت لوگ گمراہ ہوگئے ہیں شیخ کامل کی ضرورت ہے اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ کشف آفت ہے۔ شیخ یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی ایک شناخت لکھی ہے کہ یہ دیکھے کہ جس وقت اس نور کا انکشاف ہوا ہے اسپر ہستی غالب ہے۔ یا ہستی اگر ہستی غالب ہے تو سمجھے کہ یہ نور روح ہے اور اگر فنا غالب ہے تو سمجھے کہ نور حق ہے۔ نور حق کا خاصہ ہے کہ غیر حق کو فنا کر دیتا ہے ؎

چو سلطان عزت علم بر کشد   جہاں سر بجیب عدم در کشد

فنا کا غالب نہ ہونا علامت اس کی ہے کہ یہ نور حق نہیں ہے پھر فرمایا کہ یہ ہیں محقق لوگ۔

(۳۴۸) دوران درس مثنوی میں فرمایا کہ اب بھی جب کبھی کسی نے اولیاء اللہ کو ستایا ضرور کوئی نہ کوئی وبال آیا۔

(۳۴۹) ایک نابینا صاحب اٹھکر سلام کر کے چلے گئے۔ حضرت خطوط لکھنے میں مشغول تھے ایک آدمی بھیجکر ان سے دریافت کرایا کہ کیا کہنے آئے تھے۔ انھوں نے کہلا کر بھیجا کہ میرا جوتہ ٹوٹ گیا ہے اسلئے آیا تھا حضرت نے کہلا کر بھیجا کہ بھائی انشاء اللہ کبھی گنجایش ہوگی تو بھیجدیں گے۔

(۳۵۰) ایک بچہ کو ایک شخص پھونک ڈلوانے کے لئے لایا۔ احقر نے لیکر حضرت کی گود میں دیدیا وہ رونے لگا اور احقر کی طرف دیکھنے لگا فرمایا کہ اس کی طرف دیکھتا ہے جو واسطہ قریب مقصود کا ہے پھونک ڈالکر اس کو احقر کی گود میں دیکر فرمایا کہ لے بھائی جا ہماری کوئی مصلحت تو تھی نہیں تیرا ہی کام

تھا پھر فرمایا کہ بس یہی حال بندوں کا ہے اللہ میاں تو ہمارے ہی فائدے کیلئے احکام مقرر فرماتے ہیں اور ہم روتے ہیں۔ جس طرح بدون مربی کے گود سے جدا ہوئے یہ خاص فائدہ (یعنی پھونکنا لگنا) نہیں ہو سکتا تھا اسی طرح حظوظ دنیاوی سے ہم کو علیحدہ کیا جاوے تو ہم لوگ روتے ہیں حالانکہ بلا حظوظ سے جدا کئے وہ خاص فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا تھا۔

(۳۵۱) فرمایا کہ جائداد ہے فساد کی جڑ۔ ایکبار فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ اگر جائداد بیچو تو اس روپیہ سے فوراً دوسری خرید لو اور ایک حدیث میں ہے کہ اے عائشہ جائداد مت خرید و تم دنیا دار ہو جاؤ گی۔ ان دونوں حدیثوں کے مجموعہ سے مفہوم ہوا کہ اگر جائداد موجود ہو تو اس کو جدا نہ کرے اور نئی جائداد خریدے نہیں۔

(۳۵۲) جس دن سفر ہوتا ہے اس کے قبل حضرت کو بہت کام کرنا پڑتا ہے بعد مغرب بھی بعد عشا بھی قیلولہ کے وقت بھی غرض جب تک پوری طرح سب کاموں سے فراغت نہیں ہو جاتی بالخصوص جو کام دوسروں سے اس طرح متعلق ہوں کہ ان لوگوں کا حرج محتمل ہو جب تک ان کو ختم نہیں کر لیتے روانہ نہیں ہوتے

(۳۵۳) ایک صاحب نے حضور میں منی آرڈر کے ذریعے کچھ روپیہ بھیجا جس میں سے متعدد اشخاص کی طرف سے کچھ مدرسہ کے لئے تھا۔ کچھ بطور ہدیہ حضرت کیلئے۔ کوپن میں تفصیل کی عبارت ایسی تھی کہ جس سے صاف طور سے نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ کس کس نے کس کس مد میں بھیجا خط اس وقت تک پہونچا نہیں تھا۔ حضرت نے منی آرڈر واپس فرما دیا۔ فرمایا کہ نئی طرز کی عبارت نکلی ہے خواہ اس فقرہ کو اوپر کی عبارت سے ملا لو خواہ علیحدہ کر کے پڑھ لو۔ بھلا کیا پتہ چلے کہ کتنا روپیہ میرے لئے ہے۔ کتنا مدرسہ کے لئے اب خفا ہوں گے کہ ایک تو دو اوپر سے نخرے حضرت کا یہ بھی معمول ہے کہ جس منی آرڈر کی کوپن میں کچھ نہیں لکھا ہوتا۔ اس کو واپس فرما دیتے ہیں محض خط کے بھروسہ کوپن میں کچھ نہ لکھنا بہت ناپسند فرماتے ہیں کیونکہ بعض اوقات خط پہونچتا ہی نہیں چنانچہ حال میں احقر کو ایسا ہی تجربہ ہوا ہے جس سے احقر کو سخت الجھن رہی۔ اگر خط بعد کو پہونچتا ہے تو اس وقت تک اس کو علیحدہ رکھنا اور اس خط کا انتظار رکھنا کام والے آدمی کے لئے نہایت دشوار ہوتا ہی۔ خود کوپن میں ساری تفصیل آسانی سے آسکتی ہے دوسرے کی تکلیف کا ہر امر میں نہایت خیال رکھنا چاہیئے

(۳۵۴) فرمایا کہ آج کل بزرگوں کے پاس مقربین یہ سوغاتیں لیکر جاتے ہیں کہ کہیں اس کی شکایت کہیں اُس کی شکایت کسی نے دو حضرات سے جاکر یہ کہدیا کہ دیکھئے آپ کے سفر حجاز کے بعد ہی اُس نے یعنی خضرت نے) حدیث کا دورہ شروع کرادیا۔ احقر نے عرض کیا کہ شاید مثنوی شریف کے درس کو کسی نے حدیث کا دورہ سمجھ لیا ہو۔ فرمایا یہ بھی عجیب بات ہے کہ خرگوش کو اونٹ سمجھ لے۔ پھر فرمایا کہ اگر شروع ہی کر دیتا تو کیا گناہ تھا۔ لوگوں میں یہ سخت عیب ہے کہ بزرگوں کے بھی کان بھرتے ہیں۔ بزرگوں کے پاس یہ سوغاتیں لیکر جاتے ہیں۔

(۳۵۵) ایک صاحب نے رسمی دینے لینے کی بابت عرض کیا کہ اگر یہ بند کر دیا جائے تو مغائرت پیدا ہو جاوے۔ فرمایا کہ جو رسمی دینا لینا ہوتا ہے اُس کے آثار و نتائج سے معلوم ہوتا ہے کہ محبت بڑھتا نہیں بلکہ کم کرتا ہے جو دیتے ہیں اکثر دباؤ سے دیتے ہیں دوسرے یہ کہ ملنا جلنا کم ہو جاتا ہے کیونکہ جب تک کچھ پاس نہ ہو ملنے کیا جائیں۔ دینا ضروری سمجھتے ہیں اسلئے اس کو موقوف کرنا چاہئیے۔ اور اگر دینا ہو تو تقریبات کے موقعہ پر نہ دے۔ وقت ٹالکر دے جب توقع نہ رہے بلا توقع اگر دو روپیہ بھی ملتے ہیں تو بہت خوشی ہوتی ہے اور محبت بڑھتی ہے صمیم قلب سے مسرت ہوتی ہے طبیعت اندر سے کھل جاتی ہے اور اگر رسم کے طور پر دیا تو صرف انتظار کی کلفت رفع ہوئی گویا عذاب سے نجات ہوئی دوزخ سے تو نجات ہوئی لیکن جنت نہیں ملی۔

(۳۵۶) فرمایا کہ اہل علم کو اموال کے باب میں بہت احتیاط چاہیئے۔ لینے میں بھی اور دینے میں بھی۔ ایک صاحب نے جو موافقین میں سے ہیں خط شکایتی لکھا ہے کہ مدیہ میں سختی نہ کرنا چاہیئے لینا چاہیئے اور مہمانوں میں خرچ کرنا چاہیئے۔ فلاں مولوی صاحب نے خوب کہا کہ احمق ہیں جو یہ مشورہ دیتے ہیں یعنی خواہ مخواہ دو کام اپنے سر لیں۔ ایک تو لینے کا اور ایک اس کے خرچ کرنیکا اُن صاحب نے یہ بات بطور طعن کے لکھی تھی۔ اس لئے کہ ان کی مہمانی نہیں کیگئی تھی۔

پھر فرمایا کہ میرے یہاں لینے کے بھی شرائط ہیں کہ ایک معتد بہ مدت تک ملتے جلتے رہنے سے دل خوب مل گئے ہوں اور بے تکلفی ہوگئی ہو۔ ایک دفعہ میں ایک دن کی آمدنی سے زیادہ ہدیہ نہ ہو مثلاً اگر پندرہ روپیہ ماہوار کا ملازم ہے تو ایک بار میں ۸ر آٹھ آنے سے زیادہ نہ دے۔ اور دو ہدیوں کے درمیان کم از کم ایک ماہ کا فصل ہو۔ اور پابندی کے ساتھ نہ دے۔ اسی طرح میں

خرچ بھی خواہ مخواہ نہیں کرتا۔ بلکہ قریب قریب سال بھر کا خرچ اپنے پاس جمع رکھتا ہوں مہمانوں میں بھی عرف کا پابند نہیں جس کے ساتھ جیسی خصوصیت ہوئی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کیا گیا کسی کو گھر پر بلا کر کھلایا کسی کو پیسے بھیجدئے کہ بازار سے لیکر کھالیں۔ کسی کو کچھ بھی نہیں۔ ظاہر ہے کہ شرائط کی شدت سے آمدنی کم ہوگی۔ پھر اگر خرچ میں وسعت کیجاوے تو میری نیت خراب ہونے لگے اور شرائط کی پابندی نہ ہوسکے۔ ایک پیر صاحب میرے پاس آئے۔ بس لنگر خانہ کی بدولت چھ ہزار کے مقروض ہوگئے تھے چاہتے تھے کہ کسی رئیس کو سفارش قرض دینے کی کردیجاوے میں نے پوچھا کہ یہ قرض خواہ مخواہ کیوں کرلیا۔ کہا کہ یہی خیال تھا کہ جو لوگ کھا جاتے ہیں وہی دیں گے لیکن کسی نے کچھ نہیں دیا۔ میں نے کہا کہ اب جو قرض لوگے اُس کو کہاں سے ادا کروگے۔ کہا کہ مرید ہی دیں گے۔ میں نے کہا انا للہ اب بھی مریدوں ہی پر نظر ہے۔ تو جناب یہ حالت ہو جاتی ہے خرچ بڑھانے میں دین کی یہ خرابیاں ہیں۔ اب الحمد للہ سال بھر کا خرچ ہمیشہ میرے پاس جمع رہتا ہے۔ اس سے اطمینان رہتا ہے۔ حدیث شریف میں بھی ہے کہ حضور ازواج مطہرات کو سال بھر کا خرچ دیدیا کرتے تھے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے کہ سال بھر کا خرچ ذخیرہ کرنا توکل کے خلاف نہیں۔ اب مجھے کسی بڑے سے بڑے ہدیہ کے واپس کردینے میں تشویش بھی نہیں ہوتا جبکہ میرے شرائط کے موافق نہ ہو بس بے دھڑک خلاف شرائط ہدیہ کو واپس کردیتا ہوں وسوسہ بھی نہیں آتا کیونکہ کیا سال بھر تک کچھ نہ آویگا۔ اس سے بہت اطمینان رہتا ہے ایک بار احقر نے کثرت مہماناں دیکھکر کچھ ہدیہ پیش کیا تو فرمایا کہ یہ زیادتی ہے (پچھلے ہدیہ میں اور اس ہدیہ میں فصل کم تھا۔) لیکن اصرار پر رکھ لیا۔ بعد کو بذریعہ ایک عزیز صاحبزادہ کے واپس فرمادیا۔ کہ اس وقت مجھے واپس کرتے ہوئے شرم آئی تھی دلجوئی کے خیال سے یہ بھی کہلا بھیجا کہ اس کو واپس کرنا نہ سمجھیں بلکہ انشاء اللہ کسی اور موقعہ پر دیکھا جاویگا۔ بعد کو بالمشافہ فرمایا کہ آپ نے مہمانوں کی وجہ سے دیا تھا لیکن میرے پاس بحمد اللہ آجکل فراغت ہے جس طرح کہ روپیہ کے آنے سے حظ ہوتا ہے اسی طرح اب مجھے معلوم ہوا کہ روپیہ کے زیادہ ہوجانیکی حالت میں خرچ کرنے میں بھی حظ ہوتا ہے ایک منصف صاحب نے جنھوں نے تعلیم بذریعہ خط حاصل کی ہے لیکن حاضری خدمت کی نوبت نہیں آئی پندرہ روپیہ احقر کے پاس

بھیجے کہ ان کی جانب سے حضور میں بطور ہدیہ مختصر پیش کردیئے جائیں۔ فرمایا کہ چونکہ ان سے ملاقات نہیں ہوئی اس لئے ان کا مذاق نہیں معلوم محض کتابوں کو دیکھکر اعتقاد ہوا ہے۔ کتابیں تو اشتہار ہیں اشتہاری عقیدت کا کیا اعتبار۔ ہاں میرے پاس رہکر میرا طرز عمل دیکھ جاتے اور پھر بھی معتقد رہتے وہ دوسری بات تھی۔ مجھے اجنبی شخص سے جس سے پوری پوری بے تکلفی نہ ہو ہدیہ لیتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ممکن ہے وہ اپنے اعتقاد میں مجھے نہ معلوم کیا سمجھ رہے ہوں اور میں بعد ملاقات کچھ اور ثابت ہوں پھر ان کو اس ہدیہ کا بھی افسوس ہو۔ چنانچہ ایک شخص نے ایک مسئلہ پوچھا اس کا جواب اُن کے مذاق کے خلاف دیا گیا۔ تو کہنے لگے کہ ہم نے اتنے دنوں خدمت کی اور پھر بھی موقعہ پر ہماری مدد نہ کی۔ فرمایا انھیں وجوہات سے مجھے اس ہدیہ کے قبول کرنے میں جو کہ منصف صاحب نے بھیجا ہے انقباض ہوتا ہے استفسار پر فرمایا کہ یہ لکھدیجئے کہ اس کے معمول کے خلاف ہے اسلئے عذر ہے لیکن یہ بھی لکھدیجئے کہ وہ کسی کے ہدیہ کو تحقیر کی وجہ سے ہرگز رد نہیں کرتا اُس کے قلب میں ہر مسلمان کی بہت قدر ہے بالخصوص جو طالب ہو اس کی تو نہایت قدر ہوتی ہے۔ بُرا نہ مانیں۔ جب بے تکلفی ہو جائیگی قبول کرلونگا۔

(٣٥٧) فرمایا کہ میرے گھر میں بوجہ شفقت وایثار اکثر مقروض رہتی ہیں۔ ایکدفعہ معلوم ہوا کہ زیادہ کی مقروض ہیں میں خفا ہوا کہ یہ کیا واہیات ہے اگر موت آگئی تو سر پر بار رہیگا انھوں نے کہا کہ تم ادا کردینا میں نے کہا کہ اگر میں ہی پہلے مرگیا تو کس کو خبر ہے انھوں نے کہا خدا نہ کرے ایسی بات کیوں منہ سے نکالتے ہو میں نے کہا کہ اچھا یوں ہی سمجھو کہ اگر دونوں ایک ساتھ ہی مرگئے تو پھر کیا ہوگا۔ انھوں نے کہا کہ ایسا کہاں ہوتا ہے کہ دونوں ساتھ ہی مرجائیں میں نے کہا کہ طاعون میں دکھادونگے کہ کئی کئی مردے ایک گھر سے ایک ساتھ نکلتے ہیں انھوں نے کہا کہ دعا کرو قرض اترجائیگا میں نے کہا میں تو اس حالت میں دعا نہیں کرتا۔ اس کا تو یہ مطلب ہوگا کہ یا اللہ بھیج ایسوں کو جو کچھ دیں یہ تو بھاانسنا ہوا۔ پھر فرمایا کہ کیا کہوں مجھے اموال کی بابت دعا کی توفیق بہت کم ہوتی ہے یہ بھی ایک کمی کی بات ہے۔ ایک مرتبہ اعظم گڈھ کا سفر ہوا تھا اس میں فتوحات سے ایک ہزار روپیہ جمع ہوگیا میرے اوپر اتنے روپیہ کا رکھنا بار ہوگیا۔ کیا کہوں ضعف قلب ہے۔ زیادہ چیزوں کا ملک میں ہونا بھی گراں ہوتا ہے میں نے پانچ سو کی سونیکی چوڑیاں گھر کے لوگوں کو بنوادیں

اور پانچواں کو نقد دیدیا - اس میں ایک مصلحت تھی وہ یہ کہ میں نے اپنا مکان گھر کے لوگوں کو مہر میں دیدیا ہے اُن سے تو ظاہر نہیں کیا لیکن بجائے کرایہ کے میں نے وہ چوڑیاں بنوادیں کیونکہ میں اُن کے مکان میں رہتا ہوں ھل جزاء الاحسان الخ اس خدا کی بندی نے وہ بھی صرف کر ڈالے

(۳۵۸) فرمایا کہ گو عورت مہر معاف کر دے لیکن پھر بھی ادا کر دے - کیونکہ یہ غیرت کی بات ہے کہ بلا ضرورت عورت کا احسان لے -

۶ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ یوم دوشنبہ

(۳۵۹) حضرت مراد آباد سے حسب وعدہ دوپہر کی گاڑی سے تشریف لے آئے گو احتیاطاً یہ بھی فرما گئے تھے کہ اگر بریلی بھائی کے بچوں کو دیکھنے جانا ہوا تو اتوار کو آجاؤنگا - احقر معہ نیاز کے اسٹیشن پر پہونچ گیا تھا کیونکہ مجھکو وہاں کچھ ذاتی کام بھی تھا - مراد آباد کے وعظ کی بابت احقر نے دریافت کیا تو فرمایا کہ جی ہاں ہوا تھا - اس آیت پر بیان کیا تھا من کان یرید العاجلۃ الآیہ - چونکہ ارادہ اور مراد کا بیان تھا اس لئے وعظ کا نام بھی المراد تجویز کر دیا ہے المراد مراد آباد کے بھی مناسب ہے احقر کی طبیعت اس لطیف صنعت پر شگفتہ ہو گئی عرض کیا آیتہ بھی ارادہ آخرت کے متعلق حضور کو مراد آباد کے مناسب خوب ملگئی - مناسبت کی رعایت تو کسی حال میں متروک نہیں ہونے پاتی ہنسکر فرمایا کہ جی ہاں طبیعت میں شاعری کا مادہ بہت ہے گو شعر کہنے پر تو قدرت نہیں لیکن جہانتک ہو سکتا ہے طبیعت یہی چاہتی ہے کہ رعایت شاعرانہ بھی رہے تو اچھا ہے لیکن خواہ مخواہ بھی اس کے پیچھے نہیں پڑتا - جو بات بے تکلف سوجھ گئی اور اصل مقصود میں ذرا مخل نہ ہوئی تو خیر ایسی رعایتوں کو بھی استحساناً کبھے مرتبہ میں جی چاہا کرتا ہے - پھر فرمایا کہ جامع مسجد میں وعظ ہوا تھا - وہاں ہمیشہ ڈھائی بجے جمعہ کی نماز ہوتی ہے اور اس وقت یہاں پہونچنے کے لئے مجھکو چار بجے وہاں سے روانہ ہو جانا ضروری تھا کیونکہ پانچ بجے گاڑی چلتی ہے تین بجے کہیں نماز ختم ہوتی تب وعظ شروع ہوتا تو چار بجے تک کیا ہو سکتا تھا - وہاں لوگوں نے خاص اس دن کے لئے جمعہ کا وقت بدلدیا - اور سب جگہ خوب اعلان کر دیا کہ بجائے ڈھائی بجے کے ڈیڑھ بجے نماز ہوگی - لیکن مجھکو یہ گوارا نہیں ہوا - کہ نماز کا وقت بدلا جاوے میں نے اس رائے کی مخالفت کی کیونکہ میں نے کہا کہ اگر ایک شخص کو بھی نماز نہ ملی تو اس کی محرومی کا میں باعث ہونگا - دوسرے ایسی حرکتوں سے مولوی لوگ خواہ مخواہ بدنام بھی ہوتے ہیں اور یہ ممکن نہیں کہ

ہر شخص کو اعلان کی خبر پہونچ ہی جاوے کیونکہ یہ ضروری نہیں کہ سب لوگ اعلان کیوقت اپنے گھروں ہی پر موجود ہوں آخر کیا ایک شخص بھی ایسا نہ نکلیگا کہ وہ اعلان کے بعد گھر پہونچا ہو اور اسکو کسی نے اعلان کی اطلاع بھی نہ کی ہو چنانچہ میں نے یہ تجویز کیا کہ نماز تو اپنے مقررہ وقت ہی پر ہو یعنی ڈھائی بجے البتہ میں اپنے وعظ کو مقدم کر دوں ڈیڑھ بجے وعظ شروع کر دیں گے ڈھائی بجے بند کر کے نماز پڑھیں گے نماز سے فارغ ہو کر پھر وعظ کہنا شروع کر دیں گے اسمیں کیا حرج ہے چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا ڈیڑھ بجے بیان کرنا شروع کر دیا اور اطمینان سے بیان کرتا رہا جب وقت ہو گیا تو حاضرین نے وقت کی اطلاع کر دی نماز پڑھکر پھر کہنا شروع کر دیا۔ نماز سے قبل تو گھنٹہ بھر تک تمہید ہی کی تقریر کرتا رہا بعد نماز کے پھر شروع کر کے ٹھیک چار بجے ختم کر دیا لیکن سب ضروری مضامین بیان ہو گئے بہت کافی وقت ملگیا تھا گاڑی مسجد کے دروازہ پر پہلے سے معہ اسباب کھڑی کر رکھی تھی انتظام تو آخر کرتے ہی سے ہوتا ہے بے کئے تو کچھ ہو نہیں سکتا اور گو انتظام میں تھوڑی بہت تکلیف ضرور کرنی پڑتی ہے اور اسوقت دیکھنے والوں کو چاہے خواہ مخواہ کی طوالت معلوم ہوتی ہو لیکن انجام میں بڑی سہولت اور راحت ہوتی ہے بیان ختم ہونے پر لوگوں نے مصافحہ کرنا شروع کیا حاجی مرتضیٰ علی صاحب نے کہنا چاہا کہ مصافحہ کا وقت نہیں جانیوالے ہیں لیکن میں نے منع کر دیا کہ جناب یہ اطلاع نہ کیجئے ورنہ جانا بالکل ہی رک جاویگا۔ پھر میں نہ جا سکونگا۔ کس کس سے میں مباحثہ کرونگا غرض کسی کو نہ معلوم ہوا کہ یہ رخصت ہو رہا ہے میں گاڑی میں بیٹھ سیدھا اسٹیشن پر پہونچ گیا کسی کو خبر نہیں کی ورنہ جناب بہت لوگ اصرار کرتے اور بعض لوگ ایسے بھی تھے جن کا مجھکو لحاظ کرنا پڑتا اور وہ کہہ بیٹھتے اور آج کل اکثر لحاظ سے کام نکالا جاتا ہے میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ جو میرا لحاظ کرتا ہے اس سے مجھے اور بھی شرم آتی ہے کہ اسکے اوپر کیوں اپنی وجاہت کا دباؤ ڈالکر کام نکالوں باقی اکثر لوگ تو وجاہت کو ایسے موقعوں پر کام میں لایا کرتے ہیں اور وجاہت کو غنیمت سمجھتے ہیں کہ اچھا ہے جی کام نکالنا چاہئے اور میں ایسی جگہ جہاں مجھکو وجاہت کے اثر کا ذرا بھی گمان ہو کچھ نہیں کہتا کہ دباؤ نہ پڑے اور جگہ تو وجاہت حاجات کے لئے باعث ہوتی ہے اور میرے لئے وجاہت ایک سخت مانع ہوتی ہے میں وہیں خوب کہتا سنتا ہوں اور فرمائشیں کرتا ہوں جہاں سمجھتا ہوں کہ میرا کوئی اثر اس شخص پر نہیں اور یہ بے تکلف انکار بھی کر سکے گا

باقی لحاظ کی جگہ تو میں بالکل چپ ہو جاتا ہوں شرم آتی ہے کہ کیوں بیچارے کو دبایا جاوے اور چاہئے بھی یہی کہ جو اپنا لحاظ کرے اُس کا خود بھی لحاظ کرے۔ پھر احقر نے وعظ کا تذکرہ چھیڑا فرمایا کہ مرزا علی نظر بیگ کہتے تھے کہ اس آیۃ کا میں نے بارہا وعظ سُنا ہے لیکن ہر مرتبہ نیا مضمون سننے میں آیا کبھی یہ نہیں ہوا کہ ایک وعظ کے مضامین دوسرے وعظ کے مضامین سے ملگئے ہوں گو ایک ہی آیۃ کے متعلق مضامین تھے لیکن ہر وعظ دوسرے سے مختلف تھا پھر فرمایا کہ مجھے تو مضامین یاد بھی نہیں رہتے جو مضمون اُس وقت ذہن میں آیا وہی بیان کر دیا (ف) حسن انتظام واہتمام حفظ نظام دین وغایت احتیاط اس واقعہ سے ظاہر ہے۔

(۴۳۶) احقر نے دریافت کیا کہ مولوی ظفر احمد صاحب نے جو ہمراہ سفر تھے وعظ تو بخوبی قلمبند کر لیا ہو گا۔ فرمایا کہ جی ہاں وہ تو نہایت اچھی طرح قلمبند کر لیتے ہیں اس پر احقر نے آرزو ظاہر کی کہ وہ تو اگر مجلس خیر کی طرف سے ضابط مواعظ مقرر ہو جائیں تو بہت بہتر ہو فرمایا کہ وہ تو یہاں رہنے کیلئے راضی ہیں لیکن بس وہی دو موانع ہیں جو میں آپ سے کہہ چکا ہوں یعنی ایک تو یہ کہ لوگ خواہ مخواہ حضرات کے کان بھریں گے کہ دیکھئے آپ کے مدرسہ سے اُس نے مولوی ظفر کو بلا لیا اور مدرسہ کا کچھ خیال نہ کیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اُن کو یہاں بڑی کتابیں پڑھانے کیلئے طالب علم نہیں ملیں گے اور ابھی زمانہ اُن کا استعداد حاصل کرنے کا ہے کم از کم دو تین مرتبہ تو سب درسی کتابیں وہ نکلوا دیں مشق ہو جانے کے بعد پھر درس موقوف کر دینا مضائقہ نہیں درس دینے سے ایک مناسبت علم کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے جو اخیر تک کام دیتی ہے میں نے کانپور کے زمانہ میں درس دیا تھا جس کو بہت زمانہ گذر گیا لیکن اُس کا ضروری اثر اب تک باقی ہے اور گو مجکو آتا جاتا کچھ نہیں لیکن طالب علم سمجھتے ہیں کہ بڑا علامہ ہے اُن کو پتہ نہیں چلتا۔ بڑے بڑے مستعد پنجابی اور ولایتی طالب علم وعظ میں ہوتے ہیں اُن کے سامنے کچھ کہتے ہوئے مجھے ڈر بھی معلوم ہوتا ہے اور شرم بھی آتی ہے کہ کہیں کچھ منہ سے نہ نکل جاوے لیکن حق تعالیٰ نے سنبھال رکھا ہے الحمد للہ ابھی تک تو کچھ منہ سے نکلا نہیں ہے ورنہ مجھے تو اُن کے سامنے کچھ تقریر کرتے شرم آتی ہے (فوائد واقعہ ہذا) (۱) مدرسی سے مناسبت تمام فنون سے پیدا ہو جاتی ہے جو ہمیشہ کام دیتی ہے جب تک سب درسی کتابیں دو دو تین تین مرتبہ نہ نکلوا چکے درس موقوف نہ کرے (۲) تواضع اور عبدیت کی شان تو حضرت کی

شریعت میں داخل ہو گئی ہے۔

(۳۶۱) راستہ میں صرف مذکورہ بالا ملفوظات قلمبند ہو سکے کیونکہ احقر نے کچھ قلمبند کئے ہوئے ملفوظات سنانے شروع کر دیئے تھے جن کو سنکر حضرت نے بحمد اللہ تحسین فرمائی اللہ تعالیٰ اس خدمت کو اس احقر کے لئے ہر طرح آسان فرما کر موجب نفع عام و تام فرمائے اور سبب ہدایت و نجات اس ناکارہ کے لئے اور حضرت کو غیر معمولی طویل عمر صحت و عافیت دارین کے ساتھ بایں فیوض و برکات روز افزوں عطا فرما کر مدت مدید تک اس سلسلہ کو اس احقر کے ہاتھوں جاری رکھے آمین آمین بحرمتہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ واتباعہ اجمعین۔

(۳۶۲) اب خانقاہ پہونچ گئے لیکن حضرت دروازہ ہی سے یہ فرما کر کہ ذرا مکان ہو آؤں رخصت ہو گئے بوقت نماز ظہر تشریف لائے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور کے تشریف لیجانے کے بعد یہاں رونق ہی نہیں رہتی بالکل سونا سونا معلوم ہونے لگتا ہے فرمایا کہ جی میں خود کہیں جانے سے گھبراتا ہوں اور اگر کہیں جانا پڑتا ہے تو جہاں تک ہو سکتا ہے جلد واپس آجاتا ہوں میرا جی نہیں لگتا ہے حضرت بارہا فرما چکے ہیں کہ میں نے بہت سفر کئے ہیں سبھی جگہ گیا ہوں لیکن جو سکون اور جمعیت اس مقام پر دیکھی کہیں نہیں پائی اس مسجد میں بہت عرصہ سے بزرگ رہتے چلے آئے ہیں۔ اس زمانہ میں یہ دکان معرفت مشہور تھی اخیر زمانہ میں سب سے زیادہ برکت ہمارے حضرت حاجی صاحب کے قیام کی وجہ سے ہو گئی رات دن ذکر اللہ ہوتا تھا یہاں کی اینٹ اینٹ ذکر سے آشنا ہو گئی ہے حضرت حاجی صاحب رات رات بھر روتے ہوئے اور اس شعر کو پڑھتے ہوئے گذار دیتے تھے ؎

اے خدا ایں بندہ را رسوا مکن ۔۔۔ گر بدم ہم سر من پیدا مکن

احقر عرض کرتا ہے کہ غالباً پیشتر سے بھی زیادہ آج کل اس مقام پر باغ و بہار کا عالم ہے بے اختیار یہ شعر زبان پر آتا ہے ؎

اگر فردوس بر روئے زمین ست ۔۔۔ ہمیں ست و ہمیں ست و ہمیں ست

کیونکہ ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد ۔۔۔ کسے را با کسے کارے نباشد

ہمارے حضرت کے یہاں کا خاص اور مشہور رنگ یہی ہے کہ ع کسے را باکسے کارے نباشد
چنانچہ خود فرماتے تھے کہ ایک صاحب نے یہاں کی حالت کسی کو لکھی تھی کہ یہاں پر کسی کو کسی سے کچھ ہمدردی نہیں۔ کوئی ایک دوسرے کو نہیں پوچھتا۔ چاء کی پتیلی تک مجکو نہ ملی ہر شخص دوسرے سے بے تعلق ہے پھر حضرت نے فرمایا کہ اُس نے تو خیر بُرائی کے طور پر لکھا تھا لیکن دراصل یہ بات ہے کہ میرا رنگ بے تعلقی کا ہے یہاں سب پر غالب ہے ہر شخص اپنے حال میں مست ہے ع کسے را باکسے کارے نباشد۔ میرے یہاں اتفاق جرائم میں سے ہے اور بے تعلقی محاسن میں سے سمجھا جاتا ہے کہ ملنے جلنے میں ہزارہا مفاسد ہیں اختلاط سے سیکڑوں خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں۔ بس اپنے اپنے کام میں مشغول رہنا چاہئے (ف) اختلاط سے سیکڑوں خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ بلاضرورت ہرگز تعلقات نہ بڑھاوے اپنے کام میں مشغول رہنا چاہئے۔

(۳۶۳) ظہر کا وقت فرماتے جاتے تھے اور دن کے بھر کے مشتاقوں سے باتیں بھی فرماتے جاتے تھے فرمایا کہ وہاں (یعنی مراد آباد) کے لوگ مجکو بہت ہی بے مروت کہتے رہے لیکن میں نے کہا کہ جناب اگر میں مروت میں رہوں تو کوئی کام ہی نہ کر سکوں گا خیر میں نہ رُکا تو کیا حرج ہوا۔ اُسکا کام تو ہو ہی گیا فرمایا کہ وعظ کے بعد اسقدر دماغ خستہ ہوگیا تھا کہ اسٹیشن پہونچکر گاڑی میں لیٹ گیا وہاں بالکل آزاد تھا ہمارے درجہ میں کوئی نہیں تھا بس میں تھا اور مولوی ظفر نماز عصر پڑھ کر سو گیا مغرب تک خوب سوتا رہا مغرب کے بعد پھر سو گیا بس جناب سوتے ہی ہوئے آئے بہت آرام ملا۔ وہاں آرام نہیں مل سکتا تھا خیر وہاں لوگوں کو آسودگی ہوگئی پھر فرمایا کہ میں نے جامع مسجد دیکھی بھی نہیں تھی نہایت اچھے موقعہ پر ہے بہت پُرفضا مقام ہے بہت اونچی کرسی دریا کا کنارہ شہر سے باہر پر لطف منظر وہاں کے امام ایک بزرگ مولانا دائم علی صاحب ہیں جو مولانا عالم علی صاحب کے صاحبزادہ ہیں میں نے کبھی وہاں وعظ نہیں کہا تھا میرا قاعدہ ہے کہ جہاں کوئی بزرگ ہوں وہاں میں کچھ بیان کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔ مولوی صاحب خود ہر جمعہ کو وعظ فرمایا کرتے ہیں لیکن خود اُنہوں نے ارشاد فرماکر نماز جمعہ کی بھی مجھی سے پڑھوائی اور وعظ کی بھی فرمائش کی ۵ بجے شام کو مراد آباد پہونچا تھا دوسرے دن شام کو ۶ بجے روانہ ہوگیا بس سفر ہی سفر رہا اسمیں بھی جتنا وقت قطع مسافت میں گذرا آرام کا تھا اور جسقدر وہاں گذرا وہ مشقت کا تھا چونکہ تنہائی نہیں ملتی اس لئے

آرام نہیں ملتا پھر یہ بھی تو نہیں کہ خیر مجمع ہے خاموش بیٹھے رہیں ہر قسم کے لوگ ہر قسم کی باتیں سوال جواب تعب ہی تعب رہتا ہے۔ ف، (۱) بزرگوں کا ادب حضرت کی فطرت میں داخل ہے۔ (۲) میزبان کو چاہئے کہ حضرت کیلئے آرام کا کمرہ علیحدہ رکھے اور نشست عام کا علیحدہ جیسا کہ کانپور میں انتظام فرمایا تھا تاکہ جب ضرورت ہو تنہائی ہو سکے اور جب جی چاہے خود اجازت لے کر اُٹھ آویں اور اگر آرام کرنے کی جگہ اور نشست کی جگہ ایک ہی ہو تو یہ نازیبا معلوم ہوتا ہے کہ خود کہیں کہ صاحب اب آپ تشریف لے جائیے ہم آرام کریں گے جو صاحب حضرت کو سفر کی تکلیف دیں یہ انتظام ضرور کریں۔

(۴۳۶) دریافت پر فرمایا کہ مراد آباد میں تمام مسجد اندر باہر سے بھری ہوئی تھی کئی ہزار آدمی تھے مگر وہاں کے لوگوں کو سے وعظ سے رغبت اور اشتیاق اکثر ہی دیکھا ہے ایک صاحب نے کہا کہ ادہر اُدہر کے دیہات کے لوگ بھی جمع ہو جاتے ہیں فرمایا کل تو ہر طبقہ کے لوگ تھے بڑے بڑے عہدہ دار وکلا بئی ضلع کے لوگ بہت دور تک پھیلے ہوئے معلوم ہوتے تھے بیچ کے در میں کھڑے ہو کر بیان کیا اسی میں آسانی ہوئی ایک صاحب نے کہا کہ فلاں صاحب پر بہت حالت طاری ہو جاتی ہے اور خوب نعرے مارتے ہیں فرمایا کہ جی ہاں بہت چیخ چلا رہے تھے لیکن مجھے چیخنے چلانے سے ڈر نہیں معلوم ہوتا ہنسی سی معلوم ہوتی ہے کہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ پھر مولوی رحیم الہی صاحب کی بابت تذکرہ ہوا فرمایا کہ مولانا شیخ محمد صاحب سے بیعت ہیں اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب منگلوری کے پیر بھائی ہیں۔ اُن پر واقعی بہت حالت طاری ہوتی ہے کہ سنبھلنا مشکل ہو جاتا ہے عام شخص ہیں صاحب نسبت ہیں ضعف قلب سے بھی یہ بات ہوتی ہے پھر فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی جب یہاں (یعنی خانقاہ امدادیہ میں) تھے تو حضرت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ حضرت مجھے رونا نہیں آتا اور ذاکرین پر بہت گریہ طاری ہوتا ہے حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ ہاں جی اختیاری بات نہیں ہے۔ کبھی کبھی آنے بھی لگتا ہے پھر تو یہ حالت ہوئی کہ جب مولانا ذکر کرنے بیٹھتے تو تاب نہیں ہوتی تھی اسقدر گریہ طاری ہوتا کہ پسلیاں ٹوٹنے لگتیں عرض کیا کہ حضرت اب تو ہڈیاں پسلیاں ٹوٹی جاتی ہیں فرمایا کہ ہاں یہ بھی ایک عارضی حالت ہوتی ہے جاتی بھی رہتی ہے۔ بس پھر گریہ وغیرہ سب جاتا رہا مولانا نے پھر شکایت کی کہ حضرت اب رونا نہیں آتا فرمایا کہ پسلیاں

ٹوٹ جاویں گی کیا کرو گے رو کر (ف) وجد و گریہ اکثر ضعف قلب کی وجہ سے ہوتا ہے بہر حال کوئی ایسی قابل اعتبار چیز نہیں اسکی فکر میں نہ رہے۔

(۳۶۵) فرمایا کہ جو خطوط قابل نقل ہوتے ہیں وہ بھی علیحدہ رکھتا جاتا ہوں اور جو قابل نقل نہیں ہوتے اُن کے ڈاک کے ڈبہ میں رکھ دیتا ہوں تاکہ دوسرے کو چھانٹنا نہ پڑے (ف) دوسروں کو ایذا سے بچانیکا جسقدر اہتمام حضرت کے یہاں دیکھا کہیں نہیں دیکھا۔ ایک بار احقر نے جوتیاں اٹھا کر حضرت کے پہننے کے لئے رکھیں لیکن جو جوتیاں پیشتر سے اس جگہ پر رکھی ہوئی تھیں اُنکو ہٹا کر علیحدہ کر دیا۔ فوراً فرمایا کہ جی نہیں ایسا نہ کیجئے جس شخص نے اپنی جوتیاں جس جگہ رکھی ہیں وہ اسی جگہ اُنکو ڈھونڈھنے آئیگا اور جب اُس جگہ نہ پائے گا تو پریشان ہوگا اس جگہ پر اُسی کا حق ہے۔ چنانچہ اُن جوتیوں کو پھر اُٹھوا کر سابق جگہ پر رکھوایا اور اپنی جوتیاں اُن سے آگے رکھوا کر پھر پہنکر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ لوگ ایسا کرتے ہیں کہ جب مسجد میں آئے تو اوروں کی جوتیوں کو ادھر اُدھر ہٹا کر جگہ کر کے اپنی جوتیاں اُتار دیں اور مسجد میں داخل ہو گئے میں اسکو ناجائز سمجھتا ہوں کیونکہ جس نے اپنی جوتیاں جس جگہ اتاری ہیں وہ وہیں اُن کو ڈھونڈھنے آئے گا اور جب نہ پائے گا تو پریشان ہوگا۔ دوسرے کو ایذا دینا کہاں جائز ہے یہ چاہئے کہ جہاں تک جوتیاں رکھی جا چکی ہوں اُس سے علیحدہ اپنی جوتیاں اتارے۔ دوسروں کی جوتیاں منتشر کرنے کا اس کو کوئی حق نہیں (ف) سبحان اللہ اگر اسپر عمل کیا جاوے تو آج کل جو یہ گڑبڑ ہوتی ہے کہ ایک جوتی تو یہاں ہے دوسری کہیں جا کر ملی بہت دور دوسرے کنارہ پر پھر ہرگز نہو جو جہاں اُتارے اگر وہیں اُسکو جوتیاں رکھی ہوئی ملیں تو کسقدر سہولت ہو اسی طرح ایک مرتبہ ایک شخص نے کسی دوسرے مہمان کی چارپائی یا غالباً مدرسہ کی چارپائی عارضی طور پر بلا اجازت اٹھا کر اپنے حجرہ میں بچھا کر اُسپر ذکر کرنا شروع کر دیا۔ اب یہاں اُس کی تلاش ہو رہی ہے اور کچھ پتہ نہیں چلتا۔ معلوم ہونے پر حضرت بے انتہا ناراض ہوئے بلکہ ایک مجمع کے سامنے اُس شخص کو مارا بھی کہ تمہارا ذکر شغل کیا خاک کام آئے گا قرآن و حدیث پڑھکر تم نے ڈبویا میں پوچھتا ہوں کہ یہ کس کتاب میں جائز لکھا ہے کہ دوسرے کی چیز بلا اجازت لیکر استعمال کیجاوے وہ تسبیح تمہاری کیا خاک مقبول ہوئی ہوگی جسکو تم نے ایک حرام فعل کے تلبس کی حالت میں پڑھا۔ تمہیں یہ نہ سوجھا کہ تمہارے بچوں کو چارپائی کہاں ملے گی (ف) بلا اجازت ہرگز کسی کی چیز استعمال نہ کرنا چاہئے دوسرے

یہ کہ باوجود سخت غصہ کے حضرت نے اپنی زبان کی اس قدر احتیاط رکھی کہ چچا کا لفظ فرمایا حالانکہ عام طور سے ایسے موقعہ پر باپ وغیرہ غصہ کی حالت میں نکل جاتا ہے جو ایک قسم کی گالی ہے۔ خود فرماتے تھے کہ الحمد للہ میں غصہ کی حالت میں بھی اپنے ہوش وحواس سے باہر نہیں ہوتا گو شور بہت مچاتا ہوں جس سے دیکھنے والوں کو معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آپے سے باہر ہے حالانکہ مجھکو پوری طرح اس کا خیال رہتا ہے کہ کوئی حرکت زیادتی کی نہ ہونے پاوے الحمد للہ ضرورت سے زیادہ سختی نہیں ہونے پاتی جسقدر خفگی یا سزا کا کوئی مستحق ہوتا ہے اسی کے اندر رہتا ہوں۔

(۳۶۶) دریافت پر فرمایا کہ مراد آباد جانا اسلئے ہو گیا کہ وہاں بہت دن سے وعظ کا وعدہ تھا موقعہ خاص یہ ہو گیا کہ حاجی مرتضیٰ علی کے یہاں عقد تھا انہوں نے مجھکو شرکت کے لئے لکھا۔ میں نے لکھدیا کہ تقریبات کی شرکت میں نہیں کیا کرتا گو رسوم سے بھی خالی ہوں لیکن مصلحت کے خلاف ہے۔ اسلئے میں مرزا علی نظر بیگ صاحب کے یہاں ٹھہرونگا اور وعظ کے لئے آؤنگا چونکہ شہر میں ہونگا تم بھی عقد کے وقت بلا لینا۔ پھر فرمایا کہ انہوں نے بڑی ہمت کی کوئی رسم نہیں کی۔ دہاں بڑی رسمیں ہوتی ہیں اسلئے میں نے یہ موقعہ مناسب سمجھا۔ دونوں کام ہو گئے (ف) حضرت شرکت تقریبات سے گو رسوم سے خالی ہوں اجتناب فرماتے ہیں اول تو یہ کہ پھر سب ہی خواہش کرنے لگیں گے اور ترجیح کی کوئی وجہ ہو گی اتنی فرصت بھلا کہاں دوسرے یہ کہ پیشتر سے تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ کس طریقہ سے تقریب ہو گی گو وعدہ بھی ہو کہ کوئی رسم نہو گی کیونکہ بہت سی ایسی باتیں گھروں کے اندر ہو جاتی ہیں جن کو معمولی سمجھا جاتا ہے اور جنکی خبر بھی نہیں پڑتی حالانکہ وہ دراصل رسمیں ہی ہوتی ہیں لہذا دیکھنے والوں کو سند ہو گی کہ حضرت مولانا خود بھی شریک تھے اسلئے یہ حسن تدبیر حضرت اختیار فرمائی کہ تشریف لیگئے وعظ کے لئے اور عین وقت پر عقد میں بھی شرکت ہو گئی۔

(۳۶۷) کچھ لڑکے انگریزی اسکول کے اپنے اپنے گھروں سے نقدی لے کر چھپکر بھاگ گئے ہیں اُن کے والدین واعزہ سخت پریشان ہیں۔ ایک حضرت کے عزیز صاحبزادہ ہیں وہ حضرت کے مدرسہ میں پڑھتے تھے۔ لیکن بلا اطلاع اسکول کے ان ہی لڑکوں کے ساتھ فٹ بال کھیلنے بھی چلے جاتے تھے۔ حضرت کو خبر ہو گئی۔ مدرسہ سے خارج فرمادیا۔ بہت سفارشوں پر حضرت نے پھر پڑھنے کی اجازت دیدی وہ صاحبزادہ آکر سہ دری میں بیٹھے تو حضرت نے فرمایا کہ جناب آپ فٹ بال والے

لڑکوں کا حال بھی سُن لیا کہ انھوں نے کیا حرکت کی ۔ دیکھا فٹ بال کا نتیجہ ۔ اخیر میں وہاں ہی ہوتا ہے پھر فرمایا کہ چند لڑکے اسکول کے غائب ہو گئے ہیں کوئی پانچسو روپیہ لیگیا کوئی چار سو لیگیا یہ سب نکاح کئے ہوئے ہیں نئی نئی شادیاں ہوئی ہیں ۔ اُن کے گھر والے سہے ہیں ۔ پھر انھیں صاحبزادہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ انجام ہے میاں بُری صحبت کا آپ بھی اگر اس کمیٹی میں ہوتے تو آپ بھی انھیں کے ساتھ ہوتے ۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ لڑکوں پر سختی کرتا ہے بچوں کو بولنے نہیں دیتا ۔ کھیلنے نہیں دیتا ۔ یہ سبب ہے میری سختی کا ۔ اول تو تم ایسے بچے نہیں تھے کہ اپنا نفع نقصان نہ سمجھ سکو دوسرے یہ کہ جس کے سر پر بڑا ہو اُس سے پوچھکر سب باتیں کرنی چاہئیں ۔ کیا اتنی آسان بات بھی نہیں ہو سکتی اسمیں تو کوئی ایسی سمجھ کی ضرورت نہیں ۔ یہ حالت ہے آج کل لڑکوں کی بے عقلی کی ایک صاحب نے کہا کہ ماں باپ روک ٹوک لڑکوں کی نہیں کرتے ۔ فرمایا کہ اجی کیا کہیں جہاں روک ٹوک ہو رہی ہے وہاں کیا ہو رہا ہے ۔ کچھ بہت ہی مادے بگڑ گئے ہیں (ف) لڑکوں کی بہت نگرانی رکھنی چاہیے ۔ حضرت اس کا بیحد انتظام رکھتے ہیں ۔ مدرسہ کے لڑکوں کو آپس میں بات چیت کرنے ہنسنے بولنے کی سخت ممانعت ہے ۔ کچھ دنوں ایک صاحب کو اسی بات کیلئے تنخواہ پر ملازم رکھا تھا کہ وہ جہاں کسی لڑکے کو کسی سے ہنستا بولتا دیکھیں یا اور کوئی ایسی ہی حرکت کرتے پائیں فوراً لکھ لیں ۔ پھر وہ رجسٹر باقاعدہ پیش ہوتا تھا ۔ روبکاری ہوتی تھی جواب طلب کئے جاتے تھے ۔ شہادتیں سنی جاتی تھیں ۔ جب بے عنوانی ثابت ہو جاتی تھی ۔ مناسب سزا دیجاتی تھی ۔ جو صاحب اس خدمت کیلئے مقرر کئے گئے تھے ۔ وہ بیچارے بہت ہی بھولے اور سیدھے سادے تھے فرماتے تھے کہ ایسا شخص اس کام کیلئے بہت مناسب ہوتا ہے ۔ کیونکہ وہ اپنی عقل کو تو کام میں لاتا نہیں جو کچھ دیکھتا ہے بعینہ قلمبند کر لیتا ہے ۔ اس طرح سچے حالات معلوم ہو جاتے ہیں ۔

(٣٦٨) ایک صاحب نے جو عمر میں زیادہ ہیں ۔ حضرت کے ڈاک کے ڈبہ کو سرکا کر حضرت کے قریب کر دیا تاکہ خطوط لکھ کر آسانی سے اس میں ڈالتے جادیں حضرت نے فرمایا کہ جی آپ رہنے دیجیے اپنی مصلحتوں کو میں ہی خوب جانتا ہوں اگر مجھے تکلیف ہوتی تو میں خود ہی اُٹھا کر رکھ لیتا ۔ یہ بھی کوئی مشکل کام تھا چونکہ حضرت کو سابق جگہ ہی سے آسانی ہوتی تھی حضرت نے اُسکو پھر وہیں رکھ دیا ۔ یہ فرمایا کہ آپ بلا پوچھے کوئی کام میرا نہ کیا کریں ۔ مثلاً آپ کبھی مسواک لے آتے ہیں کبھی لوٹہ رکھ دیتے ہیں مجھے اس سے بہت

تکلیف ہوتی ہے اُن صاحب نے فرمایا کہ ہمیں بھی تو ثواب ملے فرمایا کہ تکلیف دینے میں گناہ زیادہ ہوگا یا ثواب اُنھوں نے کہا کہ حضرت ہم تو ثواب ہی کی نیت سے کرتے ہیں فرمایا کہ تکلیف جس بات سے ہوگی وہ موجب ثواب کیسے ہوگی جبکہ ایک مسلمان اطلاع بھی کرچکا کہ مجھے تکلیف ہوتی ہے غرض انھوں نے کئی بار کے سوال وجواب کے بعد کہا کہ اب ایسا نکرونگا پھر فرمایا کہ میں اپنے خیال کو کیسے بدلوں مجھے تو سخت تکلیف ہوتی ہے بلکہ مجھے اتنے سوال وجواب سے بھی تکلیف ہوئی عقیدت کا تو یہ مقتضا تھا کہ مجھے پہلے ہی سچا سمجھنا چاہیے تھا خدمت لینے کی عادت ہی نہیں بس وہ عادت ہے کہ ؎

نہ براشتر برسوارم نہ چو اشتر زیر بارم نہ خداوند رعیت نہ غلام شہر یارم

نہ کسی سے خدمت لی نہ کسی کی خدمت کی ۔ بزرگوں کی بھی خدمت نہیں کی ۔ اپنی اپنی عادت ہے مجھکو عادت ہی نہیں ہوئی ہاں ایسوں سے خدمت لیتا ہوں جنکو یہ بھی معلوم نہو کہ ہم خدمت کررہے ہیں نہ اسکو گمان خصوصیت کا ہو نہ دوسروں کو کہ بھائی یہ بڑا مقرب ہے بس یہ وجہ ہے میرے روکنے کی اس سے خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ۔ لوگ اُس شخص پر حسد بھی کرنے لگتے ہیں چنانچہ صاحب ایسا ہوتا ہے حضرت حاجی صاحب کو مجھسے بہت محبت تھی کوئی کلمہ مدح کا مجمع میں فرماتے تو بجائے تفاخر کے مجھکو اسقدر گراں ہوتا تھا کہ دعا مانگا کرتا تھا کہ حضرت چپ ہو جائیں تو اچھا ہے کہ سننے والوں کو حسد نہ ہو جائے چنانچہ ہونے لگا تھا ۔ بس میں تو ڈر گیا یہاں تک ڈر بڑھا کہ میں چھ مہینہ کیلئے خدمت میں گیا تھا شوق تھا کہ زیادہ رہوں لیکن اسی حسد کی وجہ سے چھ مہینہ ہی رہ کر چلا آیا کہ اب تو مقبول ہو چکا ہوں کہیں آیندہ مخذول نہ ہوجاؤں ۔ ڈر کے مارے جلدی چلا آیا ۔ جو کچھ حضرت سے تعلق تھا وہ تھا ۔ اُس کو حضرت جانیں یا میں جانوں ضرورت کیا کہ تیسرا شخص واقف ہو (ف) (۱) اس روکنے کی یہ بھی وجہ تھی کہ حضرت فرماتے تھے کہ میں بڈھوں سے اور سیدوں سے خدمت نہیں لیتا ۔ ذاکرین سے بھی خدمت لینا پسند نہیں فرماتے بلکہ روک دیتے ہیں کہ آپ جس کام کیلئے آئے ہیں اسی کام میں رہیئے میری خدمت کیلئے بہت لوگ ہیں یہ صاحب بوڑھے تھے (۲) بزرگوں کے سامنے رد وکد کرنا بالکل خلاف ادب ومحبت ہے ۔ یہ صاحب تشریف لیگئے تو فرمایا کہ یہ تکلف امراکی صحبت کا اثر ہے یہ صاحب نوابوں کی صحبت میں رہے تھے ۔

(۳۶۹) ایک بڑے میاں تشریف لائے سہ دری کے دروازہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت اُسوقت خطوط لکھ رہے تھے اوپر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اندھیرا ہوتا ہے ادہر آجایئے وہ صاحب جہاں اشارہ کیا تھا وہاں تو نہ بیٹھے بلکہ اُس جگہ سے ادہر ہی کی طرف بیٹھ گئے جہاں جناب مولوی احمد حسن صاحب اپنے تصنیف کے کام میں مشغول تھے اُن سے بھڑ کر بیٹھ گئے فرمایا کہ جی فراغت سے بیٹھئے تا کہ کسی کو تکلیف نہو۔ یہاں بیٹھنے سے مولوی صاحب کو تکلیف ہوگی (ف) نشست و برخاست سب میں اس امر کا خیال رکھنا چاہیئے کہ کسی کو تکلیف یا تنگی تو نہیں ہوتی۔

(۳۷۰) او نہیں بڑے میاں سے حضرت نے نہایت اخلاق کے لہجہ میں فرمایا کہ پہچانا نہیں اُنھوں نے کہا میں دیوبند رہتا ہوں فرمایا کہ یہ پتہ کافی نہیں وہاں بہت سے رہتے ہیں پھر شاید اُنھوں نے صرف نام بتلادیا۔ فرمایا کہ یہ بھی کافی نہیں میں نے پوچھا تھا کہ میں نے پہچانا نہیں ان جوابوں سے یہ بات تو حاصل نہ ہوئی پھر اُنھوں نے کہا کہ خادموں میں ہوں دیوبند کی مسجد میں مصافحہ بھی ہوا تھا حضرت کے خادموں میں ہوں فرمایا کہ حضرت تو سینکڑوں ہیں گول بات نہیں کہنی چاہیئے دوسرے کو پھر پوچھنا پڑتا ہے اس کا خیال رکھنا چاہیئے۔ تب اُنھوں نے کہا کہ حضرت حاجی صاحب کے خادموں میں ہوں (ف) گول بات ہرگز نہیں کہنی چاہیئے۔ سوال کو خوب سمجھکر پورا اور صاف جواب دینا چاہیئے تا کہ دوسرے کو بار بار نہ پوچھنا پڑے

(۳۷۱) احقر خطوط کے جوابات کی نقل کر رہا تھا حضرت لکھ لکھ کر ڈاک کے ڈبے میں ڈالتے جاتے تھے عرض کیا کہ احقر نقل شدہ خطوط کو ڈبہ میں اندر کی طرف رکھتا جاتا ہے حضور نئے خطوط کو اندر کی طرف نہ ڈالا کریں بلکہ کنارہ ہی پر رکھدیا کریں۔ فرمایا نا صاحب قصداً تو اندر ڈالوں گا نہیں لیکن وعدہ نہیں کر سکتا۔ نہ معلوم کتنے التزامات مجھکو ذہن میں رکھنے پڑتے ہیں اب ایک اور بڑھتا ہے۔

(۳۷۲) ایک صاحب نے ایک اہل مقدمہ کی درخواست پر اپنے چاروں حضرات سے فتح مقدمہ کی دعا کرائی اور اُس شخص نے یہ وعدہ کیا کہ بصورت کامیابی فلاں مسجد کو پختہ بنوادے گا جسکی سخت حاجت تھی۔ مقدمہ فتح ہوگیا۔ اُن صاحب نے اُس شخص کو یاددہانی کی لیکن اثر نہ ہوا حضرت سے بذریعہ تحریر یاددہانی کی درخواست کی حضرت نے تحریر فرمادیا کہ اُن کا وعدہ

خدا تعالیٰ سے ہے ہر شخص کا یاد دلانا کافی ہے میں اُن کا احسان کیوں لوں۔

(۳۷۳) فرمایا کہ جب گفتگو میں یا اور کسی کام میں مشغول ہوں تو آنے والے کو چپکے آکر بیٹھ جانا چاہیئے یہ نہیں کہ بیچ میں سلام کر کے لٹھ سا آکر مار دیا مصافحہ کرنے لگے یہ سخت بدتہذیبی کی بات ہے اور ایذار کا سبب ہے۔

(۳۷۴) بعد عصر ایک صاحب نے حضرت کے ہاتھ میں رقعہ دینا چاہا اور سامنے پیش کر کے اس انتظار میں لئے بیٹھے رہے کہ حضرت خود اپنے ہاتھ میں لیں۔ فرمایا کیا ہاتھ ہی میں دینا فرض ہوتا ہے اور کوئی طریقہ دینے کا نہیں کچھ دیر کے بعد اُنھوں نے زمین پر رکھدیا فرمایا غنیمت ہے عقل آئی فضول حرکتیں کرتے ہو تم لوگ تکلیف دیتے ہو۔

(۳۷۵) ایک شخص کسی صاحب کے یہاں بتقریب شادی مہمان آئے ہوئے تھے اُنھوں نے صاحب تقریب کی طرف سے آکر عرض کیا کہ حضور کی بھی دعوت ہے۔ طلبا کی بھی۔ فرمایا کہ میں تو تقریبات میں کسی کے یہاں شریک نہیں ہوتا رہا طالب علم سو اُن کو میں کسی کے یہاں نہیں جانے دیتا اگر کوئی دعوت کرتا ہے تو کھانا یہیں پہونچا دے تو لیلیا جاتا ہے ورنہ دروازہ پر جا کر کھانے میں طالب علموں کی ذلت ہوتی ہے۔ اگر عزت کے ساتھ خود کھانا یہاں بھیجدیا جاوے تو اُنکو دیدیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جن کے یہاں شادی ہے وہ کون ہیں وہ آئیں گے تو اُن سے گفتگو کروں گا۔ آپ تو خود مہمان ہیں آپ سے کیا عرض کروں۔ دوسرے یہ وقت بھی نہیں ہے جسکو بکوانا تھا بکو اُچکا (بعد عصر غالباً قریب مغرب دعوت کی اطلاع دی گئی تھی) عین کھانیکے وقت اطلاع کا طریقہ نہیں یہی علامت اسکی ہے کہ اُنکو طلبہ سے محبت نہیں صرف اس نیت سے طلبار کو ایسے موقعوں پر کھلاتے ہیں کہ کوئی الابلا ہو تو دور ہو جاوے اگر محبت تھی جیسے برادری کو صبح کیوقت اطلاع کی تھی۔ اُن کو بھی اُسی وقت کی ہوتی اُنہیں تو صبح اطلاع کی اور ان غریبوں کو شام کو اطلاع کرنے آئے ہیں۔ بس وجہ یہی ہے کہ ان کو فضول بیکار مدسمجھا گیا۔ سو ہمارے یہاں کے طلبار گو غریب ہیں لیکن ایسے گرے پڑے نہیں ہیں کسی کے بھروسہ یہاں نہیں پڑے ہوئے۔ خدا کے بھروسہ ہیں اب آپ ہی انصاف کریجیے یہ وقت ہی دعوت کا اور جنکی دعوت ہو اُنکی طرف سے یہ سوال ہے کہ کیا جو وقت کھانیکا ہو اُسی وقت دعوت کو کہا کرتے ہیں۔ اسپر وہ صاحب

چپ ہوئے فرمایا بس اس کا جواب آپ کے پاس نہیں یہ اُنکے ذلیل سمجھنے کی نشانی ہے بس یہ سمجھا گیا کہ غریب ہیں جسوقت کہا جائیگا فوراً آمادہ ہو جائیں گے اسپر اُن صاحب نے کہا کہ یہ درست ہے۔ مگر یہیں تک کہنے پائے تھے کہ حضرت نے فرمایا کہ جب درست ہے اور درست کے بعد مگر نہیں ہو سکتا جب ایک بات مان لی پھر کیا میرا خیال رد ہو جائیگا پھر عام خطاب کر کے فرمایا کہ جناب دیوبند میں البتہ طلباء کی بہت عزت کرتے ہیں ساری تقریبوں میں خود شیخ زادوں میں جو کہ متکبر قوم ہے برادری پیچھے کھاتی ہے طالب علم پہلے اور یہاں یہ نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے یہاں قانون مقرر کیا کہ کسی کے دروازہ پر طالب علم کھانے نہ جائیں گے۔ جسے کھلانا ہو کھانا بھیجدے قانون مقرر کرنا اس لیئے ہے کیونکہ طالب علموں کو لوگ ذلیل سمجھتے ہیں کھلی نشانی ذلیل سمجھنے کی آپکے سامنے موجود ہے یہی باتیں ہیں افسوس کے قابل طالب علموں نے کیا قصور کیا ہے جو یہ قدر اُن کی کیجاتی ہے۔ یہ لوگ نائب رسول ہیں۔ کیا یہی رسول کی قدر ہوتی ہے جب رسول کی یہ قدر نہیں تو نائب کی کیوں یہ قدر ہے۔ بس اُن کیلئے کوئی قاعدہ نہیں جس ناچ چاہیں نچائیں جس چال چاہیں چلائیں برادری کے لوگ تو کہہ بھی سکتے ہیں کہ کیوں صاحب اسوقت کھانے کیلئے کھلا کر بھیجا ہے اور طالب علم بیچارے ایسے ہو گئے کہ انکو اگر دیر سے بھیجا جاوے تو یہ اتنا بھی نہیں کہہ سکتے۔ ہم کہتے ہیں کہ وجہ فرق کی کیا۔ بس یہی وجہ ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بھوکے ہیں جسوقت کہا جائیگا فوراً راضی ہو جائیں گے اور غنیمت سمجھیں گے میں کہتا ہوں کہ یہ کسی کے بھروسہ نہیں ان کا خدا ذمہ دار ہے زید و عمر کے ذمہ نہیں ہیں لوگ انہیں حقیر سمجھتے ہیں ہم بادشاہ سمجھتے ہیں آخر انہوں نے کیا جرم کیا ہے جو انہیں حقیر سمجھا جاتا ہے یہ لوگ وہ کام کر رہے ہیں جو رسول نے کیا ہے اس کا یہی انعام اور قدر ہے کہ انکو ذلیل سمجھا جاوے۔ مجھے واللہ بڑی غیرت آتی ہے بعضے لوگ مجھے چیزیں دیتے ہیں اور میں واپس کر دیتا ہوں تو دینے والے کہتے ہیں کہ طلباء ہی کو دیدو بجاویں میں اسکو بھی گوارا نہیں کرتا لوگ کہتے ہیں کہ صاحب طلباء کو دیدیئے بس کیا حرج ہے۔ میں کہتا ہوں طلباء مردود چیز کے کھانے والے نہیں ہیں جو میرے یہاں سے واپس ہوئی وہ انکو دی جاوے تو گویا وہ بیکاری ہوئے کہ جو چیز سب جگہ سے رد کر دی جاوے وہ انہیں دیجاوے۔ انکو تو ہم سے بھی اچھی چیز چاہیئے اور اس سے زیادہ افسوس

یہ ہے کہ بعض اہل علم نے بھی اپنی قدر اپنے ہاتھوں ضائع کر رکھی ہے۔ میرٹھ میں ایک ایسا ناگوار قصہ ہوا کہ ایک رئیس نے دعوت طلباء کی کی۔ عدد طلباء کا معین کر دیا عدد سے دو چار زیادہ جا پہونچے دیکھئے جب ہم اپنے ہاتھوں ذلیل ہوں تو لوگ کیوں نہ ذلیل سمجھیں وہ لکھ پتی رئیس تھے مگر کم ہمتی کی با ضابطہ کی پابندی کی کہ انھوں نے زیادہ تعداد دیکھکر سب طلباء کو واپس کر دیا خیر اچھا کیا بھگتی اپنی حرکت کی خرابی لوگوں نے اُس رئیس کو بعد میں ملامت کی کہ بھلا تم نے یہ کیا کیا۔ اُس نے پھر آدمی بھیجا بے شرمی دیکھئے کہ وہ لوگ پھر آگئے ڈوب مرنیکی بات ہے پھر تبلائیے کیونکر ذلیل نہوں جب یہ حالت ہے عام طور سے یہی حالت ہے اگر کوئی اس کے خلاف کرے تو وہ کمبختی مارا بدنام ہو کہ بڑی سختی کرتا ہے یہ قصہ سُنکر میری تو کٹری سے اُتر گئی بڑی شرم آئی شہر کے طالب علم تھے چھاونی میں دعوت تھی۔ یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ ہم اپنے ہاتھوں ذلیل ہوتے ہیں طالب علم کیوں ایسے رہیں جو انہیں ایسا دقف عام سمجھا جاوے تو اُن کو خود بھی اپنی قدر کرنا چاہئے اور دوسروں کو بھی اُن کی بڑی قدر کرنی چاہئے اور اگر نہو سکے تو کسی سے اعانت کی درخواست تو نہیں کیجاتی اللہ اُن کا کفیل ہے۔ یہاں کا مدرسہ ہے نہ یہاں چندہ نہ کسی سے کہنا یہاں نواب تک آتے ہیں لیکن کبھی ذکر تک نہیں بڑے بڑوں سے ملاقات لیکن کبھی کسی سے توقع نہیں کیگئی نہ اشارتاً نہ کنایتاً۔ آیا خدا کے بھروسہ ان طالبعلمونکو کو جمع کر رکھا ہے یا کسی نواب کے خدا خود کفیل ہے۔ عزت سے روکھی روٹی کھانا اس سے اچھا ہے کہ بریانی اور متنجن کھائیں مگر ذلت ہو حضرت کسی کی آنکھ میں قدر نہیں حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کی حکایت ہے۔ اس واسطے ایک مسلم الثبوت درویش کی حکایت سُناتا ہوں کہ ممکن ہے کوئی یوں سمجھے کہ یہ مولوی لوگ بڑے متکبر ہوتے ہیں سو سمجھ لو کہ بے نفسی کے یہ معنی نہیں کہ ذلیل ہوں حضرت جنید کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ کچھ کام ہے ایک درویش کو میرے ساتھ کر دیجئے۔ حضرت نے خانقاہ میں سے ایک درویش سے کہا کہ ہم لوگ اسی واسطے ہیں کہ مخلوق کی خدمت کریں ؎

طریقت بجز خدمت خلق نیست　　بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

بھائی جاؤ مسلمان بھائی کا کام کر آؤ وہ سمجھے کہ اُس کا کوئی کام ہوگا تھوڑی دیر بعد وہ

شخص لوٹا درویش کے سر پر خوان تھا۔ خانقاہ والوں کیلئے کھانا لایا تھا اسی واسطے یہاں سے آدمی لیگیا تھا۔ حضرت جنید دیکھکر مارے غصہ کے سرخ ہوگئے فرمایا کیوں صاحب کیا یہی قدر ہے اللہ اللہ کرنے والوں کی۔ انہیں کیلئے تو کھانا اور انہیں کے سر پر رکھوا کر لائے اُسی وقت وہ کھانا واپس کر دیا کہ ایسے کھانے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ بس اگر یہ تکبر ہے تو ہمیں حضرت جنید نے سکھلایا ہے وہ درویش بھی تھے اور عالم بھی تھے اب اسمیں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اس طرح طالب علم بڑے مغرور ہو جائیں گے لیکن اس کے لئے میں نے کہہ رکھا ہے کہ مزدوری کر لیا کرو چنانچہ مہمانوں کا سامان اسٹیشن تک پہونچانے کیلئے طالب علم چلے جاتے ہیں اور چار آنہ آٹھ آنہ کما لیتے ہیں سر پر رکھ کر اسباب لے جانا اور مزدوری کرنا ذلت نہیں اس طرح لینا یہ ذلت ہے تکبر کا تو میں نے یہ علاج کیا ذلت کا یہ کہ کسی کے دروازہ پر نہ جاؤ (مگر اسمیں بعض خرابیاں دیکھکر اب اُس کو موقوف کر دیا مگر تکبر کا علاج اسی میں منحصر نہیں ۱۲ جامع) پھر وہ صاحب چلے گئے غالباً کوئی معزز شخص تھے اُن کے چلے جانے کے بعد فرمایا کہ بدون صحبت کے کیسا ہی عہدہ دار تعلیم یافتہ ہو سمجھ میں نہیں آتا۔ عقل اور چیز ہے صحبت کی ضرورت ہے نہ مڈل پاس کافی ہے نہ بی اے پاس کافی ہے اسی واسطے کہا کرتے ہیں کہ مہمان را با فضولی چہ کار۔ ان کو یہ چاہیے تھا کہ میزبان کے بھیجنے پر کہدیتے کہ میں نہیں جاتا تم خود جا کر کہو میں یہاں کی مصلحتیں نہیں جانتا کیا فائدہ ہوا لکدر ہو کر گئے کہنے کہ ہمیں کیوں بیچ میں ڈالتے ہو یہی ان کی ایک فضول حرکت تھی کہ مہمان ہو کر میزبان کی طرف سے دعوت دینے آئے بہت لوگ کہتے ہیں مجھے کہ بڑا متکبر شخص ہے میں کہتا ہوں کہ یہ بدنامی لذیذ ہے۔ حریص مشہور ہونے سے متکبر مشہور ہونا نہایت غنیمت ہے کیونکہ اس سے استغنا تو لازم آتا ہے تکبر متضمن استغنا کو بھی تو ہے جیسے کریلوں میں گو وہ کڑوے تو ہیں لیکن نمک مرچ مصالحہ بھی تو پڑا ہوا ہے۔ اس لئے لذیذ معلوم ہوتے ہیں: تکبر مثل کریلا کے ہے استغنا جو تکبر متضمن ہے وہ مثل نمک مرچ مصالحہ کے ہے اجی میں تو اس واسطے کان میں ڈالتا ہوں کہ کان میں تو پڑے گو سمجھ میں نہ آوے گو یہ اُمید نہیں کہ ابھی قبول کر لیں مگر کان میں تو پڑیگا کبھی تو سمجھ میں آوے ہی گا۔ ابھی تو کان میں بھی یہ باتیں پڑیں ہی نہیں ہیں تو یہ کہا کرتا ہوں کہ بھائی بات یہ ہے کہ بزرگوں کی بڑی شان ہے وہاں بڑی بڑی باتیں تعلیم ہوتی ہیں ہیں

چھوٹا سا آدمی ہوں چھوٹی باتوں کی تعلیم کرتا ہوں۔ جیسے علماء کے یہاں تو صدرا اور شمس بازغہ پڑھائے جاتے ہیں اور میانجیوں کے یہاں بغدادی قاعدہ۔ بعضے تو پچھتاتے ہوں گے اگر کہ لاحول ولاقوۃ کس جھاڑ سے میں اُلجھ گئے جا کر اگر یہ کچھ نہ بولتے تو میں نے تعظیم کرنا شروع کیا تھا کہ مزاج اچھے ہیں پھر جب انھوں نے بے ڈھنگا پن شروع کیا طبیعت بگڑ گئی۔ کیا کروں جہاں کسی کے کلام سے ذرا طالب علموں کی اہانت مترشح ہوئی بس فوراً طبیعت متغیر ہو جاتی ہے۔ ہمارے دوستوں نے یہاں کا ایک نقشہ کھینچا ہے یعنی جو واقعی محب بھی ہیں کہتے ہیں کہ بھائی وہاں کا دربار ہی نرالا ہے پھر فرمایا کہ اس کی تو ایک ترکیب تھی لیکن صحبت سے یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ یہ کرتے کہ دعوت کو تو نہ کہتے کھانا بھیجدیتے۔ کہتے کچھ نہیں۔ ابجی ہم ایک چیز کھانے بیٹھے ہیں جی چاہا اپنے محبوب کو بھی کچھ بھیجدیں اس میں کیا حرج ہے۔

۷ رجمادی الاول ۳۴ھ

(۳۷۶) ایک صاحب نے جو یہاں آئے ہوئے تھے یہیں سے مٹھائی خرید کر بطور ہدیہ حضور میں پیش کر دی۔ حضرت نے فرمایا کہ آپ نے یہیں خریدی میں موجود تھا مجھ سے مشورہ کر لینا چاہئے تھا تکلف کیا یہ ٹھیک نہیں ہے۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ خطا ہوئی۔ فرمایا کہ لوگ غلطی کرتے ہیں۔ زبان سے کہتے ہیں کہ ہم بڑا سمجھتے ہیں لیکن حق ادا نہیں کرتے جن سے دین کا تعلق ہو اُن سے تکلف نہیں کرنا چاہئے مجھ سے اگر پوچھتے تو میں کہتا کہ مٹھائی کا مجھے شوق نہیں کوئی بچہ میرے یہاں کھانیوالا نہیں بس میں روک دیتا۔ اب بتلائیے اس کا کروں کیا اوروں کو بانٹوں گا احسان تو مجھپر اور نفع دوسرونکو ہوا۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ احسان کچھ نہیں فرمایا تو گویا میں جھوٹ بول رہا ہوں میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھپر احسان ہوا یہ تو نہیں کہتا کہ آپنے اپنا احسان سمجھا۔ آپنے احسان نہ سمجھا لیکن میری تو طبیعت اُس سے دبتی ہے آپ کی تقریر کا تو یہ حاصل ہے کہ دینے والے نے احسان نہیں کیا اور میں یہ کہتا ہوں کہ لینے والے کے قلب پر بار ہوا۔ پس مجھپر تو احسان ہوا۔ اور نفع پڑوسیوں کو۔ دوسرے احسان نہ بھی مگر یہ تو ہوا کہ دوسروں کے کام آئی میرے تو کام نہ آئی۔ میرے کیا کام آئی۔ مجکو تو وہ چیز دینی چاہیے تھی جو میرے کام آتی پھر فرمایا مشکل ہے نہ بولتا تو ہمیشہ ان کی غلطی میں رہنے کی خرابی تھی اور اب

جو بولا ہوں تو واپسی سے یہ شرم آتی ہے اور تنگی واقع ہوتی ہے کہ اتنی باتیں بھی سنائیں اور پھر بھی نہ لوں اور اگر لوں تو دوسری بیجیائی ہے کہ ایک شخص تو مٹھائی دے میں کرُ دائی دوں۔ ہر طرف سے تنگ ہی تنگ ہو گیا۔ سہل طریقہ یہ تھا کہ پوچھ لیتے کہ مٹھائی لانے کا ارادہ ہے میں ایسا بیجیا ہوں کہ صاف بتلا دیتا۔ جب میں حج سے لوٹا تو ایک صاحب نے مٹھائی کھلانی چاہی۔ میں نے کہا کہ کتنے کی منگاؤ گے انھوں نے کہا کہ ایک روپیہ کی۔ میں نے کہا کہ مٹھائی تقسیم کرنے میں میرے حصہ میں بھلا کیا آئیگی وہ ایک روپیہ لاؤ مجھے دیدو میرے کام آوے گا میں تو اتنا بے تکلف ہوں۔ اب تمہیں بتلا دُوں یا نہ لوں پھر فرمایا کہ اچھا نصف لی و نصف لکم ہذا قوم جاہلون۔ تاکہ تمہیں بھی تو معلوم ہو کہ بے دلی سے کھانے میں کچھ مزا نہیں آتا جب کھاؤ گے اور کچھ مزا نہ آئیگا تو معلوم کرو گے کہ ہاں اُسے بھی نہ آیا ہوگا سچ جانو تمہاری خاطر ہی جو لئے لیتا ہوں پھر ان صاحب سے کہا کہ اسمیں سے آدھی لیلو لیکن پوری آدھی لینا کہیں اس میں بھی استادی کرو پھر ان صاحب نے آدھی سے کم لی حضرت نے وہی حصہ اُٹھا لیا جو انھوں نے اپنے لئے نکالکر رکھا تھا اور وہ آدھے سے کم تھا اور فرمایا کہ اب یہ تو کہہ نہیں سکتے کہ آدھی نہیں ہے کیونکہ خود ہی نصف نصف تقسیم کی ہے اگر یہ نصف سے کم بتلائیں گے تو میں یہ کہونگا کہ میرے خلاف کیوں کیا اسپر وہ صاحب افسوس سے دیکھنے لگے فرمایا میں نے اول ہی کہدیا تھا کہ استادی نکرنا اب میں نے بھی استادی کی۔ احقر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب تو آپ کی سمجھ میں میرا مکر عظیم ہونا آگیا ہے اس سے پیشتر احقر نے حضرت کا قول نقل کیا تھا کہ اپنا مادہ تاریخ کرم عظیم بتلا کر حضور نے فرمایا تھا کہ چاہیے مکر عظیم کہیں پھر ان صاحب سے فرمایا کہ خیر بھائی اللہ تعالیٰ برکت کرے اور حلاوت ایمان نصیب کرے ہمیشہ یاد رکھو جس سے دین کا تعلق ہو اُس سے تکلف نہیں کیا کرتے۔

(۳۷۷) ایک طالب علم نے عرض کیا کہ میری سمجھ میں کتابیں نہیں آتیں۔ فرمایا کہ فن الگ الگ بتلاؤ جو پورے طور سے بالکل سمجھ میں نہ آوے اور جو کچھ سمجھ میں آوے اور کچھ نہ آوے۔ انھوں نے کہا کہ پوری طور پر کوئی فن سمجھ میں نہیں آتا۔ فرمایا کہ جب پوری طور پر سمجھ میں نہ آوے تو چھوڑ دیجئے معلوم ہوتا ہے مناسبت نہیں اذا لم تستطع شیئاً فدعہ ایسی صورت میں ضروری مسائل اُردو میں پڑھ لینا کافی ہیں بعد کو گفتگو سے معلوم ہوا کہ نفس مطلب سمجھ میں آجاتا ہے فرمایا

کہ بس یہ کافی ہے کہ اُستاد کی تقریر کے وقت نفس مطلب سمجھ میں آجاوے چاہے یاد رہے یا نہ رہے کتاب اگر حل ہو جاوے انشاء اللہ بعد ختم کے جب خود مطالعہ کریں گے استعداد ہو جاویگی بیدل نہ ہوجیئے یاد چاہے رہے یا نہ رہے کچھ پرواہ نہ کیجیئے۔

(۳۷۸) عصر کے وقت کی اذان بوجہ گھنٹہ کی غلطی کے قبل مثلین کے ہوگئی فرمایا کہ خیر اذان مختلف فیہ وقت میں ہوئی نماز تو متفق علیہ وقت میں ہوگی۔ پھر فرمایا کہ بعض مساجد میں مثلین سے پہلے نماز ہو جاتی ہے اکثر علماء کی رائے بھی اس بارہ میں ڈھیلی ہے۔ پھر فرمایا کہ نماز کے بارے میں تو میرا بہت ہی جی چاہتا ہے احتیاط پر عمل کرنے کو نماز بڑی چیز ہے قائلین بالمثل بعد مثلین پڑھنے میں بہت سے بہت افضلیت کی نفی کرتے ہیں بلا سے جواز اور صحت تو یقینی ہے۔

(۳۷۹) ایک صاحب سے فرمایا کہ کندھے پر رومال ڈالکر نماز نہ پڑھنا چاہیئے کہ یہ ہیئۃ خارج من الصلوٰۃ کی ہے۔

(۳۸۰) مثنوی شریف میں ایک حکیم شخص کا قصہ آیا جو باوجود عقل وفہم کے یہاں تک غریب تھا کہ پیادہ سفر کر رہا تھا فرمایا حقیقت میں ؎

بناداں آنچناں روزی رساند ۔۔۔ کہ دانا اندراں حیراں بماند

پھر ایک عربی شعر پڑھا ؎

کم عاقل عاقل اعیت مذاھبہ ۔۔۔ وجاھل جاھل تلقاہ مرزوقا

پھر عقل معاش کی بابت فرمایا کہ ابنواسی کو ہنر سمجھتے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ قرب قیامت میں دنیوی ہنروں پر تعریف کریں گے کہ کیسا دانا ہے عاقل ہے بڑا ہوشیار ہے ان باتوں پر مدح ہوگی سو واقعی آج کل یہی حالت ہے اگر کوئی نیک ہو بزرگ ہو تو تمسخر سے کہتے ہیں کہ جنتی ہیں یعنی احمق۔ بڑا سخت فقرہ ہے اس سے تو کفر کا اندیشہ ہے۔

(۳۸۱) کشف کا ذکر درس مثنوی میں آیا۔ فرمایا ایک قصاب تھے نیک آدمی تھے کیرانہ میں ایک مسجد میں رہتے تھے خود مجھ سے بیان کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں بیٹھے بیٹھے یہی خیال آیا کہ خدا جانے حضرت حافظ صاحب کا رتبہ بڑا ہے یا حضرت حاجی صاحب کا حضرت نے فوراً فرمایا کہ اہل اللہ کی نسبت یہ خیال کرنا کہ کون بڑا ہے کون چھوٹا بے ادبی ہے

خدا کو معلوم ہے کہ اُس کے نزدیک کون زیادہ مقبول ہے سب سے حسن عقیدت رکھنا چاہیے تم کو اسکی تحقیق کی کیا ضرورت ہے

پیش اہل دل نگہدارید دل تا نباشید از گمان بد خجل

ایکمرتبہ حضرت حاجی صاحب خود بخود فرمانے لگے کہ بعضے آتے ہیں اور دل میں کہتے ہیں کہ اگر یہ بزرگ ہیں تو ہمارے دل کا حال بتلادیں کہ کیا ہے فرمانے لگے اوّل تو بزرگی کا دعویٰ کس نے کیا ہے پھر بزرگی کیلئے کشف ضروری نہیں پھر اگر بزرگ بھی ہو اور کشف بھی ہو جاوے تو یہ کیا ضرور ہے کہ تم کو بتلا ہی دیا کرے بہت بری بات ہے بزرگوں کے پاس خالی دل لیکر آنا چاہیے تاکہ کچھ لیکر جاوے پھر ہمارے حضرت مولانا نے فرمایا کہ معلوم ہوتا تھا اُس مجلس میں کوئی ایسا ہوگا۔

(۳۸۲) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ ایک لطیفہ بھی منور ہو جاوے تو اُس کے ذریعہ سے سب لطائف منور ہو جاتے ہیں۔ پھر ہمارے حضرت مولانا نے فرمایا کہ مشائخ سب لطائف کا تصفیہ کرتے ہیں حضرت حاجی صاحب کے یہاں جیسا کہ حدیث میں ہے ان فی الجسد مضغۃ اذا صلحت الجسد کلہ الا وھی القلب۔ زیادہ اہتمام قلب کا تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ ذکر کے وقت قلب پر توجہ رکھنی چاہیے جب قلب پر نورانیت ہوگی سب لطائف منور ہو جائینگے پھر فرمایا کہ جو لوگ کام کر رہے ہیں اُن کو تو اُس کا مشاہدہ ہے جس سے حضرت کی تحقیق کی قدر ہوتی ہے کہ کیسے محقق تھے۔ لطائف کے بعض ذاکرین کو ایسا منتشر دیکھا ہے کہ ایک لطیفہ سے فارغ ہو کر دوسرے میں لگے اول میں ضعف آگیا اُس کی خبر لی تو دوسرا ضعیف ہوگیا بس ویسی بات ہو جاتی ہے جیسے ایک ہر دلعزیز کی حکایت مشہور ہے کہ وہ کسی کا جی بُرا نہیں کرتا تھا ایکمرتبہ دریا کے کنارے جانیکا اتفاق ہوا۔ دو معذور شخصوں کو دیکھا کہ ایک دریا کے ادھر بیٹھا ہے اور ایک ادھر۔ دونوں دریا کو پار کرنا چاہتے تھے دونوں نے اس سے التجا کی یہ ہر دلعزیز تھے ہی اُنھوں نے سوچا کس کو ترجیح دوں اس کنارے پر جو شخص بیٹھا تھا۔ وہ چونکہ قریب تھا اس لئے اُس کے زعم میں اس کا حق مقدم تھا چنانچہ وہ اُسکو کندھے پر بٹھا کر لیچلا جب بیچ دریا میں پہونچا تو سوچا کہ اب دونوں کا حق برابر ہوگیا۔ اب اتنا ہی کام اُس کا کردوں چنانچہ اُس شخص کو کندھے سے اُتار کر وہیں بیچ دریا میں چھوڑ دیا اور دوسرے شخص کو لینے چلا اُسکو

آدھی دور لایا تھا کہ دیکھا وہ پہلا شخص ڈوب رہا ہے اُسے پھینک کر اُسے چلا سنبھالنے
لیکن اتنے میں وہ ڈوب ہی گیا پھر دوسرے کو سنبھالنے کے لیے لپکا تو پہونچکر دیکھا کہ وہ بھی
ڈوب چکا تھا ادھر یہ ڈوب گیا اُدھر وہ ڈوب گیا۔ اُس کی ہر دلعزیزی نے دونوں کو ڈبو یا۔ اسی طرح بعضے
سالکین کو یہ پیش آتا ہے سب لطائف کے پیچھے پڑ کر کسی ایک لطیفہ کا بھی تصفیہ خاطر خواہ
نہیں ہوتا۔ میں مسلک پر اعتراض نہیں کرتا بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایک لطیفہ کو لیو جب اُس
میں کمال پیدا ہو جاویگا خود بخود سب لطائف سے افعال صادر ہونے لگتے ہیں۔ آگے چلکر
مثنوی شریف میں آیا کہ عشق قلب کے اندر اول پیدا ہوتا ہے۔ فرمایا کہ وہی حضرت کے
قول کی تائید ہو گئی کہ قلب کو پہلے صاف کرو۔

(٣٨٣) فرمایا کہ نقشبندیہ نے علوم بہت ظاہر کئے ہیں چشتیہ کے یہاں علوم دُوم نہیں
ہیں سوائے رونے چیخنے مرنے کھپنے جلنے گھلنے کے۔ بس یہاں تو سوز و گداز شورش و مستی
اور عشق ہی سے کام ہے میں کہتا ہوں یہی جڑ ہے تمام علوم کی۔ اُن کا تو یہ مشرب ہے ؎

افروختن و سوختن و جامہ دریدن
پروانہ زمن شمع زمن گل زمن آموخت

حضرت حاجی صاحب کو جامع پایا۔ عارف بھی تھے عاشق بھی اور معرف بھی ورنہ اکثر چشتیہ
عارف تو ہوتے ہیں مگر معرف کم ہوتے ہیں یا تدوین علوم کی کم ہوئی ہے چشتیہ میں حضرت
عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں تو کچھ علوم پائے جاتے ہیں باقی
اور بہت بڑے بڑے حضرات گذرے ہیں حضرت بختیار کاکی حضرت خواجہ معین الدین
چشتی ان کے ملفوظات تو مدون ہیں علوم بہت کم مدون ہیں۔ ہاں اس زمانہ میں حضرت
حاجی صاحب نے علوم کو خوب کھول کھول کر بیان فرما دیا ہے۔

(٣٨٤) فرمایا کہ دو چیزیں باوجود تکرار مطالعہ کے بھی ضبط نہیں رہتیں۔ مطالب مثنوی
شریف و معانی قرآن مجید معنی کلام مجید پڑھوں تو ضرورت کے موافق تو حل ہو جاتا ہے
مگر پوری تفسیر بالکل حاضر نہیں رہتی جب کوئی آیت حل کرنے کی حاجت ہوتی ہے اپنی
تفسیر سے دیکھکر حل کرتا ہوں پچھلا لکھا ہوا نہیں یاد رہتا۔
اسی طرح مثنوی شریف بھی بدون مطالعہ نہیں پڑھا سکتا۔ یہ قرآن مجید کا اعجاز ہے کہ اُس کے

مطالب کا احاطہ نہیں ہوتا اور مثنوی کی کرامت ہے کہ اُس کا بھی احاطہ نہیں ہوتا پچھلی تقریر بھی نہیں یاد رہتی پھر فرمایا کہ یہی بات ہے پچھلا یاد رہتا تو مزا نہ آتا پڑھانے میں بس ؎

مطرب خوش نوا بگو تازہ بتازہ نو بہ نو + اگر حضرت سے مسائل فن سُنے ہوئے نہوتا تو واقعی بات یہ ہی کہ حل بھی نہوتا باقی مطالعہ اب بھی کرنا پڑتا ہے اور جسکو قدرت کہتے ہیں مثنوی پر وہ نصیب نہیں ہوئی۔ مثنوی شریف مولوی صدیق صاحب نابینا مرادآبادی پڑھاتی ہیں بس نیکی سے اُنکو انکشاف علوم کا ہوجاتا ہے تقویٰ طہارت ایسی ہی چیزیں ہیں جن سے علوم کھلتے ہیں حضرت حاجی صاحب بھی اصطلاحی عالم نہ تھے لیکن حضرت کے علوم سے علماء دنگ تھے۔ مولانا قاسم صاحب کتنے بڑے عالم تھے یوں فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کا کوئی تقویٰ کی وجہ سے معتقد ہی کوئی کرامت کی وجہ سے میں حضرت کے علم کیوجہ سے معتقد ہوں ایسا شخص یوں کہے پھر حد ہی اور راز اس میں یہ ہے کہ حضرت دیکھے ہوئے تھے وہ دیکھی ہوئی باتیں فرماتے تھے نرا سننے والا طالب علمی شبہات کریگا۔ کچھ دیکھے ہوئے ہو تو سمجھ سکتا ہی سُنے ہوئے میں اور دیکھے ہوئے میں بڑا فرق ہی دیکھنے والا سننے والے کو اس طرح کیسے سمجھا سکتا ہی جیسے کہ ایک شخص سامنے کھڑا ہوا ہو اس کو دکھلا کر یوں کہیں کہ دیکھ یہ کھڑا ہے یہ ضرور نہیں کہ پورا مشاہدہ کئے ہوئے ہو۔ لیکن ہاں کچھ تو دیکھے ہوئے ہو چاہے ریل ہی سے دہلی دیکھی ہو کہ یہ قطب صاحب کی لاٹ کا منارہ ہے یہ جامع مسجد کا گنبد ہی تھوڑا ذکر شغل کیا ہو جس سے وہ قیاسی قیل و قال طالب علمی کی دب گئی ہو۔ کج روی کج بحثی ختم ہو چکی ہو حقائق کے ساتھ ذرا مانوس ہو گیا ہو کچھ ذکر شغل کئے ہو جسکا کیفیات کا چکھے ہو تو وہ سمجھے ورنہ نرا لیکن و تخیل محض بیکار ہے ایک طالب علم گئے تھے تیلی کے یہاں تیل لینے وہاں دیکھا کہ بیل کولھو میں اکیلا چل رہا ہی اور وہ تیلی اپنے اور گھر کے کاموں میں مشغول ہے بیل کے گلے میں ایک گھنٹی بھی بندھی ہوئی تھی طالب علم صاحب نے گھنٹی کی وجہ پوچھی اُس نے کہا کہ اجی ہم غریب آدمی ہیں کوئی نوکر نہیں جاکر نہیں اگر بیل ہی کو ہانکتے رہیں تو پھر گھر کے اور کام کون کرے اس لئے بیل کے گلے میں گھنٹی باندھ دی ہی جبتک گھنٹی کی آواز کان میں آتی ہے سمجھتے ہیں کہ بیل چل رہا ہی اور جب آواز بند ہوجاتی ہی تو سمجھ جاتے ہیں کہ اب رُک گیا اور جاکر پھر اُس کو چلا آتے ہیں۔ طالب علم صاحب نے احتمال نکالا کہ

ممکن ہے کہ کھڑا کھڑا سر ہلایا کرے اور اُس سے گھنٹی بجتی رہے۔ تیلی بولا کہ حضور میرے بیل نے منطق نہیں پڑھی تم اور کہیں سے تیل لیلو اگر سن لیا تو میرا بیل بھی بگڑ جاویگا پھر فرمایا کہ ایسا شخص کیا تصوف کی باتیں سمجھ سکتا ہے حضرت سے کوئی کسی مسئلہ حقائق کی بابت کوئی سوال کرتا تو فرماتے کہ جب کام کروگے آپ معلوم ہو جاویگا۔ حضرت نے کبھی معترض کے اعتراضات کا کچھ خیال نہیں کیا اور واقعی جب سائل نے کام کیا معلوم ہو گیا۔ میرے ایک دوست پہلے تصوف کے قائل نہ تھے کہتے تھے کہ چند کلمات اور چند اصطلاحات کا نام تصوف ہے جب انھوں نے کام شروع کیا تو کیفیات طاری ہونے لگیں کہیں بےچینی کہیں مایوسی کبھی گریہ کبھی خندہ ایک دن اپنا حال ذکر کرتے کرتے لگے رونے بُری حالت ہوئی میں نے کہا کہ تصوف تو چند اصطلاحات کا نام ہے یہ اصطلاحوں سے رونا کیوں آگیا یہ تو محض اصطلاحیں ہیں۔ کہنے لگے میری بے وقوفی تھی۔

(٣٨٥) ایک صاحب نے طالب علمی چھوڑ کر ذکر شغل کا ارادہ ظاہر کیا اور اُن مولوی صاحب سے فرمایا کہ مستحب کے لئے فرض چھوڑتے ہو کہاں جائز ہے ترک فرض میں ہمیں کیوں شریک کرتے ہو ہم کیسے مدد دیں۔ پڑھنا کیوں چھوڑتے ہو انھوں نے غالباً کچھ ناداری کا عذر کیا فرمایا کہ کسی مدرسہ میں کھانا مقرر کرا لو سارے ہندوستان میں مدرسے ہی مدرسے ہیں یہاں نہو وہاں سہی ہو تیسری جگہ کہیں ہو کسی مسجد میں جا کر رہو ہزاروں طریقے ہیں کھانا ملنا کیا مشکل ہے۔ کیا سب روپیہ والے ہی ہیں۔ پھر فرمایا کہ لوگ آتے ہیں اپنے کو اصل بناتے ہیں مجھکو تابع بنانا چاہتے ہیں

(٣٨٦) حضرت جب تک روز کی ڈاک روز ختم نہیں فرمالیتے چین نہیں پڑتا چنانچہ اکثر بعد مغرب بلکہ بعد عشاء بھی چراغ جلا کر لکھتے ہیں اور ختم کر کے گھر تشریف لیجاتے ہیں خواہ بوجہ وعظ وغیرہ قیلولہ بھی نہ کیا ہو اور سر میں درد بھی ہو۔ نیند کا غلبہ بھی ہو۔ فرماتے ہیں کہ اگر میں قبل کام ختم کر لینے کے سونا بھی چاہوں تو فضول ہے نیند ہی نہیں آسکتی کیونکہ کام کا خیال ہی سونے نہ دیگا اکثر سر داب داب کر کام کرتے دیکھا ہے۔ قلت نوم اور دردسر کی اکثر شکایت رہتی ہے مگر فرماتے ہیں کہ اس کیوجہ سے کام میں بفضلہ حرج نہیں واقع ہوتا نہ تکلیف ہوتی ہے بلکہ ایک طرح کا نشہ اور سرور سا رہتا ہے جس سے اور بھی یکسوئی کیساتھ دماغ کام کرتا ہے

اور ایسا ہو جاتا ہی جیسے سان رکھدی گئی ہو ہر کام کیلیے اوقات مقرر ہیں خلاف اوقات کوئی کام بنتا ہی تو سخت کلفت ہوتی ہے. فرماتے ہیں کہ خلاف وقت جو ذرا بھی مخاطب کرتا ہی نہایت شاق ہوتا ہی. جلوت کا وقت ظہر کے بعد سے مغرب تک ہی یہی وقت کچھ پوچھنے پاچھنے یا کہنے سننے کا ہے دوسرے اوقات میں کوئی تحریری پرچہ بھی پیش کرنا گراں ہوتا ہی فرماتے ہیں کہ میرے اوقات ایسے گھرے ہوئے اور بندھے ہوئے ہیں کہ اگر پانچ منٹ کا بھی حرج ہو جاتا تو دن بھر کے کاموں کا سلسلہ گڑبڑ ہو جاتا ہی مغرب کے بعد یا عشا کے بعد بعض لوگ سہ دری میں کام کرتے ہوئے دیکھکر جا پہونچتے ہیں اور بیٹھ جاتے ہیں فوراً اٹھا دیتے ہیں کہ یہ وقت جلسہ کا نہیں ہی میں نے خود سب باتوں کی رعایت کر کے ہر بات کیلیے وقت مقرر کر دیئے ہیں تا کہ کسی کو تنگی نہو چنانچہ ذاکر شاغل لوگوں کیلیے یہ کسقدر آسانی ہے کہ بعد عصر پرچہ دیکر جو کچھ چاہیں کہہ سن لیں اور اپنی تسلی کر لیں ورنہ اور جگہ مدت گذر جاتی ہی لیکن خلوت کا موقعہ نہیں ملتا ایک صاحب نے قبل عشا کچھ گفتگو شروع کی برافروختہ ہو کر فرمایا کہ یہ کیسی بے انصافی کی بات ہے کہ کسی وقت بھی آرام نہ لینے دیں کوئی وقت تو ایسا دینا چاہیئے کہ جس میں دماغ کو فارغ رکھ سکوں کیا ہر وقت آپ لوگوں کی خدمت ہی میں رہوں عقل نہیں انصاف نہیں رحم نہیں. کوئی لوہے کا بیر ڈھونڈ لو. لیکن وہ بھی سسر اگھس جاویگا. کسی کو میرا نصف کام بھی کرنا پڑے تو معلوم ہو.

۸ جمادی الثانی سنہ ۳۴ ہجری

(۴۸۷) ایک صاحب تفسیر جلالین حضرت سے پڑھتے تھے اُن کو مقصود طالب علمی نہیں تھی بلکہ محض اس خیال سے بڑھاپے میں پڑھتے تھے کہ اخیر وقت عبادت میں گذر جائے اُن کے ساتھ ایک طالب علم بھی جو حضرت سے بیعت ہیں شریک درس ہونے لگے وہ اگر کوئی بیجا سوال کرتے یا کبھی کوئی اور کوتاہی کرتے تو حضرت کو بہت ناگوار ہوتا ہے ایسے سوالات پر فرماتے کہ یہ مدرسہ نہیں ہے کہ جو جا ہا بیجا پوچھ لیا. یہاں طریقہ کیساتھ پڑھنا ہوگا برخلاف اسکے اُن ضعیف العمر کی اسقدر گرفت نہ فرماتے تھے. فرمایا کہ مولوی صاحب (ضعیف العمر صاحب) کو مقصود دین ہے مولوی صاحب کے اور برتاؤ ہی ان (طالب علم سے حقوق طالب علمانہ کا مطالبہ کروں گا طبیعت

ہر چیز کا ایک مرکز تجویز کرلیتی ہے اور پھر اُسی مرکز کو ڈھونڈھتی ہے۔ مقصود کے مناسبات پر نظر رہتی ہے میری حدت طبعی نہیں ہے بلکہ تابع ہے اُسی خیال کے طبعی ہوتی تو اچھا ہر جگہ کیوں نہ مغلوب ہوجاتا طبیعت ہر شے کا ایک ضابطہ ڈھونڈھتی ہے یہ مرض ہے۔ گپڑ سپڑ نہیں کہ جو چاہا سو ہوگیا بالآخر حضرت نے اُن طالب علم صاحب کو فرمایا کہ تم شریک مت ہوا کرو تمہیں نقصان ہوگا کیونکہ جب تم حقوق طالب علمانہ ادا نہیں کرتے تو طبیعت منقبض ہوتی ہے اور مرید کو شیخ کے قلب کا انقباض مانع فیض ہوجاتا ہے اس لیے مرید کو اپنے شیخ سے طالب علمی کی حیثیت سے پڑھنا نہیں چاہیے ہاں یہ اجازت ہے کہ بلا کتاب کے یہاں بیٹھ جایا کرو اور سنا کرو۔ سوالات کی یا کتاب لیکر بیٹھنے کی اجازت نہیں اور اگر اپنے طور پر کتاب کا مطالعہ کر کے پھر میری تقریر سنا کرو گے تو انشاء اللہ سب سمجھ میں آجایا کریگا اور محض سننا بھی کافی ہوگا پھر فرمایا کہ دو تین روز سے جیسے یہ بیٹھنے لگے طبیعت اُلجھنے لگی تیزی آنے لگی مولوی صاحب کے بارہ میں اول سے سمجھ لیا ہے کہ درس تدریس مقصود نہیں اس لیے تغیر ہی نہیں ہوتا تھا خیال عجیب چیز ہے میں نے سوچا کہ یہ تو بڑی علت لگی اس طرح کہاں تک چلا سکونگا اس لیے میں نے کہا کہ یہ جھگڑا ہے جس چیز سے بوجہ ہو حذف اُن طالب علم صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ اگر کچھ پوچھنا ہو اس وقت نہ پوچھیں اور وقت پوچھیں پھر ضعیف العمر مولوی صاحب سے فرمایا کہ مقصود جو آپ کا ہے۔ اُس کے ساتھ یہ چیزیں میل نہیں کھاتیں۔ ایسا ہے جیسے ٹاٹ میں کپڑے کا پیوند لگادیں اب چاہے آپ کپڑا ہوں چاہے یہ کپڑا ہوں یہ ضعیف العمر صاحب صحبت یافتہ امراء کے تھے اس لیے دوران درس میں بھی حضرت کی لمبی چوڑی تعریفیں بات بات پر کیا کرتے تھے جو حضرت کو ناگوار ہوتا تھا ایک بار ایسا ہی موقعہ پر فرمایا کہ ان باتوں کی اس وقت ضرورت نہیں اس کیلیے جلسہ مدحیہ نثر و نظم ہفتہ وار جدا ہوجایا کرے یہ توبیخاً فرمایا۔

(۳۹۸) ایک صاحب نے مجلس خیر کے متعلق کوئی معاملہ بذریعہ تحریر کرنا چاہا۔ مشورہ سے وہ معاملہ مناسب نہیں سمجھا گیا۔ جناب مولانا احمد حسن صاحب نے اُس تحریر کا جواب تحریر کرنا چاہا فرمایا کہ لکھنے کی ضرورت نہیں زبانی سمجھا دیا جاوے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ پھر فرمایا کہ لکھنا میری رائے میں تمام مضامین کا بلاضرورت اچھا نہیں کام ہونا چاہیے۔ ضابطہ کی شکل

کیوں بنے بلا ضرورت ایک بار فرمایا کہ مجلس خیر کی جو پہلی صورت طبع کتب واشاعت کی تھی وہ بڑے جھگڑے کی تھی تجارت کے سے جھگڑے کرنے پڑتے اب جو صورت محض ترتیب وتہذیب تصانیف کی ہے وہ بہت مختصر اور آسان صورت ہے طبیعت اختصار کو اور سہولیت کو بہت پسند کرتی ہے یہ جی چاہتا ہے کہ کام تو بہت ہو اور طریقہ ایسا اختیار کیا جاوے کہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ اس قدر کام ہو رہا ہے سکوت کے ساتھ کام ہوتا رہے شور اور طوالت انتظام واہتمام کچھ نہو چنانچہ بفضلہ اب جو یہاں کام ہو رہا ہے اسکی یہی ہیئت ہے اپنے اپنے حجروں میں بیٹھے ہوئے خاموشی کے ساتھ کام کر رہے ہیں اسی کام کیلئے اور جگہ ایک بڑا حال (کمرہ) ہوتا منتظمین ہوتے مہتممین ہوتے بہت بڑا سرمایہ جمع کیا جاتا اور جگہ جوروپیوں میں بھی کام نہ ہوتا یہاں کوڑیوں میں ہو رہا ہے۔ طبیعت ہمیشہ مختصر اور سہل عنوان کو اختیار کرتی ہے جس میں نہ کچھ شور ہو نہ شہرت ہو ویسے بعد کو چاہے حق تعالیٰ خود شہرت کر دیں باقی اپنی طرف سے اس کا اہتمام نہیں چاہئے اور جو کام خالص للہ کے لئے کیا جاوے بلا قصد شہرت وغیرہ کے اُس کی حق تعالیٰ شہرت فرما ہی دیتے ہیں چنانچہ جو لوگ چھپکر عبادت کرتے ہیں اُنکی آخر شہرت ہو ہی جاتی ہے۔ طبیعت کچھ ایسی ہے کہ جب میں سفر حج سے واپس آیا تو کانپور میں پہونچنے کی تاریخ کی کسی کو اطلاع نہیں کی حالانکہ گھر کے لوگوں کو کانپور کے اسٹیشن پر بلا ڈولی اترنا سخت شاق تھا کیونکہ قصبات میں پردہ کا بہت خیال کیا جاتا ہے انھوں نے ڈولی منگوانے کیلئے اصرار بھی کیا لیکن اسی وجہ سے کہ لوگوں کو اطلاع ہو جائیگی میں نے انکار کر دیا کہ برقع کافی ہے اس سفر میں بھی تو سب جگہ محض برقع ہی میں رہی ہو۔ یہاں کانپور اناؤ لکھنو اور ارد گرد کے بہت سے مقامات سے لوگوں کا بغرض استقبال اسٹیشن پر آنیکا ارادہ ہو رہا تھا میں بلا اطلاع کانپور کے اسٹیشن پر مع گھر کے لوگوں کے پہونچ گیا اتفاق سے ایک ڈولی بھی کسی کیلئے آئی ہوئی تھی وہ خالی تھی اُسیں گھر کے لوگوں کو سوار کر کے چپکے سے گھر پہونچ گئے ورنہ خواہ مخواہ ہجوم ہوتا شہرت ہوتی اتنے لوگوں کو تکلیف ہوتی۔ بعد میں لوگوں نے بڑی شکایت کی۔

(۲۸۹) فرمایا ہمارے قصبہ میں ایک شیخ بہرام بخش بڑے دانا شخص تھے۔ ایک کاشتکار نے کچھ ناج بیج کیلئے مانگا انھوں نے کہا پرسوں آنا اُسکو دیر ہو گئی کئی دن بعد آیا مشکل سے تو شیخ جی

باہر نکلے اُس نے کہا کہ بیچ دیدو اُنہوں نے کہا کہ میں نہیں دونگا۔ اُس نے کہا کہ اجی وعدہ کر چکے ہو انھوں نے کہا کہ کب وعدہ کیا تھا اُس نے کہا اجی دیر ہو گئی انھوں نے کہا کہ جب تو اپنے کام کو اتنی دیر میں آیا۔ ادا کرنا تو میرا کام ہے لینے جب دیر میں آیا تو دینے تو جانے کب آویگا بڑے دانا شخص تھے حکیم تھے (ایک مرتبہ بیوی نے کسی شادی میں نیوتہ دینے کیلئے روپیہ مانگے انکار پر بیوی نے کہا کہ وقت پر ہمارے یہاں بھی شادی میں لوگ دیں گے اُنھوں نے کہا کہ لاؤ چولھے میں دفن کر دیں جب شادی ہوگی نکال لیجو۔)

(۳۹۰) ایک صاحب نے دق کے مرض کیلئے تعویذ مانگا فرمایا پڑھنے کا زیادہ اثر ہوگا تعویذ کا کیا اثر پابندی کے ساتھ روزانہ بعد فجر ۴۱ بار الحمد شریف پانی پر دم کر کے دن بھر پلاتے رہیں جب پانی کم رہجاوے اور ملالیں۔

(۳۹۱) ایک صاحب نے اپنے آپ کو بدبخت لکھا۔ اس کی مذمت فرمائی فرمایا کہ یہ عجیب محاورہ ہے یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک مرتبہ بڑے بڑے جنٹلمین عہدہ دار ریل میں میرے ساتھ ہو گئے اُسی درجہ میں ایک غیر شخص آگیا اُس کو بہت بنایا کھانا کھانے بیٹھے تو اُس سے کیا کہتے ہیں کہ آیئے کچھ گوہ موت کھا لیجئے۔ اُنہیں میں سے ایک نے اعتراض کیا تو کہا کہ اپنے کھانے کو کھانا کہنا یہ بھی تکبر میں داخل ہے تواضع چاہئے بڑے مسخرے تھے ایسا ہی اپنے کو بلا وجہ بدبخت لکھنا۔

(۳۹۲) ایک طالب علم نے کسی اپنے عزیز کے پاس جانیکی اجازت بذریعہ تحریر کے چاہی فرمایا کہ لکھا نہیں کرتے جب پاس ہوں صاف کہو۔ اپنے حرج کا کیا تدارک سوچا ہے یا کچھ پرواہ نہیں سبق کو دیکھ لیجئے حرج کا کیا تدارک ہوگا اگر وہ عزیز آنا چاہیں وہ بھی تو آسکتے ہیں لیکن بات یہ ہے کہ وہ امیر ہیں آپ غریب۔ امیر غریب کے پاس کیوں آنے۔

(۳۹۳) کچھ تذکرے بعض لوگوں کے بیان فرمائے جنکی نیند بہت گہری تھی پھر فرمایا کہ ایک تو یہ لوگ ہیں ایک میری نیند ہے کہ اللہ اکبر بالکل سکوت ہو۔ سکون ہو۔ طبیعت میں کسی چیز کی فکر بھی نہو انتظار بھی نہو احتمال بھی نہو کہ کوئی جگا دیگا ہو بھی ہو۔ روشنی بھی نہو۔ چاہے بستر نہو لیکن تکیہ ہو اچھا یعنی موٹا ہو اور سخت ہو تب نیند آتی ہے اور پھر بھی کبھی آتی ہے کبھی نہیں جس دن نیند کم آتی ہے آنکھوں میں ایک نشہ سا رہتا ہے ایک قسم کی لذت اور سرور ہوتا ہے جیسے کہ نشہ

پیا ہوا۔ احقر نے عرض کیا حضور کیا سمجھیں کہ نشہ کیسا ہوتا ہے فرمایا کہ جی اُس کا اثر سُنا بھی ہے
اور نشہ والوں کو دیکھا بھی ہے اس سے میں سمجھتا ہوں یہ بھی اللہ کی عنایت ہے کہ بدون شراب
پئے ہوئے اُس کا لطف آجاتا ہے۔ حضرت کی حس ایسی لطیف ہے کہ فرماتے تھے میں گھر میں جاکر
ہوا میں خوشبو سونگھ کر بارہا بتلادیا کرتا ہوں کہ آج کیا چیز پکی ہے لڑکیوں کو گمان ہے کہ اسے کشف
ہوتا ہے اور واللہ غلط ہے۔ ایکبار الہ آباد میں مدرسہ احیاء العلوم واقع مسجد شیخ عبداللہ میں شب
کے وقت حضرت غالباً سونے کے لئے تیار تھے۔ فرمایا کہ کھانے کے تماکو کی خوشبو آئی
معلوم ہوا کہ نیچے لب سڑک تماکو والے کی دوکان ہے اُس نے تماکو کھولی تھی ایکبار امرود سونے کے
کمرہ میں رکھے تھے اُن کو علیحدہ کرا یا فرمایا کہ جس جگہ ایک بھی امرود رکھا ہو اس کی خوشبو کی تیزی سے
مجھے رات بھر نیند نہیں آتی ایکبار فرمایا کہ آج ایک کوٹھری میں گیا وہاں پیاز کی تیز بو سی ہوئی معلوم
ہوئی۔ معلوم ہوا کہ تین مہینہ ہوئے یہاں پیاز رکھی ہوئی تھی کچھ دیر بعد اُس بو کا احساس جاتا رہا
لیکن جسوقت اول اول گھسا ہوں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری کوٹھری پیاز سے بھری ہوئی ہے
ایکبار فرمایا کہ گھر میں بہو بخیکر میں نے کہا کہ اس جگہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شکر کھائی گئی ہے۔ معلوم
ہوا کہ دو گھنٹے ہوئے بچوں نے اس جگہ شکر کھائی تھی مجھے ہوا میں اُس کی خوشبو محسوس ہوئی سفر
میں ہمیشہ دیکھا کہ جب تک ہمراہیوں کی بابت یہ معلوم نہیں کر لیتے کہ کون کہاں ہوئیگا خود آرام
نہیں فرماتے آرام کرنے سے قبل دیکھ لیتے ہیں کہ کون کون موجود ہے جو صاحب ایسے موجود ہوئے
جن سے ذرا بھی تکلف ہوا اُن کو رخصت فرمادیتے ہیں ورنہ نیند نہیں آسکتی اسی طرح بدن دبانے
والوں کی بابت تحقیق فرمالیتے ہیں کہ کوئی ایسا تو نہیں کہ جس سے کچھ تکلف ہو۔ دیاسلائی چراغ جانماز
پانی ڈھیلے غرض تہجد کی نماز کا سب سامان قبل آرام فرمالینے کے کرالیتے ہیں ایکبار فرمایا کہ مجھ سے
بہت بڑی بڑی روٹیاں نہیں کھائی جاتیں چنانچہ اکثر مکان میں خاص طور سے چھوٹی چھوٹی
روٹیاں حضرت کیلئے علیحدہ پکائی جاتی ہیں اسی طرح فرمایا کہ بڑی چارپائی پر نیند نہیں آتی نہ بہت
بڑے کمرہ میں بیٹھکر مجھ سے کام ہوتا ہے مختصر کمرہ ہو لیکن ہوادار ہو۔ ایکبار فرمایا کہ استنجے کے ڈھیلے
چھوٹے بڑے ہوں تو الجھن ہوتی ہے سب برابر کے لیتا ہوں یا توڑ تاڑ کر برابر کر لیتا ہوں ایکبار
فرمایا کہ میں کانپور جب کبھی رات کو کسی دعوت یا وعظ میں دوسرے شخص کے یہاں جاتا تھا

تو رات بھر سڑک کا تصور رہتا تھا کہ اتنی بڑی ہے اور نیند نہ آتی تھی چنانچہ میں رات کو کہیں باہر بہت کم جاتا تھا ایک مرتبہ تازہ قلعی کے کچھ دھبے سہ دری کے دہلیز کے فرش میں تھے مسجد میں نماز کے سلام میں اُن پر نظر پڑ گئی فوراً پانی سے دھلوایا کہ طبیعت کو الجھن ہوتی ہے بہت برے معلوم ہوتے ہیں. ایکبار فرمایا کہ کسی کا جھوٹا خواہ اپنے بزرگ ہی کا ہو مجھسے نہیں کھایا پیا جاتا طبیعت کی بات ہے ہاں ساتھ کھانے میں کچھ بھی کراہت نہیں ہوتی۔ ایک صاحب نے کھنکھار کر بلغم کو منہ میں لیلیا پھر باہر جاکر تھوک آئے فرمایا کہ پیشتر سے منہ میں رکھ لینے کی کیا ضرورت تھی. باہر ہی جاکر کھنکھارتے مجھے تو ہوتے ہوتے رہ گئی۔ لوگ اکثر اوپر کو سانس لیکر کھنکھار کو نگل جاتے ہیں اس سے حضرت کو سخت کراہت اور ایذا ہوتی ہے بارہا تنبیہ فرما چکے ہیں کہ نظافت کے خلاف ہی جو لطیف المزاج ہیں اُن کو اس سے سخت ایذا ہوتی ہے ایک بار فرمایا کہ کانپور میں ایک بدشکل شخص بیچارہ محبت سے مجھکو پنکھا جھل رہا تھا میری طبیعت اُسکو دیکھ کر اُلٹ پلٹ ہو رہی تھی جب برداشت نہ کر سکا تو اُس کو میں نے کسی بہانہ سے روکدیا. ایکبار کانپور میں عشرہ محرم کے زمانہ میں قیام تھا شب کو پڑوس میں عورتیں ڈولیوں میں بیٹھ بیٹھ کر جاتی تھیں عورتیں ڈولیوں کے لئے پکار پکار کر کہتی تھیں رات بھر حضرت کو نیند نہ آئی فرمایا کہ رات بھر ڈولیوں کا ذکر خیر ہوتا رہا میری نیند ایسی ہے کہ ذرا کوئی ناموزوں آواز سُنی اور آنکھ کھلی موزوں آواز سے نیند میں خلل نہیں پڑتا ہنسکر فرمایا کہ اس ڈولی ہی کے ذکر کا اگر مصرعہ بنا کر پڑھتیں تو نیند خراب نہوتی ایک بار کانپور میں ایسے مقام پر قیام ہوا جہاں رات بھر دو کانوں میں لوہا پیٹا جاتا رہا لیکن چونکہ مسلسل اور موزوں آواز تھی اس لئے نیند میں خلل نہیں پڑا اگر کوئی ایک ساتھ آواز کردے تو فوراً آنکھ کھل جاتی ہے اگر بستر کے کنارے چاروں طرف برابر نہ لٹکے ہوں تو اس سے بھی الجھن ہوتی ہے غرض جو لوگ حضرت کے مزاج سے واقف ہیں اُنہیں حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ کی لطافت طبع کا نمونہ نظر آتا ہے حضرت پیرانی صاحبہ مدظلہا کا قول ایکبار حضرت نے نقل فرمایا کہ تم تو کسی بادشاہ کے یہاں پیدا ہوتے تو بہتر ہوتا.

(۳۹۴) حضرت کے ایک عزیز ہیں جو واعظ ہیں اُنھوں نے اپنے لڑکوں کو انگریزی پڑھائی ہے حضرت اُن سے بہت ناراض ہیں حضرت نے اُنکو منع کر دیا ہے کہ میرے پاس خط مت بھیجا کرو

فرمایا کہ انہوں نے اس بات کو گوارا کرلیا لیکن انگریزی پڑھانا نہ چھوڑایا۔ فرمایا کہ میں نے کہا شرم نہیں آتی وعظ کہتے ہو اور انگریزی اپنے بچوں کو پڑھاتے ہو اگر مولوی نہ ہوتے تو اتنا ناگوار نہ ہوتا اب کیا منہ رہا منبر پر بیٹھکر علم دین کی ترغیب دینے کا۔ انہوں نے یہ عذر پیش کیا کہ لڑکے کم عقل ہیں اسلئے علم دین پڑھانے کے قابل نہ تھے میں نے کہا سبحان اللہ اس صورت میں تو ان کو علم دین پڑھانا اور بھی زیادہ ضروری تھا کیونکہ اگر کم عقل نہ ہوتے تو ان کے بگڑنے کا اتنا اندیشہ نہ تھا عقل ان کو برائیوں سے روکے رہتی اب جبکہ عقل بھی نہیں اور علم دین بھی نہ ہوگا تو کیا چیز ان کے پاس رہی جو شر اور فتنوں سے انہیں محفوظ رکھ سکے گی یہی دو چیزیں جنکے ذریعہ سے آدمی برائیوں سے بچ سکتا ہے اس کا ان سے کچھ جواب نہ بن سکا اور واقعی اسکا بھلا کیا جواب ہو سکتا ہے۔

۸ ریا ۹ ر جمادی الاول ۳۴ھ

(۹۵۳) فرمایا کہ اکثر لوگ منی آرڈر بھیجتے ہیں لیکن کوپن میں کچھ نہیں لکھتے کہ کس واسطے روپیہ بھیجا ہے اب اگر اسکو وصول کیا جاوے اسکو امانت رکھکر خط کا انتظار کیا جاوے پھر بعض اوقات خط پہونچتا ہی نہیں اس سے خواہ مخواہ کام بڑھتا ہے اور پریشانی ہوتی ہے اس لئے میں ایسے منی آرڈر کو واپس کر دیتا ہوں احقر عرض کرتا ہے کہ مجکو بھی حال میں ایک ایسا ہی تجربہ ہوا جس سے حضرت کے اصول کی قدر معلوم ہوئی ایک صاحب نے منی آرڈر بھیجا اور کوپن میں صرف یہ تحریر کر دیا کہ خط ملاحظہ ہو کئی دن تک خط کا انتظار کیا لیکن نہیں آیا ڈاکخانہ میں میں نے اس منی آرڈر کو کچھ دن امانت بھی رکھوایا سخت الجھن تھی کہ نہ معلوم کس لئے روپیہ بھیجا ہے ان صاحب سے صرف ایک بار کی ملاقات تھی اسوجہ سے اور بھی خلجان تھا کہ مجھے روپیہ بھیجنے کی کیا غرض ہو سکتی ہے بالآخر منی آرڈر وصول کیا اور ان سے بذریعہ خط دریافت حال کیا تو معلوم ہوا کہ انہوں نے خط بھیجا تھا لیکن وہ پہونچا ہی نہیں اسی طرح اگر کوپن میں عبارت صاف نہیں ہوتی یا تفصیل نہیں ہوتی تب بھی واپس فرما دیتے ہیں کہ اگر ان کو بھیجنا ہے پھر بھیجیں گے وصول کر کے خود دریافت نہیں فرماتے کہ میں کیوں اپنے ذمہ بلا ضرورت کام بڑھاؤں ان سے پوچھنے میں اپنے اوپر تعب ہے واپسی سے صرف یہ امر مانع ہو سکتا ہے کہ رقم آرہی ہے ہاتھ سے جاتی رہے گی لیکن اللہ کا شکر ہے مجھے کبھی یہ خیال ہی نہیں ہوتا بلکہ ایسی حالت میں واپسی میں راحت ہوتی ہے اور رکھنے میں کلفت ہوتی ہے

راحت کے مقابلہ میں روپیہ کیا چیز ہے۔ بڑی چیز تو راحت ہے روپیہ سے بھی آخر کیا مقصود ہے وہی راحت جب نہ لینے میں بھی غرض لینے کی حاصل ہے تو روپیہ نہ آوے بلا سے نہ آوے اگر قسمت میں ہوگا تو ضرور آویگا یہ خیال کہ اب نہ آویگا محض وسوسہ ہے ؎ آنچہ نصیب است ہم میرسد +

ایک صاحب نے تین روپیہ بھیجے اور کوپن میں صرف یہ لکھا کہ تین روپیہ بھیجتا ہوں میں نے منی آرڈر یہی پر یہ لکھکر واپس کردیا کہ معلوم نہیں ہوتا کہ کیوں روپیہ بھیجا ہے لہذا واپس پھر اُنہوں نے تین روپیہ بھیجے اور لکھا کہ آپ کو اختیار ہے چاہے جہاں صرف کردیجئے میں نے پھر واپس کردیا اور لکھا کہ اب بھی تحریر ناکافی ہے اول منی آرڈر میں تو کچھ بھی تحریر نہ تھا اس لئے واپس کیا گیا دوسرے میں صرف اتنا تحریر تھا کہ اختیار صرف کا ہے لیکن یہ نہیں معلوم ہوا کہ اختیار صرف کا مالکانہ ہے یا وکیلانہ۔ کیونکہ ایک صورت تو یہ ہے کہ میری ملک ہے اور مجھے اختیار ہے جہاں چاہے صرف کردوں دوسری صورت یہ ہے کہ ملک تو آپ کی ہے لیکن بطور وکیل کے مجکو آپ اختیار دیتے ہیں کہ چاہے جہاں صرف کروں آپ کی تحریر سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان دونوں میں سے کونسی صورت مراد ہے اور دونوں صورتوں میں بڑا فرق ہے اس لئے واپس کیا گیا وہ منی آرڈر پھر واپس آیا اور اب کی بار تحریر بالکل صاف تھی چنانچہ لیلیا گیا اور ظرافت کے طور پر یہ بھی فرمایا کہ اس لوٹا پھیری میں ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ دو بار کی واپسی میں دو روپیہ زیادہ آئے یعنی اخیر میں بجائے تین کے پانچ آئے تو جو قسمت کا ہوتا ہے وہ کہیں جا سکتا ہے۔ بعضے لوگ کچھ چیز پیش کرتے ہیں لیکن زبان سے کچھ نہیں کہتے میں اُسکو بھی واپس کردیتا ہوں اور خود یہ پوچھنا کہ یہ کس کیلئے لائے ہو ذلت معلوم ہوتی ہے اور خود مجھے کیسے خبر ہو غیب کی کہ یہ کس کیلئے ہے کیونکہ لوگ مجھے کبھی مدرسہ کیلئے دیتے ہیں کبھی خود میرے لئے اس حالت میں میں یہ کیسے سمجھ لوں کہ یہ میرے ہی لئے ہے مان نہ مان میں تیرا مہمان صاف کہنا چاہئے ایک بار ایک شخص نے دو بھیلیاں لاکر دیں میں نے گھر پہونچادیں بعد کو اُس نے کہا کہ ایک بھیلی تمہارے لئے ہے اور ایک طالب علموں کیلئے میں نے دونوں واپس کردیں کہ اسے نہ طالب علموں کی لیجائیگی نہ اپنے لئے پھر اُس نے کہا کہ معاف کردو میں نے کہا کہ بس معافی یہ ہے کہ اگر پھر لاؤ گے اور آدمیوں کی طرح لاؤ گے تو انکار نہوگا پھر فرمایا کہ جو چیز لاوے زبان سے صاف کہے۔

(۳۹۶) جو کچھ کسی کو زبانی کہنا ہو یا بجز نو کرد شغل اور کچھ لکھکر پرچہ دینا ہو اسکا وقت بعد ظہر کے تا اذان عصر ہے عصر کی اذان کے بعد چونکہ نماز کی تیاری ہوتی ہے اس لئے جلدی جلدی سب کاموں کو سمیٹکر حضرت نماز کے لئے اُٹھتے ہیں۔ اذان کے بعد کوئی گفتگو کرتا ہے یا پرچہ دیتا ہے یا تعویذ کی فرمایش کرتا ہے تو ناگوار ہوتا ہے بلکہ اذان کے بعد جلسہ کرنا بھی ناپسند فرماتے ہیں جو لوگ بیٹھکر اپنے کام میں مشغول رہیں وہ چاہے بیٹھے کام کرتے رہیں لیکن جو محض جلسہ کی غرض سے بیٹھے ہوں اُن کو اُٹھ جانا چاہئے تاکہ حضرت یکسوئی کے ساتھ کام ختم کرسکیں۔ ایک صاحب نے بعد اذان ایک پرچہ دیا فرمایا کہ لوگ پرچے عصر کے قریب دیتے ہیں گو میں اُن سے کہہ دیتا ہوں کہ ظہر کے بعد دینا وہی وقت ہوتا ہے ڈاک کے ہجوم کا اگر ظہر کے بعد پرچہ آتا تو ساتھ کے ساتھ فراغت کرکے حوالہ کرتا۔

(۳۹۷) ایک صاحب کو حضرت نے اتحاد کا مراقبہ تلقین فرمایا تھا یعنی یہ تصور کرے کہ شیخ اور میں ایک ہو گئے اُن کا خط آیا جسمیں اس تصور کا حوالہ تھا استفسار پر فرمایا کہ میں ان امور متعلقہ تربیت باطن میں منقولات کتب کا پابند نہیں جو سمجھ میں آگیا تجویز کر دیا۔ یہ مراقبہ ان کی مناسبت دیکھکر تجویز کر دیا ہوگا۔

(۳۹۸) فرمایا کہ جو بات میں مشورہ سے طے کرتا ہوں اُسمیں ترمیم بھی بلا اطلاع مشورہ والوں کے نہیں کرتا۔

(۳۹۹) بچپن میں کبوتروں کی ایک خواب کی تعبیر اپنے ایک ماموں صاحب کی بتائی ہوئی نقل فرمائی کہ تمکو بلا مجاہدہ شریعت اور طریقت کا نور حاصل ہوگا احقر نے عرض کیا کہ حضور نے بہت مجاہدے کئے ہیں فرمایا کہ میں نے کبھی مجاہدے نہیں کئے کبھی نہیں یاد کہ سال بھر بھی میں نے پوری بارہ تسبیح کبھی پڑھی ہوں حضرت حاجی صاحب کی توجہ سے اور نیز قلب میں اس دھن کے ہر وقت بسے رہنے سے حاصل ہوا جو کچھ ہوا پھر فرمایا کہ خیر حاصل تو کیا ہوا لیکن انشاء اللہ امید ہے کہ مردودیت تو نہ ہوگی۔

(۴۰۰) فرمایا کہ کام کرنیکے وقت ثمرات پر نظر نہ چاہئے۔ اگر کوئی امتحان کے وقت یہی سوچ رہا ہے کہ نتیجہ کیا ہوگا تو وہ سوالات کے جوابات کیا خاک لکھے گا ایک بار اسی کی مثال یہ فرمائی کہ اگر مزدور سڑک کوٹنے کے وقت اپنی اجرت ہی کے حساب کتاب میں رہے تو وہ کچھ بھی کام نہیں کرسکتا بلکہ

ہاتھ پاؤں میں چوٹ لگ جانے کا بھی اندیشہ ہے۔

(۴۰۱) بلقیس اور ہدہد کے قصہ کا ذکر آیا فرمایا کہ محققین کا قول ہے کہ حیوانات میں بھی عقل ہوتی ہے گو وہ اتنی نہیں ہوتی کہ اُن کو مکلف کر سکے ہدہد نے توحید کے متعلق عجیب و غریب باتیں کیں۔ محض طبعی طور پر ایسی باتیں نہیں ہو سکتیں پھر ہنسکر فرمایا کہ ہدہد اتنا بڑا تو عقلمند لیکن اب کوئی بیوقوف ہو تو کہتے ہیں کہ نرے ہُدہد ہی ہو۔

(۴۰۲) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی سے میں نے تین چار ہی باتیں سلوک کے متعلق پوچھی ہیں بفضلہ تعالیٰ زیادہ حاجت نہیں ہوئی اُن میں سے ایک یہ تھی کہ ایک زمانہ میں میرا جی تنہائی کو بہت چاہتا تھا جی میں آیا کہ خلوت میں رہا کروں لیکن ساتھ میں لوگوں کی دلشکنی کا خیال ہوتا تھا حضرت مولانا نے فرمایا کہ اپنی مصلحت دیکھ لو اور کسی کا خیال نہ کرو سبکو جھاڑ دو بھی مار دو اور یہ اس طرح سے فرمایا کہ گویا خود پر بھی گذری ہو۔ ایکبار فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی کا یہ قول مجھے بہت ہی پسند ہے کیونکہ میرے مذاق کے موافق ہے فرمایا کرتے تھے کہ تحمل سے زیادہ کبھی اپنے ذمہ کام نہ لے چنانچہ ایک صاحب نے مولانا کے کسی مہمان سے بستر کیلئے پوچھا تو معلوم ہونے کے بعد فرمایا کہ اگر اُس کے پاس نہ ہوتا تو تم کہاں سے دیتے۔ اور اگر ایک دو بستر کہیں سے لا کر دے بھی دیئے تو اگر بہت سے مہمان آئے اور کسی کے پاس بھی بستر انہوا تو سب کے لئے کہاں سے لاؤ گے خبردار جو کسی سے بستر کیلئے پوچھا۔ میں کہاں سے بستروں کا انتظام کرونگا جو آوے اپنے ساتھ بستر لاوے یہی طرح سُنا گیا ہے کہ ایک بار جاڑے کے دنوں میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے اپنی رضائی تو کسی مہمان کو دیدی پھر مولانا گنگوہی سے اُن کی اپنے لئے رضائی مانگی تو فرمایا کہ اپنی رضائی کیوں دوسرے کو دیدی میں تو اپنی رضائی نہیں دیتا۔ جب اُنہوں نے کہا کہ حضرت میں رات بھر جاڑے مرونگا تب دو شرطوں سے دی ایک کہ تہجد کے وقت مجھے واپس کر دینا کیونکہ لحاف اوڑھکر مجھسے نہ اٹھا جاویگا اور دوسرے کسی اور شخص کو مت دینا تاکہ کسی کی جوں نہ چڑھ جاوے۔

(۴۰۳) فرمایا کہ آدمی سب کو خوش رکھ نہیں سکتا جب ہر حال میں اُس پر برائی آتی ہے پھر اپنی مصلحت کو کیوں فوت کرے جس کام میں اپنی مصلحت اور راحت دیکھے بشرط اذن شرعی

دہی کرے۔ کسی کی بھلائی برائی کا خیال نہ کرے۔

(۴۰۴) فرمایا کہ جوابی رجسٹری بھیجنا بے تہذیبی ہے گویا مرسل الیہ کو غیر معتبر سمجھا کہ لیکر مکر جاویگا۔ اسی طرح ہمارے مدرسہ میں کوئی روپیہ داخل کر کے رسید طلب کرتا ہے تو میں روپیہ واپس کر دیتا ہوں کہ اگر ہم پر اعتماد نہیں ہے تو روپیہ ہی کیوں دیتے ہو اور اگر اعتماد ہے تو پھر رسید طلب کرنے کے کیا معنی۔

(۴۰۵) ایک بار فرمایا کہ محض ملاقات کیلئے کوئی آوے اور اپنی اصلاح کا قصد نہ ہو تو پھر خوش اخلاقی کی توقع بیجا نہیں اور اگر اصلاح کا قصد ہے تو پھر اصلاح تو اصلاح ہی کے طریقہ سے ہوگی اگر کوئی شخص طبیب کے پاس محض ملاقات کیلئے آتا ہے تو اسکو شربت بھی پلایا جاتا ہے پان بھی کھلایا جاتا ہے ہر طرح کی خاطر تواضع کیجاتی ہے لیکن کوئی مریض علاج کی غرض سے آتا ہے تو اس کو تو کڑوی کڑوی دوائیں اور مسہل ہی دئیے جاتے ہیں ایک شخص اپنے قلب کو میرے سپرد کرتا ہے کہ اس کی اصلاح کرو اگر اسمیں کوئی بات قابل اصلاح دیکھوں اور محض دلشکنی کے خیال سے اور مروت میں آکر اس کی روک ٹوک اور دارو گیر نہ کروں تو یہ خیانت ہے۔ اور چوری ہے جو بات قابل اصلاح ہوگی اسپر مواخذہ کرنا مجھپر واجب ہے جب تک میں نے اپنے ذمہ اصلاح کا کام سمجھ رکھا ہے جبھی تک میری بد اخلاقی ہے اور جس روز میں نے یہ کام چھوڑا انشاء اللہ خوش اخلاقی کا بھی نمونہ بنکر دکھلا دونگا اور عنقریب ایسا ارادہ ہے کیونکہ بفضلہ اب تبلیغ بالکل کافی ہو چکی سب کے کانوں میں باتیں پہونچ چکی ہیں اب تو لست علیہم بمصیطر پر عمل کرنے کو جی چاہتا ہے میری سختی قصداً ہوتی ہے مغلوبیت کی وجہ سے نہیں ہوتی میرا تجربہ ہے کہ بلا سختی کے اصلاح ہو نہیں سکتی دوسروں ہی کے نفع کیلئے یہ سختی کرتا ہوں ورنہ مجھے خواہ مخواہ جھک جھک کرنے سے سوائے تکلیف کے کیا نفع حاصل ہوتا ہے ایک بار فرمایا کہ مجکو حیا اسقدر ہے کہ اپنی طرف سے کسی پر دارو گیر کرنا نہایت گراں ہوتا ہے (احقر کو ایک واقعہ یاد آیا بریلی کے سفر میں ایک صاحب نے ریل میں نماز بیٹھکر پڑھی احقر سے فرمایا کہ مجھے تو کہتے ہوئے شرم آتی ہے لیکن جب میں اسٹیشن پر اتر پڑوں تو آپ میری طرف سے ان سے کہدیجئے گا کہ فرض نماز میں قیام بشرط قدرت فرض ہے ریل میں بھی اگر کھڑا ہو سکے گو کسی قدر تکلیف ہو تو فرض نماز کھڑے ہو کر ادا کرے ورنہ نماز نہیں ہوتی

سنتیں چاہے بیٹھکر پڑھلے انکو مسئلہ معلوم نہیں ہے نمازی آدمی معلوم ہوتے ہیں خواہ مخواہ بیچارہ کا نقصان ہورہا ہے مطلع کردینا چاہیے) پھر فرمایا لیکن جو معتقد ہونیکا دعویٰ کرے پھر لیجے حکومت

ے نازبران کن کہ خریدار تست ۔ ورنہ ے کسے را با کسے کارے نباشد ۔ ایکبار فرمایا کہ میری سختی جبھی تک ہے جبتک کوئی شخص مجھ سے تعلق رکھنا چاہے اور جو کہدے کہ میں اب یہ تعلق نہیں رکھنا چاہتا پھر جو کوئی بے عنوانی بھی اُس کی ناگوار ہو پھر اُسکی طرف کوئی شکایت قلب میں نہیں رہتی ۔

(۴۰۶) فرمایا کہ بدون مناسبت کے پیری مریدی سے کچھ نفع نہیں ہوتا آجکل اسکا کچھ خیال نہیں کیا جاتا ۔

(۴۰۷) کھانیکے لیے دسترخوان بچھایا گیا لیکن پورا کھولکر حضرت نے اُسکو دُھرا کردیا اور فرمایا کہ بڑی چیز سے بھی تکلیف ہوتی ہے جبکہ اُس کی ضرورت نہو بڑی چارپائی پر نیند نہیں آتی بڑے کمرے میں اُمراؤ کے بیٹھا نہیں جاتا مختصر جگہ ہو ہاں ہوادار ہو ایسی جگہ کو جی چاہتا ہے ضرورت سے زائد چیز سے وحشت ہوتی ہے کچھ ایسی واہیات طبیعت ہے احقر عرض کرتا ہے کہ حضرت سے گھر پر رہکر بڑی روٹی بھی نہیں کھائی جاتی خاص طور سے چھوٹی چھوٹی روٹیاں حضرت کے واسطے علیحدہ پکائی جاتی ہیں ڈاڑھی ایک مشت سے زائد کٹوا دیتے ہیں فرماتے تھے کہ ہوا میں ہلتی ہے تو اُلجھن ہوتی ہے ۔

(۴۰۸) فرمایا کہ نسبت کے بہت سے الوان ہیں مثلاً نسبت خشیت نسبت ہیبت نسبت شوق نسبت محبوبیت وغیرہ ۔

(۴۰۹) فرمایا کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ میرے اولاد نہیں ہوئی ورنہ چونکہ میری طبیعت میں اہتمام تربیت کا بیحد ہے مجھے سخت اُلجھن اور مشغولی رہتی ایک بار فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب سے میری خالہ صاحبہ نے اولاد کے متعلق دُعا کے لیے عرض کیا تھا حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ بھائی تمہاری خالہ نے مجھ سے دُعا کیلیے کہا ہے لیکن میرا تو یہ جی چاہتا ہے کہ جیسا میں ہوں ویسے ہی تم رہو میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھے بھی وہی حالت پسند ہے جو حضرت کو پسند ہے ایکبار ایسے ہی تذکرہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی اولاد دے رکھی ہے یہی اولاد ہے بلکہ اولاد سے بھی بڑھکر جو ماں باپ کو اس طرح چھوڑ کر آتے ہیں کہ مجھے سنبھالنا پڑتا ہے کہ ماں باپ سے کہیں قطع تعلق نہ کرنے لگیں ورنہ نافرمانی ہونے لگے مفت کی اولاد حق تعالیٰ نے دے رکھی ہے نہ پالنا پڑا نہ پرورش کرنا پڑا ۔ ایکبار بچوں کو دیکھکر خوش ہوکر فرمایا کہ دیکھیے کیا رحمت ہے کہ ماں باپ تو پرورش

کرنیکی زحمت اُٹھائیں خرچ کریں اور ہمیں مفت کا حظ حاصل ہو ایکبار فرمایا کہ اکثر ایسے لوگوں کو جنکے اولاد نہیں ہوتی دوسروں کے بچے دیکھکر رنج ہوتا ہے اور حسد کرتے ہیں لیکن الحمد اللہ مجھے بہت فرحت ہوتی ہے ایکبار ایک صاحب اولاد کا عمل پوچھنے آئے ہنسکر فرمایا کہ اگر مجھے کوئی ایسا عمل معلوم ہوتا تو آج میں دادا اور نانا ہوتا پھر فرمایا کہ ایک عمل مشہور ہے کہ دو انڈے روزانہ بالکر چھلکا اُتار کر ایک پر والسماء بنینھا باید وانا الموسعون لکھکر مرد کھالے اور دوسرے پر والارض فرشنھا فنعم الماھدون لکھکر عورت کو کھلاوے چالیس دن تک ایسا ہی کرے اور اس درمیان میں کبھی کبھی ہم بستر ہوتا رہے۔

(۴۱۰) احقر پر ایک بار تنبیہ فرمائی گئی تھی معافی کی درخواست پر فرمایا کہ آپکو کیا وہم ہو گیا خدانخواستہ میرے قلب میں کچھ بھی نہیں آپ بالکل اطمینان رکھیں اُسوقت تو میں کہہ سُن لیتا ہوں بعد کو میرے قلب میں مطلق اثر نہیں رہتا بحمد اللہ کسی قسم کی کدورت نہیں رہتی میرے جی میں کچھ نہیں رہتا بلکہ مجھے یاد بھی نہیں رہتا کہ کیا ہوا تھا اُسیوقت کہہ سُنکر بات ختم کر دیتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے بھروسہ سے کہتا ہوں کہ ایسی صاف طبیعت کا شخص دو چار ضلعوں میں بھی کم ہوگا۔

(۴۱۱) ایک ذاکر صاحب نے شکایت کی کہ کبھی کبھی کوئی آڑ سی آجاتی ہے فرمایا کہ کچھ فکر نہ کیجئے انشاء اللہ سب ہٹ جاویگی کام میں لگے رہنا چاہیئے یہ کوئی مرض نہیں طبعی بات ہے طبیعت کبھی کیسی کبھی کیسی آدمی دونوں وقت کھانا کھاتا ہے کسیوقت تو کھانا کھا کر طبیعت بحال ہو جاتی ہے اور کسی وقت کند۔ یہ تھوڑا ہی ہوتا ہے کہ فوراً علاج کرنے لگے اُسے مرض نہیں کہتے بھائی وقتی ہے۔ بلکہ کبھی کبھی ایک آدھ دست بھی ہو جاتا ہے حکیم یہی کہیگا کہ یہ اتفاقی بات ہے مرض نہیں ہے پھر فرمایا کہ ایسے ہی عوارض اتفاقی طور پر اس میں پیش آجاتے ہیں کچھ غم نہ کیجئے۔

(۴۱۲) فرمایا جس گاؤں میں عارضی اجتماع بوجہ میلہ یا فوج وغیرہ کے ہو جاوے اُس سے وہ گاؤں ہونے سے خارج نہیں ہوتا اس لیئے وہاں جمعہ جائز نہیں۔

(۴۱۳) ایک منی آرڈر میں تفصیل درج نہیں تھی واپس فرما دیا کہ ان کا ایک آنہ ضائع ہو جائیگا اس جرمانہ سے یہ مرض جائیگا زی فہمائش کافی نہیں۔

(۴۱۴) مجلس خیر کے قواعد میں کچھ ترمیم ہوئی بیشتر جو شرکت کا وعدہ کر چکے تھے اُنکو دوبارہ اطلاع

ترمیم کی گئی اور صاف لکھدیا گیا کہ پچھلے وعدہ کا ذرا اثر اپنے قلب پر نہیں۔ یہ تجویز کر کے حضرت نے فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ ایک منٹ کیلئے بھی کسی کے قلب پر اپنی طرف سے بار نہو ہم خود ہی انہیں عدم شرکت کا بہانہ کیوں نہ بتلا دیں۔

(۴۱۵) ایک صاحب بعد اذان عصر تعویذ لینے آئے فرمایا کہ وقت کی جان نکالکر تعویذ لینے آئے ہو ظہر کے بعد فوراً آجانا چاہیئے۔ اسوقت بہت تکلیف ہوتی ہے تعویذ لکھنے میں۔

(۴۱۶) فرمایا کہ بزرگوں میں یہ بات دیکھنا چاہیئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں سے کتنا حصہ ملا ہے مکاشفات وغیرہ سب قصے ہیں مسمریزم کے قصے دیکھے ہونگے سب خیال کے تابع ہوتے ہیں اصل چیز یہ ہے کہ حضور سے کس درجے مناسبت ہے اور مناسبت بھی پختگی اور ساختگی کیساتھ یوں دو چار دن کو تو سب بن سکتے ہیں بس بڑی بات یہ ہے۔

(۴۱۷) فرمایا کہ اولیاء اللہ معصوم تو نہیں ہوتے محفوظ ہوتے ہیں یعنی اللہ گناہ ہونے سے انکی حفاظت فرماتا رہتا ہے

(۴۱۸) فرمایا کہ مولانا رومی کے کلام سے علم حاصل کرنا ہر شخص کا کام نہیں بجز اسکے کہ جسکو خدا تعالیٰ علوم عطا فرماوے یہ کلام ذو وجوہ ہے قرآن شریف کی بعض آیات کی بھی باستثناء محکمات کے یہی شان ہے اسی لئے سب فرقوں نے اس سے تمسک کیا ہے کسی کا قول ہے قرآن چون مرد سخی ست کہ ہر کس دنا کس بدان تمسک تواند کرد اسلئے حدیث کی اقوال سلف کی سخت ضرورت ہے خود ارشاد فرماتے ہیں ثم ان علینا بیانہ یعنی بعد اداء الفاظ کے پھر بھی حاجت بیان رہتی ہے جو دوسرے طریقہ یعنی وحی خفی سے پوری ہوئی پھر فرمایا کہ مثنوی شریف کی بھی یہی شان ہے یہاں تک کہ حضرت جامی فرماتے ہیں ؎

مثنوی مولوی معنوی | ہست قرآن در زبان پہلوی

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں قرآن کے مضامین ہیں بلکہ حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ مثنوی بوجہ الہامی ہونیکے کلام حق ہے فارسی میں جیسا کہ قرآن شریف بوجہ وحی ہونیکے کلام حق ہے عربی میں وہاں وحی سے کلام پیدا ہوا یہاں الہام سے کلام پیدا ہوا جیسے شجرہ طور میں انا اللہ پیدا ہوا تھا اسکی شان بہت مشابہ ہے قرآن کے یضل بہ کثیرا و یھدی بہ کثیرا اور چونکہ مثنوی محل اور ذو وجوہ ہے اس لئے مثنوی سے کسی مسئلہ پر استدلال نہیں چاہیئے کرنا بلکہ خود اسکو منطبق کرنا چاہیئے اصول صحیحہ پر۔

(۴۱۹) فرمایا کہ زیادہ ذمہ دار بد استعدادی کا اساتذہ کا طرز تعلیم ہے۔ رعایت ہی نہیں کرتے مخاطب کے مناسبت کی۔

(۴۲۰) استفسار پر فرمایا کہ کچھ مادے خراب پیدائشی بھی ہوتے ہیں لیکن اُنکے مقتضا پر عمل نہ کرنا چاہئے یہی مجاہدہ ہے۔

(۴۲۱) ایک ذی علم عشق مجازی میں مبتلا ہو گئے اُنکو دھوکہ ہوا کہ یہ نفسانی محبت نہیں ہیں حضرت نے قطعاً محبوب سے علیحدگی کرادی اُون صاحب کی رائے ہوئی کہ اس افتراق سے بجائے نفع کے نقصان ہوا وہ کہتے تھے کہ میں تو اپنی طبیعت سے خوب واقف ہوں اگر مجھے علیحدہ نہ رکھا جاوے تو میں اس بلا سے نکلکر دکھلا دوں وہ یہ بھی کہتے تھے کہ گو زہر عام طبائع کے اعتبار سے مضر ہے لیکن بعض خاص طبائع کیلئے مفید ثابت ہوتا ہے حضرت کو اُن کی اس رائے کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ اول تو مریض کو حق نہیں کہ طبیب کی تجویز میں دخل دے۔ دوسرے یہ کہ زہر تو کبھی جائز بھی ہے لیکن معصیت تو ہر حال میں معصیت ہے اور اُن کو اپنی نیت کا حال خود ہی معلوم ہے کہ اچھی ہے یا بری میں تو نفسانی محبت ہی سمجھتا ہوں اُنکی نیت کا حال دوسرے کو کیسے معلوم ہو سکتا ہے جب میں اُسکو معصیت سمجھتا ہوں پھر اختلاط کی کیسے اجازت دے سکتا ہوں البتہ خود اُنکو اپنی نیت کا حال معلوم ہے اگر وہ اسکو معصیت نہیں سمجھتے تو وہ بطور خود جو تدبیر نافع سمجھیں کریں مگر اس طور پر کہ مجھی علم نہو کیونکہ جب میں معصیت سمجھتا ہوں تو میں اجازت دیکر کیوں گنہگار بنوں پھر فرمایا کہ یہ اُن کا خیال غلط ہے کہ اختلاط سے کمی ہو جاویگی اُس وقت ایک تسلی سی ہو جاتی ہے لیکن پھر افتراق کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ محبت کم نہیں ہوئی بلکہ اور زیادہ بڑھ گئی یہ بھی فرمایا کہ یہ نفسانی ہی محبت ہے لیکن اُن کے سمجھ میں نہیں آتا اور اُن کی گریہ و بکا کی حالت سُنکر ہنسکر فرمایا کہ برسات کا موسم ہے ہوا ہے، بارش ہے سب ٹھیک ہو جاویں گے میرے دل میں حق تعالیٰ نے ڈال رکھا ہے کہ اُنہیں جلد اس سے نجات ہو جاویگی اس لئے مجھے اطمینان ہے انھوں نے اُسکو اپنے توہمات سے اور بھی بڑھا لیا ہے اور بہت بڑا سمجھ رکھا ہے مجھے معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے پھر فرمایا کہ مبتلا پر غصہ مجکو نہیں آتا ہے۔

(۴۲۲) فرمایا کہ میرے مواعظ میں اُمید کے مضامین بہت ہوتے ہیں ترہیب بہت کم ہوتی ہے میری زیادہ

غرض یہ ہوتی ہو کہ لوگوں کو لگاؤ اور محبت حق تعالیٰ سے پیدا ہو جاوے گو خیال ہوتا ہے کہ جرأت معصیت پر نہ ہو جاوے لیکن لگاؤ اور محبت اگر پیدا ہو جاوے تو معصیت ہو ہی نہیں سکتی یہ حضرت حاجی صاحب کا طریق ہی وہاں بس تسلی ہی تسلی تھی کسی حال میں مایوس نہونے دیتے تھے یوں فرماتے تھے کہ ہملوگ عبد احسانی ہیں احسان اور لطف کے بندے ہیں جبتک آرام اور آسائش میں ہیں تب تک تو عقائد بھی درست ہیں اور تھوڑا بہت نماز روزہ بھی ہی اور جہاں کوئی مصیبت پڑی بس سب رخصت اسلیئے ہمیشہ حتی الامکان اپنے آپکو مباح آرام میں رکھنا چاہیے پانی جب پیئے نہایت ٹھنڈا تاکہ ہر بن مُوسے الحمد للہ نکلے ورنہ گرم پانی پیکر زبان تو الحمد للہ کہے گا لیکن دل شریک ہو گا۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ایسا شیخ میری دیکھنے میں نہیں آیا نہ آیندہ اُمید ہی حضرت مولانا مظفر حسین صاحب جنکا تقویٰ مشہور و معروف ہی اُنکا مقولہ قاری محمد علیخان صاحب جلال آبادی سے میں نے سُنا ہی یہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب سلف صالحین میں سے ہیں یہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس زمانے میں پیدا ہوئے یہ بہت بڑی شہادت حضرت حاجی صاحب کے کمال کی ہی کہ ایسے اکابر کی نظر میں حضرت کی اسقدر رفعت تھی۔

(۲۲۳) ۱۰ رجمادی الاولیٰ یوم چہارشنبہ۔ درس جلالین شریف میں فرمایا کہ کوئی درسی فن مشکل نہیں اگر ترتیب سے ہو اور کوئی فن آسان نہیں اگر بلا ترتیب ہو بس یہ چیز مفقود ہی مدرسین اور متعلمین دونوں میں استاد جس ترتیب سے پڑھائے اور تقریر کرے اُسکے تابع رہنا چاہیئے اُستاد کی تقریر کو نہایت غور سے سُننا چاہیئے اکثر طالب علم مدرس کی تقریر کے وقت خود بھی کچھ نہ کچھ سوچا کرتے ہیں یہ ہرگز نہیں چاہیئے نظر الفاظ پر رکھنی چاہیئے اور دھیان تقریر کیطرف۔ ہمہ تن توجہ ہو کر سننا چاہیئے مثلاً میں جب تقریر ختم کر چکوں اگر سمجھ گئے ہوں ہوں ہاں کچھ نہ کرنا چاہیئے اگر نہ سمجھے ہوں دوبارہ پوچھنا چاہیئے۔ اگر کوئی بات مستقل پوچھنا ہو بعد ختم تقریر پوچھنا چاہیئے نیز میری تقریر کا فضول اعادہ نہ کیا جاوے جیسی کہ بعض کی عادت ہے کہ مدرس کی تقریر کو اعادہ کر کے مدرس سے پوچھتے ہیں کہ کیا اسیطرح ہی اگر کوئی اشکال نہیں ہی تو آگے بڑے لوگ اُستاد کی ترتیب کے تابع ہو کر نہیں پڑھتے اسی لیئے مجکو مدرسی میں سخت تکلیف ہوئی طالب علموں کو زجر کرتا تھا۔ دیکھنے والے کہتے تھے کہ یہ تو ذرا سی بات تھی۔ اسپر اتنی خفگی کی کیا ضرورت تھی میں کہتا تھا کہ اُس سے پوچھو جسکو محنت پڑی ہے آج کل بعضے

مدرسین خود ہی کچھ محنت نہیں کرتے بے پروائی کیساتھ بے ترتیب تقریر یں کرتے ہیں اسی لئے طالبعلم بھی اگر گڑبڑ کرتے ہیں تو انہیں کچھ تکلیف نہیں ہوتی وہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہی کونسا حق ادا کر رہے ہیں اُنکی تقریر ہی خود ایسی نہیں ہوتی کہ جسکے ضائع جانیکا اُنکو قلق ہو جسنے جانفشانی کرکے تقریر کی ہو اور پھر اُسکی ناقدری کیجاوے اُسکے دل سے پوچھئے کہ اُس کو کسقدر کوفت ہوتی ہے۔

(۴۲۴) ایک صاحب سے جنپر کسی بے عنوانی کے سبب پیشتر خفگی ہو چکی تھی فرمایا کہ کیا کروں عزم تو ضبط کا میں کر لیتا ہوں کہ کسی کو اس طرح نہ کہونگا لیکن وقت پر یاد نہیں رہتا میرے دل میں خدانخواستہ کوئی غبار نہیں میں تو خادم ہوں مجھے کسی خدمت سے انکار نہیں ہاں یہ ہے کہ بس اتباع کرنا چاہئے۔ اور میں اپنی ذاتی اغراض میں تو اتباع نہیں کراتا وہ اُنہیں کی مصلحتیں ہوتی ہیں میں نے جب پوچھا تھا کہ وجہ آپکے اس اجازت لینے کی کیا ہے تو آپکو فوراً وجہ بتلانی چاہئے تھی (ان صاحب نے درس مثنوی میں کتاب لیکر بیٹھنے کی اجازت چاہی تھی حالانکہ شریک درس پیشتر بھی ہوتے تھے وجہ اجازت کی اون صاحب کے ذہن میں یہ تھی کہ ایک طالب علم جو حضرت سے بیعت بھی ہیں حضرت نے شرکت درس جلالین سے منع فرمایا تھا کیونکہ وہ طالب علمانہ حیثیت سے پڑھتے تھے اور بے ڈھنگے طور پر سوالات کرتے تھے اس لئے حضرت نے فرمادیا کہ چونکہ تم حقوق متعلمی ادا نہیں کرتے اس لئے انقباض ہوتا ہے جو تعلق بیعت میں تمکو مضر ہوگا اس لئے تم بلا کتاب بیٹھکر سن تو سکتے ہو لیکن طالب علمانہ حیثیت سے پڑھنے کی اجازت نہیں اس لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ جس سے بیعت ہو اُس سے سبق نہیں پڑھنا چاہئے کیونکہ اس تعلق کے حقوق درس کے وقت محفوظ نہیں رہ سکتے چنانچہ اُن صاحب نے بھی کتاب لیکر مثنوی شریف کے درس میں شرکت کی اس بناء پر اجازت چاہی لیکن واقعۂ مذکورہ کا حوالہ باوجود حضرت کے استفسار کے نہیں دیا اور خود حضرت کے خیال میں نہ آیا کہ یہ اس لئے اجازت چاہتے ہیں اسلئے اسپر حضرت کو تو بہت انقباض ہوا اور چونکہ طبیعت نہایت لطیف ہے انکو اٹھادیا کیونکہ اُنکو دیکھ دیکھکر اور بھی طبیعت منقبض ہوتی بعد کو فرمایا کہ اُنکو خواہ مخواہ اس احتمال نکالنے کی ضرورت ہی کیا تھی اگر شرکت خلاف مصلحت ہوتی میں خود ہی روکدیتا لیکن جب احتمال پر پوچھنا تھا تو میرے پوچھنے پر جواب بھی دیا ہوتا انہیں صاحب کی معذرت پر گفتگو ہو رہی ہے ساری خرابی خودرائی کی ہے اتنے دن آپ کو یہاں رہتے ہوگئے لیکن آپ کی خودرائی کی عادت میں رائی برابر بھی فرق نہیں آیا یہ آپکو یاد ہی نہیں رہتا۔

اجتہاد نہ کیا کیجیے اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے آپکو بھی اور دوسرے کو بھی علاوہ اس کے آپنے اُسوقت
اتنا بھی نہ فرمایا کہ صاحب مجھ سے غلطی ہوگئی محض ساکت بیٹھا رہنا اس بات کے سمجھ لینے کیلیئے کہ غلطی کو
تسلیم کرلیا کافی نہیں ہوتا کیونکہ ہمکو یہ بھی شبہ ہوسکتا ہے کہ محض ادب کی وجہ سے ساکت ہوں
اور در اصل اپنی غلطی کی بابتہ اطمینان نہوا ہو چنانچہ اسوقت بھی آپ ساکت بیٹھے ہوئے ہیں اس
وقت بھی یہی شبہ ہے اسیطرح پڑھانے میں اگر ہوں ہاں کرتا ہے تو میری طبیعت بڑھتی ہے ورنہ
شبہ رہتا ہے کہ نمعلوم سمجھا بھی یا نہیں اگر کوئی بولے کچھ نہیں مُنہ کو تکتا رہے تو پڑھانے میں میری
طبیعت کھُلتی نہیں آپسے وجہ تصریحاً پوچھی گئی لیکن پھر بھی آپنے یہی کہدیا کہ بس حکم اجازت کا معلوم
ہوگیا اب وجہ بیان کرنیکی ضرورت نہیں رہی تو گویا آپنے میری وجہ پوچھنے کو ایک لغو حرکت سمجھا جسکو آدمی
بُرا سمجھے کیا اُس کا یہی حق ہے میرا حکم تو خود موقوف تھا وجہ کے معلوم ہونے پر کیونکہ ہیں کوئی علم غیب تو
پڑہا ہی ہوا نہ تھا بدون اس کے جسکو آپ حکم سمجھے وہ حکم بھی ابھی حاصل نہیں ہوا۔ اب دیکھیے یہ بڑے
میاں (ایک دیہاتی نے اپنے کسی عزیز کی بیماری کا حال تو تفصیلاً بیان کردیا اور یہ نہیں تبلایا کہ کیا چاہتے ہیں)
لائے اُنھوں نے ایک بحر طویل ہانک دی اور یہ نہیں تبلایا کہ مجھ سے کیا چاہتے ہیں اگر میں اجتہاد سے کام
لیتا تو اُنکو تعویذ دیدیتا اور اُنکو چاہیے تھی دوا جیسا اُنھوں نے بعد تفتیش کے کہا تھا میری بھی محنت
ضائع جاتی۔ افسوس آپکا کوئی کام کوئی کلام خودرائی سے خالی نہیں ہوتا اتنے دن سے رہ رہے ہیں
لیکن رائی برابر بھی خودرائی میں فرق نہیں آیا۔ البتہ جس سے تعلق نہ رکھنا ہو وہ اگر مجھکو گالیاں بھی
دے تو بھی کچھ نہیں لیکن تعلق والوں کی بے عنوانیوں سے بہت تکلیف ہوتی ہے آپ میں سب کمال
ہیں مگر اتباع نہیں طبابت میں مخدوم بے بنے ہیں اسلئے مزاج میں اجتہاد کی عادت پڑگئی اتباع تو بڑی
راحت کی چیز ہے یہ بھی کوئی مشکل کام ہے کہ جو کہا جاوے وہی کیا جاوے بلکہ اجتہاد میں تو ایک مصیبت
ہے کہ ہر وقت سوچے کہ کیا کرنا چاہیئے اور آپنے اجتہاد بھی کیا خوبصورت کیا میں نے تو وجہ پوچھی
آپ نے اس سے حکم استنباط کرلیا اس کے بعد فرمایا کہ جب ہم ایسے محسوسات میں اجتہاد
کی قابلیت نہیں رکھتے تو غیر محسوسات میں بھلا کیا اجتہاد کرینگے اس سے معلوم ہوا کہ ہمارے ذمہ تقلید ائمہ
کی واجب ہے۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ میں قصد تو کرتا ہوں فرمایا کہ غلط ہے قصد میں اتنی غلطیاں نہیں ہوتیں
اس کو تو میں بھی مانتا ہوں کہ آپ خلاف کا قصد نہیں کرتے لیکن یہ عدم قصد خلاف کافی نہیں بلکہ

قصد عدم خلاف کی ضرورت ہے۔

(۴۲۵) ایک خط کے آدھے کاغذ پر حضرت نے جواب لکھا اور آدھے کو پھاڑ کر اپنے پاس رکھ لیا فرمایا کہ اتنا کاغذ تعویذ ہی کے کام آئیگا۔ وہاں یہ ردی ہی میں جاتا لیکن ایسا کاغذ صرف اُن کے خط سے لیتے ہیں جس سے بخوبی واقف ہوں ورنہ واپس کر دیتے ہیں۔

(۴۲۶) ایک طالبعلم جو کہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہیں اُنکے پانچ روپیہ قرض کسی دوسرے طالبعلم کے ذمہ تھے جو سہارنپور کے مدرسہ میں پڑھتے ہیں اُنکو روپیہ کی ضرورت ہوئی اُنھوں نے قرضدار طالبعلم کو لکھا ہوگا۔ قرضدار طالبعلم نے سہارنپور سے حضرت کو لکھا کہ آپ پانچ روپیہ میری جانب سے دیدیجیے میں آپکو بھیجدونگا حضرت نے فرمایا کہ اس قصہ میں کون پڑے یاد رکھنے کا اور پھر وصول کرنیکا کام اپنے ذمہ کیوں بڑھایا جاوے اس سے سہل ہی کہ خود ان موجود طالب علم کو مدرسہ سے بطور امداد کے خرچ دیدیا جاوے پھر یہ اپنا روپیہ اُن سے جب چاہیں وصول کریں (یہ طالبعلم غریب ہیں) پھر فرمایا کہ مجھے قرض لینا دینا دونوں نا پسند ہیں حضرت ملّا جامی فرماتے ہیں ؎

مدہ شان قرض مستان نیم حبہ　　　فان القرض مقراض المحبہ

اکثر لوگ ادا میں بھی تساہل کرتے ہیں تو اس قرض خواہ کو جب کوئی ضرورت پیش آتی ہے ضرور اپنے قرض کا خیال آتا ہے کہ کیا کہئے اُن کے پاس روپیہ پھنسا ہوا ہی ملجاتا تو کام چلتا تو اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ ایک شخص کانپور میں آئے کہا کہ چار یا پانچ روپیہ قرض چاہئیں میں نے کہا یہ دو روپیہ ہیں یہ ویسے لیجاؤ مگر قرض سے معاف رکھو اُنکی ادائگی کی فکر نہ کرنا خواہ مخواہ قرضخواہ پر بار ہوتا ہے اور دوسرے کو شرمندگی حضرت امام ابو حنیفہؒ بڑے مالدار تھے جب کسی کو ضرورت ہوتی تھی وہ قرض دیدیتے تھے قرضدار اگر کہیں راستہ میں دکھائی پڑتا تو کترا کر علیحدہ ہو جاتے تھے فرماتے کہ وہ مجھکو دیکھکر شرمندہ ہوگا مجھے بار ہوگا اگر سلام کریگا تو یہ بھی ایک قسم کا نفع ہے قرض دیکر نفع لینا جائز نہیں ممکن ہے کہ خوشامد ہی میں سلام کرے میں مسلمان کو سود دینے سے اور اپنے آپکو سود لینے سے بچاتا ہوں۔ اگر کسی قرضدار کے دیوار کا سایہ راستہ میں پڑتا تو اس سے بھی بچکر چلتے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا انتفاع ہے جو کہ کمال تقوی کے خلاف ہے کیا ٹھکانا ہے خشیت کا اور خوف کا ہم تو ہاتھی بھی ہضم کر جائیں وہ حضرات اتنا خیال رکھتے تھے پھر فرمایا بڑے دانشمند تھے کتاب میں تو نہیں دیکھا لیکن ثقات سے

اہل علم سے سنی ہوئی حکایتیں ہیں ایک بدوی کا ساتھ کسی سفر میں ہوا حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اس سے پانی مانگا اُس کے پاس تھوڑا پانی تھا اُس نے کہا کہ ایک درم کو دونگا گو قیمت بہت تھی لیکن پیاس تھی اس لیے آپ نے ایک درم میں خرید لیا آپ نے کچھ پانی پیا اور کچھ میں ستو گھولا بدوی سے فرمایا کہ میاں پیتے ہو بہت اچھا ستو ہے بدوی بھلا کہاں چھوڑنے والا تھا فوراً لیلیا ستو گاڑھا سا تھا کھاتے ہی اسکو پیاس لگی اس نے امام صاحب سے پانی مانگا آپ نے فرمایا کہ مول دیں گے اور ایک درم قیمت لیں گے چونکہ اس کو بہت پیاس لگی ہوئی تھی مجبوراً ایک درم دیکر پانی لینا پڑا امام صاحب نے اپنا درم بھی بچالیا اور مفت میں پانی پی لیا۔ تو گویا ستو کے عوض پانی ہوا۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں عمر بھر میں کسی کے دھوکے میں نہیں آیا البتہ ایک بڑھیا نے مجھے دھوکا دیا بڑی استاد تھی ایک چادرہ لقطہ کا پڑا ہوا تھا لقطہ کے مال کو دیکھ کر واجب ہے اٹھانا اور تشہیر کرنا امام صاحب چلے جاتے تھے بڑھیا بھی سامنے سے آرہی تھی اسکو معلوم ہوا کہ ایک چادرہ لقطہ پڑا ہوا ہے اُس نے سوچا کہ اگر میں خود اٹھاتی ہوں تو میرے ذمہ پڑتا ہے کوئی ایسی ترکیب کرو کہ یہ (امام صاحب) اٹھادیں کہ پورا حق ادا کریں گے ورنہ دوسرا شخص شاید خیانت کرے اور خود ذمہ داری سے بچنا چاہا اُس نے کیا ترکیب کی کہ چادرہ کے پاس آکر گونگی بنگئی اور اشارہ سے ہوں ہوں کرنے لگی امام صاحب سمجھے کہ یہ اس کا چادرہ ہے گر گیا ہے اسکو اُٹھوانا چاہتی ہے امام صاحب اُس چادرہ کو اٹھا کر اُسے دینے لگے تو وہ بولی کہ یہ لقطہ ہے میرا نہیں ہے اُس کی تشہیر کرو امام صاحب چادرہ کو لیئے لیے پھرتے تھے کہ بھائی کسکا ہے بڑھیا بڑی استاد تھی فقیہ تھی فقیہ۔

(۲۷۴) فرمایا کہ جی چاہتا ہے کہ مسلمان اناج کی تجارت کریں ظالم تاجروں کے ظلم سے بچیں بس یہ کریں کہ فصل پر غلہ بھر لیا اور جب نرخ بڑھا تو بیچدیا۔ ظالم تاجر قحط کے زمانہ میں غلہ کو روک کر بڑا ظلم کرتے ہیں مسلمان لوگ اگر کریں تو یہ کیسی اچھی بات ہے کہ قحط سالی میں غریبوں کی بڑی امداد کرسکتے ہیں لیکن مسلمان خود تجارت ہی کو ذلیل سمجھتے ہیں۔

(۲۷۵) فرمایا کہ والد صاحب کی عمر ۵۴-۵۵- برس کی ہوئی جتنی اب میری عمر ہے پھر فرمایا کہ نہایت شوق سے والد صاحب نے مجھے علم دین پڑھایا یہ سب اُنہیں کا طفیل ہے تائی صاحبہ نے اُن سے ایکبار کہا کہ جائداد سے اولاد کا کب کام چلتا ہے نوکری کے بغیر گزر کہیں ہوتی ہے۔

اور اُس کو تو عربی پڑھا رہا ہے جسمیں نوکری نہیں مِلسکتی یہ بیچارہ کیا کریگا یہ سُنکر والدصاحب بہت بگڑے کہا کہ بھائی اب کبھی مت کہنا اس بات سے مجھے بہت صدمہ ہوتا ہے تمنے یہ کیا کہا کہ یہ بیچارہ کیا کریگا تم دیکھنا کہ اس کی جوتیوں سے روپیہ لگے پھریں گے اور یہ اُدہر رخ بھی نکریگا وہ دنیادار آدمی تھے لیکن اللہ اکبر کسقدر قوی توکل تھا اگر کسی درویش کے مُنہ سے یہ قول نکلتا تو لوگ اُن کی کرامت سمجھتے دیکھیے اتنی دور کی بات سمجھکر اُنھوں نے مجھے عربی پڑھائی تھی کسقدر توکل تھا چھوٹے بھائی کو انگریزی پڑھائی مگر بفضلہ تعالیٰ اتنا فرق ہے کہ جنھوں نے انگریزی پڑھی اُن کو بارہا افسوس ہو چکا ہے کہ مجھے والد صاحب نے علم دین نہ پڑھایا اور ماشاءاللہ اُن کی بھی خوش فہمی و حُب دین ہے اور مجھے ایکدن بھی بحمد اللہ یہ حسرت نہیں ہوئی کہ میں نے انگریزی کیوں نہ پڑھی دل اُن کا بہت اچھا ہے اُن کو بہت ہی افسوس ہے اور حسرت ہوتی ہے کہ والد صاحب نے ہمیں بھی کیوں علم دین ہی نہ پڑھایا یہ بھی رحمت ہے کہ اُن کے قلب میں دین کی محبت ہے، اُن کا بہت اچھا قلب ہے۔ وعظ میں جب بیٹھے بدون روئے ہوئے نہیں اوٹھے بعض دفعہ چیخیں مار مار کر رویا کرتے ہیں۔ ویسے نہایت ذکی اور ذہین ہیں اگر علم دین پڑھتے تو بہت بڑے عالم ہوتے۔

(۴۲۹) فرمایا کہ حضرت مولانا فخر نظامی ملامتی تھے ایک بار جامع مسجد سے نماز پڑھکر نکلے ایک بڑھیا نے شربت پیش کیا کہ بیٹا ترے لیے بنا کر لائی ہوں لے پی لے۔ مولانا کا روزہ تھا لیکن بلا تامل پی لیا۔ بعضوں نے کہا ہے کہ فرض روزہ تھا واللہ اعلم۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا کیا فرمایا کہ بھائی روزہ توڑنا آسان تھا دل توڑنے سے روزہ کی تو قضا بھی ہے دل توڑنے کی قضا کہاں مجھے ساٹھ روزہ کفارہ کے رکھنا آسان ہیں اس سے کہ اُسکا دل توڑنا پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب سے اس کی تحقیق سُنی ہے سبحان اللہ مجتہد تھے فرمایا کہ فرض روزہ توڑنا تو کسی کی دل شکنی کے خیال سے جائز نہیں مگر مولانا مغلوب الحال تھے اُس وقت اُنپر قلب کی حقیقت منکشف ہو گئی اور صوم کی حقیقت منکشف نہیں تھی اگر حقیقت صوم کی بھی منکشف ہوتی تو ہرگز روزہ توڑنا گوارا نکرتے کیونکہ حقیقت صوم کی حقیقت قلب سے اکمل ہے اُسوقت اُن سے حقیقت صوم کی مخفی ہو گئی صرف قلب کی حقیقت مکشوف تھی اُس سے مغلوب ہو کر روزہ توڑ دیا پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اُس وقت کوئی مولوی بلکہ سچ کہتا ہوں ہندوستان بھر میں کوئی درویش

بھی سوائے حضرت حاجی صاحب کے اس فعل کی حقیقت نہیں تلا سکتا تھا عجیب شان تھی کیسی ہی اُلجھی ہوئی بات ہوتی فوراً سلجھا دیتے تھے تب ہی تو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب جیسے زبردست عالم فرماتے تھے کہ کوئی تو حضرت حاجی صاحب کی کشف و کرامات دیکھکر معتقد ہوتا ہے کوئی کچھ دیکھکر کوئی کچھ دیکھکر اور میں حضرت حاجی صاحب کا انکے علم کی وجہ سے معتقد ہوا ہوں حالانکہ حضرت حاجی صاحب کی ظاہری تحصیل صرف کافیہ تک تھی اور اُس کے بعد کچھ مشکوٰۃ و بس۔

(۴۳۰) یکم رجب المرجب ۱۳۴۲ھ۔ دوران درس مثنوی شریف میں فرمایا کہ عالم باعمل کا بڑا رتبہ ہے۔ گو وہ صاحب باطن اُس درجے کا نہو۔

(۴۳۱) فرمایا کہ اگر کوئی سالک اپنے مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام کی نقل کرے تو نقل بنتی نہیں۔ اور امور طبعیہ کے خلاف تو دو دن بھی نہیں چلتی۔

(۴۳۲) چند واعظین و مناظرین حال کا ذکر تھا جنکی وجہ سے دین میں بہت کچھ فساد پھیل رہا ہے ان میں سے بعض کا نسب ہی ٹھیک نہیں کوئی گٹھیا قوم کا ہے۔ فرمایا کہ اکثر ایسے لوگ پڑھ لکھکر اور مقتدا بنکر خود بھی خراب ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں ایسوں کے بس تابع ہی رہنے میں سلامتی ہے۔ مقتدا بنکر غضب ڈھاتے ہیں۔ استفسار پر فرمایا کہ ایسے لڑکوں کو علم دین مقتدایت کے درجہ کا نہیں پڑھانا چاہیے جنکی بابت گمان ہو کہ دین میں فساد کرے گا مزاج اور اخلاق دیکھے بچپن ہی سے حال معلوم ہو جاتا ہے مگر مدرسین غور نہیں کرتے انہیں تو مدرسوں کو بھرنے سے مطلب اور چندہ کھینچنے سے۔ ورنہ غور کریں تو معلوم ہو سکتا ہے۔

(۴۳۳) فرمایا کہ لوگوں کو مقتدا بننے کا بڑا شوق ہے مولانا فرماتے ہیں ؎

خویش را رنجور سازد زار زار | تا ترا بیرون کند از اشتہار
اشتہار خلق بند محکم ست | بند این از بند آہن کے کم ست

مجھے تو اس مقام کا ایک شعر بہت پسند آیا ہے۔ اسی آگے پیچھے فرماتے ہیں ؎

چشمہا و خشمہا و رشکہا | بر سرت ریزد چو آب از مشکہا

رشک حسد خشم ساری آفتوں کا سامنا ہوتا ہے بڑے بننے سے۔

(۴۳۴) احقر کو ہدایت فرمائی کہ انضباط و انتظام اوقات بڑی چیز ہے یہ نہیں چاہیئے کہ ایک کام

کے وقت دوسرا کام۔ دوسرے کام کے وقت تیسرا۔ جس کام کا جو وقت مقرر ہو اس کو اسی وقت کرے اس سے بڑی برکت وقت میں ہوتی ہے۔ اور راحت رہتی ہے پھر اپنی نسبت فرمایا میں بعد کھانا کھا کر بجے دوپہر کو بس سیدھا بالاخانہ پر چلا جاتا ہوں وہاں تنہائی میں چاہے پانچ منٹ ہی کیوں ہوں لیکن سکون ہو جاتا ہے غیر اوقات میں اگر کوئی بات پوچھے تو صبح سے دوپہر تک کام کرنے میں اتنا تکان نہیں ہوتا جتنا کہ دو منٹ میں ہو جاتا ہے سخت الجھن ہوتی ہے کہ جب اس کام کا وقت نہیں تو پھر طبیعت کو دوسری طرف کیوں الجھا دی۔

(۴۳۵) فرمایا کہ حضرت بشر حافی بڑے رتبہ کے بزرگ ہیں ایکبار حضرت امام احمد بن حنبل نے امتحاناً انسے مسئلہ زکوٰۃ کا پوچھا انھوں نے فرمایا کہ تمہاری زکواۃ تو یہ ہے کہ جب نصاب پورا ہو اور ایک سال گزر جائے تو چالیسواں حصہ مساکین کو دیدے باقی خود رکھے اور ہماری زکواۃ یہ ہے کہ اتنا جمع ہی نہ ہونے دے کہ زکواۃ واجب ہو پھر نماز میں سہو ہو جانیکے متعلق پوچھا فرمایا کہ ایسے قلب کو سزا دینا چاہئیے جو خدا کے سامنے کھڑا ہو کر اس سے غافل ہو حضرت امام احمد اس روز سے معتقد ہو گئے ایکبار حضرت بشر حافی کی بہن نے ان کی وفات کے بعد آکر حضرت امام احمد بن حنبل سے مسئلہ پوچھا۔ امام صاحب ان کو اس وقت جانتے نہیں تھے حضرت بشر حافی کی بہن سوت کاتا کرتی تھیں ایک مرتبہ بادشاہ کا جلوس نکلا بہت دور تک مشعلوں کا سلسلہ تھا اور رک رک کر جلوس جا رہا تھا۔ انھوں نے اس روشنی میں سوت کاتا اس کی بابت مسئلہ پوچھا کہ معلوم ان مشعلوں میں تیل جائز ہو گا یا ناجائز کا اس لئے مجھے سوت میں شک ہو گیا ہے اسکا استعمال جائز ہے یا نہیں۔ امام صاحب کو اس عورت کے تقوی پر بہت تعجب ہوا پوچھا کہ بی تم کون ہو انھوں نے کہا کہ میں بشر حافی کی بہن ہوں حضرت بشر حافی اس زمانہ میں انتقال فرما چکے تھے امام صاحب کو حضرت بشر حافی یاد آ گئے اور آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے پھر فرمایا کہ اگر کوئی اور پوچھتا تو خیر لیکن اب تو میں یہی کہوں گا کہ بشر حافی کی بہن کو وہ سوت جائز نہیں۔ حضرت بشر حافی پڑھے لکھے نہ تھے حضرت امام حنبل اتنے بڑے مجتہد لیکن ایک بے پڑھے لکھے شخص کے معتقد تھے۔ لوگوں نے کہا بھی کہ آپ عالم ہو کر ایک بے پڑھے لکھے شخص کے کیوں ایسے معتقد ہیں فرمایا کہ میں تو کتاب کا عالم اور عارف ہوں وہ شخص صاحب کتاب کا عارف ہے میں تو صرف

کتاب کو جانے ہوئے ہوں وہ صاحب کتاب کو جانتا ہے۔
(۴۳۶) فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ جھوٹ جو بولے تو اس کی ایسی گندگی پھیلتی ہے کہ فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے۔
(۴۳۷) فرمایا ؎ چشم بند و گوش بند و لب بہ بند ؛ گر نہ بینی نور حق بر ما بخند کھلی ہوئی بات ہے جب چاہو تجربہ کو لو۔ ملنا جلنا کم کردو بولنا کم کردو ادہر ادہر فضول دیکھنا بھالنا بند کردو معاصی سے اجتناب کرو اس سے خود بخود فہم وعقل میں نورانیت پیدا ہوگی جو لوگ بک بک بہت کرتے ہیں اُن کا فہم اور عقل برباد ہو جاتی ہو۔ معاصی سے ادہر اُدہر دیکھنے بھالنے سے حواس منتشر ہو کر عقل خراب ہو جاتی ہے۔ یہ مشاہدہ کی بات ہے۔
(۴۳۸) فرمایا کہ ایک محدث نے اس اعتراض کا جواب بہت اچھا دیا کہ حدیثوں میں بعض جگہ توحید کو دعا فرمایا ہے تو انہوں نے جواب دیا ہے کہ اذا الثناء علی الکریم دعاء یعنی جب کریم کی ثنا کیجاتی ہے کہ آپ ایسے ہیں آپ ایسے ہیں تو اس سے مقصود مانگنا ہی ہوتا ہے کچھ عطا فرما دیا جاوے بہت اچھا جواب ہے
(۴۳۹) فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ اگر ایک مجلس میں تمام اولیاء اللہ جمع ہوں اور اُن میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہوں اور ہمارے حضرت حاجی صاحب بھی ہوں تو ہم تو حضرت حاجی صاحب کے سامنے حضرت جنید یا کسی اور کی طرف کبھی التفات بھی نہ کریں حضرت حاجی صاحب ہی کے پاس بیٹھے رہیں۔ ہاں حضرت حاجی صاحب کو چاہیئے کہ وہ اُدہر التفات کریں کیونکہ وہ اُنکے پیر ہیں ہمیں تو اپنے حضرت حاجی صاحب ہی سے مطلب ہے۔ ہمارے حضرت مولانا کو لوگ خشک کہتے ہیں کسی کو کیا خبر خشک کسکو کہتے ہیں۔
(۴۴۰) فرمایا کہ حضرت مولانا رومی جسوقت اہل اللہ کی تعریف کرنے پر آتے ہیں تو آپے سے باہر ہو جاتے ہیں بہت ہی محبت ہے۔ حالانکہ بڑے عالم ہیں علماء کو ایسی محبت عشق کے درجہ میں درویشوں سے کم ہوتی ہے۔ مولانا کو تو عشق ہے۔
(۴۴۱) مثنوی شریف کا ایک شعر ایسا تھا جس سے اہل باطل کے کسی عقیدہ کی تائید بظاہر معلوم ہوتی تھی لیکن بعد کے اشعار نے اُس شعر کا مطلب بالکل صاف کر دیا تھا۔ فرمایا کہ ہمیشہ یہ قاعدہ ہے کہ اہل حق کے کلام کو ناتمام دیکھنے سے غلطیاں ہوتی ہیں حتیٰ کہ قرآن شریف کا بھی یہی حال ہے

ایک آیت کو دیکھتے ہیں دوسری کو نہیں دیکھتے۔

(۴۴۲) مثنوی شریف کے ایک شعر کی شرح میں فرمایا کہ اس سے بھی زیادہ صاف دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

شہوتِ دنیا مثال گلخن ست
کہ ازو حمام تقوی روشن ست

حمام کو کوڑے کباڑ سے روشن کرتے ہیں جس سے وہ گرم ہو جاتا ہے۔ دنیا کی شہوت کو ضبط کیا جاوے تو اس سے تقوی کی ہمت اور قوت پیدا ہو جاتی ہے واقعی بالکل صحیح ہے جب شہوت کو روکا جاتا ہے تو طبیعت میں ضرور ایک شگفتگی پیدا ہو جاتی ہے اُس شگفتگی کو محفوظ رکھکر اُس سے طاعات میں کام لینا چاہیئے یہ حکمتیں رکھی تھیں حق تعالیٰ نے میول وجذبات میں اُن سے اب نامشروع موقعوں پر کام لیا جاتا ہے۔ خیر نامشروع شہوت سے تو نقصان ہوتا ہی ہے مشروع شہوت کے افراط میں بھی نقصان ہے اس واسطے کہ افراط میں نشاط طبیعت کا جاتا رہتا ہے بزرگوں نے بھی اس سے منع کیا ہے بہت غلو نہیں چاہیئے۔ خلاصہ یہ کہ نشاط طبیعت کی بہت قدر کرنی چاہیئے حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جہانتک ہو سکے جمعیت کو ہاتھ سے نہ جانے دے یہانتک کہ چار پیسے اگر کسیکے پاس ہوں تو اُن کو جمع رکھے برباد نکرے تاکہ قلب کو جمعیت رہے بے احتیاطیوں سے قرضوں کا ہجوم نہونے دو ایسی دلیری اور حق گوئی بھی نکرو کہ لوگ دشمن ہو جائیں اور قلب کو مشوش کریں۔ غرض حضرت حاجی صاحب کے یہاں اُس کا بہت ہی اہتمام تھا کہ جمعیت ہو۔ اس لفظ کو بہت فرمایا کرتے تھے کہ جمعیت بڑی چیز ہے پھر ہمارے حضرت مولانا نے یہ شعر عربی کا پڑھا ؎

احفظ منیک ان یصب فانہ
ماء الحیاۃ یصب فی الارحام

اور فرمایا کہ مجھے یہ شعر بہت ہی پسند آیا۔ کہتے ہیں کہ آب حیات ہے (ہنسکر فرمایا) آب حیات تو ایسا ہے کہ اُس سے حیات اللہ (نام) پیدا ہوتے ہیں۔ مگر یہ شخص اُس کو حیّات یعنی سانپ بچھو کر دیتا ہے۔ امام الغزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جسکو مرض نہوا ہو اور اعتدال کے ساتھ قوت بھی ہو اُس کو مقویات اور دوائیں کہا کہا کر قوائے شہوانی کو از راہ ہوس برانگیختہ کرنا ایسا ہے جیسے کہ سانپ بچھو خاموش پڑے تھے انکو چھیڑنا شروع کیا کہ آ در مجھ کاٹو مرض ہو وہ اور بات ہے۔ اُمرا کو اس کا بہت شوق ہوتا ہے ہیں نے اس پر۔ اسی لئے تنبیہ کی ہے کہ مشروع شہوت کے افراط سے بھی باطن کا نقصان ہوتا ہے۔

(۳۴۴) فرمایا کہ مولانا عبدالرزاق صاحب حضرت حاجی صاحب کے مثنوی کے اُستاد تھے انہوں
نے مولانا الٰہی بخش کاندہلوی خاتم مثنوی سے پڑھی تھی اور اُنکو خاص مولانا کی روح سے فیض
پہنچتا تھا حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میری سند بہت قریب کی ہے مولانا فتح محمد صاحب
اُن کا یعنی مولانا عبدالرزاق صاحب کا مقولہ نقل فرماتے تھے کہ جب مثنوی پڑھتا ہوں تو دنیا و مافیہا
کی خبر نہیں رہتی اتنا فیض تو کھلا ہوا ہے۔ کوئی راستہ میں آتا جاتا ملتا تو اُس سے بھی کہتے کہ آؤ۔
مثنوی پڑھ لو۔ کوئی کہتا کہ حضرت فارسی نہیں جانتا فرماتے کہ میاں کریما بھی پڑھی ہے بس جیسی کریما ویسی مثنوی
کچھ بھی مشکل نہیں۔ ایسا شوق تھا کہ ہر شخص کو مثنوی پڑھنے کیلئے کہتے تھے کم سے کم سو مرتبہ تو پڑھائی
ہو گی بلکہ زیادہ مولانا فتح محمد صاحب نے کمال کیا۔ یہاں مدرس تھے جمعرات کو عصر پڑھکر چلتے مغرب
اور عشاء کے درمیان جھنجھانہ پہونچ جاتے صبح کی نماز پڑھکر خدمت میں حاضر ہو جاتے ایسے ہی پڑھنے
والے ایسے ہی پڑھانے والے جمعہ کی نماز تک پڑھتے پھر بعد نماز کے عصر تک پڑھتے بعد عصر کے وہاں
سے چلکر یہاں آجاتے آخیر میں مولانا عبدالرزاق صاحب نے اُن سے کہا کہ بہتر ہے جلد ختم کر لو کچھ دنکی
رخصت لیکر چلے آؤ چنانچہ رخصت لیکر پہونچگئے۔ مثنوی شریف ختم ہی کر کے آئے تھے کہ کچھ دن بعد
انتقال ہو گیا مولانا کی یہ کرامت ہے اُن کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ ان کا وقت آخیر ہے اچھا ہے مرنے سے
پہلے کتاب ختم ہو جائے پھر فرمایا کہ حضرت پیرانی صاحبہ نے بھی اُنہیں سے مثنوی شریف پڑھی
تھی اُنکو مثنوی سے بہت مناسبت تھی حضرت حاجی صاحب سے مثنوی پڑھتے میں علماء سوالات
کرتے حضرت پیرانی صاحبہ گاہ گاہ پردہ کے پیچھے بیٹھکر سنا کرتی تھیں بعض اوقات علماء کے سوالات سُنکر
اُن کو جوش ہوتا تھا کہ فرماتیں بس نہیں کہ پردہ سے نکلکر تقریر کر دوں بڑی بزرگ تھیں عجیب و غریب صفات
تھیں۔ مولانا عبدالرزاق صاحب نابینا تھے۔ بلکڑی کے فن میں نہایت کامل تھے۔ ایک شخص خود
اپنا مشاہدہ مجھ سے بیان کرتے تھے کہ ہم چند آدمی حاضر ہوئے ہماری درخواست پر فرمایا کہ لو میں
اندھا ہو گیا لیکن خیر کچھ تمہاری سمجھ کے مطابق دکھائے دیتا ہوں۔ ایک چارپائی پر رومال لیکر اُلٹے
لیٹ گئے چارپائی کے نیچے دانے ڈلوائے ایک چڑیا آکر چگنے لگی فرمایا کہ بس اب یہ نکل نہیں سکتی
چنانچہ واقعی نکلنے نہیں دیا رومال سے قلعہ باندھ لیا۔ میرے چھوٹے بھائی ہیں محمد اختر لکھے پڑھے نا
تھے بڑے کامل شخص تھے یوں معلوم ہوتا ہے مثنوی شریف میں اُنکی عمر گذر گئی۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ

ہزاروں شخص فقط مثنوی کے شغل سے اولیاءاللہ ہو گئے محض مثنوی شریف کے مطالعہ اور اسپر عمل کرنے سے مقصود تک پہونچ گئے لیکن مثنوی شریف سے فیض حاصل کرنے کیلئے یہ ضروری ہے کہ قواعد شرعیہ میں ماہر ہو اور علوم عقلیہ میں بھی چاہے ماہر نہو لیکن کچھ ضرور جانتا ہو۔ بس بات یہ ہے کہ عجیب کتاب ہے میاں ظفر نے خواب میں مجھکو مثنوی پڑھتے دیکھا ہے شاید خدا کے یہاں یہ مثنوی پڑھانا مقبول ہوتا ہو اگر تصرف ہو خیال کا تو فال نیک ہے حضرت کے یہاں ہمیشہ مثنوی ہوتی تھی جب پڑھانے بیٹھتے فرماتے آؤ بھائی مثنوی کی تلاوت کرلو بڑا عشق تھا کوئی بات باطن کی پوچھی جاوے بس مثنوی کا شعر پڑھ دیتے تھے اسقدر عبور تھا خوب سمجھے ہوئے تھے کہ فلاں مقام پر یہ مسئلہ بیان فرمایا ہے ایک شخص مولانا رومی کے سلسلہ کے اسعد آفندی کہ عالم بھی تھے صاحب سلسلہ بھی تھے سب کچھ تھے لیکن حضرت سے بیعت ہوئے خرقہ حاصل کیا اجازت اشغال کی لی دوہ اُن کا لقب تھا دوہ اُسکا لقب ہوتا ہی جسنے بارہ برس تک مجاہدات شاقہ کئے ہوں حضرت مثنوی شریف پڑھا رہے تھے اردو میں تقریر فرما رہے تھے گو فارسی حضرت بہت اچھی جانتے تھے بول بھی سکتے تھے لیکن بے تکلفی اردو میں تھی اسلئے اردو ہی میں تقریر کرتے تھے تقریر مختصر ہوتی تھی وہ شیخ بیٹھے محظوظ ہو رہے تھے مولوی نیاز احمد نے عرض کیا کہ اگر یہ اردو سمجھتے ہوتے تو بہت حظ آتا فرمایا کہ اس حظ کیلئے اس زبان کی ضرورت نہیں اور برجستہ یہ اشعار پڑھے ؎

پارسی گو گرچہ تازی خوشتر ست — عشق را خود صد زبان دیگر ست

عشق آن دلبر چو پران میشود — این زبان ہا جملہ حیران میشود

(۴۴۴) ۲ ررجب المرجب ۱۳۴۳ھ۔ ایک طالبعلم مؤذن نے تکبیر بہت بلند آواز سے کہی فرمایا کہ تکبیر میں اسقدر کیوں چلاتے ہو تکبیر صرف مسجد کیلئے ہے اذان محلہ کیلئے۔ بعد نماز مکرر سمجھایا کہ شریعت کو سمجھ لو اذان محلہ کیلئے ہے تکبیر صرف مسجد کیلئے ہے تم نے تکبیر ایسی زور سے کہی کہ میرے تو کان پریشان ہو گئے تکبیر کیوں کہی اذان ہی کہہ دیتے۔

(۴۴۵) عرصہ سے بہیساتی والوں کا تقاضا تھا عدم فرصتی کا عذر حضرت کو ہمیشہ رہتا ہے ابکی جمعرات کیلئے فرمایا کہ گاڑی بھیجدینا اگر فرصت ہوئی چلا چلوں گا ورنہ گاڑی واپس چلی جائیگی لیکن جمعرات کی صبحکو حضرت نے گاؤں کہلا بھیجا کہ گاڑی نہ لادیں فرصت نہیں۔ اتفاق سے دوپہر کی گاڑی سے چند مہمان

آگئے اور حضرت کے چھوٹے بھائی صاحب بھی تشریف لے آئے فرمایا کہ دیکھئے صبح میرا جی جانے کے لئے نہیں چاہتا تھا اس لئے گاڑی کو منع کر دیا تھا۔ لیکن اب معلوم ہوا کہ نہ جانا ہی اچھا ہوا جی نہیں چاہتا تھا خدا نے ویسا ہی کر دیا۔ گو فرصت بھی نہیں تھی۔ لیکن ممکن تھا فرصت نکل آتی لیکن جی نہیں چاہا اس لئے صبح ہی کہلا بھیجا جمعہ کے دن وہ لوگ حاضر خدمت ہوئے تو فرمایا جی نہیں چاہتا تھا یوں ہی کہلا بھیجا دوپہر کی گاڑی میں مہمان آگئے میں تو بھائی کہیں آنے جانے کے قابل رہا نہیں اچھا ہوا صبح کہلا بھیجا ورنہ تم آتے جاتے تو تکلیف ہوتی۔

(۴۴۶) ایک صاحب جو داخل سلسلہ تھے کسی بات پر خفا ہو کر یہاں سے چلے گئے تھے ان کا پھر خط معافی کا آیا اور اپنی سخت حماقت کا اقرار کیا۔ فرمایا کہ نہ معلوم لوگ جا کر پھر کیوں آتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جس شخص کی طبیعت میں بدعت کا اثر ہوگا وہ ہمیشہ ایسی ہی غلطیاں کرے گا۔ بڑے بڑے مشائخ کے یہاں یہ جانے والے تھے۔ نہ معلوم کہاں کہاں پھرتے ہونگے۔ احقر نے عرض کیا کہ مجھے بہت مسرت ہوئی کیونکہ مجھے ایسے لوگوں کی محرومی پر سخت افسوس ہوا کرتا ہے۔ فرمایا کہ افسوس ہی کی کیا بات ہے ان کا تو کچھ نقصان نہیں کیونکہ وہ دوسری جگہ جا سکتے ہیں اور میرا فائدہ ہے کہ مجھ پر سے بوجھ ہلکا ہوا۔

(۴۴۷) ایک صاحب کو کچھ نقل کرنے کے لئے دیا گیا انھوں نے ایک لوٹ کو اپنی رائے سے جگہ بدل کر لکھ دیا بہت ناخوش ہوئے فرمایا کہ آپ کو اجتہاد کی کس نے اجازت دی تھی۔ اور اجتہاد بھی کیا خوبصورت کیا ہے کہ میری تمام مصلحتوں کو برباد کر دیا۔ جس طرح لکھ کر دیا تھا اسی طرح آپکو نقل کرنا چاہئے تھا اب اور کاموں میں بھی آپ کا کیا اعتبار رہا۔ آپ سے تعجب ہے اتنے دن ہوگئے آپکو میرے کمبخت کا مزاج بھی نہیں معلوم ہوا پھر فرمانے لگے۔ کہ بڑی رحمت ہوئی حق تعالیٰ جزائے خیر دے فقہا کو جنہوں نے اب اجتہاد کو منع فرما دیا جب لوگ ایسی موٹی موٹی باتوں میں غلطیاں کرتے ہیں تو شرعیات میں تو کیا کچھ نہ کرتے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موٹی موٹی باتوں کا بھی فہم لوگوں میں نہیں رہا۔ شرعیات کا تو کہاں ہوتا۔ ویسے یہ حرکت ادب کے بھی تو خلاف ہے۔ حضرت حاجی صاحب نے خود مجھ سے بیان فرمائی حضرت مولنا محمد قاسم صاحب کی حکایت کہ حضرت حاجی صاحب نے کوئی تحریر نقل کرنے کیلئے اونھیں دی ایک جگہ حضرت سے غلطی ہوگئی تھی مولنا نے نقل کرتے وقت جگہ چھوڑ دی نہ بنایا نہ صحیح کر کے لکھا کیونکہ

بے ادبی کے خلاف ہے بعد کو اطلاع بھی کی تو اس طرح کہ حضرت یہ مقام سمجھ میں نہیں آتا تھا ملاحظہ فرمالیا
جاوے حضرت فرماتے تھے کہ جب میں نے دوبارہ دیکھا تو معلوم ہوا کہ واقعی مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔ احقر
نے عرض کیا کہ ہم لوگ تو محض عوام ہیں ہماری بدفہمی کے قیاس پر مطلقاً اجتہاد کی قابلیت کی نفی
کیسے کیجاسکتی ہے۔ ایسے حضرات کا فہم معتبر ہوسکتا ہے جیسے حضرت مولنا گنگوہی حضرت مولنا
محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو ان کو مجتہد کیوں نہ کہا جاوے۔ فرمایا کہ یہ حضرات مجتہد نہیں تھے
مجتہد کو دوسرے کی تقلید حرام ہے مجتہد گنہگار ہوگا۔ اگر تقلید کریگا۔ ایسی مثال ہے جیسے سوانکھا کہے
کہ نہیں میں تو آنکھ بند کرکے دوسرے کا ہاتھ پکڑکر چلونگا۔ پھر فرمایا کہ آپ کہتے ہیں کہ ہم لوگ عوام
ہیں تو یہ بھی تو دیکھئے کہ بات بھی تو ویسی ہی موٹی تھی جس میں ان صاحب نے اس وقت غلطی کی ہے
بس یہی حال ہوگا علماء غیر مجتہدین کا باریک باتوں میں پھر فرمایا کہ رامپور میں ایک طالب علم تھے جنکی
کتابیں ختم کے قریب تھیں۔ انکی درخواست پر میں نے ان کو لاحول پانچسو بار پڑھنے کے لئے بتلایا تھا
ایک بار مجھ سے ملکر شکایت کی کہ نفع نہیں ہوا آپ کے بتلانے پر تھا لاحول لاحول لاحول پانچسو مرتبہ
پڑھ لیتا ہوں لیجئے یہ مولوی تھے لاحول سے میرا مطلب پوری لاحول تھا۔ وہ صرف لاحول ہی سمجھے
میں نے کہا لاحول ولا قوۃ میں نے بھی لاحول پڑھ دی بہت ہی قحط ہے فہم کا۔ بڑی غنیمت ہے وہ
حضرات دین کو منقح کرکے مدون کرگئے۔ اطمینان سے بیٹھے بس اونکی تقلید کئے جاویں اسی میں سلامتی
ہے اول تو فہم نہیں دوسرے تدین نہیں اگر اجتہاد کی اجازت ہو تو رات دن اپنے نفس کے موافق
مسئلے نکالا کریں۔ اسی دوران گفتگو میں ایک ذی علم و ذی استعداد مولوی صاحب کا بھیجا ہوا فتوے
غیر جگہ سے بغرض دستخط ایک صاحب نے لاکر دیا۔ کہ فلاں صاحب نے دیا ہے حضرت نے دریافت
فرمایا کہ یہ واپس کس طرح جاویگا۔ لانیوالے صاحب نے کہا کہ مجھ سے تو کچھ بھی نہیں کہا۔ صرف یہ دینے کے
لئے کہدیا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ سبحان اللہ پھر فرمایا لیجئے یہ خواص ہیں خدا تعالیٰ نے خواص کا بھی دکھلا دیا
اجتہاد پھر لانیوالے صاحب نے عرض کیا کہ مجھے دیدیا جاوے میں پہونچادونگا۔ فرمایا کہ اگر آپ پیشتر کہتے
تو خیر اب تو آپ نے مجھے تنگ دیکھکر یہ کہا ہے میں اپنے اوپر آپ کا کیوں احسان لوں۔ کام تو انکا ہے
اور آپ اسکو اپنے ذمہ لیتے ہیں میری خاطر میرے یہاں بھی اس کے لئے ایک جگہ ہے یہ فرماکر چوکی کے
خانہ میں رکھ لیا اور فرمایا کہ امانت رکھا رہیگا۔

(۴۴۸) فرمایا ایک صاحب کو اسی میں کلام تھا کہ نگاہ بد اختیار میں نہیں۔ اس پر بہت ہی اصرار کرتے رہے۔ میں نے کہا کہ سوچو تو بعد کو انھوں نے لکھا کہ واقعی میں غلطی پر تھا نگاہ اختیار میں ہے میں نے ان سے کہا تھا کہ اصل وجہ یہ ہے کہ نفس سے تکلیف گوارا نہیں ہوتی نگاہ ہٹانے میں الجھن ہوتی ہے تکلیف گوارا نہیں کرتے نفس کے ساتھ ہو لیتے ہو تمہارا جو خیال ہے اس سے تو شریعت پر اعتراض لازم آتا ہے کہ اس نے ایسی چیز کا مکلف کیا ہے جو اختیار میں نہیں۔ احقر عرض کرتا ہے کہ اس گفتگو کے وقت احقر بھی حاضر تھا۔ یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر عورت کی چھاتی پر سوار ہو اور زنا کا مرتکب ہونے والا ہو اس وقت بھی ہٹنا اختیار میں ہے گو مشقت چاہے جتنی ہو۔ کیونکہ اس وقت بھی اس کو شریعت حکم کرتی ہے کہ اس سے باز آؤ ایسی حالت میں اگر اختیار نہ مانا جائے تو اس سے نعوذ باللہ قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ ارشاد ہے لا یکلف اللہ نفسًا الخ۔ سوچئے تو کہ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں کہاں تک یہ بات پہونچتی ہے۔

(۴۴۹) ایک صاحب نے حزب البحر کی اجازت چاہی اور لکھا کہ نوکری سے تنگ آگیا ہوں استعفا دیکر گھر بیٹھا اللہ اللہ کرتا رہونگا حزب البحر کی اجازت عطا فرما دیجئے تاکہ رزق گھر بیٹھے ملتا رہے بہت لمبا چوڑا خط تھا حضرت نے فرمایا کہ انھوں نے تو اتنا بڑا خط لکھا یہاں سے یہ جواب جاتا ہے کہ حزب البحر ان کاموں کے لئے نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ حالت ہے لوگوں کی اللہ کے نام کو آلہ بنا رکھا ہے اغراض فاسدہ کا حزب البحر تو دو پیسے میں آتی ہے اگر حزب البحر ایسے کاموں کے لئے ہوتی تو نہ کوئی ہل چلاتا نہ کوئی کھیتی کرتا۔ بس حزب البحر دو پیسے میں خرید کر مزے میں گھر بیٹھے دونوں وقت کھانے کو ملجایا کرتا

(۴۵۰) فرمایا کہ بعض اہل حق میں بھی ایک خاص مذاق گروہ بڑھانے کا پیدا ہو گیا ہے۔ ایک صاحب ایک جگہ مدرس تھے جب تک وہاں مدرس رہے ہمیشہ مجھ سے وہاں پر وعظ ہونے کی فرمایش کرتے رہے اور ضرورت ظاہر کرتے رہے۔ وہاں سے اور کہیں تبدیل ہو گئے تو پھر انھوں نے وعظ کیلئے اس جگہ کا نام بھی نہیں لیا۔ اگر وہاں واقعی واعظ کی ضرورت لوگوں کو تھی تو وہاں سے چلے آنے کے بعد پھر وہاں کے لئے وعظ کی فرمایش کبھی کیوں نہیں کیگئی۔ بس معلوم ہوا کہ ان کی غرض محض یہ تھی کہ اگر یہاں وعظ ہوگا تو لوگ ہمارے قدردان ہونگے۔ اور ہماری مصلحتیں قوی ہو جاوینگی میں جونپور گیا تو وہاں بہت لوگوں نے بیعت ہونا چاہا۔ میں نے انکار کر دیا۔ کہ سفر میں میں بیعت

نہیں کرتا۔ ایک دوست اپنی ہی جماعت کے وہاں تھے بہت نیک شخص ہیں۔ لیکن مذاق کہاں سے بدل سکتے ہیں۔ وہ تو راسخ ہو گیا ہے انھوں نے مجھ سے کہا کہ اجی انکار کیوں کرتے ہو کیوں نہیں کر لیتے اپنا مجمع بڑھیگا۔ قوت ہوگی۔ میں نے کہا انا اللہ مولانا آپ فوج بھرتی کر رہے ہیں یہ کیا کہا کہ اپنا مجمع بڑھیگا۔ قوت ہوگی جناب حق میں تو وہ قوت ہے کہ اگر عالم بھر میں صرف ایک اہل حق ہو اور باقی سب اہل باطل تو وہ سمجھتا ہے کہ ان کی حقیقت ہی کیا ہے۔ میں ان سب پر غالب آسکتا ہوں اور اگر اتنی قوت نہیں تو وہ حق ہی نہیں۔ وہ کیا اہل حق ہے جس کی غیر پر نظر ہو لاحول پڑھیے خاک ڈالنی چاہیے ایسے خیال پر۔ حق تو وہ چیز ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے جب منکرین زکوٰۃ سے قتال کا قصد کیا تو سب صحابہؓ نے اختلاف کیا کہ مصلحت کے خلاف ہے فتنہ برپا ہو جائیگا یہاں تک کہ حضرت عمرؓ بھی اس اختلاف میں شریک تھے۔ حضرت صدیقؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اجبار فی الجاهلية خوار فی الاسلام حالت کفر میں تو تم ایسے سخت تھے اسلام میں ایسے بودے ہو گئے۔ جاؤ میں کسی کا انتظار نہیں کرتا کسی سے میری درخواست ساتھ دینے کی نہیں مجھے کسی کے ساتھ کی حاجت نہیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان اللہ معنا حضور کے ساتھ میں ہی تھا لہذا النص قطعی سے ثابت ہے کہ میرے ساتھ خدا ہے بس جب میرے ساتھ خدا ہے مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ اکیلا کندھے پر تلوار رکھکر نکلونگا۔ اور تمام عالم کے مقابلہ میں تنہا کافی ہوں خدا میرا ساتھ دیگا یہ سنکر سب دم بخود رہگئے اور موافقت کر لی۔ پھر ہمارے حضرت مولانا نے فرمایا کہ آج کل ایک اور مرض بھی ہے وہ یہ کہ مرید ہونے کے لئے لوگوں کو اپنے بزرگ کے پاس لاتے ہیں اور سفارش کرتے ہیں اور حضرت افسوس ہے اس کی قدر بھی ہوتی ہے مجھے تو ایسی چڑھ ہے کہ ذرا بھی معلوم ہو جاوے کہ یہ کسی کا لایا ہوا ہے تو اسے تو مرید کرتا ہی نہیں تاکہ وہ ان ترغیب دینے والے کو گالیاں دے۔ اور پھر اونھیں سفارش کا حوصلہ نہ رہے۔ جناب طلب وہ چیز ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کسی کی سفارش کی ضرورت ہی نہیں حضرت کہنے کی تو بات نہیں لیکن میرے یہاں کونسی بات چھپی ہوئی ہے بعضا شخص ایسا آتا ہے کہ اسکو دیکھتے ہی خود جی چاہتا ہے کہ اس سے کہیں تم ہم سے بیعت کر لو۔ جب اس سے باتیں ہوتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود سر سے پیر تک طلب میں غرق ہے۔ دیکھئے جان نہ پہچان ایک بالکل اجنبی شخص پہلی ملاقات لیکن خود جی چاہتا ہے کہ یہ ہم سے بیعت کی درخواست کرے ویسے خود کہنے میں کہ تم

ہم سے مرید ہو جاؤ شرم آتی ہے ۔ کیونکہ عرف کے خلاف ہے اور طریق کی بدنامی بھی ہے جیسے لڑکی کے نکاح کے لئے خود کہنے میں شرم آتی ہے کیونکہ عرف یہ ہے کہ لڑکے والا خود پیغام دے ۔ بعض جگہ اس کا کچھ خیال نہیں کرتے ۔ عرب میں لڑکی والا خود کہدیتا تھا کہ تم ہماری لڑکی سے نکاح کرلو ۔ پھر فرمایا کہ اگر طالب صادق دیکھکر کہہ بھی دے کہ تم ہم سے مرید ہو جاؤ تو کیا حرج ہے ۔ لیکن پھر بھی یہ اس لئے مناسب نہیں کہ شاید اپنا یہ خیال کہ یہ طالب صادق ہے غلط ہو تو جناب طلب وہ چیز ہے کہ خود اس کی طرف کشش ہوتی ہے ایکبار اسی قسم کی گفتگو بھی فرمایا کہ جس کسی کی بابت مجھے یہ تمنا ہوئی کہ یہ درخواست بیعت کی کرے اس نے ضرور مجھ سے بیعت کی درخواست کی ۔ جس کا خیال ایک سکنڈ کے لئے بھی قلب میں آگیا خواہ بالکل سرسری اور گذرتا ہوا ہی ہو لیکن تھوڑے دن بعد کیا دیکھتا ہوں کہ چلے آرہے ہیں ۔ کبھی اس کے خلاف نہیں ہوا ۔ ایسا شخص جب بیعت کے لئے کہتا ہے فوراً کرلیتا ہوں کہ خدا نے منہ مانگا بھیجا ہی اس سے نخرے نہیں کرنا چاہئیے دوسرے یہ بات ہی کہ جو سفارش کے ذریعہ سے بیعت ہونا چاہتا ہی تو معلوم ہوتا ہی یعنی اسکا ایہام ہوتا ہے گو یہ نیت نہ ہو لیکن صورت اس کی ہوتی ہے کہ اسکو نیازمندی سے عار ہے کیسی سفارش بعضے طالب علم مدرسین سے خود درخواست کرتے ہیں کہ سند لکھکر دیجئے سند مانگنا دلیل اس بات کی ہی کہ انھیں خاک نہیں آتا اگر صاحب کمال ہیں تو بڑی سند یہ ہے کہ طالب علم لیکر بیٹھ جائیں پھر خود ہی ان کا اہل کمال ہونا ظاہر ہو جائیگا ۔ اور اگر کچھ نہیں آتا تو لاکھ سندیں ہوں کچھ بھی نہیں سند لیکر طالب علموں کو پڑھانے بیٹھے انھوں نے سوالات شروع کئے ۔ مولوی صاحب کو کچھ آتا ہو تو جواب دیں ۔ کیا ان کا طالبعلموں سے یہ کہنا کافی ہو جاویگا کہ دیکھو میرے پاس یہ سند موجود ہے ۔ گو اس وقت مجھے نہیں آیا لیکن تم میرے معتقد کمال رہنا کیونکہ میرے پاس سند موجود ہے ۔ واہیات ۔ خرافات ۔ کیا رکھا ہے سند میں اور دستار میں ۔ خیر اگر اساتذہ خود عطا فرمائیں دل و جان سے قبول کرنا چاہئیے ۔ وہ دوسری بات ہے باقی خود درخواست کرنا اور کوششیں کرنا محض فضول حرکت ہے ۔ پھر فرمایا کہ یہاں تک بے تمیزی بڑھ گئی ہے کہ کانپور میں ایک درجن سے زیادہ مدرسے ہیں ۔ دو مدرسوں میں ایک ہی زمانہ میں جلسہ دستار بندی ہوا ۔ ایک مدرسہ کے ایک طالب علم ایسے تھے کہ انھوں نے کچھ کتابیں دوسرے مدرسہ میں بھی پڑھی تھیں ان کو وہاں کے لوگ کھینچنا چاہتے تھے ۔ تاکہ یہ نام ہو کہ ہمارے یہاں دس کی دستار بندی ہوئی انھوں نے کچھ لالچ بھی دیا اس کا شبہ ہو گیا ۔ پہلے مدرسہ والوں کو انھوں نے

جلسہ سے ایک دن پہلے ان طالب علم کو کسی بہانہ سے ایک کمرہ میں بٹھایا انھیں خبر نہیں ایک ایک کرکے اُٹھ گئے جھٹ کواڑ بند کرکنڈی لگادی۔ رات بھر وہیں بیچارہ کو رکھا۔ قفل لگادیا۔ صبح بھی نہ کھولا غریب کو پیشاب پاخانہ کسی کام کے لئے نہ نکلنے دیا۔ جب سندوں کی تقسیم شروع ہوئی اُن کو بھی نکالکر پگڑی باندھکر چھوڑ دیا۔ کہ اب جاؤ جہاں چاہو۔ بھلا خیال فرمائیے ایسی حرکتوں سے کیوں نہ ذلت ہو۔ یہی حال اس زمانہ میں پیری مریدی کا ہے۔ پھر فرمایا کہ اب تو کانپور کے گلی کوچوں میں ظلمت برستی ہے شہر کی شکل بھونڈی بھونڈی معلوم ہوتی ہے۔ مجھے تو وہاں جاکر ظلمت صاف محسوس ہوتی ہے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نہ دین ہے نہ علم ہے بالکل ظلمت ہی ظلمت معلوم ہوتی ہے پھر اپنے زمانہ کا حال دیر تک فرماتے رہے کہ اُس زمانہ میں گو اختلاف تھا لیکن بدتہذیبی نہیں تھی۔ اور گستاخی نہیں تھی نوک جھوک ہوتی تھی لیکن تہذیب کے ساتھ جیسی کہ اہل کمال میں ہوا کرتی ہے۔ پھر تفصیل بیان فرمایا کہ رویت ہلال کے متعلق جو اختلاف اور تشویش ہوا کرتی تھی ان کا انسداد میں نے یہ کیا کہ ایک عالم کو مدار فتویٰ اس باب خاص میں ٹھیرانے کے اوپر علماء شہر کو راضی کرلیا۔ پھر کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ مولنٰنا احمد حسن صاحب کی بابتہ فرمایا کہ میرے خلاف ایک کتاب لکھی گئی تھی انھوں نے اُس پر دستخط بھی کئے ان کا مسلک میرے خلاف لیکن ایک دعوت میں ہم دونوں شریک تھے انھوں نے سب کے سامنے میرے سامنے کی فیرنی کی پیالی قصداً لیکر اسی جگہ سے کھائی جس جگہ سے میں نے کھائی تھی۔ پھر میں نے بھی اُن کے سامنے کی پیالی لیکر ایسا ہی کیا۔ خیر میں نے تو بدلہ ہی اُتارا تھا مگر انھوں نے خلوص سے کیا تھا۔ اس کی وجہ بعد کو لوگوں سے بیان کی کہ حضرت حاجی صاحب کو اس شخص سے بہت محبت تھی وہ اس پر بہت عنایت کرتے تھے بس یہ کافی ہے اور دلیل کی ضرورت نہیں دیکھئے حضرت کے ساتھ کیسی محبت تھی کہ ایسے شخص کے ساتھ جس کی گمراہی پر دستخط بھی کریں یہ برتاؤ حضرت سے کبھی انھوں نے میرے بارہ میں کچھ سُنا تھا حضرت کے ساتھ ان کو عشق تھا۔ پھر فرمایا کہ وقت ایسا تھا کہ کانپور میں اہل اختلاف کا بھی یہ حال تھا اب کہاں یہ بات نفسانفسی ہی رہگئی ہے نہ جامع مسجد ہی میں کوئی رونق ہے نہ مدرسہ میں

(۱۵۴) عرض کیا گیا کہ یہ جو فرمایا جاتا ہے کہ ثمرات کی طرف التفات نہ کرنا چاہیئے۔ نہ ان کی تمنا کرے کیا نسبت باطنی بھی انھیں ثمرات میں سے ہے اس کی بھی تمنا نہ کرے۔ فرمایا کہ جی ہاں ثمرات سے مطلب مواجید و احوال ہیں نہ کہ نسبت اس طرح تو جنت بھی ثمرہ ہے خدا سے تقا بھی ثمرہ ہے نسبت

تو مقصود ہے اس کی ٹوہ میں اور فکر میں رہنا تو واجب ہے۔ اسی کے لئے تو یہ سب مشقتیں اٹھائی جاتی ہیں مواجید و احوال یعنی ذوق و شوق یکسوئی وغیرہ ثمرات غیر مقصودہ ہیں۔ انکی تمنا نہ کرے عرض کیا گیا کہ یکسوئی نسبت میں بھی تو ہوتی ہے فرمایا کہ جو یکسوئی نسبت میں ہوتی ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ کوئی خطرہ ہی نہ آوے۔ بلکہ یہ معنی ہیں کہ غیر حق پر نظر نہ ہو صحابہ اہل نسبت تھے لیکن وساوس آتے تھے۔ اہل نسبت کو یہ ضروری نہیں کہ کوئی خطرہ یا وساوس نہ آویں۔

(۴۵۲) ایک صاحب نے حضرت کو ایک شخص سے بطور قرض کے روپیہ بھجوانیکی سفارش کرنیکو کہا اس شخص کو حضرت سے تعلق خادمیت ہے۔ حضرت نے حسب معمول انکار لکھ بھیجا۔ پھر فرمایا کہ حضرت میں تو یہاں تک احتیاط کرتا ہوں کہ ایسے شخص سے میں کبھی قرض نہیں لیتا جس کی امانت میرے پاس ہو یا مجھے علم ہو کہ اُس کے پاس روپیہ آنیوالا ہے اور اُسے بھی یہ علم ہو کہ اُسے علم ہے۔ ہمیشہ ایسے شخص سے لیتا ہوں جو انکار کر سکے۔ اور کسی قسم کا اُس پر اثر یا دباؤ نہ ہو۔ ان امور کا ضرور لحاظ رکھنا چاہیئے جو اپنا لحاظ کرے کیا اس کا یہی حق ہے کہ اس سے منتفع ہوا کرے۔ طالب نفع تو ایسے شخص سے ہونا چاہیئے جو اگر چاہے تو صاف آزادی سے انکار کر سکے۔ اور جو انکار پر بوجہ عقیدت یا لحاظ یا دباؤ کے قادر نہ ہو اس سے کبھی نہیں چاہیئے۔

(۴۵۳) اہل بدعت کی کچھ کتابوں کا ایک صاحب نے ذکر کیا جو بعض اولیاء اللہ کے حالات میں لکھی گئی ہیں۔ فرمایا کہ اگر یہ حضرات زندہ ہوتے تو یقیناً ان لوگوں سے سخت ناراض ہوتے۔ وہ تو اپنے آپ کو خاک میں ملاتے ہیں یہ ان کو خدا سے ملائے دیتے ہیں۔ کانپور میں محمد جان ایک نوعمر اور نیک بخت صاحب زادے تھے۔ عشرہ کا زمانہ تھا کہتے تھے کہ میں چلا آرہا تھا ایک بڑھیا نے کہا کہ بیٹا نیاز دیدو میں نے کہا کس کی اس نے کہا تم کو نہیں معلوم ان دنوں میں اور کسی کی بھی نیاز ہوتی ہے سوائے امام حسین کے۔ تمہیں خبر نہیں اس زمانہ میں تو اللہ میاں نے بھی منع کر رکھا ہے میری بھی نیاز مت دیا کرو۔ خدا تعالیٰ گویا نعوذ باللہ نعوذ باللہ۔ نعوذ باللہ پنشن یافتہ ڈپٹی اس زمانے میں ہو جاتے ہیں کہ کام کچھ نہیں کرتے۔ لوگ غضب کرتے ہیں۔ خدا کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے پنشن یافتہ حاکم کہ اس کو کچھ اختیار نہیں رہتا۔ شیخ فرید عطار کتنے بڑے صوفی ہیں وہ تو یوں فرماتے ہیں

در بلا یاری مخواہ از ہیچ کس ٥ زانکہ نبود جز خدا فریاد رس

جن لوگوں کو اتنا بڑھاتے ہیں میں پوچھتا ہوں وہ بڑے کاہے سے ہوئے ظاہر ہے عبدیت سے ہوئے عبدیت جس میں جتنی کامل ہوئی اتنی ہی اس کی بزرگی ہوئی۔ میں تو کہا کرتا ہوں اہل بدعت سے کہ تم جو بزرگوں میں خواص الوہیت ثابت کرتے ہو تو ظاہر ہے کہ وہ الٰہ کامل ہونیسے تو رہے ناقص ہی ہوں گے لہذا تم تو بزرگوں کو الٰہ ناقص بتاتے ہو اور ہم بتاتے ہیں عبد کامل۔ تم اُن میں ایسی چیز ثابت کرتے ہو جس میں وہ ناقص ہونگے اور ہم اُن میں ایسی چیز ثابت کرتے ہیں یعنی عبدیت جس میں وہ کامل ہوں گے تو فی الواقع تنقیص تم کرتے ہو۔

(۴۵۴) بعض اہل بدعت کا ذکر تھا فرمایا کہ بعضے یوں کہتے ہیں کہ تصوف کے لئے اسلام کی بھی ضرورت نہیں بس یاد ہونی چاہیئے۔ نعوذ باللہ ایک بار فرمایا کہ جاہل صوفیہ کی طرح اگر شریعت سے قطع نظر کرلی جاوے تو اسلام اور کفر میں مابہ الامتیاز پھر کوئی چیز ہی نہیں۔

(۴۵۵) فرمایا کہ فتویٰ تو نہیں دیتا لیکن مشورہ ضرور دونگا کہ گھر کا انتظام بیوی کے ہاتھ میں رکھنا چاہیئے یا خود اپنے ہاتھ میں اوروں کے ہاتھ میں نہیں ہونا چاہیئے چاہے وہ بھائی ہو یا بہن ہو یا ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ اس سے بیوی کی بڑی دلشکنی ہوتی ہے۔ یا تو خاوند خود اپنے ہاتھ میں خرچ رکھے ورنہ اور رشتہ داروں میں سب سے زیادہ مستحق وہی ہے۔ بیوی کا صرف یہی حق نہیں کہ اسکو کھانا کپڑا دیدیا بلکہ اس کی دلجوئی بھی ضروری ہے۔ دیکھئے فقہانے بیوی کی دلجوئی کو یہاں تک ضروری سمجھا ہے کہ اس کی دلجوئی کے لئے جھوٹ بولنا بھی جائز فرمادیا۔ اس سے کتنی بڑی تاکید اس امر کی ثابت ہوتی ہے۔ یہاں سے بیوی کے حق کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ کہ اس کی دلجوئی کے لئے خدا نے بھی اپنا ایک حق معاف کردیا۔

(۴۵۶) احقر کے گھر کے لوگوں نے حضرت کی دعوت کرنیکا معہ متعلقین و چند اعزا و مہمانان کے ارادہ کیا حضرت نے منع فرمادیا۔ احقر کو ہدایت فرمائی کہ آپ یہاں مقیمانہ زندگی نہ بسر کیجئے۔ بلکہ مسافرانہ طور پر رہیئے۔ دعوتوں کو بالکل حذف کیجئے نہ میری نہ کسی کی۔ اگر ایک پیسہ بھی کہیں سے بچ سکے تو بچایئے۔ (احقر بوضع تنخواہ طویل رخصت لیکر حاضر ہوا ہے اور توسیع کرانے کا بھی ارادہ ہے) احقر نے عرض کیا کہ کم از کم تنہا حضور کی دعوت کی تو اجازت ہونی چاہیئے۔ فرمایا کہ اس جلسہ میں یہ اجازت لینا نہیں چاہیئے تھی۔ کیونکہ اس وقت دوسری قسم کا اثر ہے۔ اگرچہ

چاہتا پھر کسی موقع پر پوچھ لیتے اور تنہا میری دعوت میں اسی کی کیا ضرورت ہے کہ پہلے سے نوٹس دیا جاوے یا کوئی خاص اہتمام کیا جاوے اوس کی یہ بھی صورت ہو سکتی ہے کہ اگر گھر میں کوئی خاص چیز پکی اور محبت سے کھلانے کو جی چاہا تو ایک پیالہ میں رکھکر بھیجدی چاہے دو روٹیاں بھی اوپر سے رکھدیں کوئی خاص تکلف کرنے کی ضرورت نہیں یہ کیا ضرور ہے کہ دعوت ہی ہو اور خاص طور سے اہتمام کر کے کوئی نئی چیز بھی پکوائی جاوے اور آپ نے یہ بھی کہنا ہے کہ فلاں وقت جو آپ کے یہاں سے کھانا آیا تھا وہ زیادہ تھا۔ ابھی ہم دو میاں بیوی ہیں باقی اور تو سب ابھی جوڑا کنبہ ہے جس وقت چاہیں حذف کر دیں اگر کوئی چیز بھیجی جاوے تو بس صرف اسقدر کہ ہم دونوں ملکر کھالیں مع اوس کھانے کی رعایت کے جو خود ہمارے یہاں پکا ہو یعنی بس وہ کھانا ایک شخص کے لائق ہو پھر ہم چاہے سب خود کھالیں چاہے تھوڑا تھوڑا سب کو تقسیم کر دیں آپ ایک شخص کے انداز سے زیادہ نہ بھیجیں پھر فرمایا لوہاری میں ایک دوست نے میری دعوت کی بہت اصرار کر کے لیگئے میں سمجھا میں اکیلا ہوں گا جا کر کھا لونگا وہاں جا کر دیکھا کہ پچاس ساٹھ آدمیوں کی دعوت ہے میرے اوپر سخت بار ہوا مگر خیر میں چپ ہو رہا چلتے وقت اونھوں نے ایک جوڑا اور دس روپیہ پیش کئے میں نے کہا یہ جوڑا کیسا اونہوں نے کہا کہ شادی میں آپ کے لئے بنایا ہے میں نے کہا کیا میں نائی ہوں کہ شادی میں جوڑا لوں روپیوں کے بابتہ بھی کہا کہ میں ہرگز نہ لوں گا تم نے اتنا روپیہ کھانے میں برباد کر دیا مجھے وہ کھایا ہوا ہی برا معلوم ہوتا ہے مجھے پہلے سے معلوم ہوتا تو میں دعوت بھی منظور نہ کرتا پھر فرمایا ہمیں تو وہ طرز دعوت کا پسند ہے جو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تھا اون کی دعوت ایک طالب علم نے کی، مولانا نے فرمایا کہ بھائی اس شرط سے قبول ہے کہ صرف وہی کھانا ہو جو تمہارے لئے دوسرے کے گھر سے آتا ہے (اونکا کھانا کہیں مقرر تھا) اونہیں تو مولانا کو کھلانا منظور تھا اسلئے مجبوراً اونہوں نے اس شرط کو منظور کر لیا۔ جو کھانا اون کے لئے آیا وہی مولانا کے سامنے لا کر رکھدیا مولانا نے کھا لیا۔ پھر فرمایا کہ اس طرز سے دوسرے کا بھی فائدہ کہ خرچ سے بچا اور انتظام کے جھنجھٹ سے بچا اور اپنا بھی فائدہ ہے کہ سستا پیر ہوگا تو بہت آدمی دعوت کیا کریں گے اور اگر مہنگا ہوا تو جب پچاس ساٹھ آدمیوں کے کھلانے کی توفیق ہو جب کہیں

پیر صاحب کی دعوت کریں اس طرح تو جناب کہیں برسوں میں جاکر دعوت نصیب ہوا کرے اور اگر سستا ہو تو دعوت کرنا مشکل ہی کیا ہے آج یہاں کل وہاں روز دعوت ہوا کرے تین سو ساٹھ دن دعوت ہی میں گذر جائیں۔ میں کہتا ہوں جو سنت کے موافق طریقہ ہوگا اوس میں ہر طرح فائدہ ہی فائدہ ہے یہ طریقہ بالکل سنت ہے حضور کی دعوت ایک صحابی نے کی تھی راستہ میں ایک آدمی باتیں کرتا ہوا ساتھ ہو لیا جب میزبان کے دروازہ پر پہونچے تو ٹھٹک گئے اور میزبان سے دریافت فرمایا کہ بھائی ایک آدمی میرے ساتھ زائد ہے کہو تو آوے ورنہ لوٹ جاوے میزبان نے بخوشی منظور کرلیا۔ اسپر لوگ آج کل خیال فاسد کرتے ہیں میں اس کے متعلق تقریر کرتا ہوں وہ بہت غور کے قابل ہے لوگ کیا کرتے ہیں کہ دعوت میں اپنے ساتھ بے بلائے دو دو اور تین تین آدمی ساتھ لے جاتے ہیں اور اپنے تقوے کی حفاظت کے لئے میزبان سے پوچھ لیتے ہیں کہ بھائی ہمارے ساتھ دو اور ہیں یا تین اور ہیں اور تمسک کرتے ہیں اس حدیث سے حالانکہ یہ بالکل قیاس مع الفارق ہے یہاں یہ دیکھا کہ حضور نے اپنے ساتھی کے لئے پوچھ لیا تھا یہ بھی تو دیکھا ہوتا کہ پوچھنے سے پہلے حضور نے اون میں مذاق کیسا پیدا کر دیا تھا تم نے تو وہ مذاق اول پیدا کیا ہوتا وہ مذاق کیا تھا آزادی کا تھا ایک نظیر اس امر کی کہ حضور نے صحابہ میں آزادی کا مذاق کسقدر پیدا کر دیا تھا بیان کرتا ہوں وہ اتنی بڑی نظیر ہے جس کے قریب بھی آجکل نہیں مل سکتی۔ مسلم میں ہے کہ ایک فارسی تھا شوربہ نہایت اچھا پکاتا تھا۔ ایک دن حضور میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آج شوربہ میں نے بہت اچھا پکایا ہے چلکر نوش فرما آیئے۔ حضور نے ارشاد فرمایا مگر اس شرط سے کہ عائشہ رض بھی شریک ہونگی وہ کہتا ہے نہیں حضرت عائشہ رض نہیں۔ غور کیجئے حضرت عائشہ رض حضور کی محبوبہ اون کے لئے بھی کس آزادی کے ساتھ انکار کر دیا یہ مذاق کس کا پیدا کیا ہوا تھا حضور ہی کا اسی مذاق کے بھروسہ پر حضور نے میزبان سے اپنے ساتھی کے لئے پوچھا تھا حضور کو پورا اطمینان تھا کہ اگر جی چاہے گا تو منظور کرلے گا نہیں تو صاف انکار کر دے گا آجکل بھلا یہ بات کہاں۔ پس جو شخص ہم سے مغلوب ہو اور جسکی بابتہ یہ یقین نہ ہو کہ اگر جی نہ چاہا تو کچھ لحاظ نہ کریگا آزادی سے انکار کردے گا اوس سے اس طرح پوچھنا کب جائز ہے اور اگر ایسے پوچھنے پر وہ اجازت بھی دیدے تو وہ اجازت

عند الشرع ہرگز معتبر نہیں نہ اوسپر عمل جائز ہاں تو وہ صحابی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ نہیں حضور نے فرمایا کہ حضرت عائشہ نہیں تو ہم بھی نہیں دعوت میں شرط لگانے کا اختیار ہے اور داعی کو بھی اختیار ہے کہ وہ اوس شرط کو چاہے منظور کرے یا نہ کرے غرض دونوں کو اختیار ہے۔ وہ ایسے بزرگ ور آزاد تھے کہ نہیں تو نہ سہی اور چلدیئے تھوڑی دور چلکر پھر لوٹے محبت کا جوش ہوا حاضر ہوکر عرض کیا کہ حضرت کھانا بہت اچھا پکا ہے چلکر نوش فرمالیجئے۔ حضور نے فرمایا کہ اس شرط سے کہ عائشہؓ بھی ہوں کہنے لگے عائشہؓ تو نہیں حضور نے فرمایا اچھا تو ہم بھی نہیں۔ پھر لوٹ گئے تیسری بار پھر آئے اور پھر عرض کیا حضور نے پھر وہی فرمایا کہ عائشہؓ بھی۔ اب کی بار اوںھوں نے کہا کہ آپ کی یہی مرضی ہے تو اچھا عائشہؓ بھی اس موقعہ پر ہمارے حضرت مولانا نے فرمایا کہ میری ایک رائے اس میں ہے وہ یہ کہ شوربہ غالباً تھوڑا تھا اون کا جی چاہتا تھا کہ حضور تنہا پیٹ بھر کر کھالیں اگر حضرت عائشہؓ بھی ہوئیں تو حضور کا پیٹ نہ بھریگا۔ لیکن جب معلوم ہوا کہ حضور کی یہی خوشی ہے اخیر میں راضی ہوگئے اونہوں نے سوچا کہ اپنے نفس کی خوشی کے لئے میرا جی چاہتا تھا کہ حضور پیٹ بھر کر کھاویں اب یہی بھوکا رہنا چاہتے ہیں تو یہی سہی۔ اوسوقت تک حجاب نازل نہیں ہوا تھا حضور آگے آگے حضرت عائشہؓ پیچھے پیچھے تشریف لے گئیں حضور قبل پوچھنے کے یہ مذاق پیدا فرما چکے تھے کوئی مولانا صاحب یا شاہ صاحب جو اس حدیث سے تمسک کرنا چاہتے ہیں پہلے یہ مذاق تو پیدا کرلیں ورنہ قبل اس کے پوچھنا بھی حرام اور اگر میزبان اجازت بھی دیدے تو اوس اجازت پر کسی زائد شخص کو لیجانا بھی حرام۔ آجکل تو بس اندھا دھند ہو رہا ہے کسی کے یہاں دعوت ہوئی تو اپنے ساتھ اوروں کو بھی لیگئے کسی نے اعتراض کیا تو کہدیا کہ صاحب اجازت تو لیلی ہے کسی کو داعی کی طرف سے سفر کے لئے زاد راہ دیا جاتا ہے تو جو کچھ خرچ کرنے کے بعد باقی رہ جاتا ہے اکثر تو اوسکا تذکرہ بھی نہیں کرتے حالانکہ اوسکو واپس کرنا چاہئے ورنہ خیانت ہے کیونکہ وہ اوسکی ملک نہیں کیا جاتا بلکہ خرچ کرنے کے لئے بطور امانت کے دیا جاتا ہے اگر کسی نے بہت ہی ہمت کی تو یہ کیا کہ بھائی اتنا بچ گیا ہے اب جیسا تم کہو بس اسکا جواب تو یہی ہے کہ آپ ہی خرچ کرلیجئے بڑی آفت برپا ہے واپس ہی کیوں نہ کردیا جاوے یہ ساری خرابی حب دنیا کی ہے مال کی محبت رگ وریشہ میں گھس رہی ہے ذرا سا بہانہ چاہئے اباحت کیلئے پہلے تو یہ فتویٰ تھا کہ

اصل اشیاء میں اباحت ہے جب تک کہ حرمت ثابت نہ ہو۔ اب تو وہ حالت ہوگئی ہے کہ یہ کہنا چاہئے کہ اصل اشیاء میں حرمت ہے جبتک کہ اباحت ثابت نہ ہو یہ فتویٰ دینا چاہئے تب کہیں جاکر لوگ حرام سے بچیں گے بڑی گڑبڑ ہو رہی ہے ایک اور واقعہ اوس زمانہ کے مذاق آزادی کا یاد آیا حضرت بریرہ آزاد کردہ لونڈی تھیں حضرت مغیث کے نکاح میں تھیں بعد آزاد ہو جانے کے اونکو اختیار تھا کہ حضرت مغیث کے نکاح میں رہیں یا نہ رہیں چنانچہ اونہوں نے نکاح میں رہنا پسند نہیں کیا۔ حضرت مغیث کو اونکے ساتھ بہت محبت تھی گلیوں میں پریشان پھرا کرتے تھے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونکی حالت پر رحم آیا حضور بریرہ کے سامنے سفارش لائے کہ اے بریرہ مغیث سے نکاح کرلو دیکھئے سفارش کی یہ حقیقت ہے جو آگے معلوم ہوتی ہے حضرت بریرہ پوچھتی ہیں کہ یا رسول اللہ یہ حکم ہے یا سفارش عجب گھرا سوال کیا حضور نے فرمایا کہ سفارش ہے اونہوں نے کہا میں نہیں قبول کرتی آپ خاموش ہو گئے اب کوئی مرید پیر سے کہہ تو دے کہ میں آپ کی سفارش نہیں قبول کرتا تو غضب ہو جاوے۔ پیر فوراً ہی کہدے کہ مرتد ہو گیا آجکل تو پیروں کو چاہئے کہ سفارش ہی نہ کیا کریں جب وہ بیچارے دبتے ہیں تو اون کو اور بھی زیادہ کیوں دبایا جاوے اب عام عادت یہ ہے کہ اگر کوئی ان مفاسد کو دیکھکر سفارش کرنے سے انکار کردے تو الزام دیتے ہیں کہ زبان سے بھی نفع نہیں پہونچایا جاتا بڑے کنجوس ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں مال خرچ کرنا تو آسان مگر زبان ہلانا سفارش میں جہاں یہ وہم ہو کہ ہمارا دباؤ مانیگا موت ہے کیونکہ یہ وہم پیدا ہو جاتا ہے کہ نمعلوم بیچارے کی کیا مصلحت فوت ہو گیا اثر ہو ایک صاحب سفارش لکھانے آئے میں نے سفارش کی مذمت بھی کی باتیں بھی سنائیں مگر پھر بھی اونہوں نے یہ کہا کہ لکھدو میں مغلوب ہو گیا میں نے کہا تم ایک رقعہ میرے نام لکھ لاؤ جس میں سفارش کی درخواست ہو میں اوسپر لکھدونگا میں جب سفارش کرتا ہوں تو ایسا ہی کرتا ہوں تاکہ اوس بیچارے مخاطب کو معلوم تو ہو جاوے کہ کاتب کی ابتدائی رائے نہیں ہے دوسرے کی درخواست پر لکھا ہے غرض حد تو معلوم ہو کہ آیا سفارش کرنے والا ایسا شخص ہے کہ اوسکو خود کوشش ہے یا محض دوسرے کے کہنے کا اثر ہوا چنانچہ اونھوں نے رقعہ لکھدیا میں نے اوسپر لکھدیا کہ انہوں نے مجھ سے سفارش کی یہ درخواست کی ہے اگر آپ کی

کوئی مصلحت بھی فوت نہ ہوتی ہو اور آپ کی وضع کے بھی خلاف نہو اور کسی قسم کا بار بھی نہو تو یہ صاحب آپ کے ممنون ہوں گے اور دعا کیا کرینگے میں یہ نہیں لکھتا کہ میں ممنون ہوں گا یہ لکھتا ہوں کہ یہ ممنون ہونگے میں کیوں ممنون ہوں۔ پھر میں نے لفافہ پر بھی لکھدیا کہ یہ صاحب قیام وطعام کا بندوبست خود کریں گے آپ تکلیف یا تکلف نہ کیجئے لفافہ پر اس لئے لکھا کہ یہ صاحب بھی دیکھ لیں ورنہ جناب یہ بھی ہوتا ہے کہ سفارش کا خط لیلیا اور پڑے ہیں مہینوں روٹی کھارہے ہیں لوگوں کو کچھ سہارا چاہئے یوں ہو رہے ہیں قصے۔ اس قدر بے حیا بے مروت بننا پڑتا ہے کچھ پوچھئے نہیں اوسوقت تو اونکو گراں ہوا میرا یہ معمول اور یہ عادت مگر میں نے کہا کہ تھوڑی دیر کے لئے اگر فرض کرو کہ میرا خط لیکر کوئی تمہارے پاس پہونچتا تو تم پر کیا اثر ہوتا فرض کر کر اب اپنے دل کو ٹٹولو کہ اس معمول کی قدر ہوگی یا نہیں اوس طریق کا کیا اثر ہوتا اور اس طریق کا جو میں نے اختیار کیا کیا اثر ہوتا یقیناً معلوم کروگے کہ اوس طریق میں نہایت گرانی ہوتی اور میرے طریق میں نہایت سہولت اور آزادی رہتی اسطرح سے سمجھ میں آویگا میں تو ہدیہ میں بھی یہانتک سوچتا ہوں کہ بہت زیادہ جوش محبت سے تو نہیں دیا گیا عام طور سے اخلاص کی کمی تو ہدیہ قبول کرنیکی مانع ہوتی ہی ہے میرے یہاں اخلاص کی زیادتی بھی منجملہ موانع کے ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اسوقت تو جوش محبت میں کچھ نہیں سوجھتا جب جوش ٹھنڈا ہوگا تب حساب کتاب کا ہوش آئیگا کہ دس تو بیری کو دیدیئے اسلئے اگر کسی کو پانچ کی گنجایش ہوئی تو یہ کرتا ہوں کہ ڈھائی ہی لیتا ہوں اسپر بھی بفضلہ خوب ملتا ہے۔ جو قسمت کا ہے وہ کہیں جا ہی نہیں سکتا ہم لوگوں کا یقین ہی خراب ہو گیا ہے۔ یوں سمجھتے ہیں کہ اگر واپس کردینگے تو پھر کہاں ملیگا میں کہتا ہوں قسمت کا پھر بھی ملکر رہتا ہے اور جو نہیں ملتا وہ قسمت کا تھا ہی نہیں ایک صاحب نے سو روپیہ مدرسہ کیلئے ایک شخص کی طرف سے بھیجے ہیں میں نے ابھی خرچ نہیں کئے میں نے اون سے پوچھا ہے کہ تم نے ترغیب تو نہیں دی تھی اگر بلا ترغیب دیئے ہونگے تو رکھے جائینگے ورنہ واپس کردئے جائیں گے جواب آنے تک وہ روپیہ امانت رکھا ہوا ہے وہ سچے آدمی ہیں اگر ترغیب دی ہوگی تو صاف لکھدیں گے کہ ہاں میں نے ترغیب دی تھی اگر ایسا ہوا تو میں واپس کردونگا اور یہ لکھونگا کہ تم سے کسنے ترغیب دینے کیلئے کہا تھا کہ کیا تم ہمارے گرگے ہو کہ چھٹے پھرتے ہو پھر فرمایا کہ اسطرح کرنا بڑی ذلت اور بدنامی کی بات ہے۔ البتہ اگر کوئی ایسا شخص ہو جسے کوئی نہ جانتا

ہو اوسکے لئے کہنے کا بھی مضائقہ نہیں اور جب سب آدمی جانتے ہیں پھر ترغیب وغیرہ کی کیا ضرورت ہے جب بھوکھوں مرنے لگیں گے لوگوں کو خود رحم آئیگا میں ابھی قابل رحم نہیں احقر نے عرض کیا کہ بھوک کا پتہ چلنا بھی تو ضروری ہے لوگوں کو بھوک کا حال کیسے معلوم ہو فرمایا کہ جناب بھوک کہیں چھپی رہتی ہے صورت بین حالت مپرس + اب دیکھئے میں جو اسقدر بلند آواز سے بول رہا ہوں صاف معلوم ہوتا ہے کہ پیٹ میں روٹیاں موجود ہیں وہی یہ شور مچا رہی ہیں یہ سارے نخرے روپیوں کی بدولت ہیں۔ (ہنسکر فرمایا) دیکھئے میں آپ سے اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہوں روٹیاں بھی کھا نیکو ہیں اور میں تو اذان سی دے رہا ہوں آپ تکبیر سی بھی نہیں کہتے پھر فرمایا کہ حضرت دین کی حفاظت بلا اسکے نہیں ہو سکتی ہماری طرف جو کچھ لوگوں کی توجہ ہے وہ سب دین کی بدولت ہے پس ہمکو اوس دین کی عزت قایم رکھنے کی سخت ضرورت ہے اگر اوسکی عزت نہ رہے پھر ہمیں کون پوچھتا ہے۔ گڑھی میں ایک خانصاحب تھے بڑے بوڑھے آدمی تھے بڑی شفقت فرماتے تھے وہ مجھکو کچھ دیتے تو بہت خوشی کے ساتھ لیلیتا میں سمجھتا تھا کہ یہ تو باپ کے برابر ہیں مجکو اونکا دینا ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے کہ اپنے بڑے کوئی لے رہے ہوں اون کے انتقال کے بعد اون کے بیٹوں نے بھی وہی برتاؤ کرنا چاہا میں نے صاف انکار کر دیا کہ اب میں نہیں لے سکتا کیونکہ تم تو میرے برابر کے بھائی ہو میں تم سے اوسوقت لوں جب تمکو بھی کچھ دوں وہ ماشاء اللہ نہایت خوش فہم و شایستہ ہیں انہوں نے کہا کہ اچھا اب کے لیلیجیئے پھر ہم وعدہ کرتے ہیں کہ عمر بھر نہ دینگے میں نے لیلیا اوسکے بعد اونہوں نے پھر کبھی نہیں دیا۔ اب یہ کرتے ہیں کہ کبھی مچھلی پکا کو بھیجدی کبھی شکار کا گوشت بھیجدیا اوسمیں کوئی ایسی بات نہیں مگر اللہ جانتا ہے شرم آتی ہے بات یہ ہے کہ میں بھی بوجہ اسکے کہ خانصاحب میرے والد کے دوست تھے اپنے آپ کو خانصاحب کے لڑکے کے برابر سمجھتا تھا اور یہی اونکے لڑکے ہیں اگر علاقہ عقیدتمندی کا یا بیعت کا ہوتا تو وہ دوسری بات تھی اونکا علاقہ تو محض اپنے باپ کی وجہ سے ہے اسلئے وہ تو بھائی کے درجہ میں ہو گئے اور حیثیت دوسری ہو گئی (پھر فرمایا) اب کیا میری آمدنی کم ہو گئی ہیں نے دیکھا ہے جس روز میں نے کوئی ہدیہ واپس کیا ایک دو زیادہ کر کے کہیں نہ کہیں سے خدا نے دلوا دیئے۔ تو میرا دماغ اور بھی خراب ہو گیا ہے جب کوئی ہدیہ واپس کرتا ہوں پورا وثوق ہوتا ہے الحمد للہ کہ ضرور آویگا اسلئے آسان ہو جاتا ہے لوٹانا۔ پھر فرمایا کہ ابتو یہ باتیں سختی معلوم ہوتی ہیں کچھ دن بعد جب لوگوں کو منافع نظر آوینگے تب قدر ہو گی اور اب بھی نظر آنے لگے ہیں

بہتوں کو۔ اور حضرت میں نے احباب سے یہ بھی کہہ رکھا ہے کہ یہاں آویں تو دینے کی پابندی نہ کریں ورنہ جناب ہفتوں بلکہ سالہاسال بھی توفیق ملاقات کی نہو کیونکہ پہلے کچھ انتظام کرو تب چلو اب یہ ہے جب جی چاہے آؤ اور بے فکر ہو کر آؤ اور چاہے عمر بھر بھی کچھ نہ دو لوگوں میں ایسی شکل ہو رہی ہے کہ کھانا اور کھلانا۔ کھانے ڈالے جاتے وقت حساب کرتے ہیں کہ چار دن میں اتنا کھایا ہو گا آٹھ آنہ بڑھا کر دینا چاہیئے۔ ذلیل حالت ہے میں نے یہ قصہ ہی نہیں رکھا باستثنار بعض خصوصیات کے عام طور سے کھانا کھلانیکو بھی ضروری نہیں سمجھتا۔ ہم بھی بے فکر تم بھی بیفکر یہ حساب کتاب بھٹیاروں کا سا کیسا امیر بھی لوگ دیتے ہیں گو شرم تو آتی ہے لیکن چونکہ خلوص ہوتا ہے لے لیتا ہوں خلاصہ یہ ہے کہ خدا خلوص دے جہاں خلوص ہوتا ہے وہاں فلوس خود بخود آجاتا ہے کمی تو اخلاص کی ہے۔ عرض کیا گیا کہ جی چاہتا ہے کہ حضور کا مجموعی طریقہ قلمبند ہو کر محفوظ ہو جاوے تو بہت نافع ہو آئندہ زمانہ کے لوگوں کے لئے بھی فرمایا کہ جی میرا کیا طریقہ ہے دین کا طریقہ ہے میں نے ایجاد نہیں کیا الحمد للہ مجھے اس کا بہت خیال رہتا ہے کہ کوئی دستور العمل سنت اور شریعت کے خلاف نہو۔ خدا تعالی کی یہ بڑی رحمت ہے۔ ایک بات میں میرا خیال تھا کہ شاید سنت کے خلاف ہو۔ وہ یہ کہ اگر بڑی رقم کا کوئی ہدیہ دیتا ہے تو گو دینے والے کی حیثیت سے زیادہ نہو اور خلوص میں بھی کمی نہ ہو لیکن مجھے زیادہ معلوم ہوتا ہے اور طبیعت پر بوجھ سا ہوتا ہے اور واپسی کو جی چاہتا ہے مگر ساتھ ہی ساتھ میں یہ کہتا تھا کہ یہاں کیا عذر شرعی ہے لیکن باوجود عذر سمجھ میں نہ آنے کے چونکہ طبعی بات کی مخالفت مشکل ہوتی ہے اسلئے میں انکار کر دیتا تھا لیکن میں سمجھتا تھا کہ یہ محض طبعی معذوری ہے سنت میں اسکی اصل نہیں ہے۔ بہت دنوں مجھے یہ شبہ رہا۔ میں اپنے کو قاصر سمجھتا تھا اس واپسی میں مگر واپس کر دیتا تھا لیکن الحمد للہ میرا وہ شبہ جاتا رہا جیسے کہ میں نے ایک حدیث دیکھی کہ حضور فرماتے ہیں کہ کوئی خوشبو پیش کرے تو واپس مت کرو اور خود ہی اسکی علت فرماتے ہیں کیونکہ بار اسکا کچھ زیادہ نہیں ہوتا اور فرحت کی چیز ہے پس علت عدم رد کی خفیف المحل ہونیکو بتلایا میں نے کہا الحمد للہ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ بوجھ پڑنا طبیعت پر یہ بھی ایک عذر معقول و مشروع رد ہدیہ کا ہے میں نے احتیاطاً اوروں سے بھی پوچھا کہ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے یا نہیں کیونکہ مجھے خیال ہوا کہ کہیں میرے نفس نے یہ مطلب نہ تراشا ہو مگر وہ کہنے لگے کہ اجی صاف دلالت ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک دفعہ بھائی نے چاہا کہ میں کچھ ماہوار تمہارے لئے

مقرر کردوں سمجھدار آدمی ہیں بے تکلف لکھدیا میں نے لکھا کہ ایمیں خرابی ہے اتو میری نظر کسی خاص شخص پر نہیں اللہ پر ہے اور اگر مخلوق پر بھی ہے تو کسی مخلوق معین پر تو نہیں ہے اگر تمنے ماہوار مقرر کردیا تو بریلی ہی میں دل پڑا رہیگا۔ اول تو حساب لگانا پڑیگا کہ مارچ ختم بھی ہو گیا یا نہیں مئی ختم ہوئی یا نہیں جب پہلی تاریخ ہو گی تو یہ خیال ہو گا کہ آج تنخواہ وصول ہوئی ہو گی آج روپیہ چلا ہو گا آج راستہ میں ہو گا آج آرہا ہو گا۔ نہ آیا تو لیجئے پریشانی کہ نہ معلوم کیا وجہ ہو گئی۔ یہ جھگڑا تو یہاں ہو گا۔ اتو یہ ہے کہ آکو دتا ہے۔ من حیث لایحتسب کی شان تو نہ رہیگی کہ جہاں سے گمان بھی نہیں ہوتا وہاں سے حق تعالیٰ دیتے ہیں۔ دوسرے میں نے یہ لکھا کہ بُرا ماننے کی بات نہیں گو تمہاری تنخواہ ساڑھے چار سو روپیہ ہے لیکن ضرورتیں مختلف ہوا کرتی ہیں بعض دفعہ پانچسو کا خرچ پڑ جائیگا اسوقت تمکو گرانی ہو گی کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ ہر وقت جوش محبت کا نہیں رہتا۔ وہ بڑے سمجھدار آدمی ہیں انہوں نے لکھا کہ مجھے تعجب ہے کہ ایسی موٹی بات کی طرف لکھنے کے وقت مجکو توجہ نہوئی آپکے خط کو دیکھکر آنکھیں کھُلیں آپ کے خط کا ہر ہر حرف آب زر سے لکھنے کے قابل ہے میں رجوع کرتا ہوں اور واپس لیتا ہوں اپنی رائے کو بعد کو انہوں نے کہا کہ آخر اور لوگ بھی تو پیش کرتے ہیں اگر میرا جی چاہے تو مجھے خدمت سے کیوں محروم رکھا جاوے میں نے کہا کہ کیا اور لوگ معین کرتے ہیں جیسا کہ تم کرنا چاہتے تھے۔ غیر معین طور پر کچھ پیش کرو میں وعدہ کرتا ہوں کہ لیلونگا پھر جب میں بریلی جاتا تھا کبھی ٹکٹ لیدیتے تھے کبھی پچیس کبھی بیس روپیہ دیدیئے کبھی کچھ کپڑے بنوا دیئے۔ اور کبھی کچھ بھی نہیں۔ اور زیادہ وہی ہوتا تھا کہ کچھ بھی نہیں۔ سمجھ گئے وہ میرے مذاق کو اوسکے موافق عمل کیا۔ محبت کی بات تو یہی ہے پھر میں ایسا کرتا کہ کبھی کبھی قصداً گنی بھائی کے پاس امانت رکھوا دیتا تاکہ اونہیں اطمینان ہو جائے کہ ہاں اسکے پاس کافی سرمایہ موجود رہتا ہے۔

میرے گھر میں کہا کرتی ہیں مجھے اونکی یہ بات بہت پسند آئی کہ ذرا سفر میں اچھی حیثیت سے جایا کرو کپڑے بھی اچھے ہوں جوتہ بھی نیا ہو ایک آدہ جوتہ اور بھی ساتھ بندھا ہو۔ میں نے کہا کیوں مجھے کسی کو دکھلانا تھوڑا ہی ہے اونہوں نے کہا کہ انما الاعمال بالنیات میرا خیال تو یہ ہے کہ اگر لوگ تمہیں خستہ حالی میں دیکھیں گے تو اونہیں فکر ہو گی کہ آجکل تنگی میں ہیں کچھ دینا چاہیئے اور اگر کپڑے بھی اچھے اور جوتہ بھی نیا ہو گا تو سمجھیں گے کہ کسی چیز کی حاجت نہیں سب بے فکر رہینگے مسلمانوں کو بے فکر کرنے کے لئے اچھی حیثیت بنا کر سفر کیا جاوے تو عبادت ہے ایسی لطیف بات کہی۔ وہ دیکھکر خوش ہونگے

کہ آرام میں ہیں بیفکر رہیں گے۔ جب سے میں یہ کرتا ہوں کہ دو چار جوڑے جو اچھے ہوئے وہی چھانٹ کر سفر میں لیجاتا ہوں پھر فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے اس بندی خدا میں ذرا بھی حرص نہیں ورنہ نباہ مصیبت ہوتا حضرت ایسا ہوتا ہے کہ ہدیہ لینے میں اگر میں کبھی اپنے معمول کو بھول جاتا ہوں تو وہ ٹوکتی ہیں کہ تمہارے معمول کے خلاف ہے یہ کیوں لے لیا۔ یہ بھی سفارش نہیں کی فلاں ہدیہ لیلو یہ بارہا کہا کہ یہ تمہارے معمول کے خلاف ہے یہ کیوں لیلیا پھر فرمایا کہ میں اسواسطے یہ سب باتیں سُنا رہا ہوں کہ اگر ان میں سے کسی کو کوئی بات پسند آوے تو تقلید کیجاوے کیونکہ علمی تعلیم سے اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا عملی تعلیم کا اثر ہوتا ہے واقعات سُنکر بہت اثر ہوتا ہے کہ بھائی ایسا ہو بھی رہا ہے۔ منشی محمود الحق صاحب وکیل ہردوئی کے معہ قاضی محمد مصطفےٰ ڈپٹی کلکٹر کے آئے تھے بہت اچھے آدمی ہیں دیندار آدمی ہیں۔ علی گڈھ کے پڑھے ہوئے ہیں وہاں ماسٹر بھی تھے۔ بی اے ایل ایل بی ہیں شیخ عبد الحق دہلوی کی اولاد میں ہیں۔ مجھے تو نقل نہ کرنا چاہئے لیکن اگر نقل بھی کر دوں تو کونسا بڑا کمال ثابت ہو جائیگا کیونکہ میں چیز ہی کیا ہوں۔ اُدہوں نے ایک بات کہی کہ دو باتیں اسوقت تک کم تھیں ظاہر نہیں کیجاتی تھیں کتابوں میں بھی کہیں پتہ نہ تھا۔ ایک تو فن سلوک کے اصول۔ یہ کہیں نہیں سُنے جاتے تھے اسکو تربیت السالک نے (نام کتاب جسمیں ذاکرین شاغلین کے خطوط معہ جوابات حضرت مولانا درج ہیں) بالکل صاف کر دیا۔ ایک معاشرت اور معاملات پر گفتگو کسی نے نہیں کی۔ اُدہوں نے اس کی وجہ بھی تراشی کہ اسلئے گفتگو کی ہمت نہیں ہوئی کہ لوگ کہیں گے کہ تم خود ہی کیا کر رہے ہو الحمد للہ ایک یہ جزو دین کا مخفی تھا اب ظاہر ہوا۔ جناب شیخ معشوق علی صاحب بھی جو ہمارے حضرت کے خلفا میں سے ہیں حاضر مجلس تھے اُدہوں نے عرض کیا کہ حضرت واقعی عملی تعلیم کا بہت اثر ہوتا ہے ایکبار حضور کے ساتھ میں اور (احقر کا نام لیا کہ) یہ ریل کے سفر میں تھے کھانا کھاتے میں ایک بوٹی گر گئی تھی میں نے اسکو تختہ کے نیچے سرکا دیا حضور نے دیکھکر فرمایا کہ کیا بوٹی گر گئی ہے چنانچہ وہ بوٹی حضرت نے اُٹھوائی اور فرمایا کہ اسکو دھو لیجئے میں کھالونگا پھر وہ بوٹی خواجہ صاحب (احقر) نے دھو کر خود ہی کھالی وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ کبھی دسترخوان پر سے ایک ریزہ بھی زمین پر گر گیا ہے تو اسکو بھی اُٹھا کر کھا لیا ہے عملی تعلیم کا اتنا اثر ہوتا ہے پھر جناب شیخ صاحب ممدوح نے احقر سے فرمایا کہ آپ نے بوٹی کا واقعہ بھی ملفوظات میں قلمبند کر لیا ہے احقر نے عرض کیا کہ (اشارہ کے طور پر) میں نے

لفظ بوٹی لکھ لیا ہے بعد کو مفصل کو لونگا حضرت نے ہنسکر فرمایا کہ بس ایسی مختصر نویسی بہت اچھی ایک دن لکھ لیا بوٹی اور ایک دن لکھ لیا روٹی۔

(۴۵۷) بعد مغرب حضرت وظیفہ پڑھ رہے تھے دو طالب علم پنکھا حسب معمول جھل رہے تھے جمعہ کا دن تھا ایک صاحب جو دوپہر کے آئے ہوئے تھے پاس جاکر بیٹھ گئے اور خود جھلنے کی غرض سے ایک صاحبزادہ کے ہاتھ سے پنکھا لینے لگے حضرت نے منع بھی فرمایا لیکن اونھوں نے اصرار کیا پھر تو حضرت نے آڑے ہاتھوں لیا بہت دیر تک ڈانٹتے رہے کہ یہ کیا واہیات حرکت ہے اپنا وظیفہ اطمینان سے پورا کر لیا۔ میرے وظیفہ کو خراب کرنے یہاں آبیٹھے۔ سورۃ واقعہ پڑھ رہا تھا سب گڑبڑ کر دیا ایک تو مجھے توفیق ہی نہیں ہوتی اور جو کسی وقت پڑھنے بیٹھتا ہوں تو آپ لوگ نہیں پڑھنے دیتے۔ اب کیا ہر وقت میں آپ ہی لوگوں کی خدمت کرتا رہوں اپنا کچھ کام نہ کروں مجھ کمبخت کو وظیفہ بھی نہ پڑھنے دیا کچھ انصاف بھی ہے عقلیں مسخ ہو گئیں حس جاتی رہی ہٹ غضب کی ہے۔ اب میں کیسے بیچیا بنجاؤں سب سے کیسے بے تکلف ہو جاؤں سب سے تو خدمت نہیں لے سکتا ایسا ہی خدمت کا شوق ہی تو رہیئے دو برس سال بھر میں تو صورت کی زیارت کرائی پھر چاہتے ہیں کہ بے تکلفوں کا سا برتاؤ کریں مجھسے اپنا کام لو۔ میری خدمت کیلئے تم نہیں آئے بڑی خدمت یہ سمجھتے ہیں کہ جوتہ اوٹھا لیا پنکھا جھل لیا۔ رسوم نے ناس کر دیا خدا پرستی چھوڑ کر بندہ پرستی لوگ کرنے لگے اور جب دوسرا شخص پنکھا جھل رہا ہے تو تم کو کیا حق ہے کہ اوس سے پنکھا چھینو اور جو اوسکا بھی ایسا ہی جی چاہ رہا ہو جیسا تمہارا۔ اگر شوق تھا گھر سے پنکھا ساتھ لائے ہوتے دوسرے سے لینے کا کیا حق تھا جمعہ کے وقت سے میں آپ کی حرکتوں کو برداشت کر رہا ہوں جب میں بالاخانہ پر گیا تو آپ مشرک پر کھڑے اپنا جلوہ دکھا رہے ہیں اگر آئے تھے تو میرے اوپر کونسا احسان کیا تھا میں جو اوپر گیا تھا کیا گلی ڈنڈہ کھیلنے گیا تھا یا جھنجھنا بجانے گیا تھا۔ کوئی کام ہو گا یا آرام ہوگا۔ اور یہ دونوں حضرات بھی اوس وقت تک ایک لفظ منہ سے نہیں بولے۔ یہ عجیب ہے کہ زبان تو کھلی نہیں ہاتھ پیر خدمت کے لئے اچھے کھل گئے پھر فرمایا کہ بس آپ لوگوں کا کیا بگڑا ہے کہ اوسکا مجھ سے انتقام لیتے ہیں اور پریشان کرتے ہیں۔ اول تو کچھ پڑھنے پڑھانیکی توفیق ہی نہیں ہوتی اور جو کچھ وقت کیلئے توفیق ہوتی ہے اوسکو بھی آپ لوگ پورا نہیں کرنے دیتے اب میں تو اسی کا ہو رہا جھک جھک جھک جھک جھک جھک۔ یہ ہٹ غضب کی ہے اگر ہٹ نہ ہوتی تو خیر غلطی ہو گئی تھی۔ یہ پھر طویل تو نہ چلتی دوسرے

کے وظیفہ کا وقت آپ کو خلوت کیلئے لاعمر بھر یاد رکھو کہ جب کسی کے پاس جاؤ اسکے طریقے اور معمولات دریافت کئے بغیر ہرگز وہاں کے کاموں میں دخل نہ دو جب خدمت کا طریق ہی نہیں معلوم تو وہ خدمت کیا ہوئی زحمت ہوئی اگر خدمت کا شوق تھا یہاں کا طریق پوچھتے مجھی سے پوچھتے پہلے اجازت حاصل کرتے۔ پھر فرمایا کہ جمعہ کو جو کوئی آوے اپنی صورت دکھلانے اور میری صورت دیکھنے آوے ملاقات کے لئے میرے پاس جمعہ کے دن وقت نہیں پھر فرمایا کہ ویسے خالی وقت میں مجھسے خدمت لو میں خادم ہوں سب مسلمانوں کا لیکن یہ تو مجھسے نہیں ہو سکتا کہ آپ لوگوں کے تابع ہو کر رہوں وہ جیسے چاہیں میں لیٹوں وہ جیسے چاہیں میں بیٹھوں وہ جیسے چاہیں میں کھڑا ہوں غضب ہے تابع کیسے بن جاؤں لوگ اپنی راحت دیکھتے ہیں دوسرے کی راحت کا خیال نہیں جس خدمت سے پریشانی ہو وہ خدمت کیا ہوئی پوری زحمت ہے لوگ کہتے ہیں سختی کرتا ہے جب نرمی کا اثر نہ ہو کیسے سختی نہ کروں کام بھی کسی طرح چلے لوگ مجھے بد اخلاق کہتے ہیں۔ آپ لوگ بڑے با اخلاق ہیں کہ پریشان کرتے ہیں ابتدا بالظلم تو آپ ہی کی طرف سے ہوتی ہے ہٹ نہ کریں تو بجز تطویل کیوں چلے۔ کئی دن بعد اس واقعہ کا پھر ذکر فرمایا جس گفتگو کے دوران میں اسکا ذکر فرمایا تھا اسکو نقل کرتا ہوں احقر کو تنبیہ فرمائی کہ آپ میں انتظام کم ہے ابتک انضباط اوقات آپنے نہیں کیا اسی واسطے آپکو دشواری معلوم ہو رہی ہے انتظام وہ چیز ہے کہ مشکل سے مشکل کام پھولوں ہلکا ہو جاتا ہے اور اگر انتظام نہ ہو تو آسان سے آسان کام پہاڑ ہو جاتا ہے ابھی تک کام آپ کے قابو میں نہیں آیا میں دیکھتا ہوں کہ آپ پریشان رہتے ہیں وجہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے اوقات منقسم نہیں کئے اگر اوقات منقسم ہوں تو کوئی کام مشکل نہیں۔ الحمد للہ مجھے کسی بڑے سے بڑے کام میں بھی پریشانی نہیں ہوتی ہمیشہ طبیعت شگفتہ رہتی ہے وجہ یہی ہے کہ میرے اوقات سب منقسم ہیں کوئی کام دشوار نہیں معلوم ہوتا احقر نے عرض کیا کہ حضور کی نظر ثانی کے بعد جو نقل ہو کر ملفوظات کا مقابلہ ہوتا ہے اوس میں بعض ملفوظ کے مناسب کوئی مضمون یاد آجاتا ہے تو اوسکو میں بڑھا دیتا ہوں اوسکو حضور دوبارہ نظر ثانی فرمالیا کریں فرمایا کہ اس کا بھی کوئی قاعدہ مقرر کر لیجئے جب تک کہ قانون مقرر نہ ہو جاوے مجھسے کوئی کام ہوتا ہی نہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ حضور ہی تجویز فرما دیں فرمایا کہ اس کی یہ صورت ہے کہ مقابلہ کے وقت جن مقامات پر کچھ اضافہ کیا جاوے اوسکا حوالہ صفحہ اور سطر کا ایک علیحدہ کاغذ پر آپ لکھتے جائیں اور جب ایک معتد بہ تعداد ہو جاوے

تب وہ پرچہ معہ اصل کے مجکو دیدیا جاوے میں اوسکو دیکھکر واپس کردیا کروں ورنہ غیر معین طور پر جب آپ نے کچھ بڑھایا لیکر دکھلانے چلے آئے اسطرح کام تو کچھ بھی نہ ہوگا اور وقت پورا پورا صرف ہو جایا کریگا اسمیں دونوں کو مقید بھی ہونا پڑیگا کہ جسوقت آپ آئے مجھے فرصت نہ ہوئی تو آپ کو بٹھا رہنا پڑا اودہر مجکو بھی اوسی وقت دیکھکر واپس کرنا پڑیگا اور میری اوس مجوزہ صورت میں آپ دیکر فارغ ہو گئے میں نے آزادی کے ساتھ جس وقت فرصت ہوئی دیکھکر آپ کو دیدیا دونوں طرف آزادی رہیگی طبیعت قاعدہ کی ایسی خوگر ہو گئی ہے کہ یقین کیجئے ظہر کے وقت جب میں وضو کرتا ہوتا ہوں اوس وقت اگر کوئی ذرا سی بات بھی پوچھتا ہے تو میری سمجھ میں نہیں آتا چونکہ وہ وقت اس کام کا نہیں ہے اس لئے دماغ حاضر نہیں ہوتا اور فوراً میرے سر میں درد شدت کا ہو جاتا ہے اور جب تک کوئی واقعہ فرحت بخش نہ سنوں وہ درد رفع نہیں ہوتا۔ خلاف وقت بات کرنے سے اس قدر کلفت ہوتی ہے۔ صبح سے دوپہر تک برابر کام کرتا رہتا ہوں اوس سے کچھ بھی تکان نہیں ہوتا اور ایک بات میں یہ اثر ہوتا ہے کہ طبیعت قاعدہ کی خوگر ہو گئی ہے اور لوگ اس کے خلاف کے خوگر ہو رہے ہیں یہ ہو رہا ہے کہ بھینس کی گائے تلے اور گائے کی بھینس تلے۔ ایک صاحب کی بابت فرمایا کہ اونہوں نے ظہر کی وضو میں کچھ پوچھنا چاہا مجھے بہت تکلیف ہوئی اور کچھ سمجھ میں نہیں آیا میں نے کہا کہ بعد ظہر کے پوچھنا اسوقت دماغ حاضر نہیں اوسکے بعد دو دن گذر گئے ابتک پوچھنے نہیں آئے معلوم ہوا کہ کوئی ضروری بات نہ تھی ورنہ اگر ضروری ہوتی تو پوچھنے نہ آتے۔ مجھے وضو کرتے دیکھا بیکار وقت سمجھکر آبیٹھے کہ لاؤ باتوں ہی کا مشغلہ سہی سوال کرنا اسی کی تمہید کی غرض سے تھا میں نے تو اپنے نزدیک سب کے کاموں اور مصلحتوں کا لحاظ کر کے بقدر ضرورت ہر شئے کا وقت مقرر کر دیا ہے لیکن اوسے تو گذار دیں اپنے واہیات میں اور بعد کو میرے اوقات میں آکر خلل ڈالیں در حضرت انضباط اوقات کی صورت میں تو ممکن ہے کہ کسی کے کام میں صرف ایک ہی دو روز کی دیر ہو جاوے لیکن موقعہ تو ملجاتا ہے اور اگر بے انتظامی ہوتی جیسا لوگ چاہتے ہیں تو ہفتوں بھی نوبت نہ آتی دیکھئے جمعہ کے دن ان حافظ جی نے (یہ وہی صاحب ہیں جنکا شروع میں ذکر بہ تفصیل ہو چکا ہے) تنگ کیا میں ایک پرچہ دینے کے لئے بالاخانہ کے کمرہ سے باہر نکلا۔ آنکھیں کیسے بند کرلوں سڑک پر نظر پڑی تو آپ کھڑے ہو کر اپنا جلوہ دکھلانے لگے مطلب یہ تھا کہ ادہر مجھے اونکی اس حرکت سے بہت تکلیف ہوئی۔

صاحب بعض اوقات میں ڈر کے مارے باوجود ضرورت کے نیچے نہیں آتا کہ تنگ کریں گے بعض اوقات کسی کتاب کی ضرورت ہوتی ہے حجرہ سے لانیکی لیکن اپنا حرج کرتا ہوں نیچے اسی خیال سے نہیں آتا کہ لوگ تنگ کرینگے اور اگر جواب دونگا تو انہیں تکلیف ہو گی اس لئے میں اپنا حرج گوارا کرتا ہوں لیکن اُترتا نہیں انہوں نے ایک یہ حرکت کی کہ بعد مغرب جب میں وظیفہ پڑھ رہا تھا تو دوسرے سے پنکھا لیکر پنکھا جھلنا چاہا خدمت سے کس کو راحت نہیں ہوتی لیکن خدمت کے لئے دو شرطیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ خلوص ہو مطلب یہ کہ اوس وقت کوئی غرض اوس خدمت سے نہ ہو محض محبت سے ہو اکثر لوگ خدمت کو ذریعہ بناتے ہیں عرض حاجت کا یہانتک کیا ہے کہ بعد عشاء کے میں تھوڑی دیر کے لئے لیٹ رہتا ہوں طالب علم بدن دبانے لگتے ہیں چونکہ بدن دبانے سے راحت ہوتی ہے میری آنکھ لگنے لگتی ہے جسوقت میری آنکھ لگنے لگی تو ایک صاحب نے جو بدن دبانے میں شریک ہو گئے تھے مجھ سے کہا کہ مجھے کچھ پوچھنا ہے انہیں واقعات سے میں دوسروں پر بھی بدگمانی کرنے لگا۔ اسی لئے میں تحقیق کر لیتا ہوں کہ کون کون بدن دبا رہا ہے اور سوائے دو چار طالب علموں کے باقی سب کو رخصت کر دیتا ہوں۔ دوسری شرط خدمت کی یہ ہے کہ دل ملا ہوا ہو۔ ایک نو وارد آکر بدن دبانے لگے یا پنکھا جھلنے لگے تو لحاظ بھی ہوتا ہے شرم بھی آتی ہے۔ اب آدمی تختہ مشق کیسے سب کا بن جاوے۔ تیسرے یہ کہ کام بھی آتا ہو مثلاً بعضوں کو بدن دبانا نہیں آتا بعضا موقعہ لحاظ کا ہوتا ہے اب ان سے کیسے منہ پھوڑ کر کہدیا جاوے کہ آپ سے بدن دبانا آتا نہیں آپ چھوڑ دیجئے مجبوراً چپ رہنا پڑتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہم خدمت کر رہے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ میں انکی خدمت کر رہا ہوں کہ کچھ بولتا نہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم تکلیف اُٹھا رہے ہیں اسکے واسطے اور میں سمجھتا ہوں کہ میں انکے واسطے تکلیف اٹھا رہا ہوں طالب علموں سے دل کھلا ہوا ہے اور انکو طریقہ بھی آتا ہے ان سے کچھ تکلیف بھی نہیں جیسا ہی چاہے پاؤں پھیلا دیا چاہے بیٹھ کر کے سو رہا اب دو چار تو ایسے ہوتے ہیں سب ایسے کہاں ہو سکتے ہیں۔ ایک صاحب کو میں نے پنکھا جھلنے سے منع کیا انہوں نے کہا کہ ہم تو خدمت ہی کیلئے آئے تھے میں نے کہا کہ معاہدہ کیلئے تو دونوں طرف سے رضا ہونی چاہئے مجکو اپنے اس ارادہ سے مطلع کر کے میری بھی تو رضا حاصل کرنی چاہئے تھی اگر آپ اس غرض سے آئے ہیں تو لوٹ جایئے میں خدمت کی اجازت نہیں دیتا احقر بھی اوس گفتگو کے وقت موجود تھا یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ آپ بالکل غلط کہتے ہیں کہ خدمت ہی کے لئے آیا تھا کیا جسوقت آپنے اس سفر کا قصد کیا تھا یہی خیال تھا کہ

وہاں جاکر پنکھا جھلا کرونگا) پھر فرمایا کہ یہ تو بہت آسان ہے کہ میں کسی سے خدمت نہ لوں اور کام سب کا کروں لیکن لوگ رسوم کے خوگر ہو گئے ہیں۔ ایک صاحب دہلی کے آئے وہ ایک واعظ کے پاس رہے تھے رات دن خدمت کرنے کے خوگر تھے بعد کو اون کا میلان بدعات کی طرف دیکھکر یہاں آئے اونکو عادت تو اوسی کی پڑی ہوئی تھی مجھسے بھی بھوت کی طرح لپٹنا چاہا میں نے اونہیں نرمی سے سمجھایا اونہوں نے ایک پرچہ لکھکر دیا کہ مجھے رنج ہوا آپ نے مجکو سعادت سے محروم رکھا میں نے بلاکر کہا کہ اگر آپ کو مجھسے اعتقاد نہیں ہے تو میری خدمت میں کوئی سعادت نہیں جسکی محرومی کا رنج کیا جاوے گا اگر اعتقاد ہے تو یہ عجیب بات ہے کہ آپ مجھے سعادت سے محروم کرنیوالا سمجھتے ہیں اگر ایسا ہے تو پھر ایسے شخص سے اعتقاد ہی کیوں رکھتے ہو اعتقاد تو اوس سے رکھنا چاہیئے جو سعادت سے قریب کرنیوالا ہو میں تو آپ کو سعادت سے بعید کرنے والا ہوں جو شخص سعادت سے محروم کرنیوالا ہو وہ تو دشمن دین ہے جب آپ مجھے سعادت سے محروم کرنیوالا سمجھتے ہیں تو میں تو آپکا دشمن دین ہوں اگر آپ مجھے ایسا سمجھتے ہیں تو پھر آپکا یہاں رہنا فضول ہے تشریف لیجایئے۔ تب اونکی آنکھیں کھلیں پھر میں نے کہا کہ تمہیں یہ سمجھنا چاہیئے کہ جو کچھ مجھکو کہا جاویگا وہی ٹھیک ہوگا پھر فرمایا کہ حضرت میں نے اپنے کسی بزرگ کی خدمت ہاتھ پاؤں کی کبھی نہیں کی کہ شاید مجھسے نہ آوے تو اونہیں تکلیف ہو عمر بھر میں ایک دفعہ مولانا گنگوہی کو پنکھا جھلنے بیٹھا تھا اوسوقت مولانا اور میں اکیلے تھے کبھی یہ کام کیا نہیں تھا تھوڑی دیر میں مونڈھے دکھنے لگے۔ اب اور کوئی دوسرا وہاں تھا نہیں کہ اوسکو دیدوں اور موقوف کر دینا برا معلوم ہوا۔ جی چاہا کہ کوئی آجاوے تو اچھا ہو چنانچہ ایک صاحب آگئے میں نے اون کے حوالہ کر دیا اور جی میں کہا کہ توبہ ہے جو اب پنکھا جھلوں نہ ہمارے بزرگوں کو کبھی اسکا خیال ہوا۔ اب جیسا برتاؤ بزرگوں کا دیکھا ہے ویسے ہی کرنیکو جی چاہتا ہے دیکھئے صحابہ سے زیادہ کون ادب کرنیوالا ہوگا۔ مورخین نے بھی لکھا ہے کہ دنیا میں نظیر نہیں پائی گئی اس محبت تعظیم اور جاں نثاری کی مگر باوجود اسکے جب حضرات صحابہ کو معلوم ہوا کہ حضور کو تعظیم کے لئے کھڑا ہونا ناگوار ہوتا ہے تو کھڑا ہونا چھوڑ دیا صحابہ کہتے تھے کہ ہم کھڑے نہیں ہوتے تھے کہ ناگوار نہ ہو مولانا محمد یعقوب صاحب جب آتے ہم کھڑے ہو جاتے مولانا کو تکلیف ہوتی بہت دن صبر کیا ایکدن فرمایا کہ بھائی مجھے تکلیف ہوتی ہے کھڑے مت ہوا کرو۔ اوسکے بعد سے کھڑا ہونا چھوڑ دیا جب مولوی صاحب آتے تھے بے اختیار جی چاہتا تھا کہ کھڑے ہو جائیں کیونکہ محبت بھی ادب بھی عظمت بھی لیکن یہی خیال

ہوتا تھا کہ مولانا کو تکلیف ہوگی جوش کو ضبط کئے بیٹھے رہتے۔ پھر فرمایا کہ اس صورت میں میرے نزدیک بیٹھا رہنا زیادہ نافع ہے کیونکہ اپنا جی چاہتا ہے کہ اٹھیں لیکن شیخ کی کلفت کے خیال سے طبیعت کو روک کر بیٹھے رہے مخالف طبیعت مجاہدہ ہے۔ اب یوں چاہتے ہیں کہ خود پیر صاحب مجاہدہ کریں۔ یہ عجیب بات ہے کہ جو فارغ ہے مجاہدہ سے یعنی اون کے اعتقاد میں وہ تو مجاہدہ کرے اور جنہیں حاجت ہو مجاہدہ کی وہ نہ کریں حضرت رسوم کی بدولت حقائق مٹ گئے چھپ گئے یہ سب پیرزادوں نے کھانے پینے کے ڈھونگ نکالے ہیں ایک یہ سکھلا رکھا ہے کہ خالی جاوے خالی آوے ہیں ان خود غرضی کے جملوں کے بھی معنی بتا دیتا ہوں۔ کہتا ہوں کہ اسکے یہ معنی ہیں کہ جو خالی جاویگا خلوص سے وہ خالی آویگا فیوض و برکات سے اب اسکی ایسی پابندی ہے کہ بعضے تو بلا نذرانہ ملاقات ہی نہیں کرتے کسی سے نہ ہو سکا نذرانہ کا انتظام تو وہ بیچارہ تو یوں ہی رہا پیرزادوں نے ایک یہ ترکیب بھی ایجاد کی ہے کہ مصافحہ میں نذرانہ دیا جاوے سنت کو بھی دنیا کی غرض سے ملا کر خراب کیا پھر فرمایا کہ ایک صاحب یہاں تشریف لائے بڑے مہذب رئیسوں میں سمجھے جاتے ہیں بہت مہذب اور شایستہ لیکن دنیا کی تہذیب بھی واللہ بدون دین کے یا صحبت اہل دین کے کافی نہیں ہوتی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بھی مہمان تھے سب نے ملکر کھانا کھایا جب کھا چکے تو اونھیں رئیس صاحب نے ایک روپیہ جیب میں سے نکال کر میرے اوپر پھینکدیا میں نے اوٹھا کر اون پر پھینکدیا مولانا خلیل احمد صاحب کو اونکی اس حرکت پر بہت غصہ آیا اونہوں نے کچھ فرمانا چاہا مولانا بہت صاف ہیں میں نے سوچا کہ کہیں اونہوں نے مولانا کے فرمانے پر کچھ جواب دیا تو بہت بیجا ہوگا اسلئے میں نے خود ہی کہنا شروع کر دیا حالانکہ بڑوں کے سامنے بولنا بے ادبی ہے لیکن اوسوقت مصلحت اسی میں تھی پھر کہا تو اتنا کہا کہ مولانا کبھی بھی نہ کہتے خوب ہی آڑے ہاتھوں لیا۔ بڑے چپ ہوئے۔ مولانا بعد میں فرمانے لگے کہ مجھے اونکی حرکت بہت ہی ناگوار ہوئی میں تو خود اون سے کہنے والا تھا کہ یہ کیا بدتہذیبی ہے۔ میں نے کہا کہ نہیں میرا معاملہ تھا میرا کہنا اونہیں ناگوار نہیں ہوا آپکا کہنا ناگوار ہوتا کہ یہ کون ہیں بیچ میں بولنے والے پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یا تو تکلف ایسا کہ مصافحہ میں دیں یا بے تکلف ایسے کہ منہ ہی پر ماردیں حفیظ شاعر جونپوری نے ایک کتاب یہاں آنکے حالات میں لکھی ہے اوسمیں اونہوں نے لکھا ہے کہ تہذیب جو ہمنے مدتوں میں حاصل کی تھی وہ یہاں آکر معلوم ہوا کہ تہذیب ہی نہیں ہے پھر فرمایا کہ ایک

صاحب آکر کھڑے ہو گئے بیٹھنا چاہتے تھے لیکن بلا اجازت کیسے بیٹھیں میں نے پوچھا کہ کھڑے کیوں ہو
کہا کہ بلا اجازت کیسے بیٹھ سکتا ہوں۔ یہ وہی عرفی تہذیب ہیں نے کہا کہ اچھا ایک ہفتہ تک بیٹھنے کی
اجازت نہیں کھڑے رہو۔ یہ سُنکر فوراً بیٹھ گئے میں نے کہا کہ یہ کیا سبحان اللہ جب بیٹھنے کی ممانعت نہ تھی
تب تو بیٹھے نہیں اور جب صریح ممانعت ہو گئی تو بیٹھ گئے یہ کیا بات ہے پھر فرمایا کہ ایک فہیم صاحب یہاں
(سہ دری میں) آتے ہی چپکے بیٹھ جاتے ہیں سلام بھی نہیں کرتے۔ ایک صاحب نے اون سے اعتراض کیا
کہ تم بڑے بدتہذیب ہو۔ بلا سلام کئے آکر بیٹھ جاتے ہو۔ اونہوں نے کہا کہ تمہیں بدتہذیب ہو کہ کام کے
وقت سلام کرکے حرج کرتے ہو کام کے وقت سلام کرنا جائز ہی نہیں پھر فرمایا کہ فقہا نے اس راز کو سمجھا
ہے اونہوں نے ایسے اوقات میں سلام کرنیکو مکروہ فرما دیا ہے سچ یہ ہی دو جماعتیں حکیم کہنے کے قابل ہیں
صوفیہ اور فقہا صوفیہ بھی اور فقہا بھی یہ دونوں جماعتیں حقیقت کو سمجھنے والی ہیں محض الفاظ پرست نہیں ہیں
فقہا نے فہرست لکھدی ہے جن حالات میں سلام کرنا مکروہ ہے اونمیں یہ بھی ہے کہ جو طبعی یا دینی کام میں
مشغول ہو چنانچہ کھانا کھاتے میں سلام کو مکروہ لکھا ہے اور باتیں کرنیکی اجازت دی ہے۔

(۴۵۸) ایک صاحب نے کچھ تیل عطر وغیرہ ہدیہ بذریعہ ڈاک بھیجا۔ بذریعہ خط دریافت کیا کہ صحیح
وسالم پہونچ گئے یا نہیں فرمایا کہ اگر راستہ میں نقصان ہو جاوے تو اطلاع نہیں کرنا چاہیئے ایک تو
بوتل ٹوٹی پھر دوسرے کا دل کیوں توڑے۔

(۴۵۹) فرمایا کہ شیخ کی بدولت نسبت باطنی آسانی کے ساتھ حاصل ہو جاتی ہے۔ تنہا سیکڑوں
برس مجاہدہ کرتے گذر جائیں جو کبھی بھی میسر ہو۔ یہ بھی فرمایا کہ نسبت باطنی موہوب من اللہ ہے۔ مجاہدہ
موقوف علیہ نسبت باطنی کا تو ہے علت نہیں اور اگر علت ہے تو علت عادی ہے علت حقیقی نہیں۔

(۴۶۰) فرمایا کہ اہل اللہ تکلف سے کبھی حقائق نہیں بیان فرماتے جب جوش ہوتا ہے تب فرماتے
ہیں میں نے حضرت حاجی صاحب کے یہاں تو قریب قریب روز یعنی کثرت سے دیکھا کہ کوئی بات اگر
پوچھی گئی اور اوسوقت جوش نہ ہوا تو یوں فرما دیا کہ اسوقت طبیعت متوجہ نہیں گو اوسی مضمون کو پیشتر
بارہا فرما چکے ہوں لیکن یہ کبھی نہیں ہوا کہ تقریر یاد ہے جب پوچھا پڑھ دیا۔

(۴۶۱) قطع اسباب کا مثنوی شریف میں ذکر آیا اوسکے بعد یہ مضمون تھا کہ اسباب میں بھی حکمت ہے
حضرت نے فرمایا کہ میں حصر نہیں کرتا لیکن اسباب میں ضعفاء کیلئے بڑی حکمتیں ہیں اونکے لئے اسباب میں بڑی تسلی ہے

ورنہ کھانا کیونکر پکاتے کھیتی کون کرتا یہ عالم ویران ہوجاتا اسی واسطے کہا ہے ؎ لولا الحمقی لخربت الدنیا ؎

استن این عالم اے جان غفلت ست ورنہ اینجا شربت اندر شربت ست

اگر اہل غفلت نہ ہوتے تو دنیا آباد نہیں رہ سکتی تھی تھوڑی غفلت تو ہونا چاہئے تاکہ دنیا کے کام چل سکیں پس جب بھوک لگی فوراً گیہوں پیسے آٹا گوندھا آگ جلائی اور روٹی پکائی ورنہ کون یہ جھگڑہ کرتا دوسری بڑی بات یہ ہی کہ ضعفاء کو محبت حق جو تھوڑی بہت ہے وہ انہیں اسباب کی بدولت محفوظ ہی ورنہ بہت سے ناگوار واقعات پیش آتے ہیں اور محبت غالب نہیں یعنی اسمیں درجہ کمال حاصل نہیں سو انکو اسباب کیطرف انتساب کر لیتے ہیں اگر اسباب نہ ہوتے اور بلا واسطہ اسباب کے منجانب اللہ ہو نیکے انکو معرفت ہوتی اور محبت درجۂ کمال کی ہی نہیں تو یہی نتیجہ ہوتا کہ خدا کے ساتھ بغض ہوجاتا۔ یہ بڑی حکمت اسباب میں ہے اب چاہے کچھ ہی ہوجائے خدا سے تو تنگدر کسیکو نہیں ہوتا انہیں حکمتوں کی وجہ سے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنا کشف لکھا ہی کہ مجھے حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طبیعت کے خلاف تین امور پر مجبور کیا۔ ایک تو یہ کہ شیخین کو افضل سمجھوں حالانکہ میرا جی چاہتا تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو افضل سمجھوں سبحان اللہ کیسے سچے لوگ تھے جو بات جی میں تھی سچی سچی کہدی بدنامی وغیرہ کا خیال نہ کیا۔ ایک یہ بات تھی کہ مجکو تقلید اچھی نہ معلوم ہوتی تھی لیکن مجھے حضور نے خروج عن المذاہب الاربعہ سے منع فرمایا۔ ایک اسباب سے نفرت تھی۔ اسپر حکم ہوا کہ اسباب کو کبھی نہ چھوڑنا۔ اسلئے تشبث بالاسباب پر مجبور ہوا۔ پھر فرمایا کہ ہمارے حضرت حاجی صاحب کے یہاں حکمت کی اسقدر رعایت تھی کہ جس کی انتہا نہیں ایک بی بی نے یعنی میرے گھر میں کہا کہ میں اپنی زمین وقف کردوں حضرت نے منع فرمادیا کہ وقف مت کرنا دیکھی بظاہر ایک نیک کام سے منع کیا لیکن فرمایا کہ نفس کے بہلانے کیلئے بھی کوئی چیز ہونا چاہیے اپنے پاس کچھ جمع ہو تو نفس کو تسلی رہتی ہے اور اسپر حضرت حاجی صاحب ایک حکایت فرمایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ تھے انھوں نے حق تعالیٰ سے دعا مانگی کہ جتنی روزی میری قسمت میں ہو وہ سب ایکدم سے مجھے دیدیجیے تھوڑی تھوڑی نہ دیجیے ارشاد ہوا کہ کیا تمہیں یقین نہیں ہمارے وعدہ پر غرض کہ یقین تو ہی مگر وعدہ مبہم ہی ملیگا تو لیکن یہ متعین نہیں کہ کب شیطان مجھے بہکاتا ہے

کہ جاتے کے دن میں سالے اگر ہفتہ بھر تک نہ ملے تو تمہارا تو ہو جائے قلیہ۔ اور یہ شیطان بڑا دشمن ہے اور آپ ہی نے یہ بھی فرمایا ہے الشیطان یعدکم الفقر الآیۃ اگر آپ مجھے ایکدم سے دیدینگے تو میں کوٹھری میں بھر کر رکھ چھوڑوں گا جب شیطان مجھسے پوچھیگا کہاں سے کھائیگا میں کہدونگا کہ اس کوٹھری میں ہے تو بزرگوں نے ایسی ایسی تدبیریں کی ہیں اپنے ضعف کی۔ اور ضعف و قوت امور طبعیہ سے ہیں۔ ولایت میں ان کو دخل نہیں۔ ولایت کہتے ہیں اطاعت اور عبدیت کو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات کو سال بھر کا خرچ ایک ساتھ دیکر ظاہر فرمادیا کہ سال بھر تک کا خرچ ذخیرہ رکھنا اعلیٰ سے اعلیٰ توکل کے بھی خلاف نہیں واقعی کچھ جمع رہنے سے تسلی تو ہوتی ہے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو زہد میں بہت ہی مبالغہ تھا یہانتک کہ ہارون رشید بادشاہ کے یہانکے رقعہ کو ہاتھ سے نہیں چھوا تھا دور سے لکڑی سے اولٹ کر کھولا تھا وہ ہم لوگوں کیلئے فرما گئے ہیں کہ جس کے پاس درہم ہوں اسکو چاہئے کہ وہ انکی قدر کرے کیونکہ اب وہ زمانہ ہے کہ جب آدمی کے پاس کچھ نہیں ہوتا تو اسکی اول مشق دین پر ہوتی ہے دوسرے یہ کہ اگر ہمارے پاس مال نہ ہوتا تو امراء ہمکو دست مال کر دیتے مال کی بدولت اب وہ ہمپر ہاتھ نہیں ڈال سکتے اسکی بدولت ہم اُن کے شر سے محفوظ ہیں اور ہمارا جاہ محفوظ ہے ورنہ ہمیں ذلیل سمجھکر ہمسے بیگاریں لیا کرتے پھر ہمارے حضرت مولانا نے فرمایا کہ جو اسباب کے بالکل ہی منکر ہیں جیسے حضرت عطار اسکندری رحمۃ اللہ علیہ انھوں نے اپنی کتاب تنویر میں بالکل اسباب کو مٹا دیا ہے لیکن پھر بھی اسباب کی تکوین میں مصلحت ثابت کی ہے لکھا ہی کہ اسباب کو حق تعالیٰ نے اس لئے پیدا فرمایا ہی تاکہ بندہ اسباب کو اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ انکو توڑے اور کچھ نہیں تو اسباب میں یہی ایک نفع سہی غرض نافین اسباب نے بھی اسباب میں حکمت ثابت کی ہے معلوم ہوا کہ اسباب میں بالاجماع حکمتیں ہیں پھر مثنوی شریف میں یہ مضمون آیا کہ اسباب کے ذریعہ سے اسباب الاسباب پر نظر کرو اسپر حضرت نے فرمایا کہ اسی طرح اسباب موصل الی اللہ ہو جائیں گے کیونکہ مصنوع اپنے صانع کیلئے دلیل ہوا کرتا ہے ایک یہ مصلحت بھی اسباب میں نکلی۔

(۴۶۲) اس اعتراض کا ذکر تھا کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہی۔ فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحب نے خوب لطیف جواب دیا تھا کہ اگر مان بھی لیا جاوے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا تو ہم یہ پوچھتے ہیں کہ

وہ شمشیر زن کہاں سے آئے۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ ایک دو شمشیر زن تو بزور شمشیر اسلام کو عالم بھر میں پھیلا نہیں سکتے تھے تو بس معلوم ہوا کہ شمشیر زنی اصل علت اشاعت اسلام کی نہیں بلکہ اصل علت اور ہی ہے جس سے شمشیر زن پیدا ہوئے وہ حقیقت میں تو تائید حق ہے اور ظاہری سبب حضور کے اخلاق ہیں اسلام پھیلا ہے اخلاق سے تلوار سے نہیں پھیلا دوران درس مثنوی میں فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوتی ہے خود ایسے ایسے واقعات ڈالتے ہیں جن سے اسباب کے تاثیر کی نفی ہوتی ہے۔

(۴۶۳) ایک صاحب نے اپنے والد کو بھی حضرت کی خدمت میں اپنے ساتھ لانے کیلئے ترغیب دی اور حضرت سے دعا و اجازت کیلئے لکھا۔ حضرت نے صاف انکار لکھ بھیجا کہ جب اُن کو خود رغبت نہیں تو ہرگز ترغیب نہ دی جائے وہ صاحب حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اخیر میں وہ راضی بھی ہو گئے تھے لیکن فلاں شخص نے بہکا دیا حضرت نے فرمایا کہ اُنکو خود ہی شوق نہ تھا تو آپ کو ہرگز ترغیب نہ دینی چاہئے تھی میں تو یہی لکھ بھی چکا تھا دین تو مطلوب ہونا چاہئے کیوں کسی کے درپے ہوں اجی تبلیغ اور اعلام تو ضروری ہے باقی درپے ہونا ضروری نہیں بلکہ میری رائے میں مضر ہے میں نے تو ایک وعظ التصدی للغیر مستقل طور سے اسی کی بابت کہا ہے معلوم نہیں چھپا یا نہیں بہت دن سے یہ مضمون ذہن میں تھا حق تعالیٰ نے اُس روز مفصل بیان کروا دیا میں تو یہ مشورہ دیا کرتا ہوں کہ اگر وہ لوگ اہل الرائے نہیں مثلاً بچے ہیں تو اُنکو تو لے آؤ اور جو اہل الرائے ہیں اگر خود رغبت ہو لاؤ ورنہ چھوڑو پھر ہمیشہ اُنکی خاطر کرنی پڑتی ہے کیا ضرورت۔ اجی آنیوالے کی خدمت کیلئے حاضر ہیں باقی گھیرے کیوں خواہ مخواہ خاطر کرنی پڑتی ہے کہ کوئی بات خلاف طبیعت نہو۔

(۴۶۴) فرمایا کہ محقق کی ایک منٹ کی تقریر میں جو اثر ہوتا ہے وہ غیر محقق کے آدھ گھنٹہ کے لیکچر میں بھی نہیں ہوتا کیونکہ وہ تو دیکھی ہوئی کہہ رہا ہے اور یہ یوں ہی اَن گڑھ ہانک رہا ہے۔

(۴۶۵) فرمایا کہ ممکن نہیں بددین آدمی کی صحبت کا اثر نہو۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ جہاں اور باتوں سے احتراز کرے بعد توبہ اپنے پرانے جلسہ کو بھی رخصت کرے یعنی جن لوگوں سے پہلے صحبت رکھتا تھا اُنکو چھوڑ کر دوسری قسم کے لوگوں کی صحبت اختیار کرے۔

(۴۶۶) ایک صاحب نے اپنی صاحبزادی کا نکاح بعد نماز عصر مسجد میں پڑھوایا نکاح کے بعد صرف چھوارے تقسیم کر دیئے گئے دولہا نے کوئی نئے کپڑے بھی نہیں پہنے تھے اسی طرح گئی نکاح

ہو چکے ہیں ایک نکاح میں تو دولھا کے پاس روزمرہ کے استعمالی میلے ہی کپڑے تھے اس بے تکلفی سے سب نہایت خوش ہوئے حضرت نے فرمایا کہ اسی طرح کا نکاح میرے بھائی مظہر کا ہوا تھا۔ بڑھیوں تک نے کہا کہ واقعی اس شادی کے موقعہ پر گو ظاہری کوئی رسم نہیں ہوئی لیکن ہمارے دلوں میں رونق معلوم ہوتی ہے فرمایا سبحان اللہ سنت کے موافق نکاح میں کیوں نورانیت نہو۔ اور یہ بھی بات ہے کہ جتنی سہولت ہوتی ہے اتنی ہی نورانیت قلب میں ہوتی ہی کیونکہ کوئی جھگڑا بکھیڑا ہوتا نہیں اس لئے انشراح رہتا ہے اور جہاں طوالت اور جھگڑے ہوتے ہیں وہاں ضرور قلب میں کدورت اور ظلمت ہوتی ہے۔

(۴۶۷) ضرورت شیخ کا ذکر مثنوی شریف میں آیا۔ فرمایا کہ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گر روی صد سال در راہ طلب راہ بر نبود چہ حاصل زاں تعب

ایسی مثال ہی جیسے فنون حسیہ میں ہے بھی چاہے جس فن کو لے تو یوں چاہے کام چلائے لیکن فن کی مناسبت خواہ کیسا ہی آسان فن ہو بلا استاد کے نہیں حاصل ہو سکتی۔ مناسبت جس چیز کا نام ہے کسی فن کی ہو بلا استاد کے نہیں پیدا ہو سکتی مثلاً گاڑی ہانکنا ہی لیجئے بہت ہی خسیس بات ہے لیکن مشہور ہی سیسی علم دریاؤ۔ واقعی باریکیاں بلا کسی سے سیکھے نہیں معلوم ہو سکتیں۔

(۴۶۸) ایک فنی علم کی بابتہ فرمایا کہ ان سے ایک کوتوال نے سوال کیا کہ نبی اور ساحر میں فرق کیا ہی کیونکہ نبی بھی معجزات دکھلاتا ہے اور ساحر بھی ایسے ایسے عجیب کرشمے دکھلا سکتا ہی انھوں نے خوب جواب دیا کہ جو ڈاکو سرکاری وردی پہنکر اور کوتوال بنکر ڈاکے ڈالے تو میں پوچھتا ہوں کہ کوتوال میں اور ڈاکو میں کیا فرق ہے وہی فرق ہے نبی اور ساحر میں۔

(۴۶۹) فرمایا کہ میں بھی ایک مرتبہ اجمیر شریف ویسے ہی بغرض زیارت حاضر ہوا ہوں چونکہ حضرت شیخ کی بڑی بڑی برکات ہیں وہاں اُترتے ہی تمام شہر میں ایک رونق معلوم ہوتی ہے وہاں کے زمین آسمان ہی پر رونق معلوم ہوتے تھے۔ اب نہیں معلوم میرا خیال ہے یا کیا۔ حالانکہ وہاں ظلمات بدعت کی بہت ہیں لیکن اُن پر انوار پھر غالب ہیں حضرت شیخ کے۔

(۴۷۰) فرمایا کہ بعضے باطل فرقے جو پیدا ہوئے وہ بہت جلد مٹ جاتے اگر اُن کے رد کیلئے

بڑے بڑے علمار نہ کھڑے ہوجاتے. علمار کے رد نے انکو اور بھی وقعت دیدی لوگ خواہ مخواہ انکے دعووں کو اہم سمجھنے لگے کہ بڑے بڑے لوگ انکے رد کی طرف متوجہ ہیں تو ضرور اہم ہوں گے علمار کے متوجہ ہونے نے انکو اور بھی رونق دیدی ورنہ بہت جلد ختم ہو جاتے۔ اسی طرح آریوں کو جو قوت ہوئی اکثر کی رائے ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ علمار انکے جوابات دینے کی طرف متوجہ ہوئے ان کے مقابلہ کیلئے تو عوام ہی مناسب تھے کیونکہ عالم کو تو یہ بھی لحاظ رہتا ہے کہ کوئی ایسی ویسی کچی بات منہ سے نہ نکلے ایک مولوی صاحب سے کسی نے کہا کہ ڈاڑھی رکھنے کا حکم قرآن مجید میں دکھلا دو انھوں نے یہ آیت پڑھی لا تاخذ بلحیتی اور کہا کہ دیکھو اگر ہارون علیہ السلام کے ڈاڑھی نہوتی تو موسیٰ علیہ السلام پکڑتے کہاں سے اس سے ثابت ہوا کہ انکے ڈاڑھی تھی میں نے ان مولوی صاحب سے کہا کہ مولانا اگر وہ یہ کہتا کہ اس سے تو ڈاڑھی کا صرف وجود ثابت ہوا وجود کا کون انکار کرتا ہے وجوب تو ثابت نہوا وجوب ثابت کرو۔ تو آپکے پاس کیا جواب تھا مولوی صاحب بولے اجی اسمیں اتنی سمجھ کہاں تھی جو وہ یہ سوال کرتا۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ہمیں تو خدا جانے کچی بات کہنے شرم آتی ہے ایسا شخص جو کچی بات کہنے سے شرمائے جاہلوں سے یا ہٹ دھرموں سے مقابلہ کب کر سکتا ہے ایسوں کے مقابلہ کیلئے ایسا ہی شخص چاہیئے ایک گنوار نے کسی عیسائی سے پوچھا کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے اس نے کہا ہاں. اس نے پوچھا اور بھی کوئی بیٹا ہے کہا نہیں اس نے کہا بیٹرے خدا سے تو (نعوذ باللہ) میں ہی اچھا ہوں دیکھ میری تھوڑی سی عمر میں بیس لڑکے ہوچکے ہیں معلوم ہوا بیٹرا خدا کچھ بھی نہیں بہت ہی کمزور ہے سب لوگ کہنے لگے واہ بھائی خوب کہی پادری کو ہرا دیا. ایسے جاہلوں کی قدر ہوتی ہے مناظروں میں. عدالتوں میں بھی جو قابل وکیل ہیں وہ مختصر سی گر کی بات کہتے ہیں لیکن ان کی عوام کچھ قدر نہیں کرتے اور جو بہت بک بک کرتا ہو اسکو کہتے ہیں کہ بڑا اچھا وکیل ہے خوب لڑتا ہے. مجھ سے جب کسی نے مناظرہ کیلئے کہا میں نے کہا کہ ایک بڑی بات یہ ہے کہ حکم کون ہوگا. یا علمار یا عوام علما اگر حکم ہوئے تو وہ یا ادھر کے ہوں گے یا ادھر کے ان کا فیصلہ ہی کیا ہوگا عوام بیشک خالی الذہن ہوتے ہیں لیکن وہ ہیں جہلا اور علمار حکم ہو نہیں سکتے کیونکہ وہ ادھر ہونگے یا ادھر تو لا محالا عوام ہی حکم ہونگے اور وہ ہیں جہلا تو جس فیصلہ کا مدار جہلار پر ہو وہ فیصلہ جیسا ہوگا ظاہر ہے. بس اس لئے تو یہی بہتر ہے کہ جو تمہارے

نزدیک حق ہو تم کہو اور جو ہمارے نزدیک حق ہو ہم کہیں۔ خدا جسکو اثر دے مناظروں سے کوئی نفع نہیں بس یہ چاہئے کہ جب اہل باطل بکیں تو اپنی الگ کہنے لگیں زیادہ اچھا طریقہ یہی ہے انبیاء کا یہی طریقہ ہے کفار کے جواب میں اتنی مشغولی نہیں کرتے تھے حق کا تو اعادہ بار بار کرتے تھے جواب کے زیادہ درپے نہیں ہوتے تھے اس سے زیادہ نفع ہوا مجھے طالب علمی ہی کے زمانہ میں یہ تجربہ ہو گیا تھا اور بجائے مناظرہ کے میں یہ کرتا تھا کہ عیسائیوں وغیرہ کے مقابلہ میں اپنا وعظ دوسری طرف کھڑے ہو کر کہنے لگتا تھا۔ اس سے بہت نفع ہوتا تھا مناظرہ سے مجکو سخت نفرت ہے۔ مراد آباد میں .... سے مناظرہ کرنیکے لیے ٹھہر لیا میرے پاس خط آیا میں نے انکار لکھ بھیجا لیکن ایکبار مراد آباد ایسے ہی قصہ میں جانا پڑا اگر اللہ جانے اسقدر نفرت ہوئی کہ مجھے مُنہ دکھلاتے ہوئے شرم آتی تھی کہ اگر کوئی پوچھے کہ کیوں آئے ہو تو کیا کہوں۔ یوں کہوں کہ مناظرہ کیلئے آیا ہوں۔ تو لاحول ولا قوۃ بڑی نامعقول حرکت ہے۔ مگر خیر مناظرہ نہیں ہوا پھر وعظ وغیرہ ہوا اُس سے نفع ہوا جس روز تاریخ مناظرہ کی تھی اسقدر چرچا تھا کہ ہندو بھی آپسمیں کہتے تھے کہ وہاں شاہی مسجد میں چلو مولویوں کی لڑائی ہو رہی ہے ایسی شرم آئی کہ لا الہ الا اللہ۔ ایسی ذلت ان مناظروں میں ہے۔ صاحب مجھے تو بہت ہی ناپسند ہیں مولانا محمد قاسم صاحب بھی بہت نفور تھے مسلمانوں سے بالکل مناظرہ نہیں کرتے تھے ہاں کفار سے کرتے تھے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب کے پاس ایک شخص نے ایک سوال لکھکر بھیجا۔ مولانا نے مجھ سے جواب لکھوا دیا اُس نے اُس جواب پر پھر اعتراض لکھا میں نے اُس کا جواب لکھنا چاہا۔ مولانا نے فرمایا کہ جواب لکھنے کی ضرورت نہیں یہ لکھدو کہ ہم مرغان جنگی نہیں ہیں ہمیں لڑنے کی فرصت نہیں کسی اور جگہ سے جواب منگالو۔ میں نے عرض بھی کیا کہ حضرت کچھ تو جواب لکھدوں فرمایا نہیں جی واہیات بات ہے کیوں وقت ضائع کیا جاوے پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اُس وقت تو سمجھ میں نہیں آیا تھا اب قدر معلوم ہوتی ہے کہ کیا بات تھی واقعی وقت بہت خراب ہوتا ہے اور دل بھی خراب ہوتا ہے مولوی عبد القیوم صاحب بڑے ظریف تھے کسی نے مسئلہ پوچھا آپنے بتلا دیا۔ اُس نے پوچھا کہ مسئلہ کونسی حدیث میں ہے۔ کیا فرماتے ہیں کہ ہیں تو مسلم نہیں ہوں ہمنے باپ دادا سے دین سیکھا ہے اور انھوں نے اپنے باپ دادوں سے یہاں تک کہ ہمارے جد امجد تھے انھوں نے خود حضور سے اسلام سیکھا اسلیے ہمنے حدیث

کی تلاش نہیں کی۔ ایکبار ایک شخص نے مسئلہ پوچھا مولوی صاحب نے بتلادیا اُس نے کچھ اعتراض کیا فرمایا کہ مسئلہ تو بتلادیا لیکن بھائی میرے باپ نے مجھے لڑنے کیلئے نہیں پڑھایا تھا پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ بزرگوں کا تو یہ طریقہ دیکھا ہے اسی کو جی چاہتا ہے کہ کوئی بات پوچھے ذرا شبہ ہوا کہدیا بھائی کتاب دیکھکر بتلائیں گے یاد نہیں رہا۔ پہلے بزرگوں میں زبانی وعظ کا بھی طریقہ نہیں تھا مولانا محمد اسحاق صاحب قرآن یا حدیث کی کتاب لیکر وعظ فرماتے تھے اب کوئی ایسا کرے تو عیب سمجھا جاتا ہے کہ کچھ آتا نہیں ایکبار فرمایا کہ مناظرہ سے کچھ نتیجہ نہیں کیونکہ فریق مخالف پہلے ہی سے یہ سوچے ہوئے رہتا ہے کہ اگر پھر کچھ کہے گا پھر جواب دونگا تصدیق اور تسلیم کرلینے کا اُس کا کسی حال میں ارادہ ہی نہیں ہوتا البتہ جہاں متردد ین کے شبہات کے ارتفاع کی بجز اسکے کوئی صورت ہی نہو وہاں مضائقہ ہی نہیں۔

(۴۷۱) احقر کو ایک خط کا جواب لکھنا تھا لیکن باوجود ارادہ کے کئی دن ہوگئے لیکن نہیں لکھا گیا حضرت کو اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ کچھ یہ دیکھا ہے کہ تھوڑا کام اگر ہو تو وہ نہیں ہوتا اور جو زیادہ کام ہوں تو وہ سب ہوجاتے ہیں۔

(۴۷۲) فرمایا کہ میں تو امراکو مشورہ دیا کرتا ہوں کہ اگر تم کسی نیک کام میں روپیہ لگاؤ تو اگر برکت چاہتے ہو تو غربا کے بھی دو چار پیسے شامل کرلیا کرو۔ اگر ویسے نہو تو مانگ ہی کر شامل کرلیا کرو میں اسکی نظیر بتلایا کرتا ہوں کہ دیکھ لو جہاں خالص امراؤ کے مدرسے ہیں وہاں دیکھ لو کہ کیا نور برس رہا ہے کہ وہاں سے ایک عالم بھی نہیں ہوا اور ایک سہارنپور کا مدرسہ ہے اور دیوبند کا مدرسہ ہے جہاں دیکھ لو کیسی رونق ہے اگر امرا یہ کہیں کہ وہاں بھی ہمارے ہی پیسہ سے رونق ہے تو اچھا جہاں تمہارا خالص پیسہ ہے وہاں رونق کیوں نہیں معلوم ہوا کہ یہ سب غربا کے پیسہ کی برکت ہے میں نے یہ مضمون ایک خاص موقع کے وعظ میں کہا تھا اُس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مدرسہ میں ایک مسجد ایک ریاست کی جاگیردار رئیسہ نے بنوائی ہے اُسکے افتتاح کا جلسہ رئیسہ نے کرایا تھا اور خود بھی تشریف لائی تھیں اُنھوں نے مہتمم صاحب کو لکھا تھا کہ آپ اپنے مدرسے کے سرپرستوں کو جمع کر لیجئے گا۔ مہتمم صاحب نے مجھے لکھا۔ مجھے نہایت ناگوار ہوا میں نے لکھا کہ میں ہرگز نہیں آؤنگا اگر ہم اُس ریاست میں کسی کو لکھ بھیجیں کہ ہم فلاں تاریخ وہاں آویں گے فلاں رئیسہ کو کہدینا کہ ہمسے فلاں جگہ ملیں تو

کیا وہ پسند کریں گی پھر انہیں کیا چیز زیادہ ہے مہتمم صاحب نے لکھا کہ یہ تو اُنکے کارندہ کی بے تمیزی ہے کہ ایسا مضمون لکھدیا۔ میں نے لکھدیا کہ ایسا کارندہ رکھنا بھی محل شکایت ہے میں نے لکھدیا کہ بات یہ ہے کہ میں اُن کے بلانے سے اس ذلت کے ساتھ نہیں آؤنگا۔ اگر بلاتی ہیں تو استقبال کا سامان کریں اول منظوری لیں لیکن ہاں آپکے بلانے سے آؤنگا اور جوتیاں چٹخاتے ہوئے آؤنگا ننگے پاؤں آؤنگا لیکن اُن سے نہ ملونگا۔ پھر میں مدرسہ کی طرف سے بلانے پر پہونچگیا۔ اور اسٹیشن سے پیدل ہی مدرسہ پہونچا وہ اینٹھ مروڑ تو امیروں کے مقابلہ میں تھی۔ میں نے وہاں وعظ کہا اور اُسمیں بجائے شکریہ وغیرہ کے یہی کہا کہ اُمرا کے پیسہ میں جو برکت ہے تو غربا ہی کے پیسے شامل ہونے سے ہے اُمرا کو احسانمند ہونا چاہیئے غربا کا مجھے اندیشہ تھا کہ بعد وعظ کہیں حضرات مدرسہ اصرار نکریں اُن رئیسہ سے ملنے کا اس لئے میں وعظ کہکر سیدھا اسٹیشن پہونچگیا۔ اُن رئیسہ نے مٹھائی بھی تقسیم کی تھی مجھے مٹھائی اسٹیشن پر بھیجی اور کہلا بھیجا کہ اس میں شبہ نہ کیجئے یہ میرا حصہ ہے میں نے دُعا کی بیچاری بہت دیندار اور نیک بخت ہیں مگر حضرت اُمرا کی ساتھ یوں ہی چاہیئے ایک قصبہ میں ایک جامع مسجد بنتی تھی ایک واعظ ہیں اُنھوں نے اُن رئیسہ کے یہاں عرضی دی کیسی ذلت کی بات ہے۔ رئیسہ نے کہا کہ مولانا اتنے تکلف کی مسجد کی کیا ضرورت تھی مسجد نبوی سے تو زیادہ کوئی مسجد نہیں۔ چھپر ڈال لینا بھی کافی تھا آپ جائیے جو کچھ میری سمجھ میں آئیگا بھیجدوں گی۔ پھر اُنھوں نے بھیجا کئی ہزار مگر کیا ہوا مجھے تو بہت ہی بُرا معلوم ہوا بات بھی اُنھوں نے ایسی کہی کہ مسجد نبوی سے تو زیادہ کوئی مسجد نہیں چھپر ڈال لینا بھی کافی تھا وہاں اُن واعظ صاحب سے کچھ نہ بنی حامد علی میرا بھتیجا بچہ تھا ایک مقام پر میرے ساتھ گیا وہاں کی مسجد دیکھکر اُس نے مجھ سے پوچھا کہ ایسے ہی نقش ونگار مسجد میں کیا حضور کے زمانہ میں بھی تھے وہ بہت تیز اور سلیم طبیعت ہے قبل اس کے کہ میں جواب دوں ایک رئیس متولی جی بیچ میں بولے کہ اُس زمانہ میں ضرورت نہ تھی اور اب ضرورت ہے اس واسطے کہ کفار کے دلوں میں مسلمانوں کی عزت ہو اُس نے کہا کہ صاحب ان باتوں سے کہیں عزت ہوتی ہے جن سے عزت ہے وہ وہی چیزیں ہیں جو حضور کے زمانہ میں تھیں آپ کیا حضرت سے بھی زیادہ مصلحت اندیش ہیں اگر اُس زمانہ میں ضرورت نہ تھی تو حضور فرما تو جاتے کہ اگر ایسا زمانہ ہو تو ایسا کرنا وہ رئیس بیچارے چپ ہو گئے میں نے کچھ

جواب دینا چاہا تو اُس نے کہا کہ آپ نہ بولئے انہیں کو جواب دینے دیجئے جب میں نے ڈانٹا تب خاموش ہوا۔ ماشاء اللہ بہت ہی تیز ہے۔ ایک بار خورجہ میں پہونچے تو وہاں اسکی شرارتوں پر ایک صاحب جنکی ڈاڑھی منڈی ہوئی تھی ہنسنے لگے اُس نے کہا کہ کیوں صاحب آپ کیوں ہنستے ہیں انہوں نے کہا کہ آپ کی حرکتوں پر ہنس رہا ہوں۔ یہ سُنکر کیا کہتا ہے کہ جناب آپ کی بھی ایک حرکت ہے ہنسنے کے قابل کہئے تو کہدوں۔ جب میں نے ڈانٹا تب چپ ہوا۔ پھر کہنے لگا کہ ہم وعظ کہیں گے کھڑے ہو کر ڈاڑھی کی خوب خبر لی پھر ہمارے حضرتؒ نے فرمایا کہ جو باتیں سچی ہوتی ہیں وہ تو بچوں کے دل کو بھی لگ جاتی ہیں بیگم صاحبہ نے واعظ صاحب سے جب یہ سوال کیا کہ اتنے تکلف کی مسجد کی کیا ضرورت تھی تو چُپ ہی ہو گئے اونہیں چاہئے یہ تھا کہ روپیہ نہ لیتے۔ پھر ایک ذی علم کی نسبت فرمایا کہ وہ ایک بہت بڑے حاکم سے ملنے گئے کسی ملازمت کی تلاش میں گئے تھے۔ ہیں بڑے دلیر کہا کہ کیا ہمارا کوئی حق نہیں گورنمنٹ میں۔ انہوں نے جواب دیا کہ مولانا نوکری آپ کے وضع کی موافق نہیں آپ کو تو مسجد میں بیٹھکر مسلمانوں کو نفع پہونچانا چاہئے چلتے وقت پھر انہوں نے پچاس روپیہ ماہوار پیش کئے کہ مولانا اسوقت یہی خدمت کر سکتا ہوں انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ میں آپ کی نصیحت پر عمل کرنا شروع کرتا ہوں۔ میں معافی چاہتا ہوں روپیہ نہیں لئے میں نے کہا بہت اچھا کیا ایک صاحب نے عرض کیا کہ وہ کہتے تھے کہ اس ملاقات کے بعد اُن کو ملازمت ملگئی۔ حضرت نے فرمایا تعجب ہی کیا ہے واقعی تھی بھی قدر کی بات تو ایسے شخص کو ملازمت دینا چاہئے تھا۔

۸ رجب المرجب ۱۳۳۴ھ

(۳۷۳) فرمایا کہ جب حق تعالیٰ سے تعلق بڑھتا ہے حقیقتیں منکشف ہو جاتی ہیں۔

(۴۷۴) مثنوی شریف میں اس کا ذکر تھا کہ مرنے کے وقت دنیا کی حقیقت معلوم ہوگی۔ فرمایا کہ مرنے کا وقت تو بڑا وقت ہے مرض ہی میں ثلث سے زیادہ کا حق چلا جاتا ہے۔

(۴۷۵) فرمایا کہ جس طرح لہو ولعب کی چیزوں میں مشغول دیکھکر ہم بچوں کو بیوقوف سمجھتے ہیں اور وہ اس سے بے وقوف سمجھنے میں ہماری رائے کو غلط سمجھتے ہیں اور در اصل ہمارا بیوقوف سمجھنا صحیح ہے اسی طرح اہل اللہ ہمیں بیوقوف سمجھتے ہیں اور ہم اہل اللہ پر ہنستے ہیں۔ لیکن اہل اللہ ہی کا

ہمیں بیوقوف سمجھنا صحیح ہے۔

(۷۶ ھ) فرمایا کہ ندوۃ العلماء کا اول یا دوسرا جلسہ کانپور میں ہوا تھا ایک فاسد المذہب عالم بھی آئے تھے اُنہوں نے کہا کہ میں ۲۲ علم کا عالم ہوں۔ مولوی محمد شاہ صاحب رامپوری نے اُس کا بیان رد کیا تھا اول یہ آیت پڑھی تھی قل افغیر اللہ تامرونی اعبد ایہا الجاہلون کہ دیکھو اس آیت میں حق تعالیٰ نے جن لوگوں کو خطاب کیا ہے اُن میں بڑے بڑے عاقل و عالم ہی تھے پھر اُن کو بھی ایہا الجاہلون سے خطاب کیا ہے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ جو علم خدا تک نہ پہونچائے وہ جہل ہے علم نہیں ہے ۲۲ اور ۲۳ علم سے کچھ نہیں ہوتا مولوی صاحب کو اس وقت خوب جوش تھا۔

(۷۷ ھ) فرمایا کہ آج میں نے عوارف المعارف میں دیکھا کہ مطالعہ چاہے دینی کتاب کا ہو لیکن اگر اسوجہ سے ہو کہ ذکر اللہ سے جی گھبراتا ہے اُسمیں جی بہلے گا تو وہ دنیا ہے اور اگر اس لئے ہو کہ حق تعالیٰ کا قرب ہوگا ثواب ملے گا تو وہ البتہ مقبول ہے پھر فرمایا کہ اسکو دیکھکر میری تو ایک حالت طاری ہوگئی تھی عجیب بات لکھی ہے۔

(۷۸ ھ) فرمایا کہ حضرت جنید بہت بڑے شخص ہیں خصوص تصوف میں تو امام ہیں۔ اُنکو خواب میں کسی نے دیکھا تو پوچھا کہ کیا حال گذرا۔ فرمایا فنیت العبارات تاہت الاشارات ومانفعنا الارکعیات فی جوف اللیل یعنی جتنے حقائق و معارف تھے یہاں کچھ بھی کام نہ آئے سب فنا ہوگئے ایک کی بھی پوچھ نہیں ہوئی البتہ چند رکعتیں جو اخیر شب میں پڑھا کرتا تھا وہ کام آئیں اونہیں کی بدولت مغفرت ہوئی پھر فرمایا ان چیزوں کو لوگ بہت قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ حق تعالیٰ کے یہاں کچھ بھی قدر نہوئی پھر فرمایا کہ اس فن کے تمام نکتے اور لطائف تھوڑا ہی قابل قبول ہیں اسی واسطے علوم مکاشفات کی طرف کبھی توجہ نہیں کرنی چاہئے البتہ علوم معاملات میں صرف وہ علوم جن کو قرب اور بعد کے طریقے معلوم ہونے میں دخل ہے وہ البتہ قابل تحصیل ہیں ویسے تو بہت نکتے ہیں۔

(۷۹ ھ) فرمایا کہ میں تو کہتا ہوں کہ ہم لوگوں کو خدا نے جو اتنی دور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پیدا کیا بڑی رحمت ہے ورنہ خدا جانے حضور کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے دیکھو کسی بزرگ کا

کہنا کیسا ناگوار ہوتا ہے۔ معاصرت میں مناسبت ہوتی ہے سو اگر کہیں حضور کے ارشاد سے تغیر ہو جاتا تو تباہ ہو جاتے میں تو کہا کرتا ہوں کہ لوگ مولویوں کو بھلا برا کہہ لیتے ہیں لیکن الحمدللہ حضور تو بچے ہوئے ہیں اور لوگوں کا ایمان بھی بچا ہوا ہے ورنہ یہی باتیں حضور سے سنتے اور نفس کے خلاف ہونے کی وجہ سے ظاہر ہے کہ انکار کرتے ایمان ہی نہ رہتا بلا سے ہمیں برا بھلا کہہ لیں لیکن حضور تو محفوظ ہیں ہم لوگ حضور کے لئے وقایہ ہیں جیسے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضور کے لئے وقایہ تھے۔ کوئی تیر یا پتھر یا تلوار حضور پر چلاتا تو حضرت طلحہ سامنے آکر سپر ہو جاتے تھے اور اپنے اوپر لے لیتے تھے۔

(۴۸۰) ایک صاحب کا کسی مدرسہ اسلامی سے تعلق ہو گیا تھا وہ تنخواہ میں سے کچھ واپس بھی کر دیتے تھے کیونکہ کام تھوڑا سمجھتے تھے ان کو کچھ ضروریات پیش آگئیں بذریعہ خط دریافت کیا کہ اس ماہ میں واپس نہ کروں تو کچھ گناہ تو نہیں۔ تحریر فرمایا کہ اگر کسی ماہ میں بھی واپس نہ کیجئے تو ذرا گناہ نہیں بلکہ بہتر یہی ہے کہ واپس نہ کیا کیجئے۔ انہیں صاحب نے حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری کی عیادت کے بارہ میں دریافت کیا تھا کہ جاؤں یا نہ جاؤں یہ تحریر فرمایا چند امور میں غور کر لیجئے اگر سب میں اطمینان ہو جاوے تو جانے میں کیا مضائقہ ہے۔

نمبر۱۔ مدرسہ کا حرج نہ ہو۔ نمبر۲۔ مہتمم کو ناگوار نہ ہو۔ نمبر۳۔ خود مولانا رائپوری کے قلب پر گرانی و بار نہ ہو۔ کیونکہ بعض اوقات مریض کا دل ملنے کو نہیں چاہتا مگر لحاظ کے مارے اپنی رائے کے خلاف کرتا ہے۔

زبانی فرمایا کہ میرا ارادہ شاہ صاحب کی عیادت کی غرض سے جانے کا تھا شاہ صاحب کو پتہ چل گیا مجھے لکھا کہ تم مت آنا مجھے تکلیف ہوگی وہیں سے دعا کرتے رہو یہی کافی ہے چنانچہ میں نہیں گیا تھا ہمیں دعا کرتا ہوں مریض کو عیادت کرنے والے کے ہجوم سے تکلیف ہوتی ہے شاہ صاحب بہت خلیق ہیں (پھر بعد صحت کے ملاقات کے لئے رائے پور گئے احقر بھی ہمراہ تھا)

(۴۸۱) ایک نئی روشنی کے حامی مولوی کی بابت فرمایا کہ مجھے تعجب ہے کہ انہوں نے ایک انگریز کی مدح لکھی ہے جو ان کے ساتھ جہاز میں تھا۔ لکھا ہے کہ طوفان کی وجہ سے جہاز کے ڈوبنے کا اندیشہ تھا سب لوگ سخت پریشان تھے وہ انگریز اطمینان کی ساتھ کتاب دیکھ رہا تھا میں نے (یعنی انہیں مولوی نے) ان سے کہا کہ جہاز تو ڈوب رہا ہے اور آپ کتاب دیکھ رہے ہیں اس نے

کہا کہ میں اس لئے کتاب دیکھنا بند نہیں کرتا کہ جو وقت گذرے ضائع نہو پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ وہ کام بڑا اچھا تھا جس کی تعریف لکھی ہے کوئی انگریزی کتاب دیکھ رہا ہوگا نہ معلوم کیا بلا ہوگی کوئی ناول ہوگا سائنس ہوگا۔ کیا بلا ہوگی ایسے وقت میں کلمہ پڑھتا ایمان لاتا البتہ قابل تعریف تھا۔ مفتی عنایت احمد صاحب کا واقعہ ہے کہ جس جہاز میں تھے جب وہ ڈوبنے لگا تو اور لوگ پریشان تھے مفتی صاحب نہایت اطمینان کی ساتھ یہ آیتہ تلاوت فرمارہے تھے قل لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا ھو مولانا وعلی اللہ فلیتوکل المؤمنون۔

(۴۸۲) فرمایا کہ آقا اپنے نوکر کو چار روپیہ دیتا ہے اور کتنا کام لیتا ہے حق تعالیٰ کی کتنی نعمتیں ہیں پھر مطالبہ کچھ بھی نہیں صرف چند چیزوں سے بچنا اور چند چیزیں کرنا۔

۱۰ ؍رجب المرجب ۵۰ھ

(۴۸۳) فرمایا کہ تھانہ بھون کا ذکر ہے ایک ہندو تھا اُس کو مذاہب کے اندر تردد تھا کہ کونسا مذہب حق ہے علم تھا نہیں جہانتک اُس سے ہو سکا اُس نے بہت کچھ تحقیق کی لیکن تسلی نہیں ہوئی یہانتک کہ اُس کو یہ بھی شبہ تھا کہ خدا ہے یا نہیں بالآخر تنگ ہو کر اُس نے ایک روز دعا کی کہ کوئی زمین آسمان کا پیدا کرنیوالا ہے تو سنتا ہوگا میں نے تو بہت تحقیق کی کہ کونسا مذہب حق ہے لیکن کچھ پتہ نہیں چلا اب میری کوشش سے تو باہر ہے آپ ہی میرے قلب میں اپنی قدرت سے پیدا کر دیجئے کہ حق کیا ہے دفعتاً اسلام کا حق ہونا اُس کے قلب میں آگیا۔ غرض طلب کرے تو فضل ہو جاتا ہے

(۴۸۴) مثنوی شریف میں یہ شعر آیا ؎

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست ۔۔۔ زیں تقلب ہر قلم آگاہ نیست

فرمایا مولانا محمد یعقوب صاحب کا جب انتقال ہوا تو اُن کے چودہ آدمی گھر کے اُن سے پیشتر چند ہفتوں کے اندر اندر مر چکے تھے بڑے صابر تھے کبھی نہ روئے نہ کوئی بے صبری کی بات منہ سے نکالی ہاں ایک مرتبہ تنہائی میں بیٹھے ہوئے میں نے سنا کہ یہ شعر پڑھ رہے ہیں ؎

جز بہ تسلیم و رضا کو چارۂ ۔۔۔ در کف شیر نر خونخوارۂ

یہ شعر بھی مولانا رومی ہی کا ہے پھر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی بابتہ

فرمایا کہ انہوں نے خبر دیدی تھی اُس وبا کی جسمیں ان اعزہ نے وفات پائی تھی پھر فرمایا کہ مولانا تھے بڑے صاحب کشف. رمضان ہی میں خبر دیدی تھی کہ ایک بلائے عظیم رمضان کے بعد آوے گی. ابھی آجاتی لیکن رمضان کی برکت سے رُکی ہوئی ہے اگر لوگ بچنا چاہیں تو ہر چیز میں سے صدقات دیں یعنی اناج میں سے اناج کپڑہ میں سے کپڑا روپیہ میں سے روپیہ غرض ہر چیز میں سے صدقہ نکالیں تو امید ہے کہ ٹل جاوے گی بعضوں نے یہ سُنکر کہا کہ معلوم ہوتا ہے مدرسہ میں ضرورت ہوگی کہ اسی بہانہ سے آئے لوگ ایسے رگانیوالے ہوتے ہیں کسی نے آلگائی کہ لوگ یوں کہتے ہیں مولانا میں غصہ بہت تھا فرمایا کہ یوں کہتے ہیں پھر فرمایا کہ یعقوب اور یعقوب کی اولاد اور سارا دیو بند تین دفعہ یہی فرمایا. خبر محذوف تھی لیکن لوگ سمجھ گئے. مگر کسی کی ہمت نہوئی کہ کہتا کہ یہ آپ کیا فرما رہے ہیں. حاجی محمد عابد صاحب کو خبر ہوئی وہ دوڑے ہوئے آئے اور کہا کہ یہ آپ کیا فرماتے ہیں. پوچھا کیا. کہا آپ یوں فرما رہے تھے کہ یعقوب اور یعقوب کی اولاد اور سارا دیو بند. فرمایا کہ کیا میں نے یوں کہا ہے کہا جی ہاں فرمایا کہ اب تو کہدیا. رمضان کا گذرنا تھا کہ ہیضہ پھیلا اور تڑ تڑ شروع ہوئی ۱۶ ہزار کی مردم شماری میں ۴ ہزار مرے. خود مولوی صاحب کے کنبہ سے کئی کچے بچے کچھ جوان لڑکے غرض ۱۴ خاص کنبہ کے جگر گوشہ بہت قریب عزیز اسی مرض میں مرے اخیر میں مولوی صاحب بیمار ہوئے پھر اچھے ہوگئے تو فرماتے ہیں کہ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ میرا وقت آگیا. کیا ابھی وقت نہیں آیا. حضرت پھر مرض لوٹ آیا. نانوتہ اسی حالت میں تشریف لائے اور انتقال فرما گئے. یہی فرمایا تھا کہ یعقوب اور یعقوب کی اولاد اور سارا دیو بند وبا آنے والی بھی تھی اُسپر گستاخی کا وبال مزید ہوگیا واقعی سچ ہے ؎

ہیچ قومے را خدا رسوا نکرد | تا دلِ صاحبدلے نامد بدرد

؎ بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات | با دُرد کشاں ہر کہ در افتاد بر افتاد

بعض دفعہ حق تعالیٰ اپنے حقوق کی اضاعت کو تو معاف فرما دیتے ہیں مگر اپنے خاص بندوں کی اضاعتِ حق کو معاف نہیں کرتے. حضرت مرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ علیہ بڑے نازک مزاج تھے لوگوں سے ملتے کم تھے. کسی نے کہا کہ لوگ فیض سے محروم رہتے ہیں فرمایا بات یہ ہے کہ مجھکو اکثر سے اذیت پہونچتی ہے اور اس سے اُن کا ضرر ہوتا ہے میں نے حق تعالیٰ سے عرض بھی کیا

کہ میری وجہ سے کسی کو ضرر نہو لیکن میری یہ دعا قبول نہیں ہوئی جب کسی سے مجکو تکلیف پہونچتی ہے تو ضرور اسپر کوئی نہ کوئی مصیبت آتی ہی ہے میں خلق پر شفقت کرتا ہوں رحم کرتا ہوں ملتا نہیں پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ جناب یہ حالت ہے حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی میرے مقبول بندوں کو ستاتا ہے تو مجھے ایسا غصہ آتا ہے جیسے شیر کو اس کے بچوں کے چھیڑنے سے غصہ آتا ہے چنانچہ شیر کو اگر چھیڑیے تو بعض اوقات ٹال بھی جاتا ہے پھر فرمایا کہ خیر شیر تو کہاں دیکھے ہیں لیکن بلی ہی کے بچہ کو چھیڑ کر دیکھ لیجئے تو خدا کی پناہ کیا عجب حالت ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ مولانا بھی خوب صاف صاف اپنے مکاشفات سب کے سامنے بیٹھکر بیان فرمایا کرتے تھے کہ بھائی رات مجھے یوں مکشوف ہوا اور بزرگ اُن پر ہنسا کرتے تھے خوب صاف صاف کہہ ڈالتے تھے بہت ہی صاف طبیعت تھے اور بزرگ اپنے مکاشفات اُن کے سامنے ڈر کے مارے نہیں کہتے تھے کہ سب پر ظاہر کردیں گے۔ مولانا کے اکثر مکاشفات صحیح ہوتے تھے باقی جو کشف غلط ہوئے دو مجھے معلوم ہیں ایک تو خود مولانا فرماتے تھے کہ مجھے سمجھنے میں غلطی ہوئی یعنی مولانا محمد قاسم صاحب کی عمر کی بابت وہ یہ کہ جب مولانا کی شدت مرض سے زندگی سے مایوسی ہوئی تو مولانا محمد یعقوب صاحب رجوع الی اللہ ہوئے اور براہ بعض ناز اس طرح دعا کی کہ ہماری عمر انہیں عطا فرما دیجئے۔ فرماتے تھے کہ میری تسلی کی گئی کہ ابھی دس برس اور زندہ رہیں گے۔ مولانا نے سب سے کہدیا کہ گھبراؤ مت ابھی دس برس مولانا اور زندہ رہیں گے سب خاموش ہوگئے لیکن بعد مولانا محمد قاسم صاحب کا انتقال ہوگیا لوگوں نے پوچھا کہ حضرت آپ تو فرماتے تھے کہ دس برس ابھی اور زندہ رہیں گے فرمایا بھائی میرے سمجھنے میں غلطی ہوئی میں نے خود یہ مطلب سمجھ لیا حالانکہ مطلب اور تھا ایک بات صرف یہ معلوم ہوتی تھی کہ میری دعا کے جواب میں لفظ مہدی کا ارشاد فرمایا گیا یوں فرماتے تھے کہ میں نے مہدی کے عدد جوڑے تو ۵۹ ہوئے اور اسوقت مولوی صاحب کی عمر ۴۹ سال کی تھی میں نے سمجھا کہ ابھی دس برس زندگی کے اور ہیں جب انتقال ہوگیا تو اب سمجھ میں آیا کہ مطلب یہ تھا کہ مہدی کی برابر عمر ہوگی حضرت امام مہدی علیہ السلام کا ۴۰ برس کی عمر میں ظہور ہوگا اور ۹ برس کے بعد انتقال ہوجائیگا پورے ۴۹ برس کی عمر ہوگی۔ مولانا نے ایک اور کشف اپنی عمر کے متعلق فرمایا تھا اُسکی غلطی اخیر عمر میں اُنہیں معلوم ہوئی ہوگی فرماتے تھے کہ میری

عمر ۶۳ برس کی ہوگی اور اُس کے متعلق ایک واقعہ بیان فرماتے تھے کہ میرے سامنے ایک تسبیح ہوا کے اندر معلق ظاہر ہوئی تقریباً تخمیناً سو دانے اُس میں تھے لیکن ایک عجیب ترتیب کے ساتھ کہ ہر دس دانہ پر ایک حلقہ نورانی تھا جس سے گویا احاد اور عشرات میں اور پھر باہم عشرات میں فرق کیا گیا اور اُن میں سے اول کے دس دانے بہت ہی کم نور مٹے مٹے تھے اُس کے بعد جو دس دانے تھے اُن میں سے پانچ تو پچھلے دانوں سے کچھ روشن تھے اُس کے بعد روشنی بڑھتی گئی اسی طرح چھ حلقے گئے پس ساٹھ دانہ تو یہ ہوئے پھر تین دانے اور تھے یہ سب متصل تھے کل ۶۳ ہوئے بقیہ دانے الگ تھے گنے نہیں تو بھائی یہ میری عمر مجھے دکھلائی گئی ہے اور جو شروع کے دس دانے مٹے ہوئے تھے وہ نابالغی کا زمانہ تھا بعد کے پانچ دانے کچھ اُن سے روشن تھے وہ پانچ برس مراہقت کے زمانہ کے تھے جسمیں نماز کی بابت حکم ہے کہ مار کر پڑھائی جاوے چنانچہ بزرگ اس زمانہ میں نماز پڑھنے کی تاکید رکھتے ہیں اور گو روزہ کا حکم نہیں لیکن روزہ بھی رکھواتے ہیں. اسلیئے یہ پانچ دانے اُن سے زیادہ روشن تھے لیکن پھر بھی بعد کے دانوں سے روشنی کم تھی کیونکہ اس زمانہ کی عبادت محض نفل ہوتی ہی مگر ۱۴-۱۵ برس کی عمر میں بالغ ہو جاتا ہے پھر نماز روزہ وغیرہ فرض ہو جاتا ہے اُسکے بعد علم و عمل بڑھتا گیا۔ چنانچہ روشنی بھی دانوں پر بڑھتی گئی اس کے یہ معنی ہیں کہ ۶۳ سال میری عمر ہوگی مگر مولوی صاحب کی اس سے کم ہوئی یوں معلوم ہوتا ہے کہ گننے میں غلطی ہوئی. کشف صحیح ہے تسبیح سے عمر ہی مراد تھی پھر فرمایا کہ بڑا مزا آتا تھا مولوی صاحب کے سبق میں ایسی ایسی باتیں فرمایا کرتے تھے سبحان اللہ کیا لوگ تھے ایک بزرگ یہاں آیا کرتے ہیں حضرت مولانا گنگوہی سے بیعت ہیں وہ صاحب کشف ہیں وہ کہتے تھے کہ مولانا محمد یعقوب کی قبر پر میں فاتحہ پڑھنے گیا تو مجھے مولانا نے ایک لقب دیا عجیب لقب دیا وہ اشعار درد کے اور نعت کے اور پیروں کی مدح میں بہت پڑھا کرتے ہیں تو اس کے مناسب مولانا نے مزار سے اُن کو لقب دیا محمدی بھاٹ ہنستے تھے کہ بھائی ہمیں تو یہ لقب مولانا نے دیا ہے مولانا ظریف بہت تھے دیکھئے ظرافت اُسکو سوجھتی ہے جو شگفتہ ہو وہاں تو شگفتگی ہی شگفتگی ہوگی یہاں تو رنج و غم وغیرہ بھی رہا کرتے ہیں یہ تو بڑی فرصت کے کام ہیں کہ لوگوں کے لقب تجویز کریں حکیم معین الدین صاحب مولانا کے صاحبزادے یوں فرماتے تھے کہ مولانا کے انتقال کے بعد برسات کے شروع میں جاڑہ بخار کی کثرت ہوئی تو لوگ مولانا کی

قبر پر سے مٹی لا لا کر بازو پر باندھنے لگے باندھتے ہی بخار بالکل موقوف ہو جاتا میں قبر پر مٹی ڈالدوں وہ پھر اُکھڑ جاوے بیں دق ہو گیا پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ہیں حکیم صاحب بھی بڑے آزاد جیسے مولانا تھے قبر پر پہونچکر کہتے ہیں کہ دیکھئے حضرت آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت ہوئی میں کہانتک مٹی ڈلواؤں اب اتمام حجت کے لئے میں کہے جاتا ہوں کہ ایکے اور مٹی ڈالے دیتا ہوں پھر چاہے قبر رہے یا نہ رہے میں مٹی نہ ڈالوں گا وہاں بیٹھے بیٹھے یہ کیا کرار ہے ہو اب ایک ٹوکری بھی مٹی نہیں ڈالوں گا یہ کہکر چلے آئے پھر اُس کے بعد ایک بھی اچھا نہیں ہوا پھر لوگوں نے خود ہی مٹی لینا چھوڑ دیا۔ کیسے اسرار ہیں اللہ کے بندوں کے سبحان اللہ اور انہیں لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ درویش نہیں ہیں چونکہ کپڑا رنگا ہوا نہیں موٹی موٹی تسبیح پہنے چلاتے کودتے پھاندتے نہیں کہتے ہیں ملانے ہیں یہ بھی حق تعالیٰ کی حکمت ہے کہ نا اہلوں سے کمالات کو چھپا رکھا ہے یہ بڑی حکمت ہے کہ اب جو آویگا تو اہل ہی آویگا نا اہل نہیں آسکتا ورنہ گڑ بڑ میں خدا جانے کون آمرتا کہ جو سب کو خراب کرتا جیسے بعضی مچھلی سارے تالاب کو گندہ کر دیتی ہے اب ہی دیگا جو سچا طالب ہوگا یعنی حقیقت کا طالب نہ کہ ڈھونگ کا ہمارے ایک موں صاحب اپنے بعضے بزرگوں کو سفید قلندر کہا کرتے تھے واقعی سفید قلندر ان حضرات کے مناسب ہے واقعی یہی شان ہے ان حضرات کی اب قلندر اُنہیں کہتے ہیں جو بندر نچاتے ہیں۔ یوں اٹکل سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بزرگ نے اخفائے حال کے لئے بندر پال لئے ہوں گے تاکہ شہرت نہو بندر والے مشہور ہو گئے ہوں گے اور شاید اسکی یہ وجہ ہو کہ بزرگوں نے تو یعنی بعض نے بہت ہی مٹایا اپنے آپ کو۔

(۸۲۴) ایک دیہاتی آیا اُس نے ایک خواب دیکھا تھا جسکو اُس نے ایک جھوٹے پیر سے بیان کیا اُس نے اسکی تعبیر یہ دی کہ تم مجھسے مرید ہو جاؤ چنانچہ یہ شخص مرید ہو گیا بعد کو اُس نے تعلق کی وجہ سے اس شخص کی حالت خراب ہو گئی جس سے اسکا اعتقاد بھی جاتا رہا۔ اور شیطان کو خواب میں دیکھا حضرت سے طالب بیعت ہوا حضرت نے کچھ دن قیام کرنے کیلئے ارشاد فرمایا کہ اُس نے کہا کہ کھیتی باڑی کی وجہ سے نہیں رہ سکتا حضرت نے پوچھا کہ کوئی اور بھائی وغیرہ بھی ہیں اُس نے عرض کیا کہ ہیں اور اگر کچھ دن یہاں رہوں گا تو وہ ناراض ہوں گے۔ فرمایا کہ اب یہاں تو ناراض نہیں ہو رہے جب جاؤ گے اکھٹے ناراض ہو لیں گے۔ کم از کم پندرہ دن

تو ٹھہرو تاکہ اتنے دن کا گھسا ہوا شیطان دل کے اندر سے نکلے۔ اُس پیر نے جو شیطان دل کے اندر گھسا دیا ہے وہ تو اتنے ہی دن میں نکلے گا اور اتنے دن بھی بہت کم ہیں ورنہ قاعدہ سے تو یہ ہونا چاہیئے تھا کہ جتنے دن تک وہ شیطان، دل میں گھسا ہوا رہا کم از کم اُتنے دن تو اُس کے نکلنے کے لیئے چاہئیں جیسے کہ سومنات کا مندر جب محمود غزنوی نے توڑا تو وہاں ایک بُت پرست گردن جھکائے بت کے سامنے مراقب بیٹھا ہوا تھا وہ بہت بڈھا تھا ۹۰ برس کی عمر تھی ایک سپاہی نے اُس کو ہوشیار کیا اور تلوار دکھلا کر کہا کہ یا تو کلمہ پڑھ ورنہ ابھی گردن اُڑاتا ہوں اُس نے کہا کہ ذرا ٹھہرو میں پڑھتا ہوں سپاہی نے تلوار نیچے کر لی جب کچھ دیر تک انتظار کرنے کے بعد پھر بھی اُس نے کلمہ نہ پڑھا تو سپاہی نے پھر تلوار دکھلائی کہ پڑھتا ہے یا تلوار ماروں اُس نے پھر کہا کہ بھائی ذرا ٹھہرو میں پڑھتا ہوں اسی طرح کئی بار ہو نیکے بعد اُس بڈھے بُت پرست نے کہا کہ بھائی سچی بات تو یہ ہے کہ میری عمر ۹۰ برس کی ہو گئی ۹۰ برس کا رام دل سے نکلتے ہی نکلتے نکلے گا تم چاہتے ہو کہ ابھی نکل جاوے سو یہ کیسے ہو سکتا ہے رفتہ ہی رفتہ نکلیگا۔ چاہے قتل کر ڈالو پھر اُس کو قید خانہ میں رکھا گیا کچھ دن بعد کلمہ پڑھ پڑھا لیا ہوگا۔ (پھر اُسی دیہاتی سے حضرت نے فرمایا) تو بھائی اتنے دن کا شیطان تو نکلتے ہی نکلتے نکلے گا پندرہ دن تو رہو چنانچہ وہ راضی ہو گیا حضرت نے فرمایا کہ کھانیکا خرچ نہو تو ہمسے لیلیجو۔ اُس نے کہا کہ ایک رشتہ دار کے یہاں ٹھہرا ہوں حضرت نے فرمایا کہ اُس کو تمہارا وہاں ٹھہرنا اور روٹیاں کھلانا بُرا تو نہ معلوم ہوگا اُس نے کہا نہیں۔ فرمایا خیر وہیں ٹھیرے رہو لیکن جب معلوم ہو کہ اب اُس کو بُرا معلوم ہونے لگا تو فوراً یہاں چلے آنا کسی پر بوجھ ڈالکر اُسکے یہاں کھانا پینا نہیں چاہیئے اِس بات کو عمر بھر یاد رکھنا پھر بعد مغرب حسب معمول پرچہ دینے کے بعد گفتگو ہوئی اُس نے بیعت کیلیئے اصرار کیا تو فرمایا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ ابھی بیعت کی ضرورت نہیں۔ اگر تمہیں اعتقاد ہے تو جو میں کہوں اُسے ماننا چاہیئے اور اسی میں مصلحت سمجھنا چاہیئے پھر اُس نے کہیں بیچ میں یہ کہدیا کہ میری حالت ایسی ہو گئی ہے کہ نماز چھوڑنے کو جی چاہتا ہے اسپر بہت برہم ہوئے اور دیر تک نہایت سختی کے ساتھ ڈانٹتے رہے کہ اچھا جنون ہے اگر ایسا ہی جنون ہے تو کبھی گو کھانے کو جی نہ چاہا بازار میں پاجامہ اُتار کر پھر نیکو جی نہ چاہا۔ اول مشق کرنیکے لیئے نماز ہی کو

تجویز کیا۔ ابھی سر پر لگجائیں تو دماغ روشن ہو جائے۔ کبھی صاحب کلکٹر سے جا کر یہ کہا کہ بغاوت کرنے کو جی چاہتا ہے اتنے لگتے کہ ہوش درست ہو جاتے کچھ نہیں مستیاں ہیں دونوں وقت کھانا ملجاتا ہے اس لئے مستی چڑھی ہے پیٹ بھرا ہوا ہے اس لئے شرارتیں اور بدمعاشیاں سوجھتی ہیں۔ کھانا نہ ملے تو میاں چار فاقوں میں ٹھیک ہو جائیں غرض ایسی ہی باتیں دیر تک فرماتے رہے اور اپنے پاس سے دھکا دیکر اور نالائق پاجی کہکر اٹھا دیا۔ اور فرمایا کہ اگر یہاں رہنا ہے اور مجھ سے کچھ نفع حاصل کرنا ہے تو اپنے ہوش درست کر کے آؤ میرے یہاں نالائقوں کا کام نہیں ہے۔ جب ڈانٹ پڑنا شروع ہوئی تھی تو اس نے یہ بھی کہا تھا کہ حضور میرے اس خیال کو رفع کر دیں گے حضرت نے تیز لہجہ میں فرمایا کہ میں رفع کر دونگا اس نے پھر کہا کہ اللہ رفع کر دیگا فرمایا کبھی کھانا سامنے رکھ کر یہ بھی کیا ہے کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھکر بیٹھ گئے ہو نہ لقمہ بنایا ہو نہ منہ میں رکھکر چبایا ہو کہ اللہ میاں خود ہی پیٹ میں پہونچا دینگے تم تو کچھ بھی نہ کیا کرو اللہ میاں ہی سب کچھ کر دیں گے سمجھ رکھو کہ یہ خود تمہارے کرنیکا کام ہے چونکہ یہ ڈانٹ ڈپٹ محض مصلحت کی وجہ سے تھی۔ جیسا کہ آگے معلوم ہو گا اس لئے جب حضرت نے دھکا دیکر اُس کو اپنے پاس سے اُٹھا دیا اور وہ بوجہ سیدھا سادہ دیہاتی ہونیکے یہ سمجھکر کہ مجکو بالکل ہی نکال رہے ہیں پیچھے کیطرف غالباً باہر جانیکی نیت سے چلا تو حضرت نے ڈانٹ ہی کر فرمایا کہ اُدھر کہاں جاتا ہے مسجد کیطرف جا احقر عش عش کرنے لگا کہ سبحان اللہ کیا شفقت ہے کہ بظاہر تو بمصلحت دھکے دے دیکر نکال رہے ہیں لیکن پھر بھی نکلنے نہیں دیتے بلکہ اپنی طرف کھینچتے ہیں تاکہ پھر کہیں کسی ایسے ہی جھوٹے پیر کے پھندے میں غریب نہ جا پھنسے۔ یہ ادا حضرت کی عجیب دلکش تھی پھر ایک دوسرے نووارد صاحب کی باری آئی اُن سے نہایت عاطفت کے ساتھ گفتگو فرماتے رہے اُن سے پوچھا کہ میں آپ سے واقف نہیں اُنھوں نے عرض کیا کہ میں خادم ہوں حضرت نے دریافت فرمایا کہ کتنے عرصے کے بعد آپ مجھ سے ملے ہیں اُس وقت اُن سے معلوم ہوا کہ بیعت نہیں ہیں بلکہ بیعت کا ارادہ رکھتے ہیں اسپر فرمایا کہ ایسا لفظ آپکو استعمال نہ کرنا چاہئے تھا خادم کا لفظ سُنکر میں سمجھا کہ آپ مجھسے بیعت ہیں اس لئے میں نے مواخذہ کرنیکی غرض سے یہ سوال کیا کہ آپ مجھسے کتنے عرصہ سے نہیں ملے پھر میں شکایت کرتا باوجود مرید ہونیکے پھر بھی آپ ملے جلے تک نہیں کہ میں آپکو پہچان لیتا۔

خیر پھر نہایت لطف کیساتھ گفتگو فرماتے رہے اُنھوں نے حضرت کی تصانیف کے مطالعہ میں مشغول رہنے کا ذکر کیا اور اُن سے گھر میں دینداری کے چرچے پھیل جانیکے تذکرے کرتے رہے حضرت ماشاءاللہ سبحان اللہ فرماتے رہے اسی دوران گفتگو میں حضرت نے فرمایا کہ ابھی اس شخص کے ساتھ میرا برتاؤ دیکھکر آپ کہتے ہوں گے کہ یہ بڑا بداخلاق ہے بڑی سختی کرتا ہے لیکن میں ہدایت اور اصلاح کے قصد سے ڈانٹتا ہوں مجھے تجربہ ہوا ہے کہ اس سے بہت نفع ہوتا ہے اگر میں اسطرح سختی کیساتھ برتاؤ نکرتا تو اسکو یہ ایسی اہم بات نہ سمجھتا معمولی سمجھتا اب سمجھ میں آیا ہوگا کہ یہ تو بہت بڑی بات نکلی اس سختی سے اُسکو بہت نفع ہوا۔ یہاں ایک شخص تھے ذاکر شاغل بہت نیک۔ اُنھوں نے مجھسے کہا کہ مجھے خیال آتا ہے کہ میں عیسائی ہوجاؤں۔ خدا بچائے میں نے وہیں زور سے ایک دھول اُنکے رسید کیا بس جناب وہ بخبڑ کیا مسہل ہوگیا وہ خیال وبال سب اُسی دم جاتا رہا پھر کبھی وسوسہ بھی نہیں آیا۔ تو الحمدللہ میں مغلوب ہوکر سختی نہیں کرتا اپنے قصد سے سختی کرتا ہوں۔ میں نے اس سے سختی نہیں کی کہ میں تند خو ہوں میں تند خو نہیں اللہ کا شکر ہے دنیا کی کوئی غرض نہیں دین کیلئے سختی کرتا ہوں میری سختی نفس کیلئے نہیں ہے اصلاح کیلئے ہے اگر ہر بات ڈھنگ پر ہو تو میں خدا کے بھروسہ کہہ سکتا ہوں کہ مجھسے زیادہ کوئی خوش اخلاق نہیں ہے ڈھنگا پن بُرا معلوم ہوتا ہے تحقیر کسی کی دل میں نہیں ہوتی اسپر یاد آیا ایکبار فرمایا کہ اگر کسی کا ایک عیب معلوم ہوتا ہے تو اسی وقت مجکو دس عیب پیش نظر ہوجاتے ہیں۔ کانے پر وہ کیا ہنسے جسکی دونوں پٹ ہوں۔ اُن صاحب سے یہ بھی فرمایا کہ میں نے آپکو جمعہ کے بعد بیٹھا ہوا دیکھا تھا لیکن نوبت کچھ پوچھنے پاچھنے کی نہیں آئی۔ بات یہ ہے کہ پہلے میں نے آنیوالے سے ذرا دریافت حال کرلیتا تھا کہ کہاں سے آنا ہوا کس غرض سے آنا ہوا کتنا قیام ہوگا لیکن لوگ ٹھیک جواب نہ دیتے تھے بعضے تو چپ ہی بیٹھے رہتے اور دیر دیر کچھ جواب ہی نہ دیتے بعضے اُس وقت تو کہدیتے کہ محض ملاقات کیلئے آئے ہیں جب میں اُن کی طرف سے فارغ ہوکر دوسرے کام میں مشغول ہوتا تو پھر اپنے آنیکی غرض کچھ اور ہی بیان کرنے لگتے۔ غرض ٹھیک ٹھیک جواب کسی بات کا نہ دیتے مجھے سخت الجھن ہوتی پھر اُن سے جھک جھک ہوتی جس سے اُن کا بھی بُرا ہوتا اور میرا بھی۔ میری خوش اخلاقی ہی بعد کو بداخلاقی کا سبب ہوجاتی اسلئے اب میں نے خود

پوچھنا ہی بند کر دیا گو شروع شروع میں سخت الجھن سی رہتی اور بے مروتی معلوم ہوتی لیکن کیا کیا جاوے مروت کرتا ہوں تو بے مروتی سے بڑھ کر دل آزاری تک نوبت پہونچتی ہے اب جس کسی کو کچھ کہنا ہوتا ہے خود ہی کہتا ہے میں ابتداءً یہ کلام نہیں کرتا لوگوں نے میری اُس التفات کی قدر ہی نہ کی دوسرے یہ بھی ہے کہ جمعہ کے دن اکثر ادہر اُدہر کے دیہات کے آدمی نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں میرے پاس بھی ملنے چلے آتے ہیں اس لئے جمعہ کے دن سب مخلوط ہو کر کچھ پتہ نہیں چلتا کہ کون تو نماز پڑھنے کے لئے آئے ہیں اور کون باہر سے سفر کر کے میرے پاس آئے ہیں اُس روز مجھے وقت بھی خاص طور سے بات چیت کرنیکا نہیں ملتا اس لئے جمعہ کے دن جو آوے تو صرف میری صورت دیکھنے اور اپنی صورت دکھلانے کیلئے آوے کسی خاص غرض سے آوے تو اور دن آوے اس پر اُن صاحب نے عرض کیا کہ میں تو جمعہ کو خاص طور سے اس لئے حاضر ہوا تھا کہ وعظ سنونگا فرمایا کہ میں وعظ پابندی کیساتھ نہیں کہتا۔ دو وجہ سے ایک تو یہ کہ اکثر کام کی کثرت رہتی ہے جس سے دماغ خستہ ہو جاتا ہے چنانچہ کل بھی صبح سے لیکر دوپہر تک کام کرتا رہا جس سے سر میں درد ہو گیا تھا دوسرے یہ کہ پابندی کرنے سے لوگ اُکتا جاتے ہیں کہ یہ تو اچھی تخ لگی ہر جمعہ کو گھیرنے لگے۔ اب میں جبھی وعظ کہتا ہوں جب دیکھتا ہوں کہ نہایت شوق پیدا ہو گیا ہے اُس وقت اثر بھی زیادہ ہوتا ہے۔ پھر حضرت نے پوچھا کہ مجھسے جس خدمت کے لینے کا ارادہ ہو وہ مجکو معلوم ہو جاوے تا کہ اُس کے متعلق جو مناسب ہو عرض کروں اس پر اُنھوں نے غالباً بیعت کے لئے عرض کیا حضرت نے غالباً اس کا فی الحال ضروری نہونا بیان فرمایا اور مختصر طور پر حقیقت طریق کی تشریح فرمائی جیسی کہ متعدد ملفوظاتِ سابقہ میں گذر چکی ہے یعنی ذکر و شغل کے دو ثمرے ہیں۔ ایک تو رضا جو کہ اصل ثمرہ ہے اس کا ظہور تو آخرت میں ہوگا اور ایک ثمرہ دنیا میں حاصل ہو جاتا ہے وہ یہ کہ قلب کو ایک خاص لگاؤ حق تعالیٰ کے ساتھ پیدا ہو جاتا ہے جیسا عاشق کے قلب کو معشوق کیساتھ پیدا ہو جاتا ہے پھر فرمایا بڑی چیز احکام کی پابندی ہے اس کیلئے میری کتابوں کا مطالعہ بالخصوص اصلاح الرسوم۔ تعلیم الدین۔ قصد السبیل۔ اور میرے کل وعظ بس یہ کافی وافی ہیں ان شاء اللہ۔ پھر نہایت نرمی سے اور آہستہ سے حضرت نے فرمایا کہ اس تمہید کے بعد میں پوچھتا ہوں کہ آیا آپکی ڈاڑھی ہے ہی اتنی یا آپ تراش دیتے ہیں ان صاحب کی

ڈاڑھی کتری ہوئی تھی، اسپر نہ معلوم اُنھوں نے کیا عذر بیان کیا لیکن کہا کہ اب انشاء اللہ ایسا کبھی نہ ہوگا حضرت ہر شخص کی ساتھ وہی برتاؤ کرتے ہیں جو اس کے مناسب حال ہوتا ہے جیسا کہ بارہا دیکھنے میں آیا ہے اور اس واقعہ سے بھی ظاہر ہے جنکی ساتھ نرمی کرتے اُن کو نرمی ہی نافع ہوتی ہے علی ہذا القیاس بالعکس۔

(۴۸۳) فرمایا کہ بعض نے لکھا ہے ستر قدر کا احاطہ جنت میں بھی نہیں ہو سکے گا۔

(۴۸۴) فرمایا کہ عورتوں کی تصنیف میں اُنکے نام کا لکھنا آجکل بے پردگی ہے ہاں بعد مرنے کے ظاہر کر دیا جاوے تو مضائقہ نہیں عورت کی ساتھ مرد کو طبعی میلان ہے اس لئے نہایت احتیاط کرنی چاہئے ازواج مطہرات جو امہات المومنین تھیں اور جو ہمیشہ کیلئے سب پر حرام تھیں اُنکے لئے حکم ہے کہ لا تخضعن بالقول یعنی نرم لہجہ سے باتیں نہ کیا کرو۔ شاید سننے والے کے دل میں کوئی روگ پیدا ہوا ب عورتیں غضب کرتی ہیں ایک عورت کی میں نے نظم دیکھی اُسمیں پیر کے خط و خال کی تعریف تھی اور اُس سے وصال کی خواہش کی گئی تھی۔ اس قدر بیباکی ہو گئی ہے مجھے تو بڑی غیرت آتی ہے۔

(۴۸۵) فرمایا کہ عرسوں کی طرف رنڈی بھڑوں کو زیادہ میلان ہوتا ہے بڑے شوق سے پہونچتے ہیں۔ اگر وعظ کا اعلان ہو تو ایسے لوگوں سے اگر آئے گا تو ایک آدھ آئے گا اور وہ بھی طالب ہو کر آئے گا بُری نیت سے کوئی نہیں آئیگا پس عرسوں کے متعلق ان آثار ہی سے استدلال کافی ہے کہ جس کی طرف بُروں کو میلان ہو ظاہر ہے کہ وہ امر بُرا ہی ہوگا ورنہ نیک لوگ ادھر زیادہ کیوں نہیں متوجہ ہوتے۔

(۴۸۶) ایک صاحب نے ایک شخص کی بیعت کی سفارش میں متعدد خطوط لکھے۔ حضرت اُن کی تحریروں میں مختلف نقائص نکال نکالکر بھیجتے رہے آخر میں اُن کو خط و کتابت سے منع فرمادیا زبانی ارشاد فرمایا کہ اُس کی تو مجھے پرواہ نہیں کہ مجھ سے اعتقاد ہے یا نہ رہے لیکن یہ چاہتا ہوں کہ میری تعلیم جی کو لگ جاوے اب اتنا تو سمجھ گئے ہونگے کہ یہ رائے اس کی ٹھیک ہے کہ ترغیب نہ دینی چاہئے کیونکہ وہ مجھسے بداعتقاد ہو گئے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ ناحق میں نے ایسے شخص سے بیعت کرنیکی ترغیب دی اب کسیکو کسی سے بیعت کرنیکی

ترغیب نہ دیں گے کیونکہ ترغیب کا نتیجہ دیکھ لیا۔

(۴۸۷) کچھ عورتوں کی بُرائی کا ذکر تھا۔ فرمایا کہ عورتیں ضعیف ہیں یہ نہیں کہ طینت خراب ہو ہر امر میں دیکھتا ہوں کلان میں تاثر بہت زیادہ ہے حوصلہ بھی کم ہوتا ہے اگر امام بنتیں تو شاید محراب پھوڑ کر نکل جاتیں ان کا تو بند ہی رہنا اچھا ہے۔

(۴۸۸) فرمایا کہ بات چیت یا تعویذ وغیرہ کی فرمائش کا وقت ظہر کے بعد سے عصر کی اذان تک ہے اکثر لوگ عصر کی اذان کے بعد فرمائشیں کرتے ہیں اور وہی وقت ہوتا ہے جلدی سے کاموں کو سمیٹ کر نماز کیلئے اُٹھنے کا حضرت بعد اذان عصر کسی کا بیٹھے رہنا بھی پسند نہیں فرماتے کیونکہ وہ وقت بہت مشغولی کا ہوتا ہے جو محض بیٹھنے کی غرض سے وہاں موجود ہوں اُن کو فوراً اٹھ آنا چاہیئے تاکہ یکسوئی کے ساتھ حضرت ڈاک وغیرہ کا کام ختم کر کے نماز عصر کیلئے اُٹھ سکیں باقی جو لوگ وہاں اپنے کام میں مشغول ہوں اُن کی موجودگی حارج نہیں ہوتی

(۴۸۹) فرمایا کہ جو تعویذ مانگتا ہے لکھ دیتا ہوں لیکن یہ بھی کہہ دیتا ہوں کہ مجھے آتا نہیں تاکہ اگر اثر نہو تو خواہ مخواہ اللہ کے نام کو بے اثر نہ سمجھیں۔ حالانکہ اللہ کا نام اُن باتوں کے لئے تھوڑا ہی ہے وہ تو دل کے امراض کیلئے ہے (ایک شخص جنون کا تعویذ مانگنے آیا تھا اور مجنوں کو بھی اپنے گانوں سے ساتھ لایا تھا اُسپر بہت ناراض ہوئے کہ ناحق بیچارہ کو دھوپ میں پریشان کیا۔ مجھسے پوچھ کر لائے ہوتے میں طبیب نہیں عامل نہیں لوگ بھی غضب کرتے ہیں پھر فرمایا کہ خیر اب لائے ہو تو حکیم ہاشم صاحب کو دکھلا لو پانی پر دم کر کے پلوایا اور تعویذ بھی لکھ دیا)

(۴۹۰) ایک ذی علم پر انسان کے غیر مختار ہونیکا حال طاری ہے مثنوی شریف کے درس میں کسی جماعت انبیا کی امت کا ذکر آیا جو اسلام نہیں لاتے تھے اور کہتے تھے کہ حق تعالیٰ نے ہمارے دلوں پر مہر کر دی ہے ہماری تقدیر ہی میں نہیں ہم مجبور ہیں اس کا جواب بھی مثنوی میں حضرات انبیا علیہم السلام کی طرف سے دیا گیا ہے عرض کیا گیا کہ فلاں مولوی صاحب کا بھی تو یہی خیال ہے فرمایا کہ جی نہیں یہ انسان کے اندر اتنا تو اختیار مانتے ہیں جس کی وجہ سے وہ مکلف ہو سکے لیکن کہتے ہیں کہ وہ اختیار ضعیف ہے اور وہ لوگ تو کہتے تھے کہ انسان مکلف ہی نہیں مجبور محض ہے۔

(۴۹۱) ایک صاحب نے چھینک کر زور سے الحمد للہ کہا۔ حضرت خطوط لکھ رہے تھے یرحمک اللہ کہکر پھر فرمایا کہ پہلے مانس چپکے ہی سے کہہ لیا ہوتا اب سب کام چھوڑ چھاڑ کر آپکی چھینک کا حق ادا کریں پھر فرمایا کہ ایسے موقعہ پر جبکہ دوسرے لوگ کام میں مشغول ہوں چھینکنے کے بعد الحمد للہ آہستہ سے کہنا چاہئے میں ہمیشہ آہستہ سے کہتا ہوں کہ دوسروں پر خواہ مخواہ جواب واجب ہو اسی طرح حضرت سجدہ کی آیت کو آہستہ سے تلاوت فرماتے ہیں۔ ایکبار فرمایا کہ جب مجلس جمی ہوئی ہو اور کوئی گفتگو ہو رہی ہو تو سلام نہیں کرنا چاہئے نہ مصافحہ کرنا چاہئے بعضے لوگ بیچ میں السلام علیکم کہکر لٹھ سا مار دیتے ہیں اور پھر ایک طرف سے مصافحہ کرنا شروع کر دیتے ہیں جس سے گفتگو کا سارا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے اور تمام مجمع پریشان ہو جاتا ہے یہ آداب مجلس کے خلاف ہے اس سے دوسروں کو سخت تکلیف ہوتی ہے۔ فرمایا کہ کام کی مشغولی میں گو سلام کا چھینک کا جواب دینا واجب نہیں لیکن پھر بھی جواب نہ دینا برا معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر جواب نہ دیا جائے تو دلشکنی ہوتی ہے اور اگر کچھ دیر کے بعد دیا جاوے تو اتنی دیر تک تو دلشکنی ہوئی عرض کیا گیا کہ کیا ہر قسم کی مشغولی میں سلام کا جواب واجب نہیں فرمایا کہ دین کی مشغولی میں تو واجب ہے ہی نہیں پھر فرمایا کہ میں جلسہ دیوبند میں مصلے پر نماز پڑھانے کیلئے پہونچگیا تھا۔ ایک صاحب تیسری صف میں سے نکلکر آئے اور میرا ہاتھ پکڑ کر زور سے اپنی طرف کھینچا اور مصافحہ کیا لوگ ایسی بے تمیزیاں کرتے ہیں رسوم نے عقلیں مسخ کر دیں۔

(۴۹۲) فرمایا کہ دوپہر کو حضرت حاجی صاحب اسی سہ دری میں قیلولہ فرمایا کرتے تھے ایک دن ایک صاحب دوپہر کو تشریف لاکر بیٹھ گئے اور باتیں کرتے رہے حضرت بڑے خلیق تھے دلشکنی کے خیال سے کچھ نہ بولے برابر باتیں کرتے رہے آنکھیں مارے نیند کے بند ہو ہو جاتی تھیں دوسرے دن پھر اسی وقت تشریف لائے اور باتیں شروع کر دیں حضرت پھر بیٹھے باتیں کرتے رہے یہ صاحب یہ سمجھ کر آتے تھے کہ تخلیہ کا وقت ہے تنہائی میں خوب توجہ ہوگی تو حضرت حافظ ضامن صاحب بڑے تیز تھے انکی اور ہی شان تھی انھوں نے جو یہ قصہ دیکھا تو للکارا کہ تم خود تو رات بھر بیوی کو بغل میں لیکر سوتے رہتے ہو تمہیں کیا خبر کہ یہ بیچارے اللہ والے رات بھر اللہ اللہ کرکے آنکھیں پھوڑتے ہیں دوپہر کو کچھ دیر کیلئے سو رہتے ہیں سو اسوقت تم آکر ستاتے ہو

خبردار جو پھر کبھی اس وقت آئے ورنہ ٹانگیں توڑ ڈالونگا پھر فرمایا کہ حضرت حافظ صاحب بڑے تیز تھے کبھی حضرت حاجی صاحب کو بھی کبھی مولانا شیخ محمد صاحب کو بھی سنا دیتے تھے سختی اگر نفس کیلئے نہو دنیا کی طمع اور حرص نہو دشکنی کا قصد نہو وہ بھی کمال ہے اور یوں کوئی کم فہم نہ سمجھے اسکا کیا علاج پھر فرمایا ۵ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست + مولانا محمد قاسم صاحب کے پاس کوئی بیٹھا ہوا ہوتا تو اشراق اور چاشت بھی قضا کر دیتے تھے مولانا رشید احمد صاحب کی اور شان تھی کوئی بیٹھا ہو جب وقت اشراق کا یا چاشت کا آیا وضو کر کے وہیں نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے یہ بھی نہیں کہ کچھ کہکر اُٹھیں کہ میں نماز پڑھ لوں یا اُٹھنے کی اجازت لیں جہاں کھانیکا وقت آیا لکڑی لی اور چلدیئے چاہے کوئی نواب ہی کا بچہ بیٹھا ہو وہاں یہ شان تھی جیسے بادشاہوں کی شان ایک ایک تو بات ہی کم کرتے تھے اور اگر کچھ مختصر سی بات کہی تو جلدی سے ختم کر کے تسبیح لیکر ذکر میں مشغول ہو گئے کسی نے کوئی بات پوچھی تو جواب دیدیا اور اگر نہ پوچھی تو کوئی گھنٹوں بیٹھا رہے انہیں کچھ مطلب نہیں مولانا محمد قاسم صاحب کے پاس جبتک کوئی بیٹھا رہتا برابر بولتے رہتے طبیعت ہی پیدائشی ہے۔ کوئی بدل نہیں سکتا مولوی محمد علی صاحب نے بہت اچھی بات فرمائی تھی کہ طبائع تو خلقۃً ہی متفاوت ہوتے ہیں انہیں میں بعضے بزرگ بنجاتے ہیں احقر کے استفسار پر فرمایا کہ بزرگی خود مختلف چیز نہیں البتہ امور طبعیہ جو پیدائشی ہیں جیسے تیزی نزاکت تحمل عدم تحمل صفائی انتظام بے انتظامی غرض جو پیدائشی اخلاق ہیں اُن سے بزرگوں کی شانیں مختلف ہو جاتی تھیں پھر یہ حکایت بیان فرمائی کہ مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا رشید احمد صاحب جب حج کو چلے تو بمبئی میں مولانا محمد قاسم صاحب تو لوگوں سے ملتے پھرتے اور مولانا گنگوہی انتظام میں مشغول رہتے جب مولانا محمد قاسم صاحب واپس آتے تو مولانا گنگوہی فرماتے کہ کچھ فکر بھی ہے کہ کیا انتظام کرنا ہے آپ ملتے جلتے ہی پھرتے ہیں مولانا فرماتے کہ مجھے فکر کی کیا ضرورت ہے جب آپ بڑے سر پر موجود ہیں پھر فرمایا کہ ایکبار مولانا محمد قاسم صاحب مولانا گنگوہی سے فرمانے لگے کہ ایک بات پر بڑا رشک آتا ہے آپکی نظر فقہ پر بہت اچھی ہے ہماری نظر ایسی نہیں بولے کہ جی ہاں ہمیں کچھ جزئیات یاد ہو گئیں تو آپ کو رشک ہونے لگا اور آپ مجتہد بنے بیٹھے ہیں ہمنے کبھی آپ پر رشک نہیں کیا ایسی ایسی باتیں ہوا کرتی تھیں وہ اُنہیں اپنے سے بڑا سمجھتے تھے اور وہ اُنہیں مولانا محمد یعقوب صاحب

عمر میں سب سے چھوٹے تھے ایک مرتبہ نانوتہ سے گنگوہ حضرت مولانا کی خدمت میں پیادہ تشریف لائے حالانکہ معاصر تھے لیکن اتنا ادب کرتے تھے کہ پیادہ تشریف لے گئے کہ سواری پر بیٹھکر جانا بے ادبی ہے۔ عصر کی نماز کے وقت مولانا پہونچے جماعت تیار تھی مولانا گنگوہی امامت کرنے کے لئے مصلے پر جاکر کھڑے ہوئے اتنے میں لوگوں نے کہا مولانا محمد یعقوب صاحب تشریف لائے ہیں اُس زمانہ میں حضرت مولانا گنگوہی کی آنکھیں تھیں اُنہوں نے دیکھا پوچھا کہ وضو ہے مولانا کا وضو تھا فرمایا آئیے نماز پڑھائیے اور خود مصلے پر سے ہٹ گئے۔ دونوں کا یہ قاعدہ تھا کہ جب وہ گنگوہ آتے تو وہ نماز پڑھاتے اور جب یہ دیوبند جاتے تو یہ پڑھاتے۔ مولانا محمد یعقوب صاحب کی اُس وقت یہ ہیئت تھی کہ پائینچے چڑھے ہوئے اور چونکہ پیدل چلکر آئے تھے تمام پیروں پر گرد بھری ہوئی اسی طرح مصلے کی طرف جانے لگے اور ایک بار بھی تو انکار نہیں کیا نہ پائینچے اُتارے نہ گرد جھاڑی جب مولانا گنگوہی کے مقابلہ میں پہونچے تو مولانا نے صف سے آگے بڑھکر رومال لیکر پیروں کی گرد جھاڑنا شروع کی مولانا کی عجیب ادا تھی کہ خاموش کھڑے ہو گئے حالانکہ مولانا گنگوہی کا نہایت ادب کرتے تھے نہ معلوم اُس وقت کیا حالت تھی مولانا گنگوہی نے پائینچے بھی اپنے ہاتھ سے اُتارے مولانا فرماتے تھے کہ ایسا جی خوش ہوا کہ اُنہوں نے کچھ تکلف نہ کیا ایک دفعہ مولانا گنگوہی کھانا کھا رہے تھے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب تشریف لے آئے مولانا کے ہاتھ میں ایک ذرا سا ٹکڑا تھا اُسی وقت ہاتھ دُھلائے وہ ٹکڑا دیا کہ کھائیے میں کھانا لاتا ہوں مولوی فخر الحسن صاحب نے کہا کہ میں لئے آتا ہوں فرمایا نہیں بھائی میں خود لاؤنگا۔ پھر کھانا لاکر بہت ادب سے سامنے رکھا بیشتر دیکھنے والوں نے یوں سمجھا ہوگا کہ کچھ بھی ادب نہ کیا بچا ہوا ٹکڑا دیکر کہہ گئے کہ آپ شروع کیجئے سبحان اللہ صحابہ کی سی شان تھی۔ مولانا مظفر حسین صاحب بہت بڑے شخص تھے گنگوہ میں مولانا سے ملے چلنے کے وقت اُنہوں نے عرض کیا کہ گھر کھانا تناول فرمالیجئے فرمایا کہ بھائی دور کا سفر ہے میری منزل کھوٹی ہوگی مولانا نے عرض کیا کہ جو کچھ رکھا ہوا ہے وہی سہی۔ مولانا راضی ہوگئے اور فرمایا کہ بس وہی لے آنا جو گھر میں موجود ہو۔ گھر میں باسی روٹی اور دال رکھی تھی مولانا وہی ہاتھ پر رکھکر لے آئے دال بھی روٹی ہی پر تھی پھر نہیں معلوم مولانا مظفر حسین صاحب نے کھائی یا باندھ لی۔ پھر حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب سے رامپور میں مولانا مظفر حسین صاحب نے فرمایا کہ مولوی

رشید احمد صاحب بڑے اچھے آدمی ہیں انہوں نے کہا کہ ہاں حضرت بہت اچھے آدمی ہیں اجی بہت ہی اچھے آدمی ہیں فرمایا اجی بہت ہی اچھے آدمی ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ہاں بہت ہی اچھے آدمی ہیں پھر فرمایا کہ اجی تم سمجھے تو ہو نہیں ایسے اچھے ہیں کہ بہت ہی اچھے پھر حکیم صاحب نے پوچھا کہ حضرت ایسی کیا خاص بات ہوئی فرمایا کہ کیا کہوں انہوں نے تھوڑا سا ناشتہ کرنے کے لئے راستہ میں مجھسے کہا میں نے کہا کہ جو کچھ گھر میں موجود ہو وہ لے آؤ۔ انہوں نے باسی روٹی اور دال لاکر دیدی سبحان اللہ کیسے اچھے آدمی ہیں پھر مولانا مظفر حسین صاحب کی یہ بھی حکایت بیان فرمائی کہ ایک بار نانوتہ میں تشریف لائے وہاں حضرت مولانا رشید احمد صاحب و مولانا محمد یعقوب صاحب و مولانا محمد قاسم صاحب موجود تھے فرمایا بھائی ایک مسئلہ میں تردد ہے میں نے سنا تھا کہ سب صاحبزادے جمع ہیں اس لئے مسئلہ پوچھنے آیا ہوں وہ مسئلہ یہ ہے کہ چلتی ریل میں نماز پڑھنے میں علماء اختلاف کرتے ہیں کہ جائز ہے یا نہیں۔ بس تم لوگ آپس میں گفتگو کر کے ایک منقح بات بتلادو کہ جائز ہے یا نہیں میں دلائل نہیں سنونگا چنانچہ سب حضرات نے آپس میں گفتگو کی مولانا نے ادھر التفات بھی نہیں فرمایا گفتگو کر کے ان حضرات نے عرض کیا کہ حضرت طے ہو گیا جائز ہے فرمایا کہ اچھا تو پھر میں جاتا ہوں عجیب شان کے لوگ تھے مولانا مملوک علی صاحب جو کہ مولانا محمد یعقوب صاحب کے والد اور مولانا رشید احمد صاحب و مولانا محمد قاسم صاحب کے استاد ہیں دہلی میں دار البقاسرکاری مدرسہ تھا اس میں ملازم تھے دہلی سے نانوتہ جاتے ہوئے راستہ میں کاندھلہ پڑتا تھا مولانا مظفر حسین صاحب نے ان سے کہہ رکھا تھا کہ کاندھلہ میں ملکر جایا کرو۔ مولانا مملوک علی صاحب نے یہ کہدیا تھا کہ تکلف نہ کرنا صرف ملنے کیلئے کچھ دیر ٹھہر جایا کروں گا چنانچہ گاڑی راستہ ہی میں چھوڑ کر ملنے آتے مولانا اول یہ پوچھتے کہ کھانا کھا چکے یا کھاؤ گے اگر کہا کہ کھا چکا تو پھر کچھ نہیں اگر نہ کھائے ہوتے تو کہدیتے کہ میں کھاؤنگا تو پوچھتے کہ رکھا ہوا لادوں یا تازہ پکوادوں چنانچہ ایکبار یہ فرمایا کہ رکھا ہوا لادو اس وقت ایک دفعہ صرف کھچڑی کی کھرچن تھی اسی کو لے آئے اور کہا کہ رکھی ہوئی تو یہی تھی انہوں نے کہا کہ بس یہی رکھدو۔ پھر جب رخصت ہوتے تو مولانا مظفر حسین صاحب انکو گاڑی تک پہونچانے جاتے یہ ہمیشہ کا معمول تھا ایک اور قصہ مولوی مظفر حسین صاحب کا ہے کہ دہلی سے کاندھلہ جانے کے لئے بہلی کرایہ کی اسمیں بیٹھے چلے آرہے تھے اور محض اخلاق کے سبب بہلبان سے اس کے مذاق کے

موافق گفتگو کرتے جاتے تھے یعنی بیل کہاں سے منگوائے تھے کتنے میں لئے تھے اس گفتگو میں معلوم ہوا کہ رنڈی کی گاڑی ہے۔ مولانا کا تقویٰ مشہور ہے لیکن اخلاق تو دیکھیے ہم لوگوں میں یا تو آوارگی ہے یا اگر تقویٰ ہے تو ایسا کہ دوسروں کی دلشکنی کی بھی پرواہ نہیں۔ مولانا کا تقوےٰ اعلیٰ درجہ کا لیکن گاڑی پر سے اُسی وقت نہیں اترے کہ اُس کا دل ٹوٹے گا۔ تھوڑی دیر بعد پیشاب کے بہانہ سے اُترے لیکن پیشاب بیچ مچ کیا پھر استنجہ کرتے ہوئے پیدل چلے جب استنجہ سے فارغ ہو گئے تو اُس نے بیٹھنے کے لئے کہا۔ فرمایا کہ بھائی بہت دیر ہو گئی بیٹھے بیٹھے اب پیدل چلیں گے کہ پاؤں تو کھُلیں جب بہت دور نکل آئے تب اُس نے پھر اصرار کیا۔ فرمایا کہ ہاں بھائی مجھے چلنے کی عادت ہے تم چلو۔ مجھے پیدل ہی چلنا اچھا معلوم ہوتا ہے ہوا لگتی لیکن وہ سمجھ گیا اُس نے کہا کہ مولوی صاحب میں سمجھ گیا آپ اس لئے نہیں بیٹھتے کہ یہ رنڈی کی گاڑی ہے پھر مجھے اجازت دیجئے مولانا نے فرمایا کہ بھائی ہے تو یہی وجہ لیکن اب گاڑی لوٹاتا نہیں کیونکہ میرے کرایہ کر لینے کے بعد خدا جانے کس کس کا کرایہ واپس ہوا ہو گا اسمیں مالک کا نقصان ہے تجکو کا ندھلہ چلنا پڑیگا چنانچہ کا ندھلہ پہونچکر پورا کرایہ دیا اور کچھی گڑ جو کچھ ٹھیرا تھا سب دیا۔ اور خود پیدل کئی منزل چلے آئے اور گاڑی واپس نہیں کی یہ فرمایا کہ شاید کوئی کرایہ واپس ہو گیا ہو تو گویا میں نے اُس کا نقصان کرایا۔

(۴۹۳) ایک صاحب سے بطور مشورہ کے فرمایا کہ میں تعلیم تلقین رمضان میں نہیں کر سکتا کیونکہ بعد مغرب وقت ہی نہیں ملتا اس لئے جو کچھ پہلے سے ذکر شغل کر رہا ہو اُس کے آنے میں تو کچھ مضائقہ نہیں جسکو ذکر شغل شروع کرنا ہو اُسکو چاہیئے کہ اس قصد سے رمضان میں نہ آئے ایکبار فرمایا کہ یہاں کے قیام کے لئے رمضان کا مہینہ مناسب نہیں کیونکہ بوجہ تکان کے اس زمانہ میں ذکر شغل کچھ اچھی طرح ہو نہیں سکتا۔

(۴۹۴) ایک صاحب نے کرتہ بطور تبرک کے منگوایا۔ لکھ بھیجا کہ ۲ر دو آنہ کے ٹکٹ میں ہال پہونچ سکتا ہے اگر منگوانا ہو ۲ر کے ٹکٹ بھیجدو چنانچہ اُن صاحب نے ٹکٹ بھیجدیئے پھر فرمایا کہ ایسے موقع پر بعض مرتبہ کوئی چیز فاضل نہیں ہوتی تو تنگی ہوتی ہے یہ اچھا طریقہ ہے کہ کوئی چیز خود لا کر دیدے اور اُسکو دو چار روز استعمال کرا کر لیلے۔ ایک صاحب نے کہا کہ اگر کسی کے پاس کچھ ہو ہی نہیں تو کیا کرے فرمایا کہ پھر کوئی خاص چیز متعین نہ کرے کرتہ وغیرہ بلکہ اُسکی رائے پر چھوڑ دے

پھر جو چیز اُس کے پاس فاضل ہوگی وہی دیدیگا۔

۱۲ ررجب المرجب ۳۴ھ

(۹۵ھ) فرمایا کہ جب روحانیت کا غلبہ ہوتا ہے تو بوجہ شگفتگی کے بعد مرنے کے بدن پر بھی اثر کم ہوتا ہے۔

(۹۶ھ) غالباً روحانی کیفیت یعنی نسبت مع اللہ کے موہوم ہونے کا ذکر مثنوی شریف میں تھا فرمایا کہ اسکا دوام اور تیز ایظاہر کرتا ہے کہ واقعی کوئی چیز ہے وہم نہیں ہے ورنہ اس طرح تو ہر چیز میں بلکہ محسوسات میں بھی عدم واقعیت کے احتمالات نکل سکتے ہیں۔

(۹۷ھ) فرمایا کہ کاملین جو مکمل بھی ہوتے ہیں بتوفیق حق دشواریاں اپنے اوپر جھیلکر راستہ کو اوروں کے لئے نہایت صاف کر دیتے ہیں۔ یعنی علوم کے لینے میں خود دشواریاں اٹھائیں پھر تجربہ سے اور اجتہاد سے دستور العمل مقرر کر دیئے جن سے اوروں کو حاصل کرنا آسان ہوگیا جیسے اوستاد لمبے اور دقیق مضمون کو سہل تقریر سے سمجھا دیتا ہے مثلاً منتشر مضامین کو مجتمع کر دیا مگر یہ شان اُن ہی مکملین کی ہوتی ہے جن کو شفقت ہوتی ہے مثنوی شریف میں ایسا ہی مضمون انبیا کے متعلق مذکور تھا اسپر یہ ارشاد فرمایا تھا جو مذکور ہوا ایک صاحب نے عرض کیا کہ انبیا تو اجتہاد نہیں کرتے وہ تو صاحب وحی ہوتے ہیں فرمایا کہ ایک تو کام تبلیغ کا ہے وہ تو وحی سے کرتے ہیں اور ایک کام تربیت کا ہے انبیا وہ بھی کرتے ہیں اسمیں اجتہاد کی ضرورت پڑتی ہے۔

(۹۸ھ) دوران درس مثنوی میں ایک صاحب نے دریافت کیا کہ خوارج وغیرہ باطل فرقے اب بھی موجود ہیں فرمایا کہ ہیں تو لیکن جماعت نہیں صرف روافض کی تو جماعت باقی ہے کیونکہ ان کے یہاں تقیہ ہے اوروں کے یہاں تقیہ نہ تھا جب کبھی اہل حق کا غلبہ ہوا اُن کا صفایا ہو گیا روافض میں تقیہ ہے یہ اس لئے نہیں مٹے کیونکہ جب اہل حق کا غلبہ ہوا یہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو آپ کی ساتھ ہیں۔ ابن سبا یہودی تھا وہ موجد ہے اس مذہب کا بڑا ہی چالاک تھا اُس نے تقیہ ایسا نکالا جو کبھی مٹ ہی نہیں سکتے۔

(۹۹ھ) فرمایا کہ دیوبند میں جب اول اول مدرسہ ہوا ہے تو بعض اہل بستی نے کہا کہ جب سے یہ مدرسہ ہوا ہے کبھی قحط ہے کبھی وبا ہے کبھی کچھ ہے کوئی نہ کوئی بلا آتی ہی رہتی ہے پہلے کچھ بھی نہ تھا

حضرت مولانا محمود حسن صاحب نے خوب فرمایا کہ واقعی یہ بات صحیح ہے مگر وجہ اسکی یہ ہو کہ پہلے تمکو احکام کا علم نہ تھا اس لئے ناواقفی میں جو شرارتیں کرتے تھے اُن پر مواخذہ نہ ہوتا تھا اس لئے بلائیں نہ آتی تھیں اور اب مولویوں کی وجہ سے تم احکام سے واقف ہوگئے ہو اب جو تم شرارتیں کرتے ہو تو مواخذہ ہوتا ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ کیا علم نہونے سے مواخذہ نہیں ہوتا فرمایا کہ علم نہ ہونے سے کچھ تو فرق ہو جاتا ہے۔ آخرت میں تو کچھ بھی فرق نہیں ہوتا لیکن دنیا میں ہو جاتا ہے عاجل اور آجل کا فرق ہوجاتا ہے۔

(۵۰۰) فرمایا کہ جن تاریخوں میں جو جو صاحب آنیکی اطلاع کرتے ہیں جنتری میں لکھ لیتا ہوں تاکہ اُن تاریخوں میں کہیں جاؤں نہیں

(۵۰۱) ایک صاحب نے ایک مولوی صاحب کے ذریعہ سے ایک سفر میں آنیکی تحریری سفارش بھجوائی۔ بہت ناپسند کیا۔ فرمایا کہ یہ ایک عجیب رسم ہو گئی ہے۔ مجکو اگر فرصت ہو تب تو ایک بچہ کے کہنے سے چلا جاؤں اور اگر فرصت نہو تو بڑے آدمی کے کہنے سے بھی نہ جاؤں فرصت نہو تو کیسے جا سکتا ہوں بارہا فرمایا ہے کہ میں خوشامد کرانے کی غرض سے انکار نہیں کیا کرتا بلکہ خواہ کوئی کیسے ہی معمولی طور سے کہے میں جلدی انکار نہیں کرتا بلکہ اچھی طرح سوچنے کے بعد جب فرصت نہیں دیکھتا تب انکار کرتا ہوں نہ میرے اوپر اس کا کچھ اثر ہوتا ہے کہ خاص طور سے بلانے کیلئے کوئی آدمی بھیجا جاوے۔ ایک بار فرمایا کہ میری فرصت میرے اختیار میں نہیں بعض اوقات فرصت بھی ہوئی تو دو ایکدن کیلئے لیکن اُسمیں اسقدر گنجائش نہیں ہوتی کہ دوسرے کو اطلاع دے سکوں البتہ اسکی ایک صورت ہے کہ کوئی شخص میرے پاس یہاں سب کاموں سے فارغ ہو کر محض اسی غرض سے پڑا رہے کہ جب فرصت ہو میں اُس سے کہوں کہ چل بھائی۔ ایک غریب سے جو لینے کی غرض سے آئے تھے مفصل طور پر اپنے عذرات بیان کر کے فرمایا کہ میں نے اس لئے مفصل گفتگو کی ہے کہ تمہیں یہ خیال نہ ہو کہ ہم غریب تھے اسلئے انکار کر دیا اگر کوئی امیر ہوتا تو اتنا بھی نہ کہتا شاید یہی بات کہدیتا کہ فرصت نہیں۔

(۵۰۲) ایک دیہاتی آکر بیٹھا حضرت نے پوچھا کہ کیسے آئے کہا کہ ملنے آیا تھا غالباً حضرت نے خود ہی دوبارہ پوچھا کہ کچھ کہنا ہو تو کہو تب اُس نے اپنے مقدمہ کیلئے کوئی وظیفہ پوچھا اور تعویذ

مانگا حضرت نے فرمایا کہ پہلے صرف یہ کیوں کہا تھا کہ ملنے آیا تھا لوگ خواہ مخواہ پریشان کرتے ہیں میں نے اسی لئے خود پوچھنا چھوڑ دیا ہے کہ ٹھیک جواب دیں گے نہیں پھر جھک جھک ہوگی چونکہ اسوقت مجھے کوئی کام نہیں تھا اسلئے میں نے کہا کہ لاؤ پوچھ لو۔ میری ساری بداخلاقی کی وجہ یہ ہے کہ میں لوگوں کو راحت پہونچانا چاہتا ہوں پوچھتا ہوں کہ بھائی تکلیف تو ہو۔ ہمیشہ یاد رکھو جب کسی کے پاس جاؤ بات صاف کہو۔ اگر تمہارے اس کہنے پر کہ ملنے آیا تھا میں خاموش ہو جاتا اور اٹھکر چلدیتا تو کہتے کہ بڑے روکھے ہیں پوچھا تک نہیں اُس نے کہا کہ میں تنہائی میں کہنا چاہتا تھا فرمایا کہ اول تو یہ بات کوئی تنہائی کی نہ تھی دوسرے یہی کہتے کہ صاحب مجھے کچھ تنہائی میں کہنا ہے تاکہ آپکا مطلب تو معلوم ہو جاتا پھر حضرت نے مقدمہ کے لئے فرمایا کہ یاحفیظ ہر نماز کے بعد سو سو مرتبہ پڑھا کرو اول آخر درود شریف اور ویسے بھی ہر وقت یاحفیظ کی کثرت رکھا کرو پھر گھر جانے کے لئے اُٹھے تو چلتے میں پوچھا کہ کیا مقدمہ ہے اُس نے کہا کہ خود میں نے دائر کیا ہے فرمایا کہ بھلے مانس یہ پہلے ہی کیوں نہ کہا۔ میں سمجھا کوئی فوجداری کا مقدمہ تمہارے اوپر ہے پھر فرمایا کہ اس صورت میں یاحفیظ کے بجائے یالطیف پڑھنا چاہئے۔

(۵۰۴) بعد مغرب ایک مولوی صاحب کے عرضِ حال پر فرمایا کہ سرسری توجہ مذکور کی طرف کافی ہے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ذکر کی طرف تصور کافی ہے ان صاحب نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ذکر کی بابت کہا تھا کہ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ کا تصور کیا کرتا ہوں) پھر فرمایا کہ یہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ ذکر کے اندر نفع دلجمعی پر مرتب ہوتا ہے اور عمل جتنا بسیط ہوگا اتنی ہی جمعیت ہوتی ہے اور امور متکثر میں تشویش اور تشتت ہوگا دل چاروں طرف بٹا رہے گا لہذا صرف مذکور کی طرف توجہ رکھنا چاہئے یا اگر یہ مشکل ہو تو پھر ذکر کی طرف لا معبود وغیرہ جو تفسیر ہے اسکے تصور کی ضرورت نہیں اُن صاحب نے غالباً کہا کہ کتابوں میں تو خاص خاص طریقے تصور کے لکھے ہیں مثلاً لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ لَا مَقْصُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰہُ فرمایا کہ یہ اصل ہیں بعض خاص طبیعتوں کے اعتبار سے تجویز کئے گئے تھے اب طبیعتیں نہایت ضعیف ہیں مختلف قسم کے تصورات سے پریشان ہو جاتی ہیں اصل چیز پر توجہ تام نہیں رہتی اُنہوں نے پھر غالباً لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے تصور کی بابتہ پوچھا فرمایا کہ اس میں بھی جملہ بن گیا میں تو کہتا ہوں کہ صرف ذات کا تصور کافی ہے اُنہوں نے پھر پوچھا کہ ذات کا

تصور کس طرح کیا جاوے۔ فرمایا کہ جب کوئی نام لیا جاتا ہے تو کسی شخص کا دہیان آتا ہے
اسی طرح اگر خدا کا نام لیا جاوے۔ تو خدا کا بھی دہیان آتا ہے۔ پھر اُنہوں نے پوچھا کہ لا الٰہ
الا اللہ کے ذکر میں ذات پر بھی تصور ہوا اور مضمون جملہ پر بھی فرمایا کہ جب ذات کا تصور ہوگا
تو جملہ پر کیسے ہوگا۔ جب مذکور کا تصور ہوگا تو اُسوقت ذکر کا تصور کیسے ہوسکتا ہے پھر اُن کے کسی
سوال پر فرمایا کہ آپ ماشاء اللہ عالم فاضل ہو کر موٹی تقریر نہیں سمجھتے معلوم ہوتا ہے جسوقت میں نے
تقریر کی تھی آپ کا تصور اور طرف تھا۔ میں نے تو صاف طور سے کہدیا تھا کہ اول تو یہ ہے کہ مذکور کی
طرف توجہ ہو یہ نہو تو ذکر کی طرف اس تقریر کو اُن صاحب نے اعادہ کیا۔ فرمایا کہ آپ اعادہ کیوں کرتے
ہیں یہ تو عیب کی بات ہے کسی کی تقریر کا اعادہ کرنا۔ اگر نہ سمجھا ہو پھر پوچھے اگر سمجھ گیا ہو تو تسلیم
کرے۔ اعادہ محض فضول ہے اب میرے ذمہ یہ بھی کام ہوا کہ تقریر بھی مفصل کردوں پھر آپکے
اعادہ کے وقت غور سے سنوں کہ کوئی جزو میری تقریر کا آپکے اعادہ میں رہ تو نہیں گیا۔ اور اگر
رہ گیا ہو تو اُسکی پھر تصحیح کروں۔ اُنہوں نے غالباً اسپر یہ کہا کہ میں نے اعادہ اسلئے کیا کہ شاید جو کچھ
میں سمجھا ہوں وہ غلط ہو اعادہ کے بعد اُسکی تصدیق ہو جائیگی۔ اسپر فرمایا کہ یوں تو اعادہ کے بعد بھی
احتمال غلطی کا رہ سکتا ہے بلکہ اعادہ میں غلطی کا احتمال تو غالب ہے ممکن ہے کہ آپکا اعادہ صحیح نہو
اور میں اُسکو اُسی مضمون پر منطبق کر کے جو میرے ذہن میں ہے کہہ دوں کہ نعم۔ اس احتمال کا بھی
انسداد آپنے کچھ کیا پھر فرمایا کہ آپ معاملہ کی باتیں تو کرتے نہیں اُس روز بھی فضول وقت ضائع
کیا (یہ صاحب اس سے تین چار روز بیشتر بھی پرچہ دیکر اسی طرح خلوت میں باتیں کر چکے تھے اُس
روز بھی حضرت نے خفا ہو کر اُٹھا دیا تھا جسکی مختصر کیفیت یہ ہے کہ اول انہوں نے شیخ کی صحبت
کے ضروری ہونیکی بابت کچھ پوچھا تھا جو صاف مضمون نہ تھا حضرت نے سوال کو مبہم قرار دیا
جب سوال کو صاف کرا لیا اور وہ سوال یہ تھا کہ صحبت کے ضروری ہونیکی حد کیا ہے تب فرمایا کہ
جب تک طریق کی حقیقت نہ معلوم ہو جاوے تب تک تو صحبت ضروری ہے جب اُسکی حقیقت
معلوم ہوگئی اور طریق سے مناسبت پیدا ہوگئی پھر صحبت ضروری نہیں۔ صحبت کے ضروری ہونیکی
حد یہی ہے ورنہ اگر حد نہ ہوتی تو پھر تھانہ بھون میں کسی کو رہنے کو جگہ بھی نہ ملتی۔ دوران عرض
حال میں اُنہوں نے بیان کیا کہ بجائے لا الہ الا اللہ کے پنجابی زبان میں اس کا ترجمہ پڑہنے

سے بہت لذت آتی ہے اور عجیب حالت طاری ہوتی ہے اسپر بیحد ناراض ہوئے اور فرمایا کہ آپ مجتہد ہیں اگر ایسا ہی ہے تو نماز بھی پنجابی ہی میں پڑھنے لگو۔ حدیث شریف میں تو آیا ہے کہ لاالہ الا اللہ پڑھو۔ اور آپ نے پنجابی میں ذکر شروع کر دیا جب خود مجتہد تھے تو پھر مجکو ہادی اور معلم ہی کیوں بنایا تھا اور اگر ترجمہ پڑھنے کو جی ہی چاہا تھا تو مجھسے کیوں نہ پوچھ لیا تھا بلا پوچھے کیوں شروع کر دیا پھر انہوں نے کچھ تعلیم حاصل کرنی چاہی تو فرمایا کہ اسوقت آپنے طبیعت کو مکدر کر دیا مجھے یہ حرکت آپ کی سخت ناگوار ہوئی اس وقت بتلانے سے آپ کو کچھ نفع نہیں ہوگا پھر جب وہ اُٹھ آئے تو فرمایا کہ لوگوں نے لذت کو مقصود سمجھ رکھا ہے یہ شرک صریح ہو رہا ہے طریق میں اگر لذت ہی مقصود ہے تو بیوی کو بغل میں لے کر ذکر کیا کریں واللہ بہت لذت آئیگی ایک ضرب تو اِدہر ہو اور ایک ضرب اُدہر پھر فرمایا کہ خود حالت کو خراب کر کرا کر کہتے ہیں کہ صاحب اصلاح کیجئے۔ اب دوسرا کیا کرے ہانڈی جلا کر بہو سے کہے کہ ذرا سنبھالیو۔ اب بہو کمبخت کیا کرے۔ پہلے تو نمک زیادہ جھونکدیا پھر بہو سے کہا جاوے کہ ذرا نمک ٹھیک کر دیجیو۔ وہ کمبخت کیا بیٹھکر چوسے گی) یہ اس روز کی مختصر کیفیت تھی آج یہ قصہ ہوا جو سابق میں مذکور ہوا۔ اُن صاحب نے کہا کہ اب میں سمجھ گیا فرمایا کہ دوسرے کو پریشان کر کے سمجھے تو کیا سمجھے۔ اگر اول ہی توجہ کے ساتھ سنتے تو ایذا رسانی کی کیوں نوبت آتی اگر شبہ ہو تو اُسے پیش کرنا ضروری ہے اس سے گرانی نہیں ہوتی پھر حضرت نے دریافت فرمایا کہ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ جسوقت میں نے تقریر کی ہے آیا آپ کی توجہ تھی یا نہیں یا آپ اپنی تقریر حدیث النفس کے طور پر دل ہی دل میں کر رہے تھے انہوں نے اسپر معافی مانگی۔ فرمایا کہ میرے سوال کا یہ جواب تو نہیں اس سے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ معاف کر دیجئے میں آخر آپ کی غلطی کی بھی اصلاح کروں۔ تب انہوں نے فرمایا کہ شاید میں حدیث النفس کے طور پر حضور کی تقریر کے وقت کچھ سوچ رہا تھا فرمایا کہ جب آپکو میری تعلیم کی اتنی بھی قدر نہیں کہ میں تو تقریر کروں اور آپ اپنی حدیث النفس میں مشغول رہیں تو پھر تعلیم کی کیا صورت ہوگی۔ بس آپ تشریف لیجائیے۔ آپکا یہاں رہنا فضول ہے۔ میں آپ کی کوئی خدمت نہیں کر سکتا اسپر اُنہوں نے معافی چاہی فرمایا لاالہ الا اللہ میں انتقام تو نہیں لیتا۔ کیا اپنی جان بھی بچانیکا مجکو حق نہیں کیا یہ ضروری ہے کہ آپ تکلیفیں دیں اور میں اُنہیں اُٹھاؤں۔ ایک تو خدمت کروں اوپر سے تکلیفیں اُٹھاوں کیا خادم کے ذمہ یہ بھی ضروری ہے کہ خدمت بھی کرے

اور تکلیفیں بھی اُٹھائیے۔ طالب تو آپ اور تکلیف اُٹھاؤں میں آپ رہیں نواب صاحب جائیے اپنا کام کیجئے۔ یہ کہکر پاس سے اُٹھا دیا پھر فرمایا یہ قدر کیجاتی ہے تعلیم کی۔ آپنے تو لکھ پڑھکر بھی غارت کیا۔ کیا آپ گوارا کر سکتے ہیں کہ آپ تو تقریر کریں اور طالب علم اپنے دلمیں توجیہات سوچا کرے سچی بات یہ ہے کہ آپ کو طلب نہیں ہے وہاں جائیے جہاں طلب کی قدر نہیں یہاں تو طالب کی قدر ہے جو طالب ہو اُس کی قدر نہیں آپ مجھسے موافقت نہیں آئیگی اُس روز ناحق تکلیف پہونچائی آج بھی تکلیف پہونچائی ایسی حالت میں آپ یہاں رہکر کیا نفع حاصل کر سکتے ہیں اب بتلائیے سب صاحب انصاف سے کہیں کہ میرا کیا قصور ہے لوگ مجکو تند مزاج کہتے ہیں جب ایک شخص بیقدری تعلیم کی کرے بس کیا کروں پاؤں پکڑوں سجدہ کروں کیا کروں۔ کہ جسکا نام خوش اخلاقی ہو کوئی دنیا میں ایسا بھی ہوگا کہ طالبین ہی کی تعلیم طالبین ہی کی مصلحت اور وہ کریں بیقدری اور یہ کرے اُن کی خوشامد پھر فرمایا کہ اصل یہ ہے کہ ۵ انلئے کہ پرشد دگر چوں پردہ مولانا آپ مجتہد ہیں جب تک اجتہاد کا مادہ نہ نکلیگا کسی بندہ خدا سے آپکو نفع نہیں پہونچ سکتا آپ بہت بڑا اپنے کو سمجھتے ہیں اگر اتباع سے عار آتا ہے تو کتابیں دیکھ دیکھکر خود ہی ذکر شغل کرتے رہئے خود رو درخت کی طرح ہو جائیگا کوئی شاخ ادہر جارہی ہے کوئی اُدہر جارہی ہے جیسے بیڈھنگا درخت ہوتا ہے آپ پیر ہو ہی جائیں گے خصوص پنجاب میں جہاں پیر بنجانا کچھ مشکل ہی نہیں۔ کیا طلب کی یہی شان ہوتی ہے کہ تعلیم کی یوں بیقدری کیجائے۔ یہ مولویوں میں اور مرض ہے مقتدا بننے کا جہاں چار جاہلوں نے مولوی صاحب مولوی صاحب کہا بس اپنے آپکو مقتدا سمجھنے لگے آپ مقتدا علوم میں ہوں گے اس فن میں آپ مقتدا نہیں۔ یہاں اطاعت ہی سے کام چل سکتا ہے اور اطاعت کا مادہ آپ میں ہے نہیں ہر بات کو نہایت وحشت اور حیرت سے سنتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ قلب بالکل قبول نہیں کرتا کسی نے اشتہار دیکر تو آپ کو بلایا نہیں۔ آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی مرضی کے موافق تعلیم تلقین کیجاوے اگر طبیب نسخہ کی تجویز میں مریض کی خواہش کا اتباع کرے تو وہ طبیب نہیں ہے ڈاکو ہے چوٹا ہے کوئی ایسا پیر ڈھونڈھیے جو آپ کی رائے کے مطابق تعلیم کرے۔ ہم تو جو کہیں گے تجربہ سے کہیں گے اُس پر وثوق ہو عمل کیجئے ورنہ جائیے یہ نہیں ہو سکتا کہ وجہ اور لمیات بھی آپکو بتلائیں طبیب سے نسخہ کے اجزا کی وجہ کوئی مریض پوچھے تو

کیا وہ اُس کو سمجھانے لگے گا کہ نقشہ اسواسطے لکھا کاسنی اسلئے لکھی وہ صاف کہدیگا کہ اگر تمکو اعتقاد
ہو اور اعتقاد ہو تو علاج کراؤ ورنہ جاؤ البتہ اگر کوئی خلاف شرع کام میں بتلاؤں تو بیشک مت
عمل کرو پھر فرمایا کہ یہ رہ گئی ہے طلب اناللّٰہ وا الیہ الخ۔ پھر دوسرے صاحب اپنا عرض حال
کرنے آئے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ دیکھیے لوگوں کی حالت ہے۔ اب میں کہاں تک صبر کروں اور
اگر صبر بھی کرلیا تو دوسرے کو کیا نفع ہوا۔ میں ہاں میں ہاں ملا دیتا تو اچھا سمجھا جاتا یہ تو ایسی ہی
مثال ہوئی کہ کسی نے طبیب سے پوچھا کہ بیگن کھالیا کروں طبیب نے اسکو منع کردیا کہ مضر ہے مریض نے
کہا کہ اجی میرا تو بہت ہی جی چاہتا ہے اس کی تو اجازت ہی دیدو طبیب کا کیا بگڑتا تھا اُس نے
کہدیا کہ کھا کر مر۔ یوں چاہتے ہیں لوگ کہ میں بھی ایسا ہی کیا کروں پھر اُن مولوی صاحب نے
کئی دن بعد اپنا مفصل حال تحریری لکھدیا۔ جسمیں یہ بھی ظاہر کیا کہ ذکر کے وقت حسب تعلیم حضور
محض تصور ذات حق رکھنے سے مجھکو بہت نفع ہوا چونکہ مدت سے مختلف تصورات کا حسب تعلیم ایک
شاہ صاحب کے عادی تھا اس لیے سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ واقعی مختلف تصورات سے یکسوئی
نہوتی تھی۔ اب محض تصور ذاتِ حق سے مجکو بہت نفع محسوس ہوتا ہے انہیں مولوی صاحب
نے رخصت ہونے سے قبل ایک اور رقعہ لکھکر جمعہ کے دن پیش کیا اُسمیں یہ بھی درخواست تھی
کہ مجھے امید ہے کہ مجھے بیعت کرلیا جاویگا غالباً بیعت کی جگہ کوئی اور لفظ بطور استعارہ کے
لکھا تھا حضرت نے فرمایا کہ یہ آجکل مجہول کے صیغے استعمال کرنے کا بھی عجیب بیہودہ رواج ہوگیا
ہے رسوم کا بہت ہی غلبہ ہوگیا ہے۔ سیدھی سادی عبارت میں لکھیے کہ مجکو مرید کرلو چنانچہ اُسی
وقت درست کراکر وہ رقعہ رکھ لیا پھر قبل مغرب مکان پر بلواکر اُنکو بیعت کرلیا اور فرمایا کہ مولوی صاحب
میرے قلب میں واقعی آپکی محبت ہے بلکہ عقیدت ہے۔ میرا کہا سُنا معاف کیجیے گا۔ میں جو کچھ
سختی کرتا ہوں اپنے نفس کے لیے نہیں کرتا۔ بات یہ ہے کہ جس سے تعلق ہوتا ہے اسکے لیے
یہ جی چاہتا ہے کہ اُسمیں کسی طرح کی کمی یا نقص نہ رہ جاوے اسی لیے بات بات پر ٹوکتا ہوں اور
اس کی اصلاح کرتا ہوں احقر سے فرمایا کہ مکان پر اسلیے بیعت کیا ہے کہ آج جمعہ کا دن ہے پرچہ وغیرہ
نہیں لیا جاتا۔ خلاف معمول وہاں سب کے سامنے آج بیعت کرنا مناسب نہیں معلوم ہوا۔

(۵۰۴) فرمایا کہ بیعت ضروری نہیں تعلیم بڑی چیز ہے اور ملقن کے ساتھ اعتقاد۔ کیونکہ اگر

اعتقاد ہو تو چاہے وہ خود کسی قابل نہو لیکن اُس کا (یعنی تعلیم حاصل کرنے والے کا) کام بنجاتا ہے بشرطیکہ صحیح سلسلہ ہو۔ اگر صحیح سلسلہ نہو تو نرے اعتقاد سے کچھ نہیں ہوتا۔ صحیح سلسلہ ہونے کی صورت میں چونکہ سلسلہ دور تک متعدی ہوتا ہے۔ اسکے واسطے سے بزرگوں کا فیض پہونچ جاتا ہے ایکبار فرمایا کہ صحیح سلسلہ کا اثر ایسا ہی ہوتا ہے جیسے نسب کے صحیح سلسلہ ہونے کا۔

۵ رجب المرجب ۱۳۴۷ھ

(۵۰۵) مثنوی شریف میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کا ذکر آیا کہ حضور کے ایک موزہ کو عقاب اُٹھا لیگیا کیونکہ اسمیں سانپ بیٹھا تھا تاکہ حضورؐ اسکے کاٹنے سے محفوظ رہیں ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہاں تو جانور خدمت کرے اور موذی جانور سے بچاوے اور بعض آدمی ہو کر ایسے بھلے مانس ہیں جو قصداً دوسرے آدمی کو کٹواتے ہیں ایک حکمراں امیر کی حکایت بیان فرمائی کہ اُن کا نوکر جوتہ پہنانے آیا اُن امیر صاحب نے دیکھا کہ اس کے اندر ایک بچھو بیٹھا ہوا ہے اُنھوں نے نوکر کو وہ جوتہ دیا کہ یہ تنگ ہے ذرا اسکو پہن کر ڈھیلا کر دو۔ نوکر نے جوں ہی اُسمیں قدم رکھا کہ بچھو نے کاٹا امیر صاحب نے کہا کہ تم بڑے نالایق ہو اگر ہم پہن لیتے تو اسی طرح ہمیں کاٹتا یہ گویا آپنے تعلیم دی تھی۔ اللہ بچاوے یہ امرا کی تعلیم ہے۔ اُنکی دل لگی ہو گئی۔ امیروں کی ہنسی دوسروں کے گلے پھنسی۔

(۵۰۶) فرمایا کہ عموماً یہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی غرض نکالنی ہوتی ہے تو کوئی دین کی غرض بھی شامل کر لیتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ ایک تعویذ دیدیجئے کہ فلاں بیوہ نکاح پر راضی ہو جاوے کیونکہ بیوہ سے نکاح ثواب ہے سنت ہے۔ پھر فرمایا جی ہاں سنت ہی سمجھکر تو نکاح کرتے ہیں آپ۔ اور ہنسکر فرمایا چاہے سنت ہی کیلئے کرتے ہیں۔

(۵۰۷) حرص اور طمع کی مذمت میں اکثر یہ واقعہ منشی محمد جان صاحب کانپوری کی روایت سے اُن کے ایک دوست کا چشم دید فرمایا کرتے ہیں کہ ایک صاحب کھانا کھا رہے تھے ایک کتا آ کھڑا ہوا۔ اُنھوں نے اُٹھکر بہت ادب کے ساتھ جھک کر کہا السلام وعلیکم اور پھر بیٹھکر کھانے لگے ساتھی نے پوچھا کہ یہ کیا واہیات حرکت تھی۔ آپنے کہا کہ جن اکثر کتوں کی شکل میں رہتے ہیں۔ شاید یہ کتا نہ ہو جن ہو اور جنوں میں بھی بادشاہ ہو اور شاید خوش ہو کر مجھے روپیہ دے جاوے روپیہ کے لالچ میں اتنے احتمالات نکالکر آپنے کتے کو سلام کیا۔ ایک اور حکایت اس سے بڑھکر حرص کے متعلق

فرمائی کہ ایک شخص نے جسکو لڑکے چھیڑتے تھے اپنی جان بچانے کو لڑکوں سے جھوٹ موٹ کہا کہ دیکھو وہاں مٹھائی تقسیم ہو رہی ہے لڑکے سب دوڑ کر اسطرف چلے تو آپ بھی اُنکے پیچھے پیچھے بھاگے کہ ممکن ہے سچ مچ بٹ رہی ہو حالانکہ اس جھوٹی خبر کے دینے والے خود آپ ہی تھے لیکن لڑکوں کو بھاگتے ہوئے دیکھکر خود بھی احتمال ہوا کہ شاید در اصل مٹھائی تقسیم ہو رہی ہے۔

(۵۰۸) فرمایا کہ غیر ذی روح چیزوں میں شعور بھی ہے اور کم و بیش حق تعالیٰ کی معرفت بھی اپنی تسبیح کا علم بھی لیکن اختیار نہیں۔ ترک تسبیح پر قدرت نہیں۔

(۵۰۹) فرمایا کہ ماموں صاحب ایک کام کی بات فرماتے تھے وہ جی کو بھی لگی۔ کہتے تھے کہ جانوروں کو اکثر کشف زیادہ ہوتا ہے اس کی تائید میں وہ کہتے تھے کہ حدیثوں میں بھی آیا ہے کہ عذاب قبر کو سب سنتے ہیں سوائے ثقلین کے تو جانوروں کیلئے عذاب قبر کا مکشوف ہونا معلوم ہوا اس سے کشف کی قدر دیکھ لو کشف کیا چیز ہے۔ اسمیں تو جانور بھی انسان سے بڑھے ہوئے ہیں۔

(۵۱۰) ایک دیہاتی نے کسی بات کے سچ ہونے پر قسم کھائی کہ اگر جھوٹ ہو تو ایمان نصیب نہ ہو توبہ کرائی اور فرمایا کہ ایسی قسم بڑا گناہ ہے۔ ایمان ایسی معمولی چیز ہوگئی کہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر یہ قسم کھالیں کہ اگر جھوٹ ہو تو ایمان نصیب نہو معلوم ہوتا ہے عظمت نہیں ایمان کی ایمان نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ اسکی وہاں قدر ہوگی جب فرعون اور ہامان کو کوئی اُمید نہو گی نکلنے کی۔

(۵۱۱) شاہ ولایت صاحب کا یہاں عُرس ہوا کرتا ہے اس کا تذکرہ تھا۔ فرمایا کہ یہاں کے اہل بدعت میں بھی زیادہ غلو نہیں۔ الحمد للہ یہاں اہل باطل کو جھینپنا پڑتا ہے بعض جگہ تو اہل بدعت کا ایسا غلبہ ہے کہ اہل حق کو جھینپنا پڑتا ہے یہاں بفضلہ اہل بدعت مغلوب ہیں اور اہل حق غالب۔

پھر فرمایا کہ جو بزرگ شادیوں میں بھی باجہ نہیں بجنے دیتے تھے مرنیکے بعد اُنکی قبروں پر باجے بج رہے ہیں۔ پھر فرمایا کہ لوگ ان رسوم میں مصلحتیں بیان کرتے ہیں لیکن حزابیاں بہت ہیں۔ پیروں کے یہاں مٹھائیاں خوب تقسیم ہوتی ہیں۔ مُردوں کا تو کبھی توشہ ہے کبھی سہ منی ہے کبھی گیارہویں کبھی کچھ کبھی کچھ اور کبھی کوئی زندوں سے بیعت ہو رہا ہے اُسکی مٹھائی تقسیم ہو رہی ہے کسی کا کوئی کام ہو گیا ہے وہ لا رہا ہے مٹھائی سب واہیات ہیں میں نے مشائخ کی مجالس میں یہ تذکرے سُنے ہیں کہ فلاں جگہ کے چاول اچھے ہوتے ہیں فلاں جگہ مٹھائی عمدہ ملتی ہے بھائی تم لکھنا۔

مولوی عبدالحق صاحب سے کسی نے پوچھا کہ مولود کیسا ہے نہے بڑے آزاد۔ کہا ایک تو بڑا فائدہ ہے۔ کہ پڑھنے والے کو دوہرا حصہ ملتا ہے۔

(۵۱۲) ایک صاحب نے اپنی آمد اور قیام کی تاریخیں انگریزی لکھیں اور پوچھا کہ ان تاریخوں میں آپ کا قیام وطن میں ہوگا۔ تحریر فرمایا کہ میں کہاں منطبق کرتا پھروں۔ اسلامی تاریخیں دیکھکر اور خود منطبق کر کے لکھیے۔ زبانی فرمایا کہ اگر کسی سے کوئی کام ہے تو جہاں تک ہو سکے اُس کے ساتھ آسانی کرنا چاہیے۔ خود اُن کو جنتری دیکھکر اور منطبق کر کے اسلامی تاریخیں لکھنا چاہیے تھیں یہ انہیں کا کام تھا۔ انہیں صاحب کی بابتہ احقر کے ایک عنایت فرمانے لکھا تھا کہ وہ حضرت کے دربار کے آداب سے ناواقف ہیں آپ اُن کو مدد دیجئیگا۔ حضرت نے دربار اور آداب کے الفاظ پر کراہت کے ساتھ فرمایا کہ لاحول ولاقوۃ کہاں کا دربار اور کیسے آداب۔ پھر فرمایا کہ یہاں کا آداب یہی ہے کہ کوئی ادب نہو یعنی بالکل بے تکلفی اور صفائی ہو تکلف اور زیادہ ادب آداب ہی سے تو یہاں کام نہیں چلتا بس سیدھی سیدھی بات جو طریقہ مسنون ہے۔ صفائی ہو بات میں ابہام کو میں پسند نہیں کرتا۔ اسی لیے جس خط میں کوئی ابہام ہوتا ہے میں جرح قدح کرتا ہوں کیونکہ جب تک میں خود نہ سمجھ لوں جواب کیسے دوں۔ اگر کوئی بیعت کی غرض سے آنا چاہتا ہے تو لکھ دیتا ہوں کہ اس غرض سے نہ آویں محض ملاقات اور باتیں سننے کیلئے آویں ابہام کو میں پسند نہیں کرتا تاکہ یہ نہو کہ دہمیں تو لائے کچھ اور۔ اور یہاں پائے کچھ اور۔

(۵۱۳) فرمایا کہ میں دعوت اور ہدیہ میں حلال اور حرام کو تو زیادہ نہیں دیکھتا کیونکہ میں متقی نہیں بس جو فتویٰ فقہی کی رو سے جائز ہو اُسے جائز سمجھتا ہوں۔ تقویٰ کا اہتمام نہیں۔ لیکن اس کا بہت خیال رکھتا ہوں کہ دین کی عزت میں کمی نہو۔ دھوکہ نہ ہو اور تیسری بات یہ ہے کہ بوجھ نہو یعنی گنجائش سے زیادہ نہو۔ نہ حالاً نہ قالاً یعنی دیتے وقت غلبۂ محبت کی وجہ سے گرانی محسوس نہو پھر ثانی یاد آئے کہ اوہ دس دیدیئے۔ معتقدین کی بابت تو بڑی احتیاط کرنی پڑتی ہے کہ کہیں اس کو دھوکہ نہو یہ نہ معلوم کیا سمجھکر مجھے دیتا ہو۔ اور دراصل میں ویسا نہوں مخالف تو پھر بھی بخشتے تو لاؤ۔ اس واسطے کہ تم تو ہمارے مسلک کو جانتے ہو اور پھر بھی دیتے ہو تو لاؤ۔ وہاں کوئی دھوکہ نہیں مخالف تو سرکاری پروانہ سے دیتا ہے جھک مار کر دیتا ہے

پھر فرمایا کہ عداوت میں تو کوئی دیتا نہیں لیکن اختلاف مسلک میں دیدیتے ہیں محبت تو ضرور اُنکے دل میں اُٹھتی ہے جبھی تو دیتے ہیں۔ بڑی بڑی رقمیں ایسے لوگوں نے مجھے دی ہیں اور میں نے لیلیں۔ بلکہ میں تو جرمانہ سمجھتا ہوں مجھے خود جرمانہ کرنا چاہیے تھا نہ کہ وہ خود ہی جرمانہ ادا کرتے ہیں پھر اُن سے کیوں نہ لوں۔

(۵۱۴) فرمایا کہ امرا عموماً اہل علم کو بیقدر سمجھتے ہیں بجز اُن کے جنھوں نے صحبت اہل علم کی اٹھائی ہے اہل علم خود جا جا کر گھستے ہیں۔ مجھے تو بڑی غیرت آتی ہے صاحب۔ اہل علم کیوں ذلیل ہوں ؏ بئس المطاعم حین الذل تکسبھا + فالقدر منتصب والقدر مخفوض

اپنی پیاز روٹی اچھی اس بریانی سے جسمیں ذلت ہو اور امرا جو اہل علم کو بے قدر سمجھتے ہیں تو یہ وجہ ہے کہ اُن امرا کو ایسے ہی اہل علم ملے جو قابل ذلت تھے اس لیئے میں امرا کو بھی معذور سمجھتا ہوں ایک صلحب ذی استعداد اہل علم کا واقعہ بیان کیا کہ دنیا دار فاسق فاجر شرابی کے یہاں کسی کی سفارش کیلئے پہونچے وہ ہواخوری کیلئے ٹمٹم پر جارہا تھا۔ کہا اسوقت فرصت نہیں پھر آیئے گا۔ مولوی صاحب پھر پہونچے۔ پھر فرمایا کہ امرا کی کیا خطا۔ ہملوگوں نے خود اپنی حالت ایسی کردی حضرت میری تو رائے اسمیں بہت دور تک ہے۔ میں تو چندوں کی بابت بھی علاوہ کا زبان سے کہنا بالکل پسند نہیں کرتا۔ لوگ بڑی تہمت لگاتے ہیں بالکل یہ سمجھتے ہیں کہ کھانے کمانے کو مولویوں نے مدرسے کھول رکھے ہیں اُن کے دروازہ پر چندہ کے لیئے کبھی نجائے پھر فرمایا کہ اپنی ذات سے جو خدمت دین کی ہوسکے وہ کرے اگر چندہ نہ آئے نہ سہی۔ اگر ہم لوگوں کے قلوب درست ہوجاویں تو سلف صالحین کے طرز پر دین کی خدمت کریں اُنکو ہرگز حاجت بڑے بڑے مکانوں کی نہ تھی ہر عالم اپنے گھر پر درس دیتا تھا۔ لیکن اس حالت میں بھی یہ رائے نہیں دونگا کہ مدرسے موقوف کردیئے جائیں۔ مدرسوں کا وجود خیر عظیم ہے یہ موقوف نہ ہونے چاہئیں۔ کیونکہ یہ زمانہ ہی ایسا ہے۔ مگر اعتدال سے تو نہ گذرے۔ مولانا گنگوہی کے یہاں حدیث کے دورہ میں اسقدر طالبعلم ہوتے تھے اُنکا کھانا بھی کبھی۔ مگر کچھ فکر ہی نہیں نہ تحریک نہ کبھی کسی سے فرمایا۔ ایک کمرہ بھی نہیں بنوایا جب وہاں کی جامع مسجد تیار ہوئی ہے مولانا کو اُس کا بڑا اہتمام تھا مگر باوجود اس کے بھی کسی کو نہیں کہا۔ نواب محمود علی خان نے عریضہ بھیجا کہ تخمینہ کرکے بھجوادیجئے۔ مولانا نے صاف

جواب دیدیا کہ مجھے فرصت تخمینہ کرانے کی نہیں۔ نہ میرے پاس آدمی۔ اگر آپ کا دل چاہے خود اپنے آدمی سے تخمینہ کرا لیجئے۔ دیکھئے لوگ ایسے موقعوں کو غنیمت سمجھا کرتے ہیں۔ لیکن وہ کیوں غنیمت سمجھے جسکے پاس اس سے زیادہ غنیمت یعنی حضرت حق موجود ہوں مولانا نے صاف ٹکا سا جواب دیدیا کہ اگر چاہتے ہو تو اپنا ہی آدمی بھیجکر تخمینہ کرا منگاؤ یہ شان علماء کی ہونا چاہئیے حضرت نہ وہاں چندہ تھا نہ کچھ تھا پھر بھی ہر وقت خندہ ہی خندہ تھا مولانا کے یہاں لوگوں نے مسجد بنوانا چاہی صاف فرمادیا کہ میرے بھروسے نہ بنوانا میں کسی سے نہ کہونگا۔ ایک مسجد کی تجدید تعمیر کیلئے چندہ کی ضرورت تھی۔ مولانا کے پاس تصدیق کرانے کیلئے فہرست لائے فرمایا کیا ضرورت ہے۔ کچی بنالو جی لوگوں نے کہا کہ گر پڑیگی۔ فرمایا کہ پکی بھی تو گر پڑی۔ جب تو پھر بنانیکی ضرورت پڑی۔ بلکہ کچی گر پڑے تو اسکا پھر بنالینا سہل ہے۔ اب یہ مذاق منجانب اللہ پیدا ہو جاتا ہی ہم اگر ایسا کریں تو اعتراض ہوتے ہیں۔ مگر مولانا پر تو اعتراض نہیں پڑ سکتے اگر قلب میں یہ کیفیت پیدا ہو جائے تو بادشاہ کی بھی حقیقت نہیں۔

(۵۱۵) فرمایا میں نے آجکل ایک دوست کو کچھ نصیحتیں ذرا تیزی سے لکھی ہیں دیوبند کے پڑھے ہوئے ہیں مناسبت بھی ہی پوری طور پر اسلئے لکھدیں ورنہ نصیحت کرنیکی بھی ہمت نہیں ہر ایک کو انھوں نے بیچاروں نے مان لیا۔ اور برا نہیں مانا اسکے بعد انھوں نے لکھا کہ میں پندرہ روپیہ بھیجنا چاہتا ہوں میں نے صاف لکھدیا کہ یہ تو پندرہ روپیہ گویا تکدر رفع کرنے کیلئے تم بھیجتے ہو ہرگز نہ بھیجنا۔ انھوں نے ایک متعصب کافر کو اپنے یہاں ملازم رکھا اور اس کا خواب لکھکر مجھسے تعبیر چاہی کہ میرے ایک دوست جو ملاں مذہب کے ہیں یہ خواب دیکھا ہی متعصب کافر کو اپنا دوست لکھا میں نے انہیں ڈانٹ کر خط لکھا چنانچہ انھوں نے اسکو فوراً نکال دیا۔ پھر پندرہ روپیہ کے انکار پر فرمایا کہ یہ خدا نے مدد کی کہ دل میں انکار پیدا کر دیا اور کیا خبر اس پندرہ کے عوض اللہ میاں نے اور کتنے دلا دیئے ہوں اور یہ کہنا کہ اگر وہ پندرہ روپیہ بھی لے لئے جاتے وہ ادر جگہ سے آنیوالے پھر بھی تو آتے غلط ہے ممکن ہی کہ آنے اور اگر آتے بھی تو کیا تھا مصالح دینیہ کی حفاظت کے سامنے روپیہ کیا چیز ہے مجھے تو صاحب بڑا وہم ہے ایسے امور میں۔

(۵۱۶) بعد مغرب ایک نے اکر شاغل ہے بعد دریافت حال فرمایا کہ تم کم قوت ہو ضرب در جہر چھوڑ دو وظیفہ کے طور پر پڑھو۔ بہت جلدی جلدی تو پڑھنا نہیں لیکن جہر اور ضرب موقوف کر دو دو چیزوں کا

ہمیشہ خیال رکھو معدہ کا اور دماغ کا اُنکی بہت ہی حفاظت کرنا تندرستی کا دارمدار انہیں پر ہے بے تندرستی کے آدمی کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ اور اگر تندرستی ہو تو سب کچھ کر سکتا ہے پھر فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے آپنے زور زور سے ذکر شروع کر دیا ہے۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہاں فرمایا کہ کشتی لڑنا تھوڑا ہی ہے خیر دو تین دن وظیفہ کے طور پر پڑھکر حال کہنا پھر اپنے سامنے ذکر کرا کر دیکھو نگا۔ اور اصلاح کر دونگا۔

(۵۱۷) لڑکوں کو حضرت آپسمیں نہیں ملنے دیتے فرمایا کہ بظاہر یہ سختی معلوم ہوتی ہے کہ ہنسنے کھیلنے بھی نہیں دیتا حالانکہ ان کا کسی سے ملنا بس زہر ہے جیسے سانپ کیسا خوبصورت چکنا چکنا اور نرم ہوتا ہے بچہ کو اگر روکا جائے تو وہ سمجھتا ہے کہ مجھے کیسی اچھی چیز کے ہاتھ میں لینے سے روکتے ہیں حالانکہ ؎ زہر اندر مار منقش قاتل ست۔

۳۴
۷ ار رجب المرجب ۱۳۵۰ھ

(۵۱۸) فرمایا کہ بعض عارفین کا قول ہے کہ الہام میں غلطی نہیں ہوتی جیسے حواس اگر ماؤف نہوں تو اُن میں غلطی نہیں ہوتی مگر جمہور کا مذہب یہی ہے خود اہل کشف میں سے بھی کہ کشف و الہام ظنی ہے۔ قطعی نہیں۔

(۵۱۹) مثنوی شریف میں یہ مضمون آیا کہ بعض اوقات جان کی بلا مال پر ٹل جاتی ہے بعض چھوٹی بلا بڑی بلاؤں کا عوض ہو جاتی ہے ؎ این بلا دفع بلاہائے بزرگ۔ احقر نے عرض کیا کہ آیا یہ بات قرآن حدیث سے بھی ثابت ہے۔ فرمایا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ جو بات صحیح ہو وہ حدیث ہی میں ہو لیکن ہے بات صحیح اب یہ حدیث میں کہاں ہے کہ چار زید پھر فرمایا کہ کبھی غور نہیں کیا اُمید تو ہے کہ اگر تلاش کیا جاوے تو قرآن حدیث ہی میں کہیں سے یہ مضمون نکل آئے۔

(۵۲۰) فرمایا کہ اوروں میں تو اپنی غرض ہی غالب ہوتی ہے اور اولیاء اللہ میں غرض تو ہے لیکن مغلوب۔ حتیٰ کہ تربیت میں ثواب کی بھی نیت ہوتی ہے لیکن اس کا جو اصل محرک ہوا ہے وہ یہی ہے کہ دوسرے کو نفع ہو۔

(۵۲۱) فرمایا کہ بعضے اطبا پہلے سے مریض یا اس کے اعزہ سے کہدیتے ہیں کہ چار دن بعد مر جائے گا یہ نہیں چاہیئے۔ خوامخواہ پہلے سے پریشان کرنا اس سے علاج وغیرہ کی حسرت نہیں نکالنے پاتے۔

(۵۲۲) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو تھپڑ مارنے کا ذکر آیا فرمایا کہ سہل توجیہ یہ ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام بشر کی شکل میں آئے تھے اسلئے پہچانا نہیں انہوں نے روح قبض کرنیکی اجازت چاہی آپ نے سمجھا کہ یہ کوئی قاتل ہے اسلئے دھپ رسید کیا کہ اسے سینت دوں۔ آنکھ بھی تو پھوٹ گئی تھی۔ اس سے بھی تو معلوم ہوتا ہے کہ بشر ہی کی شکل میں آئے تھے۔ ورنہ صورت ملکیہ میں بشر کا ایسا تصرف موثر نہیں ہوتا۔

(۵۲۳) فرمایا کہ ریاضت و مجاہدہ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک مجاہدۂ اختیاریہ دوسرا مجاہدہ اضطراریہ۔ جب کسی پر حق تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے تو اس کو مجاہدۂ اضطراریہ میں مبتلا کر کے صبر دیتے ہیں جس سے رفع درجات ہوتا ہے۔ پس ایک مجاہدہ تو یہ ہے کہ خود تقلیل لذات کو اختیار کیا اور ایک یہ کہ خود تو تقلیل لذات نہیں کیا۔ لیکن حق تعالیٰ نے اسکو کسی مصیبت میں مبتلا کر دیا مثلاً بچہ مر گیا پھر اس نے صبر کیا اس سے رفع درجات ہوا۔ اس آیت میں ہی کا ذکر ہے ولنبلونکم الی قوم۔ اولئک علیہم صلوات من ربہم مجاہدہ اضطراریہ میں بھی اجر ملتا ہے۔ اس سے زیادہ کیا ہے کہ فرماتے ہیں اولئک علیہم صلوات من ربہم ورحمۃ

(۵۲۴) فرمایا کہ غدر کے زمانہ کا ایک عجیب و غریب قصہ ایک صاحب بیان کرتے تھے۔ لٹیروں نے آکر گولیاں چلانی شروع کیں ایک شخص کی کنپٹی میں آکر گولی لگی۔ گولی دور سے آئی تھی قوت اس کی ختم ہو چکی تھی اس لئے کنپٹی کے پار نہ نکل سکی۔ بیچ دماغ میں جا کر گولی بیٹھ گئی اب نکالو کیسے بڑے پریشان ہوئے کسی کی سمجھ میں تدبیر نہ آئی لوگ سوچ ہی رہے تھے۔ خدا کی قدرت ایک گولی اسی جگہ اور آ کر لگی اور وہ اپنے ساتھ پہلی گولی کو بھی لیکر دوسری طرف نکل گئی۔ اور پہلی گولی اس جگہ جا بیٹھی تھی جہاں خزانہ نور ہے جس سے آنکھوں میں آمد نور کی بھی بند ہو گئی تھی نکلتے ہی آنکھیں کھل گئیں اب صرف زخم ہی زخم رہ گیا جو کچھ دن میں اچھا ہو گیا بھلا یہ علاج کون تجویز کر سکتا تھا کہ ایک گولی اس کے اور مارو۔

درد م نہفتہ بہ ز طبیبان مدعی ۔۔۔ باشد کہ از خزانۂ غیبش دوا کنند

کون سمجھ سکتا ہے حکمت کو۔ جو اس بات کو سمجھ گیا ہے اس نے سب کاموں کو خدا پر چھوڑ دیا ہے۔ اسی حال کا مبالغہ ہے کہ بعضے بزرگوں نے دعا بھی چھوڑ دی لیکن سنت یہ ہے کہ حال تو وہی ہو اور پھر بھی دعا کرے۔ ہے بڑا مشکل دونوں کو جمع کرنا۔ لیکن کمال یہی ہے۔

(۵۲۵) فرمایا کہ ایک صاحب نے مجکو عربی میں ایک خط لکھا اُسی نام کے ایک اور صاحب تھے اُن کی بھی عادت تھی کہ عربی میں کبھی کبھی خط لکھ بھیجا کرتے تھے میں نے اُنہیں کو سمجھکر جواب لکھا اور چونکہ اُن سے بے تکلفی تھی اسلیے بہت سی باتیں بے تکلفی کی اُن کو لکھیں۔ بعضی باتیں بہت بے تکلفی کی لکھدیں۔ بعد کو مجھے معلوم ہوا کہ وہ دوسرے صاحب ہیں مجکو نہایت شرمندگی اور ابتک بوجہ حجاب کے اُن کو معذرت نہ لکھ سکا کئی برس ہوگئے۔ اس انتظار میں ہوں کہ کسی بے تکلف شخص کے ہاتھ کہلا کر بھیجوں۔ لیکن ابھی تک کوئی ایسا شخص ملا ہی نہیں۔ مناسب ہے کاتب خط کو کہ اپنا پورا پتہ اور نشان لکھے۔ تاکہ ایسے اشتباہات واقع نہوں۔

۲۰ و ۲۱ رجب المرجب ۱۳۴۴ ہجری

(۵۲۶) فرمایا کہ انسان کی رحمت میں ارادۂ خیر کا مبدا رقت ہے۔ حق تعالیٰ کی رحمت میں ارادہ خیر تو ہے رقت نہیں۔

(۵۲۷) فرمایا حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی کنہ وحقیقت کے ادراک کی جو نفی کیا کرتے ہیں وہ درجہ تفصیل میں ہے ورنہ اولیاء اللہ کو ذات وصفات کی کنہ کا انکشاف ذوقی طور پر درجۂ اجمال میں حاصل ہوتا ہے جو عوام کو نہیں ہوتا۔ اور جنت میں گو رویت ہوگی لیکن کنہ ذات کا احاطہ وہاں بھی نہوگا۔ اور اولیا کو جو یہاں رویت ہوتی ہے وہ بالقلب ہوتی ہے۔

(۵۲۸) فرمایا کہ قدر کا مسئلہ اجمالاً ہی سمجھ میں آسکتا ہے اس کا مرجع بعض صفات کی کنہ کا ادراک ہے جو خود عقل متوسط سے خارج ہے جنت میں بھی اس کا پورا انکشاف نہو سکے گا۔

(۵۲۹) فرمایا کہ بید رکھنے کو عوام ناجائز سمجھتے ہیں کہتے ہیں کہ یزید رکھتا تھا۔ یہ بالکل واہیات ہے۔ بید رکھنا جائز ہے۔

(۵۳۰) اکثر لوگ خطوط میں کوئی حاشیہ حضرت کے جواب کیلئے نہیں چھوڑتے۔ فرمایا کرتے ہیں کہ یہ بڑا ظلم ہے سخت تکلیف اور دقت ہوتی ہے۔ کم از کم ایک ثلث ہر صفحہ پر حاشیہ چھوڑ کر لکھنا چاہئے تاکہ سوال ہی کے متصل جواب لکھا جاسکے علٰحدہ جواب لکھنے میں مطلب اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ احقر نے عرض کیا کہ میں بلا نام نوٹ کے طور پر اس ہدایت کو لکھدیا کردوں۔ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ عملاً بھی سب کو معلوم ہوجاوے کہ اسکے یہاں کسی کا دخل نہیں ورنہ پھر لوگوں کو شبہات پیدا

ہوجائیں گے وثوق اور اطمینان نہ رہے گا سمجھیں گے کہ کبھی کسی کا دخل معلوم ہوتا ہے کبھی کسی کا۔ اسمیں بہت مصلحتیں ہیں۔ اور ایسا نوٹ لکھنے میں یہ مصلحت فوت ہوجاوے گی۔ پھر فرمایا کہ لوگ مجھے تو پہلے ہی سے برا بھلا کہتے ہیں۔ آپ کچھ لکھیں گے تو کہیں گے کہ یہ ایک اور نئے قانون بھگا رنے والے وہاں پیدا ہوگئے۔ میں اپنی ایسی راحت نہیں چاہتا جسمیں مفاسد ہوں۔ یہی بہتر ہے کہ کسی کا دخل نہو۔ انہیں رعائتوں کی وجہ سے میری تکلیفیں اور بھی بڑھ گئی ہیں۔ ورنہ بہت سی تکلیفوں سے بچ سکتا تھا احقر نے عرض کیا کہ خود حضور ہی اتنی عبارت بڑھا دیا کریں۔ فرمایا کہ مجھے اتنی فرصت کہاں۔ مجھے یہ التزام نہیں ہوسکتا کہ ہر خط میں یاد کرکے یہ بھی لکھا کروں پھر فرمایا کہ خطوط کے متعلق ایک چھپا ہوا پرچہ رکھدیا کرتا تھا جسمیں یہ ہدایت بھی درج تھی کہ حاشیہ چھوڑ کر لکھا جاوے۔ لیکن کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ لوگ ایسے کوڑھ مغز ہیں ایک صاحب نے چھپی ہوئی اطلاع کو واپس کرکے لکھا کہ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ تعویذ ہے یا کیا ہی احقر نے سخت تعجب کا اظہار کیا کہ معلوم ہوتا ہے پڑھا بھی نہیں۔ فرمایا کہ اسلئے نہ پڑھا ہوگا کہ تعویذ کا اثر نہ جاتا رہے۔ احقر کے استفسار پر فرمایا کہ تعویذ کے نہ پڑھنے کا اثر میں کچھ دخل بھی ہے۔ کیونکہ ابہام میں عقیدہ زیادہ ہوتا ہے ورنہ پڑھ لیا جاوے تو معمولی سی چیز معلوم ہوتی ہے کہ آہا یہ تو وہی ہے جو ہم جانتے تھے اور عقیدہ کو اثر میں دخل ہے ہی۔ اور تعویذوں میں تو بہت ہی دخل ہے۔

(۵۳۱) ایک صاحب نے سادہ لفافہ معہ پتہ کے جواب کے لئے بھیجا لیکن ٹکٹ اسپر چسپاں نہ کئے بلکہ علیحدہ رکھدیئے فرمایا کہ دیکھئے یہ توفیق نہیں ہوئی کہ ٹکٹ بھی لگادیں۔ بعض مرتبہ ٹکٹ ہوا میں اُڑجاتے ہیں ادہر اُدہر ہوجاتے ہیں بعض مرتبہ اس شبہ پر کہ شاید ٹکٹ بھی بھیجا ہو مجھے اپنے گھر سے لگانے پڑے ہیں۔ یہ ایذا رسانی کی باتیں ہیں ان سے کوئی مصلحت پوچھے کہ ٹکٹ لفافہ پر چسپاں کیوں نہ کردیئے مجکو ضرر پہونچا یعنی ایذا ہوئی اور اُن کی اسمیں کوئی مصلحت نہیں۔

(۵۳۲) ایک صاحب نے لکھا کہ لڑکے کی یا کسی اور عزیز کی گھر میں شادی ہے۔ میں تو کوئی کام خلاف شرع نہ کرونگا۔ شاید گھر والے کریں۔ کیا کروں کہیں چلا جاؤں۔ فرمایا کہ یہ گھر والے ہیں بے غیرت آدمی۔ ایسے ایسے باہمت لوگ ہیں۔ جواب تحریر فرمایا کہ سخت تعجب ہے آپ کو اپنے گھر میں بھی قابو نہیں۔ انا للہ۔

(۵۳۳) فرمایا کہ عشق مجازی عذاب ہے عذاب اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے پھر فرمایا کہ یہ اکثر کم ہمتی سے بڑھ جاتا ہی

چونکہ اُسکے خیال میں اور برتاؤ میں لذت آتی ہے اس لئے اسکو دفع نہیں کرتا پھر بڑھ جاتا ہے عرض کیا گیا کہ ملتے جلتے رہنے سے تو معمولی بات ہوجاتی ہے عشق مجازی میں اس سے بجائے کمی کے ترقی کیوں ہوجاتی ہے۔ فرمایا کہ ملنے میں تسلی سی رہتی ہے۔ معمولی نہیں ہوجاتا۔ مفارقت کے بعد معلوم ہوتا ہی کہ بڑھ گیا۔ کم نہیں ہوا۔ عرض کیا گیا کہ ایسا شخص اگر حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہوگیا تو اوروں سے بھی بڑھ جاتا ہوگا۔ فرمایا کہ بہت سے طرق ہیں یہ بھی ایک طریق ہے۔ اس محبت کو اگر حق کی طرف منصرف کردے تو اس خاص کیفیت میں اوروں سے بڑھا ہوا ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ نفس حُب میں بھی اوروں سے بڑھا ہوا ہو۔ یہ محض ایک لون ہے محبت کا۔ ممکن ہے کہ دوسرا لون اس سے اتم ہو یہ اکثر ضعیف القلب لوگوں کو ہوجاتا ہے۔

(۵۳۴) ایک صاحب مسجد میں حضرت کی طرف منہ کرکے مراقب ہوکر سہ دری کے سامنے بیٹھ گئے حضرت نے سختی کے لہجہ میں تنبیہ فرمائی کہ مولانا وظیفہ وغیرہ چھوڑ کر مراقب ہو کر آپ میری طرف منہ کرکے کیوں بیٹھے ہیں اگر آپ کے سامنے کوئی اس طرح بیٹھ جائے تو آپ کو وحشت ہو۔ اپنے کام میں لگئے میرے کام میں کیوں خلل ڈالتے ہیں پھر فرمایا کہ عجیب رسمیں ہوگئی ہیں۔ بس لوگ ایسی حرکتیں تقرب حاصل کرنیکے لئے کرتے ہیں کہ پیر خوش ہوکر زیادہ متوجہ ہوں گے اور اپنے خاص لوگوں میں سمجھنے لگیں گے چنانچہ رسمی پیروں کے یہاں ایسی باتوں کی بڑی قدر ہوتی ہے۔

(۵۳۵) ایک بنگالی مولوی صاحب جو ایک غالی بدعتی پیر سے بیعت تھے۔ جن کا انتقال ہوچکا۔ وہ اب حضرت کی خدمت میں قیام کی غرض سے حاضر ہوئے سب باتیں دریافت کرکے فرمایا کہ مولانا اگر یہ سب امور بیشتر خط سے طے ہوجاتے تو بہتر تھا۔ اسلئے کہ ایک جزو آپ یہاں بہت دحشت ناک سنیں گے وہ یہ کہ آپکے سابق پیر کے مسلک میں اور ہمارے مسلک میں زمین آسمان کا فرق ہی۔ وہ ہمیں کافر کہتے تھے اور ہم ان ہیں کافر تو نہیں کہتے لیکن انتہا درجہ کا گمراہ ضرور سمجھتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ جو ہمیں باوجود مسلمان ہونیکے کافر سمجھے ہم بھی اُسے کافر سمجھتے لیکن حاشا وکلا ہم حدود شرعیہ سے تجاوز ہرگز نہیں کریں گے۔ لاحول ولاقوۃ ۔ لیکن ہم یوں کہیں گے کہ گمراہ شخص تھے جو مسلمانوں کو کافر کہتے تھے اور میں اسکو ظاہر بھی نہ کرتا کیونکہ میرے طریقہ کے یہ بالکل خلاف ہے کہ کسی کے معتقد کے سامنے اُس شخص کی برائی کیجائے کیونکہ اسمیں اُس معتقد کی دل آزاری ہے جسکو میں بلا ضرورت نہایت

ناپسند کرتا ہوں. لیکن چونکہ معاملہ کی بات ہے اسلئے مجکو ظاہر کرنا پڑا اگر آپ مہمان ہوتے تو خیر ہم آپکی رعایت سے دو چار روز کیلئے اسکی پابندی کر لیتے کہ آپ کے شیخ اول کے متعلق کوئی گفتگو نہ کرتے لیکن اس حالت میں کہ آپ اپنی اصلاح باطن کے لئے یہاں مقیم رہیں گے ہم اتنے دن کے لئے اپنی آزادی میں کیوں خلل ڈالیں اور خصوصاً ایسے شخص کے لئے جو اپنے سے طالب اصلاح کا ہو بلکہ اس حالت میں تو یہ قصد ہوگا کہ طالب کو بھی اپنے مشرب پر لائیں پھر اختلاف بھی معمولی اختلاف نہیں سخت اختلاف ہے ایسا کہ وہ ہمیں کافر کہتے ہیں. یہ تبلائیے کہ آپ انہیں گمراہ سمجھیں گے یا نہیں. دو ٹوک بات ہے میرے یہاں معاملات ہیں صاف. وہ صاحب اسپر کچھ خاموش ہوئے. فرمایا کہ یہ امر آپ کو شاق ہوگا اور ہم بھی آپ کو یہ مشورہ نہ دیں گے کیونکہ جس شخص سے اکثر تبہ دین کا فائدہ پہونچ چکا ہے. اُس کو بُرا کہنا بھی ہے بُرا. کیونکہ احسان کے خلاف ہے لیکن ایسی صورت میں ہم بھی تو خدمت سے معذور ہیں کیونکہ اگر آپنے اُن کو محقق سمجھا تو جسکو وہ کافر سمجھیں اُس سے آپ دین کی اصلاح کی کیوں توقع رکھیں اور اگر ہمیں کافر نہ سمجھا تو اُنہیں گمراہ سمجھنا پڑیگا. کیونکہ جو مسلمان کو کافر سمجھے وہ کیا گمراہ بھی نہیں. اور تیسری شق کوئی ہو ہی نہیں سکتی. اور یہ جو آپ چاہیں کہ من وجہٍ انہیں حق پر سمجھیں اور من وجہٍ ہمیں. تو اس سے کام نہیں چلتا. مجھسے للّو تپو ہو نہیں سکتی. جو صاف بات تھی وہ کہدی اُن صاحب نے کچھ گفتگو کی جسپر حضرت نے فرمایا کہ تاویلیں نہ کیجئے. اس تاویل سے اگر آپنے مجھے راضی بھی کر لیا تو آپ کو نفع کیا ہوا. آپکے دل کا تو چور نہ نکلا. اس صورت میں آپ کو کیا نفع ہو سکتا ہے ایسے شیخ سے جسکو اپنا معتقد فیہ کافر کہتا ہو. اسی واسطے تو میں کہتا ہوں کہ ان باتوں کو پہلے خطوط سے طے کر لینا چاہئے تھا اب آپ مشکل میں پڑ گئے. کیونکہ اتنی دور کا سفر کر کے آئے ہیں لوٹ جانا بھی آپکو شاق ہوگا. اور ہمسے آپکو نفع جب پہونچ سکتا ہے جب آپ اپنے شیخ اول کو گمراہ سمجھیں. اور اس کا ہم خود بھی مشورہ نہ دیں گے کیونکہ جس شخص سے آپ کو دین کا نفع پہونچ چکا ہے اُسکو گمراہ سمجھنا بھی ایک قسم کی ناسپاسی ہے. اسواسطے میں چاہا کرتا ہوں کہ پہلے معاملہ خط کتابت سے صاف کر لیا جاوے پھر فرمایا کہ بھلا ہم تو ملانے ہیں حضرت حاجی صاحب تو درویش تھے. مسائل اختلافیہ میں بھی انہیں وسعت بھی ہمیں تو تنگی ہے لیکن باوجود اس وسعت کے آپکے شیخ اُنہیں بھی اچھا سمجھتے تھے. خلاصہ یہ کہ ہماری تحقیق میں وہ صاحب باطن نہیں تھے اور ایسے شخص کو بیعت کرنا

جائز نہیں جسکو باطن سے مس نہو۔ شاہ عبدالغنی صاحب تنے بڑے محقق درویش اور عالم اُن کے وہ شاگرد تھے۔ پھر بھی یہ حالت تھی نہ معلوم شاہ صاحب کو بھی وہ اہل حق سمجھتے تھے یا کیا۔ کیونکہ شاہ صاحب کا اور ہمارے حضرات کا مسلک تو ایک ہی تھا۔ چنانچہ شاہ صاحب حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے اُستاد تھے تو حضرت شاہ صاحب کا تو یہ مسلک اور وہ (یعنی شیخ اول) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کے قائل تھے۔ عقائد میں اس درجہ اختلاف تھا فرعی اختلاف میں تو کچھ نہیں لیکن اصول میں اختلاف بڑی بات ہے۔ علم غیب کا قائل ہونا تو عقائد کے متعلق ہے۔ جو کہ اصول کا اختلاف ہے۔ اسلئے میں تو آپ سے یہ کہلاؤنگا کہ فلاں گمراہ تھے۔ البتہ اگر کوئی شافعی آئے تو نعوذ باللہ اُس سے ہرگز نہ کہلاؤں کہ حضرت شافعی نعوذ باللہ گمراہ تھے کیونکہ اُن کے ساتھ محض فرعی اختلاف ہے۔ اسی طرح گو غیر مقلدوں سے مجھے بالکل مناسبت نہیں لیکن ایک غیر مقلد آئے تھے اُنہوں نے مجھسے ذکر و شغل پوچھا چونکہ اُن سے فرعی اختلاف تھا اسلئے میں نے کچھ تعرض نہیں کیا۔ بتلا دیا۔ اُن مولوی صاحب نے کہا کہ علم غیب وغیرہ میں میرا عقیدہ اہل بدعت کا سا نہیں ہے میں اُسکو بہت بُرا سمجھتا ہوں۔ فرمایا کہ میرے سوال کا تو جواب اب ہوا۔ اتنا صریح تو میں نے کہا۔ میں نے تو لگی لپٹی نہیں رکھی۔ اور نہ لگی لپٹی رکھنے کی میری عادت چاہے گالیاں پڑیں لیکن دھوکہ تو نہ ہو۔ آپ کو پھانسنے کی ترکیب بھی کہ آہستہ آہستہ بتدریج اُن کو (یعنی شیخ اول کو) بُرا کہکر آپ کو اُن سے برگشتہ کرتا لیکن میں اسکو نہایت نازیبا حرکت سمجھتا ہوں۔ جو اخیر میں کہنا ہے وہ اول ہی روز کیوں نہ کہہ دیا جاوے کون للو پتو کرے۔ طالب کی خوشامد ہمارے ذمہ نہیں۔ خود طالب کی یہ شان ہونی چاہئے کہ وہ خوشامد کرے۔ بتدریج کون اپنے مشرب پر لائے۔ کوئی ہمارے اوپر دارومدار نہیں۔ بہت سے خدا کے بندے موجود ہیں۔ اور خدمت سے ہمیں بھی عذر نہیں۔ لیکن جب مسلک موافق نہیں تو پاس رکھنے سے کلفت ہوگی۔ ہاں خط کتابت سے ہمسے خدمت لیجاوے۔ جو کوئی خط لکھے ہم اُس کا جواب دیتے ہیں پھر چاہے اُسے نفع ہو یا نہو۔ پاس تو اُسے رکھے جسکو نفع کی امید ہو۔ نہیں تو پاس رکھنا کلفت ہی کلفت ہے میں تو اپنی طرف سے ختم کر چکا ہوں فقط آپ کے ذمہ جواب رہ گیا۔ اُن صاحب نے خاموشی اختیار کی۔ پھر فرمایا تعجیل میں یہ خرابی ہے۔ اگر خط و کتابت سے اُٹھے کرتے تو جو کچھ میں لکھتا آپ گھر پر مطمئن ہوتے۔ جو چاہتے آزادی سے کہہ سکتے تھے۔ اب آپ کو مشکل پڑ گئی۔ آنے کی وجہ پڑ گئی۔ یہ سب

تعجیل کی بدولت ہوا۔ اگر پیشتر سے طے کر لیتے تو سمجھکر آنا ہوتا۔ اگر سمجھنے میں اور سمجھکر آنے میں بڑا فرق ہے وہ آنا لطف کا آنا ہوتا۔ اب کشاکشی میں پڑ گئے۔ حاجی ..... کے ایک مرید مجھسے مثنوی پڑھنے آئے اور کہاکہ مجھے میرے پیر صاحب نے مثنوی پڑھنے کیلئے بھیجا ہے۔ میں نے صاف طور سے کہدیا کہ بھائی سنو صاف بات کہدینی اچھی ہوتی ہے ہم لوگ ..... صاحب کی شان میں گستاخی کیا کرتے ہیں جو مہمان ہو تو اُس کا ضرور خیال کرنا چاہئے۔ اور کوئی بات ایسی نہ کرنا چاہئے جس سے اُس کی دل آزاری ہو لیکن جو طالب ہو کر آیا ہے اُس کے لئے ہم اپنی آزادی میں کیوں خلل ڈالیں ہم صاف طور سے کہے دیتے ہیں کہ ہم ..... صاحب کی بابت بُرا بھلا کہنے سے آپ کی خاطر باز نہیں رہیں گے۔ کیونکہ ہم اُنہیں گمراہ اور متجاوز عن الشریعت سمجھتے ہیں۔ اسپر اُن صاحب نے کہاکہ آپ جانیں اور وہ جانیں ہمیں اس سے کیا بحث۔ ہم نہ اُنہیں بُرا کہیں نہ آپ کو ہمیں تو اُن کا حکم ہوا ہی کہ فلاں شخص سے مثنوی پڑھو۔ اس لئے مثنوی شریف پڑھنے آئے ہیں۔ آپ کو اختیار ہے اُنہیں جو چاہیں کہیں۔ ہم بُرا نہ مانیں گے۔ چنانچہ وہ یہاں رہے اور مثنوی شریف کے درس میں شریک ہوتے رہے۔ چونکہ محض مثنوی پڑھنے آئے تھے۔ اس لئے میں نے اُن کو قیام کی اجازت بھی دیدی۔ اور اُن کے عقائد سے تعرض نہیں کیا۔ اگر باطنی تعلیم حاصل کرنے آتے تو جب تک اُن سے یہ نہ کہلا لیتا کہ گمراہ ہیں ہرگز قیام کی اجازت نہ دیتا۔ کیونکہ ہمارے اُن کے عقائد میں سخت اختلاف تھا۔ پھر خدام میں سے ایک صاحب اہلِ بدعت کے تذکرے کرنے لگے۔ حضرت نے روکدیا۔ فرمایا کہ خیر ان تذکروں سے کدورت ہوتی ہے انہیں چھوڑیئے۔ مجھے تو معاملہ کی وجہ سے یہ تذکرہ کرنا پڑا بجز ذکر محبوب کے کسی کا ذکر ہی نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ دنیا کی باتیں کرلینا اس سے اچھا ہے۔ ان قصوں سے بہت ہی کدورت اور ظلمت قلب میں پیدا ہوتی ہے۔ میں تو بلا ضرورت کبھی ذکر نہیں کرتا۔ کیا کروں اسوقت ضرورت ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ خیر اگر کسی کو خالی اختلاف ہی ہو تو بھی خیر ایک خطا ہے۔ لیکن جو اہل حق سے اختلاف کے ساتھ عداوت بھی رکھے۔ اُس سے تو سخت ناگواری ہوتی ہے۔ وہ اہل حق سے عداوت رکھتے تھے اسوجہ سے ناگواری ہوتی ہے بہت ہمنے بچپن میں جاہل فقیر دیکھے ہیں گانا بجانا سب ہی کچھ تھا لیکن اہل حق کے ساتھ عداوت نہ تھی۔ بلکہ انقیاد اور تسلیم تھا۔ اہل حق کے سامنے پست ہو جاتے تھے۔ زبان سے کہتے تھے کہ ہم گنہگار ہیں۔ اللہ معاف کرے کتنی بڑی بات

تھی۔ آج اُن کی قدر ہوتی ہے گنگوہ میں ایک پیرزادے تھے۔ نہایت حسین وجمیل بزرگ صورت۔ معلوم ہوتا تھا کہ واقعی پیر ہیں۔ ذاکر شاغل آدمی۔ میں اتفاق سے گنگوہ گیا۔ مجھے اپنے گھر لیگئے اور اپنی بیوی کو مجھ سے بیعت کرایا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ تو خود پیرزادے ہیں بیعت لیتے ہیں۔ اُن کا مرید کیوں کرایا کہنے لگے کہ بھائی پیر تو یہی لوگ ہیں۔ ہم تو روٹی کھانے کے پیر ہیں۔ پھر حج کو گئے۔ بمبئی کے بعضے سیٹھ لوگ اُن کے مرید تھے۔ اُنہوں نے پیر پکڑے تو منع کردیا کہ یہ شریعت کے خلاف ہے وہ لوگ آپس میں کہتے تھے کہ پیر بگڑ گئے۔ وہابی ہوگئے۔ پیر پکڑنے سے منع کرتے ہیں افسوس ہے ایسا پیر بگڑ گیا۔ اُن کے بھانجے اُن کے ہمراہ تھے وہ کہتے تھے کہ حج سے واپس ہونیکے بعد اُن کا ارادہ تھا کہ یہاں آکر بیعت ہوں گے۔ لیکن وہیں انتقال ہوگیا۔ یہ بھی اُن کی خوش قسمتی ہے کہ وہیں رہ گئے۔ وہ دل سے نفور ہوگئے تھے اپنے طریقہ سے۔ گنگوہ کے پیرزادوں میں یہ بات ہے ایسے ہی انبہٹہ کے پیرزادے ہیں۔ گو ہیں اپنے اُسی طریقہ پر لیکن اہل حق سے عداوت نہیں۔ ادب تعظیم علماء کی دل سے کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو عداوت نہیں بلکہ عقیدت ہے۔ ہم لوگوں کو بھی اُن سے عداوت نہیں۔ اُن کے فعل کو البتہ بُرا سمجھتے ہیں۔ باقی دوسری جگہ کے لوگ تو بعضے بعضے عداوت بھی کرتے ہیں۔ اگر قابو چلے تو قتل کردیں۔ عرب میں ایک شخص اسی عداوت میں ایک دوسرے میں جاکر روپیہ دے دیکر ہم لوگوں کی تکفیر پر مہریں کرالایا۔ مولانا خلیل احمد صاحب نے اُن اہل مہر میں سے ایک صاحب سے کہا کہ خوب مالِ غنیمت لیا۔ مولانا کو یہ بات پہلے سے معلوم تھی۔ وہ صاحب کچھ بولے نہیں۔ بس ہنسنے لگے۔ نہیں کہا کہ میں نے کچھ نہیں لیا۔ تو گویا وہ عقائد میں مخالف نہیں تھے لیکن روپیہ لیکر مہر کردی۔ اب ہم لوگوں کے پاس اول تو روپیہ کہاں۔ اور اگر ہو بھی تو خدا نہ کرے وہ دن کہ روپیہ دے دیکر مہریں کرائیں تاکہ عوام اپنے معتقد ہوجائیں۔ یہاں تو یہ حالت ہے کہ مولانا گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی میرے مریدوں کو مجھ سے پھیر دے تو فی آدمی ایک آنہ میں اُسے دینے کیلئے تیار ہوں۔ اور اگر کوئی مولوی کو پھیر دے تو فی مولوی ایک چونی۔ پھر فی مولوی ایک روپیہ کردیا تھا۔ اور جگہ پھیرتے ہیں۔ یہاں اور ہٹاتے ہیں۔ اُن سے کیا توقع کہ روپیہ دیں اور کام بنائیں یہ کارروائیاں ہورہی ہیں وہ صاحب (یعنی شیخ اول مخاطب کے بھی) ایسے ہی غالی تھے۔ مولانا خلیل احمد صاحب کے ساتھ اُنہوں نے مکہ معظمہ میں بڑی بڑی کارروائیاں کی تھیں پھر اُن مولوی صاحب کو مخاطب

کر کے فرمایا کہ میں یہ بھی کہے دیتا ہوں کہ محض اس لفظ کے کہنے پر بھی میں اکتفا نہ کرونگا۔ تاوقتیکہ میرے جی کو نہ لگ جاوے کہ اپنے دل سے کہا ہے۔ پس اگر آپ یہ لفظ بھی کہدیں گے لیکن میرے جی کو نہ لگا تو میں صاف کہدونگا کہ میرے جی کو نہیں لگا۔ آپ کو دلیل پوچھنے کی بھی اجازت نہوگی کیونکہ آخر میں مسلمان ہوں میں پہچان لونگا کہ آپ نے دل سے کہا ہے یا محض کام نکالنے کی غرض سے۔ حدیث شریف میں ہے الصدق طمانینۃ والکذب ریبۃ سچ بات دل کو لگتی ہے۔ جھوٹ بات دلکو لگتی نہیں۔ تردد رہتا ہے۔ الحمد للہ میرے دل میں ایمان ہے۔ چراغ ہے گو ٹمٹماتا ہوا ہے پھر فرمایا اسی واسطے جو مجھسے پوچھتا ہے آنیکو میں اس سے پہلے یہ باتیں صاف کر لیتا ہوں کہ کیوں آتے ہو کتنے دن رہوگے۔ وہاں کسی کا حق تو فوت نہیں ہوگا۔ کچھ حرج تو نہیں۔ قرضہ تو نہیں لینا پڑے گا اگر اصلاح باطن کیلئے آتے ہو تو اصلاح باطن کے کیا معنی سمجھتے ہو۔ غرض خوب صاف کر کے پھر اجازت آنیکی دیتا ہوں۔ تاکہ یہاں آکر اسکو پریشانی اور مایوسی نہو۔ اب مولوی صاحب سوچ رہے ہیں کہ کیا کہوں۔ مولانا جو کچھ کہئے گا سوچ سمجھکر کہئے گا۔ یہ نہیں ہے کہ بچہ ہوں بہل جاؤنگا میری پچاس برس سے زیادہ کی عمر ہے بہل کیسے سکتا ہوں۔ اور اگر مجھے بہلا بھی لیا تو آپ کو کیا نفع ہو سکتا ہے کیونکہ اس طریق میں صدق اور خلوص ہی تو ہے جو کچھ ہے۔ جو کچھ ہو صاف ہو۔ میرے یہاں اشارات کنایا کی قدرت ہی نہیں۔ اگر کوئی کہتا ہے کہ مجھے خادم بنا لیجئے میں کہدیتا ہوں کہ مجھ میں نہیں آیا۔ صاف کہو۔ اگر کہتا ہے سر پر ہاتھ رکھ لیجئے میں پھر کہتا ہوں سمجھ میں نہیں آیا صاف کہو۔ اگر کہتا ہے غلامی میں داخل کر لیجئے۔ میں پھر یہی کہدیتا ہوں کہ سمجھ میں نہیں آیا صاف کہو۔ جب کہتا ہے مرید کر لو۔ تب کہتا ہوں کہ ہاں اب کہی ٹھیک ٹھیک۔ غرض الفاظ صاف واضح الدلالۃ ہونے چاہئیں۔ گول الفاظ سے غلط فہمی ہوتی ہے۔ پھر فرمایا کہ بہت احباب میرے اس طریقہ کے مخالف ہیں کہ آتے ہی متوحش کر دیتے ہو۔ تدریجاً سب باتیں تبلانی چاہئیں۔ میں کہتا ہوں یہ دفتر یاد کون رکھے کہ کونسی بات کہہ چکا اور کونسی کہنے کو رہ گئی۔ اول ہی روز سب باتیں صاف صاف کیوں نہ کہہ ڈالے روز روز بیٹھکر کون دھندا لگا دے۔ جو رہتا ہو رہو ورنہ اور بہت جگہیں موجود ہیں۔ میرے اوپر کوئی دار و مدار تھوڑا ہی ہے۔ پھر اس میں طالب کو بھی تو بے لطفی ہے جب کوئی نئی بات سنے گا کہیگا لو اور نکلی۔ دوسرے دن پھر کوئی نئی بات نئی پھر کہیگا تو یہ آج اور نکلی۔ ساری عمر بھی اطمینان نہیں ہوگا

بیچارہ کو کہ جانے کیا کیا نکالیں گے پیٹ میں سے۔ بلکہ میرا مشرب اتنا سخت بھی نہیں جتنا اول تاریخ
میں ظاہر کر دیتا ہوں تاکہ دھوکہ نہ رہے اور بعد کو بے لطفی نہو۔ کیونکہ اُس سے زیادہ وہ سنے ہی گا
نہیں۔ اور جو کم ظاہر کیا جاتا اور پھر نکلتا بہت تو وہ بے لطفی کا سبب ہوتا پھر سلسلۂ سخن میں فرمایا
کہ جاہلوں کے عقیدہ میں پیر کی بابت بہت غلو ہے بلکہ اہل علم کو بھی غلو ہے۔ گو وہ جاہلوں کی طرح
پیر کو خدا کی برابر تو نہیں سمجھتے لیکن کشف کے متعلق انکو بھی غلو ہے مثلاً سمجھتے ہیں کہ جب غائب کی
طرف متوجہ ہوں گے معلوم کر سکتے ہیں۔ خدا بچائے بالکل گمراہی ہے اور اسی کی فرع دوسرا
غلو ہے کہ پیروں سے دنیوی امور میں مشورہ لیتے ہیں۔ بڑی مدتوں کے بعد اس کی وجہ معلوم ہوئی
یوں خیال کیا جاتا ہے کہ اُن کی زبان سے جو نکلے گا اسمیں ضرور کامیابی ہوگی بعضے اس میں تاویل
کرتے ہیں کہ صرف برکت کا اعتقاد ہوتا ہے سو برکت تو دُعا میں بھی ہوتی ہے اسپر کفایت کیوں نہیں
کرتے کیا برکت کے یہی معنی ہیں۔ ناکامی بھی تو برکت ہی کی ایک فرد ہے۔ کیا برکت یہی ہے کہ ان کے
مُنہ سے نکلگیا تو کام ہوگیا۔ اگر یہ معنے ہیں تو فساد عقیدہ ہے۔ حضور کو تابیر کی اثر کی خبر نہوئی تو فرمایا
انتم اعلم بامور دنیاکم۔ حضور سے زیادہ کون ہے۔ تو یہ پیر بیچارہ آلہ قضا کیونکر ہوا۔ یہ خرابیاں
اور غلو ہیں عقائد میں۔ ایک شخص نے خط میں مجھسے پوچھا کہ میں پان کی تجارت کروں۔ یا دواؤں کی
میں نے لکھدیا کہ نہ میرا باپ دادا کھٹ بُنا تھا نہ پنساری۔ مجھے کیا خبر۔ انھوں نے پھر لکھا کہ مولانا گنگوہی
تو دنیاوی امور میں مشورہ دیا کرتے تھے۔ میں نے کہا بھائی اپنا اپنا ظرف ہے۔ حق تعالیٰ
نے مولانا کو جامعیت فراخی ظرف فراست عقل سب کچھ عطا فرمائی تھی۔ ہمیں نہیں ہے۔ ہمیں اتنی
ہی توفیق ہے کہ جو کچھ لکھا پڑھا ہے کتابوں میں صحیح غلط بتا دیتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ فطری تفاوت
بھی ہوتا ہے کسی کے اندر وسعت اور شرح صدر ہوتا ہے ان کا حوصلہ فراخ ہوتا ہے۔ ان کو ان
امور سے پریشانی نہیں ہوتی۔ بعضوں کا جی گھبرانے لگتا ہے۔ میرا تو بہت ہی جی گھبراتا ہے ایسے قصوں
سے وحشت ہونے لگتی ہے۔ کوئی چھوٹا سا برتن ہو اس میں بہت سا اناج بھر لو تو کیا ہوگا۔ ڈھیکا
بیٹھے گا۔ بڑا سا ہو بھر دو جتنا چاہو پھر بھی تنگی نہیں ہوتی۔ یہ سب باتیں سنکر ایک صاحب نے
فرمایا کہ بعضوں کو حضور کی ان باتوں سے اور بھی عقیدت بڑھتی ہے فرمایا کہ خیر یہ انکو اختیار ہے
یہ میرا قصد نہیں کہ میرے معتقد ہوں نہ یہ قصد ہے کہ مجھسے خواہ مخواہ بد اعتقادی ہو جائیں۔ میری

صرف یہ نیت ہے کہ اپنی حالت کو ملتبس نہ رکھوں صاف صاف ظاہر کردوں کہ اچھا معلوم ہو جاوے
پھر معلوم ہو جانے کے بعد جسے مناسبت ہو اسکی خدمت سے عذر نہیں۔ اگر نہ ہو بیچارہ اور کہیں چلا جاوے
یہ ہے میرا قصد اور اس پر میں دل سے راضی ہوں کہ بیعت تو کہیں اور ہو جاوے۔ اور خدمت مجھ سے لے
اس پر عتاب بھی کم ہوگا۔ وہ تھوڑی بھی موافقت کریگا تو غنیمت معلوم ہوگی اور اسکی قدر ہوگی۔ وہاں
تھوڑا وفاق بھی خوش گوار اور یہاں تھوڑا اشقاق بھی ناگوار۔ چنانچہ ایسے بھی لوگ ہیں جو بہ اجازت اپنے
شیخ کے پیچھے پوچھتے ہیں۔ پھر اسی جلسہ میں فرمایا کہ ایک عزیز ہیں اُن کے لڑکے کی ختنہ ہے۔ چونکہ عزیز کا
زور ہوتا ہے انھوں نے کہا کہ ضرور آنا پڑیگا۔ میں نے کہا کہ میں اصلاح الرسوم میں منع لکھ چکا ہوں۔ حدیث
بھی لکھی ہے۔ میں کیسے جاسکتا ہوں۔ انھوں نے اس کے جواز میں کچھ گفتگو کرنی چاہی۔ میں نے کہا کہ
گفتگو کرنے سے آپ کا مطلب تو نہ نکلے گا کیونکہ اگر گفتگو کے بعد میں نے رجوع بھی کیا تو پہلے اس رجوع کا میں
اعلان کردونگا۔ اس کے بعد شرکت کرونگا۔ اور اب اتنی گنجائش نہیں کہ تحقیق کرکے رجوع کردوں اعلان
کروں پھر شرکت کروں۔ اگر رجوع کرکے بلا اسکے اعلان کے شرکت کرلونگا۔ تو یہی ہوگا کہ مطلب کیلئے
رجوع کرلیا۔ اس کا وہ کوئی جواب نہ دے سکے اور چلے گئے۔ کہیں گے تو ضرور کہ بڑا روکھا ہے۔ عزیزوں
سے بھی یہی کرنا پڑتا ہے۔ بعد مغرب احقر سے ان مولوی صاحب کے معاملہ کے متعلق جنھوں نے ایک
شیخ ناقص سے بیعت کی تھی اور جن سے ان کے بارہ میں خاص الفاظ کہنے کی فرمائش کی تھی فرمایا کہ
آپ تو دیکھتے ہیں میرا مشرب ہرگز ایسا سخت نہیں کہ خواہ مخواہ ایسے سخت الفاظ کہلاؤں۔ لیکن آخر انکو
ٹھیک کرنا بھی ضروری تھا۔ دوسرے یہ کہ طالبین کی جانچ بھی تو نہایت ضروری ہے ورنہ طالب اور غیر
طالب میں پھر امتیاز کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اور جانچ کے بعد تو یہ ہے کہ جو طالب ہوگا وہ جا ہی نہیں
سکتا اور جو چلا گیا وہ طالب ہی نہیں۔ اگر ایسا نہ کروں تو حق تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں محبت ایسی
ڈالدی ہے کہ ہزاروں کا مجمع یہاں رہے اور طالبین اور غیر طالبین سب گڈمڈ ہو جائیں اور اگر لنگر خانہ
ہو جائے تو بڑی گڑبڑ مچے۔ اسی لئے میں روکھا پن برتتا ہوں۔ خدمت ظاہری میں بھی اور خدمت
باطنی میں بھی۔ اسمیں ہزاروں مصلحتیں ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ میں کوئی ایسی سختی بھی نہیں کرتا۔ موٹی موٹی
باتیں ہوتی ہیں۔ معمولی معمولی باتیں پوچھتا ہوں جنکا جواب ہاں یا نا ہوتا ہے۔ اور شروع میں نہایت
نہایت نرمی اور اخلاق سے پوچھتا ہوں۔ پھر بھی کوئی گڑبڑ کرے تو کیا علاج۔ پھر انہیں مولوی صاحب نے

دوسرے دن بعد ظہر اپنی رائے ظاہر کی اور کہا کہ میں جس وقت اُن صاحب سے بیعت ہوا تھا مجھے ان کے عقائد سے ناواقفیت تھی اب مجھے عقائد کا حال حضور سے معلوم ہوا اسلئے میں اُن سے بیعت کو فسخ کرتا ہوں۔ اسپر حضرت نے فرمایا کہ جو الفاظ میں نے کل کہے تھے ان کو آپ پھر بھی بچا گئے حالانکہ میں نے پانچ چھ مرتبہ اُن الفاظ کو دُہرایا تھا۔ کہ جب تک یہ نہ کہلا لونگا میں قیام کی اجازت نہ دونگا۔ اسپر وہ صاحب دیر تک خاموش رہے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا اُن کو وہ الفاظ یاد ہی نہیں آتے سوچ رہے ہیں کہ وہ کون سے الفاظ تھے جنکو حضرت کہلانا چاہتے ہیں۔ حضرت نے متعدد دفعہ جواب طلب کیا لیکن مولوی صاحب نے خاموشی اختیار کی جس سے سخت الجھن ہوتی تھی یہاں تک کہ حضرت نے فرمایا کہ میں درخواست کرتا ہوں للہ کچھ تو جواب دیجئے۔ آخر انہوں نے ظاہر کیا کہ انہیں یاد نہیں رہے اسپر حضرت نے فرمایا کہ میں نے کم از کم پانچ چھ مرتبہ مکرر سہ کرر اُن الفاظ کو صاف طور سے کہا اور پھر بھی آپ کو یاد نہیں رہے۔ پھر اُن صاحب نے بعد متعدد تقاضوں کے کہا کہ چونکہ حضور سے اُن کے عقائد معلوم ہوئے جو گمراہی اور ضلال ہے اسلئے میں اُن سے بیعت توڑتا ہوں اسپر حضرت نے فرمایا آپ تو کہتے تھے کہ مجھے وہ الفاظ یاد نہیں رہے اب کیسے یاد آگئے۔ آپ چالاکی کرتے ہیں چالاکی اور تکبر دو سخت عیب ہیں جو میرے یہاں کھپتے ہی نہیں۔ کبر کا تو حال معلوم نہیں چالاکی تو آپ کی کھلی ہوئی دیکھ لی۔ اور سب سے بڑھکر عیب تکلم کے موقع پر سکوت ہے یا تو بولنا ہی نہیں اور بولنا بھی تو بے موقعہ۔ یہ تو مولانا تکلیف پہونچانا ہے سیدھی بات کہتا ہوں اس کا الٹا جواب ملتا ہے۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ یہی جواب کل کیوں نہیں دیا تھا۔ اگر گمراہی سمجھتے تھے کل ہی کیوں نہ کہدیا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ مصالح پر نظر کی کہ اگر یہ نہیں کہتا تو کام نہیں بنتا اگر آپ واقعی گمراہ سمجھتے تھے تو اسی وقت آپ کو جوش آجانا چاہیے تھا کہ لاحول ولاقوۃ یہ عقیدے ہیں۔ اور اسی وقت آپ کہتے کہ میں ایسے شخص کو گمراہ سمجھتا ہوں۔ اسکا آپ کے پاس کیا جواب ہے۔ اسپر ان صاحب نے طویل سکوت اختیار کیا۔ حضرت بار بار جواب طلب کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ سکوت سے مجھے سخت الجھن ہوتی ہے للہ کچھ تو جواب دیجئے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ کچھ تو کہئے لیکن باوجود اس سخت تقاضہ کے مولوی صاحب خاموش ہی بیٹھے رہے کچھ بول کر نہ دیا۔ حضرت نے فرمایا کہ مولوی صاحب میں پھر درخواست کرتا ہوں جواب دیجئے پھر بھی وہ خاموش ہی رہے اسپر حضرت نے حاضرین اسی

مخاطب ہو کر فرمایا کہ اب فرمایئے میری کیا خطا ہے۔ اب اگر میں کوئی خشن لفظ کہتا ہوں تو لوگ مجھے درشت کہتے ہیں (مولوی صاحب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا) اور آپ بڑے درست ہیں پانچ چھ دفعہ درخواست جواب کی کر چکا ہوں لیکن درخواست منظور ہی نہیں ہوتی۔ پھر فرمایا کہ برائے خدا کچھ تو جواب دیجئے۔ یہی کہہ دیجئے میرے پاس کوئی جواب نہیں میں جواب نہیں دیتا۔ تاکہ یکسوئی تو ہو اسپر ان مولوی صاحب نے کہا کہ میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ اسپر حضرت نے فرمایا کہ اگر آپ کے پاس کوئی جواب نہیں تو آپ تشریف لیجایئے مجھسے آپکے نباہ نہیں ہو سکتا میں آپ کی خدمت سے معذور ہوں۔ میں نے تنبیہات وصیت میں بزرگوں کی فہرست لکھدی ہے ان میں سے کسی کے پاس تشریف لیجایئے۔ پھر حضرت نے فرمایا جس شخص سے اتنی بالمشافہ ناگوار گفتگو ہو گئی ہو اسکو میرے پاس رہنے سے کچھ نفع نہیں ہو سکتا ہاں خط سے تعلیم کی کرونگا۔ اگر آپ چاہیں گے تو خط سے تعلیم کروں گا۔ خط سے بھی تعلیم ہو سکتی ہے۔ خدمت سے مجھے عذر نہیں ہے مگر ہر موقعہ کی جدی خدمت ہوتی ہے۔ جو برتاؤ کل سے آپ نے میرے ساتھ کیا ہے اسکا یہ اثر ہوا کہ میری زبانی تعلیم سے آپکو نفع نہیں ہو سکتا کیونکہ آپ کی بے عنوانیوں سے انقباض پیدا ہو گیا۔ آپ نے میرے قلب کو منقبض کر دیا۔ اور آپ نے اسباب انقباض کو اپنے اختیار سے پیدا کیا۔ اسپر مولوی صاحب نے معافی چاہی۔ حضرت نے فرمایا کہ معاف تو میں نے کر دیا۔ لیکن اگر کسی کے کوئی سوئی چبھو دے اور پھر معاف کرائے تو کیا معاف کر دینے سے اسکا درد بھی جاتا رہتا ہے۔ میں نے معاف تو کر دیا۔ لیکن آپ نے جو سوئیاں چبھوئی ہیں کیا معافی سے انکا درد بھی جاتا رہے گا۔ درد تو باقی ہے۔ کسی کے کوئی تلوار مار دے پھر معاف بھی کرالے تو گو معاف تو کر دیا لیکن کیا معاف کر دینے سے زخم بھی اچھا ہو گیا۔ زخم ایسی جلدی کیسے اچھا ہو سکتا ہے وہ تو کئی دن کے بعد جا کر کہیں اچھا ہو گا۔ اسپر ان صاحب نے عرض کیا کہ کم از کم مجھے اتنی اجازت ملجائے کہ میں پاس آبیٹھا کروں اور باتیں سنا کروں۔ فرمایا کہ خدانخواستہ آپ سے عداوت تھوڑا ہی ہے۔ لیکن آپ کو میرے ساتھ بولنے کی اجازت نہو گی انہوں نے کہا کہ مسائل دریافت کر لیا کروں فرمایا کہ مسئلے بتلانا فرض علی الکفایہ ہے مولوی احمد حسن صاحب و مولوی حبیب احمد صاحب سے پوچھ لیا کریں ہاں اگر ضرورت ہو گی وہ بطور خود مجھسے کسی مسئلہ میں مشورہ کر لیں گے میں مشورہ دیدونگا۔ باقی خود آپ مجھ سے مخاطبت نہ کر سکیں گے۔ کیونکہ اگر آپ مجھسے مخاطبت کریں گے تو میں بھی

نفس رکھتا ہوں اور نفس بھی مطمئنہ نہیں بلکہ امارہ بالسوء اور ایسا ویسا بھی نہیں کمبخت بہت ہی امارہ بالسوء ہے پھر مجھ سے بھی کوئی گستاخی آپ کی شان میں ہوگئی تو ناحق بے لطفی بڑھے گی۔ اسلئے بولنے کی تو اجازت نہیں دیتے آپ بیٹھیں اٹھیں میرے پاس کسی کے بیٹھنے کی ممانعت نہیں۔ میں مسلمانوں کا خادم ہوں۔ میں آپ کی خدمت کیلئے بھی حاضر تھا۔ لیکن آپ نے خود ہی مجھ سے خدمت لینا نہیں چاہا کیونکہ ہر خدمت کا ایک طریقہ ہے۔ اگر آپ کو میری خدمت پسند آتی تو اس طریقہ کو اختیار کرتے۔ باقی آپکو بھی واللہ اپنے سے افضل سمجھتا ہوں۔ خدانخواستہ اپکو حقیر نہیں سمجھتا استغفراللہ آپ السلام علیکم بھی کہیں اور میں بھی کہوں ایک دوسرے کو جواب بھی دیں۔ کیونکہ خدانخواستہ ناراضی تھوڑا ہی ہے البتہ مخاطبت سے انقباض ہوگا۔ اور یہ آپ نے اپنے ہاتھوں پیدا کیا۔ پھر وہ مولوی صاحب سلام کرکے اٹھ گئے۔ حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ دیکھئے یہ غضب کی بات ایک بات پوچھتا ہوں اسکا جواب ہی نہیں ملتا۔ جو شبہ بیان کرتا ہوں اس کا جواب ہی نہیں دیتے پھر معاملہ کیسے صاف ہو۔ یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ جو تھوڑے دنوں بڑا رہ چکا ہو اسکو پھر چھوٹا بننا مصیبت ہے اور شروع تو انہیں نے کیا۔ البادی اظلم جس نے پہلے بادی پھیلائی وہی ذمہ دار ہے۔ بادی تو انھوں نے پہلے پھیلائی اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میں ان تابع بنجاؤں اور ہر بات میں ان کی رعایت کروں۔ جو بے عنوانی کریں اسکو برداشت کرلوں۔ اجی اگر مجھ سے استفادہ کی طلب نہ کریں تو میں پرواہ بھی نہ کروں۔ لیکن استفادہ تو بلا بے تکلفی کے نہیں ہوتا۔ باقی خوشامد سے گفتگو مجھ سے ہوتی نہیں۔ لہجہ تیز ہوتا ہے کیونکہ انقباض میں جو گفتگو ہوگی وہ تو ایسی ہی ہوگی اور انقباض انھوں نے خود پیدا کیا۔ اب آپ ہی فرمایئے میں نے کونسی ایسی دشواری ڈالی تھی جو ان سے ہو نہ سکے۔ جب ایک شخص کے عقیدہ معلوم ہوگئے پھر اسکو گمراہ کہنے میں کیا تامل۔ بات کیا تھی کہ دل سے گوارا نہیں ہوا یہ کہنا۔ رات بھر سوچا ہم گھنٹہ میں یہ تجویز کی پھر بھی اس لفظ کو بچایا۔ پہلے کہا کہ یاد نہیں رہا پھر وہی کہنے لگے پڑپڑے معلوم ہو کہ یاد تھا لیکن کہنا گوارا نہ ہو جب آدمی در در یہ ہو تو کیا نفع ہو سکتا ہے ۵ لکھے خوان دیکھے ہیں دیکھئے گا۔ اب وہ کسی کے سامنے خلاصہ نکالیں گے اس گفتگو کا اور میری خطائیں گنائیں گے یہ نہ کہیں گے کہ میں نے کیا کیا حرکتیں کی تھیں حضرت طالب ہونگی جو علامتیں ہیں جب تک انکی تحقیق نہ کرلوں کیسے دل کھلے نری ملاقات اور بات چیت کیلئے کوئی آوے تو وہ اور بات ہے۔ جب خدا کا راستہ طلب کرنے کیلئے

آئے ہیں تو جو اسکی شرطیں ہیں وہ تو دیکھی ہی جائیں گی۔ جو نماز کی درخواست کرے کہ مجھکو نماز پڑھا دو پھر تو وہ آفت میں پڑ گیا اُس سے تو بھی باتیں پوچھی جائیں گی کہ بدن بھی پاک ہے کپڑا بھی پاک ہے وضو بھی ہے یا نہیں، سمت بھی ٹھیک ہے جب تک ساری باتیں نہ پوچھ لیگا کیسے بتلا دیگا کہ یوں نیت کرو وہ کیسے نیت بندھوا دے کہ چار رکعت نماز فرض وقت ظہر اللہ اکبر۔ پہلا نماز کی شرائط بھی تو دیکھے کونسی مشکل بات میں نے کہی تھی انھوں نے خود ہی کہا تھا کہ میں فلاں سے بیعت ہوں جب تک اسکو صاف نہ کرلیتا اور انکو یکسو نہ کرلیتا انکو تعلیم کس طرح کرتا۔ یہ بھی کوئی بڑا مشکل کام تھا۔ اور یہ تو آسان ہے کہ میں تعلیم کردوں لیکن آموختہ سا پڑھ دینے سے کیا ہوتا ہے۔ جب دل سے نہ ہوگا تو کچھ بھی نفع نہیں ہو سکتا ایسی حالت میں تعلیم کرنا خیانت ہے۔ اور دوسرے کو دھوکہ میں رکھنا ہے۔ کیونکہ عادت اللہ جاری ہے کہ نفع کا مدار اس طریق میں بشاشت پر ہے۔ جب مجھے معلوم ہے کہ نفع نہ ہوگا تو تعلیم کرنا خیانت ہی ہے پھر فرمایا کہ میں فخراً نہیں کہتا لیکن یہ بھی میں ہی ہوں کہ ایک شخص سے انقباض ہے پھر بھی اسکو اجازت دیتا ہوں کہ خط سے تعلیم حاصل کرے اور امید دلاتا ہوں کہ نفع ہوگا خط میں انقباض نہیں ہوتا کیونکہ کوئی سامنے نہیں ہوتا۔ چاہے کسی کا خط ہو بلکہ میں تو اکثر خط میں نام بھی نہیں دیکھتا کہ کس کا ہے صرف مضمون کو دیکھکر اسی مضمون کے مطابق جواب لکھ دیتا ہوں خط لکھنے والے کی رعایت سے بہت کم جواب لکھتا ہوں۔ ایک صاحب نے پوچھا کہ اگر خط لکھنے والے سے انقباض ہو تو اسکا نام دیکھکر اسکی صورت ذہن میں آجائے تب بھی نفع ہو سکتا ہے۔ فرمایا کہ اسباب انقباض جدا ہیں بعضے ایسے ہیں جنکو عناد ہے اُن کو میں تعلیم باطنی نہیں کرتا نہ خط سے نہ ویسے البتہ مسائل کا جواب لکھ دیتا ہوں بعضوں کی غلطی بیوقوفی سے ہوتی ہے جس سے انقباض ہو جاتا ہے۔ ایسے شخصوں کو خط کے ذریعہ سے تعلیم کر دیتا ہوں محض اُن کی صورت ذہن میں آنے سے انقباض کا اثر عود نہیں کرتا۔ ان مولوی صاحب کی تو بیوقوفی کی غلطی ہے اب بھی مہینہ بھر کیلئے کہیں چلے جائیں اور پھر آئیں تو کوئی انقباض نہ رہے گا۔ اگر پندرہ بیس دن کو سفر کر جائیں تو جب پھر آئیں گے تو بالکل نئے ہوں گے۔ اس درمیان میں ساری شکائتیں دل سے جاتی رہیں گی۔ اسوقت اسکا کچھ ذکر نہیں آیا ورنہ یہ صورت بھی اسی وقت بتلا دیتا۔ اب بھی کوئی صاحب جاکر اُن سے کہہ آدیں چنانچہ ایک انکے ہموطن نے جاکر یہ بات بھی کہدی اور وہ مولوی صاحب پندرہ دن کیلئے ایک مدرسہ میں حدیث کا دورہ سننے کیلئے تشریف لے گئے پھر فرمایا کہ میں

سچ کہتا ہوں مجھے انقطاع اور اُن کو خواہ مخواہ ٹالنا منظور نہیں تھا بلکہ جو کچھ کیا اُنہیں کی مصلحت کیلئے کیا ورنہ جھک جھک سے میرا کیا نفع تھا صاف کہدیتا کہ میں تمھیں نہیں رکھتا۔ اگر انقطاع منظور ہوتا یہ باتیں کیوں بتلاتا ہیں تو خود بتلاتا ہوں کہ اگر اب بھی مجھسے نفع حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اسکی یہ صورتیں ہیں چونکہ میں جانتا تھا کہ اس صورت میں اُن کا نفع نہیں ہے اسلئے عذر ضروری تھا۔ ورنہ خیانت تھی۔ اگر کوئی طبیب باوجود اسکے کہ وہ جانتا ہے کہ اس نسخہ سے فائدہ نہوگا لیکن محض فیس لینے کی غرض سے اور نسخہ کی قیمت وصول کرنے کیلئے وہ مریض سے کہے کہ اس نسخہ کو پی لو تو وہ چوٹا ہے اور خائن ہے اسی طرح وکیل جانتا ہے کہ اس مقدمہ میں جان نہیں لیکن اپنی فیس سیدھی کرنیکے لئے موکل سے کہے کہ ہاں پیروی کرو جیت جاؤ گے تو وہ دھوکہ باز ہے۔ خدا نہ کرے وہ دن کہ میں ایسا کروں چاہے رائے میں اجتہادی غلطی ہو لیکن جب ایک شخص جانتا ہے کہ نفع نہوگا پھر بھی محض اپنے نفس کے خیال سے کہ بُرے نہ بنیں اور بے مروت اور بد اخلاق مشہور نہوں تعلیم کر دینا خیانت ہی اب دیکھئے اس شخص سے جو کہ تعویذ لینے آیا تھا کئی مرتبہ میرے جی میں آیا کہ کہدوں نفع نہیں ہوگا کیونکہ اس نے پہلے منقبض کر دیا تھا لیکن چونکہ محض تعویذ کا معاملہ تھا اسلئے اس کہنے سے رک گیا۔ لیکن اس تعویذ سے نفع نہوگا۔ یہ شخص تعویذ مانگنے آیا تھا صرف یہ کہا تھا کہ بیمار ہے تعویذ دیدو۔ جب حضرت نے پانی پڑھکر دیدیا اور تعویذ لکھنے لگے تب معلوم ہوا آسیب ہے۔ حضرت دیر تک تنبیہ فرماتے رہے کہ جب حال بیان کیا تھا تب ہی کہتے کہ آسیب ہے۔ انتظاری کس بات کی تھی۔ لوگوں کو کام لینا بھی نہیں آتا ایسا مرض ہو گیا لوگوں میں ادھوری بات بیان کرتے ہیں۔ موٹی موٹی باتیں ہیں مگر سب بچے ہی ہو گئے۔ جب پانی پڑھکر دیدیا تب بقیہ حال کہا۔ یہ تو ایسی ہی مثال ہوئی کہ جب حکیم نے نسخہ لکھکر دیدیا تب بقیہ حال کہا۔ کیا فائدہ تکلیف دینے سے۔ خدا جانے مجھی کو تہذیب کا ہیضہ ہو گیا یا لوگوں ہی میں بد تہذیبی ہو گئی بعض مرتبہ تو خیال ہونے لگتا ہے کہ کہیں اپنی ہی بد رائی ہو لیکن یہ بھی جی کو نہیں لگتی۔ جی اسکے ماننے پر راضی نہیں ہوتا یہی سمجھ میں آتا ہے کہ میری تو رائے ٹھیک ہے لوگوں ہی کی غلطی ہے کیونکہ موٹی موٹی اور کھلی کھلی باتیں ہیں۔ اب کیا یہ بھی مطالبہ نہ کروں کہ سب حال ایک ساتھ کہدیا کرو پہلے تو کہا بیمار ہے تعویذ دیدو جب لکھا گیا پھر آسیب کا ذکر کیا) پھر فرمایا کہ جسطرح جو صحبت

بدون زوجین کی شہوت کے ہو۔ اُس سے نسل نہیں چلتی عورت مرد دونوں کو شہوت ہونی چاہیے چنانچہ
توافق انزالین شرط ہے حمل قرار پانے کیلئے۔ اسی طرح بیدلی سے تعلیم کرنا بالکل ایسا ہی ہے
جیسے بلا شہوت صحبت کرنا۔ حرکات متعبہ ہو ہی جاویں گی لیکن نسل نہیں چلے گی خواہ مخواہ بیچاری
کو تنگ کیا جاڑے میں نہایتکی تکلیف دی۔ عرض کیا گیا کہ بعض بزرگوں کو شاید انقباض نہوتا
ہو فرمایا کہ کیا اسباب انقباض سے بھی انقباض نہوگا اگر یہ بات ہے تو اُن کا قصد ہی نہوگا ایصال
نفع کیا۔ اور میرے نزدیک تو عدم انقباض کی یہی وجہ ہے جو اُستاد شفیق ہوتا ہی اور چاہتا ہے کہ
شاگرد کی سمجھ میں آجاوے وہ نہایت توجہ کے ساتھ تقریر کرتا ہے پھر اگر شاگرد کی طرف سے بے توجہی
ہوتی ہے تو اس کو سخت ناگوار ہوتا ہے۔ اور جس کو شفقت نہیں ہوتی وہ بوجھ سا اُتار دیتا ہی چاہے
شاگرد سمجھے یا نہ سمجھے میری بدخلقی کا مبنی خوش خلقی ہے۔ چونکہ مجھے توجہ نہایت ہوتی ہے اسلیئے
انتظار کرتا ہوں کہ دوسرا بھی ایسی ہی توجہ کرے اور جو میں بے اعتنائی کروں تو پھر کوئی وجہ
نہو انقباض کی جی یوں چاہتا ہے کہ جتنے شرائط نفع کی ہیں وہ سب جمع کرلوں۔ اسی واسطے
انقباض بھی ہوتا ہے رد کھاپن بھی کرتا ہوں جواب بھی صاف دیتا ہوں اب اُس جڑ کو تو دیکھتے
نہیں شاخوں کو دیکھ لیا۔ اُنتو لوگ ایسے ہی پیروں کو چاہتے ہیں جو کوئی تفتیش نکریں بلکہ سارا بوجھ
اپنے اوپر لیں۔ خود مرید پر کوئی بوجھ نہو۔ تو جناب ہم تو ایسے کاملین میں سے نہیں۔ یہ کاملین ہی
کا کام ہے کہ دل ہی دل سے ٹھیلتے جائیں فیوض کو ہمنے تو دیکھا نہیں ایسا کامل کبھی۔ ممکن ہی
ہوتے ہوں ہمیں تو صرف باتیں آتی ہیں اور باتیں ہوتی نہیں جب تک دل نہ کھلا ہو۔ اور دل
بغیر مناسبت کے کھلتا نہیں۔ کیا کہوں طبیعت ہے۔ دو خطوں میں اگر دو مختلف مضمون ہوتے ہیں یعنی
ایک ہی خط میں مسائل بھی اور حالت باطنی بھی تو نہایت پریشان ہوتا ہوں جیسے ایک جلسہ
میں دو باتیں بُری معلوم ہوتی ہیں۔ جب ایک جلسہ ختم ہو جائے تب دوسری بات کیلئے دوسرا جلسہ
ہو۔ ورنہ گڈمڈ کرنے سے تکلیف ہوتی ہے قلب کو۔ اب کیا کروں اسکو اور اس صورت میں
ایک یہ شبہ ہو جاتا ہے کہ ان دونوں (مضامین) میں سے مقصود سمجھا ہو ایک کو اور جب لکھنے
بیٹھے تو کہا کہ لاؤ دوسرا بھی یہی۔ وہم سوار ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک غیر مقصود ہے تو اُس کا
جواب گراں معلوم ہوتا ہے اگر کوئی ایسا خط آتا ہے جسمیں دونوں مضمون ہوتے ہیں تو چونکہ

مسائل فقہیہ ضروری ہوتے ہیں۔ اس لئے صرف مسائل کا جواب لکھدیتا ہوں کبھی اس کا عکس بھی اگر کوئی مقتضی خاص ہوا اور کبھی سینہ پر پتھر رکھکر دونوں کا جواب لکھدیتا ہوں مگر تکلیف بہت ہوتی ہے ایک شخص نے اعتراض لکھکر بھیجا تھا (بتائیں تو اعتراض کی دیکھئے) کہ تم ڈاکخانہ والوں کو نفع پہونچاتے ہو کیونکہ علیحدہ علیحدہ پوچھنے میں دو پیسے کے بجائے چار پیسے لگیں گے۔ ایک نے لکھا کہ چونکہ اسراف منع ہے اس لئے ہم نے ایسا کیا غرض عجیب و غریب حالتیں ہیں مگر جن سے تعلق نہیں اُن سے شکایت پیدا نہیں ہوتی جن سے تعلق ہے یا جو تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں اُن کی قدم قدم پر روک۔ ٹوک ہی جس سے محبت ہوتی ہے جی چاہا کرتا ہے کہ ہمارے طریقہ پر آجائے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور کی باتوں پر جسنے عمل کیا اسی کو نفع ہوا۔ فلاں حکیم صاحب نے آپ کی نصیحت پر اُمراء سے کھنچنا شروع کیا تو کہتے تھے کہ اب وہ لوگ خود بخود سیدھے ہو گئے اور حضور کے بڑے مداح تھے کہ جو باتیں ہیں نہایت تجربہ کی ہیں۔ یہ سنکر حضرت نے فرمایا کہ جی حضرت کوئی پہلے ہی سے دوا کو تھوک دے حلق کے اندر نہ جاوے تو اس کو حقیقت حال کیا معلوم ہو سکتا ہے برت کر دیکھئے تب پتہ چلے کہ اس کا کیا اثر ہے پھر فرمایا کہ مجھے تجربے بھی ہیں لیکن زیادہ حصہ حق تعالیٰ کی تفہیم کا ہے اب اسکو میں کیسے غلط سمجھ جاؤں۔ ہاں کچھ تجربے بھی ہیں۔ میں ہر ہر واقعہ میں غور کیا کرتا ہوں کہ اس کا کیا اثر ہوا اور اس کا کیا اثر ہوا۔ ایک صاحب نے میرے ایک عزیز سے اعتراض کیا کہ یہ بڑی صفائی صفائی بگھارا کرتا ہے اور بہت استغنا برتتا ہے۔ امراء سے کھنچتا ہے یہ بھی ایک تدبیر ہے کیونکہ اس سے لوگ اور بھی معتقد ہوتے ہیں۔ ہمنے تو یہ جواب دیدیا کہ بھائی یوں ہی سہی اللہ معاف کرے۔ لیکن

؎ ازاں گناہ کہ نفعے رسد بغیر چہ باک ۔

کسی کو ایذا تو نہیں پہونچتی بوجہ تو نہیں ہوتا لیکن اُن عزیز نے ایک اور جواب دیا۔ ہیں بڑے تیز۔ انھوں نے کہا کہ جو مال اور جاہ کا طالب ہوتا ہے وہ اُس کی تدبیریں اوروں کو نہیں بتلایا کرتا۔ وہ تو ممبر پر بیٹھکر سب کو کہتا ہے کہ اے علماء تم بھی یہی طرز اختیار کرو۔ اگر جاہ و مال کا طالب ہوتا تو ان تدبیروں کو چھپاتا اس طرح علی الاعلان سبکو تعلیم نہ کرتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ مال و جاہ کا طالب نہیں بلکہ محض دین کی باتیں سمجھ کر خود بھی عمل کرتا ہے اور اوروں کو بھی کہتا ہے کہ تم بھی عمل کرو ورنہ کوئی اپنی معاش کی تدبیریں اوروں کو تھوڑا ہی سکھلایا کرتا ہے۔ ایک صاحب نے اس جواب کی بہت تعریف کی فرمایا واقعی بہت بڑی

معقول جواب دیا۔ لیکن میں نے کہا کہ بھائی تمہارا ذہن تو بڑی دور پہونچا ہمارا جواب تو یہ ہے ؎

خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند　　آرے آرے میکنم با خلق و عالم کار نیست

غرض ہی کیا ہے کسی سے۔ کوئی کچھ کہا کرو۔ مبارکپور میں ایک شخص مجھے اپنے گھر لیگئے۔ وہاں وہاں مٹھائی پھل کپڑے اور دس روپیہ نقد پیش کئے کھانے پینے کی چیزوں میں سے تھوڑا تھوڑا چکھ لیا۔ روپیہ اور کپڑے واپس کر دیئے۔ انھوں نے اصرار کیا میں نے کہا کہ تمہیں تو وسعت ہے۔ ممکن ہے اس جلسہ میں کوئی غریب ہو اس کا بھی جی گھر لیجانے کو چاہے اور وہ دیکھے یہ منظر تو پھر اسکی ہمت نہیں پڑیگی اس درخواست کی کہ گھر چلو۔ کیونکہ اُس بیچارے کے پاس اتنا دینے کو کہاں سے آوے اتنی معقول وجہ سنکر بھی انہیں ناگوار ہوا تکبر کی وجہ سے یوں سمجھا کہ سُبکی ہوئی جلسہ میں۔ میری بات ہیٹی ہوئی لیکن اس بات کا جواب ہی کیا دے سکتے تھے ناگواری کے ساتھ خاموش ہو گئے بعد کو اوروں سے کہا کہ یہ بھی ترکیب ہے۔ مگر خدا تعالیٰ نے میرا اس جواب کو وہیں دکھلا دیا کہ اسی جلسہ کے اندر دو تین غریب آدمیوں نے کہا کہ صاحب ہمارے یہاں بھی چلو۔ وہ اسی انتظار میں تھے کہ دیکھیں آنا قیمتی ہے یا غیر قیمتی وہ آنا آنہ کا ہے یا روپیہ کا میں اُن کی درخواست پر گیا سب نے بیچاروں نے لیجا کر صرف شربت پلا دیا دو پیسہ کی شکر میں شربت بنتا ہے یا دو آنہ کا سہی اگر سا تھیونکو بھی پلا دیا جب ان کا جی خوش ہو گیا۔ چنانچہ وہاں (پہلے صاحب کے یہاں) بھی کچھ کھا پی لیا تھا۔ اور اگر کسی کا نقد ہی دینے کو جی چاہتا تھا تو جہاں میں مقیم تھا وہاں بھی تو آسکتے تھے۔ یہ کیا بے تمیزی کی بات ہے کہ گھر بلا بلا کر نذرانہ۔ گویا اسی واسطے آنا ہوا تھا۔ یہ تو ذلیل کرنا ہے دوسرے کو۔ تو حضرت ایسے طریقے بدلگئے ہیں۔ رسوم غالب ہو گئیں۔ کوئی پوچھتا نہیں کوئی ٹوکتا نہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب ایک رئیس کی دینداری کے بہت مداح تھے لیکن کبھی ملے نہیں۔ علی گڈھ میں تشریف رکھتے تھے وہ رئیس صاحب ملنے کیلئے آئے جب سُنا کہ وہ صاحب آرہے ہیں علی گڈھ چھوڑ کر چلے گئے۔ ملے نہیں۔ مولانا گنگوہی عمر بھر کسی امیر کے دروازے نہیں گئے۔ عرض کیا گیا کہ وہ رئیس صاحب تو طالب دین ہو کر آرہے تھے پھر بھی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے اعراض فرمایا۔ فرمایا کہ ہر بزرگ کی جدا شان ہوتی ہے۔ طبائع مختلف ہوتے ہیں حضرت مولانا کی طبیعت ہی ایسی واقع ہوئی تھی کہ ان کو امراء سے انقباض ہوتا تھا۔ تکبر تو جرا۔ امراکو بھی حقیر　　کیوں سمجھی لیکن اختلاط بھی

کیوں کرے۔ کہیں پھنس ہی جاوے تو پھر بدخلقی نہ کرے۔ یہی بنگالی مولوی صاحب جنکا ذکر اس ملفوظ میں ہے دیوبند تشریف لیگئے وہاں سے بعد حصول اجازت پھر حاضر خدمت ہوئے لیکن حضرت کے مواخذوں پر بجائے اعتراف و اظہار امر واقعی کے اپنے اقوال کی تاویلیں کرتے رہے جسپر حضرت نے مکاری اور تکبر کے الزامات اُنپر قائم کئے اور بہت منقبض ہوئے حضرت نے یہ معلوم کرنا چاہا کہ اپنے سابق بدعتی پیر کو گمراہ کہنے میں اسقدر آپکو کیوں تامل ہوا تھا۔ دیوبند سے جو خط بغرض اجازت حاضری بھیجا تھا اُس میں بھی صاف الفاظ میں اُنکو گمراہ نہ لکھا تھا حضرت نے تحریر فرما دیا کہ یہ الفاظ کافی نہیں چنانچہ دوسرے خط میں اُنھوں نے صاف الفاظ لکھکر بھیجے تب اجازت حاضری کی ملی۔ زبانی گفتگو میں اس پس وپیش کی وجہ وہ برابر اپنی کم فہمی ظاہر کرتے رہے لیکن چونکہ یہ اصلی وجہ نہ تھی اُن کی کوئی تاویل حضرت کے سامنے نہ چلسکی بہت دیر کی قیل وقال کے بعد انھوں نے اقرار کیا کہ کھلے الفاظ میں گمراہ کہنا شاق گذرتا تھا۔ غرض اُنھوں نے امور واقعیہ کو چھپانیکی بہترا کوشش کی لیکن کامیاب نہو سکے کیونکہ اتقوا فراسة المومن فانہ ینظر بنور اللہ اولیاء اللہ کو نور باطن سے ادراک ہوجاتا ہے کئی بار اُنھوں نے بعد مغرب پرچہ دیکر تعلیم حاصل کرنی چاہی لیکن انہیں جھوٹی تاویلوں اور بیجا اخفا کی بدولت ناراضگی کیساتھ ہر بار اُٹھا دئے گئے اُنکے اظہار امر واقعی کے بعد حضرت نے فرمایا کہ جب تک آپ یہاں رہکر اپنے اخلاق درست نکرینگے محض ذکر شغل سے درستی نہیں ہوسکتی آپکا ذکر شغل پوچھنا قبل از وقت ہی بدون اول درستی اخلاق کے ذکر شغل کچھ نفع نہیں پہونچا سکتا اسپر اُنھوں نے کہا کہ میری رخصت قریب الختم ہے۔ میں زیادہ نہیں ٹہر سکتا۔ حضرت نے فرمایا کہ میں ذکر شغل تعلیم کرنے کیلئے تیار ہوں لیکن بدوں اسکے کہ پاس رہکر۔ اخلاق کی اوّل درستی کیجائے کوئی معتدبہ فائدہ نہیں حاصل ہوسکتا میں مشورہ دیچکا۔ اب جو رائے ہو اسکو ظاہر کر دیجئے انھوں نے ذکر شغل کی درخواست کی حضرت تعلیم فرمانے لگے لیکن درمیان میں انھوں نے غیر ضروری اعادہ لبطور استفسار کیا۔ اسپر حضرت نے ناخوش ہوکر اُنہیں اٹھا دیا۔ اور فرمایا کہ میں نے تو حسب وعدہ تعلیم کرنا چاہا تھا۔ لیکن آپنے خود ہی بے توجہی کی اب میں اسکو کیا کروں پھر وہ صاحب غالباً چار پانچ روز اور رہکر واپس چلے گئے حضرت نے رخصت کے وقت فرمایا کہ جو کچھ پوچھنا ہو خط کے ذریعہ سے پوچھئے گا اپنے مقام پر پہونچکر اُنھوں نے عریضہ حضرت کی خدمت میں بھیجا جو

معہ جواب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

خط ان بنگالی صاحب کا جو بدعتی رہے سے بیعت تھے اور جن پر بہت سختی کی گئی تھی

مضمون۔ الحمد للہ والمنۃ حضور کی صحبت کیمیا اثر نے بندہ کو منجملہ دوسرے فوائد کے یہ ایک نہایت بڑا فائدہ بخشا ہے کہ قبل ازیں یہ ناچیز اپنے تئیں بڑا مہذب اخلاق سمجھتا تھا اب یقین ہوگیا کہ مجھسے بڑھکر کوئی گر بڑ ہے ہی نہیں امید از ذات کریم الصفات یہ ہے کہ ازروے مہربانی یہ دعا و توجہ فرمائیے کہ وقت امتحان کے بھی یہی گمان غالب رہے مجھ نفس پرست میں بہت سی خباثتیں موجود ہیں ہائے لوگونکی ستائش نے اسپر اور بھی اضافہ کردیا۔ آج منجملہ اس ناچیز کے امراض باطنی کے دو کو پیش کرتا ہوں۔ متر صد کہ آں حکیم امت ازروے لطف و کرم ان کی کوئی صورت دفعیہ ارشاد فرمادیں گے۔ پہلا مرض یہ ہے کہ مجکو جاہ و وقعت کیطرف بڑی نظر ہے مگر باوجود اس کے یہ سمجھتا بھی ہوں کہ یہ ایک خیال مذموم ہے رفع کی بھی کوشش کرتا ہوں مگر امتحان کے وقت اُس خیال مذموم ہی کو غالب پاتا ہوں اگر کوئی شخص میری شان میں ایسی کوئی ہیچ بات کہے کہ اُس سے میری جاہ میں بٹہ لگجائے تو میں اُس شخص کو دشمن سا سمجھتا ہوں اکثر اوقات لوگوں سے دوران کلام میں اتفاقاً ایسی ایسی باتیں کرتا ہوں کہ مخاطبین جان لیں کہ میں ایک باوقعت آدمی ہوں نعوذ باللہ من ذالک۔ جب مخاطبین مجھے ذی شان سمجھ بیٹھتے ہیں اُس وقت مجھے بڑی خوشی معلوم ہوتی ہے گو تھوڑی دیر کے بعد اپنے گفتہ پر پشیمان بھی ہوجاتا ہوں مگر پشیمانی سرور پر غالب نہیں آسکتی ہے کبھی اگر حماقت سے مجھسے کوئی ایسی بات نکل پڑے کہ اُس سے میرے جاہ میں نقص ہو تو فوراً اُس میں تاویلات واہیہ و توجیہات باطلہ کر بیٹھتا ہوں چنانچہ حضور کی خدمت میں بھی ایسی خرافات تاویلات چلانیکی کوشش کی تھی مگر چونکہ حضور ادنی فراست سے سب کچھ سمجھ گئے اسلئے الٹی مجکو پشیمانی و خسران نصیب ہوئی۔ اسمیں دو خرابیاں ہوئیں ایک تو حضور کو خواہ مخواہ دق کیا دوسرا اپنے تئیں فیض خاص سے محروم رکھا۔

جواب۔ الحمد للہ آپنے اس امر کا اعتراف فرمایا جسکا بندہ مدعی تھا۔ اور یہ اعتراف ایک جزو ہے توبہ کاملہ کا اور ایک جزو اس کا ندامت ہے تیسرا معذرت ہے چوتھا عزم علی الترک ہے پانچواں تدبیر اصلاح

ہے اللہ تعالیٰ بقیہ اجزا کی بھی توفیق دے۔

مضمون۔ دوسرا مرض نظر بازی کا ہے امرد اور امراۃ دونوں کو گوشۂ چشم سے گھور لیتا ہوں اور نفس میں ایک قسم کا حظ بھی پاتا ہوں۔ کبھی کبھی اگر ہمت کرکے آنکھ پھیر لیتا ہوں تو نفس پر بہت شاق ہوتا ہے اور دیر تک ایک تکلیف محسوس کرتا ہوں۔ بارہا استغفار کیا مگر چنداں کامیاب نہیں ہوا۔ از روئے مہربانی کوئی تدبیر ایسی ارشاد فرمادیجئے کہ جس پر عمل کرنے سے اس فعل شنیع پر طبعاً نفرت پیدا ہو جاوے۔

جواب۔ بجز ہمت و تحمل مشاق کوئی تدبیر نہیں اور معین اسکی دو چیزیں ہیں استحضار عقوبت اور ذکر کی کثرت۔

مضمون۔ دوسری عرض یہ ہے کہ جب بندہ حضور والا کی صحبت میں تھا اس وقت آخری راتکو ذاکرین کو دیکھتا تھا کہ بعد تہجد کے اکثر اسم ذات کا ذکر کیا کرتے یہ دیکھکر مجھ میں بھی یہ شوق پیدا ہو گیا اور ذاکرین کی مشابہت کرنے لگا اور اب تک بھی اسپر دوام ہے بعد تہجد کے کم سے کم دو ہزار بار اللہ اللہ بضرب خفیف سراً کر لیتا ہوں اور اثنائے ذکر میں جب خطرات کا ہجوم ہوتا ہے تو ذرا جہر بھی کر لیتا ہوں مگر اندیشہ رہتا ہی کہ اگر دوسرے جان لیں گے تو مدح سرائی سے میرا ستیاناس کر دینگے ذکر تو کرتا ہوں مگر حضور والا سے اجازت نہیں لیا اس لئے اس گستاخی پر ہمیشہ ترساں و ہراساں رہتا ہوں مبادا میرے لئے مضر ہو جاوے اب حضور فیض گنجور سے ملتجی ہوں کہ اگر یہ ذکر میرے لئے مفید و مناسب سمجھتے ہیں تو خدا کیواسطے اجازت عطا فرمایئے۔ والا جو حکم ہو بسر و چشم تسلیم کر لوں گا۔ قصد السبیل کے مطالعہ سے بھی اس جرأت میں کچھ تائید ملی ہے۔

جواب۔ کیجئے اجازت ہے اگر حالات سے اطلاع ہوتی رہیگی سلسلہ تعلیم کا جاری رکھونگا۔

(۵۳۶) مدرسہ میں کسی صاحب نے نوٹ دیئے تھے۔ وقت پر انکے بھنانے کی ضرورت پڑی بنئے نے دستخط کرانے چاہے حافظ جی جن کے پاس تحویل رہتی ہے حضرت سے دستخط کرانے کے لئے آئے حضرت نے فرمایا کہ میں دستخط نہیں کروں گا کبھی کسی قصہ میں شرکت ہو جاوے۔ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ بنیا بلا دستخط کے نوٹوں کو نہیں لیتا بلا دستخط کے نوٹ نہیں چلتے فرمایا کہ اگر بلا دستخط نہ چلیں گے تو ہم دینے والے کے پاس واپس بھیجدیں گے کہ یہ نہیں چلتے۔ انہیں اگر بھیجنا ہو گا دوبارہ بھیجیں گے ہم کیوں اپنے

اُوپر ٹنگی ڈالیں۔ اس دوٹوک بات کو سُنکر حافظ جی چلے گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے چونکہ روپیہ لینے کی نیت چھوڑ دی ہم جیتے وہ ہارے ورنہ ہم ہارتے ایک صاحب ہدیہ تنگ وقت پر دینے آئے جبکہ عصر کی جماعت قریب تھی میں نے واپس کر دیا کہ میں ایسے تنگ وقت میں نہیں لیتا اطمینان کی حالت میں ہدیہ پیش کرنا چاہیے۔ اسی میں ایک مسئلہ پوچھا گیا کہ اگر باوجود واقعات جاننے کے شہادت نہ دی محض اس خیال سے کہ کچہری میں وکلاء وغیرہ تنگ کرتے ہیں جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ اپنے آپکو مضرت سے بچانا جائز ہے۔ عرض کیا گیا کہ چاہے دوسرے کا بھلا ہوتا ہو فرمایا کہ ہمارا جو بُرا ہوتا ہے۔ دوسرے کے نفع کیلئے اپنے آپکو مضرت میں ڈالنے کا آدمی مکلف نہیں پھر اسی سلسلہ میں کسی بات پر فرمایا کہ بعض خواہ مخواہ کے اعتراض کا تو کوئی جواب نہیں جو سمجھنا چاہے اُسکو تو سمجھا سکتے ہیں اور جسکو محض اعتراض ہی مقصود ہو اُس کو کہدینا چاہیے کہ جاؤ تم یوں ہی سمجھو۔

(۵۳۷) فرمایا کہ یہاں یہ بھی قاعدہ ہے کہ جس مسئلہ کا ایک مرتبہ یہاں سے جواب جاچکا ہو اور وہ دوبارہ پوچھا جاوے اور یہ بات یاد آجاوے تو دوبارہ اُس کا جواب نہیں لکھتے۔ لکھدیتے ہیں کہ اس استفسار کا جواب یہاں سے ایک مرتبہ جاچکا ہے اگر دوبارہ لکھوانا ہو تو اُسکو واپس بھیجدیا جاوے ہم اسکو اپنے ہاتھ سے پہلے پھاڑ کر پھر دوبارہ جواب بھیجدیں گے ورنہ کسی اور جگہ سے منگوا لیا جاوے پھر فرمایا کہ صاحب مولویوں کو گالیاں پڑتی ہیں کہ ایک کو کچھ لکھدیا اور ایک کو کچھ۔ اس لئے یہ قاعدہ مقرر کیا گیا۔

(۵۳۸) مولوی شبیر علی صاحب نے جو کہ مثنوی شریف کے روزمرہ کے سبق کو ساتھ ساتھ لکھتے جاتے ہیں بوجہ گرمی اور ضعف دماغ کے چاہا کہ فی الحال صرف نوٹ لکھ لیا کریں بعد کو شرح لکھی جاویگی۔ حضرت نے فرمایا کہ سہولت اور مصلحت دیکھ لو۔ کام میں جب تک عملی تقاضا ہو تو سہل ہو جاتا ہے۔ اب تو یہ ہے کہ روز کا سبق روز پورا کرنا پڑتا ہے۔ اگر یہ التزام چھوڑ دیا جاویگا تو پھر عملی تقاضا نہ رہے گا بعد کو پورا کرنا دشوار ہوگا باقی اگر مجبوری ہو تو مجھے تکلیف دینا تھوڑا ہی ہے ایکبار یہ بھی فرمایا کہ آجکل کے نوجوانوں کی ہمتیں ہی پست ہیں ورنہ اگر ہمت کریں تو حق تعالیٰ پھر خود مدد فرماتے ہیں الحمدللہ مجھے کوئی کام دشوار نہیں معلوم ہوتا ہمت کرکے بیٹھتا ہوں تو حق تعالیٰ پورا فرما ہی دیتے ہیں انضباط اوقات میں بڑی برکت ہوتی ہے کوئی کام مشکل نہیں رہتا ایکبار فرمایا ناغہ میں بڑی بے برکتی

ہو جاتی ہے چاہے تھوڑا ہی سا ہو لیکن کسی روز ناغہ نہ کرے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے والد ماجد مولانا مملوک علی صاحب رح بعض روز جس روز کام ہوتا ایک دو سطر ہی پڑھاتے تھے لیکن فرماتے تھے کہ ناغہ نہیں ہونا چاہیئے۔ میں بھی جب کوئی مضمون یا کتاب لکھتا ہوں تو ناغہ نہیں کرتا بعض روز بالکل فرصت نہ ملی تو برکت کیلئے صرف ایک ہی سطر لکھ لی اس سے تعلق قائم رہتا ہے ورنہ اگر ناغہ ہو جاوے تو پھر بے تعلقی ہو کر مشکل سے دوبارہ نوبت آتی ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ کسی کتاب یا تصنیف کے ختم کے قریب مجکو بہت تقاضا ہوتا ہی چنانچہ مثنوی شریف کے حصہ ششم کے آخیر ربع کی شرح کو صرف دس دن میں ختم کر دیا حالانکہ اوسط ہر ربع کا ایک مہینہ تھا۔ جس دن ختم کیا ہی اُس دن تمام۔ شب برابر لکھتا رہا۔ اور پھر ظہر کی اذان تک لکھا یہاں تک کہ ختم ہی کر کے اٹھا۔ یہی حال درس میں ہے کہ آخیر میں بہت زیادہ پڑھاتا ہوں جبکہ طالب علم متحمل ہو۔

(۵۳۹) فرمایا کہ شاہ ولایت کے عرس میں ہر سال صوفیوں کیلئے والد صاحب دیگ بھیجا کرتے تھے بعد انتقال والد صاحب کے بعض صوفیوں نے پیشین گوئی کی تھی کہ یہ شخص بند کر دیگا چنانچہ پیشین گوئی صحیح نکلی (ہنسکر فرمایا) بڑے صاحب کشف تھے والد صاحب کی وفات کے ایکسال بعد جب میں یہاں آیا تو میں نے موقوف کیا کہ یہ کیا واہیات ہے۔ جس زمانہ میں میں نے موقوف کرنا تجویز کیا ایک شب کو میں نے خواب دیکھا کہ بہت سی قبریں پختہ بنی ہوئی ہیں جیسے عرسوں کی جگہ ہوتی ہے۔ پھر یہ شعر سنائی دیا ؎

در کارخانۂ عشق از کفر ناگزیر ست　　　آتش کرا بسوزد گر بولہب نباشد

میں نے سوچا کہ ایسی باتوں کے بھی بہت پیچھے نہ پڑنا چاہیئے ان امور میں بھی تکوینی مصالح ہوتے ہیں البتہ تبلیغ احکام ضروری ہے پھر فرمایا کہ اُسوقت تو یہی ذہن میں آیا تھا لیکن مصلحت شرعیہ بھی کی مقتضی ہوئی کہ موقوف کر دیا جاوے تکوینی مصلحت کے احتمال پر تشریع کو نہ چھوڑا جاوے گا جو مصلحت ہونیوالی ہوگی آپ ہو رہے گی۔

(۵۴۰) فرمایا کہ قبض میں عبدیت اور افتقار ظاہر ہو جاتا ہے اور بھی بہت سی مصلحتیں ہیں۔

(۵۴۱) فرمایا کہ طبعی بات ہے بسط جب غالب ہوتا ہے تو بولنا بھی بہت ہے جوش و خروش بھی بہت ہوتا ہے قبض شدید کے بعد جب بسط ہوتا ہے تو بہت علوم اپنے اندر مجتمع پاتا ہے۔ اُس وقت بہت

کشادگی ہوتی ہے یہ بھی فرمایا کہ اگر بسط دائم رہتا تو تحمل نہ ہو سکتا انسان سے۔

(۲۴۵) فرمایا کہ ایک بدعتی کا استدلال ہے کہ سالار بخش مدار بخش نام رکھنا جائز ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے جبریل بخش اس آیت میں فرمایا ہے لاھب لک غلاما ذکیا حضرت نے فرمایا کہ وہاں سببیت تھی حضرت جبریل علیہ السلام کی طرف سے یہاں کونسی سببیت دہری تھی جبریل علیہ السلام نے تو پھونک ماری تھی۔ سالار یا مدار نے کونسی پھونک ماری تھی تمہارے پیٹ میں۔

(۳۴۵) فرمایا کہ ایک بدعتی نے مجھ سے کچھ تحریری سوالات کئے۔ میں نے کہا کہ اگر آپ کو تحقیق منظور ہے تو کتابیں موجود ہیں۔ اور اگر معارضہ منظور ہے تو فن فساد سے ہم ناواقف ہیں۔ دوسرے ہی دن اشتہار چھپا کہ جہل کا اقرار کر لیا۔ اس پر ایک مولوی صاحب نے حضرت سے عرض کیا کہ بعضا جہل بھی تو علم ہے۔ حضرت نے فرمایا لیکن انہیں کیلئے جنہیں جہل نہو۔ پھر فرمایا کہ اگر جہل کا اقرار ہے کہ اس سے بڑھکر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اقرار کیا ہے کفرنا بکم الایہ (سورۂ ممتحنہ میں) ہم ابراہیمی المشرب ہیں ہمارے حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ابراہیمی المشرب تھے حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں ملۃ ابیکم ابراھیم ۔ اور اگر کہا جاوے کہ کفرنا کا بکم صلہ ہے تو ہم کہتے ہیں ایسے ہی یہاں بھی صلہ موجود ہے یعنی فن فساد سے۔

(۴۴۵) فرمایا کہ مغلوبیت کے ساتھ عشق واقعی سلف میں تھا ہی نہیں۔ سلف کی حالت استعداد اور رنگ طبیعت کا جو تھا اس کے اعتبار سے نہ ہونا ہی مصلحت تھا۔ اور اس زمانہ میں جو رنگ ہے اس کے اعتبار سے ہونا مصلحت ہے۔ اگر نہ ہوتا تو اصلاح ہونا دشوار تھی۔

(۵۴۵) ایک ذاکر صاحب سے فرمایا کہ بڑی بات اصلاح ہے۔ اصلاح کے طریقوں اور اعمال صالحیت سے مناسبت ہو جائے یہ بڑی بات ہے۔ دعا کی درخواست پر فرمایا کہ میرا کام دعا ہی کرنا ہے جب میں کام میں لگا دیکھتا ہوں خود بخود دل سے دعا نکلتی ہے۔ ذاکر صاحب نے عرض کیا کہ جب میں حضور کی خدمت میں حاضر ہونیکے لئے روانہ ہوا تو عجب جوش و خروش تھا بے اختیار گریہ طاری تھا ارادہ تھا کہ پہنچتے ہی حضور کے ہاتھ چوموں گا۔ اظہار شوق کروں گا لیکن خانقاہ میں قدم رکھتے ہی وہ کیفیت فرو ہو گئی اور ایک سکون سا ہو گیا یہاں تک کہ قبل ملنے کے میں نے ہاتھ منہ اطمینان کے ساتھ

دھوئے پھر حضور سے ملا۔ حضرت نے فرمایا کہ اوفق بالسنتہ یہی دوسری حالت ہے اور یہی کامل ہے
کیونکہ بڑی دولت ہے اتباع سنت۔ وہ پہلی حالت بھی ایک کیفیت محبت کی ہے اور محمود ہے لیکن یہ
اس سے اکمل ہے۔ اسی کے مناسب ایکبار حضرت نے فرمایا تھا۔ احقر نے عرض کیا کہ جو حضور کی محبت کا جوش
وخروش پیشتر تھا وہ اب نہیں رہا۔ فرمایا کہ طبیعت غالب تھی اب عقلیت غالب ہے۔ موجودہ حالت
اکمل ہے۔ پھر انہیں ذاکر صاحب نے بیعت کی درخواست کی۔ یہ صاحب بذریعہ خط وکتابت کچھ عرصہ تک
تعلیم حاصل کرتے رہے تھے۔ لیکن بعد کو حاضر ہو کر چند روز قیام و اطلاع حالت کے بعد یہ درخواست کی حضرت
نے فرمایا بات یہ ہے کہ مناسبت کا انتظار ہوتا ہے۔ مناسبت کے بعد پھر مجھے عذر نہیں ہوتا۔ جو کچھ روکھاپن
اور خشکی ہے اسی وقت تک ہے۔ بات یہ ہے میں یہ دیکھتا ہوں کہ مناسبت ہوگی یا نہیں اسلئے جو جو شبہ
ہوتا ہے اس سے پوچھتا ہوں اسکو لوگ خشونت سمجھتے ہیں۔ ہر شخص کا جیسا برتاؤ ویسا اس کیساتھ
معاملہ۔ اگر مجھے خلل دماغ ہے سب کیساتھ کیوں نہیں۔ بعضوں کا خیال ہے کہ مجھکو میں دماغ ہے۔ لیکن
یہ کیا وجہ کہ بعض کیساتھ سختی ہے اور بعض کیساتھ نرمی۔ بات یوں ہے کہ واللہ غلطیوں پر تغیر نہیں
ہوتا۔ مگر کیا ہے جس پر تغیر ہوتا ہے ایک بے پروائی پر ایک خود رائی پر۔ باقی غلطی کس سے نہیں ہوتی گناہ
تک ہوتے ہیں۔ کیا مجھ سے نہیں ہوتے۔ ہزاروں گناہ سیکڑوں غلطیاں۔ میں کوئی بچہ نہیں جو ہر غلطی پر
گرفت کروں ہاں جن سے بچ سکتا ہے اور پھر محض بے پروائی کی وجہ سے نہیں بچتا اُن پر تغیر ہوتا ہے
پھر انہیں مولوی صاحب کا حوالہ دیکر جنکا ذکر ملفوظ نمبر (۵۳۵) میں ہے فرمایا کہ جب معتاد ہو کر آئے پھر
تامل کیا اور جب مخلص بنکر آئے پھر چالاکی کے کیا معنی اس اجتماع المتنافیین سے پریشانی ہوتی ہے
دعوی کچھ قال کچھ حال کچھ۔ لم تقولون ما لا تفعلون دیکھئے اسی حرکت پر خدا کو بھی غصہ آتا ہے
پھر اُن ذاکر صاحب نے کوئی اور حال بیان کیا تو فرمایا جب بندہ کام میں لگتا ہے خدا خود مدد
فرماتا ہے۔ تعلیم کنندہ تو محض بہانہ ہے اصل میں مبدا فیاض ہی سے فیوض برکات نازل ہوتی ہیں
شیخ برائے نام واسطہ ہوتا ہے لیکن طالب کو چاہیئے کہ واسطہ کی قدر کرے کیونکہ خدا کی عادت ہے کہ
بدون واسطے کے وہ فیوض و برکات نازل نہیں فرماتے اللہ تعالی زیادہ تر ترقی نصیب فرماوے
پھر بیعت کی درخواست پر فرمایا کہ مجھے عذر نہیں میں بیعت کر لونگا۔ ہفتہ کے روز پرچہ دیدیجئے گا جس میں
یہ الفاظ لکھدیجئے گا "وعدہ بیعت" کیونکہ مجھے یاد نہیں رہتا۔ بہت کام رہتے ہیں۔

(۵۴۶) ایک ذاکر صاحب عرض حال کیلئے بعد مغرب حاضر ہوئے۔ از خود حضرت نے فرمانا شروع کیا کہ میں شرمندہ ہوں کہ آپ ہمیشہ محبت سے آتے ہیں مگر مجھے آپکی طرف خاص طور سے متوجہ ہونے اور بات چیت کرنیکا موقع ہی نہیں ملتا کیونکہ کاموں کی کثرت کی وجہ سے فرصت ہی نہیں ملتی۔ یہ آپ کی محبت ہے کہ آپ بدون اس کے کہ میں متوجہ ہوں یاد کرکے آجاتے ہیں۔ اس سے مجھے آپکے ساتھ انس اور الفت بڑھتی جاتی ہے۔ بے غرض محبت جو طالب کی شان ہے وہ حق تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ انشاء اللہ اسکی بہت برکتیں آپکو عطا ہونگی۔ محبت جو محض حق تعالیٰ کیلئے ہو کوئی دنیوی غرض یا نفس کا حظ نہو آپ کی محبت کی یہ شان اللہ نے کی ہے۔ ان صاحب نے عجز کے کلمات کہکر عرض کیا کہ اطلاع کے قابل کوئی حال نہیں۔ فرمایا کہ خواہ کوئی حال ہو یا نہ ہو اطلاع ہونی چاہیئے کوئی حال نہیں یہ بھی ایک حال ہے۔ ان صاحب نے عرض کیا کہ کبھی استغراق ہے کبھی غفلت کبھی ذکر زبان اور قلب دونوں کیساتھ جاری رہتا ہے کبھی محض قلب سے اور کبھی محض زبان سے غرض کبھی کوئی حالت ہے کبھی کوئی۔ کوئی مستقل حالت نہیں پیدا ہوتی۔ فرمایا کہ سب علامتیں ہیں کہ رستہ طے ہو رہا ہے ان کا پیش آنا علامت اسکی ہے کہ رستہ طے ہو رہا ہے اور روز بروز مقصود سے قرب ہوتا جاتا ہے ابتداء میں بلکہ توسط تک کی حالت میں تلوین ہی رہتی ہے استقلال تو مدتوں کے بعد ہوتا ہے۔ کمال رسوخ نسبت کے بعد البتہ ثبات ہوتا ہے حالت کا۔ نہ اس حالت کا انتظار رکھئے نہ اس تلوین سے دلگیر ہوجئے۔ اپنے کام میں لگے رہئے۔ قدم اٹھا کر چلنا شروع کردے پھر چاہے ایک ہی بالشت روز چلے لیکن روز بروز کم ہی ہوتا جائیگا۔ بلکہ رستہ میں رہجانا بھی پہونچ جانا ہی ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص طلب علم میں مرجاتا ہے اسکا حشر علماء و شہداء ہی میں ہوتا ہے یعنی وہ انہیں میں شمار ہوتا ہے۔ تو طلب بمنزلہ وصول ہی کے ہے کیونکہ بندہ کا کام اتنا ہی تھا۔ ذاکر صاحب نے عرض کیا کہ بعض اوقات قلب بالکل خالی معلوم ہوتا ہے۔ بہت کوشش کرتا ہوں لیکن کچھ نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ کوشش نہ کیجئے یہ غلطی ہے یعنی کوشش میں مبالغہ نہیں چاہیئے۔ سرسری توجہ رکھنی چاہیئے۔ ورنہ زیادہ کاوش کا انجام اچھا نہیں۔ طبیعت پر تعب ڈالنے سے پریشانی بڑھتی ہے اور کبھی کبھی مایوسی تک نوبت پہونچتی ہے کیونکہ ایسے امور اختیار میں نہیں اور جو امور اختیار میں نہوں ان کے پیچھے پڑنیکا انجام آخیر میں تعطل ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض کامیابی نہوئی تو شیطان

راہ مارتا ہے۔ غور کرتا ہے کہ اتنا سر مارتے ہیں پھر بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلتا پھر کیا فائدہ بیکار محنت کرنے سے لہٰذا زیادہ کوشش نہیں چاہیے ؎ سخت میگیرد جہاں بر مردمانِ سخت کوش۔ سو واقعی یہی بات ہے۔ یہ سلوک ہی کے متعلق فرمایا ہے۔ سرسری توجہ اور سعی سے کام کرنا چاہیے۔ اگر کوئی کیفیت نہ ہو کچھ پرواہ نہ کرے۔ یہ خالی رہ جانا قبض کہلاتا ہے۔ قبض بسط سے بھی ارفع ہے اسواسطے کہ اپنی حقیقت قبض ہی میں معلوم ہوتی ہے۔ اگر بسط دائم رہے تو بہت سے اخلاق رذیلہ پیدا ہو جاویں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے رزق ظاہری کی بابت فرمایا ہے کہ ولو بسط اللہ الرزق لعبادہ لبغوا فی الارض یعنی اگر اللہ تعالیٰ رزق کو فراخ فرما دیتے اپنے بندوں کیلئے تو وہ شرارت کرتے۔ سو احوال کے رزق باطنی میں بھی یہی ہوتا ہے۔ اگر احوال دائم رہیں تو بہت سی باطنی خرابیاں پیدا ہو جائیں یعنی طغیان بڑائی عجب وغیرہ پس قبض میں بھی صدہا مصلحتیں ہیں۔ یہ بھی علاج ہے بہت سی برائیوں کا۔ اور جو قلب خالی معلوم ہوتا ہے تو واقع میں خالی نہیں ہوتا بلکہ بھرا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن جو چیز اسمیں بھری ہوئی ہے وہ ایسی ہے کہ بظاہر نظر محسوس نہیں ہوتی بسط کی حالت تو ایسی ہے جیسے بوتل میں پانی بھرا ہوا ہو کہ وہ نظر بھی آتا ہے ہلانے سے چھلکتا بھی ہے بوتل بھی وزنی معلوم ہوتی ہے اور اگر پانی گرا کر ڈاٹ لگا دی جاوے تو بوتل خالی نظر آتی ہے حالانکہ وہ خالی نہیں ہے بلکہ اسکے اندر ہوا ہے اور ممکن ہے کہ اسوقت کے اعتبار سے ہوا ہی کا ہونا مصلحت ہو۔ پانی تو نظر آتا تھا۔ ہوا نظر نہیں آتی حالانکہ ہوا بھی بعض اوقات ضروری ہوتی ہے۔ چنانچہ مشک ہیں کبھی پانی بھرتے ہیں۔ کبھی پھونک مار کر ہوا بھرتے ہیں اور اُس کے ذریعہ تیرتے ہیں اسوقت ہوا ہی کا بھرنا ضروری ہوتا ہے اسوقت اس میں اگر کوئی سوئی چبھو دی تو اس کے ڈوبنے کا مقدمہ ہے۔ اور یہ جاننا مربی حقیقی کا کام ہے کہ کسوقت ہوا بھرنا مفید پڑیگا اور کس وقت پانی بھرنا۔ بہر حال مربی کا شکر کرنا چاہیے۔ یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہم خالی ہیں۔ کام میں لگا رہے اور حالات سے اطلاع دیتا رہے انشاء اللہ کامیابی یقینی ہے۔ اس راہ میں ہرگز ہرگز حرمان نہیں ہوتا۔ پھر احقر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مشک کی مثال عجب ہے اس سے پہلے کبھی ذہن میں نہیں آئی تھی الحمدللہ یہ علوم ہیں جو منجانب اللہ وارد ہوتے ہیں۔ آپ کو قلمبند کرنیکا بہت ثواب ہوگا۔ یہ کسی کو نہیں سوجھی تھی۔ انشاء اللہ یہ مضامین لوگوں کو بہت نافع ہوں گے

(۲/۸۵) حضرت والا نے متعدد مصالح کی بنا پر یہ قاعدہ مقرر فرما دیا ہے کہ دوپہر کے وقت اور مدرسہ کے

اوقات کے علاوہ چھٹی کے وقت میں کوئی باہر کا طالب علم مدرسہ میں نہ آوے اور نہ رہنے پاوے۔ اور جو خانقاہ ہی میں رہتے ہوں وہ دوپہر کے وقت جوکہ آرام کا ہوتا ہے نہ آپس میں زور زور سے باتیں کریں نہ کتاب وغیرہ پڑھیں۔ اس قاعدہ کے خلاف کرنے پر متعدد مرتبہ سخت تنبیہ فرما چکے ہیں۔

۲۲ رجب المرجب ۱۳۴۶ھ ہجری

(۵۴۸) فرمایا کہ فنا میں جو سکر اور استغراق ہوتا ہے وہ انسان کے ساتھ خاص ہے ملائکہ میں نہیں ہوتا۔

(۵۴۹) فرمایا کہ یہ مسئلہ تصوف کا ہے کہ الفانی لایرد یعنی فانی لوٹتا نہیں اول حالت کی طرف۔ ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب فرماتے تھے کہ شیطان واصل ہو کر راجع نہیں ہوا۔ وہ واصل ہی نہ ہوا تھا۔ ورنہ واصل مرتد نہیں ہوتا حدیث شریف میں ہے کذالک الایمان اذا خالط بشاشته القلوب پس شیطان واصل ہی نہیں تھا۔ اسوقت بھی اسمیں استکبار کی شان تھی جو کفر کا شعبہ ہے چنانچہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ کان من الکافرین

(۵۵۰) فرمایا پری مطلق پر والے کو کہتے ہیں یہ لفظ ہم معنی اولی اجنحہ کا ہے۔ یہ نہیں کہ صرف مؤنث کو کہتے ہیں جیسا کہ مشہور ہے۔

(۵۵۱) استفسار پر فرمایا کہ روح کے متعلق جو من امر ربی ارشاد ہے اسمیں من علت کا ہے تبعیضیہ نہیں یعنی روح امر رب کی وجہ سے ہے۔ مطلب یہ کہ روح ایسی چیز ہے جو امر رب سے ہوئی ہے۔ پھر فرمایا کہ محققین کے نزدیک روح عالم مادہ میں سے نہیں بلکہ عالم مجردات میں سے ہے۔ پس چونکہ عنصری نہیں ہے اس لئے اس سے زیادہ سمجھ میں نہ آتا کہ خدا کے حکم سے پیدا کی ہوئی ہے۔ یہ تو روح حقیقی ہے۔ ایک روح مادی ہوتی ہے۔ اسمیں دو صورتیں ہیں۔ ایک روح طبعی ہے جو بخارات سے بنتی ہے یہ مرنے کے وقت فنا ہو جاتی ہے۔ اور ایک اسکے علاوہ اور روح ہے جسکو حدیث میں نسمہ کہا ہے۔ اسکی ایسی شکل ہے جیسی بدن انسان کی۔ ہاتھ پیر ناک آنکھ سب اعضاء ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اسکی ہیئت منطبق ہے اس پیکر پر اور جسم لطیف ہے۔ وہ عرض نہیں۔ وہ مرنیکے بعد باقی رہتی ہے۔ اور روح حقیقی انسان کے اندر داخل نہیں ہوتی بلکہ اسکو جسم سے ایک قسم کا تعلق ہے۔ جیسے بادشاہ کو تعلق تمام رعایا سے ہوتا ہے یہ صوفیہ کی تحقیق ایسی ہے کہ اسکے بعد تمام قرآن حدیث اسپر منطبق ہو جاتے ہیں۔ الفتوح میں اس کی

تفصیل ہے۔ الفتوح کو میں نے عشرۂ رمضان میں لکھا تھا لوگ کہتے ہیں کہ عبارت سمجھ میں نہیں آتی لیکن جب مضمون ہی دقیق ہو تو کیا کیا جاوے۔ عبارت تو سمجھ میں آتی ہے لیکن سمجھ ہی عبارت کیطرف نہیں آتی عرض کیا گیا کہ الفتوح میں قل الروح من امر ربی کی یہ تفسیر نہیں ہے جو حضور نے اسوقت فرمائی فرمایا کہ وہ تفسیر تھوڑا ہی تھی اب آپ لکھ لیجئے ناظرین دونوں کو جمع کر لیں گے۔ جیسے ایک جگہ انگرکھا ایک جگہ پاجامہ۔ دونوں کو لیکر پہن لیں گے۔ جیسے کسی عورت نے دوسری عورت سے پوچھا کہ بہن فرج کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میرا میاں تیرا میاں یہی فرج ہے اور فوج کہاں سے آئی تھی استفسار پر فرمایا کہ جانوروں کی روح بمعنی نسمہ میں شبہ ہے روح طبعی تو ہے ہی۔ حدیث میں ہے کہ جانور محشور بھی ہوں گے اب یا تو حق تعالیٰ روح طبعی ہی کو ان میں پھر پیدا فرماویں گے یا نسمہ بھی نہیں ہوتا ہو دونوں احتمال ہیں۔ البتہ روح مجرد ان میں نہیں ہوتی۔

(۵۵۲) فرمایا کہ افلاطون اشراقی تھا پہاڑ پر رہتا تھا۔ عبادت میں مشغول رہتا تھا۔ بعض صوفیہ نے اسکو اچھی حالت میں دیکھا ہے حضرت جیلی فرماتے ہیں افلاطون الذی یعدہ اھل الظاھر کافرا یعنی وہی افلاطون جسکو اہل ظاہر کافر کہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں نے کہیں دیکھا ہے کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاصرہ تھا حضرت سے ملا بھی ہے۔

(۵۵۳) درس مثنوی میں کسی مضمون کی تعریف میں فرمایا کہ واقعی محقق صوفیہ کے سامنے نہ فلاسفہ کوئی حقیقت رکھتے ہیں نہ کوئی اور۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرات کو تمام اشیاء کے حقائق منکشف رہتے ہیں۔

(۵۵۴) مثنوی شریف کے ایک مضمون متعلق بہ حقیقت دنیا پر فرمایا کہ اور شاعروں نے اس سے بھی زیادہ باتیں کہی ہیں لیکن ان میں کیوں اثر نہیں۔ مولانا کے بیان کے بعد تو دنیا کی حقیقت کچھ نہیں معلوم ہوتی حضرت مولانا پر تو حال طاری ہے۔ اور شاعروں کے کلام میں یہ اثر کہاں اسی طرح حضرت عارف شیرازی کو لوگ کہتے ہیں کہ شرابی کبابی تھے۔ میں کہتا ہوں کہ ان کے بزرگ ہونیکی یہی دلیل ہے کہ اور شاعروں کے کلام میں یہ اثر کیوں نہیں جو ان کے کلام میں ہے ان کے اشعار دل کیوں لے لیتے ہیں۔ ان کے پڑھنے سے دنیا سے دل سرد کیوں ہو جاتا ہے یوں شرابی تو بہت سے گذرے ہیں ان کے کلام میں کیوں اثر نہیں۔ ایک بار فرمایا کہ تصوف کے

مضامین حضرت حافظ کے کلام پر تو نہایت آسانی کے ساتھ منطبق ہوجاتے ہیں اور کسی کے کلام پر کیوں نہیں ہوتے جو محض شاعر ہیں۔ یہی دلیل ہے اس بات کی کہ اُن کو شراب وکباب مقصود نہیں بلکہ یہ خاص اصطلاحیں ہیں۔ نیز اُن کے بزرگ ہونے پر بڑے بڑے بزرگوں کا اتفاق ہوتا چلا آیا ہے۔ لہٰذا اگر معتقد نہ ہو تو بُرا ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے۔

(۵۵۵) مدرسے کے مکان کے کرایہ کی بابت ایک صاحب نے جنکے پاس حساب کتاب رہتا ہے ایک خانصاحب کے ذمہ کسی ماہ کا کرایہ نکالکر حضرت سے اطلاع کی حالانکہ کرایہ بیباق تھا حضرت نے خانصاحب کو لکھا کہ فلاں صاحب کہتے ہیں کہ کرایہ باقی ہے۔ اُن خانصاحب نے حضرت کی پچھلی تحریریں بھیجکر لکھا کہ کرایہ بیباق ہے اور اگر میری غلطی ہو تو معاف فرمایا جاوے حضرت نے تحویلدار صاحب سے تحقیق کیا تو واقعی انہیں کی غلطی تھی۔ حضرت کو بہت افسوس ہوا کہ خواہ مخواہ مجھے شرمندگی ہوئی لیکن خدا کا شکر ہے کہ میں نے تحویلدار صاحب کی روایت ہی نقل کی تھی اپنی طرف سے نہیں لکھا تھا۔ احتیاط اسی میں ہے کہ روایت کو اپنی طرف سے نہ لکھے بلکہ اُنکو روایت ہی کے طور پر لکھے۔ تحویلدار صاحب کو ہدایت فرمائی کہ بلا تحقیق بات نہ کہنا چاہیئے کیونکہ پھر اس کے آثار دور تک پہونچتے ہیں۔ خواہ مخواہ اُن کو بھی پریشانی ہوئی اور مجھکو بھی شرمندگی ہوئی کہنے والے کو تحقیق کرنا آسان ہے۔ میں کہاں تک یاد رکھ سکتا ہوں۔ گذشتہ بات چاہے ذرا سی ہو اس کا یاد کرنا مجھے نہایت دشوار معلوم ہوتا ہے کیونکہ میں تو اسکو اپنے ذہن میں مکمل کرکے اُس سے فارغ ہوچکا۔ پھر فرمایا کہ حساب کتاب میں بڑے تیقظ کی ضرورت ہے میں اپنے آپکو بڑا بیدار مغز سمجھتا تھا۔ لیکن پچیس روپیہ ڈنڈ دینا پڑ ہی گیا (مدرسہ کے حساب میں پچیس روپیہ کی نوٹ کی بابت شبہ پڑ گیا حضرت نے محض شبہ کی بنا پر بغرض احتیاط پچیس روپیہ اپنی طرف سے مدرسہ میں داخل کرکے تحویل ایک دوسرے صاحب کے متعلق اور حساب تیسرے صاحب کے متعلق کردیا کیونکہ فرمایا کہ ایک ہی شخص کے پاس حساب اور تحویل دونوں کا رہنا مناسب نہیں ہوتا یہ خلاف ہے اصول کے) پھر کرایہ کی غلطی کی بابت فرمایا کہ نتائج کو دیکھئے۔ اب ان کا انسداد کرتا ہوں تو سخت مشہور ہوتا ہوں کیا یہ انسداد کے قابل نہیں۔

(۵۵۶) فرمایا کہ جب کوئی کچھ اعتراض کرتا ہے تو اول جو بات ذہن میں آتی ہے وہ یہی ہوتی

ہے کہ مجھ سے ضرور غلطی ہوئی ہو گی۔ الحمد للہ یہ کبھی ذہن میں نہیں آتا کہ بات بنائیں ایک بار فرمایا کہ میں نے اپنے نفس کے علاج کیلئے ایک سالانہ رسالہ ترجیح الراجح کے نام سے نکالا ہے جسمیں وہ غلطیاں درج ہوتی رہیں گی جنکا سال بھر کے اندر مجھ سے صادر ہونا معلوم ہوتا رہے گا۔ چنانچہ اب ہر سال اس رسالہ کی تکمیل کی غرض سے میں مشتاق اور متلاشی رہا کرتا ہوں کہ کوئی میری غلطیاں نکال نکال کر مجھے مطلع کرے تاکہ وہ رسالہ تو پورا ہو۔

(۵۵۷) فرمایا کہ عشق صورت بھی ایک عذاب ہے، عذاب خصوص عشق امارد۔ بڑا سخت مرض ہے ایک بزرگ کہتے ہیں کہ جب کسی کو مردود کرنا منظور ہوتا ہے تو اسکو امارد میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ پس یہ عشق صورت گویا علامت ہے مردودیت کی۔ تصوف کا مسئلہ ہے کہ امردوں سے اختلاط نہ کرے اور عورتوں سے نرم باتیں نہ کرے حق تعالیٰ کا بھی ارشاد ہے لا تخضعن بالقول اس سے تائید ظاہر ہے۔ پھر فرمایا کہ عشق مجازی ظاہر میں بھی تو ایک نہایت مصیبت اور کلفت کی چیز ہے برخلاف عشق حقیقی کے کہ اسمیں سراسر راحت اور اطمینان ہے اور اسمیں جو کبھی کچھ ظاہری کلفت معلوم ہوتی ہے اسمیں بھی ایک نور ہوتا ہے۔ پریشانی مطلق نہیں ہوتی۔

(۵۵۸) فرمایا کہ حضور (رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم) کی جتنی سنتیں ہیں اگر طبیعت سلیم ہو تو گو نقلاً معلوم نہوں لیکن خود بخود جی میں وہی آویگا کہ ایسا کرو۔ حضور کے جتنے طریقے ہیں نہایت فطرت سلیمہ کے موافق۔ کیوں نہو حضور سے زیادہ کون سلیم الفطرت ہوگا۔

(۵۵۹) فرمایا کہ اگر کچھ بھی نہ کرے لیکن خق تقوی جیسے کہتے ہیں یعنی تقوی حق ادا کرے تو اس سے بہت نور و برکت پیدا ہوتا ہے لوگ پاکی ناپاکی کا تو بہت خیال کرتے ہیں مگر حلت حرمت کو نہیں دیکھتے۔ حالانکہ پاکی ناپاکی میں بہت وسعت ہے، اسمیں بہت سی صورتیں مختلف فیہ ہیں۔ اور حلال حرام کی جن کوتاہیوں میں ابتلا ہے ان میں بہت کم صورتیں ایسی ہیں جنمیں اختلاف ہو۔ اس میں اکثر صورتیں متفق علیہ ہی ہیں۔ مگر لوگ کپڑے اور بدن کی پاکی کا تو بہت خیال کرتے ہیں اور حلال غذا کا کچھ بھی اہتمام نہیں، چاہے رشوت ہو۔ چاہے غصب ہو۔ سب حلال ہے۔ میں تو کہا کرتا ہوں کہ جسمیں گھی اچھی طرح پڑا ہو وہ تو آج کل حلال اور جسمیں گھی کم ہو وہ حرام۔ بس یہ معیار حلت اور حرمت کا رہ گیا ہے۔

۲۷ رجب المرجب ۱۳۴۹ھ ہجری

(۵۶۰) آیت وحملها الانسان کے متعلق فرمایا کہ اکثر عارفین کے نزدیک امانت سے مراد عشق ہے۔ اور آگے جو ارشاد ہے کہ انہ کان ظلوماً بعض اہل لطائف نے کہا ہے کہ یہ عنوان بھی تو قدح ہے لیکن دراصل مدح ہے کہ اس نے بڑا ہی ستم کیا کہ جھٹ کھڑا ہی ہو گیا۔ اور عشق کا بوجھ اٹھانے کیلئے تیار ہو گیا۔ بڑا نادان ہے کچھ نہ سوچا کہ کیسی کیسی مصیبتیں پڑیں گی۔

(۵۶۱) فرمایا کہ مضامین تو اور لوگ بھی باندھتے ہیں لیکن الفاظ جیسے حضرت مولانا رومی اور حضرت حافظ کو ملے ہیں دوسروں کو میسر نہیں ہوئے ان کے الفاظ میں بھی اثر ہے۔

(۵۶۲) فرمایا کہ لمبے خط کے جواب میں اکثر تاخیر ہو جاتی ہے۔ دقت بھی ہوتی ہے چھوٹے چھوٹے خطوط اگر زیادہ تعداد میں ہوں تو ان کا جواب لکھنا اسقدر دشوار نہیں۔ عرصہ عرصہ کے بعد طول طویل خطوط لکھنے سے یہ بہتر ہے کہ جلد جلد لکھیں لیکن مختصر۔ یہ طرز نافع بھی زیادہ ہے۔

(۵۶۳) فرمایا کہ میرا یہ طرز کہ جو بات ہوئی صاف کہدی۔ گو عرفی مصلحت کی خلاف ہو لیکن اسمیں اتنی مصلحت ضرور ہے کہ سب احباب مطمئن رہتے ہیں کہ دل میں کوئی بات نہیں رکھتا۔ جو دل میں آیا فوراً کہدیا یہاں تو ہر چیز نقد ہے ہمارا تو صاحب قلندرانہ طرز ہے۔

(۵۶۴) فرمایا کہ آج کل تو شرافت اور ریاست کا وہ خلاصہ رہگیا ہے جو میرے سب سے چھوٹے ماموں صاحب نے اس شعر میں دکھلایا ہے۔

ہے شرافت تو کہاں بس شر وآفت ہے فقط ؛ ست ریاست سے گیا صرف ریا باقی ہے

(۵۶۵) فرمایا کہ خط کے اندر برابر میں تھوڑی سی بھی جگہ خالی ہو تو بڑا ہی آرام رہتا ہے۔ جواب ساتھ کے ساتھ۔

(۵۶۶) ایک سیاح صاحب نے ایک پیر صاحب کی بہت تعریف لکھی جو باوجود بالکل پڑھے لکھے نہونے کے عربی میں درود شریف کے صیغے تصنیف کر لیتے ہیں اور جنکو ان کے زعم میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت اویسیہ حاصل ہے۔ بظاہر کسی شیخ سے بیعت نہیں درود شریف کے دو صیغے ایسے لکھے جنکے مضمون میں ان سیاح مداح صاحب کو بھی خدشہ تھا۔ حضرت کو تحریر فرمایا کہ مجھے ان دو میں تردد ہے اور چونکہ آپ کا نام میں نے عرب سے سنا ہے لہذا آپ سے بطور تحقیق حق

کے استفسار ہے کہ فی الواقع ان دونوں جملوں میں کوئی کلام ہے یا نہیں اور اگر ہے تو کیا ہے حضرت نے تحریر پر فرمایا کہ مجھکو بھی تردد ہے۔ اور کلام کی نسبت تحریر پر فرمایا کہ آپ نے اپنا کلام پہلے لکھا ہوتا تو مصلحت تھی اور میں تو اسوقت لکھنا مصلحت سمجھتا ہوں جب مصنف صاحب سے اول اس کی توجیہ دریافت کر لی جاوے پھر اس توجیہ میں نظر کر کے کچھ کہا جا سکتا ہے۔ دیگر صیغوں میں بھی بعض عبارتیں ایسی تھیں جو سمجھ میں نہیں آتی تھیں۔ پھر حضرت نے زبانی ارشاد فرمایا کہ خیر غنیمت ہے شبہ تو کیا۔ ورنہ پیروں پر تو آج کل آنکھ بند کر کے ایمان لے آتے ہیں۔ ان سے گویا کوئی فعل خلاف صادر ہی نہیں ہوتا استفسار پر فرمایا کہ نسبت اویسیہ ہوتی ہو تو لیکن میرے نزدیک کافی نہیں۔ ایسے شخص سے غلطیاں واقع ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ ہر جزئی کی تحقیق حضور سے کر سکے اور اگر ہو بھی تو احتمال ہے کشف کے غلط ہونیکا محض روحانی طور پر فیض ہونے سے نسبت میں تو قوت ہو جاتی ہے لیکن حقیقت طریق معلوم نہیں ہو سکتی۔ اور صاحب مجھے تو اسمیں بھی شک ہو کہ یہ درود شریف کے صیغے انہیں کے ہوں۔ شاید کسی عالم نے بنا دیئے ہوں گے اور اگر انہیں کے ہوں تو کونسا کمال ہے یہ سب کچھ ہو تب بھی کچھ نہیں۔ ایسا شخص ٹھوکر کھاویگا کوئی سنبھالنے والا نہیں ہوگا۔ اندھے صاحب لاکھ مشاق ہوں بلا سہارے چلنے کے لیکن اگر کوئی کھائی سامنے آگئی تو کھائی صاحب پھر کھا ہی جائیں گی۔ بزرگوں نے یوں کہا ہے کہ گربہ زندہ بہ از شیر مردہ۔ یہ ایک موٹی بات ہے کہ اس طریق میں سخت ضرورت تعلیم کی ہوتی ہے اور عادۃً تعلیم مردوں سے نہیں ہو سکتی گو وہ برزخ میں احیار سے بڑھکر متصف بالحیواۃ ہوں ہاں تقویت نسبت ہو سکتی ہے لیکن نری تقویت نسبت سے کیا ہوتا ہے۔ کوئی ہزار پہلوانی کا زور رکھتا ہو لیکن داؤ نہ جانتا ہو تو وہ کچھ بھی نہیں۔ داؤ جاننے والا ایک بچہ اسکو چت کر دیگا نری تقویت سے کیا ہوتا ہے صنعت بھی تو چاہیئے۔ روایت کا سلسلہ آخر عبث تھوڑا ہی ہے مرغی بے مرغ کے بھی انڈے دیتی ہے۔ لیکن خاکی انڈے سے بچے نہیں نکلتے۔ گو خود کچھ ہو بھی جاوے لیکن ایسے شخص سے دوسرے کو نفع نہیں پہونچ سکتا۔ اول تو خود اسی کے منتفع ہونے میں کلام ہے ایسے شخص کو اگر کوئی عقبہ پیش آوے۔ تو وہ کسی سے پوچھیگا بھی نہیں کیونکہ لوگوں کے نزدیک اسکی نسبت اویسیہ قطع ہو جائیگی اسکو سبکی ہونے کا خیال ہوگا۔ پھر فرمایا اگر بزرگ پڑھے لکھے

نہیں تھے تو ان کو ان درود شریف کے صیغوں کے متعلق علماء سے پوچھنا چاہئے تھا۔ اگر ایسا کرتے تو تمام مشائخ کے یہاں مقبول ہو جاتے۔ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے چھوٹا ہو جاتا ہے حالانکہ بڑا ہونے کی یہی صورت ہے مگر بڑے ہونے کی نیت سے ایسا نہ کرے ورنہ پھر کچھ بھی نہ ہوگا پھر فرمایا کہ ماثور درودوں کو چھوڑ کر ضرورت ہی کیا ہے ان درودوں کے پڑھنے کی۔ استفسار پر فرمایا کہ دلائل الخیرات کے مصنف تو بڑے عالم تھے انھوں نے منقول ہی صیغے لئے ہیں۔ گو بعض صیغوں کے منقول ہونے میں کلام ہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے جواب انہیں یہی لکھا ہے کہ مجھ سے جب پوچھنا جب پہلے خود مصنف سے پوچھ لو۔ پھر فرمایا کہ اگر وہ اس پوچھنے سے ناراض ہوں تو پھر ایسے بزرگ ہی کو سلام ہے۔ خود حضور سے صحابہ پوچھتے تھے۔ پھر یہ ان سے کیوں نہیں پوچھتے گویا قرآن نازل ہو گیا کہ کچھ پوچھو مت۔ صحابہ تو قرآن میں بھی پوچھا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ لوگوں نے پیروں کے آداب میں بہت ہی غلو کر رکھا ہے۔ بس خدا سمجھ رکھا ہے۔ نعوذ باللہ۔ اور وہ خود بھی اپنے آپکو خدا سمجھنے لگے ہیں۔ ایک پیر صاحب پر ان کے مرید کا سایہ پڑ گیا تو نہایت ہی خفا ہوئے اور جرمانہ کیا۔ بس میرا تو اس باب میں یہ مسلک ہے کہ محبت کے متعلق جو آداب ہیں وہ تو ضروری۔ ان کے تو دقائق کی بھی رعایت چاہئے۔ باقی تعظیم تکریم کے متعلق جو آداب ہیں وہ سب بیکار۔ محبت تو چاہئے۔ لیکن زیادہ تعظیم تکریم فضول۔ صحابہ محبت کے آداب کا بہت لحاظ رکھتے تھے۔ تعظیم تکریم کا ان کو اہتمام تھا۔ اب اس سے زیادہ کیا محبت ہوگی کہ حضور کے لعاب دہن اور آب وضو نیچے نہ گرنے دیتے تھے۔ ہاتھوں میں اور منہ میں مل لیتے تھے۔ غرض کیا گیا کہ سایۂ شیخ پر نہ پڑنے کا ادب تو فروع الایمان میں بھی لکھا ہے۔ فرمایا کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اگر سایہ پڑ جاوے تو جرمانہ کیا جاوے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر شیخ کوئی کام کر رہا ہو تو اس کا خیال رکھے کہ اس پر سایہ نہ پڑنے پاوے۔ ورنہ پرچھائیں پڑنے اور اسمیں حرکت ہونے سے اسکی یکسوئی میں فرق آکر کام میں خلل پڑے گا۔ غرض اسکا ہمیشہ خیال رکھے کہ شیخ کو کوئی کلفت یا کدورت نہ ہونے پاوے۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک صاحب کھڑے تھے۔ میں کام کر رہا تھا۔ مجھ پر سایہ پڑا۔ میری طبیعت الجھنے لگی میں نے ہٹا دیا۔ میں تو اس کا یہی مطلب سمجھتا ہوں اسکو آداب میں تو لوگوں نے ضرور نقل کیا ہے لیکن کسی نے اس کا راز کہیں نہیں لکھا لہذا کوئی دلیل نہیں کہ اسکا وہ مطلب نہ ہو جو میں سمجھا ہوں

کیونکہ یہ مطلب کسی قاعدہ عقلی یا شرعی کے خلاف نہیں۔ پھر یہ آداب کوئی ملہم تو ہیں نہیں۔ تجربوں کی بنا پر رکھے گئے ہیں ایک صاحب نے استفسار کیا کہ محبت کے آداب کیا ہیں۔ فرمایا کہ جب محبت ہوگی خود بخود آداب معلوم ہو جائیں گے۔ جیسے لڑکا جب بالغ ہوتا ہے خود بخود اسکو شہوت ہونے لگتی ہے۔ پھر اس کو آداب محبت کے بتلانیکی ضرورت ہی نہیں رہتی اُسے خود بخود سب ترکیبیں آجاتی ہیں نابالغ بچہ کو کسطرح سمجھایا جاوے کہ جماع اس طرح ہوتا ہے۔ محبت پیدا کرے پھر خود بخود آداب قلب میں آنے لگیں گے۔ محبت کے اداب کی کوئی فہرست تھوڑا ہی تیار ہو سکتی ہے اور تکلف کیساتھ محبت بھی نکرے۔ اگر کھینچ تان کر اور آداب کی فہرست پوچھکر محبت بھی کی تو اس سے کیا ہوتا ہے جتنی محبت ہو بس اتنی ہی ظاہر کرے تکلف اور تصنع نکرے۔ یہ تو خواہ مخواہ شیخ کو دھوکہ دینا ہے ایک بار حضرت مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ جتنی محبت پیروں کیساتھ مریدوں کو ہوتی ہے حضرت حاجی صاحب سے مجکو اتنی نہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے سنکر ادھر ادھر کی باتیں کر کے فرمایا کہ اب تو ماشاء اللہ آپ کی حالت باطنی حضرت حاجی صاحب سے بھی بہت آگے بڑھ گئی ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ لاحول ولاقوۃ استغفر اللہ بھلا کہاں حضرت کہاں میں ؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک مجھے اس بات سے بڑی تکلیف ہوئی بہت صدمہ ہوا مولانا محمد قاسم صاحب نے فرمایا کہ خیر آپ اُن سے بڑھے ہوئے نہ سہی لیکن میں پوچھتا ہوں کہ یہ تکلیف آپ کو کیوں ہوئی۔ بس یہی ہے محبت آپ تو کہتے تھے کہ مجھے حضرت سے محبت ہی نہیں۔ اگر محبت نہ تھی تو یہ صدمہ کیوں ہوا ویسے ہی اپنی افضلیت کی نفی کر دیتے۔ بس یہی محبت ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی نے فرمایا کہ بھائی تم بڑے استاد ہو۔ بڑی بے تکلفی تھی آپس میں۔ پھر فرمایا کہ میں نے کبھی عمر بھر بزرگوں کے پاؤں نہیں دابے نہ کبھی اس کا جوش اٹھا۔ ایسی حالت میں اگر کبھی دابتا تو تصنع سے ہوتا جب جی میں نہیں تھا نہیں کیا کہ کون بناوٹ کرے بزرگوں سے۔ بہت سے تو اسکو ذریعۂ تقرب سمجھتے ہیں۔ البتہ جب جوش ہو تو مضائقہ نہیں۔ اور صاحب کیا بزرگوں کو معلوم نہیں ہو جاتا۔ جوش چھپا نہیں رہتا۔ آدمی جس کو شیخ بناتا ہے وہ بہرحال اسکو اپنے سے تو زیادہ ہی عقلمند اور صاحب بصیرت سمجھتا ہے۔ پھر اس کے ساتھ تصنع کیوں کرے۔ میں بزرگوں کے معاملہ میں تو کیا بناوٹ کرتا اپنے عیوب بھی اُن سے کبھی نہیں چھپائے۔ صاف کہدیا کہ مجھ میں یہ یہ عیوب ہیں۔ اور یہ یہ مرض ہیں۔ خیر وہ مرض گئے تو نہیں

لیکن اس سے علاج تو ہر مرض کا معلوم ہو گیا. ورنہ لوگ بلّی کے گو کی طرح اپنے عیوب کو چھپاتے ہیں گو معصیت کا اظہار نہیں چاہئے لیکن جب اسکی اصلاح اپنے اختیار سے خارج ہو جائے تب اظہار بھی ضروری ہے. گو تفصیل کی ضرورت نہیں کہ میں نے یہ کیا میں نے وہ کیا. اجمالاً مرض سے مطلع کر دے باقی ویسے ہر خفیف مرض کے اظہار کی ضرورت نہیں. کیونکہ آخر شیخ کو تعلق ہوتا ہے اسکو سنکر افسوس ہوتا ہے. ہاں جب مرض بڑھنے لگے تب اظہار ضروری ہے. جیسے کسی کو سوزاک ہو جائے تو اگر معمولی تدابیر سے اچھا نہو تو ضروری ہے کہ باپ سے ظاہر کر دے۔

(۵۶۷) فرمایا کہ تکلفات بہت ہو گئے ہیں عجمیوں کے اختلاط سے. عرب میں سبحان اللہ تکلف تھا ہی نہیں اور آج کل انگریزی معاشرت کی تقلید کرنے والوں میں تکلفات تو نہیں لیکن تلبیس بہت ہے حتیٰ کہ بات تک ایسے عنوان سے بیان کرتے ہیں کہ کوئی کچھ سمجھے کوئی کچھ سمجھے. نئی اردو بھی ایسی ہی ہو گئی ہے. صدق اور صفا عرب کے اندر جیسا تھا کسی کے اندر نہیں. شاعری بھی ایسی سادی اور خشک ہے کہ کچھ ٹھکانہ نہیں. اب اس سے بھی زیادہ کیا سادگی ہو گی کہ ایک شاعر کہتا ہے ؎

واحبہا وتحبنی	ویحب ناقتہا بعیری

یعنی میں اسپر عاشق ہوں اور وہ مجھپر عاشق ہے اور میرا اونٹ اسکی اونٹنی پر عاشق ہے عرب میں مرد عاشق ہوتا ہے اور عورت معشوق اور ہندوستان میں عورت عاشق اور مرد معشوق اور فارس میں الٹا معاملہ ہے کہ مرد ہی عاشق اور مرد ہی معشوق وہاں بڑی سخت گندگی ہے. اب وہاں کا خاصّہ جدا ہوتا ہے. عرب میں عورتیں بڑی آزاد ہوتی ہیں مردوں سے پورے پورے حقوق کا مطالبہ کرتی ہیں. ہندوستان کی عورتیں جان نثاری اور خدمت گذاری میں حوریں ہیں. عفت بھی شرفا میں اسقدر ہے کہ شاید سو میں سو ہی ایسی نکلیں گی کہ انکو غیر مرد کا کبھی وسوسہ بھی نہ آیا ہو گا جتنی جفائیں ہندوستان کی عورتیں سہتی ہیں کہیں کی نہیں سہتیں۔

(۵۶۸) فرمایا کہ عورتوں کی طبیعت ہوتی ہے ان پر اچھائی کا بھی اثر بہت جلدی ہوتا ہے اور برائی کا بھی اب لوگ دنیاوی علوم عورتوں کو پڑھاتے ہیں. کہیں جغرافیہ کہیں تواریخ حالانکہ یہ سخت مضر ہے. میں نے تو ایک مرتبہ وعظ میں کہا تھا کہ کیا جغرافیہ اسلئے پڑھاتے ہیں کہ بھاگنے میں آسانی ہو. حق تعالیٰ فرماتے ہیں ان الذین یرمون المحصنٰت الغٰفلٰت المومنٰت دیکھئے غفلت

کو مدح میں فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایسے اسباب فساد سے غافل ہونا ہی مدح کی بات ہے۔

(۵۶۹) ایک صاحب نے کہا کہ عورتیں بہشتی زیور کو اسلئے اور بھی زیادہ پسند کرتی ہیں کہ اس کی عبارت بہت آسان ہے۔ فرمایا کہ جی ہاں اگر عبارت مشکل ہوتی تو ذرا بہشتی زیور کیا رہتا بہشتی عمامہ ہو جاتا پیچ در پیچ۔

(۵۷۰) ایک ذاکر صاحب سے فرمایا کہ نیند کا اگر بار بار غلبہ ہو تو سو جانا چاہیئے۔ جب نیند بھر جائے تب پھر اٹھکر ذکر کو پورا کرے۔ کیونکہ نشاط کیساتھ ہو تو ذوق و شوق ہوتا ہے ورنہ تو عدد ہی کا پورا کرنا ہوتا ہے۔

(۵۷۱) ایک ذاکر صاحب کی درخواست مزید ذکر پر حضرت نے استفسار فرمایا کہ زیادہ ذکر کا تحمل ہو سکے گا۔ انھوں نے کہا کہ اگر مصلحت ہو تو زیادہ بتلا دیا جاوے۔ اس پر حضرت نے ناخوش ہو کر اٹھا دیا کہ مجھپر یہ بھی احتمال ہے کہ میں خلاف مصلحت بھی تعلیم کرتا ہوں۔ جاؤ خبردار جو کبھی ایسی بیہودگی کی۔ آپ کہتے ہیں کہ اگر مصلحت ہو کھو دیا رسموں نے۔ یہ بھی رسم ہے کہ اگر مصلحت ہو یہ نہ سمجھے کہ اس سے دوسرے معنی کیا لازم آگئے۔ جب وہ صاحب اٹھکر چلے گئے تو مسجد میں جاکر حضرت کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ جب میری مجلس میں نہیں ہو تو میری طرف منہ کر کے کیوں بیٹھتے ہو۔ پھر فرمایا کہ کھو دیا رسوم نے۔

(۵۷۲) ایک ذاکر صاحب نے جو کچھ دن قیام کر کے واپس جا رہے تھے عرض کیا کہ پہلے دیکھا ہے کہ حضور کے فراق میں مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے اور گریہ طاری رہا کرتا ہے فرمایا کہ اب انشاء اللہ ایسا نہ ہوگا۔ کیونکہ ذکر سے بفضلہ اب مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔ سرمایہ تسلی پاس ہے۔

(۵۷۳) ایک ذاکر صاحب بعد اذان عصر مسجد میں حضرت کی طرف منہ کئے مراقب بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سہ دری میں بیٹھے جلدی جلدی ڈاک کا کام ختم کر رہے تھے حضرت نے تنبیہ فرمائی۔ کئی دن بعد ایک معذرت کا رقعہ لکھکر ان صاحب نے پیش کیا۔ حضرت کو وہ واقعہ یاد بھی نہ رہا تھا فرمایا کہ آپ خواہ مخواہ دل میں لیکر بیٹھے۔ خدا نہ کرے میرے کہنے کو ناراضی پر محمول نہ کیا کیجئے۔

۸ شعبان المعظم سنہ ۳۴ھ

ملفوظ اول ملقب بہ حکم الحکیم

(۴۷۵) ایک حکیم صاحب نے جو اپنے ہی سلسلہ کے ہیں اپنے احوال باطنی ایک پرچہ میں لکھکر پیش کئے جس میں پنسل سے اخیر میں یہ بھی لکھا کہ آپ کو اور دیگر حضرات کو لوگ برا بھلا کہتے ہیں۔ اس سے بہت صدمہ ہوتا ہے اسکی بابتہ غالباً کوئی مشورہ طلب کیا تھا بلکہ کچھ مشورہ دیا تھا کہ اگر فلاں کام نہ کیا جاتا تو اچھا ہوتا (اور وہ دینی کام تھا) حضرت نے اور باتوں کا زبانی جواب دیکر فرمایا کہ جو اخیر میں پنسل سے لکھا ہے وہ تو محض فضول ہی ہے۔ پھر بہت دیر تک بلکہ قریب قریب مغرب تک اس کے متعلق تنبیہ فرماتے رہے۔ مختصراً نقل کرتا ہوں۔ فرمایا کہ میں پیشتر بھی آپ کو اس کے متعلق لکھ چکا ہوں لیکن آپ پر مطلق اثر نہیں ہوا۔ پیشتر تو آپ کا سوال کرنا ناگوار نہیں ہوا تھا لیکن آج مجکو ناگوار ہوا۔ انھوں نے کہا کہ ان لوگوں کا برا بھلا کہنے سے ہمارے دلکو تکلیف ہوتی ہے۔ فرمایا کہ کیا پیر کے ذمہ یہ بھی ہے کہ اگر مرید کو کوئی تکلیف یا مرض ہو تو اس کا بھی علاج تبلائے۔ اگر خدانخواستہ آپ کو عرق النسا کی بیماری ہوتی اور تمام بدن میں دکھن ہوتی تو کیا میں اسکے دفعیہ کا بھی ذمہ دار ہوتا سیکڑوں لوگ خدا کو برا بھلا کہتے ہیں۔ رسول کو برا بھلا کہتے ہیں۔ مجتہدین کو برا بھلا کہتے ہیں آپ نے کچھ اس کا انسداد کیا۔ اگر نہیں کیا تو بس ایک نالائق اشرف علی ہی کے برا بھلا کہنے سے آپکو تکلیف ہوتی ہے جو اسکے انسداد کی فکر ہوئی۔ کچھ بھی نہیں۔ آپ میں مادہ کبر کا ہے آپ کو اس لئے ناگوار ہوتا ہے کہ ہمارے اکابر کو برا بھلا کہنے میں ہماری ذلت اور خواری ہے۔ یہ ہے کید نفس کا۔ ان صاحب نے عرض کیا کہ بس اب معلوم ہوگیا کہ مجھ میں تکبر ہے۔ فرمایا کہ خیر اگر تکبر بھی نہ سہی لیکن میں یہ پوچھتا ہوں کہ آخر آپ کو اسکی فکر ہی کیوں ہوئی۔ کہ کوئی برا نہ کہے بھلا نہ کہے۔ اسمیں کیا بگڑ گیا ایسا معلوم ہوا کہ مقصود تک آپکی نظر ہی نہیں پہونچی۔ اگر مقصود پر نظر ہوتی تو ایسے فضول قصوں کے پیچھے پڑنے کی آپ کو فرصت ہی کب ہوتی۔ آخر لاکھوں ناگواریاں ہیں ان کا آپ نے کیا انسداد کیا۔ اسی کی کیا تخصیص ہے جو اسکے پیچھے پڑے۔ ایک زمانہ وہ تھا کہ صحابہ کے سامنے کفار حضور کو

بُرا بھلا کہتے تھے۔ اس کا قرآن نے کوئی انسداد کیا۔ کچھ بھی نہیں کیا۔ تو معلوم ہوا کہ اس کے انسداد کی فکر کرنا بدعت ہے۔ کیا یہ بدعت نہیں کہ آپ دین کے اندر اجزا بڑھاتے ہیں۔ بدعت کیا صرف مولود میں کھڑے ہونے ہی کو کہتے ہیں قرآن میں تو یہ ہے لتبلون فی اموالکم وانفسکم ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ومن الذین اشرکوا اذی کثیرا۔ دیکھئے آپ کس ہوش میں ہیں خدا نے تو صبر یہ تعلیم فرمائی ہے کہ وان تصبروا وتتقوا فان ذالک من عزم الامور لوگوں نے کس کو برا نہیں کہا۔ امام غزالی کو نہیں کہا یا امام ابوحنیفہ کو نہیں کہا تو آپ کے نزدیک گویا امام ابوحنیفہ نے ناحق قیاس کیا اور ناحق ٹانگ اڑائی اجتہاد کی۔ آپ کے نزدیک گویا یہ فعل عبث کیا فضول ایسی چیز کے پیچھے پڑے جس سے برا بھلا سننا پڑا۔ پھر فرمایا کہ مجھے یہ مضمون ہی ناگوار ہوتا ہے اس کا تذکرہ ہی کیوں کیا جاوے۔ آپکا کیا نقصان ہے کوئی برا بھلا کہتا ہے کہا کرے۔ کیا ہم آپکی تکلیف کے خیال سے حق کہنا یا مصلحت کا کام کرنا چھوڑ دیں آپ کا تو مطلب یہ ہوا کہ تصنیف تالیف بند کر دیں اصلاح و تبلیغ موقوف کر دیں۔ اس طرح تو پھر کوئی کام ہی نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کو عار آتی ہے کہ ہم ایسوں سے وابستہ ہیں جنکو لوگ برا کہتے ہیں تو چھوڑ دیجئے ہمکو۔ ایسوں سے وابستہ ہو جیئے جنکو سب اچھا کہیں۔ حضرت یہاں تو یہ حالت ہے۔ ؎

درکوئے نیکنامی مارا گذر نہ دادند	گر تو نمی پسندی تغییر کن قضارا

اگر یہ طرز پسند نہیں تو قضا کو بدل لیے۔ حضرت طالب حق اور نیکنام قیامت آجائے یہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نبوت بھی آپ کے نزدیک خلاف مصلحت تھا کیونکہ وہی سبب ہوا کفار کی گالیاں دینے کا۔ ورنہ چپ بیٹھے رہتے تو کوئی بھی کچھ نہ کہتا۔ آخر آپ بھی اپنے یہاں رسموں کو منع کرتے ہیں کیا آپ کو کوئی برا بھلا نہیں کہتا پھر آپ نے اپنا کیا انتظام کیا بات یہ ہے کہ ابھی آپ کو مقصود کی ہوا بھی نہیں لگی۔ ورنہ ان فضولیات کے پیچھے نہ پڑتے جو شخص دوست میں مشغول ہو اسے فرصت کہاں کہ دشمن کی طرف متوجہ ہو۔ ؎

گر ایسا مدعی دوست بشناختے	بہ پیکار دشمن نپرداختے

آپ کو ذکر شغل کیا نفع دے سکتا ہے۔ کیونکہ نفع کیلئے سب سے پہلی شرط مقصود کی حقیقت معلوم ہونا اور تیر مقصود کو آگ لگانا ہے۔ ابھی آپ کو مقصود کی ہوا بھی نہیں لگی۔۔۔۔

یہی امور ہیں جن کے لئے میں دوستوں کو رائے دیا کرتا ہوں یہاں رہنے کی۔ ورنہ میں کوئی جنید بغدادی تھوڑا ہی بنا دیتا ہوں پھر فرمایا کہ چھوٹے سے بڑے تک سب الا ماشاء اللہ اس مرض میں مبتلا ہیں۔ جودھپور میں میں گیا تو ہمارے دوستوں نے رائے دی کہ یہاں ہم لوگوں کو غیر مقلد کہتے ہیں وعظ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل بیان کئے جائیں تاکہ اس الزام کا غلط ہونا ثابت ہو۔ میں نے کہا کہ اگر میں نے ایسا کیا تو وعظ کا حاصل یہ ہوا کہ ہم بڑے بزرگ ہیں۔ ہم بڑے متقی ہیں۔ ہم بڑے اچھے ہیں ہم عیوب سے بری ہیں۔ ہمارے معتقد ہو جاؤ۔ تو لفریں ہے اُس وعظ پر جس میں یہ نیت ہو کہ لوگ ہمارے معتقد ہو جائیں۔ اور جس میں اپنی ہی مصلحت کی حفاظت ہو۔ ہم تو مخاطبین کی مصلحت کی رعایت سے وعظ کہتے ہیں کہ اُن کے لئے مفید ہو اور جو امراض اُن میں ہوں ان کا علاج بتلایا جاوے اور وہ جو کچھ ہمیں بُرا بھلا کہیں ہم نے سب معاف کیا۔ پھر اُنہیں صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ جناب آپ تو اس فکر میں ہیں کہ لوگ اس کو کیوں بُرا بھلا کہتے ہیں اور میں یہ دعا کر چکا ہوں کہ اے اللہ میری وجہ سے کسی سے مؤاخذہ نہ کیجئے گا۔ جس نے مجکو بُرا بھلا کہا ہو یا آئندہ کہے میں دل سے معاف کرتا ہوں۔ مدعی سست گواہ چست۔ میں تو معاف کر چکا۔ پھر آپ اُن کو بُرا بھلا کہنے والے کون ہوتے ہیں۔ جب میں اُنہیں معاف کر چکا تو کیا اب آپ سے اُلٹا مؤاخذہ نہ ہو گا کہ صاحب حق کے معاف کرنے کے بعد کیوں بُرا بھلا کہا۔ صاحب کس دھندے میں پڑے۔ آپ کس کس کے بُرا کہنے کا انسداد کریں گے اگر ایک جماعت کی موافقت کر کے اُسکے بُرا کہنے کا انسداد کر لیا تو کیا دوسرا فرقہ نہ کہے گا کہ بڑے کم ہمت ہیں بڑے ضعیف الایمان ہیں۔ کوئی ایسا طریقہ نکالئے جس میں کوئی بُرا بھلا نہ کہے اور اگر کوئی ایسی چیز ہے جسمیں کوئی بھی بُرا بھلا نہ کہے تو خوب سمجھ لیجئے کہ خود وہ ایمان کے خلاف ہو گی۔ کیونکہ اس کا حاصل ہے صلح کل۔ اور صلح کل جسکا نام ہے اُس کا ایمان سے کیا علاقہ۔ دیوبند کے جلسہ میں مجھسے فرمائش کیگئی کہ وعظ میں فضائل رسول بیان کئے جائیں تاکہ عام لوگوں کی بدگمانی رفع ہو کیونکہ مخالفین نے یہ بہکا رکھا ہے کہ یہ لوگ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نعوذ باللہ گستاخ ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ تو متکلم کے مطلب کا وعظ ہوا وعظ تو ایسا ہونا چاہئے جس سے سننے والوں کو نفع ہو۔ یہاں فضائل رسول کا کون منکر ہے جو اُن کا بیان کیا جاوے۔ چنانچہ میں نے یہ خیال کر کے کہ آج کل عام مرض حب دنیا کا ہے اسی کے متعلق وعظ کہا جس سے لوگوں کو نفع ہوا۔ اگر

فضائل رسول بیان کرتا تو یہ ہوتا کہ ہم لوگوں کے متعلق بدگمانی شاید جاتی رہتی لیکن یہ کوئی ایسا بڑا مرض میرے نزدیک نہیں تھا۔ کوئی کفر نہیں۔ شرک نہیں۔ نبی پر تو ایمان لانا فرض ہے۔ کسی عالم یا درویش پر ایمان لانا تو فرض نہیں۔ خدا جہاں اور گناہ معاف کریگا اس بدگمانی کو بھی معاف کردیگا۔ اور یہ جب ہے جبکہ اس بدگمانی میں اُن لوگوں کی نیت بھی خراب ہو ورنہ اگر نیت اچھی ہو اور خطائے اجتہادی ہو تو گناہ بھی نہیں بلکہ اور اُلٹا ثواب ہوگا۔ میں بقسم کہتا ہوں کہ اگر کوئی معتقدین میں سے میری تعریفیں کرتا ہے تو مجھے فوراً اپنے کارنامے اور نفس کی شرارتیں سب یاد آجاتی ہیں اور سمجھتا ہوں کہ یہ لوگ دھوکہ میں ہیں۔ اور جو بُرائیاں کرتے ہیں اُن کو سمجھتا ہوں کہ ٹھیک تو کہتے ہیں۔ گو جن بہتانوں کی بناء پر وہ بُرائیاں کرتے ہیں وہ غلط ہیں لیکن میں شکر کرتا ہوں کہ خدا نے میرے اصلی عیوب ان سے پوشیدہ کر رکھے ہیں۔ لیکن بہرحال بناء استحقاق تو اُن بُرائیوں کی میرے اندر موجود ہے ہی۔ اسی لئے طرفداروں پر مجھے برہمی ہوتی ہے۔ کہ ایسے شخص کی کیوں طرفداری کرتے ہیں۔ دین چھوڑ کر غیر دین میں کیوں مشغول ہوتے ہیں۔ اگر بُرائی نہیں سنی جاتی صبر کرو اٹھکر چلے جاؤ۔ یہ کیا ضرور ہے کہ جنگ وجدال اور رو جداری ہی کیجاوے۔ نہیں صبر ہوتا چلے جاؤ۔ ہجرت سے پہلے کفار اپنی مجالس میں ایسی باتیں کیا کرتے صحابہ کو ارشاد ہوا فلا تقعدوا معھم حتی یخوضوا فی حدیث غیرہ یہ مکہ کے لئے حکم ہے۔ جسوقت اہل حق کو قدرت کم تھی۔ جب مدینہ طیبہ پہونچ گئے اُسوقت یہ حکم نہیں ہوا کہ اُٹھ آؤ بلکہ یہ حکم ہوا کہ اپنی قدرت سے کام لو۔ اب بھی جسوقت اہل حق کو قدرت کم ہو اُسوقت مکہ کا سا برتاؤ کریں اور جب قدرت ہو مدینہ کا سا برتاؤ کریں۔ اگر قدرت نہیں تو پھر اسکا ذکر کرکے خواہ مخواہ خود بھی پریشان ہونا ہے اور دوسرے کو بھی پریشان کرنا ہے۔ دیکھئے اللہ میاں نے صحابہ سے یہ نہیں کہا کہ کفار سے برائیاں سن سن کر رسول سے کہا کرو۔ بلکہ خود سننے والوں کو حکم ہوا کہ اٹھکر چلے جایا کرو۔ اسی پر ہم کو عمل کرنا چاہئے۔ ورنہ پھر قرآن کیا یہود و نصاریٰ کے عمل کے لئے نازل ہوا ہے۔ افسوس مسلمانوں کا قرآن کی اُن آیتوں پر تو عمل ہے جو نماز روزہ کے متعلق ہیں اور قرآن کے دوسرے اجزاء پر عمل نہیں مجھے خدا جانتا ہے ذرا سی بات بھی فضول ہو اُس سے نہایت انقباض ہوتا ہے۔ بلکہ ہنسی مذاق یہانتک کہ فحش تک سے بھی چاہے وہ عقلاً منکر ہو لیکن اُس سے انقباض نہیں ہوتا اور پھر سب فضول باتوں میں بھی اتنی ناگواری نہیں ہوتی جتنی اُن فضولیات میں

جن کو کہنے والا خود بھی سمجھے کہ یہ فضولیات ہیں۔ میرے پاس آتے ہیں اپنے دین کی اصلاح کے لئے روایات حکایات سے کیا فائدہ کہ کوئی یوں کہتا ہے کوئی یوں کہتا ہے۔ دیکھئے اس مضمون کی وجہ سے اتنی پریشانی ہوئی۔ بھلا کیا فائدہ ہوا کے رکعت کا ثواب ملا۔ اور مضامین اس پرچہ میں واقعی پوچھنے کے قابل تھے۔ مگر پنسل کا مضمون بیشک حرارت پیدا کرنیوالا تھا مزاج میں۔ یہ اچھی دھمکی ہے کہ صاحب بُرا کہتے ہیں۔ ہم نے ایک دن بھی اس کا اہتمام نہیں کیا کہ کوئی بُرا بھلا نہ کہے۔ وہ لوگ تو دشمن ہیں پہلا سے تکلیف پہونچائیں لیکن آپ تو محب ہیں آپ نے کیوں تکلیف پہونچائی۔ یہ تو ایسی مثال ہوئی کہ کسی نے کسی کے سوئی چبھوئی اُس نے لاکر مولوی صاحب کی ران میں گھسا کر بتلایا کہ مولانا یہ سوئی ہے یوں چبھا کرتی ہے۔ کیا علاج ہے اس کا۔ انہوں نے آپ کے سوئی چبھوئی آپ نے آکر ہمارے چبھو دی یہ تو مرگ انبوہ جشنے دارد کی وجہ سے آپ نے ایسا کیا تاکہ دوسرے کو بھی شریک کر کے اپنا دکھ ہلکا کریں۔ افسوس محبت کے دعویٰ میں ایسی کارروائی۔ اُن لوگوں نے تو پیٹھ پیچھے بُرا کہا جسکی مجکو خبر بھی نہیں ہوئی انھوں نے تو مجکو کوئی تکلیف نہیں پہونچائی تھی۔ آپ نے البتہ اُن کے بُرا کہنے کا ذکر میرے سامنے کر کے سخت تکلیف پہونچائی۔ کوئی شخص کسی کے منہ پر تھوڑا ہی بُرا بھلا کہتا ہے۔ یہ ان محبین ہی کی بدولت تکلیف پہونچتی ہے جو کچھ پہونچتی ہے۔ کیونکہ انہیں کے ذریعہ سے خبریں پہونچتی ہیں ورنہ کسی کے بُرا بھلا کہنے کی کبھی اطلاع بھی ہوا کرتی۔ ایک شخص نے تو تیر چلایا جسکی دوسرے کو ممکن ہے خبر بھی ہوتی لیکن خیر خواہ صاحب اُس تیر کو اٹھا کر لائے اور بدن میں چبھو کر بتلایا کہ فلاں شخص نے یہ تیر تمہارے اوپر چلایا تھا واہ رے خیر خواہی۔ تیر چلانیوالا تو تکلیف کا باعث نہ ہوا تھا ان خیر خواہ صاحب نے تیر لاکر چبھو ہی دیا۔ پھر فرمایا کہ خدا جانے توجہ الی اللہ کیوں نہیں ہے جو توجہ الی الخلق ہوتی ہے قلب ہے یا سرائے ہے کہ جسمیں خدا بھی بستا ہے بدعتی بھی بستے ہیں اہل مراد آباد بھی بستے ہیں بھاؤں والے بھی بستے ہیں قلب کیا ہے سرائے ہے۔ کوئی کسی کوٹھری میں کوئی کسی کوٹھری میں۔ نور حق ہوتا تو یہ خرافات کہیں قلب میں رہ سکتی تھیں ؎

عشق آں شعلہ ست کو چوں بر فروخت | ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

نور حق وہ چیز ہے خدا جانے جب پھیلتا ہے ساری کوٹھریوں کو بھر دیتا ہے اکیلا۔ اے اللہ جو نفی اثبات لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اللہ کرتا ہو اُسکے قلب میں یہ چیزیں ہوں۔ معلوم ہوتا ہے محض وظیفہ لفظی

ہے باقی دل میں ہر وقت یہی چیزیں بھری رہتی ہیں۔ یہ تو ایک قسم کا شرک ہے۔ اللہ کے ساتھ غیر اللہ مقصود بالذکر ہو ان ہی باتوں کے لئے کہا کرتا ہوں کہ یہاں رہو تاکہ ان امور پر نظر ہو جاوے باقی اصلاح میں کیا کرتا کیونکہ میں خود ہی اچھا نہیں ہوں۔ دوسرے کی اصلاح کیا کرسکتا ہوں۔ مگر الحمد للہ ثم الحمد للہ رستہ صاف نظر آتا ہے کہ یہ رستہ ہے اور یہ رستہ نہیں۔ اپنے دوستوں کے لئے بھی یوں چاہتا ہوں کہ رستہ کو رستہ سمجھیں اور غیر رستہ کو غیر رستہ یہاں رہکر بحمد اللہ یہ ضرور حاصل ہو جاتا ہے کہ طریق غیر طریق میں تمیز ہو جاتی ہے پھر چلنا اُسکا فعل ہے۔ لیکن خود چلنا بھی تو جبھی ہو سکتا ہے جب رستہ معلوم ہو۔ آجکل یہ حالت ہے کہ کتابیں بھی ختم مدرس بھی ہو گئے مگر یہ آج تک خبر نہیں کہ رستہ کیا ہے۔ لوگ زوائد میں مبتلا ہیں مقاصد کو چھوڑے ہوئے ہیں۔ ایک صاحب کا خط آیا ہے اُنہوں نے ایک مدرسہ توکل پر کھول رکھا ہے۔ لیکن اُنہیں طریق ہی نہیں معلوم توکل کی حقیقت ہی سے بے خبر ہیں۔ لکھا ہے کہ بوجہ روپیہ نہونے کے ایک مدرس نے استعفا دیدیا جس سے دلکو بہت ہراس ہے۔ ایک مدرس کی کمی سے حسرت ہے۔ ان سے کوئی پوچھے کہ ہراس اور حسرت کیوں ہے۔ میری نگاہ بہت دور پہونچی ہوئی ہے اس میں۔ سو بات یہ ہے کہ چور ہے قلب کے اندر۔ وہ یہ کہ اپنی طرف منسوب کرنا چاہتے ہیں ایک خاص کام کو کہ ہم سے ایسا بڑا کام ہوا۔ اسلئے اُسکے اسباب کم ہونے سے ہراس ہوتا ہی۔ مگر کوئی خاص درجہ کا کام ہی کیوں اپنے ذہن میں متعین کرے جتنی خدمت اپنے اختیار میں ہو وہ کرتا رہے۔ پس اگر بالکل روپیہ نہ رہے اور سب مدرسین چھوڑ چھوڑ کر چلے جائیں تو خود اکیلا ہی اپنے گھر پر طالب علموں کو لیکر بیٹھ جاوے۔ کیونکہ اس سے زیادہ پر اُسکو اب قدرت ہی نہیں رہی۔ کام کے کسی خاص درجہ کو کیوں مقصود سمجھے۔ کام سے بھی تو مقصود رضا ہی ہے۔ اور وہ غیر اختیاری امور پر موقوف نہیں۔ یہ قاعدہ کلیہ عمر بھر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو امور اختیار میں ہوں اور فضول نہوں اُن کا تو قصد کرے اور جو اختیار میں نہوں اُن کا ہرگز قصد نہ کرے۔ اس طرح اگر زندگی بسر کرے تو اُسکی دین دنیا دونوں درست ہو جائیں۔ پریشانی تو ایسے شخص کے پاس بھی نہیں پھٹک سکتی بس خدا سے اپنا دل لگائے رکھے۔ جسکو پریشانی نہ ہوگی دل بھی اسی کا خدا کی طرف لگ سکتا ہے۔ ورنہ پریشانی میں آدمی عبادت بھی نہیں کرسکتا۔ جمعیت بڑی دولت ہے مگر پھر پریشانی بھی وہی مضر ہے جو اپنے اختیار سے لائی جاوے۔ اور جس پریشانی میں اپنے اختیار کو دخل نہو وہ ذرا بھی مضر نہیں بلکہ مفید ہے۔ اور ایسے غیر اختیاری امور کے پیچھے پڑنے کا خیال خود

جنابِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے دل سے نکالا گیا ہے جابجا ارشاد ہے لست علیھم بمصیطر ولو شاء ربک لامن من فی الارض کلھم جمیعا افانت تکرہ الناس حتی یکونوا مومنین وما کان لنفس ان تومن الا باذن اللہ وما انت علیھم بوکیل انا ارسلنٰک بالحق بشیرا ونذیرا ولا تسئل عن اصحٰب الجحیم سب کا حاصل یہ ہے کہ جو چیز اختیار میں نہیں اُس کے پیچھے نہ پڑے۔ شاید چودھویں صدی میں یہ آیتیں منسوخ ہو گئی ہیں جو ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔ ایک بزرگ کو اُن کے کسی مرید نے کسی مقام سے لکھا تھا کہ یہاں کافروں کا بہت زور ہے۔ دعا فرمائیے انہوں نے لکھا کہ کیا ہم نے تمکو وہاں نامہ نگاری کے لئے بھیجا ہے۔ کیا تم وہاں کے اڈیٹر ہو جو اس قسم کی خبریں لکھتے ہو۔ خبردار جو پھر کبھی ایسی باتیں لکھیں۔ اپنے کام میں مشغول رہنا چاہئے تمہیں اس سے کیا بحث کافروں کا چاہے زور ہو چاہے شور ہو۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ہمارے مولانا محمد یعقوب صاحب بیان فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت خضر علیہ السلام ملے سلام اور مصافحہ کے بعد حضرت ابراہیم ابن ادہم پھر ذکر اللہ میں مشغول ہو گئے حضرت خضر نے کہا کہ آپنے مجکو پہچانا نہیں۔ میں خضر ہوں۔ حضرت ابراہیم بولے کہ اچھی بات ہے ہوں گے لیکن چونکہ میں نے اس سے پہلے آپ کو دیکھا نہیں۔ اسلئے پہچانا نہیں۔ یہ کہکر پھر اپنے کام میں مشغول ہو گئے حضرت خضر علیہ السلام نے بڑا تعجب کیا کہ یہ تو بڑے بےفکر ہیں۔ فرمایا کہ بھائی تم تو بڑے بےفکر ہو۔ لوگ تو برسوں میرے ملنے کی تمنا میں رہتے ہیں لیکن ملنا نصیب نہیں ہوتا۔ تم سے میں خود ملنے آیا لیکن تم نے میری طرف توجہ بھی نہ کی حضرت ابراہیم ابن ادہم نے فرمایا کہ جسے خدا سے ملنے سے فرصت ہو۔ وہ آپ سے ملنے کی تمنا کرے۔ حضرت خضر نے فرمایا کہ لوگ مجھسے دعا کرایا کرتے ہیں تم بھی دعا کراؤ۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ اچھا آپ میرے لئے یہ دعا کر دیجئے کہ میں نبی ہو جاؤں۔ حضرت خضر بولے کہ یہ تو نہیں ہو سکتا حضرت ابراہیم نے فرمایا کہ بس اگر یہ نہیں ہو سکتا تو جو کچھ قسمت میں ہے۔ وہ آپ ہو رہے گا۔ آپ تشریف لیجائیے میرا حرج ہوتا ہے پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ کام کرنیکی یہ صورتیں ہوا کرتی ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی فرماتے تھے کہ اگر ایک مجلس میں حضرت جنید بغدادی ہوں اور حضرت حاجی صاحب بھی ہوں تو ہم تو حضرت جنید کی طرف آنکھ بھی نہ اُٹھائیں۔ ہمارے پیر تو حضرت حاجی صاحب ہیں۔ ہم تو انہیں کی طرف متوجہ رہیں۔ ہاں حضرت حاجی صاحب جنید بغدادی کی طرف توجہ کریں کیونکہ وہ اُنکے پیر ہوں گے۔ ہمارے پیر تو یہ ہیں ہمیں جنید بغدادی

سے کیا مطلب ہمیں تو حضرت حاجی صاحب چاہئیں سو وانتی ؎

دلآرامے کہ داری دل درو بند　　　دگر چشم از ہمہ عالم فرو بند

کام کی صورتیں تو یہی ہیں۔ اُن صاحب کو یہی حسرت ہے کہ مدرسہ کا کام گھٹ گیا! ارے ہم کہتے ہیں کہ کام سے مقصود کیا ہے۔ رضا۔ وہ تو نہیں گھٹی جب سو طالب علموں کی خدمت اختیار میں تھی سو کی خدمت کرتے تھے اب پانچ کی اختیار میں ہے پانچ کی کریں۔ کام ہلکا اور ثواب وہی بھرا کم کا ہے کا حدیث شریف میں ہے کہ جب بندہ بیمار پڑ جاتا ہے تو فرشتوں کو حکم ہوتا ہے کہ میرا بندہ معذور ہو گیا ہے جو نیک عمل یہ حالت صحت میں کرتا تھا وہی اب بھی تم روز روز لکھتے رہو۔ دیکھئے ثواب وہی لکھا جاتا ہے حالانکہ عمل نہیں۔ اگر ہم پانچ ہی کی خدمت کی قدرت رکھتے ہیں لیکن نیت یہ ہے کہ اگر قدرت ہوتی تو سو کی خدمت کرتے تو ہمیں اتنا ہی ثواب ملیگا جتنا کہ سو کی خدمت کرنے میں ملتا بلکہ یہ تو اور بھی اچھا ہے کہ دماغ رہا ہلکا اور ثواب ملا پورا۔ اگر کام گھٹ گیا گھٹنے بھی دو۔ تمہارا مطلب تو نہیں گھٹا۔ اور اچھا ہے دردِ سر تو کم ہوا۔ اسی کو حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور طریقہ سے کہتے ہیں ؎

سر جدا کرد از تنم یارے کہ با ما یار بود　　　قصہ کوتہ کرد ورنہ دردِ سر بسیار بود

قصہ کوتاہ ہوا اور مقصود پورا ہوا اس سے زیادہ کیا اچھا ہے۔ مدرسہ کے کم ہو جانے سے تمہارا دم کیوں نکلتا ہے۔ بس بات یہ ہے کہ مدرسہ چھوٹا رہجاویگا تو بانی صاحب کی ذلت ہوگی کہ بڑا آپنے مدرسہ کھولا تھا اب رہگئی ذرا سی مدرسی۔ پھر فرمایا کہ یہ مصیبت ہوگئی۔ لوگ دور پڑے ہوئے ہیں طریق سے۔ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں ایک شخص آئے عرض کیا کہ بہت روز سے میں بیمار ہوں سخت قلق ہے کہ حرم میں نماز نصیب نہیں ہوتی صحت کی دعا فرمادیجئے حضرت نے دعا کردی۔ اُن کے چلے جانے کے بعد فرمایا کہ عارف کو اس کا کبھی رنج نہیں ہوتا کہ بیماری کی وجہ سے حرم میں نماز نصیب نہیں ہوئی کیونکہ مقصود تو رضا ہے اُس کے مختلف طرق ہیں۔ جیسا کہ یہ طریق ہے کہ حرم میں جماعت سے نماز پڑھیں یہ بھی ایک طریق ہے کہ بیمار ہو جائیں اور بیماری پر صبر کریں صبر سے بھی وہی بات حاصل ہو جائیگی جو جماعت سے حاصل ہوتی یعنی رضا۔ یہ بھی رضا کا طریق ہے۔ سو ایک طریق تو حاصل ہے اگر ایک نہیں ہے۔ نہ ہو پھر عارف کو رنج کیوں ہو۔ مقصود تو محفوظ ہے۔ اور بڑی بڑی نازک حکایتیں ہیں لیکن یہ مجمع اُن کے بیان کرنے کے لائق نہیں۔ اس حکایت میں تو کوئی غلطی نہیں ہو سکتی کیونکہ صاف ہے۔ لیکن بعضی باریک باریک

حکایتیں بھی اسکے متعلق ہیں کہ عارفین کی نظر میں رضا ہی مقصود ہے۔ اگر کسی کو مکہ جانا ہو۔ اور کوئی شخص اُسکو کراچی کی راہ سے پہونچا دے تو مقصود تو حاصل ہو گیا۔ اگر اُس کا اصرار بمبئی کی راہ سے جائیگا ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ اُسکو بمبئی مقصود ہے حج مقصود نہیں اگر وہ مکہ پہونچکر دریافت کرے کہ میں کدہر سے آیا ہوں اور کہا جاوے کہ کراچی سے اور وہ کہے کہ اگر کراچی کی راہ سے آیا ہوں تو میں حج نہیں کرتا ہیں تو بمبئی کی راہ سے آکر حج کرونگا۔ اور پھر لوٹ کر بمبئی کی راہ سے ہو کر آوے اور کہے کہ اب ہو گیا حج۔ تو وہ محض احمق ہے۔ بہت آدمی مقصود تک پہونچکر پھر لوٹتے ہیں طریق کی طرف ؎

دست بوسی چوں رسید از دست شاہ پاے بوسی اندراں دم شد گناہ

تھوڑی دیر بعد ایک صاحب نے سوال کرنا چاہا کہ ایک ہندو نے یہ اعتراض کیا تھا فوراً حضرت نے فرمایا کہ اگر خود آپ کو تردد ہو تو دریافت کیجئے اور شبہ کو خود اپنی طرف سے نقل کیجئے انہوں نے کہا کہ مجھے تو تردد نہیں میں تو اسلام ہی کو حق سمجھتا ہوں۔ فرمایا کہ بس پھر فضول ہے پوچھنا۔ اُنہوں نے کہا کہ بعض مرتبہ ہندو لوگ اعتراض کر بیٹھتے ہیں۔ فرمایا کہ آپ اُن سے یہ کہدیا کیجئے کہ ہم نہیں جانتے ہمارے علماء سے پوچھو۔ پھر علماء اُن سے خود نبٹ لیں گے یہ تو ظاہر ہے کہ آپ سب اعتراضات کے جوابات یاد نہیں کر سکتے اگر اس اعتراض کا جواب یہاں سے سُنکر آپ نے دے بھی دیا تو دوسرے کس اعتراض کا آپ جواب دیں گے کہیں نہ کہیں پہونچکر آپ کو ضرور کہنا ہوگا کہ ہم نہیں جانتے ہمارے علماء سے پوچھو پھر شروع ہی سے یہ کیوں نہ کہدیا جاوے۔ ایک ہندو مجھے ریل میں ملا اُس نے مجھسے مذہب کی بابت کچھ گفتگو کرنی چاہی میں نے کہا کہ اگر محض گفتگو مقصود ہے تب تو وقت ضائع کرنا بالکل فضول ہے اور اگر آپ کو تحقیق منظور ہے تو تحقیق کا یہ طریقہ نہیں۔ آپ میرے ساتھ تھانہ بھون چلیئے اور دو مہینے میرے پاس رہیئے۔ ایک جلسہ تحقیق کے لئے ہرگز کافی نہیں ہو سکتا بس اپنا سا مُنہ لیکر رہ گئے۔ ایک ہندو یہاں آیا تھا اُس نے مجھسے کچھ سوالات کئے میں نے کہا کہ اگر تم الزامی جواب چاہتے ہو تو اُن کیلئے تو وید کے جاننے کی ضرورت ہے اور میں وید جانتا نہیں اور اگر تحقیقی جواب چاہتے ہو تو پہلے مجھے یہ بتلادو کہ تمنے پڑھا کیا ہے۔ ہم کیا کیا جانتے ہو تاکہ معلوم ہو کہ آیا تم اُن جوابات کو سمجھ بھی سکو گے یا نہیں اُس نے دو چار کتابوں کے نام لئے میں نے کہا کہ اتنا علم تحقیقی جوابات کے سمجھنے کے لئے کافی نہیں الزامی جوابات کیلئے تو میرا علم کافی نہیں۔ اور تحقیقی کیلئے تمہارا علم کافی نہیں۔ پھر تو دونوں میں فضول۔

۵ چلو بس ہو چکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی + پھر فرمایا کہ ایسے جوابات سے یہ ضرور ہے کہ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ انہیں کچھ آتا نہیں لیکن ہم نے کب اشتہار دیا تھا کہ ہمیں کچھ آتا ہی۔ اُس ہندو نے یہاں سے جا کر لوگوں سے بہت تعریف کی لیکن کہا کہ پرانے فیشن کے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ہمیں تو فخر ہے کہ ہم پرانے فیشن کے ہیں۔ استفسار پر فرمایا کہ اگر کوئی شخص تحقیق چاہے تو یہ پاس رہنے سے ہو سکتا ہی ایک جلسہ میں طے نہیں ہو سکتا۔ جو ہمارے پاس آ کر رہے گا اُسکو سمجھائیں گے۔ اول تو اُس کے بہت سے سوالوں کو بیہودہ ثابت کر دیں گے پھر جب مختلف جلسوں میں اُسکے مذاق اور فہم کا اندازہ ہو جائیگا۔ اور اُسکو بھی ایک گونہ مناسبت پیدا ہو جاوے گی تب اُسکے بقیہ سوالات کا جواب اُس کی سمجھ اور مذاق کے موافق دیکر اُسکو سمجھا دیں گے۔ پس اگر طالب نہیں تو فضول ہے اور اگر طالب ہے تو دو مہینہ رہنا آسان۔ حضرت طلب کی تو صورت ہی اور ہوتی ہے۔ آج کل تو معترض لوگوں کو عناد ہے تحقیق تھوڑا ہی منظور ہے۔ پھر اُن صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھلا میں یہ پوچھتا ہوں کہ اگر آپ اُس ہندو کے اعتراض کا جواب دیدیتے تو بس وہ مسلمان ہو جاتا اُنہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ وہ تو مر بھی گیا۔ فرمایا کہ پھر تو آپ کا پوچھنا اور بھی فضول تھا۔ بس عوام کے لئے سیدھا اور سچا جواب یہی ہے کہ ہم نہیں جانتے ہمارے علماء سے پوچھو۔ صحابہ کا تو یہ طرز تھا کہ بے تکلف کہدیا کرتے تھے کہ ہمیں نہیں معلوم۔ ہم رسول سے پوچھکر بتلائیں گے۔ اصلی جو طریقہ ہے اسلام کا وہ تو یہی ہے لیکن افسوس حقائق مٹ گئے۔ اور مٹے ہی نہیں بلکہ ظاہر جو کئے جاتے ہیں تو اُن کی وقعت نہیں ہوتی رواج غالب ہو گئے ہیں ہر چیز پر۔ ایک عیسائی کے کچھ اعتراضات ایک پرچہ میں چھپے جن کا جواب قرآن سے مانگا تھا میں نے جواب تحریر کر کے اُس پرچہ کے دفتر میں بھیجدیا کہ آپ کا یہ کہنا کہ قرآن سے جواب دو متضمن ہی ایک دعوی کو وہ یہ کہ مسلمان ان مسائل کے قرآن سے ثابت ہونیکا دعوی کرتے ہیں سو یہ دعوی ہی غلط ہے۔ مسلمان کب کہتے ہیں کہ یہ سب مسائل قرآن ہی سے ثابت ہیں ان کے یہاں کسی مسئلہ کے ثبوت کے لئے چار دلائل موضوع ہیں۔ قرآن حدیث اجماع قیاس۔ لہذا انہیں حق ہے کہ ان میں سے کسی ایک دلیل سے ثابت کر دیں۔ ہاں خود اُن دلائل کی صحت کا ثابت کرنا ہمارے ذمہ ہے۔ سائل کو ہمارے دعوے کو محفوظ رکھکر سوال کرنا چاہئے تھا۔ لہذا یہ سوال ہی فضول ہے اور باوجودیکہ یہ نہایت تحقیقی جواب تھا۔ کیونکہ موٹی بات ہے کہ اگر مدعی اپنے دعوے کے اثبات میں دو گواہ پیش کرے

تو مدعا علیہ مجیب کو یہ تو حق ہے کہ اُن گواہوں پر جرح قدح کرے۔ لیکن تعیین گواہاں کا ہر گز حق نہیں کہیں جب تک دعوے کو تسلیم نہ کرونگا جب تک فلاں فلاں گواہ آکر شہادت نہ دیں۔ مثلاً جج صاحب اور کلکٹر صاحب۔ لیکن باوجود اس کے معقول ہونے کے اس جواب کی قدر نہیں کی گئی بلکہ اور لوگوں نے جو گھڑ گھڑا کر قرآن سے ثابت کرکے جواب دیئے وہ تو صاحب پرچہ نے چھاپے مگر میرا جواب نہیں چھاپا گیا۔ قانونی جواب ہمیشہ بے مزہ ہوتا ہے۔ دیکھئے قانون کی دفعات روزمرہ کچہریوں میں پڑھی جاتی ہیں لیکن اُن پر کسی کو وجد نہیں آتا۔ اور اگر مومن کی غزل کا ایک شعر کوئی پڑھ دیتا ہے تو لوگ رقص کرنے لگتے ہیں مگر دیکھ لیجئے کہ اصل چیز کونسی ہے۔ شاعری ہے۔ یا قانون۔ قانون تو وہ چیز ہے جسکی بدولت امن قایم ہے اور سلطنت کا نظام اسی پر مبنی ہے۔ اگر امن نہ ہوتا تو شاعر صاحب کو وہ شعر بھی نہ سوجھتا جسپر وجد ہو رہا ہے۔ ایک مولوی صاحب سے ایک نو تعلیم یافتہ نے ڈاڑہی کا ثبوت قرآن سے طلب کیا اُنہوں نے کہا کہ دیکھو قرآن مجید میں ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو حضرت ہارون علیہ السلام پر غصہ آیا تو اُنہوں نے اُن کی ڈاڑہی پکڑ لی۔ دیکھو قرآن سے نبی کے ڈاڑہی ہونا ثابت ہے میرے سامنے اُن مولوی صاحب نے یہ جواب نقل کیا میں نے کہا کہ مولانا اس سے تو آپ نے ڈاڑھی کا وجود ثابت کر دیا۔ وجوب تو ثابت نہوا۔ اور گفتگو تھی وجوب میں۔ ورنہ محض وجود ثابت کرنے کے لئے آپنے قرآن کو ناحق تکلیف دی۔ اپنی ہی ڈاڑھی دکھلادی ہوتی کہ اے لو یہ ڈاڑھی کا ثبوت ہے۔ مشاہدہ کا انکار بھی نہ ہو سکتا۔ اور اس جواب پر تو اگر وہ آپسے یہی سوال کرتا جو میں نے کیا تو آپ کیا جواب دیتے۔ مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں کہ اجی اُسمیں اتنی عقل ہی کہاں تھی جو یہ سوال اسے سوجھتا پھر فرمایا کہ ہمارے تو منہ سے بھی کبھی ایسی تحریرات نہ نکل سکتی۔ یہاں تو وہ بات کہی جاتی ہے جو اپنے نزدیک قیامت تک نہ ٹلے۔ اور میں کہتا ہوں کس کس بات کو قرآن سے ثابت کردگے۔ آخر کہیں تو عاجز ہوگے۔ مغرب کی تین رکعتیں کونسی آیت سے ثابت کردگے اخیر میں پھر وہی تحقیقی جواب دینا پڑیگا پھر اول ہی سے تحقیقی جواب کیوں نہیں دیدیتے۔ پھر فرمایا کہ عوام کے لئے عمدہ طریقہ یہ ہے کہ صاف کہدیں کہ ہم بلا ضرورت مذہبی گفتگو نہیں کرنا چاہتے مذہبی گفتگو سے رنج ہوتا ہے۔ پھر حکیم صاحب کی طرف روئے سخن کرکے فرمایا کہ یہی طرح اگر اپنے بزرگوں کو کوئی بُرا بھلا کہے تو فوراً نرمی کے ساتھ کہدے کہ بھائی ہمیں صدمہ ہوتا ہے ہمارے سامنے نہ کہو۔ یہ عنوان بہت نافع ہے۔ پھر اس کہنے والے

کے دل میں گھر ہو جائیگا پھر اس شخص کے سامنے ہرگز نہ کہے گا کیونکہ نرم جواب ہے اور معقول بات حق تعالیٰ کا ارشاد ہے واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما۔ سلاما کا ترجمہ میں نے بہت اچھا اپنی تفسیر میں کیا ہے یعنی کہتے ہیں رفع شر کی بات۔ واقعی رفع شر اسی میں ہے کہ اُن کے جواب کے درپے نہو۔ کفار حضور کو نعوذ باللہ نعوذ باللہ مذمم کہا کرتے تھے۔ دیکھئے آپنے اصحاب کو کیسا ٹھنڈا فرمایا۔ فرمایا کہ انظر وکیف صرف اللہ عنی شتم قریش یشتمون مذمما ویلعنون مذمما وانا محمد یعنی فرمایا کہ مذمم میں تھوڑا ہی ہوں میں تو محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ جو کہتے ہیں مذمم کو کہتے ہیں۔ جو مذمم ہو وہ بُرا مانے میں تو محمد ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) گو اس پر منطقی شبہ یہ ہو سکتا تھا کہ گو وہ لوگ مذمم کو بُرا بھلا کہتے ہیں لیکن مذمم سے اُن کی مراد تو حضور ہی ہیں لیکن اس سے اتنا معلوم ہوا کہ آپ نے صحابہ کو ٹھنڈا کرنا چاہا بات کو ختم کرنا چاہا۔ بڑھانا نہیں چاہا۔ سو اس مقصود میں یہ منطقی شبہ مخل نہیں۔ دیکھئے یہ طریق سنت ہے لیکن یہ سب سمجھ میں جب آتا ہے بلکہ خود جی میں بھی آتا ہے کہ ایسا کریں۔ جب کوئی چیز بہت بڑی اُس کے دل میں بسی ہوئی ہو اور اُس کی لو لگی ہو۔ دیکھئے خدا نخواستہ اگر کسی کا بیٹا مر گیا ہو اُسوقت اگر کوئی فضول قصے اِدھر کے اُدھر کے لے بیٹھے تو سخت ناگوار ہو گا اور کہنے والے کو فوراً روک دیگا کہ ہم آپ ہی مصیبت میں مبتلا ہیں تمہیں چوچلے سوجھے ہیں ایک بیٹے کی مشغولی سے کیسی تمیز ہو گئی فضول اور ضروری میں پھر خدا کی مشغولی میں کیوں نہیں تمیز ہو گی کہ یہ ضروری ہے۔ یہ غیر ضروری۔ بس معلوم ہوا کہ خدا کے ساتھ شغل ہی نہیں قلب کو۔ بعضے بعضے لوگ اعتراض میری تصانیف پر لکھکر بھیجتے ہیں مجھے اُن کے دیکھنے کی بھی فرصت نہیں۔ اسلئے یہ کرتا ہوں کہ اُنہیں بجنسہ چھپوا دیتا ہوں کہ دیکھنے والے خود فیصلہ کرلیں۔ پھر فرمایا کہ کوئی مجھسے پوچھے قدر ان اُصول کی اگر سرکاری کام کا ہجوم ہو اور ایک وقت معین پر کاغذات داخل کرنا پڑیں۔ اور اُن اوقات میں کوئی اس قسم کی فضول باتیں کرے تو دیکھئے کیا ہو گا۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ مشغولی وہ چیز ہے ضروری کام میں مشغولی ایسی ہوتی ہے۔ جب تک کاغذات نہ داخل ہو جائیں گے وہ کبھی ان فضولیات کی طرف کان بھی نہ لگا دیگا۔ تو ہمارے کاغذات ابھی داخل نہیں ہوئے ہمکو اُس شخص کی طرح رہنا چاہئے جسکے ابھی کاغذات داخل نہیں ہوئے جب ہمارے کاغذات داخل ہو جائیں اور داہنے ہاتھ میں آ جائیں تب البتہ کہیں گے کہ ھاؤم اقرؤا کتابیہ ابھی تو ہم خود جکڑے ہیں ہاں جو ضروری باتیں ہوں وہ ہونا چاہئیں۔

مگر گفتگو اُن میں ہے جو ضروری نہوں۔ پھر فرمایا کہ اگر حکیم صاحب یہاں کچھ روز رہیں تو انہیں اس فن میں تو میں فاضل بنا دوں یعنی فضول اور غیر فضول کی تمیز میں۔ کیونکہ بھولے ہیں۔ ایک دفعہ کی بات ذہن میں آتی نہیں۔ پھر یہ اشعار پڑھے ؎

بہر چہ از دوست وامانی چہ زشت آں حرف وچہ زیبا ‏ ‏ بہر چہ از یار دور افتی چہ زشت آں نقش وچہ زیبا

؎ ہر چہ جز ذکر خدائے احسن ست ‏ ‏ گر شکر خواریست آں جاں کندن ست

دوسرے دن فرمایا کہ جن صاحب نے ہندو کا اعتراض پیش کرنا چاہا تھا وہ ہی لوگوں سے شکایت کرتے تھے حالانکہ میں نے اُن سے کوئی ایسی بات بھی نہیں کہی تھی۔ اور ماشاء اللہ حکیم صاحب کو دیکھئے کہیں نے بیچاروں کو کتنا کچھ کہا لیکن محبت اسکو کہتے ہیں کہ ذرا ناگوار نہیں ہوا۔ پھر فرمایا کہ حکیم صاحب ویسے نہایت نیک شخص ہیں لیکن بھولے ہیں۔

۱۰ شعبان المعظم ۱۳۴۷ھ ہجری

(۵۷۵) فرمایا کہ کثیر الاشغال شخص کو زبانی یاد پر اکتفا نہیں کرنا چاہئے بلکہ ضروری کاموں کو لکھ لینا چاہئے۔

(۵۷۶) احقر قلم دوات اور کاغذات رکھکر چلا گیا تھا پنکھے کی ہوا سے کاغذات اُڑ رہے تھے اور دوات ایسی جگہ رکھی تھی کہ اُٹھنے میں ٹھوکر لگ کر فرش پر کسی قدر روشنائی گر گئی فرمایا کہ اپنی چیز کو اسطرح رکھکر جانا چاہئے کہ دوسروں کو حفاظت نہ کرنی پڑے۔

(۵۷۷) فرمایا کہ اصرار کی عادت بہت تکلیف دہ ہے۔ اس لئے بھی سفر کا مجکو تحمل نہیں ہوتا ویسے سفر تفریح کی چیز ہے۔ لیکن چونکہ اسمیں اصرار ہوتا ہے نیز انضباط اوقات بھی نہیں ہوتا اس لئے نہایت تکلیف ہوتی ہے۔ تمام اوقات خراب۔ نہ سونا وقت پر۔ نہ کھانا وقت پر۔ پچھلے سفر میں مجھے پیچش ہو گئی۔ میزبان نے بہت سے آدمیوں کو مدعو کر لیا تھا۔ ایسی حالت تھی کہ اگر اُسوقت گھر پر ہوتا تو ہرگز کھانا نہ کھاتا لیکن میں نے دیکھا کہ گھر بھر میں افسردگی پھیل گئی۔ اس لئے توکلاً علی اللہ میں بھی شریک ہو گیا۔ ایسی باتیں سفر میں ہو جاتی ہیں سفر قوی الطبیعت آدمی کا کام ہے۔ ضعیف الطبیعت کا کام ہے نہیں۔ پہلے میری طبیعت قوی تھی کسی چیز کی پرواہ نہوتی تھی اب طبیعت چونکہ ضعیف ہو گئی ہے ہر چیز سے تکلیف ہوتی ہے اور بعض امور تو خاص طور سے بہت ہی تکلیف دہ

پیش آتے ہیں سفر میں۔ چنانچہ ہجوم سے طبیعت بہت پریشان ہوتی ہے اور پھر یہ بھی نہیں کہ مجمع ہے ساکت بیٹھے رہیں۔ نہیں۔ کچھ نہ کچھ کچھ نہ کچھ کہے جاؤ۔ مختلف طبیعتوں کے لوگ۔ مختلف باتیں بعضوں کو تو محض مشغلہ چاہئے فضول فضول باتیں کہیں ادہر کی کہیں ادہر کی۔ اس سے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ خیر یہ بھی ہے ہی لیکن سب سے بڑا غضب یہ ہے کہ بیوقت ہجوم۔ یعنی ایک تو دوپہر کے کھانے کے بعد اور ایک عشاء کے بعد۔ اور عشاء کے بعد تو میں یہ چاہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی ذرا سی بات بھی نہ کرے۔ پاس بیٹھنا یا راستہ میں ساتھ چلنا بھی گو بولے کچھ نہیں لیکن یہ بھی ناگوار ہوتا ہے۔ اور سفر میں بالخصوص انہیں دو وقتوں میں لوگ زیادہ آتے ہیں سمجھتے ہیں کہ تنہائی کا وقت ہے میں کہتا ہوں کہ جب سب انہیں وقتوں میں تنہائی کا موقع سمجھکر آئیں گے تو وہ تنہائی ہی کہاں رہی۔ اور پہرہ بٹھانا طبیعت کے بھی خلاف ہے اور اس سے لوگوں کو شکایت بھی ہوتی ہے۔ یہ خرابی ہے کہ لوگ اپنی مصلحت کے سامنے کسی کی مصلحت کا خیال نہیں کرتے جونپور میں ایک سب انسپکٹر صاحب ملنے آئے۔ میں نے چار پانچ گھنٹے کھڑے ہو کر وعظ کہا تھا دماغ بھی تھک گیا پیر بھی تھک گئے۔ ہجوم اُسوقت بھی منتشر نہ ہوا تھا میں نے چاہا کہ آدھا گھنٹہ تنہائی کا میسر ہو جائے تو کچھ سکون ہو۔ ہاں ایسے لوگوں کی موجودگی سے تکلیف نہیں ہوتی جن سے بے تکلفی ہے۔ یعنی ایسی بے تکلفی ہو کہ اُن کے سامنے چاہے لیٹ جاؤں چاہے پیر پھیلا دوں۔ چاہے اُن سے بدن دبوالوں۔ میں نے ایسے دو تین آدمی لیکر کمرہ اندر سے بند کر لیا بس اور کچھ نہیں کیا۔ میاں فاروق بلا میرے کہے محبت سے خود ہی کمرہ کے دروازہ پر بیٹھ گئے۔ وہ سب انسپکٹر صاحب تشریف لائے انہوں نے کہا کہ اطلاع کر دو۔ فاروق نے کہا کہ وہ اس وقت بہت تھک رہا ہے بس خفا ہو گئے اور یہ کہکر چلے گئے ؎ چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی + بعد میں مجھے معلوم ہوا۔ میں نے کہا کہ خیر احمقوں کی رعایت ہی کیا۔ یہ حالت ہے۔ آدھا گھنٹہ بیٹھنا ناگوار ہوا بس شان گھٹتی تھی۔ ایسے ایسے امور سفر میں پیش آتے ہیں۔ بعضے خبیث طبیعت ہوتے ہیں۔ اُن کو عداوت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہتا ہوں کہ پہرہ بٹھانا اول تو بزرگوں کی وضع کے خلاف ہے دوسرے عداوتیں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ فتنے ہیں۔ اسیں۔ اسواسطے اچھی صورت یہی ہے ہمارے لئے کہ پنشن لیکر ایک کونے میں بیٹھے رہیں۔ اتنو میں نے سفر بہت ہی کم کر دیا ہے لیکن اب ارادہ ہے کہ بالکل ہی نہ کروں۔ البتہ آس پاس کی جگہوں میں تکلیف

نہیں ہوتی مثلاً دیوبند سہارنپور۔ رامپور کاندھلہ یہاں کے لوگوں سے قرابتیں بھی ہیں اور اصل بات تو یہ ہے کہ یہاں سادگی ہے۔ اول تو خود ہی خیال رکھتے ہیں اور اگر کہہ بھی دیا جاوے تو ذرا اثر نہیں مانتے دوسرے زیادہ ہجوم بھی نہیں ہوتا کیونکہ وطن کے اور برادری کے لوگ اتنی عقیدت بھی نہیں رکھتے گو محبت زیادہ کرتے ہیں۔ اگر سفر میں چوبیس گھنٹے میں سے صرف دو وقت تو آرام کے لئے دیا کریں یعنی دوپہر کے کھانے کے بعد اور عشاء کے بعد تو یہ ذراسی رعایت کیا مشکل ہے لیکن بے حسی ہوگئی ہے بات یہ ہے کہ خود ان کو ایسا اتفاق زیادہ نہیں ہوتا۔ دو چار مہمان کبھی آگئے دو ایک روز جاگ لئے روزانہ تو آدمی ایسا نہیں کرسکتا کیسے تحمل کرے۔

(۵۷۸) ایک نوجوان نے کام میں کچھ کم ہمتی کی۔ فرمایا کہ میں سفر سے رات کو آیا۔ صبح کام کرنا تھا۔ نیند کے مارے گر گر پڑتا تھا بعض جگہ ترجمہ کچھ کا کچھ لکھ گیا اور پھر درست کیا بیچ میں لیٹ لیٹ جاتا تھا پھر اٹھتا تھا آخر کام تو مجھی کو کرنا ہے برابر پانچ پانچ چھ چھ گھنٹہ اس حالت میں بھی کام کیا۔ اب جو نوجوان ہیں کسی کام کے نہیں پھر فرمایا کہ یہ میرا کوئی کمال نہیں حق تعالیٰ قلب میں ایک تقاضا پیدا فرما دیتے ہیں ان کے قلب میں تقاضا نہیں ہوتا لیکن کیا کریں غصہ آتا ہے کہ اپاہج تو نہیں پھر کیوں سستی کرتے ہیں۔

(۵۷۹) فرمایا کہ مشہور تو یہ ہے کہ تعاملوا کالاجانب وتعاشروا کالاخوان یعنی معاملہ کرو مثل اجنبیوں کے اور معاشرت کرو مثل بھائیوں کے۔ لیکن چونکہ آج کل یہ مشکل ہے کہ اخوان کے ساتھ معاملہ تو ہو مگر ہو اجانب کا سا اسلئے میں نے ہمیں ترمیم کی ہے یعنی تعاملوا مع الاجانب وتعاشروا مع الاخوان معاملہ کرو اجنبیوں کی ساتھ اور معاشرت کرو بھائیوں کے ساتھ یعنی اخوان کے ساتھ حتی الامکان معاملہ ہی نہ کرو میں نے کل کے بجائے مع کر دیا ہے۔ کل کل کو اڑا دیا تاکہ کل کل نہ رہے۔ اکثر دیکھا ہے اپنوں کے ساتھ معاملہ کرنے میں خرابی ہوتی ہے اور نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔

(۵۸۰) احقر کے یہاں سے متعدد روٹیاں اور زیادہ سالن حضرت کے یہاں مستورات نے بھیجا ایک بار پیشتر بھی اسی طرح جا چکا تھا۔ اگلی مرتبہ صرف ایک روٹی اور تھوڑا سا سالن لیکر باقی واپس فرما دیا اور تنبیہ فرمائی۔ بعد کو اس کا ذکر آگیا تو احقر سے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ یہ تو انہوں نے تاری باندھ دیا اسلئے تنبیہ کرنی پڑی کیونکہ آپ کو یہاں مسافرانہ طور پر رہنا چاہئے۔ اس طرح ہدایا بھیجنے میں آپ کا اچھا خاصا خرچ ہو جاتا ہے اور میرا کچھ بھلا نہیں ہوتا۔ ہاں ایک دو روٹی اور تھوڑا سا سالن بلا خاص

اہتمام کے بھیجدیا جاوے تو مضائقہ نہیں۔ مجھے تھوڑے ہدیہ میں بہت خوشی ہوتی ہے۔ زیادہ مقدار سے بار ہوتا ہے۔ عورتوں سے یہ بھی فرمایا کہ جب آپ لوگ مجھسے محبت کرتے ہیں تو مجکو بھی تو آپ لوگوں سے محبت ہے اسی لئے اس کا بہت خیال رہتا ہے کہ کسی طرح کی آپ کو تکلیف یا آپ پر بار نہو مگر بات یہ ہے کہ عورتیں تھوڑی چیز بھیجنے میں یا تو اپنی شان کے خلاف سمجھتی ہیں یا میری شان کے خلاف بھلا محبت میں شان کیسی یہ تو دین نہیں محض دنیا ہے۔ دنیاداروں میں دیکھا ہے کہ دوستوں سے بھی تکلف اور تصنع سے ملتے ہیں۔ ایک کو دوسرے کے ساتھ شان کا بہت خیال رہتا ہے۔ دنیاداروں میں محبت کا بھی مزا نہیں ایک عزیز جو کانپور میں میرے پاس بچپے سے رہے تھے رستہ میں ملے میرے ہاتھ میں اُسوقت آدھا کھایا ہوا امرود تھا میں نے کہا کہ تم چاہے بڑے آدمی ہو گئے ہو لیکن میرے سامنے تو اب بھی تم وہی ہو جو ننگے پھرا کرتے تھے میں تو تمہیں اب بھی ویسا ہی سمجھتا ہوں۔ اگر تمہارا ابھی یہی خیال ہو تو اس آدھے امرود کو لیلو ورنہ مت لو۔ انھوں نے نہایت خوشی سے لیکر کھا لیا۔ اور چہرہ سے معلوم ہوتا تھا کہ نہایت مسرور ہیں اگر میں ایک ٹوکرہ بھر کر بھی امرود دیتا تو اسمیں اُن کو اتنی مسرت نہوتی جتنی کہ اُس ٹکڑے میں ہوئی۔ بس اہل دین کو دین کا مزہ تو ہے ہی مگر دنیا کا بھی مزہ ان ہی کو حاصل ہے فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ مزیدار زندگی انہیں کو نصیب ہے۔ ایک بزرگ کسی بزرگ سے ملنے کے لئے چلے خیال ہوا کہ کچھ ہدیہ ہونا چاہئے راستہ میں سے سوکھی سوکھی لکڑیاں چنکر گٹھا سر پر رکھکر پہونچے اور پیش کردیں اُن بزرگ نے اُن لکڑیوں کی اتنی قدر کی کہ خادم خاص سے فرمایا کہ ان لکڑیوں کو حفاظت سے رکھ چھوڑو۔ جب ہمارا انتقال ہو جائے تو ان لکڑیوں سے پانی گرم کر کے اُس پانی سے ہمیں غسل دینا ہمیں امید ہے کہ ان کی برکت سے ہمیں نجات ہو کیونکہ یہ محض خلوص اور محبت فی اللہ سے لائی گئی ہیں۔ دیکھئے وہ لکڑیاں بہت ہونگی چار پیسے کی ہونگی اور اُنہیں تو مفت ہی ملی تھیں۔ لیکن کتنی قدر ہوئی حضرت انہیں کو لطف ہے محبت کا بھی۔ جسکی وجہ یہ ہے کہ ایک تو ان حضرات کا ادراک صحیح ہو جاتا ہے ہر شے کی حقیقت کو سمجھتے ہیں اور اُس سے متاثر و محظوظ ہوتے ہیں۔ بعض اوقات کسی کے فقط سلام سے عمر بھر کے لئے محبت ہو گئی بعضا سلام کچھ ایسی ادا سے اور لب و لہجہ سے ہوتا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے گویا محبت ٹپکی پڑتی ہے آخر کیا بات ہے۔ خدا کے فضل سے ادراک صحیح ہوتا ہی۔ اسلئے پورا اثر ہوتا ہے۔ احقر کے یاد دلانے پر فرمایا کہ مولوی محمود صاحب کا لڑکا ایک دفعہ

کھیل رہا تھا۔ اور لڑکے بھی تھے کچھ قصائیوں کے کچھ رائیوں کے۔ مجکو دیکھکر سب بھاگ گئے۔ لیکن وہ نہیں بھاگا آخر برادری کے ہیں مناسبت قدرتی ہوتی ہے وہ مجھسے آکر لپٹ گیا مجکو محض اس امر کے خیال کرنے سے کہ دیکھو اسکو مجھسے وحشت نہیں ہوئی آج تک اُس سے محبت ہے صرف اتنی بات تھی کہ مجکو دیکھکر بھاگا نہیں تھا اس بات کی اتنی قدر ہوئی کہ بیان نہیں کر سکتا۔ کوئی سمجھے کہ متخیلہ کا خلل ہے اتنی چیز کو اتنا بڑا سمجھ لیا۔ مگر کیا کروں جو اثر کی چیز ہے اُس سے تو اثر ہوتا ہی ہے۔

(۵۸۱) فرمایا کہ ایک دیوانی کا مقدمہ سہارنپور میں تھا حاکم ہندو تھا فریقین سے صلح کے لئے کہا گیا پنچوں کے نام لئے گئے فریقین بالاتفاق راضی نہیں ہوئے پھر فریقین نے میرے متعلق اپنا اطمینان ظاہر کر کے میرا نام لیا اور راضی ہو گئے کہ میں فیصلہ کر دوں اُس حاکم نے یہ بات کہی کہ اگر وہ شخص ایسا ہی ہے جیسا کہ تم اُسکو سمجھتے ہو تو میں پیشین گوئی کرتا ہوں کہ وہ فیصلہ نہیں کریگا واپس کر دیگا مجھے اسکی اطلاع بعد واپسی کاغذات کے ہوئی تھی۔ غرض میرے پاس کاغذات آئے مگر ساتھ ہی ساتھ ایک فریق کی سفارش کا خط آیا۔ اول تو خود فیصلہ کرنا ہی میری طبیعت کے خلاف ہے پھر اُسپر یہ سفارش کا خط۔ دوسرے یہ کہ ...... فریقین سے مجھسے ملاقات میں نے کہا کہ جب وہ یہاں آویں تو اس حکم بننے پر تو مجکو یہ چاہیئے کہ اُن سے بات بھی نہ کروں اور اُنہیں سرائے میں ٹھہراؤں اور یہ مجھسے ہو نہیں سکتا تھا اسلئے میں نے کاغذات واپس کر دیئے اور کوئی عذر لکھ بھیجا۔ اور یہ بات مجکو بعد میں معلوم ہوئی کہ اُس حاکم نے یہی پیشین گوئی کی تھی۔ سچی بات ہے مجھے بڑی خوشی ہوئی کیونکہ مسلمان چاہے معتقد ہوں یا نہ ہوں لیکن غیر مسلموں کے لئے تو جی چاہتا ہے کہ معتقد ہوں تاکہ انہیں معلوم ہو کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ ہیں۔ پھر فرمایا کہ اس ظالم نے دیکھئے کیا بات کہی معلوم ہوتا ہے پرانا صحبت یافتہ شخص ہے پہلے لوگ ہر مذہب میں ایسے ہوتے تھے نئے جنٹلمین تو بس تبرک ہی ہیں۔

(۵۸۲) فرمایا کہ اکابر کو اس کا قصد نہیں ہوتا تھا کہ اپنے اوپر سے طعن کو ہٹا دیں۔ اگر پڑے پڑنے دیتے تھے ؎

خلق میگوید کہ خسرو بت پرستی میکند　　آرے آرے میکند با خلق عالم کار نیست

بات یہ ہے کہ وہ اپنی نظر میں سب سے ذلیل ہوتے ہیں یہ بالکل وجدانی امر ہوجاتا ہے۔ کسی مدح کا اپنے کو مستحق نہیں سمجھتے۔ بلکہ بخدا یہ تعجب ہوتا ہے کہ لوگ ہمارے معتقد کیوں ہیں باوجود اتنے عیوب کے اور بعضے تو اسقدر مغلوب ہوتے ہیں کہ اپنے عیوب کھولنے لگتے ہیں تاکہ لوگ معتقد نہ رہیں لیکن مقتدا کو ایسا نہیں چاہئے اس میں عوام کا ضرر ہے۔ حضرت حاجی صاحب پر بہت غالب تھا یہ حال تواضع کا۔ عیب تو نہیں کھولتے تھے لیکن فرمایا کرتے تھے کہ دیکھو حق تعالیٰ نے ستاری فرما رکھی ہے۔ کہ لوگوں کو میرے عیوب کی خبر نہیں اسلئے معتقد ہیں۔ ایک مشہور بزرگ حضرت کی خدمت میں آئے اور اظہار عقیدت مندی کرتے رہے جب چلے گئے تو ہمیں خیال ہوا کہ جب ایسے ایسے بزرگ حضرت کے معتقد ہیں تو حضرت کے کامل ہونے میں کیا شک ہے۔ مگر اُن کے جانے کے بعد حضرت کیا فرماتے ہیں کہ دیکھو حق تعالیٰ کی ستاری۔ کیا ٹھکانا ہے اُن کی ستاری کا کہ اہل نظر سے بھی ہمارے عیوب کو چھپا رکھا ہے۔ میرے عیوب کی انہیں بھی خبر نہیں۔ مولانا محمد قاسم صاحب پر اخلاق کا اسقدر غلبہ تھا کہ بعض اوقات عوام کی مصلحت کا بھی خیال نہ رہتا تھا۔ ایک صاحب نے میرٹھ میں مولانا سے دریافت کیا کہ مولوی عبد السمیع صاحب تو مولود شریف کرتے ہیں آپ کیوں نہیں کرتے فرمایا کہ بھائی انہیں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبت معلوم ہوتی ہے اسلئے کرتے ہیں۔ مجھے بھی اللہ تعالیٰ محبت نصیب کرے مولوی عبد السمیع صاحب خود مجھسے کہتے تھے کہ ایسے سے بھلا کوئی کیا لڑے۔ پھر فرمایا چونکہ میں ایسے بزرگوں کو دیکھے ہوئے ہوں اسلئے کوئی کچھ کہہ بھی لے تو برا نہیں معلوم ہوتا اسی دوران گفتگو میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ کا واقعہ بھی بیان فرمایا تھا کہ کسی نے آکر آپ سے حضرت خواجہ میر درد کی شکایت کی کہ وہ سماع سنتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی انہیں کانوں کا مرض ہے مجھے آنکھوں کا مرض ہے۔ جو خود مریض ہو وہ دوسرے مریض کی کیا شکایت سنے۔

(۵۸۳) انہیں حکیم صاحب نے تحمل اور عدم ناگواری کی تعریف فرماکر جنکی تنبیہ کا حال ۸ شعبان کے ملفوظ نمبر ۵۶۰ میں درج ہے فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی کے مریدین کا یہ خاصہ ہے کہ حق کو نہایت خوشی سے قبول کرنے والے ہوتے ہیں۔ اور مجھے بھی مولانا کے مریدین پر ایک قسم کا زور ہے کیونکہ مجکو مولانا کے مریدین سے ایک خاص تعلق ہے اور اُن کو بھی مجھسے بیحد محبت ہے۔ اسی لئے مجھے اُن پر زور ہے۔ جو چاہتا ہوں کہہ سن لیتا ہوں۔ انہیں بھی ذرا ناگوار نہیں ہوتا۔ حکیم صاحب موصوف

حضرت مولنا کے خادموں میں ہیں۔ پھر انھیں کی بابت فرمایا کہ سچ عرض کرتا ہوں میں بھی اُن سے دلی محبت رکھتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ آج کل متعارف اخلاق یہ ہیں کہ خواہ دل میں کدورت ہو لیکن ظاہر میں خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آوے۔ لیکن مجھے یہ نہیں آتا۔ کہ دل میں کچھ ہو اور زبان پر کچھ۔ اگر کچھ ناگواری ہوتی ہے کہہ سنکر دل صاف کر لیتا ہوں۔ اچھا ہے صاف کر لینا چاہیئے دل کو تاکہ پھر وہی محبت پیدا ہو جاوے۔ اگر کرتا میلا ہو جاوے تو ایک تو یہ صورت ہے کہ ایک اور اُجلا کرتا اوپر سے پہن لیا اندر وہی سڑا ہُوا رہا۔ ایک یہ ہے کہ دھوبی کے یہاں بھیجدیا۔ اُس نے پیٹ کوٹ کر پھر صاف شفاف کر دیا۔ پھر دیکھیے کون سی صورت اچھی ہے۔ آیا یہ صورت کہ کپڑا تو میلا ہو چکا لیکن اُس کے اوپر دوسرا پہن لیا تاکہ دوسرا نہ دیکھ سکے۔ یا یہ کہ اسی کو صاف کر لیا۔ ہم تو اسی کو اچھا سمجھتے ہیں۔

(۵۸۴) فرمایا کہ رائے پور کے سفر میں بہٹ کے قریب سے پیدل گیا گو شاہ زاہد حسین نہایت محبت سے پیش آتے ہیں اور نہایت خوشی سے سواری کا انتظام کر دیتے لیکن مجھے شرم آئی۔ حافظ فصیح الدین صاحب بہٹ میں اتر پڑے کیونکہ وہ پیدل نہ چل سکتے تھے۔ اُن کے ساتھ میں نے شیخ رشید احمد صاحب کو بھیجا کہ بلا اطلاع کئے دروازہ تک پہونچا کر چلے آؤ۔ کیونکہ وہ بڑے آدمی ہیں۔ تنہا جانے میں ان کی سبکی بھی ہے۔ اور خوف بھی ہے کہ کہیں کوئی کتا وغیرہ پریشان نہ کرے۔ میں امراء کی خوشامد تو نہیں کرتا لیکن اس کا بہت خیال رہتا ہے۔ کہ کوئی بات ان کی شان کے خلاف نہ ہو حافظ صاحب سے میں نے کہدیا کہ ایک گھنٹہ کے بعد آپ میری اطلاع کرنا تاکہ میں دور پہونچ جاؤں۔ گاڑی شیخ صاحب کے انتظار میں وہیں کھڑی رہی لیکن میں اتر کر پیدل چلنے لگا تاکہ بہٹ سے جتنا بڑھ جاؤں اچھا ہے۔ غرض اس کا بڑا اہتمام کیا کہ شاہ صاحب کو اطلاع نہ ہونے پاوے گو وہ بہت مخلص اور بڑے رئیس ہیں اُن کے نزدیک ایک چھکڑہ کر دینا کچھ بھی نہیں تھا لیکن مجھے خود اس کا سبب بننا ہرگز گوارا نہ ہوا۔ شرم آئی کہ اُن سے ملنا تو گویا خود سواری مانگنا ہے۔ ہاں لوٹتے وقت ملنے کا ارادہ تھا پھر اگلے روز وہ خود رائے پور آگئے اور واپسی میں انھوں نے خود اپنی ٹمٹم میں بٹھلایا اس میں میں نے ذرا عذر نہیں کیا۔ کیونکہ خود مانگنا تو تذلل تھا۔ اور کہنے پر نہ جانا تکبر ہے یہ دونوں بُرے۔ بعد کو ایک موقعہ پر فرمایا کہ الحمد للہ مجھ میں غیرت کا مادہ بہت ہے۔ یہانتک کہ

اسپر بھی غیرت آئی کہ شاہ صاحب کو میری غیرت کا بھی حال معلوم ہو۔ اور اس غیرت کو بھی میں نے اُن سے چھپایا۔ تاکہ ان کی دل شکنی نہ ہو۔ بلکہ اُن سے اور کچھ عذر کر دیا تھا پھر فرمایا کہ غیرت ایک ایسی چیز ہے جس سے آدمی سیکڑوں گناہوں سے خود بخود محفوظ رہتا ہے۔ غیرت قریب قریب سب گناہوں کے لئے محافظ ہے بہت سے ایسے ایسے باریک گناہ ہیں کہ جن کو عقل بھی نہیں سوچ سکتی لیکن جس میں غیرت کا مادہ ہوتا ہے اس کی طبیعت میں خود بخود وہ کھٹک جاتے ہیں۔ پھر سوچنے سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ تو کھلا ہوا گناہ تھا عقل کہاں تک سوچ سکتی ہے جب ہی تو ایمان کے شعبوں میں سے افضل اور ادنیٰ کا ذکر کر کے حیا کا خاص طور سے حضور نے ذکر فرمایا۔ کہ الحیاء شعبۃ من الایمان حالانکہ ضرورت نہ تھی کیونکہ اور شعبے بھی تو غیر مذکور تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حیا اور غیرت بڑا بھاری شعبہ ہے ایمان کا اسی لئے اس کا خاص طور سے ذکر فرمایا گیا۔

(۵۸۵) ایک ذاکر صاحب سے عرض حال پر فرمایا کہ ادھر اُدھر کے خیالات اگر بے ارادہ آتے ہیں تو کچھ فکر نہ کریں۔ ذکر کی کثرت سے انشاء اللہ خود یہ جاتا رہے گا۔ اُنھوں نے شوق نہ ہونے کی شکایت کی تو پوچھا کہ بالکل شوق نہیں یا تھوڑا ہے۔ عرض کیا کہ تھوڑا ہے۔ فرمایا کہ اگر تھوڑا ہے تو انشاء اللہ رفتہ رفتہ بڑھ جاویگا۔ جب درخت نکلتا ہے زمین سے تو کیا اسی وقت بڑھ کر شمشاد ہو جاتا ہے۔ جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو کیا ایک ہی دن میں بڑے میاں ہو جاتے ہیں۔ تمہارے شوق کا درخت کیسے ایک ساتھ بہت بڑا درخت ہو جاوے۔ رفتہ رفتہ انشاء اللہ بڑھ جائیگا۔ عسرت کی شکایت پر فرمایا کہ یہ انبیا کی سنت ہے۔ رزق جتنا مقدر ہوتا ہے اتنا ہی ملتا ہے۔ اس کا کوئی خاص وظیفہ نہیں ہاں دعا کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سکون دیدیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھ جاتا ہے پھر پریشانی نہیں ہوتی۔ اور تعلق پیدا کرنے کی سب سے بڑی ترکیب یہ ہے کہ خوب مانگا کرے۔

(۵۸۶) ایک دیہاتی کچھ تربوز وغیرہ ہدیہ لایا۔ حضرت نے چونکہ اس کو پہچانا تک نہیں اس لئے قبول نہیں فرمایا۔ کیونکہ جب تک خوب بے تکلفی اور محبت آپس میں نہ ہو جاوے حضرت ہدیہ قبول نہیں فرماتے۔ جیسا کہ یہ تفصیل بیشتر کے ملفوظات سے معلوم ہو چکا ہے۔ کئی دن بعد خلوت کے وقت میں اس سے فرمایا کہ ہمارے یہاں کھانا پکانیوالا بھی کوئی نہیں۔ اگر تمہاری چیزیں لے لیتا تو پھر کھانا کھلانا پڑتا ورنہ مجھے شرم آتی کہ چیزیں تو لے لیں اور خود کھانیکو بھی نہ پوچھا۔ اور اگر

کھانا کھلاتا تو بدون میلان طبیعت کے کھلاتا۔ کیونکہ پکانیوالی کے نہ ہونے سے میلان نہ تھا تو ایسی چیزیں لانا سوچ میں ڈالنا ہے۔ اب میں بھی ہلکا تم بھی ہلکے بس آجکل تو یہ رہ گیا ہے کہ بھائی وہاں کھانا کھاویں گے۔ دو روپیہ تو دو۔ یہ تو بھٹیار پنا ہے اس لئے میں نے یہ قصہ ہی حذف کردیا۔ اب مجھ پر کسی کا دباؤ نہیں۔ اور جو چیزیں لینے لگوں تو دباؤ ہونے لگے۔ یہ دیہاتی شخص اپنے باپ کی شرکت میں رہتا تھا۔ چاشت کی نماز کی اجازت چاہی فرمایا کہ باپ تمہارے گالیاں نہ دیں گے۔ کہ مفت کی روٹی کھاتا ہے۔ کیونکہ وہی وقت کام کا ہوتا ہے بات وہ کرے جسمیں کوئی برائی نہ آوے۔ لڑائی دنگے سے کیا تو کس کام کا۔ البتہ اگر باپ الگ ہوتے تو ہم اجازت دیدیتے اشراق ہی کے ساتھ دو رکعت یا زیادہ وقت ملے تو چار رکعت چاشت کی بھی پڑھ لیا کرو۔ دس گیارہ بجے مت پڑھنا۔ اگر باپ نے نماز کو برا بھلا کہا تو تم نے اپنا دین تو سدھار لیا دوسرے کا بگاڑا۔ استفسار پر فرمایا کہ عصر سے پہلے چار سنتیں نہیں ہیں نفل ہیں۔ سنت اکثر موکدہ کو کہتے ہیں۔ سنت کے چھوڑنے میں کچھ گناہ بھی ہوتا ہے اور نفل چھوڑنے میں کچھ بھی گناہ نہیں۔ اگر پڑھو تو ثواب نہ پڑھو تو کچھ بھی گناہ نہیں۔ ظہر سے پہلے علاوہ چار سنتوں کے چار نفل بھی ہیں جن کی فضیلت آئی ہے ہدیہ کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ جب تک باپ کے شریک رہو ایسی حرکت مت کرو۔ اگر ہدیہ دینا ہے باپ سے الگ ہو جاؤ اُس نے کہا کہ ہاں باپ کی نافرمانی نہ ہوگی۔ فرمایا کہ نافرمانی اسکو کہتے ہیں کہ جسمیں ان کو تکلیف ہو۔ کیا تمہارے الگ ہوجانے میں ان کو تکلیف ہوگی۔ اس نے کہا کہ میں روٹیاں انکی پکاتا ہوں ضرور تکلیف ہوگی۔ فرمایا کہ روٹیاں پکادیا کرو۔ لیکن اپنی آمدنی الگ رکھ سکتے ہو کھانا شرکت میں رکھو یہ نافرمانی نہیں ہے۔

(۵۸۷) فرمایا کہ اول تو میں طالب علموں کو بیعت ہی نہیں کرتا۔ اگر زیادہ اشتیاق دیکھا تو کر بھی لیتا ہوں لیکن ذکر و شغل نہیں بتلاتا۔ اتنا چاہیے۔ کہ بیعت سے قبل بھی اور بعد بھی معاصی سے اجتناب رکھے۔ اور معاصی کے متعلق مثلاً میلان وغیرہ ہو تو اطلاع کرتے رہیں۔ اور ضروری اعمال کرتے رہیں۔

۱۱ شعبان سنہ ۳۴ھ

(۵۸۹) فرمایا کہ ایک معقولی مولوی صاحب سے مناظرہ کرنے کی غرض سے مولانا محمد قاسم صاحب رامپور تشریف لے گئے تھے۔ سنا تھا کہ وہ کچھ اکابر کی شان میں گستاخی کرتے ہیں مثلاً شاہ عبدالعزیز صاحب۔ مولانا کو ناگوار ہوا۔ گو نہایت متواضع تھے لیکن اکابر کے متعلق ایسے مضامین سنکر فرمایا کہ مجھے چاہے گالیاں دے لیں لیکن جن کی جوتیاں سیدھی کرکے کچھ پڑھا پڑھایا ہے اُن کی بابت تو سنا نہیں جاتا۔ رامپور جانے کی اور بھی غرض تھی کہ ایک بہت بوڑھے شخص نے کہلا کر بھیجا تھا۔ کہ مجھ سے تو آیا نہیں جاتا۔ سب تمہاری زیارت کو آتے ہیں تم مجھے اپنی زیارت کرا جاؤ۔ غرض جب مولانا پہونچے تو مولوی صاحب خود تو سامنے نہیں آئے لیکن اپنے آدمیوں کو بھیجنا شروع کیا۔ مولانا تھے بڑے دلیر۔ گو تواضع کی شان بھی نہایت بڑھی ہوئی تھی مگر موقعہ پر بالکل بیباک ہو جاتے تھے۔ فرمایا کہ اپنے استاد کو لاؤ۔ چوڑیاں کیوں پہن لیں۔ پردہ سے باہر کیوں نہیں نکلتے۔ مگر وہ خود نہیں آئے۔ مولانا نے وعظ میں بھی کہا کہ خود پردہ میں بیٹھکر اوروں کو بھیجتے ہیں۔ یہ کیا زنانہ پن ہے۔ ہمت ہے تو سامنے آئیں۔ لیکن اس پر بھی ان کی ہمت نہیں ہوئی۔ مولانا کی ذکاوت سے سب ڈرتے تھے۔ مولوی اسحاق صاحب کے ایک استاد عامل بالحدیث کہتے تھے کہ میں مولانا کی مجلس میں پہونچا مولانا قرأت فاتحہ خلف الامام کو عقلی دلائل سے ثابت کر رہے تھے کہتے تھے کہ مجھے کئی جگہ خدشہ ہوا لیکن چپ ہو گیا کہ ان سے گفتگو کرنا جھاڑ اپنے پیچھے لگا لینا ہے ان سے عہدہ برآ ہونا مشکل ہے۔ مولانا بیحد ذکی تھے۔ ایک مولوی صاحب غیر مقلد بہت تیز ہیں میں بھی ان سے ملا ہوں اُن کے چہرہ اور لہجہ سے معلوم ہوتا تھا کہ بیحد ذکی ہیں۔ انھوں نے مولانا سے کہا کہ مجھے امام صاحب کے بعض اقوال میں چند شبہے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ متاخرین کی تفریعات کو تو میں کہتا نہیں لیکن خاص امام صاحب کے جتنے اقوال ہیں اُن میں دعوی کرتا ہوں کہ ان میں ایک بھی ایسا نہیں ہے جو حدیث سے ثابت نہو میں دعوی کرتا ہوں کہ خود امام صاحب کے جس مسئلہ کو چاہے پوچھ لیجئے حدیث سے ثابت کر دونگا حالانکہ مولانا کی کتابوں پر کچھ زیادہ نظر نہ تھی۔ یہ واقعی بہت بڑا دعوی۔ فرمایا کہ میں کرتا ہوں کہ خاص امام صاحب کا ایک قول بھی حدیث کے خلاف نہیں۔ وہ مولوی صاحب چند مسائل پوچھکر چپ ہو گئے۔ جانتے تھے کہ کیسے شخص ہیں۔ رامپور کے وعظ میں مولانا نے دعوے

کیا تھا کہ لوگوں نے معقول معقول پکار رکھا ہے۔ لیکن جانتے بھی نہیں کہ معقول کیا چیز ہے معقول کو بھی منقول کر رکھا ہے۔ پھر اصل علم تو قرآن وحدیث ہے۔ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ جتنے مسائل فلسفی ہیں نفیاً یا اثباتاً سب قرآن میں موجود ہیں۔ ایک صاحب نے اُٹھکر کہا کہ جزءِ لایتجزیٰ کے مسئلہ میں متکلمین اور حکماء کا اختلاف ہے تبلائیے قرآن سے کیا ثابت ہے۔ مولٰنا نے فوراً فرمایا کہ متکلمین کی رائے صحیح ہے قرآن سے ثابت ہے پھر سورہ واقعہ کی شروع کی آیتیں پڑھکر کچھ مقدمات ملا کر فکانت ھباءً منبثاً سے ثابت کر دیا کہ یہ تجزیہ عدم تجزیہ تک واقع ہوگا۔ سب خاموش بیٹھے رہے کوئی کچھ نہ بول سکا

نواب کلب علیخاں کا زمانہ تھا نواب صاحب نے بلوا بھیجا کہ آپ کو تکلیف تو ہوگی لیکن مجھے زیارت کا بیحد اشتیاق ہے مولٰنا نے اول تہذیب کا جواب کہلا بھیجا کہ میں ایک کاشتکار کا بیٹا ہوں آداب دربار سے ناواقف ہوں کوئی بات آداب دربار کے خلاف ہوگی تو یہ نازیبا سا ہے۔ نواب صاحب نے کہلا بھیجا کہ حضرت آپ کے لیے سب آداب معاف ہیں۔ پھر مولٰنا نے کہلا بھیجا کہ وہ جواب تو تہذیب کا تھا اب ضابطہ کا جواب دینا پڑا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے ملاقات کا اشتیاق ہے سبحان اللہ اشتیاق تو ہو آپ کو اور حاضر ہوں میں۔ یہ عجیب بے جوڑ بات ہے۔ پھر نواب صاحب کی ہمت نہ بلانیکی ہوئی نہ خود حاضر ہونے کی۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ مولٰنا واقعی بڑے تارک تھے۔ امراء کے معاملہ میں تو بہت ہی غیور تھے۔ میرے سامنے جامع مسجد دیوبند میں ایک تحصیلدار پیچھے بیٹھے تھے۔ اُن کا خادم آیا تحصیلدار صاحب کو کچھ مشورہ کرنا ہے اس زمانہ میں قانون متعلق بہ نکاح خوانی آیا تھا۔ آپ کو بھی شریک کرنا چاہتے ہیں۔ ذرا تکلیف فرمائیے۔ مولٰنا نے جھڑک دیا کہ جاؤ

مولوی معین الدین صاحب کہتے تھے کہ مولٰنا کے والد کاشتکاری کرتے تھے بروایت مولٰنا محمد یعقوب صاحب شاہنامہ تک فارسی بھی پڑھی تھی۔ لیکن سب بھلا دیا تھا۔ مولٰنا سے فرمایا کرتے تھے کہ بیٹا ذرا حقہ تو بھر دے۔ مولٰنا فوراً حقہ بھر کر رکھ دیتے تھے۔ ایک بار ایک ولایتی عالم نے کہ درویش بھی تھے اُن کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ تم مولٰنا سے حقہ بھرواتے ہو خبر بھی ہے اسوقت حاملان عرش کانپ اُٹھتے ہیں۔ توبہ کرو ورنہ عنقریب تمہارے اوپر کوئی بلا نازل ہونے والی ہے۔ مولٰنا کے والد یہ سُنکر کانپ گئے اور توبہ کی جلال آباد کے ایک خاں صاحب تھے جو نہایت آزاد مزاج تھے۔ رنڈی بھی رکھے ہوئے تھے اور کسی کے معتقد نہ تھے۔ کسی نے کہا کہ مولٰنا سے بھی مل لو انھوں نے کہا کہ میاں بہت سے

دیکھے ہیں انھوں نے کہا کہ نہیں ایک دن چلکر دیکھو تو۔ چنانچہ مولانا کے یہاں مہمان ہوئے۔ حقہ پیتے تھے۔ خود تو حقہ کی بابت فرمائش کر نہ سکے مولانا نے پہچان لیا۔ ایک حقہ کسی سے مانگ کر لائے اور بھر کر تازہ کر کے خاں صاحب کے پلنگ کے پاس پٹی تلے رکھ دیا۔ اور کہا کہ خانصاحب یہ حقہ موجود ہے میں بھرنا جانتا نہیں آپ اس کے پانی وغیرہ کو ٹھیک کر لیجئے۔ خانصاحب حقہ تو کیا پیتے ان پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ نیچے گر گئے۔ اور بہت روئے۔ پھر خود بھی تائب ہوئے رنڈی کو بھی توبہ کرائی۔ پھر نکاح ہوا۔ مولانا پر تواضع کی شان ختم تھی۔ اور مولانا گنگوہی کی شان ماشاء اللہ سلاطین اور منتظمین کی سی تھی۔ فرماتے تھے بہادر علی شاہ پیران کلیر سے لوٹے تو مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مہمان ہوئے مولانا نے ان کو ایک روپیہ نذر دیا۔ مولانا گنگوہی نے سُنکر فرمایا کہ اچھا نہیں کیا۔ اس قول کو کسی شخص نے مولانا کی خدمت میں نقل کیا۔ مولانا نے فرمایا کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار تک کی مداراۃ فرمائی ہے۔ مولانا گنگوہی کو اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ کفار کی مداراۃ میں فتنہ کا اندیشہ نہ تھا۔ بدعتی کی توقیر میں دین کا فساد ہے اسلئے ناجائز ہے اس شخص نے یہی قول مولانا کے سامنے جاکر نقل کیا تو فرمایا کہ میاں کیا واہیات ہے بیٹھو بھی اپنا کام کرو کیا ادھر کی اُدھر اُدھر کی ادھر لگا رکھی ہے۔ سیوہارہ کے ایک شخص کہتے تھے کہ وہاں مولود شریف کے متعلق مولانا سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ بھائی نہ اتنا اچھا ہے جتنا کہ لوگ سمجھتے ہیں نہ اتنا بُرا ہے جتنا کہ لوگ سمجھتے ہیں۔ عجیب بات فرمائی لیکن عوام کے سمجھنے کے لائق نہیں ہے۔ ایک متن ہے جسکی شرح میں کتابیں لکھی جاتی ہیں۔ یہ دونوں قصے پہلے بھی بہ تفصیل مذکور ہو چکے ہیں۔ یہاں یوں ہی سرسری طور سے اعادہ کر دیا گیا ہے تاکہ سلسلۂ کلام محفوظ رہے۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ میں نے تو دونوں حضرات کی شان میں ایک فیصلہ کیا ہے کہ مولانا محمد قاسم صاحب تو مغلوب الاخلاق تھے اور مولانا گنگوہی غالب علی الاخلاق تھے۔ اُن پر خود اخلاق غالب آجاتے تھے۔ اور مولانا گنگوہی خود اخلاق پر غالب رہتے تھے جس خلق کو چاہتے تھے غالب کر لیتے تھے ؎ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست + ایک جگہ مولانا محمد قاسم صاحب وعظ فرما رہے تھے مولانا گنگوہی بھی شریک تھے ایک صاحب بولے کہ خیر وعظ کی مجلس میں بیٹھنے کا ثواب تو ہو گیا باقی سمجھ میں تو کچھ آیا نہیں اگر مولانا عام فہم مضامین بیان فرمایا کریں تو کچھ نفع بھی ہو۔ مولانا گنگوہی سُن رہے تھے۔ فرمایا کہ افسوس ہے

شاہباز عرش سے درخواست کیجاتی ہے کہ زمین پر اڑا کرے۔ مولٰنا محمد قاسم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں وعظ میں جو کہیں کسیقدر رک جاتا ہوں۔ تو سوچنے کی غرض سے نہیں بلکہ مضامین کا اسقدر ہجوم اور تواتر ہوتا ہے کہ پریشان ہوجاتا ہوں۔ یہ سوچتا ہوں کہ کس کو مقدم کروں کسکو موخر کروں حضرت حاجی صاحب یوں فرماتے تھے۔ کہ حق تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو جو اصطلاحی عالم نہیں ہوتے۔ ایک لسان عطا فرماتے ہیں چنانچہ حضرت شمس تبریزی کو مولٰنا رومی لسان عطا ہوئے تھے۔ جنھوں نے حضرت شمس تبریزی کے علوم کو کھول کھولکر بیان فرمادیا اسی طرح مجھکو مولوی محمد قاسم لسان عطا ہوئے ہیں۔ مولٰنا محمد قاسم صاحب فرمایا کرتے تھے کہ میں جب اپنی تصنیف کو حضرت حاجی صاحب کو سُنا دیتا ہوں تب مجھے اس کے مضامین پر اطمینان ہوتا ہے کہ ٹھیک ہیں بدون سُنائے اطمینان نہیں ہوتا۔ اور ایک بڑی لطیف بات فرماتے تھے کہ ہمارے ذہن میں مبادی پہلے آتے ہیں یعنی مقدمات اول آتے ہیں اُن کے تابع ہوتا ہے نتیجہ اور ان حضرات کے ذہن میں نتائج پہلے آجاتے ہیں اس لئے جب سنا لیتا ہوں تو اطمینان ہوجاتا ہے کہ مقاصد تو ٹھیک ہیں مقدمات چاہے غلط ہوں اُن کی کیا ہے انھیں تو خود ٹھیک ٹھاک کرلیں گے۔ مقاصد تو صحیح ہیں جتنے وہبی علوم بزرگوں کے ہیں وہ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ بس ایک سچی بات قلب میں پڑگئی اُن کے منتسبین میں جو اہل علم ہوتے ہیں وہ یہ کرتے ہیں کہ اسکی تقویت اور تائید دلائل سے بھی کردیتے ہیں تو ان کے دلائل تابع مقاصد کے ہوتے ہیں بخلاف علمارِ رسوم کے کہ ان کے مقاصد تابع دلائل کے ہوتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اصل مقاصد ہی ہیں اگر وہ صحیح ہیں اور کوئی دلیل اس کے خلاف کو مقتضی ہو تو وہ دلیل ہی غلط ہے خواہ موقع غلط کی تعیین نہ ہوسکے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ مثلاً کسی کو سورج نظر آرہا ہے اگر ہزار گھڑیاں متفق ہیں کہ اس وقت سورج چھپ گیا لیکن جو دیکھ رہا ہے کہ ابھی سورج موجود ہے وہ کہدیگا کہ سب گھڑیاں غلط ہیں۔ اگر اس سے دلیل پوچھی جاویگی تو کہدیگا کہ ہمیں خبر نہیں کہ کہاں اور کیا غلطی ہے مگر غلط ضرور ہے۔ کیونکہ ہم تو سورج کا مشاہدہ کررہے ہیں۔ اسی طرح یہ حضرات گو اس پر قادر نہ ہوں کہ مقدمات میں تعیین کردیں۔ کہ کون سے مقدمہ میں غلطی ہے۔ مگر اتنا ضرور کہدیں گے کہ تمہاری دلیل میں غلطی ضرور ہے۔ اور یہ سب علوم غیر منصوصہ میں ہے۔ پھر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کی وضع ایسی تھی کہ بالکل ایک ملکی شہزادے معلوم

ہوتے تھے۔ گفتگو بھی سیدھی سادی تھی فارسی بہت اچھی لکھتے تھے۔ ضیاء القلوب کی فارسی بہت فصیح ہے۔ پھر حاجی صاحب کا یہ مقولہ بیان فرمایا کہ دو ثلث ضیاء القلوب کے میں نے ضائع کر دئے اس میں ثمرات اشغال کے درج تھے۔ الہام ہوا کہ ان کا ظاہر کرنا مناسب نہیں۔ ایک وجہ یہ بھی فرماتے تھے کہ ثمرات ہر ایک کو مختلف طور سے پیش آتے ہیں۔ ان کے ظاہر کرنے میں ضرر زیادہ ہے کیونکہ یہ ضرور نہیں کہ جو حالات ایک کو پیش آویں وہی دوسرے کو بھی پیش آویں۔ اگر کسی کو وہ خاص احوال پیش نہ آئے تو اس کو مایوسی ہوگی۔ اور وہ یہ سمجھیگا کہ میں نے ابھی راستہ ہی قطع نہیں کیا اسلئے ایسے امور کا علم سینہ بہ سینہ ہی ٹھیک ہے۔ جیسے احوال قبر کہ ہر ایک کے جدا ہوتے ہیں۔ متولی عبدالرحمن صاحب کہتے تھے کہ میں نے میاں مخدوم عرف دم ڑے کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ کیا گذری انھوں نے کہا کہ یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے جسے کلمہ یاد نکلتا ہے۔ اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ انھوں نے کہا ہیں تو بڑا ڈرا رکھا ہے۔ اچھا تم مجھے یہ بات لکھ دو۔ اس نے ان کے ہاتھ پر لکھ دیا انھوں نے کہا کہ مہر بھی کر دو۔ اس نے مہر بھی کر دی۔ آنکھ کھلی تو ہاتھ پر کچھ لکھا ہوا تھوڑا ہی موجود تھا وہ مجھے پوچھنے لگے کہ بس اور کچھ نہیں ہوتا میں نے کہا کہ یہ ہرگز نہ سمجھئے۔ ہاں اُن کے ساتھ یہی ہوا۔ وہ جلدی چھوٹ گئے۔ ہر ایک کے ساتھ جدا معاملہ ہوتا ہے۔

(۵۸۹) فرمایا کہ الصوفی لا مذھب لہ کے معنی یہ ہیں کہ چاروں مذہبوں میں سے جس مذہب میں احتیاط دیکھتے ہیں اسی پر عمل کرتے ہیں۔ بخلاف ان کے جو کہ تارک تقلید ہیں وہ تو اسکو کرتے ہیں جس میں رخصت دیکھتے ہیں رعایت خلافیات کی اچھی ہے۔ بشرطیکہ اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آوے مثلاً حنفی وضو میں فصد کے ذریعہ سے خون بھی نہ نکلوادے کیونکہ وہ حنفیہ کے نزدیک ناقض وضو ہے اور مس مرأت سے بھی احتیاط رکھے۔ اسی طرح مس ذکر سے۔ کیونکہ افضل یہی ہے کہ اختلاف سے بھی احتیاط رکھے۔ اور جس کے پیچھے مختلف مذاہب کے اشخاص نماز پڑھتے ہوں اس کو تو اسکی رعایت ضرور چاہیئے۔

(۵۹۰) فرمایا کہ دین میں محنت تو کم ہے اور ثمرہ زیادہ۔ برخلاف اس کے دنیا میں محنت تو زیادہ ہے اور ثمرہ کم۔ اس کی میں یہ مثال دیا کرتا ہوں کہ کبوتر کے شکار میں بہت ہی کم مشقت ہے اگر ہوائی بندوق لیکر بھی کوئی چلا جاوے تو دو چار کبوتر توڑے ہی آویگا۔ کم از کم شام کے لئے سالن تو ہو ہی گیا۔ برخلاف

اسکے سور کا شکار کیا۔ کارتوس کے کارتوس خراب کئے اور رلا کیا۔ سور نہ کھانیکا نہ بیچانیکا۔ دین میں کسی حال میں نقصان نہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے تعلق کی برکت ہے۔ سُنا ہے ایک انگریز نے لکھا ہے کہ سب سے زیادہ حیرت انگیز بات میں نے ہندوستان میں یہ دیکھی کہ اجمیر میں ایک مردہ کو دیکھا کہ قبر میں پڑا ہوا سارے ہندوستان پر سلطنت کر رہا ہے۔ واقعی خواجہ صاحب کے ساتھ لوگوں کو بالخصوص ریاست کے امراء کو بہت ہی عقیدت ہے۔ اجمیر میں ہندو خواجہ صاحب کی قسم کھاتے ہیں ان حضرات نے اللہ کی اطاعت کی تھی پھر دیکھئے کیا رنگ ظاہر ہو رہا ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ جب فائدہ ہوتا ہوگا تب ہی تو اسقدر عقیدت ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جیسا ظن ہو ویسا ہی معاملہ فرماتے ہیں اس طرح تو بت پرستوں کو بت پرستی میں بھی فائدہ ہوتا ہے۔ یہ کوئی دلیل تھوڑا ہی ہے دلیل ہے شریعت۔

(۵۹۱) حضرت بلا جوابی ٹکٹ یا لفافہ کے جواب نہیں دیتے۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ وہ جواب کا منتظر رہتا ہوگا بیرنگ بھیجدیا کیجئے۔ فرمایا کہ میں پہلے ایسا ہی کرتا تھا لیکن بعضوں نے خط واپس کر دیا پھر محصول مجکو اپنے پاس سے دینا پڑا اب جب یہ احتمال ہے تو میں کیوں نقصان برداشت کروں۔ ان صاحب نے عرض کیا کہ اپنا نام نہ لکھا کیجئے۔ فرمایا کہ اس صورت میں اگر اُس نے واپس کیا تو سرکار کا نقصان ہے سرکار کا نقصان کرنا کہاں جائز ہے اسپر ان صاحب کو خاموش ہونا پڑا۔

(۵۹۲) فرمایا کہ حسن پور میں ایک علیگڈھ کالج کے طالب علم مجھسے ملے مجھسے پوچھا کہ میں نے سُنا ہے آپ کو علیگڈھ کالج کے لڑکوں سے بہت نفرت ہے۔ میں نے کہا کہ اُن کی ذات سے تو نفرت نہیں اُن کے افعال سے نفرت ہے اُنہوں نے پوچھا کہ مثلاً مجھ میں کون سے افعال ہیں۔ میں نے کہا کہ مجمع میں بتلانا خلاف تہذیب ہے۔ آیئے کوٹھری میں آپ کو بتلاؤنگا اور وہ بھی ایک جلسہ میں نہیں بلکہ اُس کی صورت یہ ہے کہ تھانہ بھون آیئے وہاں دو تین مہینہ میں تو باہم مناسبت ہوگی اور دل ملے گا اُسکے بعد میں آپ کے افعال سے مطلع کردونگا۔ اُس وقت چونکہ دل ملا ہوا ہوگا آپ سمجھیں گے کہ خیر خواہی سے کہہ رہے ہیں اُس کا اثر بھی ہوگا۔ اس تقریر کا اُن پر اثر ہوا وعظ میں بیٹھے رہے اُن پر دھوپ بھی آگئی لوگوں نے ہٹانا بھی چاہا لیکن وہیں بیٹھے رہے۔ ہم ہمارے

حضرت نے فرمایا کہ انھوں نے تو مجکو متعصبین میں داخل کیا ہیں نے انکار بھی کیا اور اقرار بھی کیا۔ میں نے کہا کہ ذات سے تو نفرت نہیں انعال سے ہے۔ پھر فرمایا کہ اصلاح کے طریقہ سے اصلاح کرنا تو نافع ہوتا ہے ورنہ محض دل دُکھانا ہے اور کچھ بھی نہیں۔

(۵۹۳) حضرت حاجی صاحب کا ذکر ہو رہا تھا فرمایا کہ محقق کی طبیعت میں تنگی نہیں ہوتی وہ ہر شے کو اپنے مرتبہ پر سمجھتا ہے۔ حضرت حاجی صاحب کو بعضے نادان نعوذ باللہ بدعت کی طرف نسبت کرتے ہیں جہاں مولود ہوتا تھا تشریف لیجاتے تھے لیکن وہ تشریف لیجانا بھی ایسا تھا کہ ایک مرتبہ مولود شریف میں بلاوا آیا۔ حضرت مولانا گنگوہی بھی حاضر خدمت تھے۔ مولانا سے پوچھا چلو گے۔ مولانا نے عرض کیا نا صاحب میں نہیں جاؤنگا میں ہندوستان میں اس کو منع کیا کرتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا مولوی صاحب واللہ میں تمہارے جانے سے اتنا خوش نہ ہوتا جتنا کہ نہ جانے سے خوش ہوا جزاک اللہ۔ بارک اللہ۔ دیکھئے کسقدر وسعت تھی کہیں بدعتی ایسا کہہ سکتا ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی کی بابت لوگ کہتے تھے کہ پیر کے خلاف کرتے ہیں اُن کے معتقد نہیں ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ دیوانے ہوئے ہیں ہم نے جس مقصود کے لئے حضرت حاجی صاحب کا دامن پکڑا ہے اُس کی تو ان لوگوں کو ہوا بھی نہیں لگی۔ حضرت جس فن کے امام ہیں اُس میں ہم اُن کے مقلد ہیں۔ باقی ان فرعیات میں ہم امام ہیں حضرت حاجی صاحب کو چاہئے کہ ہم سے پوچھ پوچھ کر عمل کیا کریں۔ حضرت مولانا فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو ہمیشہ یہ عادت رہی ہے کہ حضرت حاجی صاحب اور حضرت حافظ ضامن صاحب ہمسے مسئلے پوچھ پوچھ کر عمل کیا کرتے تھے اب ہم حضرت حاجی صاحب کا فقہی مسائل میں کیسے اتباع کر لیں یہاں تو حضرت ہمارا اتباع کریں۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ حضرت لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ حضرت مولانا کو حضرت حاجی صاحب سے محبت نہیں تھی عقیدت نہیں تھی۔ اللہ اکبر وہ کیا جانیں حاجی محمد علی انبہٹوی جب حج سے واپس آئے تو انھوں نے مشہور کیا کہ حضرت حاجی صاحب نے مجھے سماع کی اجازت دیدی ہے کسی نے مولانا کی خدمت میں یہ حکایت بیان کی بڑا مجمع تھا حضرت مولانا نے فرمایا کہ حاجی محمد علی غلط کہتے ہیں اور اگر یہ صحیح کہتے ہیں تو حاجی صاحب غلط کہتے ہیں۔ بڑی بدنامی ہوئی کہ پیر کے لئے ایسا کہا مگر محبت کی یہ کیفیت تھی کہ جب حضرت حاجی صاحب کا انتقال ہوا تو ہمنے تو ایک وقت

کا بھی کھانا نہیں چھوڑا مگر مولانا کو دست لگ گئے کئی روز تک کھانا نہیں کھایا گیا۔ اُس زمانہ میں لوگوں نے اکثر یہی کہتے سنا کہ ہائے رحمتہ للعالمین۔ واقعی حضرت کی شان رحمت ہی رحمت تھی ایسا نفع عام اور تام تھا کہ کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ بگڑنا خفا ہونا تو جانتے ہی نہیں تھے۔ ایک دفعہ میری کتاب کرامات امدادیہ سے حضرت مولانا حضرت حاجی صاحب کی کرامتیں سُن رہے تھے۔ ایک مولوی صاحب جو مولانا کے خادم بھی ہیں بولے کہ حضرت کیا یہ سب صحیح ہیں۔ حضرت کو غصہ آگیا فرمایا کہ نہیں سب غلط ہیں پھر فرمایا کہ تعجب کی بات ایک شخص ثقہ لوگوں سے روایت کرے اور وہ روایت بھی شریعت کے قواعد اور عقل کے موافق ہو خلاف نہو پھر بھی ایک پڑھا لکھا شخص اُسمیں شبہ کرے۔ تم نے مجھے بڑی تکلیف دی۔ اسمیں تو کچھ بھی نہیں لکھا ہم تو حضرت حاجی صاحب کو ایسا سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی یوں کہے کہ حضرت حاجی صاحب کی پیدائش سے پہلے اور آسمان زمین تھے۔ خدا تعالی نے حاجی صاحب کی خاطر سے نیا آسمان اور نئی زمین پیدا فرما دی تو ہم تو اس کا بھی یقین کرلیں ہم تو حاجی صاحب کو ایسا سمجھتے ہیں۔ اللہ اکبر بڑی دور کی بات کہی۔ دوسرا وقت ہوا تو اُن مولوی صاحب سے فرمایا کہ بھائی تمہارا دل دکھا ہوگا معاف کردو۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت میری ہی حماقت تھی۔ فرمایا مجھے واقعی رنج ہوا۔ تم ایسے فہیم آدمی سے ایسی بات بعید تھی۔ ایک دفعہ میں نے مولانا سے پوچھا کہ توسل میں کچھ برکت ہوتی ہے۔ فرمایا کہ یہ پوچھنے والا کون ہے میں نے اپنا نام لیا فرمایا تم پوچھتے ہو یہ بات تعجب ہے۔ بس اتنا جواب دیا اور کچھ نہیں فرمایا بس اسی سے سب کچھ سمجھ میں آگیا۔ اس موقعہ پر احقر نے عرض کیا کہ حضور کی کیا سمجھ میں آیا۔ فرمایا کہ یہ جلسہ اسکے جواب کا نہیں ہے کبھی آپ مجھسے پوچھیں گے تب بتلاؤنگا۔ اسوقت تو مولانا کے اقوال نقل ہو رہے ہیں۔ میں ریشم میں کمبل کا پیوند کیوں لگاؤں پھر فرمایا کہ میں نے مولانا سے عمر بھر میں دو تین باتیں پوچھیں۔ ارادہ تو تھا کہ پوچھا کرونگا مگر انہیں دو تین باتوں سے سب کچھ سمجھ میں آگیا۔ کچھ اور پوچھنے کی ضرورت ہی نہ پڑی۔ بڑا فیض تھا۔ بہت برکت تھی۔ خلیفہ ارشد خلیفہ رشید جس کو کہتے ہیں بس وہ تھے۔ حضرت حاجی صاحب کا تو کمال دیکھئے کہ اتنے بڑے بڑے لوگ مستفیض ہوتے تھے اسمیں حضرت حاجی صاحب کا ایک خواب ہے حضرت نے خواب دیکھا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

تشریف لائے ہیں حضرت کی ایک بھاوج تھیں وہ کھانے پکانے کا انتظام کیا کرتی تھیں حضور نے اُن سے ارشاد فرمایا کہ تم بٹوان کے مہمان علماء ہیں اور اُن کی مہمانی ہمارے ذمہ ہے ہم انتظام کریں گے حضرت حاجی صاحب اسکے قبل علماء کو بیعت نہ کرتے تھے انکار فرما دیتے تھے خواب کے بعد پھر انکار نہیں کیا سمجھ گئے کہ حکم ہے پھر کیسے کیسے علماء بیعت ہوئے جو کہ اپنے وقت کے امام ہیں حضرت پر توحید اور فنا کا غلبہ تھا۔ عارف اور پھر عاشق۔ ایسے بہت کم ہوئے ہیں۔ حضرت حاجی صاحب میں دونوں شانیں جمع تھیں۔ اہل عشق میں تربیت کی شان کم ہوتی ہے کیونکہ اُن پر سکر غالب رہتا ہے اور عارفین پر صحو غالب ہوتا ہے اور افاقہ کی حالت رہتی ہے اسلئے ارشاد کرتے ہیں اور دونوں جمع کم ہوتے ہیں۔ حضرت کی شان عشق یہ ہے کہ بڑھاپے میں کمر باندھکر رمضان شریف میں تمام رات کلام مجید سُنا کرتے تھے محبت کے بغیر یہ ہو نہیں سکتا۔ ہم لوگ باتیں تو بہت بنا لیتے ہیں۔ لیکن چونکہ کچھ پڑھ لکھ لیا ہے اسلئے رات کو دس نفلیں بھی نہ پڑھی جاویں۔ ایک بار فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب مجھے اپنا کتب خانہ دینے لگے میں نے عرض کیا کہ حق تعالیٰ حضرت کو ابھی ہمارے سروں پر سلامت رکھے۔ کتابیں اپنے ہی پاس رکھئے اور میں نے عرض کیا کہ حضرت کتابوں میں کیا رکھا ہے کچھ سینہ سے عطا فرمائیے یہ سنکر حضرت خوشی کے مارے کھل گئے اور فرمایا ہاں بھائی ہاں سچ تو یہی ہے کتابوں میں کیا رکھا ہے۔ پھر ہمارے حضرت مولانا نے ہنسکر فرمایا کہ میں تو حضرت حاجی صاحب کو باتوں ہی میں خوش رکھا کرتا تھا۔ میں نے اور خدمت کبھی نہیں کی ایک موقعہ پر اس مضمون پر کہ کتابوں میں کیا رکھا ہے یہ شعر پڑھا ؎

صد کتاب و صد ورق در نار کن ۔۔۔ سینہ را از نور حق گلزار کن

(۵۹۴) ایک خادم نے کچھ اپنے انکشافات بیان کر کے عرض کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ انکشافات پر یقین نہیں ہوتا فرمایا کہ یہ تو عین مطلوب ہے۔ یہ حالت نسبت کے موافق ہے کیونکہ انکشاف قطعی نہیں ہوتا جی تو لگ جاتا ہے لیکن ایسا یقینی نہیں ہوتا کہ احتمال ہی خلاف کا نہ ہو۔ یہ تو عقیدہ ہے کہ کشف یقینی صحیح نہیں ہوتا اُسمیں احتمال غلط ہونے کا بھی ہوتا ہے۔ منجملہ اُن انکشافات کے یہ واقعہ بھی تھا کہ ایک گائے محبت سے دیکھ رہی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دعا دے رہی ہے فرمایا کہ حدیثوں میں ہے کہ عالم اور نیک بندوں کے حق میں جانور بھی دعا کرتے ہیں۔

منجملہ اُنہیں انکشافات کے یہ بھی تھا کہ بعضے کھانوں کی بابت دل میں شبہ پڑ جاتا ہے پھر بعد کو بعض کا واقعی مشتبہ ہونا ثابت ہوتا ہے اسکی بابت دریافت کیا کہ آیا ایسے انکشاف پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں۔ فرمایا کہ ضرور عمل کرنا چاہئے جس کھانے کی بابت شبہ پڑ جائے اُس سے احتیاط رکھے کیونکہ یہ انکشاف حکم میں الہام کے ہے۔ الہام گو قطعی نہیں ہوتا۔ لیکن اُمید صاحب الہام کو عمل کرنا چاہئے منجملہ اُنہیں انکشافات کے یہ بھی بیان کیا کہ حضرت کے سفر میں تشریف لیجانے پر جب میں غمگین ہوا تو ایسا معلوم ہوا گویا زمین کہہ رہی ہے کہ ہم بھی تو غمگین ہیں۔ جب مولانا کے قدم پڑتے ہیں تو نورانیت رہتی ہے۔ اب تاریکی چھا رہی ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا تعجب ہے اگر سب واقعات ٹھیک ہوں۔ پھر اُن صاحب کے استفسار پر فرمایا کہ مقامات صفاتِ حمیدہ راسخہ کو کہتے ہیں۔ ان کے واسطے سے جو نسبت حاصل ہوتی ہے وہ مفصل ہوتی ہے اور جو نسبت ابتدائً کشش سے بلا واسطہ اعمال کے حاصل ہوتی ہے اُسمیں اجمال ہوتا ہے مقامات کے واسطے سے نسبت حاصل ہونے کو سلوک کہتے ہیں اور بلاواسطہ مقامات کے حاصل ہونے کو جذب کہتے ہیں پہلی صورت میں اول اعمال کے ذریعہ سے صفاتِ حمیدہ میں رسوخ پیدا ہوتا ہے اُس کے بعد کشش ہوتی ہے اُس سے نسبت حاصل ہوتی ہے دوسری صورت میں اعمال پہلے نہیں ہوتے بلکہ پہلے کشش ہوئی پھر اعمال کی توفیق ہو گئی۔ کشش بھی دونوں صورتوں میں ہوتی ہے جس کو جذب کہتے ہیں اور اعمال یعنی سلوک بھی دونوں صورتوں میں ہوتا ہے لیکن ایک میں سلوک مقدم اور جذب مؤخر اور دوسرے میں جذب مقدم اور سلوک مؤخر۔ اہل نسبت جامع ہوتے ہیں دونوں کے مگر اول کو سالک مجذوب اور دوسرے کو مجذوب سالک کہتے ہیں۔ کسی خاص صورت کو افضل نہیں کہہ سکتے استعدادیں مختلف ہوتی ہیں۔ صرف تقدیم تاخیر کا فرق ہے۔ باقی جامع ہوتے ہیں دونوں کے۔ جیسے بعضوں کی عادت ہوتی ہے کہ پہلے کھانا کھاتے ہیں پھر پانی پیتے ہیں اور میری یہ عادت ہے کہ پہلے پانی پی لیتا ہوں پھر کھانا کھاتا ہوں۔ پیٹ میں جا کر دونوں حالتوں میں دونوں چیزیں جمع ہو جاتی ہیں باقی کسی خاص ایک صورت کو افضل نہیں کہہ سکتے اُنہیں صاحب نے عرض کیا کہ مجھے اللہ میاں سے ڈر نہیں معلوم ہوتا۔ فرمایا کہ عقلاً تو ڈر ہی ہے لیکن بات یہ ہے کہ احوالِ باطنیہ بعض دفعہ طبعیہ بن جاتے ہیں مثلاً کسی پر

کیفیت رجا اور امید کی غالب ہوتی ہے اس پر ذوق و شوق غالب رہتا ہے اور خوف بھی ہوتا تو ہے لیکن محسوس نہیں ہوتا۔ کبھی عبدیت کا غلبہ ہوتا ہے تو خوف محسوس ہونے لگتا ہے۔ کبھی خوف و خشیت کے آثار محبت کے غلبہ سے مغلوب ہو جاتے ہیں۔ یہ کوئی فکر کی بات نہیں۔ پھر عرض کیا کہ مجھے خوف میں رونا کم آتا ہے محبت میں زیادہ آتا ہے۔ فرمایا کہ مجھے بھی خوف میں رونا کم آتا ہے محبت میں زیادہ آتا ہے۔ یہ میرا خاص مذاق ہے۔ بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں۔ کہ اُن کو خوف سے انقباض پیدا ہو جاتا ہے اور رونا آتا ہے انبساط سے اسلئے خوف میں رونا نہیں آتا۔ خلاصہ یہ کہ جوش سے رونا آتا ہے بعضوں کو خوف میں جوش نہیں ہوتا بلکہ گرفتگی سی قلب میں ہو جاتی ہے۔ اور محبت میں جوش ہوتا ہے۔ بعضوں کو خوف میں بھی جوش ہوتا ہے۔ اسلئے انہیں خوف میں بھی رونا آتا ہے۔ استفسار پر فرمایا کہ اگر محبت اور تعلق جانبین کو ہو تو بیعت کی ضرورت نہیں۔ اگر بلا بیعت کے تعلق ہو جاوے تو وہی کافی ہے لیکن اکثر بیعت ہی سے تعلق ہوتا ہے۔ بیعت سے مرید کی تسلی ہو جاتی ہے اور شیخ کو بھی زیادہ توجہ ہوتی ہے۔ کہ اب یہ اور کہیں نہ جائیگا ہمارا ہی ہو گیا۔ غرض بیعت غیر بیعت کے آثار میں خود فرق نہیں بلکہ تسلی و عدم تسلی اور توجہ و عدم توجہ میں فرق ہے محبت بڑی چیز ہے اگر بلا بیعت بھی تعلق ہو جاوے تو پھر بیعت بلا بیعت میں کچھ بھی فرق نہیں۔ استفسار فرمایا کہ عامی اور عالم کی نسبت میں کچھ بھی فرق نہیں ہوتا۔ گو ایک کو دوسرے سے جلدی حاصل ہو جاوے لیکن حاصل ہونیکے بعد پھر کچھ فرق نہیں رہتا۔ جیسا کہ ایک کھیت میں پہلے کھیتی جم آئی دوسرے میں بعد کو۔ لیکن دونوں میں غلہ ایک سا ہوگا۔ ہاں استعداد کے تفاوت سے نسبتوں میں تفاوت ہو سکتا ہے۔ لیکن عامی اور عالم کے فرق سے کچھ تفاوت نہیں ہوتا بلکہ عامی کو زیادہ مشغولی ہو سکتی ہے باطن کے ساتھ۔ کیونکہ عالم کی طبیعت جلبلی ہوتی ہے کبھی ادہر کبھی اُدہر۔ عامی کی نسبت اس طور سے زیادہ قوی ہو سکتی ہے عالم کی نسبت سے لیکن تبلیغ کا نفع عالم سے زیادہ ہوتا ہے۔ اور تبلیغ شارع کے نزدیک زیادہ نافع ہے پچاس کو مسلمان کر لینا اچھا ہے دو کامل بنانے سے۔ استفسار پر فرمایا کہ رضا کے غلبہ میں بعض بزرگ دعا کو زائد سمجھنے لگے ہیں لیکن یہ حالت کمال کی نہیں۔

(۵۹۵) فرمایا کہ اکثر عقلاء کے مشوروں میں شریک ہونیکا اتفاق ہوا۔ دور دور کے احتمالات

نکال نکال کر قواعد مقرر کرتے ہیں۔ تمام صورِ ممکنہ کو پیش کرتے ہیں۔ لیکن یہ نہیں سوچتے کہ وقوع کے وقت کیا اثر ہوگا۔ اور کیا کیا باتیں پیش آئیں گی۔ بس قانون بنانا جانتے ہیں لیکن یہ نہیں دیکھتے کہ عملی صورت کیا ہوگی۔ مثلاً بعض دفعہ یہ رائے دیتے ہیں کہ فی آدمی ایک ایک آنہ جمع کیا جاوے۔ یہ کیا جاوے وہ کیا جاوے۔ مجہول کے صیغے بہت ہوتے ہیں۔ کوئی اُن سے پوچھے کہ یہ تو سب کچھ ہے مگر کرے کون۔ ذاکرین نے پرچے دینے کے بابت کچھ قواعد بنانا چاہے تھے جس سے سب کو نوبت عرض حال کی آجایا کرے۔ اُسپر بہت سی دشواریاں پیش کرکے فرمایا کہ قواعد تو سب کچھ بنجائیں گے لیکن انکا نفاذ کس طرح ہوگا جسوقت آپ لوگ قواعد بنانے کا مشورہ کررہے تھے میں یہی سوچ رہا تھا کہ ان قواعد کو جاری کون کریگا جیسا کہ ایک مرتبہ چوہوں نے مشورہ کیا کہ بلی کو پکڑنا چاہئے کوئی کہہ رہا تھا کہ میں ٹانگ پکڑونگا۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ میں کان پکڑونگا غرض سب نے ایک ایک عضو پکڑنا تجویز کرلیا۔ ایک بوڑھا چوہا خاموش بیٹھا تھا۔ اُس سے اور چوہوں نے کہا کہ تم کیسے خاموش بیٹھے ہو تم کیوں ایک مشورہ میں شریک نہیں ہوتے وہ بولا میں یہ سوچ رہا ہوں کہ جس وقت بلی میاؤں کرے گی اُسوقت اُس میاؤں کو کون روکیگا۔ سب چھوڑ چھاڑ کر بھاگ جاؤگے پھر وہ ارشاد فرمایا جو اُوپر مذکور ہوا۔

(۵۹۶) فرمایا کہ انبہٹہ کے ایک صاحب منشی تجمل حسین حضرت حاجی صاحب سے بیعت تھے۔ اُن کی عادت تھی کہ درویشوں سے بہت ملتے تھے۔ اِدہر اُدہر مارے مارے پھرتے تھے۔ اُن کی بی بی نے ایک دفعہ حضرت مولانا گنگوہی سے شکایت کی۔ مولانا نے فرمایا کہ کیوں اِدہر اُدہر پھرتے ہو۔ عرض کیا کہ اسمیں شک نہیں کہ ہمارے حضرات کی برابر کوئی کامل نہیں اللہ کے فضل سے سب کچھ موجود ہے لیکن میرا جی چاہتا ہے کہ میرا قلب جاری ہوجاوے اسکی فکر میں اِدہر اُدہر پھرتا ہوں۔ مولانا نے فرمایا کہ میاں اسمیں کیا رکھا ہے عرض کیا کہ یہ میں خوب جانتا ہوں کہ اسمیں واقعی کچھ نہیں رکھا لیکن میں اسکو کیا کروں کہ جی چاہتا ہے مولانا نے فرمایا کہ اچھا جاؤ مسجد میں جا بیٹھو۔ وہ مسجد میں جا بیٹھے اُدہر مولانا وضو کرکے کھڑاوں پہنکر مسجد کی طرف چلے کھڑاوں کی کھٹ کھٹ سُنی تھی کہ اُدہر اُن کا قلب جاری ہوگیا دوڑ کر مولانا کے قدم پکڑلئے کہ جو میں چاہتا تھا وہ حاصل ہوگیا اب میں کسی سے نہ ملوں گا۔ چنانچہ اُس کے بعد

اُنہوں نے ادہر اُدہر پھرنا چھوڑ دیا۔ انہیں تجمل حسین کے ایک بھائی منشی باسط علی نقشبندی طریق کے شیخ تھے۔ مولوی صدیق صاحب جو گڑھی میں تھے وہ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے تھے کہ وہی نقشبندی شیخ اپنے بھائی تجمل حسین صاحب سے کہا کرتے تھے کہ مجھسے تم کچھ حاصل کرلو۔ وہ کہہ دیتے کہ نہیں اپنے حضرت حاجی صاحب ہی کی نسبت کافی ہے۔ وہ کہتے کہ میں نے تمہیں بھائی ہونے کی حیثیت سے مشورہ دیا ہے آگے تمہیں اختیار ہے مرنے سے پہلے کچھ حاصل کرلو ورنہ پچھتاؤگے جب تجمل حسین صاحب کا وقت اخیر ہوا تو اُن سے کلمہ پڑھنے کے لئے کہا جاتا تھا لیکن اُن کے منہ سے نہیں نکلتا تھا اُن کے بھائی نے آکر جب یہ حالت دیکھی تو کہا کہ دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ کچھ مجھ سے حاصل کرلو ورنہ پچھتاؤگے۔ اب کہاں گئی وہ حضرت حاجی صاحب کی نسبت کلمہ بھی منہ سے نہیں نکلتا۔ نزع کا وقت تھا۔ یہ سُنتے ہی انہوں نے فوراً آنکھ کھولدی اور گو عربی پڑھے ہوئے نہ تھے مگر یہ آیت بڑے جوش سے پڑھی یالیت قومی یعلمون بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین اور ذکر کرتے کرتے روح نکل گئی وہ بیچارے بما غفرلی ربی وجعلنی من المکرمین کے معنی بھی نہ جانتے تھے۔ مولوی صدیق احمد صاحب اُس وقت موجود تھے اُن کی بن پڑی۔ اُنہوں نے اُنہیں نقشبندی شیخ سے کہا دیکھا تم نے حضرت حاجی صاحب کی نسبت کو۔ پیری مریدی کا دم بھرتے ہو اور اتنا بھی نہیں معلوم کہ یہ کس حالت میں ہے پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ وہ اُس وقت حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول تھے اسوجہ سے کلمہ کی طرف توجہ نہ تھی لیکن جب اپنے بھائی کا طعن سُنا تو جوش میں آکر آنکھیں کھولدیں اللہ تعالیٰ نے حضرت حاجی صاحب کی نسبت کا اثر دکھلا دیا پھر حضرت نے ایک تیلن کا واقعہ بروایت قاضی محمد منعم صاحب بیان فرمایا کہ جو نہ کبھی نماز پڑھتی تھی نہ روزہ رکھتی تھی۔ لیکن نزع کے وقت باوجود بالکل اَن پڑھ ہونے کے یوں کہہ رہی تھی ھذان رجلان یقولان ادخلی الجنۃ اُس کے گھر والے ایک صاحب کو جو پٹواری تھے اور عربی داں بھی تھے بلا کر لے گئے کہ نہ معلوم وہ کیا ہذیان بک رہی ہے۔ وہ صاحب پہونچے تو اُنہیں حیرت ہوئی کہ وہ یہ کہہ رہی ہے ھذان رجلان یقولان ادخلی الجنۃ یہی کہتے کہتے اُسکی جان نکل گئی۔ اُنہوں نے پوچھا کہ یہ کیا عمل کرتی تھی عورتوں نے کہا کہ اجی نہ نماز پڑھتی تھی نہ روزہ رکھتی تھی نہ اور کوئی عمل کرتی تھی بلکہ بہت ہی لڑاکا تھی۔ معمولی معمولی باتوں پر لڑا کرتی تھی۔ خصوص جب اذان ہوتی تو کسی کو

نہ بولنے دیتی نہ چرخہ کاتنے دیتی نہ کچھ کام کرنے دیتی اور اگر اذان ہوتے میں کوئی کچھ بول اٹھی یا کچھ کام کرنے لگی تو آفت مچادیتی تھی۔ خوب لڑتی تھی انھوں نے اس کی برائی بیان کی لیکن اسی میں وہ عمل بھی معلوم ہوگیا جس کی برکت سے اُس کا خاتمہ ایسا اچھا ہوا اور وہ عمل محض خدا تعالےٰ کے نام کی تعظیم تھی جس کی وجہ سے وہ بخشدی گئی۔ حالانکہ نہ نماز نہ روزہ۔ پھر فرمایا یقین تو یہ ہے کہ بہت ہی کم مسلمان ایسے ہوں گے جن کو عذاب ہوگا۔ ورنہ قریب قریب سب ہی بلا عذاب بخشدیے جائیں گے۔ کوئی بہت ہی مارد متمرد ہوگا اسی کو تھوڑا بہت عذاب دیا جاوے گا۔ کیا ٹھکانا ہے حق تعالیٰ کی رحمت کا۔

۱۲ شعبان ۱۳۵۰ھ

(۵۹۷) اس کا ذکر تھا کہ لڑکیوں کے لئے اچھے لڑکے بہت ہی کم ملتے ہیں۔ فرمایا کہ میں نے تو اپنے خاندان کی عورتوں کے سامنے ایک مرتبہ یہ کہا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکیوں میں تو صرف لڑکی ہونا دیکھا جاتا ہے اس لئے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑکوں کے لئے لڑکیاں بہت اور لڑکوں میں سیکڑوں باتیں دیکھی جاتی ہیں کہ خوبصورت بھی ہو وجاہت بھی ہو کھاتا پیتا بھی ہو۔ عزت بھی ہو۔ خاندان بھی ہو۔ عہدہ بھی ہو۔ میں نے کہا کہ اگر اتنی شرطیں جتنی کہ تم لڑکوں میں لگاتی ہو لڑکیوں میں بھی دیکھی جاویں تو انشاء اللہ ایک لڑکی بھی شادی کے قابل نہ نکلے۔ اکثر بے سلیقہ اور نالائق ہوتی ہیں۔ غرض لڑکوں میں بھی غالب نالائق ہی ہیں اور لڑکیوں میں بھی۔

(۵۹۸) فرمایا کہ ہندوستان میں غیر مسلم سے سود لینا میں ناجائز سمجھتا ہوں۔ لیکن بعضے اجازت دیتے ہیں۔ تحذیر الاخوان میں یہ مسئلہ میں نے شایع کیا تو بہت لوگوں نے برا سمجھا کہ فلاں فلاں بزرگوں کے خلاف کیا۔ لیکن میں تو خلاف اس کو سمجھتا ہوں جس میں اور تو ناجائز کہتے ہوں اور میں جائز بتلاتا ہوں۔ اور اس میں خلاف کیا ہے کہ ایک فعل کو اور حضرات تو جائز بتاتے ہیں اور میں ناجائز بتاتا ہوں۔ کیونکہ یہ تو لوگوں کو تقویٰ سے اور قریب کرنا ہے۔ میں انھیں تقویٰ سے بعید تو نہیں کرتا۔ احوط میں کیا خرابی ہے۔ میں تو احتیاط سکھلاتا ہوں وہ بھی تو اس جائز کے ترک کی اجازت دیتے ہیں۔ میں نے اس اجازت دئے ہوئے فعل کو موکد در واجب کہدیا۔ اسمیں کیا ہوگیا۔ پھر فرمایا کہ سود کا جائز ہونا جی کو نہیں لگتا۔ دوسرے اگر

ہو بھی تو اجازت میں فتنہ بہت بڑا ہے۔ عوام کے لئے کیونکہ اُن میں قیاس فاسد کا مادہ
بہت ہوتا ہے۔ کیا عجب ہے کہ تھوڑے دنوں میں یہ قیاس کرنے لگیں کہ زنا بھی کافر سے جائز
ہے اس طرح سے کہ اول مقدمہ تو یہ ہو کہ سود اور زنا میں فرق نہیں۔ دوسرا مقدمہ یہ کہ سود
کافر سے حلال بس ان دونوں مقدموں کا نتیجہ یہ ہے کہ زنا بھی کافر سے حلال۔

(۵۹۹) فرمایا کہ کالج والے معقول بات کو مان جلدی لیتے ہیں۔ اگر سمجھ میں آجاوے تو فوراً
کہدیتے ہیں کہ میں اپنی رائے کو واپس لیتا ہوں گو بعد کو چاہے پھر اس واپسی کو بھی واپس لے لیں
میرٹھ میں ایک چندۂ عام کی ترغیب کا میں نے بیان کیا تھا۔ اسمیں اصل میں یہ بیان کرنا تھا کہ
اکثر خلاف شرع چندہ جمع کیا جاتا ہے۔ سو اس پر تنبیہ کرنا منظور تھا۔ اور کالج والوں نے اس
چندہ کے وصول کرنے میں زیادہ گڑبڑ کی تھی۔ کہ جائز ناجائز کو بھی نہ دیکھا تھا۔ پہلے تو میں نے
تالیف قلب کی غرض سے کہا کہ سچ یہ ہے کہ علی گڈھ کے لوگ اس کام میں ہمارے امام ہیں
علماء کو اس تحریک کی باحتمال خلاف قانون ہونے کے جرأت نہ ہوتی تھی۔ علی گڈھ والوں کو
دیکھکر انھیں بھی جرأت ہوئی اور معلوم ہوا کہ یہ تحریک خلاف قانون نہیں ہے۔ پھر اس کے
بعد میں نے کہا کہ گو ہیں تو یہ ہمارے امام مگر بعض وقت امام کوئی ایسی غلطی کرتا ہے کہ جس سے امام
اور مقتدی دونوں کی نماز فاسد ہو جاتی ہے اس وقت مقتدی کو چاہیئے کہ امام کو غلطی پر تنبیہ کرے
اس لئے ہم بھی اپنے اماموں کی غلطیاں بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد پھر میں نے غلطیوں کا خوب
اظہار کیا۔ وعظ کے بعد ایک صاحب نے تنہائی میں کہا کہ آپ سے تو توقع سرپرستی کی تھی نہ کہ
طعن اور اعتراض کی۔ اس کا تو ہم لوگوں کو کسی قدر خیال ہے۔ ایسا اختلاف کرنا غالباً مناسب
نہ ہوگا۔ میں نے کہا کہ آپ نے غور نہیں کیا میں نے تو اصلاح کی ہے۔ کیا اصلاح کا نام اعتراض ہے
اگر ہے تو جتنے باپ ہیں اور جتنے اُستاد ہیں وہ سارے دشمن ہیں آپکی روشن دماغی اور بیدار
مغزی سے حیرت ہے کہ آپ اصلاح کو اعتراض سمجھے۔ وہ بولے کہ اگر اصلاح ہے تو بہت اچھا۔ پھر
فرمایا کہ یہ لوگ زیادہ قیل وقال نہیں کرتے۔ مہذب ہوتے ہیں۔ جھاڑ کی طرح پیچھے نہیں پڑتے
بعض احباب کہنے لگے کہ خوب ہی دل لگی سے خبر لی کہ امام تو ہیں لیکن قرآن غلط پڑھتے ہیں
ایکبار فرمایا کہ ان لوگوں کو وعظ میں سب کچھ کہہ لیتا ہوں لیکن منکتے رہتے ہیں۔ کیونکہ میرا عنوان خشن

نہیں ہوتا۔ نرم عنوان ہوتا ہے اس لئے ذرا ناگوار نہیں ہوتا۔ گو کہنے میں ہیں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتا میرٹھ میں ایک صاحب نے ان لوگوں کو صاف صاف کافر کہدیا جو ان کو سخت ناگوار ہوا۔ میں نے خوبصورت پیرایہ میں اول اُن کے عقائد کی فہرست بیان کی۔ پھر اُن عقائد کا خلاف اسلام ہونا ثابت کیا۔ اس کے بعد یہ کہا کہ اب میں خود کچھ نہیں کہتا آپ ہی صاحبان پر چھوڑتا ہوں آپ خود فیصلہ فرمالیں کہ آیا ایسا شخص جس کے یہ عقائد ہوں دائرہ اسلام میں رہ سکتا ہے کسیکو ذرا ناگوار نہیں ہوا۔ بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ گویا تسلیم کرتے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں کڑوا تو کہلاتا ہوں لیکن خوب مصالحہ ملا کر اور مزیدار بنا کر اور یہی حکم بھی ہے۔ وعظهم وقل لهم فی انفسهم قولاً بليغا وقال تعالیٰ ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة وجادلهم بالتی ھی احسن۔ ورنہ محض دل آزاری سے کچھ فائدہ نہیں نکلتا۔ بجز اس کے کہ اور توحش ہو جائے اور راہ پر آتا بھی ہو تو نہ آئے۔

(۶۰۰) ایک اہلکار حافظ صاحب سے فرمایا کہ بڑی برکت کی چیز ہے رمضان میں قرآن سُنانا تجربہ کی بات ہے کہ سال بھر کا بھولا ہوا اس سے پھر یاد ہو جاتا ہے۔

۲۴ شعبان المعظم سنہ ۱۳۵۱ھ

(۶۰۱) سفر کیرانہ سے آج واپسی ہوئی ہے۔ فرمایا کہ بڑی مشکل سے آنے دیا ہے کوئی اُمید نہیں تھی۔ پھر فرمایا کہ دو دن اور دو رات ہو گئے نہ نیند آئی نہ کھانا کھایا گیا۔ بہت ہی خستگی ہے۔ اب تو تحمل سفر کا بالکل نہیں ہوتا۔ احقر نے کھانے کے لئے پوچھا تو فرمایا کہ بھوک نہیں ہے۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد فرمایا کہ میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے بھوک ہے یا نہیں۔ یہی خبر نہیں کہ بھوک ہے یا نہیں نیند نہ آنے کی وجہ سے حس بھی باطل ہو گئی ہے۔ اب تو سفر سے بہت ہی جی گھبراتا ہے۔ دہلی کے سفر کا تکان ابھی رفع بھی نہیں ہوا تھا کہ یہ سفر کرنا پڑا اس لئے اور بھی طبیعت پر اس سفر کا زیادہ تکان محسوس ہوا یہ بھی فرمایا کہ اب تو سوائے تھانہ بھون کے کسی جگہ جی ہی نہیں لگتا۔ یہ حالت معلوم ہوتی ہے

ع تو لائے مرداں ایں پاک بوم + برانگیختم خاطر از شام و روم + پھر فرمایا کہ کیرانہ میں پانچ گھنٹہ وعظ ہوا الفاظ القرآن اس وعظ کا نام رکھا ہے۔ اسمیں یہ ثابت کیا تھا کہ خود الفاظ قرآن بھی مقصود ہیں قطع نظر معنی کے۔ بلکہ الفاظ سے گذر کر میں نے یہ ثابت کیا کہ نقوش بھی مقصود ہیں الفاظ اور نقوش

دونوں کے مقصود ہونے کو ایک ہی آیت سے ثابت کیا تھا تلک الکتاب وقرآن مبین میں نے کہا کہ کتاب کے معنی ہیں لکھی ہوئی چیز اور قرآن کے معنی ہیں پڑھنے کی چیز۔ کتاب کے لفظ سے نقوش کا مقصود ہونا اور قرآن کے لفظ سے الفاظ کا مقصود ہونا ثابت کیا تھا اس کے سمجھانے میں کسی قدر دیر لگی تھی۔ کہ جو چیز لکھی ہوئی ہوتی ہے وہ الفاظ نہیں ہوتے بلکہ نقوش ہوتے ہیں۔ اہل علم تو اس کو خوب سمجھتے ہیں لیکن عوام سمجھتے ہیں کہ الفاظ ہی لکھے جاتے ہیں اس لئے اس کی تقریر کرنے میں کچھ دیر لگی تھی۔ وعظ میں بہت مجمع تھا اور نہایت اشتیاق کے ساتھ پانچ گھنٹے تک بیٹھے ہوئے وعظ سنتے رہے۔ الفاظ قرآن کے مقصود ہونیکا بیان اسلئے کیا تھا کہ آج کل جدید تعلیم یافتہ لوگ الفاظ کو مقصود نہیں سمجھتے محض معنی کو مقصود سمجھتے ہیں بعد وعظ کے لوگ پوچھتے تھے کہ شام کو کہاں ہوگا گویا مجھے بالکل لوہے کا سمجھ لیا۔ لیکن اس سے ان کا اشتیاق ضرور ظاہر ہوتا ہے۔ یہ بات قدر کرنے کے قابل ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے وہاں وعظ کہا تھا جس میں بدعات ہی کا ذکر تھا۔ گو ارادہ نہیں تھا لیکن میں کیا کرتا کچھ خود بخود یہی مضمون چل پڑا۔ نہایت اچھا بیان تھا لیکن افسوس کوئی قلمبند کرنے والا نہیں تھا۔ اگر وہ قلمبند ہوجاتا تو بہت نافع ہوتا۔ تمام پیرجی صاحبان بھی شریک تھے۔ سب بیٹھے سنتے رہے۔ اخیر میں انھوں نے کہا کہ بیان تو ایسا تھا کہ بے نظیر لیکن ہماری تو ریڑھ ہی ماردی جڑ ہی کاٹ دی۔ لیکن پھر بھی خوش تھے۔ حالانکہ میں نے بہت کھری کھری سنائیں۔ کیونکہ میرے یہاں کوئی لاگ لپیٹ تو ہے ہی نہیں نہ تقیہ نہ توریہ صاف صاف کہتا ہوں اور اب بھی میں نے قبروں کے پختہ بنانیکی مذمت انھیں کے مذاق کے موافق بیان کی۔ میں نے کہا کہ یہ جو تم بزرگوں کے بڑے بڑے پختہ مزارات بناتے ہو تو یہ دیکھو کہ ان کے ساتھ زندگی میں کیا برتاؤ کرتے تھے۔ جسد ظاہری کے متعلق ان کی زندگی میں ایک لباس تھا اسی کو دیکھ لو کہ آیا کس قسم کا ان کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ آیا وہ ایسا ہی قیمتی ہوتا تھا یا معمولی۔ اگر کبھی کوئی نہایت قیمتی لباس پیش بھی کیا ہوگا تو وہ اُن بزرگ نے خود استعمال بھی نہ کیا ہوگا۔ حضرت مولٰنا گنگوہی کی خدمت میں ایک پوستین ڈیڑھ سو روپیہ کا ہدیہ آیا۔ انھوں نے فرمایا کہ اگر اسی کے مناسب پاجامہ بھی ہو عمامہ بھی ہو تب تو زیبا بھی ہے میں اسے

پہن کر کیا کروں گا۔ نواب یوسف علی خاں رئیس چھتاری کو دیدیا کہ تمہارے پاس اسکے مناسب پورا لباس ہے تم رکھو تو دیکھئے جب کوئی جوڑا دیا ہوگا تو معمولی دیا ہوگا تاکہ خود تو استعمال میں لاسکیں کیونکہ قیمتی لباس سے بزرگوں کو بے رغبتی ہوتی ہے۔ پھر یہ تعجب ہے کہ ان کی حیات میں ان کے بدن ڈھانکنے کیلئے تو ڈیڑھ سو کا بھی جوڑہ کبھی نہ پیش کیا کہ تکلیف ہوگی اور مرنیکے بعد قبر اور گنبد ڈیڑھ ہزار کا بنا دیا۔ یاد رکھو تم ان حرکتوں سے بزرگوں کی روح کو تکلیف پہونچاتے ہو پھر فرمایا کہ اس مضمون کا لوگوں پر بہت اثر ہوتا ہے کہ روح کو تکلیف پہونچاتے ہو کیونکہ یہ لوگ تو بزرگوں کی روح کے تصرفات کے بہت ہی زیادہ معتقد ہوتے ہیں میں اُن کے اس خیال کو مانکر اس سے کام نکالتا ہوں۔ بزرگوں کو قیمتی چیزوں سے نفرت ہونے کے متعلق یاد آیا کہ احقر نے ایک بار عرض کیا کہ خود مجھے اچھی اچھی چیزوں کے رکھنے کا شوق نہیں بلکہ بار معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جو اچھی چیز دیکھتا ہوں جی چاہتا ہے کہ یہ حضور کے لئے لیلوں۔ فرمایا کہ جو چیز آپ اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ میرے لئے کیوں پسند کرتے ہیں۔ مجھے دنیا میں آلودہ کرنا کیوں پسند کرتے ہیں۔ جبکہ آپ کو خود اپنے لئے یہ حالت گوارا نہیں۔ ایک نفیس قالین سہ دری میں نشست کی جگہ بچھانے لئے احقر نے پیش کیا۔ تو میری خوشی کے لئے بچھالیا خطوط تحریر فرما رہے تھے۔ فرمایا کہ دیکھئے جب قلم کو دوات میں ڈالکر اٹھاتا ہوں۔ خیال ہوتا ہے کہ کہیں سیاہی گر کر دھبہ نہ پڑ جائے۔ الجھن ہونے لگی۔ یکسوئی جاتی رہی مضامین کی آمد میں فرق آگیا۔ اگر معمولی گدا ہوتا تو دھبہ پڑنیکا خیال بھی نہ ہوتا۔ احقر نے عرض کیا کہ حضور اسکو معمولی ہی سمجھیں۔ دھبہ پڑنیکا کچھ خیال نہ فرمائیں فرمایا کہ طبیعت اسکو گوارا ہی نہیں کر سکتی کیونکہ ہر چیز کے ساتھ اس کی حیثیت کیموافق برتاؤ کرنا چاہتا ہوں پھر دوسرے دن وہ اٹھا دیا اور فرمایا کہ اصل وجہ یہ ہیکہ ایسی چیز پر بیٹھنے سے مجلس خواہ مخواہ بارعب ہو جاتی ہے۔ پاس بیٹھنے والوں پر رعب پڑتا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ کسی کے قلب پر میری ذرا ہیبت نہ ہو۔ لوگ مجھسے بالکل بے تکلف رہیں تاکہ جو کچھ جس کے جی میں آئے پوچھ سکے۔ ہمیشہ حضرت جائزہ لیکر زائد از ضرورت چیزوں کو فروخت کر دیتے ہیں اکثر مدرسہ سہارنپور میں فروخت کے لئے بھیجتے ہیں اور چوتھائی قیمت مدرسہ میں دیدیتے ہیں۔ فرمایا کرتے ہیں کہ چاہے سابقہ کبھی نہ پڑے لیکن مجھے اس علم ہونے سے بھی وحشت ہوتی ہے کہ میری ملک میں اتنی چیزیں ہیں سبحان اللہ زہد عن الدنیا اس کو کہتے ہیں۔ اور فروخت کردہ چیزوں کے متعلق کبھی یہ تفتیش نہیں فرماتے کہ کونسی چیز

کتنے میں بکی۔ فرماتے ہیں کہ اگر اعتبار نہیں ہے تو وہاں بھیجنا ہی نہ چاہیے۔ اور اگر اعتبار ہے تو پھر شبہ نہ کرنا چاہیے۔ جتنے میں چاہیں بیچیں۔ یہ بھی فرمایا کرتے ہیں کہ میں مدرسین کے کام کی میں کبھی جانچ نہیں کرتا۔ کیونکہ میں غیر معتبر مدرسین کو رکھتا ہی نہیں۔ پھر جب معتبر سمجھکر رکھ لیا پھر روز روز کی جانچ کیسی اسمیں ان کی بڑی ذلت ہے۔ اسی طرح اگر کسی طبیب کے علاج کرتے ہیں۔ تو بالکل اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیتے ہیں بلا اس سے دریافت کیئے نہ کوئی چیز کھاتے ہیں نہ کچھ رد و بدل کرتے ہیں ذرا ذرا سی بات کو پوچھکر کرتے ہیں۔ غرض پورا پورا اتباع نہایت سختی کے ساتھ کرتے ہیں۔ ہاں اگر مناسب سمجھا گیا تو طبیب ہی کو بدل دیتے ہیں۔ مگر جس طبیب کا علاج ہوتا ہے اس کے علاج کے دوران میں اسی کا اتباع کرتے ہیں۔ کوئی دوسرا طبیب بھی اگر کوئی مشورہ دیتا ہے تو اسی طبیب سے اس مشورہ کو پیش کر کے اسکی رائے کے مطابق عمل فرماتے ہیں۔ غرض جو بات ہے نہایت درجہ اصول اور قاعدہ کے موافق اشیا فروخت کرنے کے متعلق یاد آیا کہ ایکبار احقر نے حضرت کی چیزیں خریدنے کی خواہش کی۔ فرمایا کہ اس شرط پر کہ بالکل آزادی کے ساتھ معاملہ کریں میری خاطر سے نہ خریدیں۔ اور قیمت تیسرے شخص سے تشخیص کرائی جاوے یا بازار سے اندازہ قیمتوں کا کرا منگایا جاوے۔ اور مجھکو قیمتوں کی اطلاع کی ضرورت نہیں جو مجموعی قیمت طے پائے وہ دیجاوے بشرطیکہ اس پر آپ بھی نہایت آزادی اور خوشی کے ساتھ لینے پر تیار ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ صفائی معاملات تو حضرت پر ختم ہے۔ بلکہ سچ یہ ہے کہ حسن معاشرت علم معرفت زہد و تقوے شفقت و ایثار وغیرہ وغیرہ من الاوصاف کثیرہ سبھی باتوں میں ہمارے حضرت بفضلہ تعالیٰ یگانہ روزگار ہیں ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم + کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست + ؎ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری + ؎ بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری +

اللہ تعالیٰ حضور کے وجود باجود کو بایں فیوض و برکات روز افزوں مدت مدید تک بعافیت تمام سلامت باکرامت رکھے اور ہم لوگوں کو استفاضہ کی توفیق دے آمین ثم آمین

(۶۰۲) کاندھلہ کے ایک طبیب صاحب نے اپنا ایک خواب بیان کیا کہ شب کو یکایک سوتے سوتے خود بخود نہ معلوم کس طرح میں مصلے پر پہونچا اور ہوش آیا تو اپنے آپ کو میں نے مصلے پر پایا وہاں میں لیٹ گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت مولنا گنگوہی تشریف لائے اور فرمایا کہ تو جو بزرگوں کی طرف سے فاسد خیالات رکھتا ہے اس سے جلد توبہ کر ورنہ (نتیجہ یاد سے اتر گیا) میں واقعی بزرگوں کی طرف سے بہت فاسد خیالات رکھتا تھا اور برا بھلا کہا کرتا تھا۔ یہ اس طبابت کے پیشہ کی نحوست تھی میں نے صبح اپنی نبض دیکھی طبیعت کا اندازہ کیا

کہ خراب تو نہیں مگر کوئی بیماری کا اثر محسوس نہ ہوا۔ میں سوچتا تھا کہ یہ خواب کسی بیماری کی وجہ سے تو نہیں دکھلائی دیا۔ لیکن میں اپنے اندر کسی قسم کی بیماری کا اثر نہ پاتا تھا۔ میرے اوپر اس خواب کا اثر یہاں تک غالب ہوا کہ میں دوپہر کو مولوی حکیم صدیق احمد صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور ان سے میں نے معافی مانگی کہ جو کچھ میں نے آپکی شان میں برا بھلا کہا ہو وہ معاف فرما دیجئے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ محض خدا تعالیٰ سے توبہ اس کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ صاحب حق سے معافی مانگنا بھی ضروری ہے مگر لوگ کہتے ہیں کہ تو باؤلا ہو گیا ہے۔ ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اس میں باؤلے پن کی کیا بات ہے آپکا خیال ٹھیک ہے اہل حقوق سے معافی کرانا بھی ضروری ہے محض توبہ کافی نہیں۔ یہ سُنکر اُن صاحب نے ہاتھ جوڑ کر حضرت سے عرض کیا کہ میں جناب سے بھی معافی چاہتا ہوں۔ حضرت نے فوراً ہاتھ پکڑ کر علیحدہ کر دیئے اور فرمایا کہ اجی حضرت یہ آپ کیا کرتے ہیں۔ مجھ سے معافی مانگنے کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے آپ اُس خواب میں کیوں داخل کرتے ہیں اُس میں تو بزرگوں کا ذکر تھا بزرگوں سے ضرور معافی چاہئیے میں تو بقسم کہتا ہوں کہ میں اپنے اندر کوئی کمال نہیں پاتا۔ نہ علمی نہ عملی نہ حالی نہ قالی۔ بلکہ مجھ میں تو سراسر عیوب ہی عیوب بھرے پڑے ہیں میری اگر کوئی برائی کرتا ہے تو یقین جانیئے مجھے کبھی وسوسہ بھی نہیں ہوتا کہ میں برائی کا مستحق نہیں بلکہ اگر کوئی تعریف کرتا ہے تو واللہ تعجب ہوتا ہے کہ مجھ میں بھلا کونسی تعریف کے قابل بات ہے جو اس کو یہ خیال ہے اسکو دھوکا ہوا ہے۔ حق تعالیٰ کی ستاری ہے کہ میرے عیوب کو پوشیدہ کر رکھا ہے۔ اسلئے مجھے کسی کا برا بھلا کہنا مطلق ناگوار نہیں ہوتا۔ اور اگر کوئی میری ایک تعریف کرتا ہے تو اسی وقت اپنے دس عیب مجھے پیش نظر ہو جاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ آپنے جو کچھ میرے بارہ میں برا بھلا کہا ہو گا تو عدم واقفیت کی وجہ سے کہا ہوگا اسلئے آپ معذور ہیں۔ تیسرے یہ کہ میں مدت سے یہ دعا مانگ رہا ہوں اور اب بھی تازہ کر لیا کرتا ہوں کہ اے اللہ میری وجہ سے اپنی کسی مخلوق پر مواخذہ نہ کیجئو۔ جو کچھ کسی نے میرے ساتھ برائی کی ہو یا آیندہ کرے وہ سب میں نے دل سے معاف کی۔ اسلئے مخلوق خدا کو میری طرف سے بالکل بےفکر رہنا چاہئیے کوئی اپنے دل میں شبہ نہ رکھے۔ آپ بھی میری طرف سے بالکل بےفکر رہئیے۔ میں پیشتر ہی سب کو دل سے معاف کر چکا ہوں آپ بھی اس عموم میں آگئے بلکہ اگر کبھی ضرورت ہو تو میری طرف سے پوری اجازت ہے کہ جو کچھ آپ چاہیں مجھے کہہ سُن سکتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر میں معاف نہ کر دیا کروں۔ اور دوسرے کو عذاب بھی ہوا تو مجھے کیا نفع حاصل ہوا۔ احقر نے عرض کیا کہ اس کی نیکیاں جو ملیں گی۔ فرمایا

کہ ایسی قانونی نیکیاں لیکر میرا کیا بھلا ہو سکتا ہے اگر یہ فعل میرا مقبول ہو گیا تو اسکی بدولت انشاء اللہ مجھے نیکے (یعنی نیکی کا ندکر) ملیں گے۔ میں قانونی نیکیاں لیکر کیا کرونگا۔ اللہ میاں کے ساتھ قانونی حساب کتاب کرنے سے کہیں کام چل سکتا ہے۔ کیا اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ ایک شخص کو بلا کسی استحقاق کے نیکیاں دیدے۔ کیا اُس کے یہاں نیکیوں کی کمی ہے۔ یہی خیال کیوں نہ رکھے۔ نانوتہ میں ایک صاحب نے یہی کہا تھا کہ ہم تو اسی لئے اپنے حقوق معاف نہیں کرتے کہ اُن کے عوض میں ہم کو دوسروں کی نیکیاں ملیں گی۔ اور دوسروں کے جو حقوق ہم نے ضایع کئے ہیں اُن میں وہ نیکیاں مجرا ہو کر حساب ٹھیک ہو جاویگا۔ لاحول ولا قوت اللہ میاں سے حساب کتاب قانونی کرنا بڑی سخت گستاخی اور جہالت ہے۔ بلکہ میں کہونگا کہ خباثت ہے، کیا اللہ تعالیٰ کو اتنی بھی قدرت نہیں کہ ایک شخص کو بلا کسی استحقاق کے نیکیاں دیدے۔ میں تو اس لئے سب کے حقوق معاف کر دیتا ہوں کہ اگر یہ فعل مقبول ہو گیا تو حق تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اوروں سے ان حقوق کو جو میرے ذمہ ہیں خود ہی معاف کرالیں گے پھر انھیں طبیب صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ ایک بات میں آپ سے خیر خواہانہ کہتا ہوں کہ یہ آپنے بزرگوں سے معافی چاہنے کا ارادہ کیا ہے یہ بہت ہی اچھی بات ہے۔ لیکن فقط یہ تدبیر کافی نہیں بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ یہ مرض پیدا کہاں سے ہوا۔ اس مرض کا منشا کیا ہے۔ اُس منشا اور مبنی کا انسداد کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ایک تو عرض ہوتا ہے اور ایک مرض۔ گو بعضا عرض بھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کا فوری دفعیہ قابل اہتمام ہوتا ہے۔ لیکن اصل توجہ تو مرض کے ازالہ کی طرف ہونی چاہیئے۔ جو منشا تھا اس عرض کا محض عرض کا دفعیہ کر کے بیفکر نہیں ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ ابھی اس کا منشا موجود ہے وہ پھر عود کریگا۔ اگر آپ نے اس وقت بزرگوں سے اپنا کہا سنا معاف بھی کرالیا تو کیا ہوتا ہے۔ اگر اس کا منشاء موجود رہا تو پھر آپ سے یہی فعل صادر ہوگا۔ لہذا اس کے منشاء اور مبنی کو تلاش کر کے اس کا انسداد کرنا چاہیئے خواب کا تو خیر کیا اعتبار ہے یہ کوئی چیز قابل اعتبار نہیں۔ اصل معیار تو شریعت ہے۔ اگر آپ خوابوں ہی کے بھروسہ رہے تو جس گناہ کی بابت آپ خواب میں دیکھیں گے اسی سے توبہ کریں گے اور اگر کسی نیک کام کے اوپر خواب میں لتاڑ پڑ گئی تو اُس کو چھوڑ دیں گے

بڑی چیز تو یہ ہے کہ شریعت پر منطبق کر لیجئے کہ کون فعل موافق شریعت کے موافق ہے اور کون خلاف۔ اور حضرت کسی کے ساتھ اعتقاد رکھنا تو ضروری نہیں ہاں بدگمانی اور بدزبانی بلاضرورت کسی کے ساتھ جائز نہیں اس واسطے کسی پر بدگمانی نکرے۔ اگر بدگمانی نہ کی تو کیا نقصان ہوا پھر فرمایا کہ اس کا منشاء بہت سی چیزیں ہیں اور ان سب کا منشاء کبر ہے۔ اگر سب سے کمتر آپ کو سمجھیگا تو جسوقت بدگمانی ہونے لگیگی فوراً اپنا عیب پیش نظر ہو جائیگا اور سوچے گا کہ ہم تو اس سے بھی زیادہ نالائق ہیں۔ پھر کبھی اس کی نوبت نہ آوے گی۔ لہٰذا کبر کا علاج کسی کامل شخص کے پاس رہکر کرانا ضروری ہے

(۶۰۳) ایک دیہاتی ذاکر صاحب نے علاوہ ذکر نفی اثبات کے اور کچھ پڑھنے کو پوچھا۔ فرمایا کہ اسم ذات اللہ اللہ ایک ہزار سے شروع کرو اگر وقت بچے تو ایک تسبیح روز بڑھاتے جاؤ ایک ایک تسبیح بڑھا بڑھا کر جہاں تک گنجایش ہو ٹھہرا دیجاوے اور اگر زیادہ گنجایش ہوتی جاوے تو تین ہزار تک بڑھایا جاوے۔ اور چلتے پھرتے جب دھیان آجاوے استغفار یعنی استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ۔ انھیں صاحب نے غالباً بیوی کی شکایت کی کہ نماز کی طرف سے غفلت کرتی ہے اور دعاء کی درخواست کی۔ فرمایا کہ سمجھاتے رہو سختی نکرو اللہ اوس کی اصلاح فرمادے۔ یہ بھی ان صاحب نے عرض کیا کہ میرا نام پیر بخش ہے جو اچھا نہیں ہے کیونکہ ایسا نام رکھنا جائز نہیں ہے کوئی اور نام رکھدیا جاوے فرمایا کہ واقعی یہ نام اچھا نہیں ہے پھر دریافت فرمایا کہ اگر کوئی دوسرا نام رکھدیا جاوے تو کیا وہ مشہور ہو جاویگا۔ اونھوں نے عرض کیا کہ لوگوں سے کہہ کہہ کر کوشش کرونگا۔ فرمایا کہ تمہیں کونسا نام پسند ہے وہ ہی رکھدوں عرض کیا کہ جو حضور رکھدینگے وہی پسند ہوگا حضرت نے فرمایا کبیر بخش اچھا معلوم ہوتا ہے۔ کبیر اللہ تعالےٰ کا نام ہے اور پیر بخش جو پہلا نام ہے اُس میں تھوڑا سا تصرف کرنے سے کبیر بخش ہو جاتا ہے زیادہ فرق بھی نہیں ہوا اُن صاحب نے سب باتیں سیدھی سیدھی طرح کہہ ڈالی تھیں اس کی تعریف فرماتے رہے کہ میرا جی خوش ہوا سب باتیں صاف صاف کہہ ڈالیں کہیں اُلجھن نہیں ہوئی۔ سیدھی سادی مسلمانوں والی بات

(۶۰۴) ایک صاحب نے کچھ روپیہ اور چھپے ہوئے دستر خوان اور توشک نذر کئے۔ فرمایا کہ آپ تو ہمیشہ دیتے رہتے ہیں پہلی چیزیں بھی رکھی ہوئی ہیں بہت شرمندہ کرتے ہیں۔ روپیہ بھی دستر خوان بھی توشک بھی۔ یہ زیادتی ہے۔ مجھے بڑی شرم آتی ہے۔ ایسا کیجئے کہ روپیہ تو مجھے دیدیجئے۔ اور ان چیزوں کو

آپ رکھ لیجئے۔ فروخت کر لیجئے گا۔ یہ اچھا ہے۔ یا روپیہ واپس لے لیجئے۔ یہ چیزیں مجھے دیدیجئے۔ ان صاحب نے بہت اصرار کیا تو قبول فرمالیا۔ چونکہ بعد مغرب یہ ہدیہ پیش کیا گیا تھا اس لئے شب کیوقت سہ دری ہی میں وہ چیزیں رکھی رہیں۔ بعد عشاء مکان جاتے وقت احقر کے عرض کرنے پر کہ یہ چیزیں تو یہیں رکھی ہوئی ہیں فرمایا کہ کیا حرج ہے اونھوں نے پیش ہی ایسے وقت کیں۔ جب میں دوپہر کو سفر سے واپس آیا تھا اوسی وقت پیش کر دینا چاہئے تھا۔

(۵۰۵) ایک چھوٹا بچہ ننگا کھڑا ہوا تھا حضرت نے اس سے مزاح کی باتیں کیں۔ پھر فرمایا کہ فطری بات ہے کہ لڑکوں کا ننگا ہونا برا نہیں معلوم ہوتا لیکن لڑکیاں ننگی بہت ہی بری معلوم ہوتی ہیں۔ مجھے تو لڑکیوں کو ننگا دیکھکر بہت ہی برا معلوم ہوتا ہے۔ ایکبار فرمایا کہ لڑکیوں میں فطری طور سے لڑکوں سے زیادہ حیا ہوتی ہے۔ حقتعالے نے بچپن ہی سے اون کی حفاظت کا ساماں فرما دیا ہے

(۵۰۶) چونکہ ماش کی دال سے حضرت کو بہت رغبت ہے۔ احقر گھر آکر کھانا کھانے لگا تو دال گرم گرم کچھ اچھی معلوم ہوئی جی چاہا کہ حضرت تناول فرمائیں دوڑا ہوا گیا چونکہ حضرت پیرانی صاحبہ ابھی کیرانہ سے واپس تشریف نہیں لائیں حضرت تنہا واپس تشریف لے آئے اس لئے اور بھی خیال ہوا کہ احقر ہی کے یہاں شام کا کھانا کھالیں تو بہت اچھا ہو۔ حضرت سے حضرت کے بھتیجے مولوی شبیر علی صاحب پیشتر کھانے کے لئے عرض کر چکے تھے۔ احقر کے عرض کرنے پر فرمایا کہ مجھے اس وقت بھوک نہیں ہو لیکن آپ مکان پر بھیجدیجئے میں کھانیکے وقت کھالونگا۔ احقر نے عرض کیا کہ پھر تو ٹھنڈی ہو جائیگی۔ وہ لطف نرہیگا۔ حضرت اُس وقت مولوی شبیر علی صاحب کے مکان تشریف لے گئے۔ احقر نے گرم گرم دال بھیجی گھر میں فرمایا کہ بھوک نہیں ہے۔ لیکن چمچی لاو روکھی دال کھالونگا۔ چنانچہ محض احقر کی دلجوئی کے لئے روکھی دال چمچی سے تناول فرمائی جس کا احقر کو خیال بھی رہا کہ ناحق میں نے اصرار کیا۔ اسکی خبر مجھکو میرے لڑکے نے دی جس کے ہاتھ دال بھیجی گئی تھی۔ کھانا غالباً بعد مغرب کھایا۔

غرہ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ

دور جدید

جامع ملفوظات عرض کرتا ہے کہ عبارت ذیل خود صاحب ملفوظات نے لکھکر غرہ رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ کو احقر کو حوالہ فرمائی (دو جملہ) احقر اشرف علی مظہر ہی کہ یہ تو ظاہر ہے کہ جسطرح اصل طاعت دینی اپنی اصلاح ہے

اسی طرح اصل خدمتِ دینی دوسروں کی اصلاح ہے اور اس کے دو طریقے ہیں ایک موعظت غیر طالبین کے لئے یا طالبین قلیل الفہم کیلئے ۔ دوسرا سیاست محکومین کے لئے بعد موعظت کے ۔ یا طالبین اہل فہم کے لئے ۔ چنانچہ اسی بناء پر اب تک طالبین اہل فہم کے ساتھ یہی معاملہ کیا جاتا تھا ۔ اور نفع بھی اوسکا مشاہد ہوا ۔ بلکہ تجربہ نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ بعض طبائع کو بدون اس کے نفع ہی نہیں ہوتا ۔ نہ از خود تنبہ ہوتی ہے نہ نرمی سے اثر ہوتا ہے مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی مشاہد ہوا کہ بعض اصحاب کو قلت تدبر کے سبب اس طرز سے کسیقدر گرانی بھی ہوتی تھی جس کو ان کی ہی مصلحت کے لئے گوارا کیا جاتا تھا لیکن چند روز سے یہ خیال پیدا ہوا کہ غالباً اب میری تحریرات و تقریرات اس باب میں اس قدر مدون و ظاہر ہو چکی ہیں کہ طالب تنبیہ کے متنبہ ہونے کے لئے کافی وافی ہیں ۔ اور جس کو طلب ہی نہ ہو اس کا کون ذمہ دار ہو سکتا ہے ادھر اس طرز کا استعمال ایسے لوگوں کے لئے واجب بھی نہ تھا اور ضعف فہم یا ضعف طلب کے سبب ان میں سے بعض کو ناگواری ہوتی تھی ۔ اور اس وجہ سے اپنی طبیعت کو بھی پریشانی زیادہ ہوتی تھی ۔ اس لئے بار بار ذہن یہ تجویز کرتا تھا کہ ایک امر غیر واجب کے لئے تکدر اور تکدیر کی کیا ضرورت ہے ان لوگوں کے ساتھ بھی موعظت ہی کا طریق استعمال کرنا کافی ہے ۔ جس کو طلب ہو گی اس کے ذمہ خود ہے کہ طریق اصلاح دریافت کر کے عمل کرے ۔ یا دریافت نہ کرنے کی حالت میں اگر کسی وقت ابتداءً بھی بتلایا جاوے تو صرف تبلیغ کی شکل میں بتلا دینا بس ہے تسلط و نگرانی کی کیا ضرورت ہی ۔ البتہ جو محض محکوم ہیں غالباً سیاست ان کے حقوق واجبہ سے ہے ۔ وہ اس سے مستثنیٰ ہیں ۔ اسی طرح جو از خود طرز سیاست سے اپنی تربیت کی خود درخواست کریگا ۔ بعد اپنی طمانیت کے اس کی درخواست بھی منظور ہو سکے گی ۔ اسی اثناء میں رمضان المبارک کا مہینہ ہزاروں خیر و برکت کے ساتھ رونق افروز ہوا ۔ چونکہ اس ماہ میں عموماً تعلقات کی تقلیل ہو جاتی ہے ۔ بالخصوص امسال کہ بوجہ خستگی طبیعت کے مہینہ بھر کے جمعوں کا وعظ بھی دوسرے احباب کے سپرد کر دیا گیا ۔ تراویح میں ختم قرآن کے لئے بھی دوسرے صاحب تجویز کر لئے گئے ۔ پہلے کی طرح کوئی سبق بھی شروع نہیں کرایا گیا تعلیم ذکر و شغل کی بھی تعطیل رہی ۔ جو پار سال بھی رہی تھی ۔ تو اس طرح ایک رمضان بہت ہی زیادہ بے تعلقی پر مشتمل تھا ۔ اس وجہ سے اس تجویز کے آغاز نفاذ کے لئے یہ ماہ زیادہ مناسب معلوم ہوا ۔ پس بنام خدا آج سے طرز سیاست کو طرز موعظت سے بدلتا ہوں اور حق تعالیٰ سے مدد چاہتا ہوں اور

چونکہ دونوں طرز کے آثار بھی مثل دونوں کی ماہیات کے صریح متفاوت ہیں اسلئے اس طرز حادث کے ملفوظات و مکتوبات کا رنگ بھی دوسری قسم کا ہوگا اس لئے اس اطلاع کا ملحق کرنا آئندہ کے ملفوظات کی ابتدا میں مناسب معلوم ہوا۔ کہ ناظرین کو زیادت بصیرت ہو اور محاسن اتفاق سے اس کے ساتھ ہی یہ ایک عجیب امر واقع ہوا کہ جامع ملفوظات یعنی خواجہ عزیز الحسن صاحب نے مدت سے محض اپنے دین کی حفاظت کیلئے اپنے کو محکمہ تعلیم میں لے جانیکی تحریک کر رکھی تھی۔ چنانچہ یہی زمانہ اس تحریک کی منظوری کا بھی ہے پس یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ جو وقت صاحب ملفوظات کے طرز سیاست کے طرز موعظت میں تبدیل ہونیکا ہے وہی وقت جامع ملفوظات کے محکمہ سیاست سے محکمہ تعلیم میں کہ مناسب ہے موعظت کے تبدیل ہونیکا ہے۔ اس حسن اقتران پر جامع یہ شعر عرض کرتا ہے ؎ فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا ؛ بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس ست) اب اللہ تعالیٰ سے یہ دعا ہے کہ جس طرح اس طرز سے بہتوں کو نفع ہوا تھا اس طرز سے سب کو نفع ہو۔ اور طالبین ہی کیساتھ جامع ملفوظات کے لئے دعا ہے کہ انھوں نے جس غرض سے اپنے اس محکمہ کو تبدیل کیا ہے یعنی حفاظت دین وہ غرض اس جدید صورت میں بوجہ احسن حاصل ہو۔ ختم ہوا کلام صاحب ملفوظات کا۔ اب جامع دور جدید کے ملفوظات کو پیش کرتا ہے۔

(۶۰۷) فرمایا کہ بہت بچپن میں مولٰنا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرا رکوع سنکر فرمایا کہ میرے بعد یہ لڑکا ہوگا۔ مجھ سے انھیں بہت محبت تھی۔ حالانکہ والد صاحب سے احیاناً معتقد سے بھی رہا کرتے تھے اور باوجود یکہ دونوں صاحبوں میں کچھ شکر رنجی بھی تھی۔ والد صاحب مولٰنا کے لئے ایک مرتبہ میرٹھ سے پان لائے اور مجھ سے کہا کہ تم جا کر دے آؤ۔ میرے دینے سے نہ لیں گے۔ چنانچہ میں لیگیا۔ پہلے بہت دیر تک سوچتے رہے اور پھر لیلئے۔ کہ میرا دل برا ہوگا۔ اب یہ باتیں کہاں۔ اب اگر کسی سے رنج ہو تو اس کی اولاد سے بھی رنج رکھتے ہیں۔ انھوں نے والد صاحب کے بارہ میں بھی رنج کو جاری نہیں کیا۔ پہلے سے اخلاق اب کہاں ہیں الا ماشاء اللہ۔

(۶۰۸) فرمایا کہ سادگی میں بڑی حلاوت ہے۔ جی سب کا چاہتا ہے کہ سادہ معاشرت رکھیں لیکن تکبر کی وجہ سے اور ذلت کے خیال سے نہیں رکھ سکتے۔

(۶۰۹) فرمایا کہ میں نے تجربہ کیا ہے کہ رغبت سے جو کچھ بھی کھالو خدا کے فضل سے کچھ نقصان نہیں ہوتا بے رغبت اگر ایک لقمہ بھی کھایا جاویگا تو وہ نقصان کریگا۔ اور جو صادق رغبت ہو تو کچھ ہی کھالو سب ہضم یہ بھی

فرمایا کہ افطار کے بعد کسیقدر کم کھاوے تو سحری رغبت کے ساتھ کھائی جاوے - یہ بھی فرمایا کہ میں زائد چیزیں مثلاً آم وغیرہ بعد تراویح کے کھاتا ہوں تاکہ نماز میں گرانی نہ رہے - اور رمضان المبارک میں کچھ نہ کچھ زائد چیزیں ہوتی ہی ہیں - کسی نے آم بھیجدیئے کسی نے پھلوریاں بھیجدیں - اور خود گھر میں بھی نئی چیزیں پکتی رہتی ہیں - آخر حدیث شریف میں ہے کہ شہر یزاد فیہ رزق المومن - یعنی مومن کا رزق رمضان میں بڑھ جاتا ہے -

(۶۱۰) عرض کیا گیا کہ ورد وظائف زیادہ تعداد میں رکھنا اور تعب برداشت کرنا اچھا ہے یا کم تعداد رکھنا اور جمعیت کے ساتھ پورا کرنا - فرمایا کہ تھوڑا تعب ہو تو برداشت کرنا چاہیئے زیادہ نہیں - میری رائے میں اپنے ذمہ تو اسیقدر رکھے جس میں تعب نہ ہو - پھر نشاط دیکھے تو زیادہ کرلے - اسمیں خواہ تھوڑا تعب بھی برداشت کرلے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے - اس میں طبیعت پر بار نہیں رہتا اور اگر کبھی زیادہ نہ کرسکا تو غم نہیں ہوتا کیونکہ سمجھیگا کہ میرے ذمہ اسقدر تھوڑا ہی تھا اور اگر زیادہ کرلیا تو فرحت ہوگی - اپنے ذمہ اسیقدر رکھے جس کو آسانی کے ساتھ نباہ سکے - اگر اپنے ذمہ زیادہ رکھا تو ناغہ میں بے برکتی ہوگی - اور جو اپنے ذمہ سے زیادہ پڑھتا ہے وہ اگر ناغہ ہوجائے تو اسمیں بے برکتی نہیں ہوتی -

(۶۱۱) فرمایا کہ رمضان المبارک کا ہے تو صرف ایک ہی مہینہ لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام امکنہ اور ازمنہ کو محیط ہے واقعی گیارہ مہینے ایک طرف معلوم ہوتے ہیں اور یہ ایک مہینہ ایک طرف - اس مہینہ کی کھلی ہوئی برکت ہے جس کا انکار نہیں ہوسکتا - روزہ میں صریح سہولت ہوتی ہے - مشاہدہ کا کیا انکار ہوسکتا ہے - غیر رمضان میں نفل روزے گراں ہوتے ہیں واقعی آدمی خود کھچیا جاتا ہے - ورنہ حق تعالیٰ کی طرف سے مدد ہوتی ہے میں نے ایک ڈرائیور کو دیکھا کہ دن بھر آگ کے سامنے رہتا تھا اور پھر بھی روزے رکھتا تھا -

(۶۱۲) حضرت اپنی ایک عزیزہ کے معاملہ کے فیصلہ کے لئے دوسری عزیزہ کے یہاں تشریف لیگئے معاملہ جہیز اور بری کا تھا - ملکیت کا دوسری قابض - عزیزہ کو اقرار تھا لیکن پھر بھی بری دینے سے انکار کردیا - حضرت نے فرمایا کہ گو بری کے متعلق اُنسے صاف طور سے کہدیا گیا تھا کہ اگر تم نے بطور ملکیت کے دینے کی نیت نہ کی ہو تو وہ تمہارا ہے اور اس کا فیصلہ محض تمہارے قول پر ہے لیکن تعجب ہے کہ ہر مرتبہ یہی کہا کہ میں نے ملکیت ہی کے طور پر دینے کی نیت کی تھی - مگر باوجود اس اقرار کے پھر بھی دینے سے انکار کیا حالانکہ جب دینا نہ تھا تو وہ ملکیت کا بھی انکار کرسکتی تھیں - لیکن عرفاً ظلم میں بدنامی نہیں ہوتی لیکن بری ملکیت کے طور پر نہ دینے سے بدنامی ہوتی تھی - اس لئے ظلم کو گوارا کیا انکار ملکیت کو گوارا نہ کیا - پھر فرمایا

کر میں نے اصل معاملہ میں مطلق دخل نہیں دیا۔ صرف یہ بتلا دیا کہ حکم شرعی یہ ہے۔ آگے عمل کرنا نہ کرنا تمہارے اختیار میں ہے اس کو تم جانو یا وہ جانیں۔ میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہتا۔ میں نے کہا کہ یہ مسائل ہیں اور اس میں بھی اگر تم کو اطمینان نہ ہو اور علماء سے پوچھ لو۔ مگر مسائل ہی انھوں نے مجھکو غلط گو نہیں سمجھا حالانکہ بعضے مسائل نازک بھی تھے۔ کہا کہ خدا نہ خواستہ تم غلط تھوڑا ہی کہتے ہو۔ یہ بی بی وہ ہیں جنھوں نے مجھے بیعت کی درخواست کی تھی لیکن میں نے کہدیا تھا کہ میں عزیزوں کو بیعت نہیں کرتا۔ اگر یہ مجھے بیعت ہوتیں تو خواہ مخواہ ان کی آزادی میں فرق آتا۔ اب انھوں نے آزادی کے ساتھ انکار کر دیا اور جو کچھ چاہا بُرا بھلا کہہ لیا۔ کہتی تھیں کہ یہ طرفداری کرتے ہیں اگر بیعت کی حالت میں ایسا کہتیں تو انکے لئے زیادہ بُرا تھا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ اگر بیعت ہوتیں تو اچھا تھا ظلم سے تو بچتیں۔ فرمایا کہ اس صورت میں مجبور ہو کر عمل کرتیں۔ اور تنگی ہوتی قلب پر زیادہ تو شریعت میں وسوسے ہونے لگتے دوسرے یہ کہ نیت تو خراب ہوتی ہی اسلئے معصیت سے بھی نہ بچ سکتیں۔ میں ارادت سے کسی کو دبانا پسند نہیں کرتا۔ حکومت ہو وہ اور بات ہے۔ قہر سے دبانے میں کوئی احسان نہیں۔ ارادت سے دبانے میں یہ ہوتا کہ ہم نے تمہارے معتقد ہونے کی وجہ سے ایسا کیا اسمیں غیرت آتی ہے جب احسان کی وہ کوئی چیز نہیں پھر ہم پر کیوں احسان رکھے۔ عاقبت تو اپنی سنوارے۔ اور احسان ہم پر رکھے۔ مگر میرا جی ہوا بہت تنگ جیسا کہ ان کا برتاؤ تھا اس سے واللہ یہ گمان تھا کہ جسوقت حکم شرعی بتلاؤنگا بچون و چرا عمل ہو جائیگا۔ کیونکہ وہ مسئلے بہت بھگارا کرتی تھیں۔ اگر میرا یہ گمان نہ ہوتا تو میں اپنی عزیزہ کی دلشکنی کو گوارا کر لیتا لیکن اس معاملہ میں اتنا بھی دخل نہ دیتا۔

(۶۱۳) ایک صاحب کی باتوں کے متعلق حضرت نے فرمایا کہ دل کو نہیں لگتیں حضرت کے ملازم میاں نیاز نے عرض کیا کہ باتیں دلکو کیسے لگ جایا کرتی ہیں۔ فرمایا کہ کوئی سوئیاں چبھو دے تو کیسے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ سوئیاں ہیں۔ میاں نیاز بولے کہ وہ تو چبھتی ہیں حضرت نے فرمایا کہ اسی طرح باتیں بھی دل میں چبھتی ہیں پھر فرمایا کہ حضرت غوث پاک[ع] کے صاحبزادے نے ایک مرتبہ پہلے وعظ فرمایا۔ بہت زور لگا لگا کر مضامین

[ع] ایک صاحب سے معلوم ہوا کہ یہ واقعہ حضرت شاہ عبدالقدوس صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے حضرت کے صاحبزادہ مولٰنا رکن الدین صاحب دہلی سے فارغ التحصیل ہو کر تشریف لائے۔ تو شاہ صاحب نے وعظ کہلوایا لیکن اُن کے وعظ سے کوئی تاثر نہ ہوا پھر شاہ صاحب نے بسی سحری کا واقعہ بیان فرمایا اُسپر تمام مجلس بتڑپ گئی پھر مولٰنا رکن الدین سے شاہ صاحب نے فرمایا کہ تم جو علم پڑھکر آئے ہو وہ بھی کافی

ن۔ع۔

عالیہ بیان کئے لیکن لوگوں پر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ پھر حضرت غوث پاک نے اُٹھکر ایک معمولی سا واقعہ بیان کیا کہ رات میں نے نفل روزہ رکھنے کا ارادہ کیا۔ سحری کے لئے کچھ کھانے کو رکھا لیکن ایک بلی آئی اور سب اُٹھا کر لیگئی۔ اُٹھکر دیکھتے ہیں تو کچھ بھی نہیں۔ بس یہ سنکر تمام مجلس تڑپ گئی۔ ایک دوسرے پر لوگ گرتے تھے عجیب حالت تھی۔ حیرت تھی کہ یہ بھی کوئی مضمون ہے جس پر ایسی حالت طاری ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ دل میں جب درد ہوتا ہے تو منہ سے معمولی بات بھی نکلتی ہے تو اس کا بھی اثر ہوتا ہے۔ مسلمان پر موقوف نہیں دردمند کافر بھی اگر روتا ہے تو چاہے رونا زیادہ اچھا نہ جانتا ہو رونے میں دوسرے سے زیادہ مشاق بھی نہ ہو لیکن اس کو سنکر کلیجہ نکلا جاتا ہے اور دوسرا چاہے جیسی مشاقی کے ساتھ رو رہا ہو لیکن دل میں درد نہ ہو تو اس کے رونے کا ذرا بھی اثر نہیں ہوتا۔ کیا بات ہے ایک دل میں درد ہے اور ایک کے دل میں درد نہیں ؎ از دل خیزد بر دل ریزد + ایک بزرگ درویش تھے یعنی عالم پورے نہ تھے گو بے علم بھی نہ تھے۔ وعظ میں سیدھی سیدھی باتیں فرما رہے تھے اور لوگ تڑپ رہے تھے۔ اسی مجلس میں ایک علامہ بھی حاضر تھے اُن کے دلمیں خیال گذرا کہ یہ عجیب بات ہے ہم اتنے بڑے عالم لیکن ہمارے وعظ میں اثر نہیں اور یہ کم علم۔ مضامین بھی عالی اور دقیق نہیں لیکن ان کے وعظ میں لوگوں کی یہ حالت ہے۔ اُن بزرگ کو اُنکا یہ خیال مکشوف ہو گیا۔ فرمایا کہ ہمیں ایک حکایت یاد آئی یہ گویا ان کا جواب دیا۔ حکایت یہ بیان کی کہ ایک گلاس میں تیل پانی اور بتی تھی ایسی صورت میں تیل اوپر رہتا ہے اور پانی نیچے۔ کیونکہ پانی وزنی زیادہ ہوتا ہے۔ پانی نے تیل سے شکایت کی اور پوچھا کہ یہ کیا بات ہے میں نیچے رہتا ہوں اور تو اوپر حالانکہ میں پانی ہوں اور پانی کی یہ صفت ہے کہ وہ صاف شفاف خود طاہر و مطہر روشن خوبصورت خوب سیرت ہے۔ غرض ساری صفتیں موجود ہیں اور تو (یعنی تیل) خود بھی میلا اور جس پر گرے اسے بھی میلا کرے۔ کوئی چیز تجھ سے دھوئی نہیں جاسکتی۔ چاہیئے یہ تھا کہ تو نیچے ہوتا اور میں اوپر۔ مگر معاملہ برعکس ہے کہ میں نیچے ہوں اور تو اوپر۔ تیل نے جواب دیا کہ ہاں یہ سب کچھ ہے لیکن تم نے کوئی مجاہدہ نہیں کیا ہمیشہ ناز و نعم ہی میں رہے۔ بچپن سے اب تک۔ بچپن ہی فرشتے آسمان سے اتار کر بڑے اکرام سے تم کو لائے ہیں۔ پھر جس نے دیکھا عزت کے ساتھ برتنوں میں لیا بڑی رغبت سے نوش کیا۔ بغرض ہمیشہ عزت ہی عزت اور ناز ہی ناز دیکھا۔ تمہاری دھوبے کی حفاظت کیجاتی ہے میل کچیل اور غبار سے حفاظت کیجاتی ہے۔ گو اپنے مطلب کو سہی اور ہم نے جب ہماری

ابتدا ہوئی ہے ہمیشہ مصیبتیں ہی مصیبتیں جھیلی ہیں سب سے اول تخم تھا سرسوں یا تل کا سب سے اول مصیبت کا یہ سامنا ہوا کہ سیکڑوں من مٹی ہمارے اوپر ڈالی گئی ۔ سینہ پر پتھر رکھا ۔ پھر جگر شق ہوا یہ دوسری مصیبت پڑی ۔ تیسری مصیبت یہ پڑی کہ زمین کو توڑ کر باہر نکلے ۔ چوتھی یہ کہ جب باہر نکلے تو آفتاب کی تمازت نے جگر بھون دیا ۔ پانچویں مصیبت یہ جھیلنی پڑی کہ جب کچھ بڑے ہو گئے تو درانتی سے کاٹا گیا ۔ چھٹی مصیبت یہ کہ زیر و زبر کیا گیا اور بیلوں کے کھروں میں روندا گیا ۔ اخیر میں ساتویں مصیبت تو غضب کی تھی ۔ کہ کولھو میں ڈالکر جو کچلا ہے تو جگر جگر پاش پاش کر دیا ۔ اس طرح ہماری ہستی ہوئی عمر بھر مجاہدوں ہی میں گذری ۔ سو مجاہدہ کا ثمرہ یہ اونچا رہنا ہے ۔ اور ناز و نعم کا ثمرہ یہ نیچا رہنا ہے مولٰنا سمجھ گئے کہ یہ میرے خطرہ کا جواب ہے کہ آپ کے تو ہمیشہ ہاتھ چومے گئے جب ملے اول سلام کیا گیا کیونکہ مولٰنا کو کبھی توفیق ہی نہیں ہوتی کہ پہلے سلام کریں اور ہم بیچارے خستہ حال شکستہ بال خصوص اس زمانہ میں درویشوں کو کوئی پوچھتا بھی نہ تھا ۔ وہ تو اب یہ وقت ہوا ہے کہ درویشوں کی قدر ہوئی ہے ورنہ جب تک اسلامی اثر غالب تھا علم ہی کا اثر عام تھا ۔ درویشوں کے خاص خاص لوگ معتقد ہوتے تھے ۔ ورنہ عام اثر علما ہی کا تھا جیسے اب عام اثر درویشوں کا ہے خصوص خلاف شرع فقیروں کا اور بھنگڑوں کا ۔ کیونکہ جو شرع کے خلاف نہ ہو وہ تو ملا ہیں ۔ وہابی ہیں ۔ اور جو جتنا شریعت کے خلاف ہے بس قطب الاقطاب ہیں غوث ہیں پھر نیاز سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ بات ہے بھائی میاں نیاز ان باتوں سے اثر ہوتا ہی پھر دوسرے کو بھی وہ اثر لگنے لگتا ہے ۔ پھر فرمایا کہ اجی واقعیت کا تو کیوں اثر نہ ہوتا اگر محض گمان ہو کہ یہ اچھا ہے اس کا اثر ہونے لگتا ہے ۔ اس گمان پر یاد آیا کانپور کا ذکر ہے ایک صاحب میرے پاس آئے ۔ میرا معمول تھا کہ جیسا وقت ہوتا تھا اس کے مناسب وعظ میں احکام بیان کیا کرتا تھا ۔ چنانچہ محرم میں بدعات وغیرہ کا بیان کیا ان میں یہ بھی تھا غالباً کہ شہادت نامہ محرم میں پڑھنا بدعت ہے ۔ وہاں تھوڑا زمانہ ہوا ایک بزرگ تھے انکا معمول تھا کہ وہ محرم میں شہادت نامہ پڑھا کرتے تھے ۔ وعظ کے بعد ایک گانوں کے رئیس آئے اور بطور مشورہ مجھ سے کہا کہ عوام میں زیادہ تذکرہ تھا بخصوص شہادت نامہ کا ۔ یہ عوام ایسے ہوتے ہیں کہ اگر پیشتر انکی تالیف قلب کیجاوے پھر منکرات پر انکار کیا جاوے ۔ تو ان کو وحشت نہیں ہوتی ۔ ورنہ اسطرح یہ لوگ متوحش ہو جاتے ہیں ۔ مجھے ان کا یہ مشورہ دینا برا معلوم ہوا میں نے انھیں اس قسم کا جواب دیا کہ افسوس غیر اہل علم اہل علم کو امور علمیہ میں مشورہ دیں ۔ پھر میں نے کہا کہ آپ یوں سمجھتے ہونگے کہ ہم لوگوں کا عوام پر

دار و مدار ہے میں نے ذرا تُند لہجہ میں کہا وہ بھی منقبض ہوگئے اور ناخوش ہوکر چلے معذرت نہیں کی تھوڑی دور چلے تھے کہ پھر لوٹ کر آئے اور کہا کہ آپنے کیا کردیا مجھکو۔ میرا قدم نہیں اُٹھتا تھا۔ واقعی آپکی بات مجھکو گراں گذری تھی۔ مگر میں جو اُٹھکر چلا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے سیکڑوں من کا لوہا پیروں میں باندھ دیا ہے۔ قدم نہیں اُٹھتا تھا بیشک معلوم ہوا کہ ہے کچھ بات۔ اللہ کیواسطے رسول کیواسطے مجھے معاف کردیجئے میں نے کہا کہ خانصاحب آپ کس خیال میں ہیں لاحول ولاقوۃ۔ میں نے بہت تسلی دی کہ کوئی بات نہیں لیکن اونہوں نے کہا کہ بس آپ کچھ ہی کہیں میں نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اب کیا گنجائش انکار باقی ہے۔ آج معلوم ہوا کہ ہیبت کیا چیز ہوتی ہے۔ رُعب کیا چیز ہوتا ہے۔ خوف کیا چیز ہوتا ہے۔ میں نے ہر چند کہا کہ یہ آپکا گمان ہے لیکن اونہوں نے کہا کہ آخر گمان اور دل کے ساتھ بھی تو ہے وہاں ایسا کیوں نہوا۔ تو میں کہتا ہوں کہ جب خیال سے ایسا اثر ہوتا ہے تو واقعیت کا اثر کیوں نہوگا بعض بزرگوں کے سامنے بادشاہوں کو بھی ہمت نہیں ہوئی۔ کیا بات ہے کونسا لاؤ لشکر ہوتا تھا اونکے پاس۔ ایک شخص کہتے تھے کہ گلاوٹھی کا قصہ۔ وہاں ایک نقشبندی بزرگ تھے میں نے بھی زیارت کی ہے۔ بہت ہی سادگی کے ساتھ رہتے تھے۔ اونکے ایک دوست بیان کرتے تھے کہ وہ ایک مرتبہ چلے جاتے تھے ایک غریب سا معتقد اون کے ساتھ تھا کسی امیر کی سواری نکلی اُس نے ہنٹر سے اشارہ کرکے اُس معتقد کو ہٹایا ہنٹر زیادہ بھی نہیں لگا۔ دوڑکر وہ بزرگ چلتی ہوئی گاڑی کے پائیدان پر جا کھڑے ہوئے اور یہ کہا کہ خدا کے یہاں اسکا مزا چکھنا ہوگا۔ صاحب وہ شخص ہیبت کے مارے کانپنے لگا تھرا کر پیروں پر گر پڑا۔ وہ یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ کون ہیں۔ وہ کہتا تھا کہ جسوقت اونہوں نے یہ الفاظ کہے ہیں کہ خدا کے یہاں اسکا مزا چکھنا ہوگا میرے تمام بدن میں لرزہ پیدا ہوگیا حالانکہ وہ بیچارے مشہور مشائخ میں سے بھی نہیں تھے لیکن اسقدر اثر ہوا کہ حضرت وہ گاڑی بڑھا نہیں سکا فوراً پیروں پر گر گیا۔ پھر ہمارے حضرت نے کچھ دیر کے سکوت کے بعد فرمایا کہ دل پیدا کرلے وے آدمی۔

(۶۱۴) فرمایا کہ خدا کی قدرت ہے کیسی سخت گرمی تھی مگر معلوم ہی نہیں ہوتی۔ ماشاءاللہ رمضان میں کھلی ہوئی برکت ہوتی ہے۔

۲؍ رمضان المبارک ۳۴ھ

(۶۱۵) فرمایا کہ واقعی کثرتِ کلام اور بک بک سے قلب میں ظلمت پیدا ہوتی ہے

دل زپر گفتن بمیرد در بدن
گرچہ گفتارش بود دُرِّ عدن

ایسا ہے جیسا ہنڈیا میں اُبال آیا کرے اور ہر وقت مصالحہ ہی نکلا کرے تو پھیکی رہجاویگی بیچاری۔ استفسار فرمایا کہ پند و نصیحت فی نفسہ مضر نہیں مگر اکثر اوسمیں بھی ضرورت سے زیادتی ہو جاتی ہے مثلاً غیر ضروری متعلقات و واقعات وغیرہ بیان کرنے لگتا ہے پھر وہ کلام پند و نصیحت کی حد میں نہیں رہتا عرض کیا گیا کہ تفصیل و تشریح بھی تو ضروری ہوتی ہے فرمایا کہ تمام کلام تفصیل ہی تھوڑا ہی ہوتا ہے غیر ضروری باتوں کی بھی آمیزش ہو جاتی ہے۔ اسیواسطے مبتدی کو پند و نصیحت سے بھی منع کیا گیا ہے۔ کیونکہ اوسکو ضروری اور غیر ضروری میں تمیز نہیں ہوتی منتہی کو تمیز ہو جاتی ہے کیونکہ اوسکے اندر وجدان پیدا ہو جاتا ہے۔ غیر ضروری کا صدور تو منتہی سے بھی ہوتا ہے مگر متنبہ ہوکر فوراً توبہ کر لیتا ہے ان حضرت (یعنی مبتدی) کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ اوسکے (یعنی منتہی کے) قلب پر فوراً ظلمت محسوس ہو جاتی ہے ایک کلمہ بھی اگر بڑھ جاتا ہے فوراً محسوس ہو جاتا ہے جیسے لقمہ میں اگر بال آجاوے تو بال کی کیا حقیقت ہے لیکن فوراً معلوم ہو جاتا ہے کہ بال ہے پھر ایک صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس لئے وعظ کہنے کے بھروسہ نہ رہئے مولانا پھر بھی مضر ہے مبتدی کو۔ عرض کیا گیا کہ جو چیز مضر ہے وہ مبتدی اور منتہی دونوں کو مضر ہے یا کوئی ایسی چیز بھی ہے کہ صرف مبتدی کو تو مضر ہو اور منتہی کو مضر نہو فرمایا کہ دونوں باتیں ہیں مثلاً بعض کلام ایسا ہوتا ہے جو منتہی کو مضر نہیں لیکن مبتدی کو مضر ہوتا ہے کیونکہ بعض اوقات اُس سے اعجاب نفس بھی ہوتا ہے۔ اور مثلاً لذیذ کھانے مبتدی کو مضر ہیں لیکن منتہی کو بالکل بھی مضر نہیں۔ کیونکہ مبتدی میں لذیذ کھانوں سے قوت بہیمیہ کا غلبہ ہوتا ہے اور منتہی چونکہ مجاہدوں سے اپنی قوت بہیمیہ کو مغلوب کر چکا ہے اسلئے اوسکو لذیذ کھانوں سے کچھ بھی ضرر نہیں ہوتا۔ کیونکہ منشاء ضرر تو قوت بہیمیہ کا غلبہ ہے جو اوس کے اندر رہا ہی نہیں اور بعض ایسی چیزیں ہیں کہ مضر تو دونوں کو ہیں لیکن جو مبتدی ہے اوسے ضرر کا احساس نہیں ہوتا اور اسلئے امتداد بھی ہو جاتا ہے تدارک بھی نہیں کرتا منتہی کو احساس بھی ہوتا ہے امتداد بھی نہیں ہونے پاتا اور تدارک بھی کر لیتا ہے غرض مختلف حالتیں ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ بڑا مشکل کام ہے کہ کلام ہو اور اعتدال سے ہو۔ سکوت تو آسان ہے اور مطلق العنان ہونا بھی آسان مگر بولے اور اعتدال کے ساتھ یہ ہے بڑا مشکل کام۔ عرض کیا گیا کہ مطلق غیر ضروری کلام تو مبتدی اور منتہی دونوں کو مضر ہوتا ہوگا۔ فرمایا کہ ہاں دونوں کو مضر ہوتا ہے کیونکہ کلام غیر ضروری میں ہے۔ پھر فرمایا کہ منتہی کو غیر ضروری

کلام سے صدمہ بھی بہت ہوتا ہے ایک کلمہ بعض دفعہ ایسا نکل جاتا ہے کہ کئی کئی دن رنج رہتا ہے کہ کیوں ہم نے کہی تھی یہ بات ؎

ہر دلِ سالک ہزاراں غم بود　　گر ز باغِ دل خلالے کم بود

مبتدی کو چونکہ احساس کم ہوتا ہے اس لئے اوس کو اتنا گراں بھی نہیں معلوم ہوتا۔

(۶۱۶) آجکل رمضان المبارک میں شب کو سونے کے لئے بہت کم وقت ملتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ صبح کے وقت بہت غلبہ نیند کا ہوتا ہے۔ نیند پوری نہیں ہوتی فرمایا کہ صبح کے وقت خوب سو لیا کیجئے پھر فرمایا کہ ہمارا تو سونا ہی اچھا ہے۔ ورنہ بیداری میں معصیت ہی کرتے رہتے ہیں اور کچھ نہیں تو وسوسے ہی معصیت کے آتے رہتے ہیں ہمارا سونا تو ویسا ہے جیسا ؎

ظالمے راخفتہ دیدم نیم روز　　گفتم این فتنہ ست خوابش بردہ بہ

ہمارے حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ ایک بزرگ کو کوئی تجلّی خواب میں ہو گئی تھی اوس کی تمنا میں ہمیشہ سویا ہی کرتے تھے جہاں نماز وغیرہ سے فارغ ہوئے بس لاؤ تکیہ سوئیں گے۔ ایک وہ تھے جو طلب میں سو رہتے تھے ہم معصیت سے بچنے کے لئے سورہیں تو کیا مضائقہ ہے۔

(۶۱۷) فرمایا کہ مولوی صادق الیقین صاحب کو نیند بہت آتی تھی اونہوں نے کسی کتاب میں عمل لکھا کہ اگر اُلّو کو ذبح کیا جاوے تو اوس کی خاصیت ہے کہ ذبح کے وقت اوس کی ایک آنکھ تو بند ہو جاتی ہے اور ایک آنکھ کھلی رہتی ہے اُن دونوں آنکھوں کی مختلف خاصیتیں ہیں کھلی آنکھ جس کے پاس رہے گی اوس کو نیند کم آوے گی اور بند آنکھ جو کوئی اپنے پاس رکھے گا اُس کو نیند بہت آوے گی چنانچہ اونہوں نے اُلّو کو ذبح کیا تو واقعی اوس کی ایک آنکھ بند ہو گئی اور ایک کھلی رہ گئی۔ چونکہ وہ بہت لطیف المزاج تھے اونہوں نے اُن دونوں آنکھوں کو چاندی کی انگوٹھی میں رکھکر نگینے جڑوا دیئے۔ کھلی ہوئی آنکھ اونہوں نے اپنے پاس رکھی اور کہتے تھے کہ مجھکو اُس سے نفع ہوا۔ دوسری آنکھ جو نیند لانے والی تھی اوس کے لئے میں نے اونھیں لکھا کہ وہ میرے کام کی ہے اوسے ضائع مت کرنا میرے پاس بھیجدو چنانچہ اونہوں نے بھیجدی لیکن مجھے تو اوسکا کچھ بھی اثر محسوس نہیں ہوا۔ اون کو جو اثر محسوس ہوا وہ میری رائے میں اون کا خیال تھا۔ ہم نے تو اوسکا اثر مشاہدہ نہیں کیا۔ اگر کوئی کہے کہ تمکو جو اثر محسوس نہیں ہوا تو یہ بھی تمہارے خیال کا اثر تھا تو یہ غلط ہے کیونکہ میں

اس سے بدا عتقاد نہیں تھا بلکہ اپنے پاس جو ادسکو رکھا تھا تو اسی اعتقاد سے کہ اوسمیں اثر ہوگا پھر بھی اثر نہوا تو معلوم ہوا کہ اوسمیں دراصل یہ خاصیت نہیں ہے۔ البتہ اونکو جو اثر محسوس ہوا وہ اونکا خیال تھا۔

(۶۱۸) فرمایا کہ صاحب خانہ کعبہ میں پہونچکر اسقدر ہیبت ہوتی ہے جیسے کوئی چیز نظر آتی ہو اور آدمی اس سے مغلوب ہو جاتا ہو۔ بالکل ایسا وجدانا معلوم ہوتا ہے کہ خانۂ کعبہ ایک تخت کے مثل ہے اور اوسپر کوئی سلطان جلوہ افروز ہے۔ ہم اوسکے گرد گھوم رہے ہیں اور نثار ہو رہے ہیں۔

(۶۱۹) ایک پیرزادے صاحب دُور کے رہنے والے حاضر خدمت ہوئے۔ دوسرے روز عرض کیا کہ ہم لوگوں کے بزرگوں سے پیری مُریدی ہوتی چلی آرہی ہے اور ہر قسم کی بدعات و رسوم اور شرک و کفر ہوتے تھے۔ میں نے حضور کی کتابیں دیکھکر ان سب خرافات کو موقوف کر دیا۔ حضرت نے فرمایا جزاک اللہ۔ بارک اللہ۔ پھر اونہوں نے عرض کیا کہ ہم کو وہاں کے لوگ مقتدا مانتے ہیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ ضروری ضروری مراقبات کی مجھکو اطلاع ہو جاوے تاکہ جو چیز ہمارے اکابر کے اندر تھی وہ ہم میں بھی پیدا ہو جاوے اور ہماری اصلاح ہو۔ یہ صاحب حضرت سے اکثر خط و کتابت رکھتے تھے۔ حضرت نے فرمایا کہ چونکہ آپ طالب حق ہیں اسلئے آپ کو یہ نیت بھی دل سے نکالنا چاہئے یہ مُربّی کے اختیار میں ہے کہ جس طریق سے مناسب سمجھے تربیت کرے۔ اور طریقے تربیت کے مختلف ہیں جیسے کہ یہ ایک طریق ہے کہ اشغال و مراقبات ہوں ویسے ہی یہ بھی طریق ہے کہ نوافل ہوں اور تلاوت قرآن ہو۔ اور بعضوں کو محض اہل اللہ کی خدمت سپرد کیجاتی ہے کہ بس خدمت کرتے رہو باقی کوئی ذکر شغل نہیں بتلایا جاتا۔ تو غرض ہے کہ تخصیص طالب کا حق نہیں کہ مراقبات ہی کے طریق سے اوسکی تربیت کیجائے۔ طالب کو تو اپنی رائے بالکل فنا کر دینی چاہئے۔ یعنی جیسے کہ یہ قصد مذموم ہے کہ ہم مرجع خلائق بنیں یہ قصد بھی مذموم ہے کہ ہم کو وہی بات حاصل ہو جاوے جو ہمارے اکابر کو حاصل تھی۔ کیا خبر کہ اکابر کی استعداد کیسی تھی۔ اور آپکی استعداد کیسی ہے۔ بس یہاں تو ارادوں کو فنا کرنے سے کام نکلتا ہے۔ حتیٰ کہ ناکامی پر بھی راضی رہے یعنی اگر ہمیں کچھ بھی حاصل نہو تب بھی راضی ہیں۔ دیکھئے کامیابی کسی کے قبضہ کی بات نہیں۔ اگر کوئی کسی عورت سے کہے کہ میں تجھسے جب نکاح کروں گا جب تو مجھکو یہ یقین دلائے کہ نکاح کے بعد ایک حسین بچہ پیدا ہوگا تو وہ عورت یہی کہہ دیگی کہ بچہ ہونا نہونا میرے قبضہ میں نہیں۔ یا اگر عورت کسی مرد سے نکاح کے قبل یہ وعدہ لیوے کہ تم مجھے بچہ بھی جنوا دوگے

تو یہ اسکی نادانی ہے۔ اسی طرح پیر کے قبضہ میں یہ ہرگز نہیں کہ وہ کوئی خاص چیز حاصل کرادے۔ اسمیں نہ مُرید کا کچھ اختیار نہ شیوخ کا۔ سیکڑوں لوگ ایک ہی طریق میں لگتے ہیں لیکن کسیکو کچھ حاصل ہوتا ہی کسیکو کچھ۔ تو جسکو اصطلاح میں شیخ ہونا کہتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ وہ سبھی کو حاصل ہو جایا کرے کمال کے درپے نہ ہونا چاہئے۔ خواہ وہ فی نفسہ کمال ہو یا شیخ ہونیکے لحاظ سے کمال ہو۔ اسپر اُن صاحب نے عرض کیا کہ مجھے کسی کمال کی خواہش نہیں ہیں تو یہ چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو جاوے۔ اور اللہ تعالےٰ کی رضا اور خوشنودی نصیب ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ میں نے یہ اسوجہ سے عرض کیا کہ گو نیک نیتی ہی کی وجہ سے ہے لیکن آپکا یہ خیال ہے کہ جو چیز ہم میں سے گُم ہو گئی ہے وہ عود کرنا چاہئے۔ یہ میراث نہیں ہے کہ جسکا ترکہ میں پہونچنا ضروری ہو۔ چونکہ یہ بہت بڑا مانع تھا اسلئے میں نے اسکو مرتفع کرنا چاہا۔ ایک بزرگ کے یہاں ایک خادم تھے وہ بہت دن سے ذکر شغل کرتے تھے لیکن کوئی نفع نہیں ہوتا تھا۔ آخر اُن بزرگ نے ایک دفعہ پوچھا کہ تمہاری نیت اس ذکر شغل سے کیا ہے۔ اونہوں نے کہا کہ میری یہ نیت ہے کہ میں اوروں کو نفع پہونچاؤں۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ یہ شرک ہے اس سے توبہ کرنا چاہئے۔ بس اس نیت سے توبہ کرنا تھا کہ خدا نے فضل کرنا شروع کر دیا پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ اسکا نہ زبان پر تذکرہ آنا چاہئے نہ دلمیں خیال رکھنا چاہئے کہ جو بات ہمارے اکابر کو حاصل تھی وہی ہمیں بھی حاصل ہو جائے۔ یہ کیا ضرور ہے کہ بادشاہ کا بیٹا بھی بادشاہ ہی ہو۔ اور کامل کا بیٹا بھی کامل ہی ہو۔ بڑی چیز تو یہ ہے کہ عذاب سے نجات ہو جاوے۔ کمال کو لیکر کیا چاٹیں گے پھر فرمایا کہ نفس کے کیود بہت مخفی ہیں۔ آدمی کو اپنے نفس کا کید مشکل سے نظر آتا ہے۔ جو مجھے آپکے نفس کا کید اس گفتگو سے معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ ہم مرجع ہیں ہم میں کوئی کمال ہونا چاہئے تاکہ لوگ دہوکہ میں نہ رہیں۔ ہم واقعی مقتدا ہو جائیں۔ لوگوں کو دہوکہ سے بچانے کی یہ بھی تو صورت ہے کہ اعلان کر دیا جاوے کہ ہم میں کچھ نہیں ہے ہم رہبر نہیں ہیں۔ یہ کیا ضرور ہے کہ رہبر تو رہیں لیکن رہبری کے لایق ہو جائیں۔ یہی صاف کیوں نہ کہدیا جاوے کہ بھائی ہم رہبری کے لایق نہیں ہیں جو رہبری کے لایق ہوں اون سے رجوع کرو۔ اوّل اس نسبت ہی کو قطع کرنا چاہئے۔ کہ ہم سچ مچ لوگوں کے بڑے ہو جائیں یہ بھی تو ممکن ہے کہ صاف کہدیا جائے کہ بھائی ہم بڑے نہیں ہیں۔ جو بڑے ہوں اونکے پاس جاؤ۔ یہ ضرورت نہیں کہ اپنے مجمع کو دوسری طرف نہ ہونے دیا جاوے۔

یہ تو کار خود نہ ہوا کار بیگانہ ہوا ؎ کار خود کن کار بیگانہ مکن۔ یہ تو اور دل کیواسطے ساری کوشش ہوئی۔ تو اس طریق میں تو یہ بھی شرک ہے۔ پھر فرمایا کہ ممکن ہے ثمرۂ خاصہ دو مہینے میں حاصل ہو جائے اور ممکن ہے جناب کہ پچاس برس میں جا کر حاصل ہو۔ اسکا کون ذمہ دار ہو سکتا ہے بہت سو سکے اول ہی شب میں علوق نطفہ ہو کر نویں مہینہ بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور بہت سے ہم سوال ہیں کہ اتنی عمر ہو گئی صرف ایک دفعہ جھوٹ سی اُمید ہوئی تھی سو وہ بھی غلط ثابت ہوئی۔ بالکل بعینہٖ یہی حالت یہاں ہے۔ دیکھئے شفا ہے۔ مریض کا طبیب علاج کرتا ہے۔ اپنی طرف سے کوتاہی نہیں کرتا لیکن کبھی تو فوراً فائدہ ہونے لگتا ہے کبھی مدتوں کے بعد شفا ہوتی ہے کبھی اوسی مرض میں ختم ہو جاتا ہے نہیں شفا ہوتی مر جاتا ہے۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ میرا یہ مطلب نہیں تھا حضرت نے فرمایا کہ آپنے یہ جو کہا کہ ہم کو وہاں کے لوگ مقتدا مانتے ہیں پھر یہ کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے بزرگوں کے ضروری ضروری مراقبات معلوم ہو جائیں ان دونوں جملوں کو جوڑئیے تو اس سے کیا نکلتا ہے یہ جو دونوں کو مقترن کیا ہے تو ان دونوں میں ضرور کوئی ربط ہے۔ اگر ربط ہی نہیں تو ان دونوں کا اقتران کیوں ہوا یوں تو صادقہ مضامین ہزاروں ہیں اور کسی مضمون کے ساتھ کیوں نہ ملایا۔ آدمی اگر اپنے عیوب کو سمجھنا ہی نہ چاہے تو وہ تو دوسری بات ہے ورنہ اگر غور کرے تو صاف سمجھ میں آسکتا ہے کہ ان دونوں جملوں کے ربط کی تو یہی صورت ہے کہ ہمارے بزرگوں میں ایک بات تھی وہ ہم سے جاتی رہی ہے۔ گو ہم اہل نہیں ہیں لیکن لوگ ہم کو مقتدا سمجھتے ہیں تو ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں ضروری ضروری مراقبات معلوم ہو جائیں تاکہ ہم واقعی مقتدا ہوں مکار اور مخادع نہوں۔ اگر کوئی اور صورت ربط کی آپ کے ذہن میں ہو تو اچھا ہے معلوم ہو جائے اوسکی آپ تقریر فرما دیجئے۔ اسپر اُن صاحب نے عرض کیا کہ یہ میری کم فہمی ہے کہ میں نے اس عنوان سے اپنا مقصود ظاہر کیا ورنہ میرا مقصود تو صرف یہ ہے کہ میری اصلاح ہو جائے اور مجھے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ نہیں فقط کم فہمی نہیں بلکہ قلب میں دونوں جملوں میں باہم ارتباط تھا۔ یہ ربط جو میں نے بیان کیا آپکے ذہن میں بھی ہے اوسپر یہ تقریر مبنی ہوئی ہے۔ جو حالت مطلوب ہے وہ بیان کرنی چاہئے تھی۔ آپ کی حالت اور آپ کے بزرگوں کی حالت میں جو تفاوت ہے اوسکو ذکر میں لانیکی کیا ضرورت تھی اگر آپکے مدعا میں اس تفاوت کو دخل نہیں ہے تو وہ تقریر میں کیوں آیا آپنے جو کہا کہ ہم نے

بدعات و رسوم کو چھوڑ دیا یہانتک تو ٹھیک آئے۔ آگے جو کہا کہ لوگ ہمکو مقتدا مانتے ہیں ہیں یہ چاہتا ہوں کہ ضروری ضروری مراقبات کی اطلاع ہو جاوے اسکا مطلب تو یہی ہے جو میں سمجھا۔ کیونکہ جبتک ربط کی اور کوئی تقریر معلوم نہو میں اپنی رائے کو کیسے غلط سمجھ لوں ہیں تو یہ سمجھا کہ گو نیک نیتی سے آپنے یہ درخواست کی لیکن حسنات الابرار سیئات المقربین ابرار کے حسنات بھی مقربین کے سیئات ہوتے ہیں۔ آپکی نیت یہی تھی جو میں سمجھا کہ ہم اب مقتدائیت کے اہل نہیں ہمیں ضروری مراقبات کی اطلاع ہو جاوے تاکہ ہم میں وہی بات پیدا ہو جاوے جو ہمارے بزرگوں میں تھی۔ اور واقعی ہماری مقتدائیت صحیح ہو۔ امیر الحسن صاحب نے اقرار کر لیا۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اسی کو میں کہہ رہا ہوں کہ یہ نیت اس طریق میں شرک ہے۔ آپ ضرور یہ چاہتے ہیں کہ ہم مقتدا تو رہیں لیکن ہم میں جو کمی ہے وہ پوری ہو جاوے قبل اسکے کہ کمی پوری ہو یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ متعلقین سے کہہ دیجئے کہ چھوڑ دو۔ ہم کو۔ ہم مقتدا بننے کے اہل نہیں ہیں۔ تو یہ نفس کیوں تجویز نہیں کرتا نفس کا یہ تجویز نکرنا اور وہ کرنا یہی تو مرض ہے۔ تو یہ ہے مولانا اسکا علاج کہ صاف صاف سب کو اطلاع کر دیجئے اسواسطے کہ یہ خدا کا راستہ ہے اسمیں کوئی بات لگی لپٹی نہ رہنی چاہئے صاف لکھ بھیجئے کہ ہمکو بزرگوں کی کتابوں سے معلوم ہوا کہ ہم مقتدائیت کے قابل نہیں ہیں اس لئے ہمکو چھوڑ دو۔ اور اپنا کہیں اور ٹھکانا کر لو۔ اللہ والوں سے رجوع کرو۔ جب آپ یہ اعلان کر چکیں تب مجھکو پھر اطلاع کریں۔ کم از کم پندرہ خاص خاص شخصوں کو اسکی اطلاع کر دینی چاہئے تاکہ سب میں اچھی طرح شہرت ہو جاوے۔ پرانے بزرگوں کے واسطہ کی نسبت کو بالکل قطع کر دینا چاہئے۔ چاہے پھر خود حق تعالیٰ عطا فرما دیں۔ غرض صاف اعلان کر دیجئے کہ ہمپر نظر نکرو نہ حالاً نہ قالاً۔ اہل کمال کو ڈھونڈو۔ ہم تمہاری خدمت کے لائق نہیں ہیں۔ یہ ذہن میں بھی وعدہ نہیں رہنا چاہئے کہ بعد اہل ہو جانیکے ہم خدمت کریں گے۔ بغیر اسطرح کئے مفتاح طریق نہیں ملسکتا۔ امیر الحسن صاحب نے عرض کیا کہ جو کچھ حضور کا ارشاد ہوگا میں اسکے مطابق عمل کرنے کے لئے تیار ہوں میرے امراض کا علاج کیا جاوے حضرت نے فرمایا کہ میں نے تو عملی علاج بتلایا ہے۔ اسکو کرکے جب مجھے اطلاع دیجئے گا تب میں آگے بتلاؤنگا۔ انہیں پیرزادہ صاحب نے خطوط کے ذریعہ سے اعلان کر دینے کے بعد بتاریخ ۹ ر رمضان المبارک ۱۳۵۲ھ بیعت کی درخواست کی حضرت نے فرمایا کہ بیعت تو خیر ایک رسم ہے بزرگوں کی۔ بڑا نفع تو پاس رہنے میں ہے۔ خواہ بیعت نہ بھی ہو۔ یہ تو ایک

رسم ہی ہوگئی ہے آجکل جس کی ضرورت کو میں نے عملاً بھی مٹا دیا ہے۔ اُن صاحب نے عرض کیا کہ بیعت میں برکت بھی تو ہوتی ہے فرمایا کہ اسکو میں زیادہ جانتا ہوں یا آپ اونہوں نے عرض کیا کہ میں حضور کے سامنے کیا جان سکتا ہوں فرمایا کہ آپ اسکے مصالح کو جو میرے سامنے بیان کر رہے ہیں اسکے معنی تو صاف یہی ہیں کہ آپ زیادہ جانتے ہیں۔ اونہوں نے عرض کیا کہ میں حضور سے سمجھنا چاہتا تھا کہ بیعت کیوں ضروری نہیں۔ فرمایا کہ آپ نے استفسار کے طور پر نہیں پوچھا۔ آپ نے تو فرمایا کہ بیعت میں برکت ہوتی ہے یہ تو دعویٰ ہے سوال نہیں۔ سوال کا دوسرا رنگ ہوتا ہے اس لئے سوال کا اور جواب ہے۔ دعوے کا اور جواب ہے اگر آپ سوال کے رنگ سے پوچھیں گے میں جواب دونگا انشاء اللہ تعالےٰ آپنے تو دعوے کے طور پر کہا تھا کہ بیعت میں برکت ہوتی ہے اوس کا میں نے جواب دیا کہ آپ کیا جانیں برکت کیسی ہوتی ہے کیونکہ آپ نے برکت دیکھی ہی نہیں اونہوں نے عرض کیا کہ مجھے سمجھا دیا جاوے کہ بیعت کیوں ضروری نہیں۔ فرمایا کہ آپ کوئی شبہ پیش کیجئے۔ اونہوں نے عرض کیا کہ جب سے میں خط کے ذریعہ سے حضور سے بیعت ہوا ہوں تب سے مجھے بہت کچھ نفع محسوس ہو رہا ہے حضرت نے پوچھا کہ آیا آپ صرف بیعت ہوئے ہیں یا میں نے کچھ پڑھنے کو بھی بتلایا تھا۔ عرض کیا کہ ذکر بھی بتلایا تھا جس کو میں کرتا ہوں۔ فرمایا کہ ایک شخص نے دو دوائیں استعمال کیں۔ اون کے استعمال کے بعد اوسے نفع محسوس ہوا اسمیں دونوں احتمال ہیں کہ شاید اس دوا سے نفع ہوا ہو یا شاید اُس دوا سے نفع ہوا ہو۔ یہ کیسے مریض تجویز کر سکتا ہے کہ فلاں دوا سے نفع ہوا۔ یہ تو طبیب ہی متعین کر سکتا ہے۔ آپنے دو کام کئے بیعت بھی ہوئے اور اللہ کا نام بھی لیا اور کتابیں بھی پڑھیں مثلاً۔ آپ کو جو نفع ہوا تو کیا خبر یہ کسکا اثر ہے۔ یہ آپنے کیسے تشخیص کر لیا کہ بیعت ہی کا یہ نفع۔ یہ تو آپ کا تجربہ غلط ہے۔ اسپر تو حکم لگانا محض آپ کا خیال ہے۔ میں ایسے لوگ آپکو دکھلا دوں جو بیعت نہیں لیکن نہایت اچھی حالت میں ہیں اسی طرح بہت سے ایسے بھی ہیں جو بیعت ہیں لیکن جنکی حالت نہایت بُری ہے آپ اسکی وجہ بتلائیے کہ بیعت ہونے والے کی حالت تو بُری ہے اور بیعت نہونے والے کی حالت اچھی ہے۔ یہ کیوں ہے۔ اسمیں آپ غور کریں کہ اگر صرف بیعت کوئی چیز ہے تو اُس شخص کی حالت جو بیعت ہے اُس سے جو بیعت نہیں اچھی ہونی چاہئے تھی۔ بس معلوم ہوا کہ بیعت میں زیادہ برکت نہیں بلکہ کام ہے مبارک۔ جو بیعت ہیں اور اونکی حالت اچھی ہے تو یہ بھی کام ہی کی

برکت ہے جس درجہ کا لوگ سمجھے ہوئے ہیں بیعت کو ہرگز اس درجہ کی چیز نہیں۔ اسی بدگمانی کی وجہ سے ہزاروں لوگ غلطی میں مبتلا ہیں۔ یہ جو آپ کو بیعت کا اصرار ہے یہی ظاہر کر رہا ہے کہ آپ اسکو ضروری سمجھتے ہیں آپ نے میری کتابیں دیکھی ہیں۔ آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ غیر ضروری بات کا اہتمام اور اسکو ضروری قرار دینا بدعت ہے۔ ان صاحب نے اس بات کو تسلیم کیا اسپر حضرت نے فرمایا کہ جب بیعت شریعت سے ضروری نہیں تو پھر اس پر اصرار کرنا اور اس کو ضروری سمجھنا بھی بدعت ہے اور یہ میرا تجربہ ہے اور میں تو کوئی چیز نہیں گو آپ پر تو میرا تجربہ ہی حجت ہو سکتا ہے خیر میرا تجربہ کہئے یا اکابر محققین کا قول سمجھئے یہ بات یقیناً ثابت ہو گئی ہے کہ بیعت کوئی ضروری چیز موقوف علیہ نفع کی نہیں پھر اُس کو ضروری یا مہتم بالشان سمجھنا بدعت ہے آپ کہتے ہیں کہ ہم نے بدعات کو چھوڑا ہے میں کہتا ہوں کہ سب بدعات کو ابھی کہاں چھوڑا ہے۔ پوری توبہ تو جب ہے جب اس بدعت کو بھی چھوڑئیے۔ یہ پکا اعتقاد کیجئے کہ بیعت ضروری نہیں نہ کسی نفع کی شرط۔ اس کا اچھی طرح تجربہ ہو چکا ہے بہت لوگوں نے مجھ سے ذکر شغل پوچھکر شروع کیا۔ مگر بیعت نہیں ہوئے برابر کام میں لگے رہے یہاں تک کہ میرے نزدیک وہ اس قابل ہوگئے کہ ان کو خود بیعت و تلقین کی میں نے اجازت دی جس وقت میں نے اجازت دی اسوقت انھوں نے کہا کہ ابھی ہم خود تو بیعت ہوئے ہی نہیں میں ہنسا میں نے کہا تو خیر لاؤ اب کر لوں۔ تو اجازت تو دی پہلے اور بیعت کیا پیچھے کیا وجہ اب سمجھ لیجئے کہ بیعت کو نفع میں کچھ بھی دخل نہیں۔ جو شبہ ہو پیش کیجئے مگر اب اتنے بڑے تجربہ کے بعد کیا شبہ رہ سکتا ہے۔ میرا تو خود اتنا بڑا تجربہ ہے۔ یا تو میری نسبت یوں کہئے کہ میں نے اس شخص کو یوں ہی خلافت دیدی درا صل وہ خلافت کا اہل نہیں تھا اور اگر یہ آپ نہیں کہتے تو طے ہو چکا تجربہ سے کہ بیعت کوئی ضروری چیز نہیں۔ پھر حضرت نے مکرر استفسار فرمایا کہ شبہ پیش کیجئے تاکہ شبہ صاف ہو جائے اُن صاحب نے عرض کیا کہ اس تجربہ کا جواب میرے پاس کچھ نہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ بس اس تجربہ کا جواب آپ کے پاس کچھ نہیں اور تجربہ حجت ہے تو ایسی حجت سے بیعت کا غیر ضروری ہونا ثابت ہو گیا جس کا آپ کے پاس جواب نہیں پھر فرمایا کہ اب آپ اور شبہات پیش کیجئے۔ انھوں نے عرض کیا کہ جب بیعت ضروری نہیں تو پھر مشائخ کیوں بیعت لیا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ میں نے یہ کب کہا ہے کہ بیعت مضر ہے میں تو یہ کہتا ہوں کہ بیعت کے بعد جو نفع ہوتا ہے وہی بلا بیعت کے بھی حاصل ہو سکتا ہے اگر کام کرتا رہے۔ نفع کا

دارومدار بیعت پر نہیں انھوں نے عرض کیا کہ جب بیعت بدعت ہے تو اس کو قطعاً ترک کر دینا چاہیے
فرمایا کہ بیعت بدعت نہیں بیعت کو ضروری سمجھنا بدعت ہے۔ میں نے یہ نہیں کہا کہ بیعت بدعت ہے
میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ بیعت کو ضروری سمجھنا بدعت ہے انھوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ تو بیعت کو
ابھی تک ضروری ہی سمجھتے رہے ہیں۔ فرمایا تو کیا علماء عوام کی رعایت سے احکام بدل ڈالیں انھوں
نے غالباً پھر اس کے بدعت ہونیکی بابت کچھ پوچھا حضرت نے استفسار فرمایا کہ بدعت کسکو کہتے ہیں
انھوں نے عرض کیا کہ اوسی کو جو حضور نے فرمایا یعنی غیر ضروری کو ضروری سمجھنا۔ فرمایا اور غیر ضروری ہونا ثابت
کر دیا گیا حجت سے اور بیعت کو ضروری سمجھنا آپ خود تسلیم کر چکے ہیں جب سارے ہے صحیح ہیں پھر رواں
کیسے غلط ہے انھوں نے عرض کیا کہ بیعت کا مسنون ہونا بھی تو ثابت ہے۔ فرمایا کہ مسنون کی کے قسمیں ہیں
کتنے درجے ہیں انھوں نے عرض کیا۔ مؤکد اور غیر مؤکد۔ فرمایا کہ مؤکد تو سنت کہتے ہیں اور غیر مؤکد کو مستحب
بس تو سنت تو ایک درجہ میں ضروری ہے لیکن مستحب تو ضروری نہیں۔ بیعت جو مسنون ہے۔ تو یہ بتلائیے
کہ سنّت کی کونسی قسم ہے۔ مؤکّد یا غیر مؤکد۔ انھوں نے عرض کیا کہ غیر مؤکّد۔ فرمایا تو آپ نے خود تسلیم
کر لیا اس کا غیر ضروری ہونا۔ آپنے بیعت کے ضروری ہونیکی دلیل وہ بیان کی جس سے غیر ضروری ہونا
ثابت ہوتا ہے یہ دلیل تو آپکے اپنے مضر بیان کی اب آپ اور شبہات پیش کیجئے تاکہ بالکل صاف
ہو جائے یا یوں کہئے کہ کوئی شبہ نہیں رہا۔ انھوں نے عرض کیا کہ سب شبہات رفع ہو گئے۔ فرمایا
الحمد للہ پھر فرمایا کہ حضرت ایک جہالت میں مبتلا ہے عالم کا عالم۔ میں شکر کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے
اس مسئلہ کا انکشاف بھی میرے حصہ میں رکھا تھا۔ الحمد للہ مدت کے بعد میرے ہاتھوں یہ مسئلہ کھلا ہے
پیروں نے عالم کا راہ مار رکھا ہے۔ بفضلہ میرے ہاتھوں آج یہ کھلا ہے۔ پیرزادوں نے یہ سب قیدیں
لگا رکھی تھیں یہ سب دوکانداری کی باتیں تھیں۔ آج اللہ کے فضل سے یہ عقدہ حل ہوا۔ چاہے ہم سے
کوئی بیعت ہو یا نہ ہو۔ ہم بہت خوشی سے اس کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ چاہے کسی
اور سے بیعت ہو یا کسی سے بھی نہ ہو ہم سے خدمت لے ہم حاضر ہیں۔ بہت عرصہ کے بعد یہ رسم مٹی ہے
پیر لوگ اپنا بناتے تھے خدا کا نہ بناتے تھے ہمارے حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے کہ میں اپنا بندہ نہیں
بنانا چاہتا۔ خدا کا بندہ بنانا چاہتا ہوں۔ علی الاعلان فرمایا کرتے تھے کہ جو میرے پاس تھا وہ
میں نے حاضر کر دیا۔ میری طرف سے اب عام اجازت ہے کہ جس کو جہاں سے مقصود حاصل ہو وہ دہیں

جاکر حاصل کرے میں اپنا مقید نہیں بناتا مطلب تو مقصود حاصل ہونے سے ہے جس جگہ سے بھی حاصل ہو
میرے ہی اوپر منحصر نہیں ہیں اپنا بندہ نہیں بنانا چاہتا۔ خدا کا بندہ بنانا چاہتا ہوں۔ ایک دفعہ
حضرت حاجی صاحب نے یوں فرمایا کہ میں لوگوں کے معتقد ہونے سے تنگ ہوگیا۔ خدا کی قسم دل
سے چاہتا ہوں کہ لوگ مجھے ملحد اور زندیق سمجھکر چھوڑدیں تاکہ میں فارغ ہوکر محبوب میں مشغول ہوں
اور تمہارے اعتقاد نے میرے اوقات کو خراب کر رکھا ہے۔ جناب یہ ہیں خدا کے بندے اس شان
کے ہوتے ہیں خدا کے بندے حضرت میں یوں کہتا ہوں کہ خدا کا نام بتلانے میں کسی شرط
لگانے کے کیا معنی۔ میرے یہاں اسلام تو شرط ہے کوئی ہندو مجھسے کچھ پوچھے تو اُسے تو میں
ہرگز نہ بتلاؤں جبتک کہ مسلمان نہ ہوجائے۔ باقی چاہے جبری ہو چاہے قدری ہو۔ چاہے فلاں
خانی ہو چاہے سماع سُنتا ہو چاہے غیر مقلد ہو چاہے رافضی بھی ہو کوئی ہو لیکن ہو مسلمان ہم سے
ذکر شغل پوچھو اور کرو ہم بتلادینگے۔ چاہے نفع نہ ہو لیکن ہم اپنی طرف سے بتلانیکے لئے تیار ہیں بیعت کا
اشتراط تو کیا معنی اہل سنت والجماعت ہونگی بھی میرے یہاں شرط نہیں لیکن ہم یہ اطلاع کردینگے
کہ بدون تصحیح عقاید کے کچھ نفع نہیں ہونیکا۔ میں اس لئے اللہ کا نام سب کو بتلادیتا ہوں کہ اسکی
برکت سے کبھی نفع ہوجاتا ہے یعنی عقاید درست ہوجاتے ہیں۔ بعضے غیر مقلد اور بدعتی بھی مجھسے پوچھ
پوچھکر ذکر و شغل کرتے ہیں ان کو بفضلہ نفع ہو رہا ہے بعضوں کو یہی حیرت ہے کہ میں ہوں کن میں کانپور
میں ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ یہی پتہ نہیں چلتا کہ تم ہو کدھر۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارے سب معتقد
ہیں اور تم سے سب رجوع کرتے ہیں۔ تم کسی کو بُرا نہیں کہتے۔ سو واقعی جو کسی کا زیادتی کے ساتھ
بُرا ہونا بیان کرتا ہے میں رد کرتا ہوں۔ چاہے وہ غیر مقلد ہوں یا بدعتی ہوں۔ یا شیعہ ہوں اگر فلاں
خاں کو کوئی کافر کہتا ہے تو میں اُسے رد کرتا ہوں گو وہ خود ہمیں کافر کہتا ہے۔ انصاف کی تو یہی
بات ہے کہ جو جتنا بُرا ہو اتنا ہی اس کو بُرا کہنا چاہیئے زیادتی کرنا نفسانیت ہے۔ یہ ہونی چاہیئے
شان خادمان اسلام کی یہ نہیں کہ بیعنامہ لکھو ہمارے نام کہ ہم نے اپنے آپ کو فروخت کیا تب
قبضہ دینگے۔ پھر انھیں پیرزادے صاحب کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ حضرت اب فرمائیے کہ بیعت
کی ضرورت رہی یا نہیں۔ اپنے شبہے رفع کرلیجئے۔ انھوں نے عرض کیا کہ شبہے تو سارے رفع ہوگئے
فرمایا الحمد للہ۔ پھر غالباً انھیں کے کسی سوال پر یہ فرمایا کہ میں مستحب کو تو بدعت نہیں کہتا اس کو

ضروری سمجھنے کو بدعت کہتا ہوں اگر مستحب کو کوئی واجب سمجھ جاوے تو کیا یہ بدعت نہیں ہے۔ بیعت کو لازم اور ضروری سمجھا جاتا ہے اور لازم۔ ضروری۔ اور واجب کے ایک ہی معنی ہیں۔ بس یوں کہنا چاہیئے کہ بیعت سنت مستحبہ غیر ضروریہ ہے اگر کوئی فعل مستحب ہو مگر اس کو ضروری سمجھنے لگیں تو بدعت ہے ہم بیعت کے استحباب کا تو انکار نہیں کرتے۔ اب سُنئے دوسرا قاعدہ فقہا نے لکھا ہے کہ مستحب فعل سے اگر فساد پیدا ہو جاوے عقیدہ میں تو اس مستحب کو چھوڑ دینا ضروری ہے۔ اب اس تقریر کے بعد بیعت کو چھوڑنا ضروری ثابت ہوا۔ اصل قانون تو یہ ہے لیکن ہم نے محض عوام کی رعایت سے بیعت کرنا چھوڑا نہیں ہے بلکہ یہ کیا ہے کہ کسی کو کر لیا کسی کو نہ کیا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ کرنا بھی جائز ہے اور نہ کرنا بھی جائز ہے۔ یہ سب پیروں کو چاہیئے کہ بیعت کا سلسلہ کم کر دیں تاکہ یہ غلط عقیدہ لوگوں کے دلوں سے نکلے کہ بدون بیعت کے کچھ نفع ہو ہی نہیں سکتا جس کے یہ معنی ہیں کہ بدون ہمارے غلام ہوئے خدا کے غلام ہو ہی نہیں سکتے۔ یہ سب جاہ اور دکانداری کی بات ہے بھلا بیعت کرنا کیسے چھوڑ دیں کیونکہ بلا بیعت کئے کوئی ٹکا بھی نہیں دیتا۔ لیکن یہ خیال بھی غلط ہے اگر بیعت کرنا چھوڑ دینگے تو پھر کوئی کچھ نہ دیگا۔ کیونکہ دینے والوں میں ایسے بھی ہیں جو مرید نہیں لیکن پھر بھی دیتے ہیں۔ میرے بہت سے برا کہنے والے ہیں جو پیٹھ پیچھے تو برا کہتے ہیں۔ لیکن جب سامنے آتے ہیں تو سو سو روپیہ دیجاتے ہیں۔ اور ایسوں کا ہدیہ میں بہت خوشی سے لیلیتا ہوں کیونکہ اُن کے اوپر کچھ دباؤ تو ہے نہیں، پھر باوجود اس کے جو دیتے ہیں تو معلوم ہوا کہ بالکل مخلص ہیں۔ جناب جو ملنے والا ہے وہ تو مل ہی جاتا ہے پھر فرمایا کہ اگر نہ بھی ملے تو کیا ہے۔ اگر آمدنی ہی کی غرض سے بیعت ہے تو نفریں ہے اُس بیعت پر جس میں یہ نیت ہو۔ اب دوسری بات کہتا ہوں کہ اگر پیروں کی آمدنی بالکل بند ہو جاوے تو یہ سوچئے کہ پھر بھی یہ بیعت کریں یا نہیں۔ دل گواہی دیدیگا کہ پھر وہ خود ہی کہنے لگیں کہ بیعت کوئی ایسی ضروری چیز نہیں۔ دل سے ٹٹولکر دیکھئے۔ جیسے مروجہ فاتحہ کو پیرجی ملانے وغیرہ نہایت ضروری قرار دیتے ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ ان کو طعام فاتحہ میں سے حصہ دینا چھوڑ دو پھر دیکھئے یہی یوں کہیں کہ فاتحہ دلانا ضروری نہیں۔ جیسی تاویلیں اب کرتے ہیں کہ فاتحہ میں کیا خرابی ہے۔ وہ تو ثواب پہونچ جاتے ہیں کھانے کا بھی اور جو آیتیں تلاوت کیجاتی ہیں ان کا بھی۔ واللہ یہ تاویلیں جبھی تک ہیں جبتک کہ پلاؤ میں سے پلاؤ اور بریانی میں سے بریانی

اُن کو ملتی ہے اگر سب اتفاق کرلیں کہ ہر مُردہ کی علیحدہ علیحدہ تو فاتحہ دلایا کریں لیکن ملاجی کو اسمیں سے کچھ نہ دیا کریں۔ دلایا تو کریں پچاس روٹی کہ اس میں چھوٹے پیر کی فاتحہ اسمیں بڑے پیر کی اسمیں میرے فلانے کی اسمیں فلانے کی اور فاتحہ دلاکر ساری مٹھائی لیکر چلدیا کریں تو یہی ملانے کہنے لگیں کہ فاتحہ بدعت ہے کیونکہ مولوی لوگ منع کرتے ہیں۔ مطلب تو ثواب پہنچانے سے ہے یوں ہی خیرات کرکے ثواب پہونچا دیا کرو۔ مولوی لوگ کہتے ہیں کہ فاتحہ دلانا بدعت ہے۔ غرض یہی پیر علماء کا فتویٰ نقل کرنے لگیں حضرت اسی طرح پیروں کی آمدنی اگر بند ہو جاوے تو باستثنار ہمارے مجمع کے حضرات کے کہ اونکی تو وہ شان ہے کہ انکی تو پھر بھی یہی حالت رہے باقی اور پیروں کی حالت میں ضرور فرق آجاوے ایک شخص جاکر مرید ہو جاوے لیکن دے کچھ بھی نہیں پھر دوسرا بھی درخواست کرے کہ حضرت ہیں بھی تیسرا کہے میں بھی غرض پیر صاحب کو تنگ کردیں اور روپیہ نہ دے کوئی پھر دیکھئے کہ یہی بات پیر جی کہنے لگیں جو میں کہہ رہا ہوں۔ کہ بیعت ضروری نہیں پھر انھیں پیرزادہ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جناب اب دل کو ٹٹولئے کہ بیعت کی کیا حقیقت ہے۔ فقط جلب زر اور جلب مال۔ یہ حقیقت ہے آجکل بیعت کی۔ اب فرمائیے اصلاح اُمت کی ضرورت ہے یا نہیں۔ اور محض قولی اصلاح کافی نہیں عملی اصلاح کی ضرورت ہے مجھے نکاح بیوگان کے متعلق پہلے بڑا شبہ تھا کہ علماء اسکی اسقدر کوشش کیوں کرتے ہیں۔ نکاح ثانی کوئی واجب نہیں۔ فرض نہیں۔ صرف سنت ہے۔ علماء یہی کہہ دیں کہ سنت ہی سمجھنا اور عیب نہ سمجھنا واجب ہے باقی عملاً اس کے اسقدر درپے کیوں ہوتے ہیں۔ کئی سال تک مجھے یہ شبہ رہا۔ بچپن کا زمانہ تھا پھر الحمدللہ سمجھ میں آگیا کہ چونکہ یہ فساد عملی ہے اس لئے اصلاح بھی عملی ہونی چاہئے۔ اسی طرح بیعت میں فساد عملی ہے اس کے لئے بھی اصلاح عملی کی ضرورت ہے اور اصلاح عملی کیا ہے یہی کہ اس بیعت کے قصہ کو کم کیا جاوے۔ خاصکر جہاں توقع ہو آمدنی کی وہاں تو نہ ہی کیا کریں اور جہاں توقع ہو وہاں کرلیا کریں۔ آمدنی کے موقعوں پر تو صاف انکار کردیا کریں۔ اور جہاں کچھ بھی توقع نہ ہو آ بھائی آ تجھے بیعت کرلیں۔ ایسا کرکے دیکھیں تب اصلاح ہوتی ہے پھر انھیں پیرزادہ صاحب سے فرمایا کہ دیکھئے پاس رہنے سے یہ فائدے ہیں آپنے کوئی ایسا بھی دیکھا ہے کہ نرا بیعت ہوا ہو اور اس کو یہ فائدہ حاصل ہو گیا ہو بیعت بیچاری کیا کھرچ دیگی۔ اس عقیدہ کو

برخلاف اس کے کہ جو بیعت نہیں ہوا لیکن کانوں سے یہ باتیں اُس نے سُنیں وہ اس فاسد عقیدہ میں مبتلا نہیں رہ سکتا۔ اب آپ ہی سمجھ لیجئے کہ بیعت نافع ہے یا تعلیم۔ اس پر اُن صاحب نے عرض کیا کہ بیشک بیعت نافع نہیں ہے تعلیم ہی نافع ہے۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ پیروں میں بڑی بڑی خرابیاں اس بیعت کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔ جو لوگ ان سے بیعت نہیں ان کے خلاف پر تو ان کو غصہ نہیں آتا اور جو بیعت ہیں وہ اگر ذرا خلاف مرضی کام کریں تو انکی مصیبت آجاوے۔ ایک تو خلاف شرع امور ہیں اُن پر غصہ آنا تو اور بات ہے۔ نہیں ایسی باتوں پر غصہ ہونا مثلاً مرید سے کوئی فرمائش کی کہ برتن بھیجدیجیو یا کسی کی سفارش کی۔ اگر اس نے فرمائش پوری نہ کی یا سفارش منظور نہ کی تو خفا ہو جاتے ہیں۔ اگر خدا کے لئے بیعت کی تھی تو غصہ کا ہیکا۔ بس اس سے سمجھ لیجئے کہ کا ہیکو بیعت کیا تھا۔ پھر فرمایا کہ ایک صاحب کہتے تھے آج ہی کہ دہلی میں ایک پیرجی ہیں اُن کے پاس ان کا ایک مرید آیا۔ السلام علیکم کر کے بیٹھ گیا۔ پیرجی صاحب نے سلام کا جواب بھی (غالباً) نہ دیا اور کہنے لگے کہ میاں تم نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ اُس نے کہا کہ حضور مجھے تو یاد نہیں کہ میں نے کیا وعدہ کیا تھا پیرجی صاحب بولے کہ اچھی بات ہے یاد نہیں ہے تو روزگار سے بیٹھ رہوگے۔ اُس نے گھبرا کر پوچھا تو کہا کہ تم نے کہا تھا کہ ایک تنخواہ دونگا وہ اب تک نہیں آئی۔ اُس نے کہا کہ حضور میں غریب ہوں۔ اگر ایک تنخواہ حضور کو دیدوں تو کھاؤں کہاں سے۔ کہا اچھی بات ہے اختیار ہے۔ روزگار نہیں رہیگا۔ اس بیچارہ نے عرض کیا کہ حضور روزگار نہ کھوئیے میں ایک مہینہ کی تنخواہ حاضر کر دونگا پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ یہ کیا بیعت ہے جب ہم بھی وہی کرنے لگیں جو یہ لوگ کرتے ہیں تو اصلاح کیسے ہو۔ جب ہم یہ کر کے دکھلادینگے کہ بلا بیعت بھی نفع ہوتا ہے تب انکی دوکان پھیکی پڑے گی۔ حالت عدم تقلیل بیعت میں محق و مبطل میں عوام کیا فرق کر سکتے ہیں۔ البتہ جب ہم یہ کر کے دکھلادینگے کہ لے بھائی ہم بلا بیعت کے اور بلا نذرانہ کے تعلیم دینے کے لئے تیار ہیں اور پوری خدمت کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ تب لوگ ادھر سے لوٹ لوٹ کر ادھر آویں گے اب ان تقریروں کے بعد تو یہ سنت بھی نہ رہی ہاں گلیانہ بھی جز ئیاسہی۔ فقہا نے لکھا ہے کہ جس مستحب میں مفسدے پیدا ہو جاویں اس کو چھوڑ دینا واجب ہے۔ پھر فرمایا کہ دین کا راستہ بہت صاف ہے لیکن ان پیرزادوں نے ناس کر رکھا ہے۔ انمیں مولوی بھی شریک ہو گئے۔ مولویوں نے

دیکھا کہ پیرزادوں کے پاس تو پیری مریدی کا جال ہے وہیں جاکر سب پھنستے ہیں۔ ادھر کوئی نہیں آتا تو انھوں نے بھی تجویز کرلیا کہ ہمارے پاس بھی وہی جال ہونا چاہیئے۔ تب لوگ پھنسیں گے مگر حضرت جہاں پھنسنے کی چیز ہوگی وہاں کسی جال کی ضرورت ہی نہیں جس کے پاس پھنسنے کی چیز ہو اسمیں پھنستے ہی ہیں۔ جہاں پھانسنے کے لئے تدبیروں کی ضرورت پڑے وہاں سمجھئے کہ پھنسنے کی چیز ہی نہیں۔ مثلاً حکیم محمود علی خاں ہیں ان کی حذاقت خود لوگوں کو کھینچ رہی ہے۔ کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ ان کے پاس سند بھی ہے۔ خود بخود لوگ چلے آرہے ہیں۔ اور ایک شخص ہے جس نے اشتہار بھی دے رکھا ہے سائن بورڈ بھی لگا رکھا ہے لیکن کوئی ادھر پیشاب بھی نہیں کرتا۔ تو وہ چیز اپنے اندر پیدا کرے جس کی وجہ سے خود بخود لوگ آویں۔ ان کی یعنی اہل باطل کی طرح نہیں کہ یہ تو کھینچیں اور وہ پھنسیں۔ جھوٹا پانی پی لیا پیرجی بولے بس اب تم ہمارے مرید ہوگئے۔ کوئی ملنے آیا پیرجی بولے کہ تم ہمارے مرید ہوجاؤ۔ ایک شخص کہتے ہیں کہ ہو جاؤ جی۔ جس کا کوئی پیر نہیں شیطان اس کا پیر ہوتا ہے ایسے کمبخت پیر کی گردن مارے۔ وہ نالائق پیر ہے یا ڈاکو ہے۔ یہ آفتیں نازل ہورہی ہیں حضور۔ اسی واسطے لوگ ہم کو وہابی وہابی کہتے ہیں کیونکہ یہاں پیرزادگی اور مشائخی کا رنگ نہیں ہے لیکن رنگ کی ضرورت نہیں۔ مزے اور بو کی ضرورت ہے۔ ایک تو پھل وہ ہے کہ رنگ دیکھو تو کچھ بھی نہیں۔ اور کھاؤ تو بس سر سے پاؤں تک معطر ہوجاؤ اور ایک وہ ہے کہ رنگ تو اچھا ہے لیکن کھاؤ تو کڑوا۔ جو ہمارے حضرات نے ہمیں سکھلایا ہے اسے کرکے دیکھو معلوم ہوجاویگا کیسی وہابیت ہوتی ہے۔ کام کرکے دیکھو۔ اس کام کرنے پر حکایت بیان کی کہ ایک میرے دوست یوں کہا کرتے تھے کہ تصوف کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ چند اصطلاحیں ہیں ان کا نام تصوف رکھ چھوڑا ہے۔ باقی ہے وے کچھ بھی نہیں میں نے کہا ہاں بھائی یوں ہی سہی۔ ایک دن ذکر کررہے تھے یکایک اونکے اوپر ایک کیفیت طاری ہوئی اور لگے رونے۔ بہتیرا سنبھلتے تھے لیکن گریہ موقوف نہ ہوتا تھا میں نے کہا کہ تصوف تو محض چند اصطلاحیں ہیں اس میں رونے کی کیا بات ہے۔ کہنے لگے اجی میری حماقت تھی۔ اصطلاحیں نہیں ہیں۔ یہ تو کچھ اور ہی چیز ہے میں نے کہا خیر غنیمت ہے تصوف کے قائل تو ہوئے۔ پھر حقیقت تصوف کے معلوم ہونے کے متعلق بطور ظرافت یہ حکایت فرمائی کہ حضرت مولانا گنگوہی فرمایا کرتے تھے کہ میاں اگر ہم

پہلے سے جانتے کہ مجاہدہ سے یہی حاصل ہوگا جواب حاصل ہوا ہے تو ہم کبھی بھی مجاہدہ کرتے خواہ مخواہ مشقتیں اٹھائیں میں نے کہا جنہیں ملجایا کرتا ہے وہ یوں ہی کہا کرتے ہیں۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ بات یوں ہے کہ جو کچھ ملتا ہے محض فضل سے ملتا ہے۔ کسی کی کوشش سے نہیں ملتا تو ملنے کے بعد جب معلوم ہوتا ہے کہ محض فضل سے عطا ہوا ہے کوشش سے کچھ نہیں ہوا۔ تو اپنی کوششیں اور ریاضت مجاہدے بیکار نظر آتے ہیں وہ کھلی آنکھوں دیکھتا ہے کہ میری کوشش سے کچھ نہیں ہوا مطلب یہ کہ میری کوشش کا تو کچھ دخل ہی نہ ہوا محض خدا کا فضل ہو گیا تو ظرافت کے طرز پر یہ کہتا ہے کہ ہم نے فضول کوششیں کیں۔ کیونکہ کام تو محض فضل سے بنا ہی حالانکہ دراصل وہ فضل متوجہ ہوا ہے اس کی کوششوں ہی کی وجہ سے۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص نے سیکڑوں عرضیں اور درخواستیں ملازمت کے لئے دیں مگر صاف جواب ملگیا کہ تمہیں نوکری نہیں ملسکتی کیونکہ تم میں کسی قسم کی قابلیت نہیں حتی کہ وہ مایوس ہو کر بیٹھ رہا۔ پھر دفعۃً بلا توقع اس کو حکم ملگیا کہ جاؤ تمہیں فلاں جگہ کی تحصیلداری مل گئی۔ تو وہ یہی کہیگا کہ میری کوششوں سے تو کچھ بھی نہ ہوا محض حاکم کی عنایت سے تحصیلداری مل گئی۔ میں نے ناحق کوششیں کیں۔ گو اس کا کہنا ایک درجہ میں ٹھیک ہے مگر راز خفی یہی ہے کہ خود حاکم کے قلب پر اثر ہوا تو اسی سے ہوا کہ اس نے بار بار درخواستیں اور عرضیں گذرانیں بس درخواستیں تو سب نامنظور کر دی گئیں کیونکہ وہ درخواستیں دے دیکر استحقاق کا دعویٰ کر رہا تھا۔ اوس کو مطلع کر دیا گیا کہ تمہیں کوئی استحقاق نہیں کیونکہ تم انٹرنیس نہیں ایف اے نہیں۔ بی۔ اے نہیں۔ بعد کو جو از خود تحصیلداری دیدی تو اس کا راز یہ تھا کہ تمہیں استحقاق تو نہیں تھا لیکن پھر ہم نے اپنی عنایت سے دیدیا۔ اسطرح دونوں باتیں ٹھیک ہو گئیں۔ یہی بہزادے صاحب جو اس ملفوظ کے مخاطب ہیں اسی روز حسب معمول پرچہ دیکر بعد مغرب غالباً کچھ ذکر شغل کی تعلیم حاصل کرنیکے لئے خلوت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے اجمالاً اُن اصلاحوں کا حوالہ دیکر جو بیعت کے متعلق حضرت ارشاد فرما چکے تھے۔ (جیسا کہ تفصیل اس ملفوظ میں گذر چکا ہے) فرمایا کہ ایک میں نے اس رسم کو بھی مٹایا ہے کہ جس وقت کوئی بیعت ہوا د سو قت اس سے کچھ نہیں لینا چاہیئے۔ نہ قلیل نہ کثیر نہ امیر سے نہ غریب سے اوس کا نفع یہ ہے کہ بعض دفعہ غریب طالب صادق یہ رنگ دیکھکر بددل ہو جاتے ہیں کہ مرید کیسے ہوں۔ یہاں تو دنیا ہوگا۔ یہ ضرر ہے۔ بیعت کے وقت

نذرانہ لینے کا۔ اور پیر صاحب کا بھی ضرر ہے کہ بعد بیعت کرنیکے طبیعت نگراں رہتی ہے کہ اب نذر دینگے۔ اس قسم کی خرابیاں ہیں اس رسم میں۔ پیر لوگ کم از کم اتنا ہی کرلیں کہ بیعت کے وقت کچھ نہ لیا کریں۔ عرض کیا گیا کہ بیعت کے وقت چاہے کچھ نہ ملے لیکن بعد کو تو توقع رہیگی کہ ملتا رہیگا فرمایا کہ جی ہاں بعضے ایسے بھی ہوں گے کہ ان کی اتنی دور نظر پہونچیگی لیکن بعضے مرید تو بیعت کے بعد پھر کبھی ملتے بھی نہیں۔ بلکہ زیادہ ایسے ہی ہیں۔ اس لئے آئندہ کی نذر دراہت ہی کم متوقع ہے پھر فرمایا کہ ایک میں نے یہ بھی اصلاح کی ہے کہ ہر حاضری میں ہدیہ کی پابندی نہ کیجاوے بعضے جب بھی آتے ہیں ضرور لاتے ہیں۔ گویا اس طرح تو لوگ آنے سے رُکیں گے۔ کیونکہ جب کچھ پاس پلّہ ہو تب کہیں پیر صاحب سے ملنے جائیں۔ ایک مقدار کے متعلق بے احتیاطی تھی۔ چاہے کوئی سارا گھر بھی لاوے تب بھی پیر صاحب خوشی سے رکھ لیں۔ پھر فرمایا کہ اس زمانہ میں بڑی ضرورت تھی ان تجدیدات کی۔ ایسے رسوم غالب ہوگئے تھے کہ گویا ان رسوم ہی کا نام تصوف رہگیا تھا۔ یہ بھی رسم ہے کہ سب کو ایک ہی چیز تعلیم کردیتے ہیں چاہے مناسبت ہو یا نہ ہو۔ میں کسی کو ذکر و شغل بتلاتا ہوں کسی کو محض تلاوت قرآن کسی کو نوافل جو جس کو نافع معلوم ہوا۔ کیونکہ خدا تک پہونچنے کے سیکڑوں رستے ہیں۔ یہ کیا ضرور ہے کہ سب کو ذکر شغل ہی بتلایا جاوے۔ مشائخ کے یہاں گنی ہوئی چیزیں ہیں وہی سب کو بتلا دیجاتی ہیں پہلے بزرگوں کا یہ طریقہ تھا کہ ذکر شغل کی تعلیم جلدی نہیں کرتے تھے۔ پہلے اخلاق کی درستی کرتے تھے۔ مدتوں کے بعد کہیں ذکر شغل کراتے تھے۔ اب تو یوں چاہتے ہیں کہ بس پہلے ہی دن خلافت بھی ملجائے۔

(۶۲۰) ایکبار کچھ اوراق مکتوبات حضرت سے کاٹ کر حسن العزیز میں چھپاں کرنے تھے اور اُن اوراق میں کچھ سطریں مکتوبات حضرت کی اجزا تھیں خاص اُن سطروں کو احقر سے نقل کرا دیا۔ پھر ایک صاحب سے اُن اوراق کو قینچی سے صفائی کے ساتھ کاٹنے کیلئے کہا۔ اسی طرح سے ایک مکتوب بھی تربیت السالک سے کاٹنا تھا۔ احقر نے اس مکتوب کے ان سطور کی نقل کے بعد اس خیال سے کہ ان اوراق کو بھی اونھیں صاحب سے کٹوایا جائیگا حضرت کے سامنے تربیت السالک کی جلد رکھدی اور صرف اتنا عرض کیا کہ میں نقل کرچکا ہوں حضرت ڈھونڈھنے لگے کہ کس جگہ سے

اوراق نکالے ہیں۔ احقر نے عرض کیا کہ ابھی تو صرف نقل کئے ہیں۔ نکالے نہیں۔ کیونکہ میں نے سمجھا
کہ ان اوراق کو بھی اونھیں صاحب سے کٹوایا جاویگا۔ جن سے پہلے مرتبہ اوراق کٹوائے گئے تھے
فرمایا کہ آپ کو یہ پوری بات کہنی چاہیئے تھی۔ میں کہاں تک یاد رکھوں۔ جب میں نے پہلا کام اپنے
ہاتھ سے دیدیا تو پھر وہ مجھے یاد نہیں رہتا۔ بالخصوص جب معلوم ہو کہ دوسرا شخص خود اس کام کو کریگا
تب تو میں ذہن میں رکھنے کا ارادہ بھی نہیں کرتا۔ آپ کو پوری بات کہنی بہت آسان تھی مجھ کو بغیر اسکے کسقدر دشواری اور
پریشانی ہوئی آپ اکثر ضرورت کے وقت قوت بیانیہ کو بہت کم کام میں لاتے ہیں جس سے دوسرے کو پریشانی اور الجھن ہوتی ہے اسکا بہت

(۶۲۱) ایک ملازم کو بارہا تنبیہ فرما چکے ہیں کہ کبھی کبھی آکر پوچھ جایا کرے۔ کہ کوئی کام تو نہیں ہے
لیکن ان کو یاد ہی نہیں رہتا۔ آج بھی کئی کام حضرت کو پیش آئے لیکن صبح سے ظہر کے بعد تک اونکی
صورت ہی نظر نہ آئی فرمایا کہ یہ شخص بہت تکلیف پہونچاتا ہے۔ اول تو تنخواہ دار ملازم کو اسقدر
آزادی ہی نہ رہنا چاہیئے۔ دوسرے میں تو یہاں تک کہہ چکا ہوں کہ تم میرے کام ہی نہ کیا کرو۔ اور
مدرسہ میں نہ آیا کرو۔ لیکن ہمیشہ سفارشیں کرا کرا کر مجھے تنگ کرتا ہے۔ میں پھر ڈھیلا پڑ جاتا
ہوں۔ اور اجازت دیدیتا ہوں۔ بعدہٗ اُس ملازم کو ممانعت کردی کہ مدرسہ میں آیا ہی نہ کریں
محلہ کی مسجد میں نماز پڑھ لیا کریں۔ اور فرمایا کہ مجھے یہ تو سہل ہے۔ کہ میں اپنا کام ہی نہ لوں لیکن
اس سے سخت تکلیف ہوتی ہے۔ کہ جو قاعدہ کسی کو بتلا دیا جاوے وہ اس کے خلاف کرے
میں اس کی مرضی کے تابع ہو کر کام نہیں لے سکتا۔ اول تو میرا کام ہی کیا ہے سب سے بڑا کام جسکو
میں اصلی کام سمجھتا ہوں۔ وہ تو ڈاک کا کام ہے۔ سو وہ تو ان میاں سے کبھی ہو ہی نہ سکا اسلئے
دوسروں کے سپرد ہے۔ اب صرف یہ رہگیا ہے کہ مہمانوں کی اطلاع یا مہمانوں سے کچھ کہنا سُننا
مثلاً اپنے کھانیکا خود انتظام کر لیجئے۔ یا کوئی چیز آئی ہوئی گھر پہونچا دینا یہ کوئی ایسے کام نہیں
ہیں مگر اس سے یہ بھی نہیں ہوتا۔ ایک ظریف کا قول ہے کہ مولویوں کے اور رئیسوں کے ملازم سست
ہوتے ہیں کیونکہ جہاں اُن کے منہ سے کچھ نکلا بہت سے لوگ کام کرنیکے لئے تیار ہو جاتے ہیں
اس لئے ان کے ملازم بیکار ہو جاتے ہیں میں اس سے بارہا کہہ چکا ہوں کہ تم میرے کام نہ کیا کرو
میں اسپر خوشی سے راضی ہوں لیکن وہ مجھکو خواہ مخواہ تنگ کرتا ہے۔ حاجی عبدالرحیم صاحب سے
فرمایا کہ آپ اوسکو سمجھا دیجیگا کہ وہ یہاں نہ آیا کرے۔ محلہ کی مسجد میں نماز پڑھ لیا کرے۔ اور میرے

کام نہ کیا کرے۔ گھر کے کام کرتا ہے۔ مجھے اس سے تکلیف پہونچتی ہے۔ حاجی صاحب نے عرض کیا کہ پھر تو اس کو شاق ہوتا ہے کہ یہاں نہ آیا کرے۔ فرمایا کہ یہ تو ضروری بات ہے کیونکہ میں اتنا صبر نہیں کر سکتا کہ مجھے کچھ کام ہو اور ایک نوکر سامنے نظر آوے اور پھر بھی اُس سے کام نہ لوں اُسکے یہاں نہ آنے میں مجھے بھی راحت ہے اور اس کا بھی نفع ہے کہ اگر وہ آویگا اور میں کام نہ لونگا تو نارضی روز بروز تازہ ہوتی رہیگی اور رنج بڑھتا رہیگا اور اگر آنا ہی چھوڑ دیگا تو مجھے بھی کچھ رنج نہ رہے گا۔ رہا دیکھنا بھالنا سو جب میں گھر جایا کروں اسوقت مجھسے مل بول لیا کرے۔ میں اُس سے کوئی ناراض تھوڑا ہی رہونگا۔ پھر یہ ہے کہ اپنے شوق کے پورا کرنے کے لئے دوسرے کو تکلیف پہونچانا کونسی انصاف کی بات ہے

(۶۲۲) ایک دیہاتی نے آکے بیعت کی درخواست کی حضرت نے (مزاحًا اسی کے لب ولہجہ میں) فرمایا کہ منگنا جو بھیجا کریں ہیں کیا ایک ہی دفعہ میں منظور ہو جاوے ہے یا بہت دفعہ میں۔ اُس نے کہا کہ بعض جگہ ایک ہی خط میں منگنا ہو جاوے ہے۔ حضرت نے ہنسکر فرمایا کہ ہو بڑے اوستاد لیکن یہ تو بتلاؤ کہ سب جگہ ایک ہی خط میں منگنا ہو جاوے ہے یا بعض جگہ کئی خطوں کے بعد بھی لڑکی والے منظور کریں ہیں اُس نے کہا کہ بعض جگہ ایسا بھی ہووے ہے کہ کئی دفعہ کہنے کے بعد منظور کریں ہیں حضرت نے فرمایا کہ بس میں اونھیں میں ہوں جو ایک دفعہ میں منظور نہیں کرتے پھر فرمایا کہ ہم نے تو کہیں نہیں دیکھا کہ ایک دفعہ میں منگنا منظور کر لیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ سودا تھوڑا ہی ہے بازار کا کہ پیسہ دیا اور گاجر لے لی۔ جہاں پیسہ لیا جاوے ہے وہاں پہلے ہی دفعہ گاجر بھی دیدیویں ہیں (یعنی کھاؤ کماؤ پیروں کے یہاں) پھر فرمایا دین کا کام کرو بھائی بیعت میں کیا رکھا ہے ایک رسم ہی رہگئی ہے بیعت دین کا کام کرو۔ اللہ اللہ کرو۔ رمضان ہیں اور غضب ہے۔ بیعت کا قصہ اور پھر سفر کر کے آنا رمضان تو موسم سفر کا ہے نہیں۔ یوں سمجھتے ہیں کہ بڑی برکت ہوگی۔ شیطان تو قید ہیں۔ مگر جب شیطان چھوٹیں گے پھر نہ آ چپٹیں گے۔ اور بعضے تو خود شیطان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں جیسا کہ بعضا شاگرد اُستاد سے بھی بڑھجاتا ہے۔ ہیں تو سب شیطان ہی کے شاگرد لیکن بعضے شیطان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں۔

(۶۲۳) فرمایا سُنا ہے کہ نواب کلب علیخاں جو کوئی علی الاعلان رمضان میں کھاتا پیتا تھا اس کا ایک دانت توڑوا دیتے تھے۔ ایک فوجی سردار بیمار تھا وہ علی الاعلان پان کھا کر نکلا چنانچہ گرفتار کر لیا گیا اُس نے عذر بھی کیا کہ میں بیمار ہوں نواب صاحب نے کہا کہ کسکو خبر ہے کہ تم بیمار ہو اور لوگوں کو

کیا معلوم کہ تم بیمار ہو۔ غرض کوئی عذر نہ سُنا اور دانت نکلوا دیا عرض کیا گیا کہ دوسری بار میں دوسرا دانت نکلوا دیتے ہوں گے فرمایا کہ دوسری بار کی نوبت ہی نہ آتی تھی کیونکہ یہ ایسی سزا نہیں ہے جس کے بعد پھر ہمت ہو سکے۔ خیر یہ تو تعزیر تھی اس سے کمی بھی جائز تھی تعجب ہے کہ لوگ حدود میں بھی رائے لگاتے ہیں چنانچہ چوری میں ہاتھ کاٹنے کو سمجھا جاتا ہے کہ وحشی سزا ہے لیکن مہذب سزاؤں کا اثر ہی کب ہوتا ہے دیکھ لیجئے جیل خانوں میں بہت لوگ کہہ جاتے ہیں کہ ہمارا چولھا نہ توڑنا ہم پھر ابھی آتے ہیں بھائی اکبر علی کے یہاں جس نے بریلی میں چوری کی تھی وہ کئی برس کی سزا کے بعد جیلخانہ سے آیا تھا اور جسدن چھوٹا اسی دن پھر چوری کی۔ مہذب سزاؤں کا یہ اثر ہوتا ہے اگر ایک کا بھی ہاتھ کاٹ دیا جاوے پھر ممکن نہیں ہے کہ کسی کو چوری کی ہمت ہو سکے کیونکہ یہاں تو ایک چیز گھٹ گئی جیل خانہ میں کیا گھٹ گیا بلکہ وہاں جاکر تو اور موٹے ہو جاتے ہیں جیلخانہ میں نہایت بے فکر ہوتے ہیں۔ کیونکہ جیلخانہ کے باہر تو یہ بھی ڈر رہتا ہے کہ کہیں سزا نہ ہو جاوے۔ اور جیلخانہ پہونچکر تو یہ سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہونا تھا وہ ہو ہی چکا اب کیا کر لینگے۔ اس لئے اور بھی بیباک ہوتے ہیں۔ بڑی بڑی شرارتیں کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ شریعت میں زنا کی سزا بہت سخت ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ فعل عند اللہ نہایت سخت ہے۔ سارے بدن سے فرے لوٹتے تھے سارے بدن پر پتھر مار مار کر جان نکالی جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ زنا کی شہادت بھی بہت سخت ہے غالباً آجتک زنا کا ثبوت شہادت سے کبھی نہیں ہوا جب ہوا اقرار سے ہوا زنا کے اقرار میں یہ بھی قانون ہے کہ جب چاہے اپنے اقرار سے رجوع کرلے پھر اسپر حد قائم نہیں کیجا سکتی مگر قتل کے اقرار میں یہ بات نہیں۔ استفسار پر فرمایا کہ زنا کا اقرار نہ کرنا اور جھوٹ بولدینا اقرار کرنے سے افضل ہے لیکن جن صحابہ نے اقرار کیا ان پر حال طاری ہو گیا تھا انھوں نے اپنے وجود سے عالم کو پاک کرنا چاہا اسقدر ندامت دامنگیر ہوئی واقعی اپنے اختیار سے اپنے اوپر ایسی سخت سزا جاری کرا لینا نہایت عجیب ہے۔ جبھی تو حضور نے ماعز کی نسبت فرمایا تھا کہ اگر اس کی توبہ تمام اہل مدینہ پر تقسیم کردیجاوے تو سب کی مغفرت کے لئے کافی ہے اسقدر خالص توبہ تھی۔ استفسار پر فرمایا کہ زنا حق العبد نہیں ہے جیسا کہ سمجھا جاتا ہے بلکہ حق اللہ ہے کیونکہ موٹی بات ہے کہ اگر حق العبد ہوتا تو شوہر کی اجازت سے اسکی بیوی دوسرے کو مباح ہوتی جیسا کہ مال مباح ہو جاتا ہے۔ کھلی ہوئی بات ہے۔ خواہ مخواہ لوگوں کو شبہ ہوتا ہے لکھا پڑھا آدمی ایسا کبھی شبہ کر ہی نہیں سکتا۔ دوسرے یہ ہے کہ جتنی سزائیں

حضور نے زنا کی دی ہے انمیں آپ نے یہ کبھی نہیں کہا کہ جاکر زوج سے معاف کراؤ۔ لیکن بعضا جہل بھی انفع ہوتا ہے زنا کو حق العبد سمجھنا ہی مصلحت ہے۔ کیونکہ لوگ یہ سُنکر حق اللہ ہی سہل سمجھنے لگتے ہیں۔ حق العبد کو زیادہ سخت سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بڑا جہل ہے کیونکہ صاحبِ حق جتنا بڑا ہوگا اتنا ہی اوس کا حق ضائع کرنا سخت ہوگا۔ ایک صاحب نے عرض کیا کہ محبت کی وجہ سے حق اللہ کو لوگ سہل سمجھتے ہیں فرمایا کہ محبت نہیں ہے جرأت ہے ماغرک بربک الکریم جس کی وجہ یہ ہے کہ مشاہدہ نہیں ہے اگر مشاہدہ ہو تو پتہ پھٹ جاوے غالباً حضرت زرارہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ ہے کہ اس آیت پر فاذا نقر فی الناقور فذالک یومئذٍ یوم عسیر علی الکفرین غیر یسیر۔ چیخ مار کر مصلے ہی پر گر پڑے اور انتقال ہوگیا حضرت اصمعی کا واقعہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ ایک سفر میں انھوں نے یہ آیت ایک بدوی کے سامنے پڑھی وفی السماء رزقکم وما توعدون بدوی نے کہا کہ پھر تو پڑھو انھوں نے پھر پڑھ دیا۔ وہ بولا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ رزق آسمان میں ہے اور ہم لوگ رزق کو زمین میں ڈھونڈھتے ہیں اس کے پاس بھی ایک اونٹ تھا جس سے گذر اوقات کرتا تھا اوسی وقت اس کو خیرات کردیا اور جنگل کیطرف نکل گیا کئی برس بعد اُس شخص کو اصمعی نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ اس شخص نے خود ان کو سلام کیا انھوں نے پہچانا نہیں پوچھا تو اُسنے کہا میں وہی شخص ہوں جسکو تم نے یہ آیت سنائی تھی اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے مجھے تمام بکھیڑوں سے نجات دیدی میں جب سے بڑے اطمینان کی زندگی بسر کر رہا ہوں پھر اُس نے پوچھا کہ اُس آیت کے بعد کچھ اور بھی ہے انھوں نے اوسکے بعد کی آیت پڑھ دی فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون سُنکر ایک چیخ ماری اور کہا کہ اللہ اکبر یہ میرے خدا کو کس نے جھٹلایا تھا کہ اس کو قسم کھا کر جتلانا پڑا کہ میری بات سچی ہے ایسا کون ظالم ہوگا کمبخت جو خدا کو سچا نہ سمجھتا ہوگا خدا نے جو قسم کھائی تو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا بھی ہے جو خدا کے کہنے کو بھی بلا قسم کے سچا نہیں سمجھتا بس یہ کہکر ایک چیخ ماری اور چیخ کے ساتھ ہی وہیں جان نکل گئی۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ بہت لوگوں نے جانیں دی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں شوق میں خوف میں۔ چنانچہ اس اخیر وقت میں مولویوں کی یا درویشوں کی بات رکھ لی۔ مولنا محمد حسین صاحب الہ آبادی نے انھوں نے اجمیر میں جان دیدی۔ صوفی لوگ اس پر بڑا ناز کرتے ہیں کہ مولویوں میں بھی کسی نے اللہ کی محبت میں کبھی اسطرح

جان دی ہے مولویوں کو بس اعتراض ہی اعتراض آتے ہیں۔ پھر فرمایا لیکن ایک مولوی بھی اس زمانہ میں ایسے ہو گئے ہیں مگر وہ چونکہ مشہور نہیں تھے اس لئے ان کا قصہ بھی مشہور نہیں ہوا مشہور شخص کا مشہور ہو گیا۔ دوسرے یہ ہے کہ وہاں تو اجمیر میں مجمع کثیر کے سامنے یہ قصہ ہوا اور دوسرا قصہ گھر میں ہوا۔ ان کا نام بھی مولوی محمد حسین تھا عظیم آباد پٹنہ کے تھے۔ نوعمر آدمی تھے۔ کانپور میں پڑھا تھا مجھ سے بھی کتابیں پڑھی تھیں۔ پھر لکھنؤ میں شادی ہوئی۔ وہاں ندوہ میں نوکر ہو گئے تھے ایک دفعہ لکھنؤ میں مسجد میں بیٹھے تھے۔ کچھ لوگ جمع تھے آپس میں یہ تذکرہ ہو رہا تھا کہ مولانا محمد حسین صاحب کا اسطرح سماع میں انتقال ہو گیا۔ دو جماعتیں تھیں ایک جماعت کے لوگ تو یوں کہتے تھے کہ خاتمہ اعلیٰ درجہ کا ہوا خدا کی محبت میں جان نکلی۔ ایک کہتے تھے کہ خلاف سنت عمل پر خاتمہ ہوا یہ مولوی محمد حسین خاموش بیٹھے تھے یہ حضرت حاجی صاحب سے بذریعہ خط کے بیعت تھے۔ چونکہ صاحب دل تھے اس لئے خاموش بیٹھے تھے۔ ورنہ وہ بھی فتویٰ لگاتے۔ دونوں جماعتوں نے اُنسے پوچھا کہ آپ کہیے آپ کا اس بارہ میں کیا خیال ہے آیا خاتمہ کیسا ہوا۔ اُنھوں نے بہت ہی معقول جواب دیا کہ بھائی بڑوں کی بات میں بولنا بے ادبی ہے ہمارا کیا منہ ہے کہ اتنی بڑی بات کا فیصلہ کریں لیکن ہاں اتنا تو کہہ سکتے ہیں کہ اگر ایسے نعل پر خاتمہ ہوتا جو صریحاً سنت کے موافق ہوتا تو وہ زیادہ اکمل حالت تھی۔ بہت ہی سنبھال کر جواب دیا لیکن اس پر بھی بعضے چڑ گئے اور کہا کہ اعتراض کرنا تو ان مولویوں کو آسان ہے لیکن انہیں سے کسی نے جان دیکر نہ دکھلائی۔ انھوں نے کہا کہ بھائی یہ تو اعتراض لغو ہے کیونکہ اول تو کسی خاص حالت پر مرنا کسی کے اختیار میں تھوڑا ہی ہے ان کا بھی مرنا اختیاری نہ تھا۔ لیکن اللہ کے بندے جان بھی دیکر دکھلا دیتے ہیں۔ وہ جوش میں آکر یہ کہہ گئے۔ آٹھ دس دن بعد عجیب قصہ ہوا۔ ان کا لڑکا حفظ کرتا تھا گھر میں وہ اُس کا قرآن سُننے بیٹھ گئے لکھنؤ اور اس کے اطراف میں عام طور سے غریبوں کے یہاں بھی گھروں میں تکلف کا سامان ہوتا ہے مثلاً چاندنی دری وغیرہ چنانچہ ان کے یہاں بھی چاندنی بچھی ہوئی تھی وہ بہت لطیف المزاج تھے وہیں بیٹھ گئے اور قرآن سُننے لگے اتنے میں ان کی بیوی آگئی اس کے کپڑے میلے تھے۔ کہا کہ بڑی بدسلیقہ ہو کپڑوں میں سے بدبو آرہی ہے۔ جاؤ نہا کر کپڑے بدلکر آؤ وہ چلی گئیں اتنے میں آیت آئی سجدہ کی۔ پاک فرش تھا۔ سجدہ میں گئے۔ بس وہیں سجدہ ہی

پٹنہ

میں روح قبض ہوگئی۔ عجیب بات ہے۔ خدا جانے کیا حالت تھی ان کی۔ کونسا مضمون قلب پر غالب تھا اور دیکھئے گرے نہیں بلکہ جان نکلنے کے بعد بھی اسی ہئیت سے سجدہ میں پڑے رہے جب بہت دیر ہوگئی تب بچہ گھبرایا۔ ماں کے پاس دوڑا گیا اور کہا کہ ابا کو جانے کیا ہوگیا اُٹھتے ہی نہیں انھوں نے جاکر دیکھا تو کچھ بھی نہیں۔ وہاں تو روح پرواز کر چکی تھی۔ تمام محلہ جمع ہوگیا۔ طبیب ڈاکٹر بلوائے گئے لیکن روح تو نکل ہی چکی تھی۔ تاہم احتیاطاً رات بھر رکھا صبح کو جب تجہیز تکفین کیا اسوقت یاد آیا لوگوں کو کہ ان کی تو کرامت ہے انھوں نے کہا تھا کہ اللہ کے بندے جان دیکر بھی دکھلادیتے ہیں سو دیکھ لو جان دیکر دکھلادی میں نے کہا عجیب قصہ ہے وہ بھی محمد حسین یہ بھی محمد حسین۔ اللہ اکبر عجیب حکایت ہے مگر یہ تو کسی جا میں چھپا نہ اسکی شہرت ہوئی وہ واقعہ اسقدر مشہور ہوگیا اس کی اسقدر شہرت ہوگئی۔ پھر فرمایا کہ ان کا انتقال اتنا عجیب نہیں جتنا مشہور کیا گیا وہ صاحب حال ضرور تھے لیکن جس قوال سے وہ سماع سُن رہے تھے وہ ظالم غضب کا خوش آواز ہے کئی آدمی اس کے سماع میں مر چکے ہیں خوب مشہور ہے اور بھی دو ایک آدمیوں کو وہ اسی طرح مار چکا ہے۔ دوسرے مولٰنا خود فرمایا کرتے تھے کہ جب میری موت آئیگی دفعتاً آئیگی طبیب بہت اچھے تھے۔ قواعد طبیہ کی رو سے اپنی حالت کا اندازہ کرکے فرماتے تھے کہ میری موت دفعتہً آئیگی کیونکہ ان کو اختلاج کی بیماری تھی اور اختلاج والا اکثر دفعۃً ہی مرتا ہے۔ پھر ہمارے حضرت بھی تحقیق فرماتے رہے کہ کسی خاص حالت پر انتقال کر جانا دلیل اس حالت کے مقبول ہونیکی نہیں جیسا کہ اہل بدعت اس واقعہ سے ہر سماع کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔ سہارنپور میں ایک بوڑھے ہندو کا عین اس حالت میں کہ وہ ایک کسبی کے ساتھ مشغول تھا انتقال کر جانے کا واقعہ بیان فرمایا اور اسکی وجہ یہ بیان فرمائی کہ بوجہ ضعف کے لذت کا تحمل نہ ہوسکا۔ اور روح پرواز کر گئی تو کیا اس کی اس حالت کو محمود کہا جاویگا۔ پھر فرمایا کہ ہم تو مولٰنا کے معتقد بھی ہیں واقعی صاحب حال تھے لیکن گفتگو اسمیں ہے کہ اس واقعہ سے سماع کے جواز پر استدلال کرنا بالکل غلط ہے پھر فرمایا کہ مولانا گنگوہی نے خود مجھسے فرمایا تھا کہ میں مولوی محمد حسین صاحب کو معذور سمجھتا ہوں میں نے مولٰنا کے روبرو ایک دفعہ اُن کے متعلق کچھ تذکرہ کیا تھا۔ اس پر دوسرے وقت مولٰنا نے اول سماع کے متعلق ایک تقریر کی پھر میری طرف روئے سخن کرکے فرمایا کہ بھائی میں مولوی صاحب کو بھی معذور سمجھتا ہوں مولانا گنگوہی انکی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ اپنے ہی ہیں۔ مولوی صاحب بھی حضرت مولٰنا کے معتقد تھے ایک

صاحب نے ایکبار مولوی صاحب سے کہا کہ آپ گنگوہ کبھی نہیں جاتے مولانا آپکے پیر بھائی ہیں اُنسے
بھی کبھی مل آیا کیجئے۔ اسپر مولوی صاحب رونے لگے اور فرمایا کہ میں ظلمات بدعت میں مبتلا ہوں
وہاں انوار سنت کا غلبہ ہے میں کیا منہ لیکر اُن کے پاس جاؤں ایک ادنکے ادب کی یہ بات ہے
کہ سب عرسوں میں جاتے تھے لیکن گنگوہ کے عرس میں کبھی نہیں گئے کیونکہ سمجھتے تھے کہ ملونگا۔ تو
بے ادبی ہے اور نہ ملونگا تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہاں جاؤں اور اُن سے نہ ملونگا سمجھتے تھے کہ
مولانا کو میرے وہاں جانے سے کلفت ہوگی اس لئے کبھی وہاں کے عرس میں شریک نہیں ہوئے
مولوی بدرالدین مرحوم ساکن گلاوٹھی نے حضرت مولانا گنگوہی سے مولوی صاحب کے ذوق وشوق کا
حال بیان کیا جو سفر مدینہ میں دیکھا تھا مولانا بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ بھائی وہ اپنے ہی
ہیں۔ اگر ان کی کوئی اچھی حالت سُنتے ہیں تو خوشی ہوتی ہے اور اگر کوئی ناگوار حالت سنتے ہیں
تو رنج ہوتا ہے یہ مولوی بدرالدین نے خود مجھسے بیان کیا۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ذرا آزاد تھے
تھے اور ہمارے ایک ماموں صاحب اُنسے بڑھکر آزاد تھے مولوی صاحب اُنسے ملکر بہت خوش ہوئے
چنانچہ مجھسے خود کہا کہ بھائی میں نے تو بہت مشائخ دیکھے ہیں مجھے تو تمہارے ماموں صاحب بہت پسند
آئے۔ بھلا اونھیں کیوں نہ پسند آتے اونکی مجلس میں بھی وہ شریک ہوئے تھے۔ ماموں صاحب
پر حالت بہت قوی طاری ہوتی تھی۔ مولوی صاحب مجھسے فرماتے تھے کہ مجھے تو بڑا اعتقاد ہوا۔
پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ صاحب یہ سب دلیل ہے ضعف قلب کی عوارف میں ابھی میں نے
دیکھا ہے کہ ایک بزرگ کو بڑھاپے میں تغیر ہوا۔ کہیں چیخ اُٹھے کہیں رونے لگے۔ لوگوں نے
اس تغیر کا سبب پوچھا تو یوں کہا کہ اب ہم ضعیف ہو گئے ہیں اس لئے ضبط نہیں ہوتا دیکھئے
خود اہل فن نے فیصلہ کیا ہے کہ ایسے تغیرات ضعف سے ناشی ہوتے ہیں یا تو جسے حس نہ ہو وہ
متاثر نہ ہوگا۔ جیسے ہمارے دوست ایک مولوی صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ شعر میں مزے کی کیا
بات ہے نہ میٹھا نہ کھٹا۔ لوگ کہتے ہیں کہ شعر میں مزہ ہے سمجھ میں نہیں آتا کیا مزہ ہے تو عدم
تاثر کے لئے یا تو بے حس ہو اور یا اگر حس ہو تو قوت زیادہ ہو تب تغیر نہیں ہوتا اور اگر حس تو ہو
لیکن قوت ہو کم تو تغیر لازم ہے۔ بڑھاپے میں تھوڑا سا ذوق بھی ہو تو اس کا ضبط نہیں ہوتا پھر
بڑھاپے میں قوت کم ہونے پر فرمایا کہ میری تو خوب اطمینان کی تحقیق ہے۔ کہ عفت جیسی جوانی میں

ہوتی ہے بُڑھاپے میں نہیں ہوتی عفیف جوان بہ نسبت عفیف بُڈھوں کے زیادہ عفیف ہوتے ہیں کیونکہ اونمیں قوت ضبط کی زیادہ ہوتی ہے یہ بالکل تحقیقی بات ہے اور اسکا یہ بھی مقتضا ہے کہ عورتیکو بوڑھے آدمی سے زیادہ بچانا چاہئے اور اب لوگوں کا معاملہ برعکس ہے بُوڑھوں سے بالکل احتیاط نہیں کیجاتی حضرت یہ بالکل تجربہ کے خلاف ہے. بُوڑھوں کے ہاتھ میں قرآن اوٹھا کر کہلوالو یہی کہیں گے جو میں کہہ رہا ہوں حضرت میں نے کئی بوڑھوں سے پوچھا سب نے اقرار کیا. شہوت تو ہوتی ہے بوڑھوں میں بھی یعنی میلان قلب لیکن چونکہ وہ کسی کام کے نہیں رہتے اس لئے بزرگ رہتے ہیں میلان خوب اچھی طرح ہوتا ہے یہ نہیں کہ میلان نہو حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب مرادآبادی کی زیارت کیلئے کانپور سے کچھ عورتوں کا جانیکا قصد ہوا اُن اطراف میں بڑے گھروں کی عورتیں پردہ بہت کم کرتی ہیں - اُن عورتوں میں یہ تذکرہ ہوا کہ اُنسے پردہ کی کیا ضرورت ہے کیونکہ اول تو وہ بزرگ پھر وہ بوجہ زیادہ عمر ہونیکے بالکل مُردہ ہیں مجھسے بھی پوچھا گو مجھی تو حیا کے خلاف بات لیکن اوسوقت کہنا ضروری تھا میں نے کہا کہ میں ایک بات خود اپنی دیکھی ہوئی بیان کئے دیتا ہوں اُس سے تم خود فیصلہ کرلو کہ آیا اون سے پردہ کرنا ضروری ہے یا نہیں ایکبار صبح صادق کے وقت جاڑے کی موسم میں مولانا نے اوٹھکر خادم سے کہا کہ ارے مجھے کچھ شبہ ہوگیا ہے میں کیا کروں خادم نے عرض کیا کہ پانی تیار ہے اگر دل چاہے غسل کرلیجئے مولانا نے فرمایا کہ اچھا پانی رکھو. چنانچہ مولانا نے جاڑے کی موسم میں کھُلے ہوئے غسلخانہ میں سخت سردی کیوقت میرے سامنے غسل کیا. اب تمہیں سمجھ لو کہ شبہ تو وہیں ہوتا ہے جہاں کچھ حقیقت بھی ہوتی ہے. سو سے زیادہ عمر ہے لیکن ابتک اسکی نوبت آتی ہے. یہ سُنکر اُن عورتوں کی رائے بدل گئی پھر فرمایا کہ لوگ عورتوں کو بزرگوں سے تو بچاتے ہی نہیں حالانکہ بزرگوں میں زیادہ قوت ہوتی ہے. کیونکہ وہ سب باتوں سے رُکے رہتے ہیں. فاسق فاجر میں کچھ نہیں رہتا کیونکہ کچھ فسق فجور میں نکل جاتا ہے کچھ آنکھوں کی راہ سے نکل جاتا ہے کچھ خیالات کی راہ سے نکل جاتا ہے اور جو متقی ہوتے ہیں اونکا سب ذخیرہ کوٹھری ہی میں رہتا ہے. سب راہیں نکلنے کی بند رہتی ہیں اسلئے بزرگوں سے ضرور بچنا چاہئے اب یہ ہوتا ہے کہ میری لڑکی کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر دیجئے. میری بیوی کے سر پر ہاتھ رکھدیجئے. واہیات حرکت ہے. بہت ہی احتیاط چاہئے اس معاملہ میں تو کرنی بزرگوں کو بھی تو فتنوں سے بچانا چاہئے بلکہ اوروں کے زیادہ. وہ بھی تو بیچارے آخر بشر ہیں دوسرے ادراک بزرگوں کا بہت صحیح ہوجاتا ہے. آواز سے یہ استدلال کرسکتے ہیں صورت سے یہ استدلال کرسکتے ہیں

لب و لہجہ سے یہ استدلال کر سکتے ہیں۔ چال ڈھال سے یہ استدلال کر سکتے ہیں ان کے استدلالات غضب کے ہیں
بخاری کے حاشیہ میں تصریحاً لکھا ہے کہ ان شہوۃ المتقی اشد کیونکہ تقوی کا خاصہ ہے کہ ادراک صحیح ہو جاتا ہے
ابن القیم نے اس قول کی وجہ لکھی ہے کہ ان حضرات میں نور ذکر کا پھیلا ہوا رہتا ہے اور نور کا اول خاصہ
نشاط ہے اور اس امر کا نشاط پر دار و مدار ہے جب نشاط ہو گا تب ہی میلان ہو گا چونکہ بزرگوں میں نور
ذکر کا پھیلا ہوا رہتا ہے اسواسطے ہر وقت نشاط میں رہتے ہیں اسلئے میلان بھی انہیں زیادہ ہوتا ہے۔
عوام میں تو مشہور ہے کہ مولویوں کی بہت مستی ہوتی ہے۔ اسکا بھی وہی مطلب ہے گو الفاظ غیر مہذب ہیں۔
وہ مہذب لفظ ہے چونکہ عربی ہے ان شہوۃ المتقی اشد پھر عربی کے مہذب ہونے کے سلسلہ میں بطور
ظرافت فرمایا کہ وہ ایسی مہذب زبان ہے کہ بعضے تو اوسکو مفسد صلوۃ بھی نہیں سمجھتے پھر ایک حکایت بیان کی کہ ایک
قاری صاحب ساڈہورہ کے رہنے والے مجھسے بیان کرتے تھے کہ میں منیۃ المصلی پڑھنے کے زمانہ میں جماعت
میں شریک تھا۔ امام کو قعدہ میں دیر ہو گئی تو قاری صاحب کیا کہتے ہیں قم یعنی کھڑے ہو جاؤ۔ امام
صاحب اٹھ کھڑے ہوئے۔ قاری صاحب بڑے خوش کہ عربی پڑھنے سے یہ فائدہ ہوا کہ بات بھی
کہدی اور نماز بھی فاسد نہیں ہوئی۔ سلام کے بعد ان امام صاحب نے کہا کہ یہ کون تھا قم کہنے والا آپنے بڑے
فخر کے ساتھ کہا کہ میں تھا سمجھے کہ بڑی تعریف ہو گی امام صاحب نے ڈانٹا کہ بولنے سے نماز فاسد
نہیں ہو گی تو آپ کیا کہتے ہیں کہ میں بولا کہاں میں نے تو عربی میں کہا۔ تو عربی میں بولنا تو بولنا ہی نہیں
اسی طرح عربی کی گالیاں بھی کچھ زیادہ بری نہیں معلوم ہوتی ہیں فحش لفظ بھی عربی میں برے نہیں
معلوم ہوتے لیکن قرآن مجید ایسے لفظوں سے بھی پاک ہے صرف فروج کا لفظ تو آیا سو اول تو وہ صریح
نہیں اوسکے معنی ہیں شگاف کے پس اچھا ترجمہ اسکا چاک گریبان ہے جو کنایہ ہے عفت سے پس
احصنت فرجھا کا مناسب ترجمہ ہے اپنے دامن کو پاک رکھا ہے اچھی تفسیر اسکی یہی ہے ایکدفعہ مستورات
میں میں نے وعظ کہا اور آیت تلاوت کی اوسمیں جب الحافظین فروجہم پر پہونچا تو میں بڑا پریشان ہوا
کہ اسکا ترجمہ کیا کروں۔ معاذ اللہ تعالیٰ نے دلمیں ڈالا کہ اپنی آبرو کی حفاظت کرنے والے یا ناموس
کہدیا جاوے یہ اور بھی اچھا ہے۔ بعضے تو واعظوں کو دیکھا غضب کرتے ہیں صاف صاف کہہ ڈالتے ہیں
ایک ہمارے ہم سبق تھے۔ عورتوں نے اونکے وطن میں اونسے وعظ کے لئے کہا وعظ میں آپنے کہا کہ
عورتوں کو بھی ختنہ کرانی چاہیئے۔ یہ سنکر عورتیں بہت بگڑیں اور اونکو خوب گالیاں سنائیں کہ

اپنی ماں کی کرا اپنی بہن کی کرا اونہیں سمجھا چھوڑنا مشکل پڑگیا۔ یہ خبر دیوبند پہونچی میں نے کہا کہ نہیں یہ کیا شامت سوار ہوگئی تھی اونہوں نے کہا کہ اجی میں نے تو یہ سوچا کہ معمولی مسئلے مسائل کیا بیان کروں وہ تو معلوم ہی ہیں وہ مسئلہ بتلاؤں کہ کسی کو نہ معلوم ہو۔ میں نے کہا کہ بھلے مانس یہ فعل کونسا سُنّت تھا فقہا نے بھی لکھا ہے کہ یہ سُنّت نہیں ہے ہاں افضل ہے پھر ایک غیر ضروری مسئلہ کو بیان کرکے خواہ مخواہ کیوں بُرائی مول لی یہ کونسی عقلمندی تھی کہ عورتوں میں ایک ایسا مسئلہ بیان کرنے بیٹھ گئے مشہور ہے کہ یکمن علم را دہ من عقل مے باید۔ پھر اسپر ایک حکایت بیان کی کہ ایک کم عقل شہزادہ کو نجوم پڑہایا گیا۔ بادشاہ نے اوس کا امتحان لیا اور ہاتھ میں ایک نگین رکھکر پوچھا کہ ہاتھ میں کیا ہے اُس نے نجوم کے قواعد سے معلوم کیا کہ پتھر ہے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ پتھر تو ہے لیکن یہ بتلاؤ کہ پتھر کی کیا چیز ہے وہ بیوقوف کیا کہتا ہے کہ چکی کا پاٹ۔ قواعد سے تو اوسکو معلوم ہوگیا کہ کوئی پتھر کی چیز ہے اب آگے تو عقل کی ضرورت تھی کہ ایسی چیز بتلائے۔ جو ہاتھ میں آسکے۔ واقعی نرے علم سے عقل آتی نہیں کانپور میں ایک مشہور مولوی صاحب سے ایک صاحب نے جو بہت موٹے تھے اور جنکا پیٹ آگے کو بہت بڑہا ہوا تھا یہ پوچھا کہ میں موئے زیر ناف کسطرح لیا کروں کیونکہ پیٹ بڑھ جانے سے وہ موقع نظر نہیں آتا اور بدون دیکھے اندیشہ ہے اُسترہ لگ جانیکا اسپر مولوی صاحب نے بتلایا کہ بیوی سے بال اُتروالیا کرو پھر اونہوں نے مجھسے بھی سوال کیا لیکن اُن مولوی صاحب کا جواب مجھکو نہیں بتلایا تھا میں نے کہا کہ چونہ اور ہڑتال لگا کر نورہ کر لیا کرو۔ بال خود بخود جھڑ جاوینگے۔ اس جواب کو سُنکر وہ بہت خوش ہوئے پھر اونہوں نے کہا کہ اُن مولوی صاحب نے تو یہ بتلایا تھا کہ بیوی سے بال اتروالیا کرو میں سخت پریشان تھا کہ بیوی سے یہ کام کیسے لونگا اللہ تعالےٰ تمہیں جزائے خیر دے بڑی مصیبت سے مجھے نجات دی پھر فرمایا کہ واقعی بالکل سچ ہے کہ یکمن علم را دہ من عقل باید۔

۵ رمضان المبارک ۱۳۳۴ھ

(۶۲۴) بعد عصر کے سب صاحبان کو مسجد میں جمع کرکے فرمایا کہ ایک بات کی اطلاع کرنی ہے بہت روز سے جی میں تو کھٹکتا تھا لیکن اہتمام اوسکے منع کرنے کا دل میں پیدا نہیں ہوا تھا یہ بھی خیال ہوتا تھا کہ شاید کسی کے ارمان کے خلاف ہو وہ یہ ہے کہ مصافحہ کے بعد جو ہاتھ چومنے کی رسم ہے اوسکو موقوف کردینا چاہئے کیونکہ اصل سنت تو مصافحہ ہے۔ ہاتھ چومنا یا پیر چومنا گو جائز ہی لیکن

سُنت تو نہیں اگر سنت ہوتا تب تو اسکا اہتمام ضروری تھا لیکن محض ایک فعل جائز ہے جسکا مبنیٰ ہی شوق۔ یہ تمہید تھی اس سے سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ اگر شوق ہو تو مضائقہ نہیں لیکن یہ ایک وجدانی بات ہے کہ کسی وقت شوق کا غلبہ ہوتا ہے اور کسی وقت نہیں ہوتا جب غلبہ نہو تو بنا رتو صحیح نہیں محض اوسوقت تصنع ہے اور تصنع اکابر طریقت کے نزدیک بھی بُرا ہے نیز سلیم کے بھی خلاف ہے نیز ایک باریک بات بھی ہے وہ یہ کہ بعض طبائع میں ایک خاص بات ہوتی ہے اور جنمیں نہیں ہوتی وہ اوسکا اندازہ نہیں کر سکتے یعنی جنپر توحید کا غلبہ ہے اونہیں۔ یہ فعل نہایت گراں معلوم ہوتا ہے میرا ہی مذاق ہے میں جو بزرگوں کے ہاتھ چومتا ہوں تو سبب یہ ہے کہ کسی وقت تو شوق ہوتا ہے لیکن زیادہ تو یہی ہے کہ اور دیکھنے والے یوں سمجھیں گے کہ اسکو اعتقاد نہیں ہے بزرگوں کے ساتھ۔ سو بحمد اللہ اعتقاد تو اپنے بزرگوں کے ساتھ مجھکو ہی باقی سبب یہ ہے کہ جوش نہیں ہے یعنی اعتقاد تو ہوتا ہے لیکن جوش کے درجہ میں نہیں ہوتا۔ اس لئے اندازہ کر لیجئے کہ جنمیں غلبہ توحید کا ہوتا ہے اونہیں یہ فعل (یعنی ہاتھ چومنا گراں گذرتا ہے مگر اسوجہ سے کہ لوگ بے اعتقاد یا ضعیف اعتقاد کا گمان نکریں وہ بھی اسکو کرتے ہیں اور تصنع میں مبتلا ہوتے ہیں جب ایسے مذاق کے لوگ بھی موجود ہیں تو اونکی رعایت سے بھی اس رسم کو موقوف کرنا چاہئے کیونکہ اسکا تو شوق ہوا اور دوسرے کو تصنع میں مبتلا کیا تیسری بات اور بھی ہے۔ وہ شاید اس سے بھی زیادہ دقیق ہو یا اسکے قریب ہو وہ یہ کہ جسکے ہاتھ چومے جاتے ہیں اوسکا بھی اسمیں ضرر ہے حدیث میں ہے کہ مدح مت کرو ایک شخص نے دوسرے کی مدح کی تھی آپنے فرمایا ویلک قطعت عنق اخیک۔ ارے بھلے مانس تو نے اپنے بھائی کی گردن ہی کاٹ دی اب دیکھو کہ علت اس ممانعت مدح کی کیا یہی ہے کہ اس سے عجب و ناز پیدا ہوتا ہے تو میں یہ دیکھتا ہوں کہ وہی اثر اس فعل میں ہے۔ خواہ مخواہ یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم بڑے ہیں جبھی تو ہمارے ساتھ ایسا برتاؤ ہوتا ہے اور جسطرح مدح کے اس اثر کے سبب ممانعت ہے لیکن کبھی بعارض مصلحت جائز ہو جاتی ہے اسی طرح ہاتھ چومنا ہے کہ اس اثر کے سبب اسکی بھی ممانعت ہونا چاہئے۔ البتہ کسی عارض مصلحت کی وجہ سے اجازت ہو جاویگی غرض اس فعل میں دونوں کا ضرر ہے اسواسطے اسکو موقوف کر دینا چاہئے ایک اور بات ہے جو اسوقت بھی پیش آئی ہے اور پہلے بھی پیش آتی رہی ہے وہ یہ کہ اگر دونوں کھڑے ہوں وہاں تو محض تقبیل ہے ورنہ ایک کو جھکنا پڑتا ہے ابھی ایک صاحب ہاتھ چومے تھے میں تو بیٹھا تھا وہ کھڑے تھے بالکل رکوع کی سی صورت ہو گئی تھی یہ اور بھی گراں ہوتا ہے ایسی صورت رکوع کی بنانا

فی نفسہ تو جائز نہیں ہے انحناء سے حدیث میں ممانعت آئی ہے قلنا یا رسول اللہ اینحنی بعضنا لبعض قال لا ینحنی صحابہؓ نے عرض کیا کہ ہم لوگ ملنے کیوقت آپسمیں جھک بھی جایا کریں فرمایا لا ینحنی جھکو نہیں اور یہ امر تشبہ بانحناء ہے۔ گو انحناء فی نفسہ اس ممانعت میں داخل نہیں کیونکہ اس قصد سے نہیں لیکن صورت میں اوسکے مشابہ تو ہے۔ غرض انحناء تو ہے۔ گو لازم ہی کے درجہ میں سہی۔ ملتزم کے درجہ میں نہ سہی۔ سو بدون ضرورت کے کیوں ایسی صورت بنائی۔ اور ضرورت اسکی ہے نہیں کیونکہ اسمیں کوئی فضیلت نہیں ثواب کا وعدہ نہیں۔ اسکی مقصودیت کتاب و سنت میں نہیں۔ اسلئے میں دوستوں کا احسان مند ہونگا اگر اسکو چھوڑ دینگے اسکے علاوہ اسمیں اور بھی بات ہے جو میرے مذاق کے خاص طور سے خلاف ہے وہ یہ کہ اسمیں بڑی دیر لگتی ہے۔ اول مصافحہ کیا پھر چوما پھر اس آنکھ سے لگایا پھر اُس آنکھ سے لگایا ایک آدمی کا اچھا خاصہ قرنطینہ ہو گیا کئی سکنڈ کیلئے۔ اکثر اوقات کام کرتا ہوا ہوتا ہوں یہاں تو کام پڑا ہوا ہے وہاں سارے آداب ادا ہو رہے ہیں۔ بڑی طبیعت گھبراتی ہے کہ یا اللہ کس مصیبت میں مُبتلا ہو گیا کبھی چھوڑیگا بھی اسوجہ سے اسمیں ہر طرح گرانی ہی گرانی ہے کسی قسم کی محمودیت نہیں البتہ مصافحہ یہ سلام ہی یہ بیشک مسنون ہے۔ جو صاحب اسوقت موجود ہیں وہ اسکا خیال رکھیں اور جو نہوں وہ جس جس سے ملتے جائیں اطلاع کر دیا کریں ورنہ اگر یاد رہا تو میں تو اطلاع کر ہی دیا کرونگا لیکن اچھا ہے اور احباب بھی ملنے والوں سے اطلاع کر دینے کا خیال رکھیں میرا کام ہلکا ہو جاوے گا۔ بس دہابیوں کا سا سلام اچھا معلوم ہوتا ہے کہ مصافحہ کیا اور علٰحدہ ہو گئے وہ الگ کھڑا ہو گیا وہ الگ۔ کہاں کا چومنا اور کہاں کا چاٹنا۔ ہمارے شروع زمانہ میں اپنے مجمع میں یہ نہ تھا مثلاً حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب حضرت مولانا گنگوہی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب۔ البتہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں ہر قسم کے لوگ آتے جاتے تھے لیکن ان حضرات موصوفین سابق کے پاس آنیجانے والے تو زیادہ تر اپنے ہی ہمخیال ہوتے تھے اونمیں ہمنے اوسوقت یہ رسم نہیں دیکھی اوسوقت کے جو محبین تھے وہ لوگ دراصل جان دینے والے تھے اونہوں نے کبھی یہ نہیں کیا بعد کے محبین ہیں بھلا وہ جاں نثاری کہاں اس لئے ایسے ضمیمونکی حاجت ہوئی جو غالباً پورب یا پنجاب والوں سے سیکھا ہے۔ اور صاحب بات یہ ہے کہ جسمیں اصل نہو گی نقل سے وہی پوت پورا کریگا ؎

نباشد اہل باطن درپے آرائش ظاہر
بہ نقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را

جو اصل نفع بزرگوں سے پہونچتا ہے اگر وہ حاصل ہو جائے تو خدا کی قسم اُس نفع کی بدولت جو محبت ہو گی اوسکے سامنے یہ نقلیں ہیں محض نقالی ہے اسکی کچھ بھی حقیقت نہیں اور اگر وہ نفع نہوا تو کچھ بھی نہیں محبت ہی نہیں (وہ ایکبار اسی مضمون کو اسطرح فرمایا تھا کہ جو شخص کام کر رہا ہے وہ تو اپنے اندر اپنے شیخ کی ہزاروں کرامات ہر لحظہ مشاہدہ کرتا ہے اوسکو کسی ظاہری کرامت کی حاجت نہیں رہتی پھر اس شعر کے سلسلہ میں ؎

نباشد اہل باطن در پئے آرائش ظاہر
بہ نقاش احتیاجے نیست دیوار گلستاں را

فرمایا بعض جگہ دولہا کو دیکھا کرتے ہیں اگر وہ خوبصورت ہوا تو اوسے بننے سنورنے کی کچھ فکر نہیں ہوتی جس ہیئت میں ہے اوسی ہیئت سے دیکھلو ورنہ بنتے سنورتے ہیں جوڑا بدلو. مانگ پٹی بھی کر لو. میں نام تو لیتا نہیں گنگوہ میں ایک صاحب نے ایک جگہ پیغام نکاح کا دیا. نکاح سے قبل لڑکی والوں نے اونہیں دیکھنا چاہا وہ وہاں بزرگ بنکر تشریف لیگئے. کاش نہ بنتے تو اچھا ہوتا کرتہ صدری پہنکر گئے اوپر سے عبا عمامہ پہنا. بالکل اُول جلول شکل ہو گئی سادگی میں اور ہی بات ہوتی ہے یہ کیا ضرورت ہے کہ سارا ہی ہاتھی رنگا جاوے سُونڈ بھی ہاتھ پاؤں بھی. وہ لڑکی تو خیر کنواری تھی وہ کیا دیکھتی خود اُس نے تو نہیں دیکھا لیکن ساتھیوں نے کہا کیا کہ جب وہ بزرگ جلوہ افروز ہو کر چلے گئے تب وہیں سے ایک نے اونکی شکل بنائی جانے کہاں سے چوغہ روئیدار لے آئیں عمامہ بھی غرض ایک لمبی سی لڑکی ویسی شکل بنا کر سامنے آئی وہ لڑکی منکوحہ ہونیکے بعد عورتوں سے خود بیان کرتی تھی کہ خدا کی قسم اُس جلسہ کو دیکھکر میرے دلمیں اوسی وقت سے نفرت ہو گئی جب نقل کی یہ کیفیت ہے تو اصل کی کیا حالت ہو گی پھر نکاح بھی ہوا لیکن موافقت نہ ہوئی یہانتک کہ طلاق کی نوبت آئی - اب وہ دونوں زندہ ہیں لیکن وہ عورت مطلقہ ہو گئی پھر اوسنے دوسرا نکاح کیا لیکن وہاں سے بیوہ ہو گئی مگر یہ قصہ ہو چکا ہے. تو یہ سمجھے جناب تصنع یہ اسباب ہوتی ہے اور اصلی حسن میں تو ہر حال میں اچھا ہی معلوم ہوتا ہے اوسکا تو یہ حال ہوتا ہے ؎

چلی شوخی نہ کچھ باد صبا کی
بگڑنے میں بھی زلف اوس کی بنا کی

اگر وہ بگڑتا بھی ہے تو اوسمیں ایک درشان دلربائی کی پیدا ہو جاتی ہے. اور واقعی وہ بگڑنے میں بھی اچھا معلوم ہوتا ہے میں نے حسینوں کو دیکھا ہے کہ وہ جھنجھلائے ہوئے اور مُنہ چڑھائے ہوں تو وہ ایسے اچھے معلوم ہوتے ہیں کہ بس فدا ہو جائیں احقر نے عرض کیا کہ حضور جب کسی پر غصہ ہوتے ہیں تو مجھے

بڑا لطف آتا ہے اور یہ شعر یاد آجاتا ہے ؎

اونکو آتا ہے پیار پر غصہ ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے

ہنسکر فرمایا کہ یہ خوب ہے کہ اوروں میں تو بےلطفی اور آپکا لطف ہو پھر فرمایا کہ مولانا محمدؒ یعقوب صاحب جب کسی کو ڈانٹتے تھے تو ایسی ایسی مزے کی باتیں غصہ میں فرماتے جاتے تھے کہ دیکھنے والوں کو بے اختیار ہنسی آتی تھی. کوئی طالب علم اگر کہتا کہ اللہ کیواسطے نہ ماریئے تو فرماتے کہ ہاں اللہ ہی کے واسطے مارتا ہوں ایسے مفسدوں کو سزا دینے کے لئے اللہ ہی نے حکم دیا ہے وہ کہتا کہ رسولؐ کے واسطے نہ ماریئے. فرماتے ہاں رسولؐ ہی کے واسطے مارتا ہوں. اونہیں نے فرمایا ہے کہ ایسے مفسدوں کو سزا دو. غرض یہ کہ اسقدر ہنسی کی باتیں فرماتے تھے کہ بہت ہی ہنسی آتی تھی. بڑے ذکی تھے ہر بات کا ایسا جواب دیدیتے تھے. اور میں جو بچوں کو زیادہ چھیڑتا ہوں تو اوسکی یہی وجہ ہے کہ اونکی ادائیں غصہ کی وہ اچھی معلوم ہوتی ہیں ایکدفعہ توبہ بھی کرلی تھی کہ اب نہ چھیڑا کرونگا کیونکہ اون کو تکلیف ہوتی ہے لیکن پھر توبہ ٹوٹ گئی. اگر بچہ نچلا بیٹھا رہے تو اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ ذرا ناک چڑھی رہے منہ چڑھا رہے کچھ زبان سے بھی کہدے یہ اچھا معلوم ہوتا ہے. ایکدفعہ شبیر علی بچہ ساتھا میں اوسے چھیڑ رہا تھا وہ اپنی ماں سے کیا کہتا ہے کہ دیکھو تائے ابا دنگا کر رہے ہیں اونہوں نے کہا کہ ہاں ان کی عمر دنگا ہی کرنے کی رہگئی ہے. مفتی جی کے لڑکے میاں نوار کو جو چھیڑا تو آپ کہتے ہیں اللہ مارا. اللہ مارا لڑکی کے منہ سے ایسا اچھا نہ لگتا جتنا اوسکے منہ سے اچھا لگا. میں نے لڑکوں کے چھیڑنیکی نسبت یہ سمجھ رکھا ہے کہ کبھی تو اونکو واقعی تکلیف ہوتی ہے تو ایسا چھیڑنا تو جائز نہیں اور کبھی تکلیف نہیں ہوتی مگر وہ ناز سے تکلیف ظاہر کرتے ہیں اسمیں گنجائش معلوم ہوتی ہے واللہ اعلم. پھر ہنسکر اپنی اس تاویل کیمتعلق فرمایا کہ ہمارے ماموں صاحب فرمایا کرتے تھے کہ نفس سب کا مولوی ہے کیا معنی کہ تاویلیں سب کا نفس ایسی سوچتا ہے جیسی مولوی سوچتے ہیں.

۶ رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۴ھ

(۶۲۵) ایک پیرزادے صاحب بدعتی مشائخ کا ذکر کر رہے تھے. فرمایا کہ ایک اور آفت ہو رہی ہے مشائخ میں کہ اکثر عامل ہیں اور سمجھا جاتا ہے صاحب نسبت اونکو مشائخ آجکل عامل ہیں زیادہ.

(۶۲۶) ایک شخص نے آکر مسئلہ پوچھا کہ گنکھجورہ کنوئیں میں مرگیا. فرمایا کہ کنواں ناپاک نہیں ہوا.

استفسار پر فرمایا کہ گنکھجورہ چاہے مر کر گل سڑ بھی جاوے اور ریزہ ریزہ ہوجاوے لیکن کنواں ناپاک نہیں ہوتا گو پانی پینا جائز نہیں جب تک اتنا پانی نہ نکلا جاوے کہ غالب گمان ہوجاوے کہ اب اوس کے ریزے نکل گئے ہوں۔

(۶۲۷) اس سال برابر کام زیادہ رہنے کے سبب حضرت کو خستگی بہت ہوگئی ہے اسلئے اب کے رمضان میں نہ تراویح میں حسب معمول کلام مجید سُناتے ہیں نہ وعظ فرماتے ہیں۔ علاوہ خستگی کے یہ بھی فرمایا کہ ان امور کی وجہ سے مجمع رمضان میں بہت ہوجاتا تھا اور مجمع کی وجہ سے طبیعت پریشان ہوتی ہے اس مصلحت سے بھی ان امور کو ترک کر دیا ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اچھا ہے امتحان ہوجاویگا اب وہی یہاں رہیگا جسکو میری ذات سے محبت ہے کیونکہ ابکے رمضان میں نہ وعظ ہے نہ کلام مجید ہے نہ ذکر شغل کی تعلیم ہے رمضان کے چاروں جمعوں کے لئے ایک ایک صاحب کو وعظ کہنے کیلئے حضرت نے حسب رضامندی تجویز فرما دیا ہے احقر کے لئے یہ تجویز ہوا ہے کہ ایک جمعہ کو حضرت کے مواعظ ہفت اختر سے منتخب شدہ مضامین پڑھکر سُنا دے۔ یہ مجموعہ بارسال کے رمضان شریف کے وعظوں کا ہے جنمیں اعمال رمضان و عیدین کی ارواح کا بیان ہے احقر سے حضرت نے دریافت فرمایا کہ آپ کونسا جمعہ لینگے احقر نے مصلحتیں اور وجہیں بیان کر کے ایک جمعہ کی تعیین کی۔ فرمایا کہ وجہیں نہ بیان کیجئے۔ خود ہی سوچکر جو قطعی رائے ہوا دسے ظاہر کر دیجئے۔ کیونکہ وجہوں کے بیان کرنے میں خرابی ہے وہ یہ کہ اگر مخاطب نے وجہ سُنکر سکوت کیا تو آپ سمجھیں گے کہ یہ بھی ان مصلحتوں اور وجہوں میں متفق ہے پھر اگر کوئی خرابی نکلی تو آپ کو وسوسہ ہو گا کہ انہوں نے اس خرابی پر اطلاع نہ دی احقر نے عرض کیا کہ میں مشورہ بھی تو لے سکتا ہوں۔ تو اسکو مشورہ ہی سمجھئے۔ فرمایا کہ ہر مضمون کی ادا کا ایک خاص عنوان ہوتا ہے یہ مشورہ کا طرز نہیں ہے کہ چونکہ یہ یہ مصلحتیں ہیں اسلئے میں فلاں جمعہ اپنے لئے تجویز کرتا ہوں۔ اگر آپکو مشورہ ہی لینا ہے تو یہ کہنا چاہئے کہ میں ابھی جواب نہیں دیسکتا کیونکہ مجھے مشورہ لینا ہے پھر چاہے دوسرا مشورہ دے یا نہ دے چنانچہ احقر نے عرض کیا کہ مشورہ کے بعد جواب دونگا پھر حضرت سے مشورہ طلب کیا فرمایا کہ میں مشورہ نہیں دیتا تب احقر نے بلا کسی وجہ وغیرہ کے بیان کرنیکے عرض کر دیا کہ میں فلاں جمعہ اپنے واسطے لیتا ہوں اوسکو پسند کیا حضرت کے یہاں جو بات ہے طریقہ سے ہے۔ طبیعت فطرۃً ایسی باقاعدہ اور سُلجھی ہوئی حقتعالیٰ نے عطا فرمائی ہے کہ ذرا بھی کوئی بے قاعدہ بات ہوتی ہے تو فوراً کھٹک جاتی ہے۔ (باقی آئندہ رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ)

کوئی بے موقعہ یا بے طریقہ بات نہیں ہونے پاتی۔ وعظوں کے متعلق یہ بھی فرمایا کہ پارسال کے رمضان کے وعظ اب اس رمضان کے قریب آکر چھپے ہیں اور میں نے حال میں نظر ثانی کی ہے اس لئے اور بھی اس رمضان میں وعظ کہنے کے لئے نئے مضامین کی گنجائش ذہن میں نہیں رہی پارسال ہی رمضان کے قریب چھپ جاتے تو ابکی بار پھر نئے مضامین ذہن میں آسکتے تھے۔

(۶۲۸) ایک مدرسہ سے اشتہار اوقات افطار وغیرہ کی بڑی تعداد میں حضرت کے یہاں بھیجدیئے گئے ہیں۔ فرمایا کہ میرے پاس کیوں بھیجدیئے ہیں میں کیا کروں پھر فرمایا کہ غالباً اس خیال سے بھیجدیئے ہونگے کہ رسالہ الامداد میں رکھ رکھ کر بھجوادیئے جائینگے حالانکہ میرا اس رسالہ سے کچھ بھی تعلق نہیں پھر فرمایا کہ مجھکو بہت لوگ اس رسالہ کا مالک اور ادسمیں پورا دخیل سمجھتے ہیں پھر فرمایا کہ جیسے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا اضطراری نہ تھا یہ نہ تھا کہ حضورؐ کیلئے اسباب ہی بند کردیئے گئے ہوں بلکہ حضورؐ سے دریافت کیا گیا تھا کہ اگر چاہیں تو احد پہاڑ سونا بنا دیا جاوے لیکن خود حضور ہی نے اسکو پسند نہیں فرمایا اسی طرح سے میرا عجز معاملات اور یکسوئی تعلقات سے اختیاری ہے اضطراری نہیں یعنی اوروں نے منع یا مجبور نہیں کیا میں نے خود اپنے آپکو روک رکھا ہے۔ اس طرز میں مصلحت بہت ہے۔

(۶۲۹) ایک خط میں کسی نے حضرت کو یہ لکھا کہ آپکو تو میرے دل کی غیب کی سب کچھ خبر ہے اس کو پڑھکر فرمایا کہ یہاں تو اس بات کا دعویٰ ہے کہ حضورؐ بھی عالم الغیب نہیں اور وہ مجھے عالم الغیب بنا رہا ہے اللہ بچاوے جہل سے۔ پھر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کے پاس ایک خط آیا جسمیں حضرت کو لکھا تھا رب المشرقین ورب المغربین۔ کسی شخص سے وہ خط پڑھا نہیں گیا مارے ہنسی کے برا حال ہو ہوجاتا تھا لیکن حضرت ایسے متین تھے کہ ذرا ہنسی نہیں آئی دو تین دفعہ یہ تو فرمایا کہ توبہ جہل بھی کیا بری چیز ہے پھر ہمارے حضرت نے جو دیکھا تو اس خط میں جواب کے لئے ٹکٹ نہیں تھا یعنے اس خط میں جسکا ذکر شروع ملفوظ میں ہے، فرمایا کہ یہ تو اسنے میرے ساتھ احسان کیا کہ ٹکٹ نہیں بھیجا نہیں تو جواب لازم ہوجاتا وہ خط تھا بھی بہت بڑا۔ فرمایا کہ ایسے شخص کو تو آجانا اچھا ہے بجائے خط لکھنے کے پھر یکایک معلوم ہوا کہ ٹکٹ بھی جواب کے لئے موجود ہے فرمایا کہ میں تو سمجھا تھا ٹکٹ نہیں ہے یہ تو علت لگ گئی جواب کی۔

(۶۳۰) ایک نووارد صاحب بعد مغرب جبکہ حضرت وظیفہ میں مشغول تھے پاس جاکر بیٹھ گئے حضرت نے فرمایا کہ ہمیشہ یاد رکھو پڑھتے ہوئے آدمی کے پاس کبھی نہیں بیٹھنا چاہئے۔ تمہارے آبیٹھنے سے میں پڑھتے پڑھتے بھول گیا۔ دوسرے کا دھیان بٹ جاتا ہے اسکا خیال رکھو۔

۸ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ

(۶۳۱) فرمایا کہ آجکل لوگ منکوحہ عورتوں میں حسن وجمال کو دیکھتے ہیں حالانکہ راحت اور فتنوں سے حفاظت آجکل اسی میں ہے کہ بیوی زیادہ حسین وجمیل حسن وجمال کی کمی قدرتی وقایہ ہے۔ عرض کرنے پر فرمایا کہ گو حسن وجمال خدا تعالیٰ کی نعمت ہے لیکن آجکل اسمیں احتمال فتنہ غالب ہے۔

(۶۳۲) اپنے ایک عزیز لڑکے کے اوصاف شجاعت سخاوت حمیت ہمدردی وغیرہ کا ذکر فرمایا کہ بچپن سے اومیں یہ صفات اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ پھر استفسار پر فرمایا کہ صفات اکثر فطری ہوتے ہیں۔ مکتسب بہت کم ہوتے ہیں۔ البتہ بہت مجاہدوں سے یا اسباب قویہ سے اوصاف بدل بھی جاتے ہیں اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ گمان یہ ہوتا ہے کہ اسمیں یہ صفت نہیں ہے حالانکہ اوسکے اندر وہ صفت موجود ہوتی ہے اوسکا ظہور کسی خاص سبب کے بعد ہو جاتا ہے پھر فرمایا کہ لیکن تقدیر نہیں بدلتی۔ عرض کیا گیا کہ بعضی تقدیر معلق بھی تو ہوتی ہے اور دعا سے بدل جاتی ہے۔ فرمایا کہ معلق اور مبرم محض تقسیم ظاہری ہے۔ ورنہ دراصل تقدیر مبرم ہی ہوتی ہے کیونکہ تقدیر کہتے ہیں حق تعالیٰ کی تجویز کو۔ اگر کوئی تقدیر معلق ہو دعا پر اور دعا سے اوسکا وقوع ہو گیا تو اوسکے یہ معنی ہیں کہ تقدیر میں بھی تھا کہ دعا بھی ہوگی اور اس سے بلا جاتی رہیگی۔ یا مثلاً تقدیر میں یہ ہو کہ دوا کریگا تو اچھا ہوگا۔ لیکن یہ واقعہ کہ کریگا یا نہیں۔ یہ تو مبرم ہی ہے لہذا تقدیر دراصل مبرم ہی ہوتی ہے تقدیر تو خدا کی تجویز کو کہتے ہیں وہ بدل ہی نہیں سکتی جو کچھ واقع ہوا بعد وقوع معلوم ہوگا کہ خدا کی یہی تجویز تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ تقدیر کا مسئلہ بالکل عقل کی موافق ہے جنکو اسکی حقیقت معلوم ہے اونہیں اسمیں کبھی کوئی احتمال عقل کے خلاف ہونے کا نہیں ہوتا۔

(۶۳۳) ایسے وقت میں کہ چند دسترخوان ہدیۃً آچکے تھے ایک صاحب نے پھر دسترخوان ہی کا ہدیۃً پیش کیا۔ عذر کرنے کے بعد اصرار پر قبول فرمالیا۔ عرض کیا گیا کہ اس سے بہتر تو یہ تھا کہ اسکو بیچکر اسکی قیمت ہدیہ میں دیدیتے۔ وہ صاحب دسترخوانوں کی تجارت بھی کرتے ہیں فرمایا کہ ع ہرچہ از دست میرسد نیکوست

خدا تعالیٰ بھجواتے ہیں۔ اسمیں مصلحت ہے پھر فرمایا کہ صلحاء کی طرف سے ہدیہ آنا علامت ہے مہدی الیہ شخص کے مردود نہونیکی۔ بڑی بات تو یہ ہے۔ ایک بزرگ جو ذرا آزاد تھے انہوں نے مجھسے یہ لفظ کہے تھے کہ ہدایا ہر شخص کے پاس نہیں آتے بلکہ سرکاری آدمی ہی کے پاس آتے ہیں۔ ہدیہ آنا اسکی علامت ہے کہ وہ شخص سرکاری آدمی ہے۔

(۶۳۴) ایک شیشہ کا ابریق یعنی تاملوٹ حضرت کے پاس ہے فرمایا کہ یہ ایک ہندو کے کارخانہ کا ہے مجھے صنعتوں کے دیکھنے کا شوق ہے ایک مقام بریہ ڈنگر کہ یہاں شیشہ کا کارخانہ ہے میں ادھر دیکھنے گیا تھا اوسکے منیجر نے زبردستی یہ میرے ساتھ کر دیا۔ مجھے شرم بھی آئی کہ ہندو کو اسکی عوض میں میں کیا نفع پہونچا سکتا ہوں۔ عرض کیا گیا کہ حضور تو فرمایا کرتے ہیں کہ جو میرا مخالف ہو اور میرے مشرب سے کبھی طرح واقف ہو اور پھر بھی مجھے کچھ ہدیہ دے تو میں نہایت خوشی سے لے لیتا ہوں۔ فرمایا کہ یہ بھی تو میں نے خوشی ہی سے لے لیا تھا اور اسکا تو یہ مطلب ہے کہ ایسے ہدیہ میں عدم خلوص کا احتمال نہیں ہوتا مگر مجھے یہ تو شرم آتی ہے کہ میں ہندو کو کیا نفع پہونچا سکتا ہوں بخلاف مخالف مسلمان کے کہ اوس کو کچھ تو نفع پہونچا سکتا ہوں۔

(۶۳۵) ایک صاحب نے حضرت کو کچھ روپیہ حوالہ کئے۔ فرمایا کہ چاہے کیسے ہی معتمد شخص سے روپیہ لیں گنے کو ضرور جی چاہتا ہے روپیہ تو روپیہ پیسے بھی اگر کوئی دے تو وہ نہیں بھی بغیر گنے رکھنے کو جی گوارا نہیں کرتا۔ پھر فرمایا کہ یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید انسے گننے میں غلطی ہو گئی ہو۔ پھر فرمایا کہ گنتے میں یہ نیت کر لیا کرے کہ کہیں دوسرے کا میرے پاس زیادہ نہ آگیا۔ عرض کیا گیا کہ نیت کیا اختیاری ہے ہنسکر فرمایا کہ آپنے بھی غضب کیا نیت اختیاری نہیں تو کیا غیر اختیاری ہے عرض کیا گیا کہ جب گنے میں نیت تو یہ ہے کہ کہیں کم نہوں پھر یہ نیت کیسے کرے کہ کہیں زیادہ نہ آگئے ہوں فرمایا کہ نیت تو فعل اختیاری ہے اگر نماز کو جی نہ چاہتا ہو تو کیا نیت باندھکر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح یہ نیت بھی کر سکتا ہے پھر فرمایا کہ یہ بات باریک ہے اور قابل ضبط کرنیکے ہے۔

(۶۳۶) استجازۃً عرض کیا گیا کہ حضرت حاجی صاحب کے حجرہ میں بغرض برکت حاصل کرنیکے کبھی کبھی ذکر کرنے بیٹھجاتا ہوں فرمایا کہ کیا مضائقہ ہے پھر یہ شعر فرمایا ؎

درمنزلے کہ جاناں روزے رسیدہ باشد باخاک آستانش داریم مرحبائی

فرمایا کہ یہ شعر بزرگوں کی جگہ کے متعلق بہت اچھا ہے حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے جائے بزرگاں بجائے بزرگاں۔ احقر نے عرض کیا کہ حضور ہمیں کبھی نہیں بیٹھتے فرمایا کہ مجھپر توحید کا بہت غلبہ ہے اس لئے ایسے امور کی طرف مجھے التفات نہیں مجھے عقیدت تو بیحد ہے بزرگوں کے ساتھ لیکن جوش کے درجہ میں نہیں عرض کیا گیا کہ حضور کو عقیدت عقلی ہے طبعی نہیں فرمایا کہ جی نہیں عقیدت طبعی ہے کیونکہ مجھ میں مادہ الفت کا بہت ہے عرض کیا گیا کہ عقیدت طبعی میں تو جوش لازمی ہے فرمایا کہ تاثر تو ہے جوش نہیں ہے۔ اسی طرح بزرگوں کے تبرکات کیساتھ مجھکو شغف نہیں۔ مثلاً کورتہ وغیرہ۔ یہ خیال ہوتا ہے کہ اسمیں کیا رکھا ہے اصل چیز تو بزرگوں کا اتباع ہے گو برکت کا میں نے خود مشاہدہ بھی کیا ہے لیکن اہتمام جسکو کہتے ہیں وہ قلب میں نہیں ویسے برکت کا معتقد ہوں لیکن قلب اسکو لیتا نہیں سمجھتا ہوں کہ ہاں ایک برکت کی چیز ہے پھر فرمایا کہ بس میرے قلب میں تبرکات کا وہی درجہ ہے عملاً بھی جو شریعت میں انکا درجہ ہے۔

(۶۳۷) ایک صاحب نے اپنے حالات لکھکر پیش کئے تھے حضرت نے جواب لکھکر وہ پرچہ اون کے حجرہ میں ڈالدیا جب انہوں نے آکر اس خط کو پڑھا تو گریہ طاری ہو گیا۔ احقر اور ایک اور صاحب اونکے حجرہ کے قریب تک پہونچکر رک گئے حضرت نے فرمایا کہ اسوقت یہاں سے ہٹ جانا چاہئے ورنہ حالتمیں فرق آجاویگا۔ اسی طرح ایکبار احقر کے ایک دوست کو حضرت نے اونکی شکایت پر کہ ذکر جاری ہے لیکن فرحت پیدا نہیں ہوتی یہ جواب تحریر فرمایا کہ رحمت تو ہے جو بہری کر رہی ہے۔ فرحت تو خود اسکی ایک لونڈی ہے وہ بھی اپنی باری میں حاضر ہو جاویگی خط پہونچتے ہی اونپر بببرکت ارشاد حضرت اسقدر فرحت کا غلبہ ہوا کہ اونہوں نے لکھا کہ لونڈی صاحبہ بھی تشریف لے آئیں جسوقت سے خط پہونچا ہے سرور کی یہ کیفیت ہے کہ ہر وقت بے اختیار مسکراہٹ لبوں پر رہتی ہے۔ احقر کو لکھا کہ اسوقت خط لکھتا جاتا ہوں اور بے اختیار مسکراتا جاتا ہوں۔ چونکہ احقر کو خیال تھا کہ یہ حالت یکساں نہیں رہتی اسلئے بعد مبارکباد کے احتیاطاً یہ بھی لکھدیا کہ یہ حالت مقصود نہیں تاکہ اسکے مفقود ہونے پر انکو زیادہ پریشانی نہو اور یہ شعر بھی لکھدیا ؎

باغ سبز عشق بے کہ منتہاست ۔۔۔۔ جز غم و شادی درد بس میوہ ہاست

حضرت کو میرے اس جواب کی اطلاع ہوئی تو فرمایا کہ آپکو یہ نہ لکھنا چاہئے تھا کیونکہ اس سے حالت میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے بلکہ ایسی بات لکھنی چاہئے کہ جس سے اس حالت میں اور ترقی ہو پھر فرمایا کہ ہر حالت کے مناسب جدا نسخہ ہوتا ہے یہ شعر اونکی حالت کے مناسب نہ تھا جب یہ حالت فرو ہو جاتی

اوسوقت کے مناسب یہ شعر تھا۔ پھر فرمایا کہ تربیت کے لئے بڑے سلیقہ کی ضرورت ہے بہت مشکل کام ہے ہر شخص نہیں سمجھ سکتا۔ آپ احوالِ باطنی کے متعلق کسی کو کچھ نہ لکھا کیجئے۔ بس معمولی باتیں خیریت وغیرہ کی لکھا کریں۔

(۶۳۸) فرمایا کہ تربیت السالک کے مضمون کی بابت جو القاسم میں نکلتا تھا ایک صاحب نے مجھے لکھا کہ آپ براہ مہربانی اس خشک مضمون سے معاف رکھیں کوئی ایسا مضمون لکھا کریں جیسا کہ مولوی حبیب الرحمن صاحب لکھ رہے ہیں کہ اسلام دنیا میں کیونکر پھیلا۔ کوئی تاریخی مضمون ہونا چاہیئے پھر فرمایا کہ جُعل یعنی گوہ کے کیڑے کے نزدیک تو تمام حلوائیوں کی دوکانیں بالکل فضول ہیں اوسکے نزدیک تو سارے کھانوں کا مخزن پاخانہ ہے۔ تو کیا اوسکی رائے کے موافق سب حلوائیوں کو اپنی دوکانیں بند کر دینی چاہئیں۔ عرض کیا گیا کہ تعجب ہے ایسے نافع اور نفیس مضمون کو خشک قرار دیا۔ فرمایا کہ نافع اور نفیس تو اونہیں کیلئے ہے جو کام کر رہے ہوں۔ اسی طرح انقلاب امت کے مضمون کی بابت فرمایا کہ عام دلچسپی کا نہیں اور آجکل رسالوں میں عام دلچسپی ہی کی رعایت رکھی جاتی ہے۔ چنانچہ یہ دونوں مضامین اب روانہ نہیں کئے جاتے اور میں بلا درخواست مضمون نہیں دیتا یہی بات میں نے القاسم والوں کو لکھدی تھی کہ جب کسی مضمون کی ضرورت ہوا کرے لکھ بھیجا کریں۔ میں از خود نہ بھیجونگا۔ یہ میں اس لئے کرتا ہوں کہ یہ نہ ہو کہ محض میری خاطر سے اپنی مصلحت کے خلاف کسی خاص مضمون کو کوئی چھاپتا رہے میں اسپر اکتفا نہیں کرتا کہ کسی مسلسل مضمون کی درخواست ایکمرتبہ کر دے پھر یہاں سے میں بھیجتا ہی رہوں نہیں بلکہ میں نے یہ کہہ رکھا ہے کہ مسلسل مضمون میں بھی ہر بار جب ضرورت ہو نئی درخواست کر کے مضمون طلب کرینگے تب بھیجا کرونگا اسمیں اونہیں ہر بار موقعہ ملتا ہے کہ جب چاہیں بند کر دیں چنانچہ تربیت السالک کو میں نے القاسم سے بند کر دیا اور انقلاب کے مضامین بھی بہت دن سے نہیں مانگے گئے۔ اور بڑی بات یہ ہے کہ مجھے واللہ فرصت اتنی کہاں کہ خود لکھ لکھکر بھیجا کروں۔ اسی واسطے میں نے القاسم الرشید کے لئے ترجمہ عوارف کا شروع کیا ہے۔ یہ مجھے بہت آسان ہے اوٹھا کر ترجمہ لکھکر بھیجدیا۔ انقلاب میں بہت سوچنا پڑتا تھا کیونکہ یہ غلطیاں کہیں مدون تو ہیں نہیں خود ہی سوچ سوچ کر نکالتا تھا اب مجھے راحت ہوگئی پھر اس مضمون سے لوگوں کی ناک بھوں بھی چڑھتی تھی کیونکہ میں جب غلطیاں نکالنے پر آتا ہوں تو پھر کسی کو چھوڑتا نہیں۔ امراء غرباء علماء مشائخ سب کی ہی خدمت کرتا ہوں۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ بعضوں کو

ناگوار ہوتا تھا۔ ارادہ تھا کہ انقلاب کا مضمون سب ابواب پر لکھوں لیکن صرف کتاب النکاح کے شروع تک پہونچا ہوں ایک مولوی صاحب مدعی اجتہاد کی غلطی انقلاب میں ایک لطیف عنوان سے لکھی تھی۔ اونہوں نے برا مانکر اعتراض لکھا حالانکہ وہ خود مجھکو اور مولانا گنگوہی کو تصریحاً ایک مسئلہ میں صاف طور پر برا بھلا خود لکھ چکے تھے ہم لوگوں پر طعن بھی کیا تھا مسخرہ پن بھی کیا تھا۔ میں نے تو تہذیب کے ساتھ لکھا تھا۔ ارادہ تو ہوا کہ اونکے صریح طعن اور مسخرہ پن کو یاد دلاکر اون کے خط کا جواب دیتا کہ اوسے یاد کرو لیکن میں نے ایسے بے انصاف سے خطاب ہی مناسب نہیں سمجھا کیونکہ تو جناب عالم بے عمل کو جاہل ہی سمجھتا ہوں۔ جو عالم اپنے علم پر عمل نہ کرے۔ اور محب دنیا ہو وہ جاہل ہے۔ کوئی ہو۔ عالم جاہل میں یہی تو امتیاز ہے ورنہ شیطان بھی تو بڑا عالم ہے۔ اوسے بھی کوئی مولانا کہنے لگے۔ پھر اونھیں مولوی صاحب کے متعلق فرمایا کہ پکے دنیادار ہیں جناب یہ لوگ خیر مجھے لکھ لیتے کچھ حرج نہیں تھا مگر مولانا کا نام لکھا مجھے بہت ہی ناگوار ہوا۔ ایک مذہبی پرچہ کا ذکر ہوا کہ جسمیں اعتراضات بھی ہوتے ہیں خبریں بھی ہوتی ہیں۔ رائیں بھی ہوتی ہیں۔ فرمایا یہ مذہبی پرچہ کی شان نہیں ہے۔ ماشاء اللہ الامداد میں سوائے احکام اور اصلاح کے کچھ نہیں ہوتا نہ رائے نہ اعتراض نہ کوئی خبر۔ میری رائے میں مذہبی پرچہ ایسا ہونا چاہئے ورنہ ایک صفحہ اخبار کا ہوتا۔ ایک صفحہ اعتراض کا بہت لوگ کہتے ہیں کہ ہماری کتاب کی تقریظ الامداد میں چھپوا دو۔ اوسکا اصل جواب تو یہ تھا کہ الامداد کے اسی معمول کی اونکو اطلاع کر دیتا لیکن بجائے اوسکے میں یہ کہدیتا ہوں کہ میرا دخل نہیں جو کہ امر واقعی ہے اور اگر میں یہ لکھوں کہ اُس پرچہ میں تقریظ وغیرہ لکھنے کا قاعدہ نہیں تو معلوم ہو کہ اِسے دخل ہے اس جواب کے بعد جب وہ خود پرچہ والوں سے پوچھیں گے وہاں سے وہی جواب چلا جائیگا میں یہ لکھکر خواہ مخواہ اپنا دخل کیوں ظاہر کردوں۔

(۹۶۳) ایک صاحب نے بعد تراویح جبکہ حضرت کچھ وظیفہ پڑھ رہے تھے آکر ایک صاحب کی بابت صرف اتنا کہا کہ وہ بیمار ہیں بس اتنا کہکر چپ ہو رہے دوسرے دن حضرت نے حاضرین سے فرمایا کہ مجھے اونکی اس ادھوری بات سے سخت تکلیف پہونچی۔ دور قدیم ہوتا تو دیکھتے کہ میں اون کی کیسی خبر لیتا۔ لیکن وہ تو دور جدید تھا میں خاموش ہو رہا ایک صاحب سے فرمایا کہ آپ اون سے کہدیجئے گا کہ اوسکو اس حرکت سے سخت تکلیف پہونچی۔ جنکی بیماری کی خبر اُن صاحب نے دی تھی اُنہوں نے

عرض کیا کہ میں نے اونسے یہ کہا تھا کہ میری صحت کی دعا کیلئے حضورؐ سے عرض کریں حضرت نے فرمایا کہ اونہوں نے دو خیانتیں کیں کلام میں بھی خیانت کی اور نسبت الی المتکلم میں بھی خیانت کی۔ بس اتنا ہی کہدیا کہ حافظ جی کی طبیعت خراب ہے اور کچھ بھی نہیں۔ اونہوں نے پیغام کے طور نہیں کہا بلکہ اپنے طور کہا حالانکہ پیغام کے طور پر کہنا چاہئے تھا کیونکہ ان دونوں کے اثر میں بہت فرق ہوتا ہے۔ خود دوسرے کے لئے دعا کی درخواست کرنیکا اتنا اثر نہیں ہوتا جتنا کہ اس کے کہنے میں کہ اونہوں نے درخواست دعا کی کی ہے پھر فرمایا کہ سب میں یہ مرض ادھوری بات کہنے کا ہے الا ماشاءاللہ اور یہ بہت ہی تکلیف دہ حرکت ہے۔ چونکہ اپنے ذہن میں سب باتیں موجود ہوتی ہیں اسلئے سمجھتے ہیں کہ دوسرے کے ذہن میں بھی ہونگی حالانکہ دوسرا بیچارہ بالکل خالی الذہن ہوتا ہے یا تو ایسے ہو جائیں کہ خود بخود دوسرے کے قلب میں سب مضامین کو القا کر دیا کریں ورنہ بغیر پوری بات کہے دوسرا کسطرح سمجھ سکتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ حضور کی خاموشی سے اونہوں نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ اسوقت مخاطب نہیں ہونا چاہئے کیونکہ موقعہ گفتگو کا نہیں ناراضی کا احتمال ہوا ہوگا فرمایا کہ جسقدر بات اونہوں نے کہی تھی اوسپر سوائے خاموشی کے اور کیا ہو سکتا تھا۔ بات تو پوری کہی نہ تھی پھر میں جواب کیسے شروع کر دیتا۔ یہ کونسا طریقہ ہے کہ اوّل ادھوری بات کہی جاوے جب دوسرا بقیہ بات کا مطالبہ کرے تب پوری بات کہی جاوے۔ کیا میرے ذمہ یہ بھی ہے کہ دھوری بات سنکر پوچھوں کہ ہاں پھر کیا مطلب ہے۔ جامع ملتمس ہے کہ یہ سخت عیب احقر میں بھی ہے بارہا تنبیہ فرما چکے ہیں لیکن یہ عیب نہیں جاتا۔ عزم تو کر لیتا ہوں لیکن وقت پر خیال نہیں رہتا۔ اس کی چند جزئیات بھی یاد ہیں جو اس مجموعہ میں غیر مذکور ہیں لیکن چونکہ چند جزئیات کو قلمبند بھی کر چکا ہوں اسلئے اس جگہ اجمالی حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

(۶۴۰) فرمایا کہ مجھسے رمضان شریف میں اور عبادتیں نہیں ہوتیں۔ اوقات میں گڑبڑ ہو جاتی ہے بس آجکل روزہ اور تراویح کے سامنے ساری عبادتیں ماند ہو جاتی ہیں جیسے آفتاب کے سامنے سارے تارے ماند ہو جاتے ہیں اپنی کم ہمتی کی میں نے یہ تاویل کر رکھی ہے کہ اور سب عبادتیں ماند ہو جاتی ہیں۔ گویا رمضان شریف کا پورا نور مجھے حاصل ہوتا ہے۔ تراویح میں قاری صاحب کا کلام مجید سنکر پھر عزیز مستورات میں جا کر چار رکعت میں اپنا کلام مجید سناتے ہیں اسمیں لیٹتے لیٹتے بارہ بججاتے ہیں پھر ڈھائی بجے سحری کے لئے اٹھ بیٹھتے ہیں پھر اکثر صبح تک نہیں سوتے۔ پھر نیند بھی حضرت کو

بمشکل تمام بہت دیر کے بعد آتی ہے اور وہ بھی کبھی آتی ہے کبھی نہیں کمی نیند کی ہمیشہ سے سخت شکایت ہے فرماتے تھے کہ کبھی پندرہ پندرہ دن تک غفلت کی نیند جس سے سیری ہو نہیں آتی۔ اس طرح آجکل برائے نام دو گھنٹے سونے کو ملتے ہیں پھر فرمایا کہ اس صورت میں تو خواہ مخواہ ہی سونے کا نام کرتا ہوں ورنہ ہمت کروں تو ساری رات بیدار رہوں دو گھنٹے بیٹھکر کچھ پڑھتا پڑھاتا ہوں لیکن شاید اسی لئے توفیق ہمت کی نہیں ہوتی کہ نفس کو یہ فخر کرنیکا موقعہ نہ ملے کہ ہم ساری رات جاگتے ہیں۔

(۶۴۱) فرمایا اتباع سنت کے سوا سب طریقے دھوکہ کے ہیں اتباع سنت میں دھوکہ نہیں ہوسکتا کیونکہ جب تک دل میں نہ ہو دو چار دن سے زیادہ یہ چل نہیں سکتا۔

(۶۴۲) ایک والی ریاست کی داد و دہش اور سخاوت کا تذکرہ تھا۔ فرمایا کہ اکثر رئیسوں کو حق تعالے حوصلہ عطا فرما دیتے ہیں ع خدا جب حسن دیتا ہے نزاکت آہی جاتی ہے۔ احقر نے عرض کیا کہ اسی طرح بزرگان کاملین دولت باطنی دینے میں سخی ہوتے ہونگے پھر احقر نے خود ہی عرض کیا مگر اون کو اس میں کیا اختیار ہے وہ تو حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ فرمایا کہ اون کے اختیار کی ضرورت نہیں اُن کے قلوب میں یہ برکت ہوتی ہے کہ جو اون کو راضی رکھتا ہے اور جس کی طرف اون کے قلوب متوجہ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ اوسپر فضل فرما ہی دیتا ہے۔ تجربہ یہی ہے۔ ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل اور ایک اور شخص نہر میں وضو کر رہے تھے امام صاحب نیچے کی طرف تھے اور وہ شخص اوپر کی طرف۔ اُس شخص نے خیال کیا کہ امام صاحب مقبول بندے ہیں میرا مستعمل پانی انکے پاس جاتا ہے یہ بے ادبی ہے۔ اس لئے وہ اوٹھکر دوسری طرف اون کے نیچے جا بیٹھا۔ بعد انتقال کے اوس کو کسی نے خواب میں دیکھا پوچھا کہ مغفرت ہوئی یا نہیں۔ کہا کہ میرے پاس کوئی عمل نہ تھا۔ اس پر مغفرت ہوئی کہ تو نے ہمارے ایک مقبول بندہ احمد بن حنبل کا ادب کیا تھا ہمیں یہ پسند آیا۔ یہ بھی کوئی بات تھی۔ اسی واسطے حدیث میں ہے کہ اے عائشہؓ کسی نیک عمل کو حقیر نہ سمجھنا ہر نیک عمل میں خاصیت مغفرت کی ہے اسی طرح ہر گناہ میں خاصیت عذاب کی ہے چاہے چھوٹا ہو چاہے بڑا ہو میں تو کہا کرتا ہوں جو کوئی پوچھتا ہے کہ یہ چھوٹا گناہ ہے یا بڑا کہ اگر چھوٹا ہو تو کیا کرنیکا ارادہ ہے۔

(۶۴۳) حضرت کے خلیفۂ ارشد جناب مولوی حکیم محمد مصطفےٰ صاحب عم فیوضہم فرماتے تھے کہ جب قادیانیوں سے بمقام رامپور مناظرہ ہوا تھا تو ہمارے حضرت بھی تشریف لے گئے تھے۔ ایکدن

علماء اہل سنت والجماعت کو نواب صاحب نے بلوایا۔ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امروہوی رحمۃ اللہ علیہ سب علماء کی طرف سے نواب صاحب سے گفتگو فرماتے تھے۔ اتفاق سے ہمارے حضرت کی نشست نواب صاحب کے پاس واقع ہوئی۔ بعد رخصت کے نواب صاحب اپنے ایک مصاحب سے جو حضرت کے ملنے والے تھے فرمانے لگے۔ کہ یہ شخص کون تھا جو میرے پاس بیٹھا تھا اس شخص کی جانب خواہ مخواہ قلب کھنچتا تھا۔ یہ کوئی صاحب اثر شخص معلوم ہوتا ہے۔ ان مصاحب نے بعد کو یہ گفتگو حضرت سے نقل کی۔ احقر نے اس واقعہ کا ذکر حضرت سے کیا تو حضرت نے من وعن تصدیق فرمائی۔ احقر نے عرض کیا کہ یہ تو صاحب اسلام تھے کیا اہل باطل پر بھی اثر ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اگر اثر نہ ہوتا تو بڑے بڑے کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسے ایمان لے آتے۔ پھر فرمایا کہ استعداد تو حق تعالیٰ نے ہر شخص میں رکھی ہے۔ کفار میں بھی استعداد ہوتی ہے ایکبار فرمایا کہ ظاہری اعمال پر بزرگوں کی زیادہ نظر نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان کی اصلاح تو ایک منٹ میں ہو سکتی ہے۔ یہ تو محض ارادہ کا بدلنا ہے۔ بے نمازی ایک منٹ میں نمازی ہو سکتا ہے بے داڑھی والا ایک منٹ میں داڑھی چھوڑ سکتا ہے شرابی ایک منٹ میں شراب سے تائب ہو سکتا ہے فاسق فاجر ایک منٹ میں متقی ہو سکتا ہے۔ لیکن بڑی چیز جس پر بزرگوں کی نظر ہوتی ہے اخلاق باطنہ ہیں مثلاً تکبر وغیرہ۔ انکی اصلاح نہایت دشوار ہوتی ہے۔ حضرت کے اثر کے متعلق عرض ہے۔ کہ حق تعالیٰ نے حضرت کو وہ مقبولیت اور محبوبیت تامہ عطا فرمائی ہے کہ خود احقر نے ہندوؤں شیعوں غیر مقلدوں عیسائیوں کو حضرت کے اقوال و احوال سے متاثر ہوتے مشاہدہ کیا ہے۔ اس کے متعلق بہت سے واقعات یاد ہیں لیکن وقت میں گنجائش نہیں۔ سچ یہ ہے کہ بحمد اللہ حضرت کی مقبولیت عامہ اسقدر ظاہر ہے کہ اب دلیل کی حاجت نہیں رہی۔

(۴۴۶) فرمایا کہ میری رائے ہے کہ عورتوں کو اپنی تصانیف میں اپنا نام نہیں لکھنا چاہیئے بلکہ صرف یہ کافی ہے کہ خدا کی ایک بندی۔ ایک میری عزیزہ نے ایک کتاب بغرض تقریظ میرے پاس بھیجی میں نے انکو لکھا کہ نام اپنا ہرگز نہ لکھا جاوے۔ اور ان کو پابند کرنے کیلئے میں نے تقریظ میں یہ لکھا کہ یہ کتاب بہت اچھی ہے۔ اور سب سے بڑی خوبی جو میں نے اس کتاب میں دیکھی وہ یہ کہ مصنفہ نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔ یہ میں نے اس لئے لکھدیا کہ اگر تقریظ کو لکھیں گی تو پھر ضروری ہو جائیگا کہ اپنا نام ظاہر نہ کریں فرمایا کہ عورتوں میں یہانتک آزادی ہو گئی ہے کہ ایک عورت نے اپنی تصنیف مجھکو بواسطہ اپنے

شوہر کے بھیجی اُس میں اُس نے لکھا تھا کہ مسلمانوں کو چاہیئے کہ ہاتھ پاؤں سے کام لیں یہ نہیں چاہیئے کہ ہر کام میں بس دعا کے سہارے بیٹھے رہیں۔ اللہ تعالیٰ یوں کہتا ہے کہ مجھے تم لوگ کیوں تنگ کرتے ہو تم خود بھی تو کچھ کرو میں کہانتک تمہارے کام کروں مجھے اور بھی تو کام کرنے ہیں۔ دعائیں مانگ مانگ کر کیوں میرے پیچھے پڑتے ہو۔ میرا پیچھا بھی چھوڑ دو۔ میں اپنے بھی تو کچھ کام کروں (ان جملوں میں سے جو جملے مناسب ہوں رکھے جائیں) کیا ٹھکانا ہے جہالت کا۔ آجکل عورتوں کو بھی مصنف بننے کا بڑا شوق ہو گیا ہے۔

(۴۵۶) ایک صاحب نے بہت سے سوالات ایک خط میں لکھکر بھیجے۔ یہاں سے یہ جواب گیا کہ ایک خط میں دو تین سوالوں سے زیادہ نہیں ہونے چاہئیں۔ کیونکہ اتنی فرصت نہیں۔ اس پر اُن صاحب کا بہت خفگی کا اور طعن کا خط آیا کہ کیا یہی اخلاق محمدی ہیں۔ فرمایا کہ عدالت میں اگر دو اسامیوں کی درخواست ایک کاغذ میں لکھکر پیش کیجاوے اور وہاں سے حکم ہو کہ نہیں علیحدہ علیحدہ درخواست دو اور علیحدہ علیحدہ ٹکٹ لگاؤ۔ تو وہاں کوئی کچھ نہیں کہتا۔ فوراً دو درخواستیں لکھوا کر اور دو ٹکٹ لگا کر لے آتے ہیں۔ اور یہاں اعتراض کرنے کے لئے تیار ہیں بات یہ ہے کہ دین کی وقعت قلب میں نہیں اور طلب نہیں۔ وہاں وقعت بھی ہے اور طلب بھی ہے۔ حالانکہ وہاں تو دو درخواستیں لکھوائی جاتی ہیں خود عدالت کی ایک منفعت بھی ہے تاکہ دو ٹکٹوں کے دام وصول ہوں۔ اور یہاں تو محض مصلحت دینیہ سے ایسا کیا جاتا ہے کوئی مالی غرض نہیں۔ دو تین سوالات ایک خط میں ہوں تو طبیعت پر بار نہیں ہوتا۔ ورنہ اگر پچاس پچاس سوالات کے دو خط بھی ہوتے تو انھیں کا ختم کرنا مشکل ہے۔ بقیہ ڈاک یوں ہی بلا جواب پڑی رہے۔ اور نہ معلوم کبتک جوابوں کی نوبت نہ آیا کرے بعضوں نے یہ بھی رائے دی کہ جس خط میں بہت سے سوالات ہوں اس کو رکھ لیا جایا کرے اور دو دو تین تین سوالات کے جوابات روز لکھکر جب سب سوالات ختم ہو جایا کریں تب بھیجدیا جایا کرے۔ اسمیں ظاہر ہے کہ کس قدر طوالت اور پریشانی ہے۔ دوسرے کو بھی انتظار جواب کی سخت تکلیف ہو کیونکہ نہ معلوم سب کے جوابات کبتک ختم ہوں۔ اور خطوط محفوظ رکھنا اور روز روز جواب لکھنا اور روزمرہ کا کام ختم کر کے پھر اس کو یاد کر کے لیکر بیٹھنا اور اتنے دنوں تک طبیعت پر بوجہ علیحدہ اسمیں مجھے کسقدر پریشانی اور انتظام کی دقت ہے روز کی نئی ڈاک ہو تو اوسکا روز کے روز ختم کرنا سہل ہے اور

طبعاً بھی گراں نہیں ہوتی۔ چاہے وہ سائل روزانہ ایک خط بھیجدیا کرے۔ لیکن ہر ایک میں ہوں دو ہی سوال تو اس طرح چاہے ساری عمر پوچھے جاؤ لیکن وہاں تو کنجوسی ہے کہ دو پیسہ میں کام چلانا چاہتے ہیں عمر بھر کا ایک صاحب اور ہیں انھوں نے بھی میرے ایسے ہی معمولات کے مقابلہ میں لکھا ہے کہ بدعتیوں میں اخلاق محمدی زیادہ ہوتے ہیں۔ لیجئے بھلا بدعتیوں میں اخلاق محمدی کہاں سے آئے۔ انھیں تو حضور کے اخلاق کی ہوا بھی نہیں لگی۔ ان کے جو کچھ اخلاق ہیں وہ غرض کے لئے ہیں تاکہ ہم بُرے نہ بنیں چاہے دوسروں کے اخلاق کا ناس ہی ہو جاوے۔ انھیں لوگوں میں اپنے اچھا بننے سے مطلب معلوم نہیں لوگوں نے اخلاق محمدی کو کیا سمجھ رکھا ہے۔ ان کے سارے نخرے اٹھاؤ۔ اور خوشامدیں کرو تب سمجھیں کہ اخلاق محمدی ہیں حالانکہ حضور نے کبھی ایسے اخلاق نہیں برتے حضور نرمی کی جگہ نرمی فرماتے تھے اور سختی کی جگہ سختی۔ لوگ بے علمی کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ حضور کسی سے کچھ نہ کہتے تھے محض غلط ہے اور اگر اتفاق سے موقع پر خود کچھ نہ کہتے تھے تو حق تعالیٰ کا امر ہوتا تھا کہ آپ کہئے آخر واغلظ علیہم کے کیا معنی نیز حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے یہ پوچھنے پر کہ تم کون ہو جواب دیا کہ انا (میں ہوں) حضور نے تیزی سے فرمایا کہ انا انا کہہ رہے ہیں یعنی اس سے کیسے معلوم ہو سکتا ہے کہ تم کون ہو دیکھئے ذرا سی بات تھی نرمی سے بھی سمجھا سکتے تھے کہ دیکھو بھائی یوں نہیں کہا کرتے مگر ایسا نہیں کیا جیسا انا انا کا تکرار اس پر دال ہے اب ان عقلمندوں سے کوئی پوچھے کہ اس طرح تیزی سے پوچھنا اگر اخلاق محمدی کے خلاف ہے سو یہ خود محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ہے اب اگر ہم ایسا کریں تو کہتے ہیں کہ اخلاق محمدی کے خلاف ہے۔ ایک شخص نے حضور سے پوچھا کہ ایک آوارہ بکری ہے اس کو کیا کریں حضور نے فرمایا ہی لک او لاخیک او للذئب یا تمہارے قبضہ میں آ دیگی یا تمہارے کسی بھائی کے قبضہ میں آ دیگی یا بھیڑئیے کے قبضہ میں آ دیگی مطلب حضور کا یہ ہے کہ یہ لقطہ ہے اسکو تم لیلو۔ یہ سنکر ایک شخص نے کہا کہ اگر اونٹ اسی طرح گم ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے اس سوال پر آپکا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا حالانکہ مسئلہ پوچھا تھا اگر کوئی کہے کہ اس میں غصہ کی کیا بات تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ لغو سوال تھا۔ حضور نے فرمایا کہ مالک ولہا ومعہا حذاؤہا وسقاؤہا ترد الماء حتی یاتیہا صاحبہا۔ یعنی اونٹ اور بکری یکساں کیسے ہو سکتی ہیں اس کے پاس ٹانگیں ہیں پیٹ میں اسکے پانی پینے کے لئے مشک ہے یہ کیا لغو سوال ہے وہ لقطہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ایک مرتبہ آپ باہر تشریف لائے تو صحابہؓ تقدیر کے مسئلہ پر گفتگو فرما رہے تھے کوئی شبہ وبہ بھی نہیں تھا محض تحقیق فرما رہے تھے۔ لیکن راوی کہتے ہیں کہ

آپ غصہ کی وجہ سے سُرخ ہو گئے جیسے آپکے چہرہ میں انار کے دانے توڑ دیئے گئے ہوں اور صحابہؓ سے فرمایا کہ تقدیر کے مسئلہ میں کیوں گفتگو کر رہے ہو یاد رکھو قیامت میں اس کی باز پرس ہوگی۔ لیجئے ظاہر میں یہ بھی کوئی ایسا فعل تھا جس کو اس قدر سختی کے ساتھ منع فرمایا۔ یوں بھی سمجھا سکتے تھے کہ نہیں بھائی نہیں بیٹا یوں کرنا چاہیئے۔ یوں نکرنا چاہیئے۔ مگر کیوں کریں ایسا نرمی اور سختی دونوں کے موقعے ہیں۔ میں دو واقعے عرض کرتا ہوں جنسے حضور کی نرمی اور سختی کا بخوبی اندازہ ہو جائیگا۔ ایک شخص نے مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کیا بیچارہ دیہاتی بدو تھا۔ اول تو آتے ہی اس نے اپنا گنوار پنا اسطرح ظاہر کیا کہ آپکے ایک دعا کی عجیب اللہم ارحمنی ومحمدا ولا تشرک فی رحمتنا احدا۔ یا اللہ مجھ پر رحمت اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت کر اور اس رحمت میں کسی کو شریک نہ کیجیو۔ یوں سمجھا کہ رحمت محدود ہوگی۔ اگر سب شریک ہوئے تو کتنی کتنی ملیگی آدھا آدھا لڈو حصہ میں آویگا غنیمت ہے حضور کو تو شامل کر لیا یہ سوچا ہوگا کہ اکیلے جی نہ لگیگا لاؤ انھیں بھی شریک کرلوں حضور نے فرمایا کہ یہ شخص زیادہ بیوقوف ہے یا اس کا اونٹ زیادہ بیوقوف ہے۔ یعنی یہ شخص اونٹ سے بھی زیادہ بیوقوف ہے۔ پھر اس نے کیا حرکت کی کہ تہبند کھولکر مسجد ہی میں کھڑے ہو کر جھر جھر موتنے لگا صحابہؓ نے کہا کہ مہ مہ ہیں ہیں یہ کیا کر رہے ہو حضور نے فوراً صحابہؓ کو روکا اور فرمایا کہ اس کے پیشاب کو بیچ میں قطع مت کرو۔ کر لینے دو جب وہ اطمینان سے فراغت کر چکا تو بعد کو پاس بلا کر نہایت نرمی سے فرمایا کہ دیکھو بھائی یہ مسجد ہے۔ ذکر اللہ کیلئے ہے ایسی جگہ پیشاب پاخانہ نہیں کیا کرتے پھر صحابہؓ سے فرمایا کہ ایک ڈول بہادو بس پاک ہو گیا۔ یہ نرمی کا قصہ تو ہو چکا اب سختی کا سنیئے۔ ایکبار حضور نے مسجد کی دیوار میں دیکھا کہ کسی کا کھنکار لگا ہوا ہے غصہ سے حضور کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا کہ لوگوں کو شرم نہیں آتی قبلہ کے سامنے تھوکتے ہیں۔ مسجد کی دیوار پر تھوکتے ہیں۔ ذرا ادب نہیں۔ غرض بہت ہی ناخوش اور ناراض ہوئے ایک شخص دوڑ گیا اور کوئی زعفران کا مرکب اُٹھا لایا۔ اور اس مقام پر جہاں کھنکار تھی صاف کر کے مل دیا۔ اس پر حضور بہت خوش ہوئے اور فرمایا ما احسن ہذا سبحان اللہ یہ کیسا اچھا کام ہے دیکھیئے مسجد میں پیشاب کرنے پر خود تو ناراض ہونا درکنار دوسروں کو اس شخص کے اوپر سختی کرنے سے منع فرمائیں۔ اور تھوک پر اسقدر ناراضی کہ حضور کا چہرہ مبارک سرخ ہو جاوے معلوم ہوا کہ نرمی اور سختی کے موقعے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ موقع ہے کہ اگر لگ بھی دے تو کچھ نہیں اور ایک وہ ہے کہ تھوک بھی دے تو آفت آجائے۔ فرق کیا ہے فہیم غیر فہیم کا۔ تھوکنے پر اسقدر سختی فرمائی گئی کہ جنہوں نے تھوکا تھا وہ فہیم تھے

سمجھکر چاہئے تھا کام کرنا فہیم ہوکر کیوں ایسی بدفہمی کا کام کیا - اور وہ پیشاب کرنیوالا ناسمجھ دیہاتی تھا ایسا شخص معذور ہے - میں تو کہا کرتا ہوں کہ اگر تم ایسے ہی کم سمجھ بننا چاہتے ہو جیسی کہ کم سمجھی کی باتیں کرتے ہو تو گنواروں کے سے کپڑے پہنکر آؤ - وضع تو نوابوں کی سی اور حرکتیں کرو ناشائستہ - ہاں حرکات اگر ناشائستہ ہیں تو وضع بھی سادی رکھو - دھوتی باندھکر آیا کرو - گاڑھے کے کپڑے ہوں تاکہ معلوم ہو کہ بھائی گنوار آدمی ہے پھر وہ موت بھی دے تو کچھ نہیں - ایک شخص فہیم بناٹھنا اُٹھنے میں تہذیب بیٹھنے میں تہذیب بات کرنے میں تہذیب لیکن معاملات میں بے تہذیب این چہ معنی - لوگ مجھے بداخلاق کہتے ہیں - اپنی حرکتوں کو نہیں دیکھتے - اگر یہی بداخلاقی ہے تو یہ حدیث سے ثابت ہے لیکن ہم تو انشاء اللہ اب یہ بھی کرکے دکھلادینگے کہ اخلاق کس کو کہتے ہیں ارادہ کرلیا ہی بلکہ شروع بھی کردیا ہے کہ نصیحت کے طور پر نرمی سے بس ایک دو دفعہ کہدیا مگر دیکھ لینا اس طرز سے وہ کوراہی رہیگا جن کے نفع کے لئے سختی کیجاتی ہے جب انھیں کو ناگوار ہوتا ہے تو مجھے کیا غرض پڑی ہے بلکہ مجھے تو خود اس طرز میں سخت پریشانی ہوتی ہے اب ہم نے طے کرلیا ہے کہ انشاء اللہ اپنے طرز کو بدل دینگے - بلکہ شروع بھی کردیا ہے لیکن اسمیں اصلاح نہ ہوگی - پھر ہماری جوتی سے - یہ جو ایسے ایسے سخت خطوط کے ایسے نرم جوابات دئے ہیں وہ اسی وجہ سے ورنہ اگر دور قدیم ہوتا تو ایسی خبر لیتا کہ یاد رکھتے لیکن ان جوابات سے ان کی اصلاح نہ ہوگی - البتہ ہماری مصلحت ہے کہ نیکنام رہینگے مگر انھیں کیا ملیگا ڈھاک کے ڈھائی پتے - اب ان جوابات سے یہ ہوگا کہ وہ سمجھیں گے کہ ہم غالب آگئے جب لوگوں کو یہی پسند ہے تو یوں ہی سہی - جاؤ میں سچ عرض کرتا ہوں کہ کتابوں سے بھی ثابت ہے اور تجربے سے بھی ثابت ہے کہ نفس کو جبتک ذلت نہ دیجاوے یہ سیدھا نہیں ہوتا - اور یہ ظاہر ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذلت نہیں ہوتی - بازار میں کھڑے ہوکر خود اپنے ہاتھ سے اپنے سر پر جوتیاں بھی مارلیں تب بھی ذلت نہ ہو - ذلت تو جناب دوسرے ہی کے ہاتھ سے ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ نفس بغیر ذلت کے سیدھا ہوتا نہیں اور وہ بدون دوسرے کے ہاتھ کے ہوتی نہیں پھر بتلائیے کیا نتیجہ نکلا - ایک اودھ کے رئیس مجھسے کہتے تھے کہ مولنا شاہ فضل الرحمن صاحب کے یہاں مریدوں کی بڑی ذلت ہوتی ہے کوئی ایسا پیر بتلائیے جس کے یہاں خادموں کی قدر ہوتی ہو - سبحان اللہ پیر بھی ایسا ہی چاہتے ہیں جو انکی تعظیم وتکریم کرے - تو وہ پیر کیا ہوا وہ ان کا مرید ہوا - پھر فرمایا کہ حضرت مولنا شاہ فضل الرحمن

صاحب کیخدمت میں ایک بڑی ریاست کے وزیر اعظم حاضر ہوئے مولٰنا نے حسب معمول فرمایا کہ ارے نکالدو نکالدو۔ مگر صاحب کس قدر مہذب ہوتے ہیں بعضے امراء وزیر کو ذرا ناگوار نہیں ہوا ہمارا ایسا نفس کہ چار روپیہ کا چپراسی بھی ہو تو اسے بھی ذراسی بات ناگوار ہو۔ صاحبزادہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور یہ وزیر ہیں بہت بڑے آدمی ہیں۔ فرمایا ارے میاں کیا کروں میں کوئی نوکر ہوں وزیر کا۔ ارے نکالو میں کوئی تنخواہ پاتا ہوں وزیر سے۔ جب صاحبزادہ نے بہت خوشامد کی کہ بڑی دور سے آئے ہیں تو بمشکل دو بجے رات تک قیام کرنیکی اجازت دی۔ وزیر کو ذرا ناگواری نہیں ہوئی بلکہ بہت غنیمت سمجھا اب ادب دیکھئے جس وقت رات کے دو بجے ہیں فوراً خانقاہ کے احاطے سے باہر ہو گیا کہ بس اب حضرت کا حکم نہیں ہے حضرت کے حکم کے خلاف کرنا بے ادبی ہے۔ اتنا بڑا شخص کہ ایک بڑی ریاست کا وزیر کہ وہ ریاست فرانس کی سلطنت سے بھی زیادہ بڑی ہے ایک شخص کہتے تھے گویا وہاں کا وزیر بطور خود ایک بادشاہ کی حیثیت رکھتا ہے لیکن مولٰنا کا اُس کے ساتھ یہ برتاؤ اور اسکو ذرا ناگوار نہوا۔ مولٰنا کے یہاں لفٹننٹ گورنر جب ملنے آئے تھے تو پہلے سے کہلا بھیجا تھا۔ مولٰنا نے مونڈھے ڈلوادئے اور لاٹ صاحب مع اپنی میم صاحب کے بیٹھ گئے۔ انھوں نے کہا کہ حضور کچھ تبرک عنایت ہو مولٰنا نے فرمایا کہ میرے پاس اسوقت کیا رکھا ہے پھر خادم سے فرمایا کہ ارے دیکھ تو میری ہنڈیا میں کچھ مٹھائی کا چورا پڑا ہو تو لاکر دیدے۔ اُسنے چورا لاکر پیش کر دیا بھلا کیا ٹھکانا ہے چورا مٹھائی کا دیدیا جیسے مانگتے ہوئے بچوں کو دیدیا کرتے ہیں مگر صاحب وہ بھی اسقدر مہذب کہ بڑے ادب سے انھوں نے وہ تبرک لیا۔ اور بہت خوش ہوئے۔ اور باہر آکر تعریف کی۔ اکثر دیکھا ہے کہ بڑے لوگ ایسی باتوں کا تحمل کر لیا کرتے ہیں چھوٹے سمجھتے ہیں کہ ہماری ذلت ہوئی۔ بڑے یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری اتنی بڑی عزت ہے کہ اس سے ہماری ذلت ہوتی نہیں۔ پھر ایک صاحب نے ایک دوسرے صاحب کا تذکرہ کیا جو اپنے ہی سلسلہ کے ایک بزرگ سے بیعت ہیں اور جو ہمارے حضرت کے یہاں سے ناراض ہو کر چلے گئے تھے اور ایک بے تہذیبی کا خط لکھا تھا جسمیں یہ بھی تھا کہ میں ہمیشہ بزرگوں کا ناز پروردہ رہا ہوں۔ اس خط کے بعد دوسرے خط میں انھوں نے معافی چاہی لیکن حضرت نے جوابی لفافہ کو خالی ڈاک میں چھوڑ دیا فرمایا کہ اس کا تدارک یہ تھا کہ خود آتے یہ نہیں کہ خط لکھ بھیجا۔ اگر وہ خود آتے تو خیر اور باتیں تو مجھے ناگوار نہیں ہوئیں لیکن انھوں نے بعضی بیحیائی کی باتیں اور فحش مضامین لکھے تھے انکی بابت اسنے پوچھا عرض

کیا گیا کہ تعجب ہے فلاں بزرگ سے بیعت ہو کر یہ حال۔ فرمایا کہ نرے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے کیا ہوتا ہے صحبت بھی تو ہونا چاہیئے انھیں کسی بزرگ کی صحبت نہیں۔ تذکرہ کرنے والے صاحب سے معلوم ہوا کہ وہ صاحب حضرت سے معتقد ہیں۔ عرض کیا گیا کہ جو شخص کسی کو بڑا سمجھتا ہو وہ ایسی بیحیائی کی باتیں اوسکو کہیں لکھ سکتا ہے۔ فرمایا کہ وہ بڑا تو سمجھتے ہیں لیکن اپنے آپ کو اور بھی زیادہ بڑا سمجھتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو خدمت کیلئے آوے حاضر ہیں لیکن ہم اپنی مرضی کے موافق خدمت کرینگے اُسکے تابع نہیں ہو سکتے کیا جراح نشتر دیتے وقت مریض سے پوچھ پوچھکر نشتر دیگا کہ کتنا دوں۔ اب لوگ یہی چاہتے ہیں کہ تعلیم تو دیں لیکن ہم سے پوچھ پوچھ کر۔ گویا پہلے خود اس سے تعلیم حاصل کریں پھر تعلیم کریں جو طبیب حال سُنکر اور مرض کی تشخیص کرکے خود مریض سے پوچھے کہ کہو کونسا نسخہ لکھوں تو وہ طبیب کیا ہوا ڈاکو ہے چوٹا ہے کہ اس سے پوچھ پوچھکر نسخہ لکھتا ہے معلوم ہوتا ہے اسے نسخہ معلوم ہی نہیں وہ علاج کرنا جانتا ہی نہیں یہ سب عدم طلب کی وجہ سے ہے ورنہ جناب اگر یہ گمان ہو جائے کہ یہ کیمیا گر ہے تو جھوٹے سچے گمان پر اوسکی خدمت میں پڑے رہنا چلم بھرنا خدمتیں کرنا سب کچھ گوارا ہوتا ہے بڑے بڑے امرا کس طرح اسکے پیچھے پھرتے ہیں اور وہ ایسی بے تمیزی سے باتیں کرتا ہے کہ لیے یہ کام کر وہ کام کر ماں کی گالی بہن کی گالی مگر اس کو سب سہتے ہیں محض اس اُمید پر کہ شاید کیمیا سکھلا دے۔ اچھا اور لیجئے مجذوبوں کے پیچھے کیسے پھرتے ہیں اور وہ بھی اللہ کے واسطے نہیں محض دنیا کے لئے وہ کیسی سڑی سڑی گالیاں دیتے ہیں لیکن سب سر جھکاتے ہیں بڑے بڑے آدمی سر جھکاتے ہیں حالانکہ وہ اکثر مجذوب بھی نہیں [illegible] تے جلال آباد میں ایک بوہا شاہ ہیں ماں بہن کی گالیاں کمبخت دیتا ہے ایسوں سے کیسکو بھی اُمید نہیں کہ ایسے لوگ خدا کا راستہ بتا دینگے۔ مگر پھر بھی دنیا کی غرض سے سب ذلتیں سہتے ہیں اور خوشامدیں کرتے ہیں اگر اللہ کی قدر دل میں ہو تو اُس کے لئے اتنا تو جھیلے جتنا دنیا کے لئے جھیلتا ہے پھر فرمایا کہ مجذوبوں سے کچھ نفع بھی نہیں ہوتا نہ دین کا نہ دنیا کا۔ پھر فرمایا کہ یہ عجیب بات ہے کہ لوگ خود تو دعا نہ کرینگے بزرگوں سے دعا کرائینگے اُنسے بھی کراؤ۔ خود بھی تو کرنا چاہئیے۔

(٦٤٦) ایک صاحب کا راز جو متعلق عشق مجازی کے تھا اور انھوں نے حضرت کو لکھکر بھیجا تھا۔ ایک شخص کو اتفاق سے تربیت السالک کی نقل سے معلوم ہو گیا اُن صاحب راز کو یہ معلوم کر کے ناگوار ہوا حضرت نے فرمایا کہ آدمی کو ضرور اپنا کوئی رازدار رکھنا چاہئیے جس سے ایسے امور کہہ سُن سکے

اس سے غم میں بہت تخفیف ہو جاتی ہے ورنہ دل ہی دل میں رکھنے سے پریشانی بڑھتی ہے دوسرے سے کہکر طبیعت ہلکی ہو جاتی ہے اور ظاہر کر دینے سے اسکی وقعت بھی کم ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ اس قدر ناگوار ہونا میرے نزدیک بوجہ کبر کے ہے عرض کیا گیا کہ وہ متین بہت ہیں اس وجہ سے اس راز کا ظاہر ہو جانا زیادہ ناگوار ہوگا۔ فرمایا کہ زیادہ متانت ہی کا نام تو کبر ہے۔ متانت کی بھی ایک حد ہے کچھ نہ کچھ شوخی بھی ہونی چاہیئے۔ شوخی علامت ہے تواضع کی۔ شوخ آدمی متواضع ہوتا ہے کئی دن بعد ایک اور موقعہ پر فرمایا کہ شوخ آدمی میں مکر و فریب نہیں ہوتا۔ بہت متانت میں بعض دفعہ یہ بات ہوتی ہے۔

(۶۴۷) حضرت کی فطرت میں حقتعالیٰ نے انتظام اور موزونیت اس درجہ ودیعت رکھی ہے کہ ادنیٰ ادنیٰ سی بے جوڑ بات فوراً طبیعت میں کھٹک جاتی ہے۔ ایک صاحب نے مسجد کے لئے ایک بڑی نئی جانماز کی صف مع مصلے چھپی ہوئی دی ہے عصر کی نماز میں امام کی جگہ تو اس نئی جانماز کا مصلے موذن نے بچھا دیا اور مقتدیوں کے لئے وہ بڑی جانماز صف کی نہیں بچھائی صرف مسجد کا پہلا ٹاٹ کا فرش بچھا رہا۔ حضرت نے مصلے پر پہونچکر فوراً فرمایا کہ اگر آگے مصلے بچھایا تھا تو پیچھے صف کو بھی بچھانا چاہیئے تھا اب تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دولھا تو آگیا اور برات پیچھے رہ گئی۔ دولھا تو برات ہی کے ساتھ اچھا۔ بے جوڑ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ایک صاحب نے اور بھی ایک دوسری قسم کی چھپی ہوئی صف کی جانماز مع مصلے پیش کی ہے موذن نے مسجد کے اندر کے حصے میں صف اول میں پہلی قسم کی جانماز جس کا ذکر اوپر کے واقعہ میں ہے اور دوسری صف میں دوسری قسم کی چھپی ہوئی جس کا ذکر اس دوسرے واقعہ میں ہے بچھا کر امام کی جگہ اسی دوسری قسم کی جانماز کا مصلے بچھا دیا حضرت نے اس مصلے کو اٹھوا کر فوراً پہلی قسم کی صف کے ساتھ کا مصلے بچھوایا اور فرمایا کہ جس قسم کی پہلی صف میں جانماز بچھی ہے اس کے متصل اسی قسم کا مصلے ہونا چاہیئے۔ ورنہ بے جوڑ معلوم ہوتا ہے چونکہ دوسری قسم کی جانماز کی صف جو دوسری صف میں بچھی تھی قدرے چھوٹی ہے اسکے مصلے کو جو کہ ابھی اٹھوا دیا گیا تھا اسی کے ساتھ ایک کنارہ پر سلوا دیا تاکہ اس کے چھوٹے ہونے کا کسیقدر تدارک ہو جاوے۔ اور ان کے علاوہ ایک تیسری جانماز صف کی دری کی پرانی پہلے سے موجود ہے وہ پرانی جانماز دری کی باہر کے صحن میں بچھوا دی اور اس کے آگے دری ہی کا ایک پرانا مصلے بچھوا دیا۔ پھر فرمایا

کہ بس اب سب ٹھیک ہوگیا۔ کیا کہوں ایسی طبیعت ہے کہ ذراسی بے جوڑ بات سے بھی نہایت الجھن ہوتی ہے۔ مسجد کے ٹاٹ پر ایکدن سیاہی گر گئی۔ فوراً اس دھبہ کو دھلوایا۔ فرمایا کہ دھبوں کو میں دیکھ نہیں سکتا اسقدر خلجان ہوتا ہے چاہے کپڑا میلا ہو لیکن ہو ایک نسا۔ اگر کبھی کپڑوں پر کوئی دھبہ پڑجاتا ہے تو یا تو فوراً اس کو دھلواتا ہوں ورنہ کپڑے بدلتا ہوں۔ ہر چیز میں موزونیت کو طبیعت ڈھونڈھتی ہے۔ ذرا کوئی بے جوڑ بات ہوئی اور مجھے پریشانی ہوئی۔ ایسی واہیات طبیعت واقع ہوئی ہے۔

۹ رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ ہجری

(۴۸۷) ایک نوعمر طالب علم کو بوجہ بعض بے عنوانیوں کے حضرت نے مدرسہ سے نکالدیا باوجود اس کے کہ حضرت کو اس سے بہت تعلق تھا مگر حضرت فرمایا کرتے ہیں کہ مجھ میں الفت کا بیحد مادہ ہے لیکن الحمدللہ میں اُس سے مغلوب نہیں ہوتا۔ گو مجھے اس سے بہت محبت تھی لیکن چونکہ مصلحت تھی اس لئے اُسکے نکالدینے میں مجھے ذرا تامل نہیں ہوا۔ وہ ایک دوسری جگہ کے مدرسہ میں چلا گیا وہاں سے چھ مہینے کے بعد اُس نے حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھا اور مشتاقانہ طرز پر لکھا۔ کہ اب مجھسے حضور کی جدائی نہیں سہی جاتی۔ اب بہت ترسالیا۔ للہ مجھے حاضر خدمت ہوجانیکی اجازت ہوجاوے۔ ورنہ پھر نہ معلوم کیا انجام ہو یہ بھی لکھا کہ جو راحت اور تسلی مجھے وہاں تھی وہ کہیں نہیں مل سکتی۔ یہاں میں سخت پریشان ہوں حضرت نے فرمایا کہ مجھ سے بس نرم بات کہنا غضب ہے میرا دل فوراً پانی پانی ہوجاتا ہے چنانچہ حضرت نے اس کو آنیکی اس شرط پر اجازت دیدی کہ اپنے اطوار کو ٹھیک رکھیں۔ اُسنے بعد رمضان بعد سنانے کلام مجید کے آنیکو لکھا تھا لیکن حضرت نے اس خیال سے کہ ممکن ہے بیچارہ کو زیادہ اشتیاق ہو یہ بھی لکھدیا کہ خواہ بعد رمضان آؤ یا کلام مجید جلد ختم کرکے پہلے ہی چلے آؤ۔ ہر طرح اجازت ہے۔ اور اگر خرچ نہ ہو وہاں سے کسی سے قرض لیکر چلے آؤ یہاں سے دیدیا جاویگا پھر فرمایا کہ اُس نے یہاں کی راحت اور تسلی کی بابت جو لکھا ہے واقعی بالکل ٹھیک ہے اپنی نیند سوؤ اپنی بھوک کھاؤ چین کی زندگی بسر کرو۔ ہاں حدود کے اندر رہو۔ یہاں بحمداللہ نہ کسی کی لگائی نہ کسی کی بجھائی ورنہ اور جگہ کسی خاص شخص کا دخل ہوتا ہے۔ اس کا ماتحت بنکر رہنا پڑتا ہے اور یہاں آزادی کسقدر بڑی ہے کہنے کی تو بات نہیں لیکن ذاکرین شاغلین کی بابت میں اسکی بھی نگرانی نہیں کرتا کہ کون شخص جماعت میں شریک ہے کون نہیں۔ ہاں اس بات کا میں خیال رکھتا ہوں کہ کوئی ایسا فعل نہ کیا جاوے جس سے دوسروں کو تکلیف یا ایذا پہونچے۔ یا دوسروں کے ضلال کا اسمیں اندیشہ ہو

یا صریح خلاف شریعت ہو باقی اگر ایک آدھ وقت کی جماعت فوت بھی ہو گئی تو کونسا ایسا بڑا جرم ہو گیا بعض ذاکرین کو میں دیکھتا ہوں کہ آجکل رمضان میں صبح کو سو جاتے ہیں بعد سورج نکلنے کے نماز پڑھتے ہیں لیکن میں کوئی تنبیہ نہیں کرتا۔ یہ دیکھتا ہوں کہ کون کام کر رہا ہے کون نہیں۔ کون تہجد کو اٹھتا ہے کون نہیں کیونکہ ان باتوں کا تعلق حقتعالیٰ کے ساتھ ہے باقی جن باتوں کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہے ان کی بابت مجھے خاص طور سے اہتمام ہے کہ مخلوق کو دوسرے سے کیوں ایذا پہونچے ؎

مباش در پے آزار ہر چہ خواہی کن — کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

(۶۴۹) فرمایا کہ حالات باطنی تو بہت ہیں مگر انمیں کامل وہ ہے جو سنت کے ساتھ زیادہ موافق ہو۔ بس معیار یہ ہے۔

۱۰ شوال ۳۴ھ

(۶۵۰) حضرت کے ایک خادم حضرت کے پڑوس میں رہتے تھے انھوں نے تہجد کے وقت ذکر جہر بہت بلند آواز سے کرنا شروع کیا صبح حضرت نے تنبیہ فرمائی کہ یہ کیا ضرور ہے کہ ذکر کی اذان کہی جاوے۔ میرا معمول ہے۔ کہ میں پچھلی رات کو بھی کچھ سو لیتا ہوں۔ رات تم نے اتنی زور سے ذکر کیا کہ مجھے نیند نہیں آئی متوسط آواز سے ذکر کرنا کافی ہے۔ خانقاہ ہو وہ دوسری بات ہے کہ وہاں سب اسی میں مشغول ہیں مکان کے اندر اتنے زور سے ذکر کرنا پڑوسیوں کو تکلیف دینا ہے تم کو ذکر کا اتنا نفع نہیں ہوا جتنا کہ ایذا پہونچانے سے ضرر ہو گیا پھر نماز فجر کا سلام پھیر کر سب ذاکرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ سب صاحب سن لیں چشتیہ میں جو جہر ہے۔ وہ محض اس مصلحت سے ہے کہ اپنی آواز کان میں آتی ہے تاکہ خطرات نہ آویں یہ غرض خفیف جہر سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ لہذا بقاعدہ الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ بہت چلا چلا کر ذکر کرنا عبث فعل ہوا اور عبث فعل پسندیدہ نہیں اور اگر سبب اضرار ہو تو جائز بھی نہیں سب صاحب اس کا خیال رکھیں۔ ہر جگہ خانقاہ تھوڑا ہی ہوتی ہے اس لئے ابھی سے اسکی عادت ڈالیں اگر جوش ہو تو اسے ضبط کریں زور زور لگا لگا کر گلے پھاڑ پھاڑ کر ذکر کرنا کیا ضرور تعب برداشت کرنے سے کیا حاصل فضول اپنا دماغ بھی خالی کریں جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا ہے اربعوا علی انفسکم انکم لا تدعون اصم ولا غائبا یعنی اپنی جان پر نرمی کرو۔ تم کسی بہرے کو نہیں پکار رہے حقتعالیٰ کو پکارتے ہو۔ جو سمیع ہیں اور قریب ہیں۔ اس کا یہی مطلب ہے۔ حدود شرعیہ سے کسی حال میں

تجاوز نہیں کرنا چاہیئے۔ میرا تو ایک دفعہ ارادہ ہو گیا تھا کہ جہر کو بالکل ہی منع کر دوں کیونکہ لوگ اسکے حدود کی رعایت نہیں کرتے۔ فقہانے بھی ذکر جہر کے جواز کی یہی شرط لکھی ہے۔ کہ نائمین یا مصلین کو تشویش نہ ہو استفسار پر فرمایا کہ متوسط جہر سے میرے وجدان میں تو نمازی کو تشویش نہیں ہوتی زیادہ بلند آواز سے البتہ ہوتی ہے بلکہ مجھے تو اگر خفیف جہر کے ساتھ رسیلی آواز سے کوئی ذکر کر رہا ہو تو نیند آجاتی ہے عرض کیا گیا کہ خفیف جہر سے قلب پر بھی زیادہ اثر ہوسکتا ہے۔ فرمایا جی ہاں زیادہ پکارنے سے سب زور باہر نکل جاتا ہے اس لئے قلب پر بھی اثر نہیں پڑتا۔

(۶۵۱) فرمایا کہ میں نے بھوپال میں وہاں کے اسکول کے لڑکوں کی درخواست پر وعظ کہا تھا وہاں کا ہیڈ ماسٹر جو مرہٹہ تھا وہ بھی شریک تھا۔ تقریر سنکر وہ بہت متحیر ہوا اور اپنے مجمع میں کہا کہ ہر شبہ کا جواب اور ہر دعوے کی دلیل بیان کرتے تھے اور نہایت مسلسل اور مدلل تقریر تھی۔ کوئی مضمون بے ربط ہونے پاتا تھا۔ حالانکہ کوئی کاغذ یادداشت کا بھی پاس نہ تھا۔ کہتا تھا کہ ہم نے بہت سے لیکچر سُنے ہیں لیکن ایسی تقریر کبھی سننے میں نہیں آئی ایسا شخص تو ولایت میں بھی نہ ہوگا اس کو بلا یادداشت کے ایسی مسلسل اور مدلل تقریر کرنے پر بہت تعجب تھا کیونکہ اکثر لیکچر دینے والے یادداشت لکھکر اپنے پاس رکھ لیتے ہیں۔ اور اسمیں ایک ایک مضمون کو دیکھتے جاتے ہیں۔ اس کے متعلق تقریر کرتے جاتے ہیں اس بیچارہ کو یہ خبر نہ تھی بفضلہ مسلمانوں کے علماء کے لئے یہ ایک معمولی بات ہے چنانچہ میں نے سُنکر یہی کہا کہ اس بیچارہ نے علماء کو دیکھا ہی نہیں۔ ایک ادنیٰ سے طالب علم کو دیکھا ہے۔

(۶۵۲) کھاؤ کماؤ پیروں کا ذکر تھا۔ فرمایا کہ تھانہ بھون کے رہنے والے عبدالرحمن خانصاحب مرحوم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب سے بیعت تھے وہ کہتے تھے کہ ایک گاؤں میں کچھ گوجر مولانا ممدوح سے بیعت ہو گئے جو پہلے کسی ایسے ہی دنیا دار پیر سے مرید تھے جب اُن پیر کو خبر ہوئی تو بڑے خفا ہوئے اور کہا کہ ارے مولوی لوگ فقیری کیا جانیں ان میں ایک گوجر ہوشیار تھا اُس نے کہا کہ مولانا صاحب نے ہم کو یہ بھی ہدایت کر دی ہے کہ اپنے پہلے پیر کے حق حقوق میں کسی قسم کی کمی نہ کرنا۔ انکی ہمیشہ خدمت کرتے رہنا۔ یہ سنکر پیر جی نو بدلے کہ ہاں پھر کیا ڈر ہے جو اُن سے مرید ہو گئے وہ بھی اچھے آدمی ہیں یہ واقعہ عبدالرحمن خاں خود مجھ سے بیان کرتے تھے۔ بہت ہی اچھے شخص تھے۔

(۶۵۳) کشف قبور کے متعلق ایک صاحب نے استفسار کیا فرمایا کہ اسمیں بہت غلطیاں ہوتی ہیں

ہیں کیونکہ جب ناسوت کے کشف میں غلطیاں ہوتی ہیں تو ملکوت کے کشف میں تو بہت غلطیاں ہو سکتی ہیں کیونکہ ملکوت سے تو انسان کو بہ نسبت ناسوت کے بہت کم مناسبت ہے مثلاً کسی مردہ کو معذب دیکھنے سے بدگمانی ہوتی ہے اور متنعم دیکھنے سے بفکری پیدا ہوتی ہے غرض کشف قبور ہر طرح مضر ہے ان امور میں خیال کی بھی بہت آمیزش ہوتی ہے تلبیس ابلیس کا بھی اسمیں احتمال رہتا ہے ایسا ایک عجیب کا واقعہ بھائی بیان کرتے تھے کہ جب وہ بریلی میں تھے اُن کے مکان کے نیچے ایک محلہ تھا مسیت گنج جسمیں بنیئے رہتے تھے ایک بنیہ مرنے لگا اُس نے مرنیکے وقت اپنے سب عزیزوں کو بلایا اور نہایت اطمینان کے ساتھ اُس نے باتیں کیں۔ اُس نے بھائی سے ملنے کی بھی خواہش کی کہ منشی جی کے دیکھنے کو جی چاہتا ہے بھائی بہت رقیق القلب ہیں وہ اس کے دیکھنے کو گئے پوچھا کیا حال ہے لالہ جی۔ اُسنے کہا کہ اجی بڑا آرام ہے بڑا چین ہے پھر اپنے مکاشفات بیان کرنے لگا کہ بڑے بڑے محل ہیں باغ ہیں طرح طرح کے شگوفے ہیں نہایت آرام ہے۔ اس طرح سارا نقشہ جنت کا بیان کر رہا تھا جیسے جنت اس کے پیش نظر ہو۔ بھائی نہایت حیران کہ یہ کیا معاملہ ہے جانکنی کا وقت تھا لیکن نہ اُسپر ہراس تھا نہ اُس پر خوف نہایت بشاش بشاش اسی حالت میں اس کا انتقال ہوگیا۔ بھائی نے مجھسے کہا میں نے کہا کہ اس امر پر تو نصوص قطعیہ موجود ہیں کہ کافر جنتی نہیں ہو سکتا لہذا اس واقعہ کی تاویل کرنا واجب ہے دو تاویلیں ہیں لیکن اُن میں سے ایک زیادہ جی کو لگتی ہے ایک تاویل تو یہ ہے کہ ممکن ہے کہ اُسکے قلب میں پہلے سے اسلام ہو لیکن اُس نے ظاہر نہ کیا ہو یہ تو طالب علمانہ تاویل ہے اور زیادہ جو جی کو لگتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب مکاشفات شیطانی تھے شیطان نے اُسکے خیال میں تصرف کر کے جنت کا خیالی نقشہ اسکے پیش نظر کر دیا تھا اور دوسروں کی تلبیس کے لئے تاکہ لوگ یہ سمجھنے لگیں کہ جنت کے حصول کے لئے اسلام شرط نہیں ہے جو مسلمان نہ ہو وہ بھی جنت میں جا سکتا ہے کسقدر زبردست تلبیس ہے اللہ بچاوے۔ حضرت ایسے ایسے نازک قصے ہیں آدیہ مکاشفہ کیا چیز ہے جو حجت ہو سکے۔ البتہ مرتے وقت اگر مومن کی حالت اچھی ہو تو ایک اُمید کے درجہ میں اُسکے حسن خاتمہ کی علامت و بشارت ہو سکتی ہے مگر احتجاج کے درجہ میں نہیں ہوگا۔ کسی حالت سے سوء خاتمہ پر استدلال جائز ہی نہیں حضرت میانجی نور محمد صاحب قدس سرہ العزیز کے ایک پیر بھائی تھے شیر محمد خاں صاحب بعد وفات اپنے شیخ کے خانصاحب نے حضرت میانجی سے رجوع کیا تھا اسطرح خانصاحب پیر بھائی تھے۔ اور مرید بھی تھے مرتے وقت لوگ اُنسے کلمہ پڑھنے کو کہتے تھے تو وہ منہ پھیر لیتے تھے۔ سب لوگ نہایت پریشان تھے کہ جب اتنے بڑے شخص کا یہ حال ہے تو ہم

کس شمار میں ہیں ہمارے حسن خاتمہ کا کیا بھروسہ انہیں سے ایک شخص حضرت میانجی کے پاس دوڑے ہوئے گئے حضرت حجرہ کے اندر مشغول ذکر و فکر تھے جب کبھی حضرت میانجی کو باہر بلانا ہوتا تھا تو حجرہ کے کواڑوں کے پاس کھڑے ہو کر بلانے والا دو چار دفعہ ذرا پکار کر اللہ اللہ کہنے لگتا تھا حضرت مراقبہ سے افاقہ میں آکر بات چیت کر لیتے تھے۔ چنانچہ ان صاحب نے بھی اسی طرح اللہ اللہ کہا حضرت نے کواڑ کھولدئے انھوں نے خانصاحب کا سب حال بیان کیا کہ جلدی چلئے وہاں یہ غضب ہو رہا ہے کہ انسے کلمہ پڑھنے کو کہتے ہیں لیکن وہ منہ پھیر لیتے ہیں۔ اخیر وقت ہے چلکر ان کی امداد کیجئے۔ حضرت میانجی صاحب کو تو اطمینان تھا لیکن لوگوں کی دفع پریشانی کی غرض سے آپ تشریف لیگئے سلام کر کے دریافت کیا کہ خانصاحب کیا حالت ہے خانصاحب نے آواز پہچانکر فوراً آنکھ کھولدی اور سلام کا جواب دیکر کہا کہ الحمد للہ میں بہت اچھے حال میں ہوں لیکن آپ ذرا ان لوگوں کو منع کر دیجئے کہ مجھے تنگ نہ کریں۔ یہ مجھسے کلمہ پڑھنے کے لئے کہہ رہے ہیں مجھے مسمے سے اسم کی طرف لاتے ہیں سبحان اللہ وہ اسوقت مشاہدہ ذات میں تھے اس لئے اسم کیطرف نہ آنا چاہتے تھے۔ لوگ اس کو سمجھے کہ کلمہ پڑھنے سے اعراض کرتے ہیں یہ حکایت خود حاجی صاحب سے میں نے سنی ہے اسی طرح بعضے بزرگوں نے مرتے وقت بجائے کلمہ کے یہ پڑھا اشہد ان لا الہ الا اللہ موسیٰ کلیم اللہ۔ اور انتقال کر گئے اس سے شبہ ہو سکتا ہے کہ وہ نعوذ باللہ یہودی ہو کر مرے۔ حضرت حاجی صاحب اسکے متعلق فرماتے تھے کہ بعض بزرگوں کا مقام قدم موسیٰ پر ہوتا ہے وہ مرتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام لیکر انتقال کرتے ہیں اونکو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقام سے مناسبت ہوتی ہے اسی طرح بعضوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام سے مناسبت ہوتی ہے وہ مرتے وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لیتے ہیں اُن پر یہودی یا نصرانی ہونیکا گمان ہرگز نہیں کرنا چاہئے یہ تحقیق تو حضرت حاجی صاحب کی ہے اس کے متعلق میری بھی ایک چھوٹی سی تحقیق ہے کیونکہ اس بات کے معلوم ہو جانے سے کہ وہ بزرگ قدم موسیٰ پر مرے یا قدم عیسیٰ پر مرے (علیہما السلام) اصل حیرت تو دفع نہیں ہوئی یہ شبہ پھر بھی رہا کہ کیا ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض نہ ہوا تھا مجھے بھی یہ خلجان تھا۔ ایک بات اللہ نے میرے دل میں ڈالی جس سے اطمینان ہو گیا۔ وہ یہ کہ یہ سب اصطلاحیں ہیں خود شیون محمدی کی۔ بات یہ ہے کہ حضور میں مختلف شانیں تھیں بعض شان مشابہ تھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شان کے اور بعضی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کے۔ اسی

مشابہت کی بناء پر اُن شانوں کا نام اصطلاح میں قدم موسیٰ اور قدم عیسیٰ ہو گیا۔ باقی ہیں وہ سب شیونِ محمدی ہی۔ شیونِ محمدی میں سے جو شان مشابہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس کا نام قدمِ موسیٰ ہے اور جو مشابہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس کا نام قدمِ عیسیٰ ہے تو قدمِ موسیٰ ایک ایک خاص نسبت کا نام ہے جو جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے پائی جاتی ہے اور جو مشابہت رکھتی ہے نسبت موسیٰ سے چونکہ آپ جامع الکمالات ہیں پس اُس کے مستفید ہونا نہ اس حیثیت سے ہے کہ وہ کمال موسوی ہے بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ وہ دراصل کمال محمدی ہے۔ کیونکہ حضور تمام انبیا کے کمالات کے جامع تھے ؎

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

آپ جامع جمیع نسب ہیں محض عنوان مختلف ہیں۔ لیکن معنون ایک ہے ع عباراتنا شتی وحسنک واحد
اس تقریر سے ثابت ہوا کہ جنہوں نے حضرت عیسیٰ یا حضرت موسیٰ علیہم السلام کا کلمہ پڑھکر انتقال کیا وہ ملت عیسوی یا ملت موسوی پر نہیں مرے بلکہ ملتِ محمدیہ ہی پر مرے۔ اس تقریر سے اس آیۃ کی تفسیر بھی آسان ہو جائیگی واتبع ملۃ ابراہیم یعنی وہ ملت جو ہم نے آپ کو عطا کی ہے اور جو موافق ہے ملت ابراہیمی کے وہ دراصل ملت محمدیہ ہی ہے معنی یہ ہیں کہ اُس ملت کا اتباع کیجئے جو ہم نے آپکو عطا کی ہے۔ جو دراصل تو ہے ملت محمدیہ ہی لیکن اوسکا لقب بوجہ توافق کے ملت ابراہیم ہے۔ ورنہ بظاہر اسمیں یہ اشکال تھا کہ حضور کو حضرت ابراہیم کے اتباع کا حکم ہوا یہی وجہ ہے کہ واتبع ابراہیم حنیفاً نہیں فرمایا جیسے فاتبعونی یحببکم اللہ میں فاتبعوا طریقی نہیں فرمایا۔ یہاں طریق کا لفظ نہیں بڑھایا گیا۔ اور وہاں ملت کا لفظ بڑھایا گیا۔ دیکھئے ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں فبھداھم اقتدہ یہ نہیں فرمایا فبھم اقتدہ۔ کیونکہ ایک تو ان کا اقتدا ہے اور اُن کے ہدا کا اقتدا ہے ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ جو ہدایت حضور کو عطا ہوئی اتباع اُسی کا ہے اس کو ہداھم سے تعبیر فرمایا مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اندر ایک آزادی کی شان۔ نازکی شان۔ جوش وخروش حمیت غیرت یہ مضمون بہت ہے اور نسبت عیسویہ میں زہد اور ترک دنیا کا غلبہ۔ تعلقات کی کمی وغیرہ کا مضمون بہت ہے اور حضور میں سب شیون کامل ہیں۔ ایک بزرگ تھے اونکی یہ خواہش ہوئی کہ مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ کے نزدیک میرا کیا مقام ہے اونکو اپنا مقام معلوم نہ تھا

ایسا ہوتا ہے بعض بزرگوں کے ساتھ حق تعالیٰ کا یہی معاملہ ہوتا ہے کہ ان کے مقام کی انھیں اطلاع نہیں کیجاتی جس طرح بادشاہوں کو اپنے بعض غلاموں سے خاص تعلق ہوتا ہے لیکن ان کے سامنے اس کا اظہار نہیں کرتے۔ تاکہ کہیں سرکشی نہ کرنے لگے۔ ان بزرگ کے ایک مرید ایک دوسرے بزرگ سے ملنے کے لئے گئے۔ اُن دوسرے بزرگ نے پوچھا کہ تمہارے پیر کیسے ہیں انہوں نے کہا کہ ہو دی پیر اچھے ہیں ان کو اپنے پیر کی شان میں یہ لفظ سنکر بہت ناگوار ہوا۔ لیکن چونکہ اپنے پیر کے بھیجے ہوئے تھے کچھ نہ بولے یہاں آکر اپنے پیر سے بڑی شکایت کی کہ ایسا واہیات لفظ آپکی شان میں فرمایا وہ بزرگ اُن الفاظ کو سنکر وجد کرنے لگے اور فرمایا کہ تمہیں خبر نہیں انھوں نے مجھے میرے مقام کی اطلاع دی ہے کہ میں قدم موسیٰ پر ہوں جسکے معلوم کرنے کی مجھے مدت سے تمنا تھی۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمایا کہ ایسے نازک قصے ہیں اس طریق کے اسی واسطے سچ یہ ہے کہ اللہ اللہ کرنیوالے پر بہت اعتراض کی نہیں ہوتی۔ ہاں انتظام شریعت کے لئے تو واجب ہے۔ مگر قلب سے ہمت نہیں ہوتی۔

۲۳ شوال ۱۳۵۰ھ

(۶۵۴) مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی کا قصہ بیان فرمایا کہ مصنف شمس بازغہ کو وہ لوگوں کی نظر میں بیقدر کرنا چاہتے تھے۔ شاہجہاں بادشاہ کا زمانہ تھا شاہی خاندان میں سے کسی شخص کا انتقال ہوا۔ مصنف شمس بازغہ ملا محمود فاروقی جونپوری سے نماز جنازہ پڑھانے کے لئے کہا گیا۔ مولوی عبدالحکیم نے اُن سے چپکے سے کہا کہ مجمع زیادہ ہے قرأت پکار کر پڑھنا تاکہ سب لوگ سن لیں۔ ملا محمود نہایت ذہین شخص اور معقولی آدمی تھے لیکن دینیات نہ جاننے سے دھوکہ میں آگئے نماز جنازہ میں قرأت شروع کردی۔ سب لوگ کہنے لگے کہ یہ شخص عالم نہیں محض جاہل ہے پھر انکی وقعت لوگوں کی نظروں میں بالکل نہ رہی عرض کیا گیا کہ مولوی عبدالحکیم تو بڑے شخص تھے انھوں نے ایسی حرکت کیوں کی۔ فرمایا کہ ملا تھے۔ پھر فرمایا کہ حب جاہ ایسا مرض ہے کہ اس کا پتہ چلنا مشکل ہے جب کوئی واقعہ پیش آوے اور گرانی ہو تب پتہ چلتا ہے۔ کہ افوہ ہم میں مرض حب جاہ کا ہے۔

(۶۵۵) حضرت کا معمول ہے کہ اگر کوئی وظیفہ یا عمل کسی حاجت کے لئے کوئی پڑھوانا چاہتا ہے تو اسکی مناسب اُجرت پڑھنے والے طالب علموں کو پڑھانے والے سے دلواتے ہیں۔ ایک صاحب نے اولاد کے محفوظ رہنے کے لئے اجوائن اور سیاہ مرچ پڑھوانی چاہیں جسکے لئے اکتالیس بار سورہ والشمس پڑھی جاتی

ایک بار تو حضرت خود پڑھ دیتے ہیں اور چالیس مرتبہ کسی غریب طالب علم سے پڑھوا دیتے ہیں اور اسے چار آنہ دلواتے ہیں۔ چنانچہ پیشتر یہ تحقیق کیا کہ کون صاحب زیادہ غریب ہیں۔ ایک صاحب کو حضرت نے تجویز فرمایا جو عیالدار ہیں یعنی بہت سے متعلقین اُن کے ذمہ ہیں لیکن اُن کی شادی نہیں ہوئی ہے۔ عرض کیا گیا کہ وہ عیالدار بھی ہیں مزاح میں فرمایا کہ ایال دار تو ہیں لیکن دُم دار نہیں ہیں (یعنی بیوی نہیں ہے۔) چار آنہ پیسہ اُن کو دیکر فرمایا کہ یہ بلا کراہت جائز ہیں کیونکہ یہ رقیہ ہے اس پر اجرت لینا جائز ہے۔ پھر فرمایا کہ گو عرفاً یہ اتنی اجرت کا کام ہے نہیں لیکن جو نفع اس سے متوقع ہے اس کے مقابلہ میں چار آنہ کیا چیز ہے۔ یعنی چار آنہ وہ اس اُمید پر دیتا ہے کہ بچہ کھلانیکو ملجاویگا۔

(۶۵۶) اکثر لوگ بالخصوص عوام اکثر صرف اتنا کہتے ہیں کہ تعویذ دیدو اور از خود یہ نہیں بتلاتے کہ کس چیز کا تعویذ چاہیئے۔ جب حضرت خود پوچھتے ہیں تب بتلاتے ہیں اس پر حضرت بارہا فہمایش فرما چکے ہیں۔

(۶۵۷) ایک رسالہ میں حضرت کا ایک مضمون ماہوار شایع ہوا کرتا ہے۔ یہاں سے بھیجا ہوا کچھ مضمون وہاں کے دفتر میں گم ہو گیا۔ اس کو دوبارہ طلب کیا گیا لیکن خط میں اس گم شدہ مضمون کی تعیین ایسے پیچیدہ عنوان سے کیگئی تھی کہ حضرت اس کو نہ سمجھ سکے۔ بہت فضول حوالے دیکر اور غیر ضروری توضیح کر کے اصل مضمون کو بالکل خبط کر دیا تھا۔ حضرت کی طبیعت غایت درجہ سہولت پسند ہے اگر کسیکو کوئی کام دیتے ہیں یا کوئی تقریر فرماتے ہیں تو نہایت ہی سہل کر کے تاکہ دوسرے کو سمجھنے میں ذرا دقت یا الجھن نہو واقعی مشکل سے مشکل کام کو سہل کر کے پیش کر دینا تو حضرت ہی کا حصہ ہے۔ بارہا فرمایا کہ مشکل سے مشکل کام کو سہل کر دینا کوئی مجھسے اگر سیکھے یہ بھی فرمایا کہ مدرسی کے زمانہ میں مشکل سے مشکل مقامات کو طالب علموں کے سامنے بالکل پانی کر کے بیان کر دیتا تھا۔ گو اس میں میرے دماغ کو نہایت تعب ہوتا تھا کیونکہ سارے مضمون کو ایک خاص طریقہ سے ترتیب دیکر پیشتر ذہن میں مستحضر کر لینا پڑتا تھا یہی وجہ تھی کہ جس نے مجھسے ایک سبق بھی پڑھ لیا پھر وہ کسی دوسرے مدرس کے کام کا نہ رہتا تھا کیونکہ اس کی پھر اور جگہ تسلی ہوتی ہی نہ تھی تو چونکہ حضرت کی طبیعت فطرۃً غایت درجہ سہولت پسند ہے اس لئے دوسرا شخص اگر کوئی الجھی ہوئی تقریر کرتا ہے تو نہایت پریشان ہوتے ہیں احقر کو اس بارہ میں بارہا تنبیہ فرما چکے ہیں رسالہ والوں کے خط کو بھی احقر کے حوالہ فرمایا کہ آپ ہی اس کا مطلب حل کیجئے کیونکہ آپ بھی ایسی ہی الجھی ہوئی تقریر کرنے کی عادی ہیں۔ یہ فرمایا کہ ان کو صرف اسقدر

لکھدینا چاہئے تھا کہ گم شدہ مضمون کے ماقبل کے اخیر کی عبارت یہ ہے اور مابعد کے شروع کی عبارت یہ ہے اسکے درمیان کا مضمون درکار ہے بس اور باتیں سب فضول ہیں۔ احقر سے فرمایا کہ اگر آپ معلوم کرسکیں تو بس صرف یہ دو باتیں اس خط سے معلوم کرکے مجھکو بتلادیں باقی اور کسی توضیح وغیرہ کی حاجت نہیں۔ احقر نے بدقت تمام ان دو عبارتوں کے اس خط سے معلوم کرکے حضرت کے سامنے پیش کردیا جس سے اُس مضمون گم شدہ کی تعیین نہایت سہولت کے ساتھ ہوگئی حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے ان عبارتوں کے علاوہ جتنی توضیح ادہر اودہر کی اونہوں نے کی ہے بالکل فضول ہے اگر صرف انہیں دو عبارتوں کا حوالہ دیدیتے تو کسقدر سہولت سمجھنے میں ہوتی۔ غیرضروری مضامین کو شامل کرکے اصل مطلب کو کسقدر گنجلک میں ڈالدیا فضول عبارت سے مجھے سخت اُلجھن ہوتی ہے کیونکہ مجھکو یہ تو معلوم نہیں ہوتا کہ یہ فضول ہے اسلئے سب کا جوڑ لگاتا ہوں اُس وجہ سے اور بھی مطلب خبط ہوجاتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ اپنے نزدیک توضیح کی غرض سے ایسا کیا جاتا ہے۔ فرمایا کہ ایسی ہی توضیح کرنی ہے تو یہ بھی لکھا کریں کہ فلاں سنہ میں پیدا ہوا تھا فلاں تاریخ میں میرا عقیقہ ہوا۔ غیرضروری توضیح سے تو اور بھی مطلب خبط ہوجاتا ہے۔ بس جو اصل مضمون ہو اوسپر اکتفا کرے۔ مجھے تو غیرضروری مضامین کی آمیزش سے نہایت کلفت ہوتی ہے۔

(۶۵۸) ایک شخص جو اکثر امور میں خواہ مخواہ حضرت کی مخالفت کیا کرتے ہیں ہمیشہ مصائب میں مبتلا رہتے ہیں ایک صاحب نے عرض کیا کہ باوجود اسکے پھر بھی وہ مخالفت سے باز نہیں آتے فرمایا کہ میں تو حق تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ میری وجہ سے آپ اپنی کسی مخلوق پر ذرہ برابر تکلیف نہ ڈالیں اُن صاحب نے عرض کیا کہ دعا کا قبول ہونا نہونا تو آپکے اختیار میں نہیں حق تعالیٰ کو تو غیرت آتی ہے اسلئے انتقام لیتے ہیں جیسے حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کی دعا اس باب میں قبول نہیں ہوئی۔ اسپر حضرت نے فرمایا کہ جو میرے اختیار کی بات نہیں اوس کو میں کرسکتا ہوں۔ باقی اپنی طرف سے تو میں سب کو دل سے معاف کرتا رہتا ہوں پھر فرمایا کہ حضرت حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات — با دُردکشاں ہر کہ درافتاد برافتاد

پھر اُن صاحب نے اوسی شخص کی بابت کہا کہ اصلاح تو اوسکی کرے جو آدمی ہو جانوروں کی کون اصلاح کرے حضرت نے فرمایا کہ جناب جانوروں کی اصلاح تو آسان ہے کیونکہ وہاں عدم اصلاح کا

تو قصد نہیں ہوتا تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ اصلاح کا قصد ہو اگر ایسا ہو تب تو سبحان اللہ۔ ورنہ دوسری صورت یہ ہے کہ نہ اصلاح کا قصد ہو نہ عدم اصلاح کا ایسے شخص کی بھی اصلاح ہو سکتی ہے اور ایک وہ ہے کہ عدم اصلاح کا ارادہ کر بیٹھے اوسکی اصلاح تو نبی سے بھی نہیں ہو سکتی۔

(۶۵۹) ایک صاحب نے عرض کیا کہ ایک شخص ایک نقل بیان کرتے تھے کہ ایک بزرگ ایسے تھے کہ وہ جس بزرگ سے مصافحہ کرتے تھے اونکی ولایت سلب کر لیتے تھے اخیر میں اونہیں ایک ایسے بزرگ ملے جنہوں نے اُن بزرگ کی ولایت بھی اور جتنے بزرگوں کی وہ ولایتیں سلب کر چکے تھے وہ سب ولایتیں بھی ایک دم سے سلب کر لیں۔ اسپر حضرت بہت ہنسے پھر اس کی تحقیق بیان فرمائی کہ دو حالتیں ہیں ایک تو حالت نسبت مع اللہ کی ہے یا جو متعلق ہو نسبت مع اللہ کے وہ تو موہوب ہے یعنی حق تعالیٰ کی عطا ہے جو موجب ہے قُرب کی یا مرتب ہے قُرب پر۔ اسپر تو کسی کا اختیار ہی نہیں۔ اور ایک ہوتی ہیں کیفیات نفسانیہ۔ اونمیں طبیعت کی خصوصیت کو اور اسباب طبیہ و طبعیہ کو بھی دخل ہے مثلاً کیفیت شوقیہ جس کے پیدا کرنے میں خاص اسباب طبیہ کو بھی دخل ہے یہ ایک کیفیت نفسانیہ ہے جس کو قُرب سے کوئی تعلق نہیں جیسے قوت جسمیہ کو قرب سے کوئی تعلق نہیں گو قوت جسمیہ بواسطہ سبب ہو جاوے عبادت کا اور طاعت کا اور وہ سبب ہو جاوے قرب کا۔ مگر فی نفسہ وہ اسباب قرب میں سے نہیں۔ اسی طرح کیفیت شوقیہ فی نفسہ اسباب قرب میں سے نہیں گو بواسطہ سبب ہو جاوے عبادت اور طاعت کا جو کہ سبب قرب ہے اسواسطے کہ یہ کیفیت مسبب ہے محض اسباب طبیہ سے مثلاً مزاج میں قوت ہونا صحت کا اچھا ہونا ہر طرح کا اطمینان ہونا یعنی معاش کی طرف سے بھی اطمینان ہے اور اعدا کی طرف سے بھی کوئی اندیشہ نہیں۔ اِن سب اسباب کا خاصہ ہے کہ ایک قسم کی کیفیت شوقیہ نشاطیہ پیدا ہو جاتی ہے۔ تو غرض یہ ہے کہ یہ کیفیت اسباب جسمیہ میں سے ہے تو تصرف سے یہ کیفیت سلب ہو سکتی ہے یعنی دوسرا اسکو سلب کر سکتا ہی جیسے قوت جسمیہ کو تصرف سے سلب کر لیتے ہیں۔ جیسے عامل لوگ کرتے ہیں کہ قوت خیالیہ سے تصرف کر کے دوسرے کی قوت کو سلب کر لیتے ہیں جسکے اثر سے ہاتھ پاؤں بیکار سے ہو جاتے ہیں ایسے ہی قوت خیالیہ کے ذریعہ سے کیفیت نشاطیہ مغلوب ہو سکتی ہے جسکا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایک قسم کی عبادت اور افسردگی طبیعت میں پیدا ہو جاتی ہے بعض طبعیتیں ایسی کمزور ہوتی ہیں کہ اس افسردگی کیوجہ سے اونکو اسطرح ضرر دین کا بھی ہونے لگتا ہے کہ براہ کسل عبادت چھوڑ بیٹھتے ہیں اور اکثر مبتدی ضعیف الہمت

کیواسطے ایسا ہوجاتا ہے۔ بخلاف صاحب ہمت یا صاحب کمال کے کہ وہ ہر حال میں خواہ بسط ہو یا قبض ہو جسکا وہ مکلف ہے خواہ درجۂ استحسان میں یا درجۂ وجوب میں اوسکا برابر پابند رہتا ہے وہ عمل کے لئے کیفیت شوقیہ کا محتاج نہیں ہوتا بس ایسا تصرف خاصہ ہے بعضے ڈاکوں کا جو درویش کہلاتے ہیں کہ نشاط کو سلب کر لیتے ہیں پھر دین کا ضرر پہونچ جاتا ہے بواسطہ اوسکی کم ہمتی کے اسکو عوام سمجھتے ہیں کہ ولایت سلب کر لی جیسے کسی کے کوئی لٹھ مارے اور وہ اپنی کم ہمتی کی وجہ سے پانچ وقت کی نماز چھوڑ دے تو اسکو کوئی کہے کہ لٹھ مار کر ولایت سلب کر لی۔ بس تحقیق ہے اسکی۔ پھر انھیں صاحب نے عرض کیا کہ یہ کیفیت تو محض کسبی ہے ہنسکر فرمایا کہ نہیں یہ کسبی بھی نہیں یہ تو بلکہ بھڑوا ہے۔ کسبی پھر بھی ایک قسم کی مطلوب ہے بھڑوا تو محض سفیر ہی سفیر ہے جسطرح یہ کیفیت محض واسطہ ہے۔ بکرر استفسار پر فرمایا کہ یہ سلب کیفیت بھی محض عارضی طور پر خاص اوسی وقت کیلئے ہوجاتا ہے جیسے توجہ دینے سے تھوڑی دیر کے لئے حرارت وغیرہ کیفیات پیدا ہوجاتی ہیں پھر اُن صاحب نے پوچھا کہ شیخ جو القائے نسبت کرتا ہے اسکے کیا معنی فرمایا کہ اوسکی توجہ اور شفقت میں یہ برکت ہوتی ہے کہ اللہ تعالے نسبت القا فرمادیتے ہیں جیسے اُستاد اگر توجہ اور شفقت کے ساتھ پڑھاوے تو شاگرد کے قلب میں اللہ تعالے مضامین القا فرمادیتے ہیں پس القاء استاد یا شیخ کا فعل نہیں یہی سبب ہے کہ اس قسم کے اجارہ کو فقہا نے ناجائز کہا ہے کہ مثلاً میرے لڑکے کو حساب کا ماہر کردو ہاں یہ جائز ہے کہ تم بتلا دو ماہر کردینا کسی کے اختیار میں نہیں اور بتلا دینا اختیار میں ہے پھر اُن صاحب نے عرض کیا کہ یہ جو مشہور ہے کہ مشائخ بیعت کے وقت القائے نسبت کردیتے ہیں۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ فرمایا کہ بیعت کے وقت اجمالاً القائے نسبت ہوجاتا ہے یعنی مناسبت مجملہ حق تعالی کے ساتھ پیدا ہوجاتی ہے۔ اہل اللہ کے ساتھ تعلق ہوگیا تو گویا اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ تعلق ہوگیا بیعت سے گویا ایک خصوصیت ہوگئی اللہ کے ساتھ۔

(۴۶۰) ایک صاحب نے یہ شکایت تحریر فرمائی کہ مجھے ہر روز احتلام ہوجاتا ہے اسکی کوئی تدبیر ارشاد فرمائی جاوے۔ حضرت نے فرمایا کہ بزرگوں سے منقول ہے کہ سورۂ نوح پڑھکر سونا نافع ہے پھر فرمایا کہ ایک گندہ عمل بھی مشہور ہے جسکا بہت لوگوں نے تجربہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ سوتے وقت شیطان کو خطاب کرکے یوں کہے کہ او بے شرم ہمارے باوا کو تو سجدہ کرنا بھی گوارا نہوا اور ہم سے ایسا ذلیل

فعل گوارا کرتا ہے کمبخت تجھے حیا نہیں آتی۔

۳ ذیعقدہ ۱۳۴۱ھ

(۶۶۱) ایک نووارد صاحب کو جنہوں نے طلب خلوت کے لئے بعد عصر پرچہ دیا تھا حسب معمول بعد مغرب حضرت نے گفتگو کرنے کیلئے اپنے پاس بلوایا۔ وہ صاحب ذرا ہٹکر ایک طرف کو آکر بیٹھنے لگے حضرت نے بغرض سہولت گفتگو اپنے قریب مواجہہ میں انہیں بیٹھنے کے لئے بلایا کہ یہاں آئیے۔ اُنہوں نے وہیں بیٹھنے کے لئے اصرار کیا۔ کئی بار کے رد و کد کے بعد حضرت نے ذرا تیز لہجہ میں فرمایا کہ لاالہ الا اللہ آپ نے آتے ہی مخالفت شروع کی۔ بالآخر وہ صاحب سامنے آکر بیٹھے لیکن یہ کہکر کہ مجھے تو حضور کے پیچھے بیٹھنا چاہئے۔ حضرت نے فرمایا کہ باوجود چند بار کہنے کے آپنے کہنا نہ مانا اور آخر میں مانا بھی تو یہ سُنا کر کہ مجھے تو پیچھے بیٹھنا چاہئے۔ اچھا جائیے۔ جو شخص آپ کو پیچھے بیٹھنے کی اجازت دے اور پیچھے بٹھلا کر آپ سے گفتگو کرے اوس کے پاس جائیے۔ اُنہوں نے معذرت کی تو فرمایا کہ جی نہیں جو آپکا کہنا مانے اور پیچھے بیٹھے آپ سے گفتگو کر سکے اوسکے پاس جائیے۔ اُٹھئے۔ اُنہوں نے پھر معذرت کی فرمایا کہ اول تو دیر تک کہنا ہی نہ مانا جھک جھک ہوتی رہی۔ پھر آکر بیٹھے بھی تو اوسکے ساتھ یہ شگوفہ بھی چھوڑ دیا کہ مجھے تو پیچھے بیٹھنا چاہئے یعنی مجبور ہو کر آنا پڑا۔ برابر اخیر تک حجتیں کرتے رہے جائیے تشریف لیجائیے۔ آدمی جس شخص کا کہنا خوشی سے نہ مانے اُس سے تعلیم حاصل کرنے سے کیا نفع۔ اُنہوں نے کہا کہ میں تو کہنے پر فوراً حاضر ہو گیا۔ فرمایا کہ کہاں اخیر تک تو حجتیں کرتے رہے۔ کیا میں مسجد میں بیٹھکر جھوٹ بول رہا ہوں۔ آپنے جو کہا کہ مجھے تو پیچھے بیٹھنا چاہئے تو گویا میں جو آپ کو آگے بٹھلا رہا ہوں یہ فضول حرکت ہے۔ میں تو تاکید سے کہہ رہا تھا تواضع سے بھی نہیں تواضع سے کہتا تو خیر کچھ اصرار کی گنجائش بھی تھی۔ اُنہوں نے کہا کہ غلطی ہوئی فرمایا بس غلطی ہوئی تو بھگتو۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ میں بہت دور سے آیا ہوں۔ فرمایا کہ آئے تو میرے اوپر کوئی احسان کیا۔ آتے ہی مخالفت کی۔ اور ایسی تواضع تھی تو خیر ایک دفعہ انکار کر دیا ہوتا۔ تین چار دفعہ کہنے کے بعد آکر بیٹھے اور اخیر میں بیٹھتے بیٹھتے یہ بھی کہا کہ مجھے تو پیچھے بیٹھنا چاہئے۔ اُن صاحب نے پھر معذرت کی کہ مجھے غلطی ہوئی۔ فرمایا کہ غلطی کیوں ہوئی۔ کوئی بچے ہو۔ دودھ پیتے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ مجھے سامنے بیٹھتے ہوئے لحاظ آیا۔ فرمایا کہ یہ کیسا لحاظ ہے۔ یہ کیسا ادب ہے کہ زبان سے جو کہوں اوسکے تو خلاف کیا جائے اور جو ادب اپنی رائے سے

تجویز کرلیا اُسپر عمل کیا جاوے۔ سبحان اللہ کیسا اچھا ادب ہے کیسی اچھی تعظیم ہے۔ کچھ عقل بھی ہے جسکے ساتھ اعتقاد ہو اوسکی مخالفت تو نکرنا چاہئے۔ وہ جو کہے کرے۔ پھر ایک تو سرسری کہنا ہوتا ہی ہے میں نے تو تاکید کے ساتھ کہا تھا۔ اور جب آکر بیٹھے تو پھر واہیات اپنی بک بک لگائی۔ کہ مجھے تو پیچھے بیٹھنا چاہئے۔ بھلا اِسکی کیا ضرورت تھی۔ کیا یہی انسانیت ہے یہی تہذیب ہے۔ اسی کو ادب کہتے ہیں۔ پھر فرمایا اچھا کہئے۔ جو کچھ کہنا ہو۔ بیٹھتے ہی دل بُرا کردیا۔ کہو اصل مطلب کیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ مُرید کرلیجئے۔ فرمایا کہ میں نہیں کرتا ایسے کو مُرید جس میں صرف ادب ہو اطاعت نہو۔ یا یہاں رہکر میرا اطمنان کردو۔ یہ بتلاؤ کتنے دِن رہ سکتے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ جتنا حضور فرمادیں حضرت نے فرمایا کہ اچھا میں تو دس برس کہتا ہوں۔ رہوگے دس برس۔ اُنہوں نے کہا کہ دس برس تو نہیں رہ سکتا۔ فرمایا کہ پھر یہ کیوں بکا تھا کہ جتنا آپ کہیں۔ میں نے پوچھا کتنے دِن رہ سکتے ہو۔ تم نے یہ کہا کہ جتنا آپ کہیں پھر جب میں نے کہا کہ دس برس رہوگے تو لگے حیلے کرنے۔ پھر پہلے ہی کیوں یہ کہا تھا کہ جتنا آپ کہیں۔ میرے اوپر کیوں بوجھ ڈالتے ہو۔ اور جو میرے ہی اوپر رکھا تھا تو پھر بھاگتے کیوں ہو۔ رہو دس برس۔ کرلونگا مُرید۔ اور اگر اس دس برس میں میں مرگیا یا تم مرگئے تو مجبوری ہے۔ پھر فرمایا کہ دیکھو تم لوگ ایسی تکلیف دیتے ہو۔ سیدھا جواب دو تو کام شروع ہو۔ میرے سیدھے سوال کا اُلٹا جواب ملتا ہی۔ یہ کونسی تہذیب ہے۔ اب بھی سیدھا جواب دیدو۔ اسپر وہ صاحب خاموش بیٹھے رہے۔ فرمایا کہ اب میری بات کا جواب بھی نہیں ملتا۔ دیکھو اتنا وقت میرا ضائع کیا۔ اوّل تو آتے ہی جھک جھک ہوئی پھر معاملہ کی بات پوچھی کہ کتنا رہ سکتے ہو تو اسکا کیا خوبصورت جواب ملا کہ جتنا آپ کہیں۔ اب سیدھا جواب مانگتا ہوں تو خاموش بیٹھے ہیں۔ اسقدر تکلیف دیتے ہیں آپ لوگ۔ اسپر اُن صاحب نے کہا کہ میں پانچ روز رہ سکتا ہوں۔ فرمایا کہ پانچ روز میں حال نہیں معلوم ہو سکتا۔ اور تم نے بیٹھتے ہی اپنے کمالات ظاہر کرنے شروع کردئیے۔ اس سے اور بھی اطمینان جاتا رہا۔ کہ نہ معلوم ایسے ایسے کتنے عیوب بھرے پڑے ہونگے۔ ایسی صورت میں چار مہینہ رہو تب ٹھیک حال معلوم ہو سکے۔ اور جو نہیں رہ سکتے تو خط کے ذریعہ سے بھی اطمینان ہو سکتا ہے۔ خط بھیجتے رہو۔ جب ہم کو اطمینان ہو جائیگا اور دل قبول کرلے گا تب مرید بھی کرلینگے۔ خط سے بھی پیری مریدی ہو جاتی ہے۔ لیکن کریں گے جب ہی کہ جب دلکو تسلی ہو جائیگی۔ ابھی تو ہمیں تمہارے اوپر اطمینان نہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ اور کچھ کہنا ہو تو وہ بھی

کہہ لو اُنہوں نے غالباً پھر کچھ بیعت ہی کے متعلق کہا جسکو حضرتؒ سُن نہ سکا فرمایا کہ اور کچھ کہنا ہو تو کہہ لو اِسکا جواب تو ہو لیا۔ اُنہوں نے غالباً کچھ تعلیم حاصل کرنی چاہی۔ فرمایا کہ وہ بات کہو جو خط سے نہو سکے یہ تو خط سے بھی ہو سکتی ہے۔ خط میں لکھ بھیجو جو کچھ پڑھتے ہو۔ پھر جو مناسب ہوگا میں لکھ بھیجوں گا۔ مگر اوّل بار خط آوے اُسمیں یہ پرچہ جو تم نے آج مجھکو دیا ہے ضرور رکھنا۔ پھر دوسرا خط جو بھیجو اُسمیں پہلا خط رکھکر بھیجنا۔ ہر خط کے اندر پچھلا خط رکھدیا کرنا۔ آٹھ دس خطوں میں ایسا ہی کرنا پھر ذہن میں بھی تمہاری صورت جم جائیگی۔ بس پھر ضرورت نہیں۔ شروع کے آٹھ دس خطوں میں بلا اِسطرح کئے یاد نہیں رہ سکتا کیونکہ میرے پاس سیکڑوں خطوط آتے ہیں۔ اور بہت سے کام رہتے ہیں کس کسکو یاد رکھ سکتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اور کچھ بھی کہنا ہے۔ اُنہوں نے دعا کیلئے عرض کیا۔ فرمایا ہاں دعا سے کیا انکار ہے۔ لیکن نام لیکر خاص طور سے دعا کرنیکا وعدہ نہیں کرتا۔ کیونکہ کام بہت رہتے ہیں۔ یاد ہی نہیں رہتا ویسے سب مسلمانوں کیلئے دعا کرتا ہوں۔ پھر فرمایا اور کوئی بات ہو تو کہدو۔ اسپر اُن صاحب نے سکوت کیا۔ فرمایا کہ خاموش کیوں بیٹھے ہو۔ اُنہوں نے کسی ایسی بات کا اعادہ کیا جو پیشتر کہہ چکے تھے۔ فرمایا یہ تو کہہ چکے۔ اُسکا میں جواب بھی دیچکا۔ کوئی نئی بات کہنا ہو تو کہو۔ اور اگر اور کچھ نہیں کہنا تو جاؤ۔ اُنہوں نے کہا کہ بس اور کچھ نہیں کہنا۔ فرمایا جاؤ لیکن یہ یاد رکھو کہ کسی کو تکلیف نہیں دینا چاہئے۔ اِس وقت تم نے مجھے سخت تکلیف پہونچائی۔ بھلا انصاف تو کرو مجھے کیا خبر تمہاری فرصت کی تمہارے حالات کی۔ تمہیں خود چاہئے تھا اپنے حالات دیکھکر بتلانا کہ میں اتنے دن ٹھیر سکتا ہوں۔ یہ نہایت نامعقول جواب تھا کہ صاحب جتنا تم کہو۔ تم نے تکلیف بھی پہونچائی اور وقت بھی ضائع کیا۔ جس کے پاس دینی نفع حاصل کرنے جاتے ہیں اُس سے تکلف نہیں کیا کرتے۔ سیدھی طرح مسلمانوں کی طرح باتیں کرنا چاہئیں کافروں نے سکھلائے ہیں یہ تکلّف۔ اللہ رسول نے کہیں تکلّف نہیں سکھلایا۔ اللہ رسول کے خلاف ہے یہ تکلّف کہ دل میں تو تھے پانچ دن۔ اور زبان سے یوں کہدیا کہ جب تک آپ کہیں۔ کیا یہ مسلمانوں کی بات ہے کیا یہی بتلایا ہے اللہ رسول نے پھر حضرت نے پوچھا کہ بُری بات تھی یا نہیں۔ سمجھ میں بھی آیا یا نہیں۔ اُنہوں نے کہا واقعی بُری بات تھی۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ بس آئندہ کسی کے ساتھ ایسا ہرگز مت کرو جاؤ۔ پھر اُدہر وہ صاحب اُٹھے اِدہر حضرت نے اُٹھتے ہوئے فرمایا کہ خواہ مخواہ کے لئے سیدھے طریقہ کو چھوڑ کر اُلٹی ہی چال چلتے ہیں جاہل پیروں نے ناس کیا ہے۔

(۶۶۲) ایک عورت نے حضرت کی خدمت میں لکھا کہ میرا شوہر جب مجھے خواب میں دیکھتا ہے تو کسی غیر مرد کے ساتھ بات چیت کرتے۔ اسکے اوپر وہ خواہ مخواہ مجھپر بدگمانی کرتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کیا ٹھکانا ہے بدگمانی کا آجکل بدگمانی بہت ہی کرنے لگے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک شخص کوکین کھاتا تھا۔ اسکو بیداری میں اپنی عورت دوسرے مرد کے ساتھ دکھلائی دیا کرتی۔ وہ کہتا کہ میں تجھکو کسی روز قتل کردونگا۔ وہ عورت بیچاری سخت پریشان۔ مجھسے کہا۔ میں نے کہا کہ اوسکے دماغ میں خرابی معلوم ہوتی ہے چنانچہ معلوم ہوا کہ وہ کوکین کھاتا ہے۔ میں نے کہا کہ کسی طرح اُس سے کوکین چھڑادیجاوے۔ عورت نے پیچھے پڑکر اُس سے کوکین چھڑوادی جس دن سے اُس نے کوکین کھانا چھوڑا اوسی دن سے وہ بات جاتی رہی۔ وہ سارے مکاشفات کوکین کی برکت سے تھے۔ فرمایا کہ اس عورت کے خاوند کو بھی یبس دماغ معلوم ہوتا ہے۔

(۶۶۳) ایک غریب نئے طالب علم کو حضرت نے امداد کے طور پر تیسیر المبتدی کی قیمت دینے کا ارادہ کیا۔ چونکہ حافظجی تاجرانہ قیمت پر کتابیں دیتے ہیں اسلئے حضرت نے ازراہ خیرخواہی اُس طالب علم کو یہ مشورہ دیا کہ مطبع سے سستی قیمت میں کتاب مل جاویگی۔ وہاں سے خریدنا۔ اُس طالبعلم نے جاکر حافظجی سے کہدیا کہ حضرت نے مطبع سے خریدنے کے لئے کہا ہے۔ حضرت کو بھی احتمال ہوگیا تھا کہ کہیں یہ بات حافظجی سے جاکر نہ کہدے اس لئے میاں نیاز سے کہا کہ اسکو واپس بُلا لاؤ۔ لیکن وہ پہنچ چکا تھا۔ اور اُس نے بلاضرورت جاتے ہی حافظجی سے وہی بات کہنا شروع کردی تھی۔ حضرت کو بہت ناگوار ہوا۔ اوسکو بہت ڈانٹا کہ میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ تم جاکر یہ پیغام حافظجی کو پہونچادو۔ حافظجی سے کہنے کی کیا ضرورت تھی میں نے تو تمہاری خیرخواہی کے لئے مشورہ دیا تھا کہ بھائی غریب آدمی ہیں سستی کتاب ملجاوے تم نے اس خیرخواہی کا یہ بدلہ دیا کہ تم میرا حافظجی سے رنج کرانا چاہتے ہو۔ وہ سمجھیں گے کہ یہ خریداروں کو میرے یہاں آنے سے روکتا ہے۔ اُس نے کہا غلطی ہوئی مجھے طریقہ نہیں معلوم تھا۔ فرمایا کہ یہ تو موٹی بات تھی اسمیں طریقہ جاننے کی کیا حاجت تھی۔ پھر اُس سے فرمایا کہ جاؤ اب ہم تمہاری مدد نہیں کرتے۔ پھر فرمایا کہ دیکھئے یہ رائے دینے کا نتیجہ ہے۔ رائے کا تو حاصل یہ ہے کہ تو ایسا کر پیام تو نہیں دیا جاتا کہ تو جاکر ایسا کہنا۔ اللہ توبہ طبیعتیں کیسی بھدی ہیں اسی طرح محمد عمر سے میں نے کہا تھا کہ تمہیں قاری صاحب سے مشق کرنیکی ضرورت نہیں۔ ہاں مخارج ٹھیک کرلو۔ آپ نے جاکر قاری صاحب سے کہدیا کہ اوسنے یہ کہا ہے کئی دن تک

اس بات کا رنج رہا قاری صاحب کو کہ میری منتق کو ایسا سمجھا۔ اسی وجہ سے میں کسی کو رائے نہیں دیا کرتا کہ مخاطب ماشاء اللہ آجکل بہت صحیح المذاق اور صحیح الحس ہیں۔ یہ رائے دینے کا نتیجہ ہے۔ جب یہ پوچھا کہ حافظ جی سے جاکر کہنے کی کیا ضرورت تھی تو اسکا یہ جواب ملا کہ مجھے طریقہ نہیں معلوم تھا۔ بھلا اسمیں طریقہ معلوم ہونیکی کیا ضرورت تھی۔ کیا میرے یہاں کے کوئی خاص طریقے ہیں۔ یہ تو موٹی باتیں ہیں۔ کیا یہ باتیں مخصوص ہیں میرے ساتھ۔ یہ تو عام باتیں ہیں۔ لاحول ولاقوۃ۔ اب افسوس ہو رہا ہے کہ کیوں میں نے رائے دی تھی۔ میں تو ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ میری خوش خلقی سبب ہوجاتی ہے بد خلقی کا۔ اگر شروع ہی میں کہدیتا کہ اگر نہیں خرید سکتے تو خیر ہم کچھ مدد نہیں کر سکتے۔ اب خیر خواہی کرنے سے دو بد خلقیاں کرنی پڑیں۔ ایک تو کچھ مدد کا ارادہ تھا وہ بدلنا پڑا۔ دوسرے ڈانٹ ڈپٹ کی گئی۔ بے وجہ تکلیف ہوئی قلب کو۔ مجھے تو احتمال بھی نہیں ہوا کہ وہاں جاکر کہدیگا ورنہ منع کر دیتا۔ اسکے بعد پھر اور ایک شخص کی معرفت اُس طالب علم کو تیسیر المبتدی کی قیمت بھجوادی۔

(۶۶۴) بحمد اللہ درس مثنوی پھر شروع ہو گیا ہے۔ دفتر چہارم ہو رہا ہے۔ یہ شعر آیا ؂

تو چنیں خواہی خدا خواہد چنیں ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ ‌ می دہد حق آرزوئے متقیں

فرمایا کہ حدیث شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب منقول ہے ما اری ربک الا یسارع فی ہواک۔ یعنی میں دیکھتی ہوں کہ جو آپ کا جی چاہتا ہے وہی اللہ میاں بھی کہنے لگتے ہیں۔

(۶۶۵) دوران درس مثنوی میں فرمایا کہ تلبیس بزرگوں کے پاس نہیں رہ سکتی۔ اول تو تمیز ان کی بڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ دوسرے اُنکی برکت بھی ہوتی ہے۔ طالب کو بھی اکثر اوقات اپنا بھلا برا سب معلوم ہو جاتا ہے کہ میں اپنے اندر کیا لئے ہوئے ہوں۔

(۶۶۶) ایک پختہ عمر کے دیہاتی طالب علم نے محض دعا کرانیکے لئے سفر کیا۔ اُنہوں نے شکایت کی کہ میں کلام مجید بھول بھول جاتا ہوں۔ حضرت نے فرمایا کہ یا علیم (۱۵۰ بار) بعد نماز فجر پڑھکر قلب پر دم کر لیا کرو۔ پھر فرمایا کہ اسکے لئے سفر کی کیا ضرورت تھی۔ خط لکھدیتے میں دعا کر دیتا۔ بس اتنی ہی بات کے لئے اتنا وقت بھی صرف ہوا اور اتنا خرچ بھی پڑا۔ خط سے بھی دعا ہو سکتی تھی۔ پھر فرمایا کہ تم کوئی سورت سُنا سکتے ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ بہت دن ہوگئے یاد کرتے لیکن کوئی سورت میں نہیں سُنا سکتا۔

حضرت نے فرمایا کہ تمہیں کس نے حفظ شروع کرایا۔ اگر حافظہ اچھا نہ ہو تو حفظ نہیں کرنا چاہئے۔ اگر اتنے دن میں ایک صورت بھی اچھی طرح یاد نہیں کر سکے تو تم معذور ہو۔ چھوڑ دو حفظ کرنا۔ کتابیں پڑھو۔ اردو کی مسئلہ مسائل کی۔ کیا ساری عمر یوں ہی ختم کر دو گے۔ فرض نہیں ہے حفظ کرنا۔ ہاں اگر یاد کر لیا ہو تو محفوظ رکھنا فرض ہے۔ اور اگر حفظ نہ ہوا ہو تو حفظ کرنا فرض نہیں۔ جب یاد ہی نہیں ہوتا تو چھوڑ دو دیکھ کر پڑھ لیا کرو۔ پھر شاید دیکھتے دیکھتے یاد بھی ہو جاوے۔ کتابیں پڑھنا شروع کرو۔ آخر وہ بھی تو فرض ہیں۔ پھر کیا انہیں بڑھاپے میں پڑھو گے۔ خدا نے یہ حکم نہیں دیا کہ نعید بت میں پڑھو۔

۴ ذیقعدہ سنہ ۳۴ھ

(۷۶۶) حضرت مثنوی شریف کا درس فرما رہے تھے پیچھے سے میاں نیاز ملازم نے ایک پرچہ حضرت کو دینا چاہا۔ لیکن چونکہ حضرت کی پشت تھی اس لئے انہوں نے ایک اور صاحب کو جو ایک پہلو میں بیٹھے حضرت کو پنکھا جھل رہے تھے وہ پرچہ دیا کہ حضرت کے سامنے پیش کر دیں۔ انہوں نے بلا کچھ کہے وہ پرچہ حضرت کے سامنے پیش کر دیا۔ جب حضرت نے اس پرچہ کو دیکھا تب ان صاحب نے مطلع کیا کہ میاں نیاز اس پرچہ کو لائے ہیں۔ حضرت میاں نیاز پر خفا ہوئے کہ خود سامنے آکر پرچہ کیوں نہیں دیا مجھے اول یہی خیال ہوا کہ یہ (یعنی جنہوں نے پرچہ پیش کیا تھا) خود اپنے حال کا پرچہ دینا چاہتے ہیں مجھے نہایت ناگوار ہوا تھا اور میں انہیں ڈانٹنے ہی والا تھا کہ یہ کونسا وقت پرچہ دینے کا نکالا ہے۔ میاں نیاز نے پشت ہونے کا عذر کیا۔ فرمایا کہ پشت کا تو خیال کیا۔ اور یہ جو پیچ غلجان ہوا اس کا خیال نہ کیا۔ تم بہت تکلیف پہونچاتے ہو۔ بڑے بیوقوف ہو۔ پھر پنکھا جھلنے والے صاحب سے فرمایا کہ تمہیں سفیر بننے کی کیا ضرورت تھی۔ خواہ مخواہ اپنی طرف سے میرا دل خراب کیا۔ بس جناب آپ زیادہ تقرب نہ جتلایا کیجئے۔ اس میں تمہارا ہی ضرر ہے۔ زیادہ مقرب بننے سے لوگوں کو حسد پیدا ہونے لگتا ہے۔ میرے یہاں کوئی مقرب نہیں۔ یہ میں نہیں کہتا کہ مجھے کسی سے خصوصیت نہیں جس سے ہے ہے۔ لیکن دل میں ہے۔ معاملات میں میں سب کے ساتھ یکساں ہوں۔ کوئی ناز نہ کرے کسی بات کا۔ کوئی مقرب نہ بنے۔ ہر شخص کو براہ راست چاہئے رکھنا معاملہ مجھ سے میرے یہاں سفیروں کے واسطہ کا قصہ نہیں۔ اس میں بڑی بڑی خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔

یعنی اوّل مجھے خلجان ہوا کہ اُنھوں نے (پنکھا جھلنے والے صاحبؒ) خود اپنا پرچہ یہ دیا ہے۔ میں کہنے ہی والا تھا کہ یہ کیا واہیات وقت نکالا ہے۔ پھر فرمایا یہ ضرر ہیں بے ضابطگیوں میں۔ پھر پنکھا جھلنے والے صاحب سے فرمایا کہ اگر دینا تھا تو دیتے وقت یہ بھی کہنا چاہیے تھا کہ نیاز نے یہ پرچہ دیا ہے۔ یہ فقرہ کس انتظار میں رکھ چھوڑا تھا۔ جب میں نے اوپر دیکھا اور سارا خلجان ہو چکا تب آپ کہتے ہیں کہ نیاز نے دیا ہے۔ جیسے ہی پرچہ پیش کیا تھا اسی وقت یہ کہہ دینا چاہیے تھا۔ اتنی گرانی ہوئی تمہاری اس بیہودگی سے۔ خدا جانے عقلیں کہاں گئیں۔ سارے کے سارے عقلاء ہی جمع ہو رہے ہیں ماشاء اللہ۔ احقر عرض کرتا ہے کہ زیادہ وجہ خلجان کی یہ ہوئی کہ درس مثنوی شریف میں حرج واقع ہوا جو حضرت کو نہایت شاق ہوتا ہے۔ فرمایا کرتے ہیں کہ مثنوی شریف کے درس کے وقت مجھے دنیا و مافیہا کی خبر نہیں رہتی ایسی حالت میں اگر کوئی ذرا بھی کھٹر پٹر کرتا ہے تو نہایت شاق ہوتا ہے۔

(۶۶۸) ایک صاحب نے اس حدیث پر کچھ اشکال کیا لن یشاد الدین احد الا غلبہ حضرت نے فرمایا کہ اسکا مطلب یہ ہے کہ ہر امر میں فضیلت اور عزیمت پر عمل کرنا ممکن نہیں۔ جب کوئی اس کی کوشش کریگا ہمیشہ مغلوب رہیگا۔ خلاصہ یہ کہ زیادہ کاوش اور مبالغہ سے حضور نے منع فرمایا ہے، گویا پریشانی سے بچایا ہے حضور نے کیونکہ لوگ احاطہ کی کوشش کرتے اور احاطہ ممکن نہ تھا تو یہ پریشانی ہوتی کہ ہم فضیلت سے رہ گئے تو حضور نے فرمادیا کہ رہ گئے بلا سے رہ گئے اور راز اسمیں یہ ہے کہ یہ فضیلت ہی نہیں ہے یعنی جو ممکن الحصول نہو اُس میں فضیلت کہاں۔ پھر ہمارے حضرت نے فرمادیا کہ قرآن حدیث تو تصوف کے بعد پڑھے بلکہ بوستاں بھی۔

(۶۶۹) ایک صاحب ایکماہ کے قیام کے ارادہ سے حاضر خدمت ہوئے۔ درمیان میں حضرت کا قصد کچھ دن کے لئے سفر میں جانیکا ہوا۔ اُن صاحب کو بھی کچھ کام تھا اُس کے لئے اُنہوں نے حضرت کی غیبت میں دو ایک دن کے لئے اپنے مکان چلے جانیکی بابت عرض کیا۔ فرمایا کہ اگر ضرورت شدید نہو اور وہ کام مؤخر ہو سکے تو میری غیبت میں بھی یہاں رہنا بہ نسبت مکان میں رہنے کے زیادہ نافع ہے۔ کیونکہ باہر جانے سے یکسوئی میں فرق آجائیگا۔ دوسرے یہ ہے کہ میرا باہر جانا روزانہ تھوڑا ہی ہوتا ہے مجھے خود اس کا بہت اہتمام ہے کہ جہاں تک ہو سکے یہیں رہوں۔ اور اگر مجبوراً کہیں

جانا ہو تو جہاں تک جلد ممکن ہو واپس چلا آؤں۔ بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ جب تک ضرورت شدید نہ ہو یہاں سے نہ جائیے۔ جتنا قیام یہاں ممکن ہو بہتر ہے۔ باقی کام یہاں زیادہ کرنا چاہئے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ ایک تو معمول ایسا ہو کہ جو دوامی ہو اور یہاں سے جانے کے بعد دوسرے مقامات پر بھی جاری رہ سکے اور ایک خصوصیت قیام کی بنا پر ہو۔ جو یہیں کے لئے خاص ہو کیونکہ یہاں زیادہ فرصت ہے۔ لیکن غیر محدود نہیں بلکہ اس کی بھی ایک حد ہونی چاہئے۔ میری تجویز کے موافق (ابتک یہ صاحب علاوہ دوازدہ تسبیح کے بلا تعداد اسم ذات پڑھا کرتے تھے) بارہ تسبیح جو معمول ہیں وہ تو رہنا ہی چاہئیں اگر کسی وقت شوق غالب ہو تو اسی کے اجزا میں سے جس جز میں زیادہ دلچسپی ہو اس کی زیادت کر لیجاوے۔ باقی اپنے ذمہ سمجھا جائے صرف بارہ تسبیح کو۔ البتہ دن میں قرآن مجید کی تلاوت کے بعد اسم ذات کا کوئی عدد معین کر لینا چاہئے۔ ایک تو ہمیشہ کے واسطے۔ اور وہ مختصر سا ہوگا وہاں کے مشاغل دیکھکر۔ جب آپ یہاں سے جانے لگیں گے تب مقرر کر دیا جاوے گا۔ باقی جب تک یہاں قیام ہے کچھ زیادہ مقدار میں معین کر لینا چاہئے۔ میرا اکثر معمول یہ ہے کہ بارہ ہزار تک بتلاتا ہوں خواہ ایک وقت میں یا دو مرتبہ کر کے لیکن دو مرتبہ سے زیادہ میں نہیں۔ یا تو چھ چھ ہزار مرتبہ ایک جلسہ میں۔ یا ایک جلسہ میں تین ہزار دوسرے میں نو ہزار جس میں سہولت ہو۔ مطالعہ کتب کے متعلق فرمایا کہ میرے خیال میں اگر آپ یہاں رہتے رہتے تکشف دیکھ لیں تو مناسب ہے کیونکہ اس میں اس فن کے زیادہ مضامین ہیں۔ اور کار آمد باتیں ہیں۔ دعوات عبدیت وغیرہ دوسری جگہ بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ تکشف کے مضامین یہاں رہکر زیادہ سمجھ میں آئینگے۔ اول تو خود میری تقریر و سے حل ہوتے رہینگے۔ ورنہ خود ہی سمجھ میں آجائینگے۔ ظہر کے بعد سے میرے پاس بیٹھنا مفید ہوگا۔ بعد کو حضرت نے اسم ذات کی تعداد صرف چھ ہزار کر دی۔ تین تین ہزار دو جلسوں میں۔ کیونکہ ان صاحب کو بارہ ہزار دو جلسوں میں پورا کرنا گراں ہوتا تھا۔

(۷۰۶) ایک نو وارد صاحب کو حضرت نے چھ تسبیح لا الہ الا اللہ کی بعد تہجد کے تعلیم فرمائیں۔ یہ بھی فرما دیا کہ اگر پچھلی رات اٹھنا دشوار ہو تو بعد عشاء قبل وتر تہجد کی نیت سے کچھ رکعتیں پڑھ لینا کافی ہے۔ تعداد رکعتوں کی زیادہ تر آٹھ ہونی چاہئے۔ باقی کبھی شوق ہو تو بارہ تک اور کبھی کسل ہو تو چار رکعت تک۔ کئی دن بعد انہوں نے اپنا حال عرض کیا۔ دریافت فرمایا کہ کچھ تکان تو نہیں

ہوتا انہوں نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کہ اب چھ تسبیح اسم ذات دو ضربی کی لا الہ الا اللہ کی چھ تسبیحوں کے بعد اور بڑھالو۔ یعنی اللہ اللہ یہ ایک دانہ ہوا۔ اور دن میں بعد نماز فجر بعد اور معمولات کے ۳ ہزار مرتبہ اسم ذات یک ضربی۔ ظہر کے بعد میرے پاس بیٹھنا مناسب ہے چلتے پھرتے استغفار خالی اوقات میں۔

(۶۷۱) ایک کاشتکار محض دعا کرانے کے لئے سفر کرکے حاضر خدمت ہوا۔ زمیندار نے اس سے اپنی زمین واپس لے لی تھی۔ اور یہ وعدہ کیا تھا کہ اوسکے بدلہ میں ہم دوسری زمین کاشت کرنیکے لئے تم کو دیدینگے۔ لیکن اوس نے زمین بھی لے لی۔ اور دوسری زمین بھی نہ دی۔ حضرت نے فرمایا کہ دعا کے لئے سفر کیوں کیا۔ خط لکھدیا ہوتا۔ اس نے عرض کیا کہ خطا ہوئی معاف کردیجئے۔ اور دعا کردیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ دعا سے مجھے انکار تو نہیں میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ بے فائدہ وقت بھی صرف ہوا پیسہ بھی خرچ ہوا سفر کرے آدمی تو دین کے واسطے کرے دنیا کے لئے کیا سفر کرے۔ اوس نے عرض کیا کہ حضور کی زیارت بھی ہوگئی۔ فرمایا کہ حضور کی زیارت تو رونگٹے ہی میں ہوئی۔ اصل غرض تو زمین ہی تھی۔ پھر حضرت نے اس سے پوچھا کہ اگر وہ دوسری زمین دینے کا وعدہ نکرتے تو تم زمین نہ چھوڑتے اس نے کہا کہ زمین پکی نہیں تھی کچی تھی۔ (یعنی غیر موروثی تھی) وہ تو چھوڑنی ہی پڑتی۔ فرمایا کہ اگر پکی ہوتی تو زمیندار کے کہنے سے بھی نہ چھوڑتے۔ اس نے کہا کہ ہاں اگر پکی ہوتی تو کاہے کو چھوڑتے۔ اس پر حضرت نے فرمایا کہ افسوس تمہارے دل میں خدا کا خوف نہیں۔ بس اسی کا پھل ہے کہ تم کو زمین نہیں ملی۔ تم نے تو اپنی طرف سے دغابازی کا ارادہ پختہ کرلیا تھا۔ لیکن بس نہیں تھا کہ اس کی زمین نہ چھوڑتے بس اب ہم دعا نہیں کریں گے۔

۲ رجمادی الاول ۱۳۳۵ھ ہجری

(۶۷۲) فرمایا کہ آج رات کو خواب میں ایک مسئلہ کے متعلق حق تعالیٰ کی جانب سے ایک عجیب وغریب فیصلہ معلوم کرایا گیا وہ مسئلہ ایک مہتم بالشان مسئلہ ہے۔ اور اوس کا یہ فیصلہ معلوم ہونے کے بعد تو نہایت سہل اور قریب ہے لیکن کبھی ذہن میں نہ آیا تھا اب میں تمام شرائع پر نظر کرتا ہوں تو وہ فیصلہ سب پر نہایت سہولت کے ساتھ منطبق ہوجاتا ہے۔ قریب قریب رات بھر اسی کے متعلق خواب دیکھتا رہا صبح کو بلبسوط طور پر ذہن میں مستحضر تھا لیکن اسوقت اوسکا خلاصہ یاد رہگیا ہے

وہ مسئلہ یہ ہے کہ آیا احکام شرعیہ کے لئے کچھ مصالح عقلیہ بھی ہیں یا وہ محض تعبدی ہیں اسمیں دو قول ہیں بعض علماء تو اسطرف گئے ہیں کہ احکام میں مصالح عقلیہ ہیں چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں احکام کے مصالح عقلیہ لکھے بھی ہیں لیکن بعض کا یہ مسلک ہے کہ احکام سب تعبدی ہیں چونکہ ہم کو حکم ہے کہ ایسا کرو۔ اس لئے ہم کو باوجو مصالح عقلیہ ہونے کے تعمیل کرنی چاہئے

(فی مقدمۃ حجۃ اللہ البالغہ صـ۳ قد ظن ان الاحکام الشرعیۃ غیر متضمنۃ بشیٔ من المصالح وانہ لیس بین الاعمال وبین ماجعل اللہ جزاءً لہا مناسبۃٌ وان مثل التکلیف بالشرائع کمثل سید اراد ان یختبر طاعۃ عبدہ فامرہ برفع حجر او لمس شجرہ مما لا فائدۃ فیہ غیر الاختبار فلما اطاع او عصی جوزی بعملہ وہذا ظنٌ فاسد تکذبہ السنۃ واجماع القرون المشہود لہا بالخیر الخ۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس قول کی بہت تردید کی ہے کہ بعض لوگوں کا جو یہ خیال ہے کہ احکام شرعیہ میں بجز آزمائش و امتحان کے اور کوئی مصلحت نہیں ہے یہ غلط اور فاسد ہے کتاب اللہ اور احادیث نبویہ اور اجماع سلف اسکی تکذیب کرتے ہیں مگر حضرت مولانا دامت برکاتہم نے فرمایا کہ میرے خیال میں اس قائل کا قول غلط مشہور ہو گیا کیونکہ جو شخص مسلمان ہوگا اور حق تعالےٰ شانہ کو حکیم مانتا ہوگا وہ احکام شرعیہ کو حکمتوں سے خالی کیونکر مان سکتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اُن صاحب کا مطلب یہ ہوگا کہ احکام شرعیہ میں گو مصالح ہیں مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور انکے مقابلین کا مطلب یہ ہے کہ احکام کی مصالح عقلیہ ہماری سمجھ میں آتی ہیں۔ اس خواب میں جو فیصلہ بتایا گیا ہے وہ اِن دونوں قولوں کی تصویب کرتا ہے کہ یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ احکام کی مصالح عقلیہ سمجھ میں نہیں آتیں مگر سب ایسے نہیں بلکہ ایسے صرف احکام جزئیہ ہیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ احکام کی مصالح عقلیہ سمجھ میں آتی ہیں۔ مگر سب کی یہ شان نہیں بلکہ احکام کلیہ کی مصالح سمجھ میں آسکتی ہیں اور وہ بہت واضح ہوتے ہیں ظفر احمد۔ جو فیصلہ مجھکو معلوم کرایا گیا ہے اُس سے اِن دونوں قولوں میں تطبیق ہو جاتی ہے اور اس خواب میں خیال کا بھی احتمال نہیں میرا ذہن اس سے بالکل خالی تھا اور اس بحث پر میں نے جو رسالہ لکھا ہے "المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ" اوس کو لکھے ہوئے بھی بہت دن ہو گئے غرض یہ مسئلہ آجکل میرے ذہن میں بالکل بھی نہ تھا۔ یہ محض حق تعالیٰ کا فضل تھا کہ خواب میں اس کی تحقیق فرما دی گئی۔ اُس فیصلہ کی تقریر یہ ہے کہ احکام دو قسم کے ہیں ایک تو کلیات اور ایک

جزئیات - جو احکام کلّی ہیں یا ہیں اون کے مصالح تو عقل سے معلوم ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ کھلے کھلے ہوتے ہیں مثلاً یہ حکم ہے کہ ہمیشہ سچ بولو جھوٹ کبھی نہ بولو۔ اس کی مصلحتیں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کیونکہ وہ عقل کے بالکل قریب ہیں۔ لیکن جو احکام جزئی ہیں اون کے مصالح عقل اور قیاس سے نہیں معلوم ہو سکتے مثلاً ظہر کی چار رکعتیں کیوں ہیں۔ یا مثلاً پہلے رکوع کیوں ہے پھر سجدہ کیوں ہے سو ایسے احکام میں رائے اور قیاس کو ذرا دخل نہیں محض عقل اون کے مصالح کے ادراک کے لئے ہرگز کافی نہیں بلکہ اس کے لئے قوتِ قدسیہ کی ضرورت ہے۔ البتہ احکام کلّی کے مصالح چونکہ بہت واضح ہوتے ہیں اور عقل سے معلوم ہو سکتے ہیں اسلئے اونکے ادراک میں رائے اور قیاس کو دخل ہے اس کی دو مثالیں بھی عجیب خواب ہی میں بتلائی گئیں۔ احکام کلّی کی مثال یہ دیگئی کہ اگر کوئی یہ کہے کہ ہر روز صبح ایک دو میل ٹہل آیا کرو۔ چونکہ یہ حکم کلّی ہے اور اس میں کوئی قید یا تعیین مشرق یا مغرب وغیرہ کی نہیں ہے اس لئے عقل سے اسکی مصلحت معلوم کر لینا بہت آسان ہے یعنی ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس سے مقصود تفریح ہے سو خواہ مشرق کی طرف جاوے یا مغرب کی طرف مقصود بہر حال تفریح ہے لہذا اپنی رائے سے سمت وغیرہ کی تعیین کرنے کی بھی اجازت ہے برخلاف اس کے اگر کوئی بالتعیین یہ کہدے کہ فلاں شخص کو کپڑا پہنا دے اور یوں سمجھے کہ مقصود تو نفع پہونچانا ہے وہ ہر صورت میں حاصل ہے سو یہ محض رائے سے ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ اگر کپڑا پہنانے کے لئے کہا گیا ہو تو کپڑا ہی پہنا دے اور اگر کھانا کھلانے کے لئے کہا گیا ہو تو کھانا ہی کھلاوے اس تعیین کے بعد اپنی رائے سے کوئی دوسری صورت قرار دے لینا جائز نہیں۔ بظاہر اس مثال پر ایک اشکال پڑتا ہے کہ فقہاء تو بعض جزئیات میں بعد تعیین کے بھی عقل سے کام لیتے ہیں مثلاً زکوٰۃ میں حکم شرعی یہ ہے کہ بیس مثقال سونے میں نصف مثقال سونا دیا جاوے اور دو سو درہم چاندی میں پانچ درہم چاندی اور چالیس بکریوں میں ایک بکری اور پانچ اونٹوں میں ایک بکری یا کفارات میں اطعام ستین مساکین وغیرہ اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسمیں صاحب زکوٰۃ وکفارہ کو اختیار ہے چاہے منصوص علیہ ادا کر دے یا اوسکی قیمت تو امام صاحب نے بعد تعیین کے پھر بھی عقل سے کام لیا۔ اس کا جواب یہ فرمایا کہ امام صاحب محض عقل غیر مستند الی النص سے یہ بات نہیں فرماتے بلکہ اس بارہ میں اون کے

پاس دلیل نص ہے جس کی طرف قیاس مستند ہے فلا اشکال ظفر احمد) یا مثلاً نماز کا بالتعیین حکم
ہے تو اس کی مصلحت اپنی عقل سے یہ قرار دیکر کہ مقصود حق تعالےٰ کی یاد ہے کوئی اور طریقہ یاد
کا اپنی رائے سے تجویز کر لینا ہرگز جائز نہیں ہو سکتا جیسا کہ بعض جاہل صوفیہ کہتے ہیں کہ نماز کی
ضرورت نہیں حق تعالیٰ کی یاد چاہئے خواہ کسی طریقہ سے ہو کیونکہ مقصود نماز سے یہی ہے تو
خلاصہ فیصلہ کی تقریر کا یہ نکلا کہ جن احکام میں قیود اور خصوصیات زیادہ ہوں گے۔ اون کے مصالح
اکثر غامض ہوں گے اور اون کے ادراک کے لئے کافی نہیں اون کے معلوم کرنے کے لئے
قوتِ قدسیہ کی ضرورت ہے برخلاف اس کے جن احکام میں کلیت اور اطلاق کی
شان غالب ہے اون کے مصالح عقلیہ بہت واضح ہوتے ہیں یہاں تک کہ عوام کے بھی
ذہن میں وہ آجاتے ہیں پھر فرمایا کہ میری رائے میں اس فیصلہ سے دونوں قولوں میں تطبیق
ہوتی ہے کیونکہ جو لوگ شرائع میں مصالح عقلیہ نہیں بتلاتے اس سے اون کا یہی مطلب
معلوم ہوتا ہے کہ مصالح عقلیہ سمجھ میں نہیں آسکتے ورنہ یہ تو موٹی بات ہے کہ خدا تعالےٰ جو کہ
حکیم ہیں اون کے احکام میں یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ مصالح عقلیہ نہوں اور کونسا وہ مسلمان
ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو لہذا ضرور اون کے قول نقل کرنے میں غلطی ہوئی اون کا مطلب یہی
معلوم ہوتا ہے کہ جن احکام میں قیود اور خصوصیات زیادہ ہیں اور جن میں جزئیت کی شان
غالب ہے اون کے مصالح بوجہ غامض ہونے کے سمجھ میں نہیں آتے دوسرے وہ لوگ
ہیں جو شرائع میں مصالح عقلیہ ہونے کے قائل ہیں سو یہ وہی شرائع ہیں جو کلی ہیں اور
مطلق ہیں اون کے مصالح عقل سے سمجھ میں آجاتے ہیں مثلاً یہ حکم ہے کہ عبادت کرو یا سچ بولو
سو واقعی اس کی مصلحت ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور اگر یہ حکم ہو کہ فلاں موقعہ پر جھوٹ بولو
اس کی مصلحت ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتی یا مثلاً وضو میں چار مواضع کا دھونا فرض ہے ظہر
میں چار رکعتیں پڑھنی چاہئیں پہلے قیام ہو پھر رکوع پھر سجود یا مثلاً چالیسواں حصہ زکوٰۃ کا ادا
کرو ان احکام کی حکمتیں عقل سے سمجھ میں نہیں آتیں۔ اس خواب سے یہ اصول مستنبط ہوا کہ
جس حکم میں جتنی قیود اور خصوصیات زیادہ ہوں گی اوتنی ہی اوس کی مصلحتیں غامض ہوں گی
اور سمجھ میں کم آئینگی اور جتنی اطلاق اور کلیت کی شان ہو گی اوتنی ہی اوس حکم کی مصلحتیں

آسانی کے ساتھ سمجھ میں آسکیں گی پھر فرمایا کہ رات مجھے خوب چین اور سکون کے ساتھ نیند آئی تھی اور جسوقت اٹھا ہوں طبیعت ہشاش بشاش تھی اس لئے بدخوابی کا بھی شبہ نہیں ہوسکتا۔ رات بھر میں یہی دیکھتا رہا اگر صبح ہی اٹھکر میں لکھ لیتا تو اچھا ہوتا کیونکہ اسوقت سب تفصیل یاد تھی۔ لیکن چونکہ میرا حافظہ اچھا نہیں رہا اس لئے صرف خلاصہ یاد رہگیا ہے لیکن جو کچھ میں نے بیان کیا ہے وہ بہت احتیاط کے ساتھ بیان کیا ہے اور بہت کم بیان کیا ہے احقر اس ملفوظ کو بوجہ اضمحلال طبیعت کے بہت سست اور آہستہ آہستہ قریب قریب دن بھر لکھتا رہا اسپر ہنسکر بطور مزاح کے فرمایا کہ میری تو رات بھر اس میں گذری آپکا دن بھر اسمیں گذر گیا اب تو میرے اس کہنے کی تصدیق ہو گئی کہ میری رات بھر اسی میں گذری۔

ملفوظات حسن العزیز کی پہلی جلد بحمد اللہ ختم ہوئی

آج بتاریخ ۱۶ شوال بروز جمعرات ۱۳۵۲ھ کو باہتمام احقر عبد المجید بچھراونی (یکے از خدام حضرت حکیم الامۃ تھانوی) دوبارہ اور مستقل شائع ہوئی۔

ناظرین دعا فرمائیں کہ حضرت حکیم الامۃ کی عمر میں بعافیت برکت عطا فرماویں۔

ملنے کا پتہ

محمد رمضان شاہ: کتبخانہ امدادیہ

پھاٹک حبش خاں دھلی

۳-۴-۵-۶-۸-۱۰-۱۱-۱۹-۲۶-۳۲-۳۹-۶۷-۷۱

حسن العزیز

کا حصّہ

مکتوبات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اول ملاحظہ ہو تمہید حسن العزیز کے حصہ ملفوظات کی

۶ جمادی الاول ۱۳۴۳ھ ہجری

(۱) **مضمون**۔ سادات غربا۔ سادات اغنیا۔ اور احباب اغنیا۔ اور ان تینوں قسم کے اصحاب کے اطفال صغار جو اس ایصال ثواب کا کھانا کھائے اور ان کو بھی بہ نیت حصول ثواب کھانا کھلایا گیا۔ پس شرعًا ان چاروں قسم کے لوگوں ایصال ثواب کا کھانا کھلانا اور اس کا ثواب ایصال کرنا جائز ہے کہ نہیں۔

الجواب۔ فی نفسہ تو جائز تھا مگر ان لوگوں کے کھانے کھلانے سے رسوم جاہلیت کی تقویت ہوتی ہے اور مساکین کے نفع میں کمی ہوتی ہے اس لئے انتظام دین مقتضی اسکو ہے کہ اس کو منع کیا جاوے۔

(۲) **مضمون**۔ مرحومہ کی وفات کے وقت خوشبو عود واگر کی محسوس ہوئی یہ کیا چیز تھی آیا

روح تھی۔

(جواب) یا تو اس مقام پر پہلے عود اور اگر سلگتا یا ہوگا تو ہوا میں اس کا بقیہ ہوگا ورنہ کئی احتمال ہیں کسی ایک کی تعیین مشکل ہے

(مضمون) مہر مرحومہ کسی صدقہ جاریہ میں صرف کروں تو اس سے مرحومہ کے ذمہ کے حج زکوۃ کفارہ وغیرہ ادا ہو جائیں گے۔

(جواب) نہیں دوسرے ورثہ کا حصہ آپ اپنی رائے سے صرف نہیں کر سکتے۔

(مضمون) مرحومہ کے والد کا حصہ بھی کسی صدقہ جاریہ میں صرف کرنیکا ارادہ ہے کیونکہ وہ پابند شرع نہیں فضولیات میں صرف کریں گے پھر اسکے شاید مجکو بھی گناہ ہو اور مرحومہ کی روح کو بھی صدمہ ہو۔

(جواب) آپ پر واجب ہے کہ ان کا حصہ ان کو دیدیں وہ اگر خلاف شرع صرف کریں گے خود اُن پر وبال ہوگا۔ نہ تو آپ کو گناہ ہوگا اور نہ مرحومہ کی روح کو صدمہ ہوگا کیونکہ وہ شرعاً ان ورثہ کی ملک ہے۔

(۲) ایک خط میں کاتب نے اپنے نام کے آگے الفاظ "خریدار الامداد" بھی لکھدیئے ان الفاظ پر نشان کرکے یہ جواب تحریر فرمایا "اس پتہ سے کیا فائدہ ہوا کیا اسکے دباؤ میں کام نکالنا چاہتے ہیں کیا اس پرچہ کا مالک یا منتظم مجھکو سمجھتے ہیں۔ اگر یہ پتہ نہ ہوتا تو اس خط کا جواب دیا جاتا اب بدون تدارک کے نہ دیا جاوے گا۔"

(۳) ایک صاحب نے اپنے امراض ریا۔ حسد۔ کبر۔ سستی عمل۔ کی تفصیل لکھکر اصلاح چاہی جواب تحریر فرمایا "میرے مواعظ بالالتزام اور تبلیغ دین بھی اکثر دیکھا کیجئے اسی خط کے دوسرے ورق پر ایک فتوے کا استفسار تھا اس کا جواب نہیں دیا۔ بلکہ یہ تحریر فرمایا "سلوک و فقہ کے مضامین ایک خط میں جمع نہ ہونا چاہیئے" ضمیمہ اور اکثر معمول ایسے موقع پر یہ ہے کہ مسائل فقہیہ کا جواب دیدیتے ہیں اور دوسرے مضامین کے متعلق لکھدیتے ہیں کہ ان کیلئے مستقل خط بھیجیں۔

(۴) ایک وکیل صاحب نے قلت آمدنی کی شکایت کرکے کوئی وظیفہ چاہا تحریر فرمایا کہ دعائے خیر کرتا ہوں حزب البحر روزانہ ایکبار بعد نماز فجر یا مغرب معمول رکھا جاوے۔ تو امید فلاح ہے۔

(۵) ایک خط میں نام لڑکی کا پوچھا گیا اور ذہن کیلئے کوئی دعا بھی۔ تحریر فرمایا کہ آمنہ نام اچھا معلوم ہوتا ہے بعد ہر نماز کے یا علیم اکیس بار پڑھ لیا کریں۔ ذہن کے لئے یہ

(۶) **ایک کارڈ کا جواب** - جسمیں کوئی نسخہ پوچھا گیا تھا اور ۲ر اپریل میں قیام وطن کی تحقیق کی گئی تھی "میں طبیب نہیں ہوں اور ۲ر اپریل بہت دور ہے اتنے پہلے نہیں کہ سکتا کہ میں اس تاریخ میں مقیم وطن ہونگا یا نہیں"

(۷) **ایک کارڈ کا جواب** "مولوی عبدالغنی صاحب سے (یکے از خلفا) اپنی حالت کہئے وہ آپ کی مجموعی حالت دیکھکر جو مناسب سمجھیں گے۔ مشورہ دیں گے اسپر عمل کیجئے۔

(۸) **ایک کارڈ کا جواب** - بیعت تو وطن سے بھی ممکن ہے جبکہ میں اپنی شرائط کو مجتمع معلوم کرلوں باقی ہفتہ عشرہ میں کیا اصلاح اور کیا تربیت ہوسکتی ہے"

(۹) **ایک کارڈ کا جواب** - اگر آپ کا خط مع ٹکٹ پہونچا ہوگا تو ضرور جواب گیا ہے باقی راہ میں رہنا یا پہونچنا میرے اختیار سے خارج ہے"

(۱۰) **ایک خط کا جواب** - جس کی عادت (ڈاڑھی منڈانے یا کتروانے کی ہو) اس کے پیچھے (نماز) مکروہ تحریمی ہے (اگر پڑھ لی ہو) اعادہ نہیں ہے"

(۱۱) **ایک خط کا جواب** - ایک خط میں ایک سوال سے زائد نہ آنا چاہیے اس لئے بقیہ کا جواب نہیں دیا گیا کیا آپ کو میری کم فرصتی کا حال معلوم نہیں اس خط میں دوسرا خط متعلق سلوک کے رکھا ہوا تھا اس پر یہ لکھکر واپس کردیا کہ "مسائل فقہیہ کے ساتھ مضمون متعلق سلوک جمع کرنا میرے معمول کے خلاف ہے اسلئے اس کا یعنی مضمون سلوک کا جواب نہیں لکھا" خط نمبر ۲ میں اس کا عکس ہے یعنی سلوک کے مضمون کا تو جواب دیا اور فقہ کے سوالات واپس جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اولاً لکھدئے گئے تھے پھر دوسرے مضمون کا ہونا بھی معلوم ہوا۔

(۱۲) **ایک کارڈ کا جواب** - جب مضامین متعددہ کے متعلق استفسار کرنا ہے تو جواب کے لئے لفافہ بھیجنا چاہیے تھا کارڈ کافی نہیں ۷ر جمادی الاول اتوار

(۱۳) **ایک کارڈ کا جواب** "حق العباد جب صاحب حق کے ورثہ سے معاف کرالے معاف ہوجاویگا - اور اگر باسید کسی چیز کے ملنے کے صاحب حق نے معاف کیا تھا اور یہ امید اس مدیون نے دلائی تھی اور وہ چیز پھر اس کو نہ دے تو معاف نہ ہوگا۔

(۱۴) ایک معلم نے بذریعہ کارڈ اطلاع دی کہ گرمیوں کی وجہ سے رات چھوٹی ہوگئی بارہ تسبیح

اور کلام مجید کی ایک منزل پڑھنی پڑتی ہے۔ نیند میں خلل ہونے سے پڑھائی میں نقصان واقع ہوتا ہے جواب تحریر فرمایا " بارہ تسبیح میں کمی کر دیجائے جسقدر آسانی سے ہو سکے اتنا کیا جاوے

(۱۵) **ایک کارڈ کا جواب** - در کار خود مشغول باشند انشاء اللہ تعالیٰ بہ ہمیں و تیرہ روز رے رخ مقصود بنظر خواہد آمد اطمینان فرمایند بد دلی و مایوسی و سستی را راہ ندہند من بتعلقات نسبت ہستم۔ والسلام۔

(۱۶) **ایک خط کا جواب** - جناب من ایں احقر نہ کمال ظاہر دارد نہ جمال باطن ہیچ گونہ گوارا ندارم کہ برائے ایں چنیں ناکارہ سفر فرمایند نیز از کثرت مشاغل متنوعہ چنداں فرصت ندارم کہ کتب درسیہ را درس گویم۔

(۱۷) ایک صاحب نے یہ لکھا کہ فلاں فلاں چیز جو قصد السبیل میں ہے تجویز فرما دیجائے جواب تحریر فرمایا " طبیب تجویز نسخہ میں مریض کی رائے کا اتباع نہیں کر سکتا۔

(۱۸) **ایک خط کا جواب** " معمولات کافی ہیں میرے وعظ جتنے مل جاویں سنا کرو۔ اور آنکھوں کو نیچے رکھو اور اس گناہ کے کفارہ کیلئے پچاس نفلیں روزانہ پڑھا کرو۔ اور مجھکو حالات سے اطلاع دیتے رہا کرو

(۱۹) ایک خط میں اولاد کے لئے تعویذ طلب کیا گیا تھا۔ جواب دیا۔ عزیز من میں خود بے اولاد ہوں اگر ایسا تعویذ جانتا تو اپنا حق مقدم تھا۔

(۲۰) ایک صاحب نے بلا اطلاع معمولات مجوزہ سابق کچھ اور پڑھنے بڑھانے کیلئے پوچھا تھا تحریر فرمایا کہ مجھکو پہلا ہی معلوم نہیں۔ بچہ کیلئے بھی حفظ کا تعویذ مانگا تھا تحریر فرمایا کہ معوذتین لکھوا کر گلے میں ڈالدیں ایک مسئلہ بھی پوچھا تھا تحریر فرمایا کہ مسائل کیلئے جو خط بھیجا جاوے اسمیں اور مضمون نہ ہو۔

(۲۱) ایک خط میں بیوی کی عدم پابندی نماز کی شکایت درج تھی۔ تحریر فرمایا کہ ہمیشہ نصیحت کرتے رہیں میری کتابیں سنایا کریں نا امید نہوں۔ بلا ضرورت سختی نہ کریں۔ دوسری شادی کو بھی پوچھا تھا منجملہ اور مصلحتوں کے موجودہ بیوی کے دیندار ہو جانیکی بھی مصلحت درج تھی۔ تحریر فرمایا کہ اپنی گنجائش اور یہ کہ فساد تو نہ بڑھیگا۔ دونوں باتیں دیکھ لیں اور یہ امید نہیں کہ سوت کو دیکھکر دوسری سوت دیندار ہو جاوے

(۲۲) ایف اے کے امتحان کی کامیابی کیلئے کوئی وظیفہ یا تعویذ ایک صاحب نے مانگا تھا تحریر فرمایا کہ " روزانہ یا علیم (۱۵۰) بار بعد نماز فجر پڑھکر دعا کیا کریں۔ امتحان کے روز اس کی کثرت

بلا تعداد رکھیں "۔

(۲۳) ۸ رجمادی الاول ۳۲ھ - مقدمہ میں ایک ماخوذ اہلکار پولیس کا جواب " اگر روزانہ ایک بار حزب البحر پڑھ لیا کیجئے تو انشاء اللہ تعالیٰ نفع ہوگا ۔

۲۴ ایک خط کا جواب " آنے کے لئے مجھ سے حکم کیوں لیا جاتا ہے اور آخر خط میں جو بیعت کے لئے آنے کو لکھا ہے سو اس غرض سے سفر نہ فرمائیں ۔

(۲۵) ایک کارڈ اپنے برادر زادہ صاحب کے نام متعلق ایک معاملہ کے " برخوردار زاد عمرہٗ بعد دعا کے واضح ہو تمہارے دو کارڈ ساتھ ہی پہونچے جن میں ایک خواب لکھا تھا ۔ ماشاء اللہ بہت اچھا خواب ہے ۔ انشاء اللہ تعالیٰ مخالفین مغلوب و ذلیل ہوں گے اور تم سب تعلق والے منظفر و منصور ہوں گے اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں رکھے ۔ عزیز محمود علی کو پیار ۔ یہاں سب خیریت ہے تم دونوں بھائی ہر نماز کے بعد یا حفیظ یا عزیز ۲۱ بار اول و آخر درود شریف ایکبار پڑھ لیا کرو ۔

(۲۶) ایک صاحب نے لکھا کہ پہلے اچھی اچھی کیفیات طاری ہوتی تھیں اب بجائے اُن کے دنیوی قصہ وغیرہ کی طرف خیال منتشر رہتا ہے ۔

جواب۔ اس کی طرف اصلا التفات نہ فرمائیے ایسے تغیرات ہر شخص کو پیش آتے ہیں کام میں لگے رہنے سے تدریجاً سب حالتیں درست ہو جاتی ہیں ۔ بڑی بات کام پر ملاومت کرنا ہے جس طرح ہو دل سے یا بد دلی سے ۔

(۲۷) ۹ رجمادی الاول ۳۲ھ (**مضمون**) میں ہمیشہ دل رنجیدہ رہتا ہوں کوئی ایسی چیز بتلا دیجئے جس سے خوشی حاصل ہو اور دہشت جاتی رہے ۔

(**جواب**) سوتے وقت آیۃ الکرسی اور قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس پڑھکر سو رہا کریں اور جب کوئی بُرا خیال آیا کرے میرا خیال کر لیا کریں **ضمیمہ**۔ یہ مخاطب فہیم تھے کہ حقیقت اس تدبیر کی یہ سمجھتے تھے کہ ایک خیال دوسرے خیال کا دافع ہوتا ہے اور محبوب کا خیال زیادہ دافع ہوتا ہے وہ اس سے متعارف تصور شیخ نہیں سمجھے ۔

(۲۸) ۱۰ رجمادی الاول ۳۲ھ - ایک طالب علم مدرسہ دیوبند نے اجازت حاضری بغرض اصلاح طلب کی ۔ تحریر فرمایا بشرائط ذیل اجازت ہے ۔ نمبر ا ۔ اپنے پاس سے انتظام مصارف

کا کرنا ہوگا نمبر ۲۔ کتب درسیہ ابھی ختم ہو چکی ہوں۔ نمبر ۳۔ بیعت کا تقاضہ نہ کیجئے

(۲۹) بواسیر کی شکایت پر تحریر فرمایا۔ بعد نماز فجر (۲۱ بار) الحمد شریف پانی پر دم کر کے پیا کیجئے

(۳۰) ۱۱ رجمادی الاول سنہ ۳۲ھ ایک صاحب نے محض مسئلہ پوچھنے کی غرض سے خط لکھا اسمیں خیریت بھی دریافت کی حالانکہ یہ بھی لکھا تھا کہ خیریت فلاں صاحب کے خط سے معلوم ہوتی رہتی ہے اس کا جواب یہ لکھا۔ خیریت سے ہوں۔ ایک مسئلہ خلوص کا بتلاتا ہوں اس خط میں جب مسئلہ پوچھنا تھا تو خیریت دریافت کرنا نہ چاہیئے تھا۔ نہ اس میں خلوص رہا نہ اسمیں اس خط میں مسئلہ یہ دریافت کیا گیا تھا کہ محکمہ رجسٹری میں محرر رجسٹری کی جگہ جائز ہے یا نہیں اور اس کو ترک کر دینا چاہیئے یا نہیں اس کے جواب میں استفسار فرمایا کہ " اگر ناجائز ہوئی تو ترک کر کے کیا سبیل معاش اختیار کریں گے۔

(۳۱) ایک صاحب نے صرف اپنا نام لکھا اور مقام کا نام نہ لکھا۔ ان کو ادر سوالات کے جواب لکھنے کے بعد تحریر فرمایا " اور آپ نے پتہ نہیں لکھا مجھکو کہاں تک یاد رہ سکتا ہے اور نام اکثر مشترک ہوتے ہیں چنانچہ اسی نام کے ایک دوست مئو میں ہیں اول مجھکو ان کا شبہ ہوا۔

(۳۲) ایک صاحب کے خط کا جواب جن پر بوقت حاضری کچھ تادیب کیگئی تھی " اس تمام شاعرانہ تحریر کا صرف مبنیٰ یہ ہے کہ آپ نے اس روز بھی نہ اپنے فعل کی حقیقت سمجھی نہ میرے قول کی جب زبانی ہی نہ سمجھے تو اب اس کے متعلق میری تحریری فہمائش بیکار ہو گی میرے دل میں کچھ بھی اثر نہیں۔ اسی وقت ختم ہو گیا۔ کیونکہ آپ پر کوئی میرا حق نہ تھا ورنہ ممکن تھا کہ اثر رہتا۔

اسی خط میں آخر میں اُن صاحب نے یہ بھی تحریر کیا تھا۔ کہ اگر میری منشاء کے مطابق جواب باصواب موصول ہوا تو آئندہ اپنے سوالات متعلق بہ دین یا متعلق بہ دنیا پیش کرتا رہونگا اسکا جواب تحریر فرمایا کہ میں اس خدمت کے لئے ہر مسلمان کے واسطے حاضر ہوں اسمیں کسی شرط کی ضرورت نہیں۔

(۳۳) ایک خط میں تین فتوے ایک ہی عبارت میں لفظ یا کے ساتھ دریافت کئے گئے تھے کہ اگر ایسا ہو یا ایسا ہو تو کیا حکم ہے تحریر فرمایا " تینوں سوال الگ الگ لکھکر سوال کریں۔ تاکہ جواب میں آسانی ہو " ضمیمہ۔ وجہ یہ کہ کبھی ہر صورت کا حکم الگ ہوتا ہے تو ہر سوال کا اعادہ کرنا پڑتا ہے تو سائل مجیب کے ذمہ بلا نہ ورت یہ کام کیوں ڈالے خود ہی ہر صورت کا سوال جدا

کیوں نہ قائم کرے۔

(۳۴) ۱۵ جمادی الاول ۱۳۴۲ھ ایک صاحب نے ایک نازیبا تحریر کی معافی چاہی تحریر فرمایا "اس مختصر معافی چاہنے سے اصلاح تو نہ ہوئی آپ یہ لکھئے کہ اپنے جواب کی غلطی بھی سمجھ میں آئی یا نہیں اگر آئی تو اسکی تقریر لکھئے۔ اس کے بعد جو مناسب ہوگا عرض کرونگا اسی خط میں اخیر میں لکھا تھا کہ اگر کوئی خلاف ادب کلمہ ہو تو معاف فرمایا جاوے کیونکہ علاوہ بزرگوں کے ادب و طرز کلام سے محض نابلد ہونے کے بیوقوف اور بدتمیز بھی ہوں تحریر فرمایا کہ "یہ عذر اصلاح کیلئے تو کافی نہیں ہو سکتا۔ خط میں بیعت کی درخواست کے ساتھ معاش کا کوئی سریع الاثر وظیفہ بھی پوچھا تھا۔ تحریر فرمایا کہ میں معاش کے وظیفے نہیں جانتا بالخصوص سریع الاثر۔

(۳۵) **ایک خط کا جواب**۔ جو امور اختیاری ہیں ان میں بجز استعمال اختیار کے اور کیا ہو سکتا ہے اصل چیز تو یہی ہے اور اختیار میں ہے اور دعا اسکی معین ہے نہ کہ صرف دعا پر اکتفا کیا جاوے رہا توجہ باطنی اسکی درخواست نفس کا حیلہ ہے کہ نفس مشقت سے بھاگتا ہے اسلئے اُس نے یہ حیلہ نکالا ہے جس میں اس کو کچھ کرنا نہ پڑے اور جو امور غیر اختیاری ہیں وہ مضر نہیں اُس کی فکر میں نہ پڑیں اور دعا کے قبول نہ ہونے کی نسبت جو لکھا ہے کہ معلوم نہیں کیوں نہیں قبول ہوتی سخت بے ادبی ہے کیا وہ دعائیں تمام شرائط کے جامع ہونیکے سبب مستحق قبول ہیں اگر آپ کے نزدیک ایسی ہی ہیں تو کھلا دعویٰ ہے اپنے عمل کے کمال کا باوجود قیام معارض کے اور اگر نہیں ہیں پھر قبول کا انتظار اور عدم قبول کا اظہار چہ معنی جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنا تبریہ اور حق تعالیٰ پر الزام۔ الہی توبہ۔ الہی توبہ۔

(۳۶) ۱۶ جمادی الاول ۱۳۴۲ھ یوم شنبہ۔ ایک ضعیف العمر صاحب نے جو مرض میں مبتلا تھے ایک خط میں شکایت ہجوم وساوس کی تحریر کی تھی جواب تحریر فرمایا کہ آپکو ایسی جگہ چند روز رہنا ضروری ہے جہاں طبیب ظاہری بھی ہو اور کوئی شیخ کامل بھی ہو جس سے آپکو اعتقاد ہو۔ بعد کو دوسرا خط آیا کہ حالت یاس کی ہے زندگی کی امید نہیں حاضری سے قاصر ہوں ایسے خیالات فاسدہ آتے ہیں کہ اُس کا اظہار کرنا شرک کفر ہے اس پر تحریر فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ حق تعالیٰ خاتمہ بالخیر فرمادے اور مغفرت کرے بالکل اطمینان رکھیں کہ ان وسوسوں سے

ذرا بھی گناہ نہیں ہوتا اور نہ اُن کے علاج کی ضرورت ہے بلکہ بالعکس ان پر ثواب ملتا ہے اور علامات ایمان کامل سے ہے البتہ رضائے حق وذخیرہ آخرت کے لئے لاالہ الا اللہ اور استغفار کی کثرت رکھیں اور وساوس کا ذرا غم نہ کریں آپ دیکھیں گے کہ ان کے عوض آپکے نامہ اعمال میں حسنات درج ہوں گے

(۳۷) ایک مریضہ کے لئے تحریر فرمایا کہ آیات شفا، لکھکر اس کو پلائیے۔

(۳۸) کامیابی امتحان انگریزی کے لئے یہ تعویذ تحریر فرمایا "بسم اللہ الرحمن الرحیم اللھم یسر لنا امورنا مع الراحۃ لقلوبنا وابداننا والسلامۃ والعافیۃ فی دیننا ودنیانا وکن صاحبنا فی سفرنا وخلیفۃ فی اھلنا" اور تحریر فرمایا کہ پڑھنے کے لئے روزانہ قبل شروع کرنے کام کے (۱۵۰ بار) یا علیم پڑھکر قلب پر دم کرلیا کریں۔

(۳۹) احقر نے ملفوظات و مواعظ قلمبند کرنے کی سہولت کے لئے کوئی وظیفہ طلب کیا تو فرمایا کہ رب اشرح لی صدری ویسر لی امری واحلل عقدۃً من لسانی یفقھوا قولی (۲۱ بار) بعد فجر پڑھ لیا کیجئے۔

(۴۰) ۱۸ر جمادی الاول ۳۴ھ جواب خطے۔ تقریظ بدون مطالعہ مفصلہ نامناسب ست و وقت برائے مطالعہ مفصلہ گنجائش ندارد لہذا معذورم"۔

(۴۱) امتحان کے کمرہ میں داخل ہونے سے قبل کچھ پڑھنے کو پوچھا گیا تحریر فرمایا کہ اسوقت یا علیم کی کثرت رکھنا بہتر ہے۔

(۴۲) ایک فارغ طالب علم نے دیوبند سے قیام کی اجازت چاہی تحریر فرمایا بہتر ہے کہ ایک بار دو چار روز کے قیام کے لئے یہاں آکر یہاں کے سب قواعد اور طریقے دیکھ اور سمجھ جائیے پھر بعد مشورہ زیادہ قیام کے لئے آنے کا مضائقہ نہیں۔

(۴۳) محکمہ رجسٹری کی ملازمت کی بابت بیشتر ایک صاحب نے فتوے دریافت کیا تھا اس کی بابت دریافت فرمایا کہ اگر ناجائز ہوئی تو ترک کرکے کیا سبیل معاش اختیار کریں گے اسکے جواب میں اُن صاحب نے لکھا کہ کوئی صورت معاش نہیں اسپر تحریر فرمایا کہ پھر مجبوری میں کیا ہوسکتا ہے اور نہ جواز کا فتوی دے سکتا ہوں جبتک نہ چھوڑ سکیں حرام سمجھیں اور دعا کرتے رہیں کہ اسکے بوجہ احسن نجات ہو

پہلے خط میں جس کا خلاصہ نمبر ۳۰ میں درج ہے محض مسئلہ پوچھنے کی غرض سے جو خط بھیجا جاوے اسمیں خیریت بھی دریافت کرنے کو خلاف خلوص تحریر فرمایا تھا دوسرے خط میں انہوں نے خیریت نہیں دریافت کی لیکن حضرت نے از خود تحریر فرمایا کہ میں خیریت سے ہوں انہیں صاحب نے ایکمرتبہ مسئلہ کی بابت علیحدہ خط بھیجا اور اس غلطی کی معافی علیحدہ جوابی کارڈ میں مانگی کہ مسئلہ پوچھنے کے خط میں خیریت دریافت کی مجھ سے سخت غلطی ہوئی۔

(۴۴) ایک صاحب کو تحریر فرمایا" ایک بے تکلف عرض ہے۔ میرا دل خوش ہوتا اگر خود آپکا لکھا ہوا خط آتا دوسروں کے ہاتھ کا لکھا ہوا آنا اچھا نہیں معلوم ہوا خصوص ایسے صاحب کے ہاتھ کا جنکے معاملات صاف نہیں" ضمیمہ وہ خط دوسرے ایسے شخص سے مرسل خط نے لکھوا کر بھیجا تھا جنکی بدمعاملگی سے ایک مسلمان کو رنج اور ضرر پہونچ چکا تھا

(۴۵) ایک خط کا جواب" مشورہ تو وہ شخص دے سکتا ہے جو تمام جزئیات سے آگاہ ہو اسلئے میں اس سے عذر کر دیتا ہوں باقی مسائل کی تحقیق سو اگر سوال جداگانہ فرضی ناموں سے بھیجدیا جاوے اُس کا جواب لکھدونگا" ضمیمہ۔ اُس خط میں واقعی نام مع شکایات نام لکھے تھے اسکو پسند نہیں کیا گیا۔

(۴۶) ۱۹ رجمادی الاول ۱۳۴۲ھ سوال (۱) بعض لوگ اپنا کنگھا کسی دوسرے شخص کو بالوں میں نہیں پھیرنے دیتے اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے باہم فریقین میں نزاع ہو جاتی ہے۔ اور اپنے دعوے کے ساتھ شیخ عطار رحمتہ اللہ علیہ کا مقولہ نقل کرتے ہیں اسکے متعلق تحقیق مطلوب ہے (۲) ایک عورت نے تمام عمر رمضان کے روزے نہیں رکھے اب بڑھاپہ میں ہوش ہوا اب رمضان میں تو بمشکل ادا کرتی ہے مگر قضا رکھنے کی ہمت اور طاقت نہیں بتلاتی چاہتی ہے کہ فدیہ سے ادائیگی ہو جاوے کیا کوئی صورت ہو سکتی ہے۔

جواب (۱) اسکی کوئی اصل نہیں اور حضرت شیخ رح کا مقولہ اگر ثابت بھی ہو جاوے تو اسپر محمول ہوگا کہ ان حضرات کو حسن ظن بڑھا ہوا تھا ہر روایت کو جبکہ اُسکو کوئی صریح صحیح روایت رد نہ کرے صحیح مانکر عمل اور تعلیم فرمانے لگتے تھے جسکا سبب غایت محبت رسول ہے (۲) ایسی حالت میں فدیہ دیدینا جائز ہے۔

(۴۷) **جواب ایک خادمہ کے خط کا** "ہمشیرہ عزیزہ السلام علیکم و رحمۃ اللہ۔ جو تعلقات ضروری ہوں وہ تو باطن کو مضر نہیں ہوتے اگرچہ سردست ذکر کا اثر محسوس نہو مگر نفع برابر ہوتا ہے اور وقت خاص پر معلوم بھی ہوجاتا ہے اور جو تعلقات فضول ہیں اُن کو ترک کردیا جاوے"۔

(۴۸) ایک طالب علم صاحب نے اجازت حاضری کی بغرض اصلاح اخلاق ذمیمہ کے مانگی تو تحریر فرمایا "**نمبر ۱**۔ کیا آپکو کوئی کام مثلاً پڑھنا وغیرہ باقی نہیں رہا **نمبر ۲**۔ آپ یہاں کتنے روز قیام کرسکتے ہیں **نمبر ۳**۔ آپنے اپنے مصارف کا کیا انتظام کیا ہے **نمبر ۴**۔ محض اخلاق کی اصلاح ہی مقصود ہے بیعت وغیرہ پر تو اصرار نہو گا **نمبر ۵**۔ مجھے کیا مصلحت سمجھکر اجازت لیتے ہیں ان امور کے جواب کے بعد عرض کرونگا"۔

(۴۹) ایک صاحب کو جو کسی مقدمہ میں ماخوذ ہیں تحریر فرمایا کہ یَا حَفِیْظُ بکثرت پڑھیں۔

(۵۰) ایک خادمہ مسماۃ نے نہایت اشتیاق و آرزو کے ساتھ حاضری کی اجازت چاہی اور کوئی نیا نام رکھنے کی درخواست کی کیونکہ پہلا نام اور پہلا کام اچھا نہ تھا توبہ کرکے نام بدلنے کی بھی درخواست کی تھی جواب یہ تحریر فرمایا "اگر کبھی شوہر تمہارے اپنی خوشی سے ہمراہ لے آدیں بشرطیکہ قرض نکرنا پڑے اور کوئی حرج بھی کسی قسم کا نہو اور تم اُن پر تقاضا کرکے تنگ بھی نہ کرو اور پردہ میں اور نمازمیں بھی سفر میں خلل نہ پڑے تو اجازت ہے اور اپنا نام امت اللہ رکھ لو۔ یعنی اللہ کی بندی جیسے عبداللہ (نام شوہر مسماۃ) کے معنی ہیں اللہ کا بندہ۔

(۵۱) ایک لڑکا جسکی عورت جوان ہے گم ہوگیا ہے کسی نقش کی درخواست پر تحریر فرمایا "اس تعویذ کو ایک نیلے یا کالے کپڑے میں لپیٹ کر دو پتھروں کے درمیان میں دباکر اندھیری کوٹھری کے اندر رکھدیں اور رکھتے وقت یہ کہدیں کہ اے اللہ فلاں شخص کو لے آ نقل تعویذ "بسم اللہ الرحمن الرحیم انا رادوہ الیک یبنی انہا ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السموات او فی الارض یات بہا اللہ ان اللہ لطیف خبیر او کظلمت فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب ظلمت بعضہا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یرہا ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فما لہ من نور حتی اذا ضاقت علیہم الارض بما رحبت وضاقت علیہم انفسہم و ظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ۔ اللہم ائت بالمراد بالخیر

(۵۲) ایک صاحب کے سپرد کسی مسجد کی امامت ہے انہوں نے دریافت کیا کہ بعض مرتبہ کوئی شخص جماعت کے واسطے نہیں ہوتا تو اس صورت میں بندہ پر جماعت سے نماز پڑھنا ضروری ہے یا نہیں اگر ضروری ہے تو اذان کہکر دوسری مسجد میں جماعت پڑھ سکتا ہے یا نہیں

جواب۔ نہیں بلکہ اسی مسجد میں منفرد پڑھنا افضل ہے۔

(۵۳) کسی نے اختلاج اور تسخیر کے لئے تعویذ مانگا تھا۔ تحریر فرمایا کہ یہ تعویذ گلے میں اس طرح لٹکادیں کہ قلب پر پڑا رہے" نقل تعویذ" بسم اللہ الرحمن الرحیم الذین امنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب وربطنا علی قلوبھم لولا ان ربطنا علی قلبھا لتکون من المؤمنین ولیربط علی قلوبکم۔

(۵۴) مضمون۔ درگاہ باری تعالیٰ میں دست بدعا ہوتا ہوں کہ حضور کی محبت میرے قلب میں پیدا ہو جاوے لیکن ذرہ بھر بھی محبت قلب میں نہیں پیدا ہوتی اور اسکی وجہ سے طبیعت بے چین ہو جاتی ہے۔

جواب۔ محبت کے الوان مختلف ہیں ایک لون یہ بھی ہے جو آپ کو حاصل ہے اسکی ایک صریح علامت یہی ہے کہ اسکی کمی کے احتمال سے آپکو بے چینی ہوتی ہے۔

مضمون۔ اکثر حضور کا تصور کر کے اور حضور کو اپنی طرف متوجہ کر کے یہ شعر ؎

تو دستگیر شو اے خضر پے خجستہ کہ من | پیادہ میروم و ہمرہان سوار انند

بڑے ذوق و شوق سے پڑھتا ہوں۔

جواب۔ اسکی اصلا ضرورت نہیں۔

مضمون۔ اور تھوڑی دیر تک تو حضور کا تصور رہتا ہے بعد اسکے حضور کا تصور ٹوٹ جاتا ہے اور یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ ایک اونچا تخت جسکے خاص حصہ پر نور جلوہ گر ہوتا ہے میرے سامنے ہوتا ہے اور یہ تخت تخت خداوندی معلوم ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نور میں بڑی زبردست کشش ہے جو کہ زبردستی مجھکو اپنی طرف کھینچتا جاتا ہے شعر وردِ زبان رہتا ہے اور اس نور کے قریب ہوتا جاتا ہوں جب یہ نور گز سوا گز کے فاصلہ پر رہجاتا ہے یکایک چونک اٹھتا ہوں اور سب کچھ غائب ہو جاتا ہے۔

جواب۔ سبحان اللہ یہ توجہ الی اللہ توصل مقصود ہے اور شیخ کی محبت اسی مقصود کا ذریعہ ہے پس اگر کسی کو خدا تعالیٰ یہ مقصود نصیب کر دے اور شیخ سے ذرا بھی محبت نہو مگر اطاعت و اتباع ہو تو وہ شخص سرتاسر حق پر فائز ہے۔ ۱۲ جمادی الاول ۳۴ھ

(۵۵) **مضمون**۔ بہت دنوں سے یہ سنتا ہوں کہ یہ پڑھے تو اتنا روز ملے اور یہ عمل کرے تو اتنی اشرفی پاوے اگر حضور کو معلوم ہوں اطلاع فرمائیے۔

جواب۔ مجکو نہیں معلوم۔

(۵۶) **مضمون**۔ مبلغ پانچ روپیہ جناب کی خدمت میں روانہ کیا ہے۔

جواب۔ ابھی نہیں پہونچے اگر کوپن میں بھی یہ مضمون ہوا تو وصول کر لونگا اور اگر اسمیں بھی نہ ہوا اور یاد بھی نہ رہا تو بمجبوری منی آڈر واپس ہوگا۔

(۵۷) **جواب ایک خط کا**۔ گانوں میں جس مسجد میں جمعہ کے روز جماعت نہو وہاں جماعت سے ظہر پڑھنے میں اگر کسی قسم کا فتنہ نہ ہو ظہر جماعت سے پڑھیں ورنہ تنہا تنہا پڑھ لیں۔

(۵۸) **جواب ایک خط کا**۔ بیعت کے طریقہ کے متعلق مفصل مضمون خط میں نہیں آسکتا زبانی سمجھ میں آسکتا ہے لیکن چونکہ مجھ میں بیعت کی اہلیت نہیں ہے اس لئے اس قصد سے یہاں تکلیف نہ فرماویں البتہ اگر محض ملاقات کے قصد سے آنیکا ارادہ ہو مضائقہ نہیں لیکن آنے سے ایک ہفتہ قبل میرے قیام وطن کی تحقیق فرمالیں۔

(۵۹) **جواب ایک خط کا**۔ بیعت میں جلدی مناسب نہیں پہلے کام شروع کر دیا جاوے قصد السبیل سے کام شروع کر دیجئے اور حالات سے اطلاع دیتے رہئے تاکہ سلسلہ تعلیم کا جاری رہے پھر جب باہم مناسبت ہو جاویگی اُسوقت بیعت کی درخواست کا مضائقہ نہیں۔

(۶۰) **جواب ایک خط کا**۔ پہلے خطوط کا مضمون یاد نہیں رہا اگر اس خط کے ساتھ وہ خطوط بھی ہوتے تو اس خط کا مطلب سمجھ میں آتا اور سمجھنے ہی کے بعد جواب دینا ممکن ہے۔

مضمون۔ آنکھ تو رات کو ضرور کھلتی ہے مگر یہ خیال کرتا رہتا ہوں کہ ابھی وقت بہت ہے پڑھ لونگا اسی خیال پر پھر نیند آجاتی ہے۔

جواب۔ ہمت کی ضرورت ہے۔

(۶۱) **جواب ایک خط کا۔** اصل یہ ہے کہ طالب علمی کے ساتھ ذکر و شغل جمع ہونا دشوار ہے ایسی حالت میں جسقدر اور جسطرح ہو سکے غنیمت ہے اسلئے اضافہ مناسب نہیں اور اسباق کا حرج کر کے آنا بھی خلاف مصلحت ہے۔ ۲۲ رجمادی الاول ۳۴ھ

(۶۲) **جواب ایک خط کا۔** جواب مسائل کے لئے لفافہ آنا چاہئے۔

(۶۳) **مضمون۔** اسوقت خادم کے دماغ کی یہ حالت ہے کہ جو کچھ حضور کے مواعظ وغیرہ میں پڑھتا ہوں ہر وقت خیال بندھا رہتا ہے یہانتک کہ نماز میں بھی۔

جواب۔ ان مضامین کا دماغ و خیال میں رہنا مطلوب ہے نماز میں بھی مضر نہیں اطمینان رکھیں۔

(۶۴) **مضمون۔** جا ئے تعیناتی کوتوالی سے پولیس لین کو جو کہ شہر سے اندازاً ایک میل سے قدرے کم ہے بکار تحریر تبادلہ ہو گیا ہے بوجہ پابندی اوقات جماعت نماز کی بالکل فوت ہوتی ہے مشکل سے کوشش کرنے پر ایکدو وقت کی جماعت ملجاتی ہے ورنہ نہیں۔ اور تلاوت قرآن پاک کرنے کو پریشانی سے وقت ملتا ہے اور نصف پارہ کے بجائے چوتھائی پارہ معہ منزل مناجات مقبول نصیب ہوتا ہے اور نماز تہجد بجائے بارہ رکعت کے کبھی چھ اور کبھی آٹھ رکعت پڑھتا ہوں اور بعد تہجد کے کلمہ لا الہ الا اللہ (۶۰۰) مرتبہ پڑھتا تھا وہ بجائے بعد نماز تہجد کے اگلے دن صبح کو یا شام کو پڑھتا ہوں۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ جملہ امور مذکور عریضہ ہذا عمل کی اجازت ہے یا کیا حکم ہے۔

جواب۔ جسقدر ہو جاوے غنیمت ہے۔

مضمون۔ عورت پر جن کے اثر کے لئے تعویذ طلب کیا گیا۔

جواب۔ میں عامل نہیں لیکن توکلاً علی اللہ کچھ لکھدیا ہے گلے میں ڈالدیجئے۔ نقل تعویذ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ھذا الکتاب من محمد رسول اللہ رب العالمین الی من طرق الدار من العمار والزوار والسائحین الا طارق یطرق بخیر یا رحمن اما بعد فان لنا ولکم فی الحق سعة فان تک عاشقا مولعا او فاجرا مقتحما او داعیا حقا مبطلا ھذا کتاب اللہ ینطق علینا وعلیکم بالحق انا کنا نستنسخ ما کنتم تعملون ورسلنا یکتبون ما تمکرون اترکوا صاحب کتابی ھذا وانطلقوا الی عبدة الاصنام والاوثان والی من یزعم ان مع اللہ الٰھا اخر لا الہ الا ھو کل شیء ھالک الا وجھہ لہ الحکم والیہ ترجعون تقلبون حم

لا تنصرون حمعسق یفرق اعداء اللہ و بلغت حجۃ اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم۔

(۶۵) **مضمون**۔ مختلف خیالات ناامیدی وغیرہ کے اور عدم انضباط معمولات کی شکایت درج تھی منجملہ اُن خیالات کے ایک یہ بھی خیال لکھا تھا کہ ابھی تک تھانہ بھون کی جانب سے کچھ نفع نہیں ہوا۔

جواب۔ ان خیالات کی اصلاح خطوط سے نہیں ہو سکتی افسوس ہے جب یہاں آنا ہوتا ہے اُس وقت تو مخفی کیا جاتا ہے پھر دور دور سے اظہار ہوتا ہے۔

(۶۶) ایک صاحب سے ایک سابق خط کے جواب میں متعدد سوالات بطور تنقیح کے کئے گئے تھے اُن کے جواب ناکافی آئے اُن جوابات کے جواب لکھنے کے بعد درخواست بیعت کی عبارت کے مقابلہ میں جسمیں معافی کی بھی درخواست تھی یہ تحریر فرمایا "سب معاف ہے مگر بیعت بدون مناسبت مفید نہیں اور آپ کی طبیعت کے انداز سے مناسبت کی امید نہیں کسی اور جگہ رجوع کیجئے"۔

(۶۷) **مضمون**۔ ۲۳ ر جمادی الاول ۱۳۵۳ھ۔ درخواست اجازت اعمال قرآنی و درخواست درود شریف بغرض حصول زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

جواب۔ دونوں درخواستوں کا جواب زبانی سمجھ میں آسکتا ہے تحریر سے سمجھ میں نہ آویگا مگر اسوقت مجملاً اتنا سمجھ لیں کہ دونوں امر غیر ضروری ہیں۔

(۶۸) **مضمون**۔ بروز واپسی جلسہ سہارنپور بغرض بیعت حاضر خدمت بابرکت ہوا تھا لیکن حضور نے حالت طالب علمی میں مناسب نہ سمجھا واللہ مجھے بجائے مایوسی کے فرحت اور خوشی حاصل ہوئی اور عقیدت مندی زیادہ ہوئی اسلئے کہ حکیم کی رائے اور تجویز سے علاج مفید اور مناسب ہوتا ہے چند احباب نے حضور کی خدمت اقدس میں سلام عرض کرنے کو کہا تھا لیکن بموجب اس تعلیم ضوابط کے کہ آنجناب نے وعظ میں ارشاد فرمائے تھے میں عرض نہ کر سکا۔

جواب۔ آپکی خوش فہمی اور سعادت مندی سے بہت دل خوش ہوا تحصیل علم اور اصلاح عمل میں لگے رہئے اور ضروری بات مجھسے پوچھی جاویگی انشاء اللہ تعالیٰ جواب میں دریغ نہوگا۔

(۶۹) **مضمون**۔ آپ کے شرائط مرقومہ معلوم ہوئے نمبر ۱ امسال پارسال مدرسہ عبدالرب سے

فارغ البالی ہو گئی ہے **نمبر ۲** ۔ بندہ دو مہینہ خدمت میں قیام کریگا **نمبر ۳** خورد نوش کا اپنی طرف سے انتظام کریگا **نمبر ۴** میں بیعت کا اصرار نکرونگا **نمبر ۵** اخلاق کی ہی اصلاح مقصود ہے **نمبر ۶** کرنے کے بعد حاضر ہونیکا ارادہ ہے۔

جواب ۔ آپکی صفائی سے بہت دل خوش ہوا جب چاہیں آجاویں اور آتے ہی یہ کارڈ دکھلادیں اور آپ کے جس کارڈ کا یہ جواب ہے اُس کا مضمون بھی زبانی فوراً کہدیں۔

(۰ ۷) ایک صاحب نے بہشتی زیور کے حصے منگوائے تحریر فرمایا کہ میں تجارت کتب نہیں کرتا اسلئے تعمیل حکم سے معذور ہوں۔

(۱ ۷) ایک حکیم صاحب کی نسبت جو تھانہ بھون میں مقیم ہیں ایک صاحب نے اُن کی طرف بغرض علاج رجوع کرنے کیلئے حضرت سے مشورہ لیا تحریر فرمایا اُن کی نیکبختی کا تو مجکو علم ہے لیکن مہارتِ فن کا مجکو علم نہیں کیونکہ میں خود طبیب نہیں؛

(۲ ۷) ایک عزیز اہلکار نے جنہوں نے ایک عالیشان مکان جدید تیار کرایا ہے درخواست کی کہ افتتاح حضرت کے وعظ سے ہو چونکہ تنخواہ اُن صاحب کی کم ہے اسلئے مکان مشتبہ ہے حضرت نے اُن کی درخواست پر تحریر فرمایا۔

جواب ۔ عزیز از جان سلمہ ۔ السلام علیکم ۔ یہ تو میرے برتاؤ سے آپنے بھی اندازہ کرلیا ہوگا کہ مجکو آپ سے کتنی محبت ہے لیکن اسکے ساتھ ہی چونکہ مجکو ایک مذہبی منصب یعنی خدمت تبلیغ سے تعلق ہے میرے قول و فعل کا اثر متعدی ہوتا ہے اس اشتباہ کی حالت میں عوام مجھپر معترض ہوسکتے ہیں کہ ناجائز مکان کا افتتاح وعظ سے کیا ۔ کیا اسکے اطمینان کی ایسی کوئی صورت ہے کہ عام خیالات کی اسکے متعلق تصحیح ہو جاوے اگر ایسا ہو جاوے تو آپ کا گھر میرا گھر ہے واقعی مجکو اپنے عزیزوں سے جتنا تعلق ہے کسی کو کم ہوگا ۔ میں بھی اُس طریقہ تصحیح کو معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

(۳ ۷) ایک صاحب نے ایک عقد کی بابت مشورہ طلب کیا اور اُس لڑکے کے ہاتھ کی کچھ تحریریں بھی بغرض اطمینان بھیجیں تحریر فرمایا۔

جواب ۔ چونکہ مجھکو چند پرچوں کے دیکھنے سے تمام اُن ضروری امور کا اندازہ نہیں ہوتا جنکا معلوم ہونا مشورہ میں ضروری ہے اسلئے مشورہ سے معافی چاہتا ہوں ۔ اور دعائے خیر کرتا ہوں

(۷۴) **مضمون**۔ دورہ میں اہلمد وہیڈ گھڑے اور لکڑی مفت کی استعمال کرتے ہیں میں احتیاط کرتا ہوں۔ کمہار سے گھڑے قیمتاً خرید تا ہوں۔ اور کوئلہ ساتھ رکھتا ہوں اُس پر سالن پک جاتا ہے۔ اور ہر گانوں میں بہو تکر کنڈے خرید کر روٹی پکوا لیتا ہوں اسوجہ سے میں اہلمد وہیڈ سے علیحدہ ہو گیا اور اب میرا کھانا بالکل علیحدہ پکتا ہے مگر رواجاً یہ بات کہ تین مسلمان ایک جگہ رہتے ہیں اور میں تنہا بیٹھکر کھانا کھالیتا ہوں کچھ برا معلوم ہوتا ہے آیا اسمیں کسی اصلاح کی ضرورت ہے یا نہیں۔

جواب۔ اسمیں ایک تو مسئلہ کی تحقیق ہے وہ یہ کہ اگر اُن کے طعام کی جنس حلال ہو تو صرف گھڑے یا لکڑی کے غیر حلال ہونے سے طعام حرام نہو گا اُن لوگوں کے ساتھ اپنا طعام شامل کر کے کھا لینے کی اجازت ہے اُن کے اُس فعل کا کہ گھڑے ولکڑی ناجائز طریق سے حاصل کیا وبال خود اُن پر رہیگا۔ اور ایک مشورہ کی تحقیق ہے وہ یہ کہ اگر اس طرح جدا ہو کر کھانے سے کوئی زیادہ تنگی ظاہری یا قلبی نہو تو زیادہ بہتر یہی ہے۔ ممکن ہے کہ اُن کو اسکا احساس ہو کر اپنے فعل کے بیجا ہونے پر اُن کو متنبہ ہو اور وہ بھی تائب ہو جاویں خصوص جبکہ یہ احتمال ہو کہ اگر ہم ان کے شامل ہو کر کھاوینگے تو ہماری یہ احتیاط بھی بے اثر و بے وقعت ہو جاویگی تب تو علیحدہ کھانا زیادہ ضروری ہے۔ اور اگر حالت اسکے خلاف ہو یا ساتھ کھانے میں امید ہو کہ تالیف قلب سے متاثر ہو کر ان کو ہدایت ہو جاویگی تو شامل ہو کر کھالیں۔

(۷۵) **مضمون**۔ حضورؐ کی تصنیف کی ہوئی کتاب دیکھی حضرت نے حافظ کو جلدی پڑھنے کی سخت ممانعت کی ہے میں آہستہ اور الفاظوں کو ادا کر کے پڑھتا ہوں تو بھول جاتا ہوں۔

جواب۔ مطلب جلدی پڑھنے کی ممانعت کا یہ ہے کہ اسقدر جلدی پڑھے کہ حروف صاف ادا نہوں اور اگر حروف صاف ادا ہوں تو جلدی کا بھی مضائقہ نہیں۔

(۷۶) **مضمون**۔ یہاں دو شخصوں میں بحث ہے پہلا شخص کہتا ہے کہ انسان خود فاعل مختار ہے اور اللہ پاک نے اسکو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے نیکی کرے یا بدی کرے اور اسکا قبول کرنا نہ کرنا اللہ پاک کے اختیار ہے اور دوسرا شخص کہتا ہے کہ نہیں جو کام کراتا ہے اللہ پاک کراتا ہے انسان کچھ نہیں کرتا فقط بدی کر سکتا ہے نیکی اللہ پاک کراتا ہے۔

جواب۔ ایسی باریک باتوں کی تحقیق میں مت پڑو کیونکہ طرح طرح کے شبہات پیدا ہو جاتے ہیں بس مجملاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ توفیق نیکیوں کی اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور جس طرح توفیق دی ہے اسی طرح بندہ کو اختیار بھی دیا ہے اور ایسا ہی اختیار انسان کو بدی کرنے کا بھی ہے پتھر کی طرح وہ مجبور نہیں ہے۔

(۷۷) **مضمون**۔ اور جمال القرآن ۳ عدد ارسال کریں۔

جواب۔ کیا مجکو بھی چھپتے ہوئے دیکھا ہے۔ یا کوئی اشتہار میری طرف سے شائع ہوا ہے۔

(۷۸) **جواب ایک خط کا**۔ مجکو اتنی فرصت کہاں کہ دونوں خطوں کو دیکھکر انتخاب کروں آپ صرف اتنا لکھ بھیجئے کہ مجکو فلاں فلاں وقت فرصت ہے اور یہ کہ کتنی دیر تک اوراد پڑھ سکتا ہوں پھر انشاء اللہ تعالیٰ جواب عرض کرونگا۔ خط میں اس کا ہمیشہ خیال رہے کہ مخاطب کو سہولت ہو۔

(۷۹) ایک طبیب صاحب نے درخواست بیعت کے ساتھ ایک عمل کی بھی اجازت چاہی جس سے مریض شفا پاجایا کریں۔ جواب تحریر فرمایا۔ چونکہ اس کے ساتھ ایک دوسرا مضمون بھی تحتی کر دیا گیا جس سے یہ بھی بے اثر ہو گیا اس لئے اس کا جواب بھی قلم انداز ہوا۔ اور زبانی فرمایا کہ طبیب ہیں۔ چاہتے ہیں کہ دوا بھی کریں اور جھاڑ پھونک بھی کریں تاکہ مریض صحتیاب ہو کر ان کا مطب خوب چلے اور خوب دنیا کمائیں۔ لوگ بھی غضب کرتے ہیں بیعت کی درخواست بھی اور عمل کی درخواست بھی۔ چاہتے ہیں کہ دنیا بھی ملے اور دین بھی۔ جہاں برہمن وہیں قصائی۔

(۸۰) **ایک عزیز کے خط کا جواب**۔ برادر بجاں برابر سلمہ۔ السلام علیکم۔ ورحمۃ اللہ بحمد اللہ تعالیٰ خیریت سے ہوں خیریت آں عزیز کی بدل و جان مطلوب والسلام والدعا مشتاق دیدار اشرف علی۔

(۸۱) **جواب ایک خط کا**۔ عزیزہ سلمہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ دینی اعتبار سے تمہاری حالت بفضلہ تعالیٰ بالکل قابل اطمینان ہے۔ ایسے تغیرات و تبدلات جو کہ اکثر ضعف مزاج و غلبۂ خلط سودا یا کمی خون کی ہے باطن کو ذرا بھی مضر نہیں جس حالت کو تم محمود سمجھتی تھیں نہ وہ کمال تھا۔ اور نہ یہ نقص ہے۔ دونوں عارضی ہیں۔ وساوس کسی شمار میں نہیں نہ اُس سے

کفر ہوتا ہے بلکہ الٹا اجر ملتا ہے۔ اصلی حالت عقائد اختیاریہ کی صحت اور اعمال ضروریہ کی پابندی اور معاصی سے اجتناب اور دنیا سے محبت نہ ہونا ہے جسکو یہ میسر ہے اور الحمد للہ تمکو میسر ہے وہ عند اللہ مقبول ہے اور جو پریشانی ہے وہ طبعی ہے روحانی نہیں۔ تم اپنے معمولات کو جسقدر بھی آسانی سے ہو سکیں کئے جاؤ اور ایسی پریشانیوں کو باطن کے لئے مضرمت سمجھو۔ گو بیماری کے اثر سے جسم کو ضرر ہوتا ہو جسکی تدبیر طبیب کا کام ہے۔ جب تم یہاں تھیں تم نے یہ حالات بلکہ کوئی حالت بھی مفصل ظاہر نہیں کی۔ یہ غلطی تھی ورنہ مشافہ میں زیادہ سکون ہو سکتا ہے۔ خیر اب میں نے جو دستور العمل تحریر کیا ہے اُس کو قطعی سمجھو اور مضبوط پکڑو اور حالات سے ذرا جلدی جلدی اطلاع دیا کرو۔

جن صاحب کے ذریعہ سے ان بی بی صاحبہ نے عریضہ لکھوایا تھا اُنہوں نے طوالت عریضہ کی معذرت چاہی تھی جو بضرورت واقع ہوئی تحریر فرمایا میں نے مفید دستور العمل لکھدیا ہے۔ طول ضروری کا کیا مضائقہ اور یہ ضروری تھا بدون اسکے حال نہ معلوم ہوتا۔"

(۸۲) **مضمون**۔ نماز و وظیفہ میں اسقدر فضول خیال آتے ہیں جس سے طبیعت بہت پریشان ہوتی ہے۔

جواب۔ کچھ حرج نہیں خود تو خیالات جمع کیجئے نہیں اور جو بلا قصد آویں اُن کا ذرا بھی غم نہ کیجئے۔ جب ذکر کا غلبہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ یہ سب مضمحل و مغلوب ہو جاویں گے۔

۲۵ جمادی الاول ۱۳۴۲ھ یوم پنجشنبہ

(۸۳) **مضمون**۔ پوڑیا کے رنگ کے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز جائز ہے یا نہیں۔

جواب۔ پوڑیہ میں اسپرٹ کا احتمال ہے اور وہ روح ہے بعض شرابوں کی جو قواعد فقہیہ سے مختلف فیہ ہے۔ جو احتیاط کر سکے احتیاط کرے اور جو نہ کر سکے اُسکو گنجائش ہے۔

(۸۴) **مضمون**۔ ایک فریق نے مولوی صاحب کو شرکت سے خارج کر دیا اور کہا کہ ہم لوگ نہ شریعت کے بموجب چل سکتے نہ تم کو شریک کرتے۔ بلکہ بعض الناس نے یہ بھی کہا کہ ہم شریعت محمدی کی متابعت نہیں کر سکتے۔ بس یہ کہنا بحسب شرع شریف کیسا ہے۔ آیا موجب کفر ہے یا نہیں۔

جواب۔ نہ ہم لوگ شریعت کے بموجب چل سکتے :: اس کا کیا مطلب ہے۔ اُن لوگوں سے پوچھنا

چاہئے "ہم شریعت محمدی کی متابعت نہیں کر سکتے" اس کا بھی مطلب پوچھنا چاہئے پھر زبانی فرمایا کہ بنگال میں کافر بنانے کا بڑا شوق ہے۔ اگر ذرا کوئی بات ہو جاوے تو یہ چاہتے ہیں کہ کافر۔

(۸۵) ایک صاحب نے بعض حضرات کی بابت استفسار حالات و خیریت کیا تحریر فرمایا کہ مجھسے دین کی باتیں پوچھا کیجئے۔ خبریں نہ پوچھا کیجئے۔"

(۸۶) **ایک خط کا جواب** کسی مسجد کو آباد کرنا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے افضل ہے

مضمون۔ حضرت نے ایک دفعہ فرمایا تھا اظہار حاجت ضروری ایسے شخص پر جو منت نہ ہو اور بار ہو بخوشی انعام دیدے جائز ہے مگر یہ زبانی فرمایا تھا اب بذریعہ تحریر عرض کیا۔

جواب۔ اب بھی وہی جواب معروض ہے۔ یہ بھی شرط ہے کہ وہ ذلیل نہ سمجھے۔

مضمون۔ معمولات علی التواتر حسب دلخواہ پورے طور پر وقت پر ادا نہیں ہوتے سخت پریشانی اور ندامت ہوتی ہے۔

جواب۔ یہ پریشانی اور ندامت بھی نفع میں معمولات سے کم نہیں۔

(۸۷) **جواب ایک خط کا**۔ بعد نماز فجر ۴۱ بار سورۂ فاتحہ پانی پر دم کر کے مریضہ کو دن بھر پلایا جاوے اور آپ نے بیرنگ والا ٹکٹ بھیجا مجکو باوجود تلاش کے اسوقت سادہ کارڈ نہ ملا مجبوراً لفافہ پر ٹکٹ لگا کر بھیجتا ہوں اگر آپ کارڈ لیکر موڑ کر رکھدیتے تو آسانی ہوتی۔ ان باتوں سے بہت تکلیف ہوتی ہے

۲۱ جمادی الاول ۵۴ھ یوم جمعہ

(۸۸) **مضمون**۔ حضور مال (جاجم وغیرہ بغرض فروخت) بہت رکھا ہے روپیہ دینے کا وعدہ بالکل قریب ہے، اور مال کے پیچھے حضرت بہت پریشان ہوا ہوں کوئی دعا پڑھنے کے واسطے بتلا دیجئے پڑھا کروں۔

جواب۔ یا باسط ہر نماز کے بعد (۲۰) بار پڑھکر دعا کیا کریں۔

(۸۹) **مضمون**۔ میں نے ایک دفعہ منت مانی تھی تو اللہ پاک نے پوری کر دی ہے اس کے شکریہ میں مسجد کی جانماز بنا دونگا اب بھجوا دیجئے۔

جواب۔ بھائی اسکی حفاظت جھگڑا ہے اتنا روپیہ مسکینوں کو دینے سے زیادہ ثواب ہوگا۔

(۹۰) **مضمون**۔ بہ برکت صحبت شریف تھانہ بھون سے واپس ہونے کے بعد بندرہ بیس روز تو ایسی عمدہ حالت رہی کہ ایسی کبھی عمر بھر نصیب نہیں ہوئی ذکر اور دعا میں خوب جی لگتا اور لذت آتی دل میں ہر وقت ایک رقت سی رہتی جس سے ذکر اور دعا میں بہت دفعہ رونا آجاتا۔ خیالات مال و متاع زن و فرزند کم آتے۔ اکثر نیک اعمال کی رغبت اور اللہ تعالیٰ کا ڈر دل میں رہتا لیکن جوں جوں دن زیادہ گذرتے گئے یہ باتیں کم ہوئیں اور بطور سابق قساوت قلبی بڑھنی شروع ہوئی اور خیالات دنیوی اور لمبی آرزوئیں دل میں بھرتی جاتی ہیں کہ ہم یوں کریں گے پھر یہ ہوگا وغیرہ اور ذکر کی وہ لذت حلاوت بھی نہیں رہی۔ پہلے لذت اور دل کی خوشی سے ہوتا تھا اب بسا اوقات جبر سے کیا جاتا ہے مگر بفضل خدا آج تک ذکر کا ناغہ نہیں ہوا۔

جواب۔ یہی بڑی بات ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی کی برکت سے پہلے سے زیادہ حالات محمودہ نصیب ہوں گے جو پائدار ہوں گے اور وہ ناپائدار تھے۔

مضمون۔ اس کیلئے کوئی نسخہ مرحمت ہو کہ قلب پر قساوت نہ آنے پائے۔

جواب۔ یہ قساوت نہیں ہے آپ کی تشخیص کی غلطی ہے قساوت کہتے ہیں گناہ سے نفرت نہ ہونے کو اور طاعت سے رغبت نہ ہونے کو۔

مضمون۔ اندیشہ ہے کہ کہیں ذکر ترک ہونے تک نوبت نہ پہونچ جائے۔

جواب۔ قبل از مرگ واویلا ہی کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنا چاہئے۔

مضمون۔ یہاں سے قریب ایک نقشبندی بزرگ متبع شریعت موجود ہیں اجازت ہو تو کبھی کبھی اُن کی خدمت شریف میں حاضر ہو جایا کروں۔

جواب۔ مبتدی کو مضر ہے۔

مضمون۔ میرے آقا یہ نفس بڑا سرکش ہو گیا ہے اسکی کوئی سخت سزا تجویز فرمائی جاوے

جواب۔ کیا میں آپ سے پوچھ پوچھ کر تعلیم دونگا۔

(۹۱) **مضمون**۔ آج شب کو خواب میں جناب کی زیارت ہوئی اور حضرت پیر مرشد جناب حاجی امداد اللہ صاحب مرحوم مغفور کی توجہ سے (جو جناب کی صورت میں تھے) قلب پر ایک غلاف تھا وہ پارچہ صندل کی طرح خشک ہو کر علیحدہ ہو گیا۔

جواب۔ مبارک ہو۔
مضمون۔ توجہ تو بزرگوں کے بذریعہ خواب کے ظاہر ہوتی ہے لیکن حُب جاہ حُب مال طول امل میں گرفتاری بدستور ہے۔
جواب۔ سب انشاء اللہ تعالیٰ رفع ہو جاویگا۔
مضمون۔ ٹہلتا جاؤں اور کوئی سورۃ حفظ پڑھتا جاؤں تو کوئی حرج تو نہیں۔
جواب۔ کچھ حرج نہیں۔
مضمون۔ ایک صاحب نے فرمایا کہ بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنا ٹہلنے کی حالت میں مکروہ ہے۔
جواب۔ غلط ہے۔
مضمون۔ میں اس درمیان میں کھانسی وزکام کی وجہ سے ضعیف ہو گیا ہوں بعض لوگوں کی رائے ہے کہ صبح کو ہوا خوری کے لئے جنگل کی طرف جانا مفید ہے وہیں تا طلوع بیٹھے رہنے کے بعد اشراق کی نماز پڑھنے سے جو ثواب حج وعمرہ کا وعدہ فرمایا گیا ہے کیا وہ اسی پابندی کے ساتھ مخصوص ہے۔
جواب۔ جی ہاں مگر حفظ صحت کی مصلحت اس مستحب کی تحصیل سے مقدم ہے۔
(۹۲) **مضمون**۔ آواز کی یہ حالت ہو رہی ہے کہ قرآن شریف خطبہ وغیرہ کے پڑھنے میں اندر سے جو الفاظ نکلتے ہیں وہ الفاظ ہرگز نکلتے ہی نہیں آواز بالکل بند ہو جاتی ہے حضور سے امیدوار ہوں کہ کوئی دعا اور دوا بھی اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرماویں اور پہلے میں بہت اچھی طرح پڑھتا تھا حضور سے یہ بات دریافت ہے کہ کبھی آواز کو نظر لگجاتی ہے مجکو یقین نہیں ہے مگر حضور سے پوچھ لینا بہتر ہے دوسری بات یہ دریافت کرنا ضروری ہے کہ لوگ کہتے ہیں سورۂ فاتحہ میں ادہر کا ادہر لفظ ملا دینے سے شیطان کا نام پیدا ہو جاتا ہے اُن لفظوں کو احتیاط سے پڑھنا چاہئے وہ لفظ سات جگہ سورۂ فاتحہ میں ہے۔
جواب۔ آواز کے متعلق طبیب سے رجوع کیجئے اور فاتحہ کے متعلق جو لکھا ہے محض بے اصل ہے۔
(۹۳) ایک صاحب نے ایک واقعہ تو لکھا لیکن اُس کے بعد یہ کچھ نہ لکھا کہ کیا چاہتے ہیں۔

واقعہ ہی لکھکر خط ختم کردیا۔

جواب۔ میں تحریر فرمایا "قصہ تو معلوم ہو گیا پھر کیا کروں"۔

(۹۴) ایک شخص نے خواب لکھا۔ نمبرا۔ ایک شخص سفید ریش بزرگ نورانی صورت سفید لباس فاخرہ زیب تن کئے ہوئے تشریف لائے اور مجکو سلام علیک کی میں نے وعلیکم السلام کہا اور اٹھکر مؤدب بیٹھ گئی اور وہ بزرگ میرے سرہانے بیٹھ گئے اور یہ فرمایا کہ تو محمد یعقوب کے لئے مت رویا کر اور اپنے شوہر کو بھی منع کر کہ وہ بھی نہ رویا کرے۔ ہم تجکو اس سے اچھا یعقوب دیں گے میں نے یہ کہا کہ دینے کو تو خدا نے مجکو وہ لڑکا یعقوب دیا تھا مگر زندہ نہ رہا تو کیا کروں۔ بزرگ صاحب نے فرمایا کہ نہیں یہ رہے گا۔ پھر میں نے کہا کہ اگر زندہ رہا اور تنگدستی رہی تو یہ بھی رنج ہوگا۔ انھوں نے فرمایا کہ نہیں ایسا نہیں ہوگا گھبراؤ مت انشاءاللہ تعالیٰ عمر اور نصیبہ کا اچھا ہوگا۔ میری آنکھ کھل گئی دیکھا تو خواب تھا ایک ماہ سے ایام ماہواری بند ہیں۔ حمل کی صورت معلوم ہوتی ہے۔

خواب نمبر ۲۔ اگلے روز پھر دیکھا کہ وہی بزرگ صاحب تشریف لائے اور ایک بہت بڑا دریا ساتھ لیکر آئے اور فرمایا کہ اس دریا کو پی میں نے کہا کہ اسقدر بڑے دریا کو میں کیسے پی سکتی ہوں فرمایا کہ نہیں پی سکتی ہے لہذا اُن کے فرمانے کے بموجب میں نے پینا شروع کیا دریا کو مُنہ لگاکر خوب سیر ہو چکی تو تھوڑا دریا باقی رہ گیا۔ بزرگ صاحب نے فرمایا کہ خیر۔

جواب۔ نہایت مبارک خواب ہے امید تو یہی ہے کہ دونوں بشارتیں ظہور کریں گی۔

۲ رجب المرجب ۱۳۴۷ھ ہجری

(۹۵) خواب مولانا مولوی ظفر احمد صاحب ہمشیر زادہ حضرت } عرصہ ہوا ایک خواب دیکھا تھا۔ اگرچہ جی یوں چاہتا ہے کہ حضرت سے کوئی بیداری کی بات عرض کروں اور زبان قال وحال سے کہوں ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

مگر خواب کی بات اس لئے عرض کرتا ہوں کہ شاید بتوجہ سامی یہ حدیث خواب حدیث یقظہ ہوجائے۔ خواب یہ ہے کہ میں نے ایک میدان بہت بڑا وسیع دیکھا جسمیں بہت سے خیمے

نصب ہیں ایک خیمہ میں برادر مرحوم موجود ہیں جو کچھ کتابت کا کام مثل ایام حیات کر رہے ہیں ایک خیمہ میں حضرت والا مقیم ہیں اُس کے گرد بہت سے خیمے ذاکرین کے نصب ہیں میں بھائی صاحب مرحوم کے خیمہ میں موجود ہوں کہ اتنے میں حضرت والا کے خیمے میں سے مثنوی کے اشعار مسموع ہوئے توجہ کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت والا ہی اشعار مثنوی اپنی زبان مبارک سے پڑھ رہے ہیں جنمیں ایک شعر یاد رہا ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما　　اے طبیب جملہ علت ہائے ما

اس شعر پر ذاکرین کو وجد آگیا اور ایک دوسرے پر گرنے لگے احقر پر گریہ طاری ہو گیا اور سجدہ میں گر پڑا جماعت ذاکرین میں خواجہ عزیز الحسن صاحب کو تو میں نے پہچانا اور کسی کو نہیں پہچانا اس کے بعد حضرت والا خیمہ سے باہر تشریف فرما ہوئے خدام پر حالت بکا طاری تھی تو ان کی تسلی کے لئے حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ کیوں روتے ہو تم تو مقصود سے دامن بھر رہے ہو اور انشاء اللہ کامیابی یقینی ہے رونا تو اُن کو پڑیگا جو اس وقت کی قدر نہیں کرتے۔ میرے بعد افسوس کریں گے جبکہ نہ ذکر کی آواز کان میں پڑے گی نہ کوئی راستہ بتانیوالا ہوگا دوسرے دن خواب دیکھا کہ میں اسی خواب کو حضرت والا سے عرض کر رہا ہوں اور حضرت نے اس بات پر (کہ تم کیوں روتے ہو تم مقصود سے دامن بھر رہے ہو اور انشاء اللہ کامیابی یقینی ہے) مراقبہ کے طور پر سر جھکا لیا پھر سر اٹھا کر فرمایا کہ انشاء اللہ کامیابی یقینی ہے ایک دن خواب دیکھا کہ میں پیران کلیہ حضرت شیخ علاء الدین صابر رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر فاتحہ پڑھ رہا ہوں اور مجھپر حالت بکا طاری ہے اور غایت شوق میں واجداہ واجداہ کہہ رہا ہوں جسکا جواب اچھی طرح یاد نہیں کہ حضرت شیخ کی طرف سے کیا ملا وہم سا ہوتا ہے کہ شاید یہ الفاظ تھے نعم یا ولداہ۔

جواب یہی خواب ہیں جنکو قرآن مجید میں حسب تفسیر حدیث بشریٰ فرمایا گیا ہے اور حدیث میں مبشرات۔ یہ خود اپنی تعبیر ہے۔ مبارک ہو حق تعالیٰ ایسا ہی کرے کہ کامیابی یقینی ہو اور انشاء اللہ تعالیٰ ایسا ہی ہے۔ خیر اگر تم بُری کے مصداق ہو تو خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں اور دوسرے احباب تری لہ ہی کے مصداق ہیں۔ اور رویا ثانیہ میں جد باعتبار سلسلہ بیعت کے کہا گیا ہے۔ مکرر مبارک ہو۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

۴ ررجب المرجب ۵۴ھ

(۹۶) ایک صاحب جو داخل سلسلہ تھے دنیاوی اغراض کے لیے سفارش بہت کرایا کرتے تھے ایکبار جب وہ یہاں آئے حضرت نے در پردہ اُن کو بہت سی ضروری باتیں سنائیں اور کھانا بھی صرف ایک وقت کھلایا اس کم التفاتی سے وہ خفا ہو کر بلا اطلاع چلے گئے اور یہاں کی برائیاں لکھکر بھیجیں اُنہوں نے کچھ عرصہ کے بعد پھر معافی کا خط لکھا کہ جب سے میں وہاں سے آیا ہوں میری دینی اور دنیوی حالتیں دونوں خراب ہو رہی ہیں لہٰذا میری حماقتوں کو معاف فرمائیے اور اجازت حاضری کی چاہی حضرت نے فرمایا کہ میں تو پہلے ہی سمجھتا تھا کہ بے حسد کے ساتھ بغض رکھنا رنگ لادیگا مولانا فرماتے ہیں ؎

چوں حسد بردی دلا بر بے حسد ۔۔۔ زان حسد دل را سیاہی ہا رسد

طلب اجازت کا حضرت نے یہ جواب دیا کہ "میرے یہاں آنے کی کسی کو ممانعت نہیں لیکن جو شخص نکتہ چینی اور عیب جوئی کی غرض سے آئیگا اُسکو نفع نہ ہوگا لیکن میرا اس میں بھی نقصان نہیں" اس خط کے جواب میں اُن کا دوسرا خط آیا جسمیں حسب ذیل سوالات درج تھے (۱) کمترین کا ارادہ حضور کی قدمبوسی حاصل کرنے کا ہے ۱۲ ر ۱۳ ر رجب کو حضور کی قدمبوسی میں رہنا ہے کیا حضور تشریف رکھیں گے (۲) کمترین کا ارادہ حضور کو دنیوی امور میں تکلیف دینے کا نہیں یعنی سرائے میں مقیم رہے گا۔ اور وہاں ہی خور د نوش رکھے گا۔ اس میں حضور کی کیا رائے ہے (۳) کمترین کو کس کسوقت حضور میں برائے قدمبوسی اور زیارت حاضر ہونا چاہئے اور حضور سے کس کس وقت نصائح کا منتظر رہنا چاہئے کیونکہ حضور عدیم الفرصت ہیں (۴) کمترین کو وہاں آکر کیا کیا کرنا چاہیئے۔ اور چونکہ ہر وقت نصائح کا موقعہ حضور سے نہیں اس لئے باقی اوقات کس طرح اور کہاں بسر کروں کہ جو باعث خوشنودی حضور ہو (۵) برائے مہربانی تمام امور سے آگاہی فرمادیں کہ وقت حاضری کمترین سے بے ادبی نہ ہو شعر ؎

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد ۔۔۔ بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

(۶) دعا کا طالب کمترین عاصی طالب حق و بے ادب و ناواقف و گمراہ و عتاب شدہ بندہ ......

(جواب حضرت اقدس مد فیوضہم العالی) السلام علیکم۔ اس خط میں میرے اُس خط کا بالکل جواب نہیں بلکہ قانونی سوالات کر کے مجکو پابند کرنا چاہا ہے اُس خط کا جواب آنا چاہئے اور اس خط کا جواب یہ ہے کہ ان کے تحریری جواب کی ضرورت نہیں جسکو غرض ہے یہاں پہونچکر بطور خود سب امور کی تحقیق واقفین سے کرلے اور مجکو کسی قانون کی پابندی ضروری نہوگی جو بات ناپسند ہوگی اُسپر سختی و دارو گیر کرسکونگا جسکو اسکی برداشت نہو آنے کی تکلیف نہ اٹھاوے۔ اسکے بعد ان صاحب کا اور خط آیا جو معہ جواب ذیل میں درج ہے۔

خط مورخہ ۷ شعبان ۱۳۳۴ھ

(۹۷) **مضمون** (۱) عرض ہے کہ حکیم مصطفےٰ صاحب بجنوری نے نماز صلوٰۃ الاوابین کم از کم بیس روز کو بتلائی تھی اور یہ فرمایا تھا کہ مولانا کی ایک دفعہ کی ناراضگی سے ناامید نہونا چاہئے بلکہ بیس روز نماز پڑھکر بعد میں لکھو مولانا نرم ہوجاویں گے میں نے ایسا ہی کیا مگر افسوس کہ نتیجہ برابر برعکس ہوتا ہے۔

(جواب)۔ اُن کا قصہ مجکو کیوں لکھا دوسرے اس کی بھی کوئی دلیل نہیں کہ نتیجہ برعکس ہوا۔

(مضمون) (ب) آپ فرماتے ہیں کہ خود تحقیق کرلو آپ کے دل کی کسی کو کیا خبر کہ آپ کس طرح خوش ہوتے ہیں کوئی شخص وہاں نہیں بتلاتا۔

(جواب) میری اُس عبارت کے دو جز تھے ایک یہ کہ خود آکر تحقیق کرلو۔ دوسرا یہ کہ واقفین سے تحقیق کرلو تو جز و اختیار میں تھا یعنی خود آنا وہ اگر کرتے اور کافی نہ ہوتا تو اُس وقت کہتے کہ واقفین کا بتلانا کافی نہیں اب تم بتلادو۔ تو یہ سوال البتہ موقع کا تھا۔

(مضمون) (ج) اور جو بتلاتا ہے آپ اُس ترکیب سے ناراض ہوتے ہیں اس لئے آپ سے ہی دریافت کیا تھا کیونکہ آپ خود اپنے خوش کرنے کی ترکیب اچھی بتلا سکتے ہیں۔

(جواب) تو پھر تم پہلے یہ بتلادو کہ تم یہاں کیا کیا کرگئے ہیں اُن افعال کی نسبت بتلادونگا کہ ان میں کون امر خلاف مرضی ہے اور کون نہیں اور بدون اسکے میں کس کس بات کو بتلادوں کیونکہ مجکو یہی نہیں معلوم کہ تم سے کیا کیا حرکت صادر ہوسکتی ہے اور افعال تو غیر متناہی ہیں پھر دوسرے کے افعال۔ ہر شخص اپنے افعال کی فہرست محدود

کر سکتا ہے دوسرا نہیں کر سکتا اور میرے نزدیک تو سب سے سہل طریقہ ان امور کے معلوم کرنیکا یہ ہے کہ جو بے عنوانیاں تمہاری دیکھتا جاؤں ٹوکتا جاؤں اسی طرح سب خبر ہو جائیگی۔

(**مضمون**) (۵) میں نے کبھی نہ کسی اوستاد اور نہ حاکم سے کبھی سختی نہیں سہی اس لئے میں عادی نہیں ہوں۔

(**جواب**) میں اس کا خیال نہیں رکھ سکتا۔ اور نہ میرے ذمہ ضرور ہے۔

(**مضمون**) (۶) اب آخر میں بہایت ادب سے التماس ہے کہ میری اس حالت پر غور فرما دیں کہ میں جاہل آپ عالم (اگر من ناجواں مردم بہ کردار۔ تو بر من چوں جواں مرداں گذر کن) اور میری اصلاح فرما دیں۔

(**جواب**) میں تو ہر تحریر میں اصلاح ہی کرتا ہوں دوسرا عمل نہ کرے تو میں کیا کروں۔

(**مضمون**) (۹) یا مجھے اجازت بخشیں کہ میں کسی دیگر پیر صاحب سے مرید ہو جاؤں لیکن اگر کسی بدعتی پیر سے مرید ہو گیا کہ وہ با اخلاق ہوتے ہیں جو شیوہ محمدی ہے اور قیامت کے دن مجھسے سوال ہوا تو میں پہلے آپ سے مرید ہونا اور آپکا توجہ نہ فرمانا ظاہر کر دونگا۔

(**جواب**) بیہودہ بکواس ہے کیا فائدہ تمیز سیکھو۔ دوسرے اگر اللہ میاں اسکے جواب میں یوں فرما دیں کہ توجہ تو کی تھی مگر تو اسکو توجہ نہ سمجھا تو خوشامد کو توجہ سمجھتا تھا پھر توجہی کا دعویٰ غلط ہے تو اس کا کیا جواب دوگے۔ تتمہ۔ اس خط کے متعلق زبانی ارشاد فرمایا کہ یہ تو وہی مثل ہے کانا بھاتا بھی نہیں اور کانے بغیر چین بھی نہیں آتا۔

(۹۸) (**مضمون**) ایک سیدانی بیوہ کی کل پونجی ۲۶ عدد اشرفیاں تھیں جو کسی مخالف شخص نے نکال لیں کوئی ایسا تعویذ مرحمت ہو جائے کہ جسکے حسب ارشاد دبانے یا لٹکانے سے جناب باری عز اسمہ اشرفیاں لیجانے والے کے دل میں رحم پیدا کریں اور وہ خود ہی اشرفیاں ڈالدے یا کسی اور صورت سے اسکی پونجی اسکو ملجاوے۔

(**جواب**) عملیات میں تو مجکو مہارت نہیں لیکن ایک طریقہ اکثر لوگوں کو بتلا بتلا دیا ہے اور کہیں کہیں کامیابی بھی ہوئی ہے اگر دل چاہے خواہ وہ سیدانی صاحبہ یا ان کے لئے اور کوئی صاحب کرلیں۔ سورہ لقمٰن کے دوسرے رکوع میں یہ آیت ہے یبنی انھا ان تک

مثقال الی قولہ تعالیٰ لطیف خبیر بوقت فرصت اول دو رکعت نماز نفل پڑھکر اسکو (۱۹) بار مع اول و آخر درود شریف ۱۱ بار بتصور وجدان مفقود ایک ہفتہ تک پڑھیں اور دعا کریں۔ تدابیر سے بھی کام لیں۔ میں بھی دعا کرتا ہوں۔

۱۸ ررجب المرجب ۳۴ھ

(۹۹) (مضمون) حال۔ معمول بفضل خدا جاری ہے تین چار روز سے سخت انقباض ہوگیا ہے اور قلب پر ایک بہت وزن آگیا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے اور بےچینی سی معلوم ہوتی ہے اور کسی چیز میں دل نہیں لگتا کبھی کبھی قلب میں عادت سے زیادہ حرکت معلوم ہوتی ہے۔

(جواب) قبض و بسط لوازم سلوک سے ہیں اور ہر ایک میں خاص مصالح ہیں بعض منافع قبض کے منافع بسط سے بھی زیادہ ہیں جو کہ بعد تجربہ کے خود بھی سالک کی سمجھ میں آجاتے ہیں۔ کام کئے جائیے انشاء اللہ تعالیٰ سب احوال دلخواہ ہو جاویں گے۔ ضرب و جہر میں اگر زیادتی ہوگئی ہو تو تخفیف فرما دیجئے۔ اگر زیادہ کام ہونے سے خستگی ہو کام برائے چندے کم کر دیجئے اگر کھانے اور سونے میں کمی کر دی ہو تو اسمیں توسع کیجئے۔ کوئی چیز مفرح قلب و مرطب دماغ و مقوی اعضاء رئیسہ استعمال میں رکھئے۔

۱۹ ررجب المرجب ۳۴ھ

(۱۰۰) (ایک خط کا جواب) چونکہ خط میں آپنے کئی باتیں پوچھی ہیں تو بدون اس کے کہ سب سوالوں کا اعادہ کروں جواب ہو نہیں سکتا اگر ایک ہی سوال ہوتا تو لا۔ یا نعم سے ہو سکتا تھا اور کارڈ میں اتنی گنجائش کہاں کہ سب سوالوں کا اعادہ کر کے جواب لکھوں لہذا ایسے جوابوں کے لئے لفافہ آنا چاہئے تھا۔

۲۰ ررجب المرجب ۳۴ھ ہجری

(۱۰۱) خلاصہ خط (حال) اگلے عریضہ میں انقباض کا حال لکھا تھا بفضلہ تعالیٰ حضور کی دعا سے اب بہت تخفیف معلوم ہوتی ہے ابتک تھوڑا سا انقباض باقی ہے۔

تحقیق الحمد للہ۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ بھی رفع ہو جاویگا ان امور کی طرف التفات ہی نہ کیجئے یہ ذرا بھی مضر نہیں اور نہ اسکی اضداد کچھ کمالات ہیں اصل مقصود تعلق مع الحق ہے جس کا

طریقہ ذکر وطاعت ہے وبس۔

(۲) اور خواب تو بہت سے ہوتے رہتے ہیں مگر چونکہ برابر سلسلہ وار یاد نہیں اسلئے عرض نہیں کرتا۔
(جواب) کچھ حاجت نہیں بیداری کی حالت کا اہتمام کیجئے۔

(۱۰۲) **خلاصہ خط**۔ حضور والا آپ نے تو بہت ہی مختصر جواب میرے عریضہ کا دیا اب دوبارہ تصدیعہ کی یہ وجہ داعی ہوئی ہے کہ اگر جناب کو کشائش رزق کے لئے سورۂ مزمل پر اعتماد ہو تو مجکو اجازت اسکی زکوٰۃ دینے کی عطا فرمایئے اور ترکیب زکوٰۃ کا بیان کیجئے ورنہ کوئی اور شغل الخ یہ واضح ہو کہ آپ کتنا ہی روکھا پن تحریریں برتیں اور اگر کبھی قدمبوسی کا موقع ہوا تو اُسوقت کسی قدر بے اعتنائی سے پیش آویں میں جناب کے قدموں کو چھوڑنے والا نہیں ہوں تا کام من برآید۔ اگر جناب والا کی کامیابی اور بامرادی کی مثال پیش نظر نہ ہوتی ہوں غالباً آپ صاحبوں کو خصوصاً انگریزی تعلیم حاصل کرنے پر تکلیف نہ دیتا اب تو میں آپ کے قدموں میں آپڑا ہوں ؎ میفگن کہ دستم نہ گیرد کسے۔

جواب۔ آپ اگر مجکو دیکھیں گے تو سمجھیں گے کہ میں ٹالنے والا نہیں۔ معاملہ کا سچا ہوں۔ واقعی میں عامل نہیں اسلئے آپ کے سوالات کے جوابات سے قاصر ہوں باقی خیال بلا دلیل کا کیا علاج

(۱۰۳) **خلاصہ خط**۔ اور اظہار حال کہاں تک کروں مختصر یہ کہ میرے دل کا محبت ماسوائے ناس ہو گیا اور نوبت اخیر یہاں تک آگئی کہ ہمہ وقت مجھے اپنی جان اور ایمان کا خوف رہتا ہے عنداللہ میرے واسطے خاص توجہ فرمایئے۔

جواب۔ نری توجہ سے کیا ہوتا ہے۔ علاج کیجئے۔

مضمون۔ (۱) مجھے اکثر معلوم ہوا ہے کہ حضور میرے تکلف کے شاکی ہیں لیکن کیا عرض کروں خدا پاک کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں کہ سب ہی کچھ کرنا چاہتا ہوں مگر کچھ بھی نہیں کرسکتا ارادہ سب کچھ کرتا ہوں مگر قادر نہیں۔

جواب۔ یہ سب صحیح ہے مگر اُس کا طریقہ بھی تو ہے کہ یہاں زیادہ قیام کیا جاوے کہ مناسبت ہو اور تکلف رفع ہو اور قدرت بھی ہو۔

مضمون۔ (ب) دو شیخ کا ہاتھ پکڑا لیکن دونوں موجود نہیں اب اگر حضور سے عرض

نہ کروں تو آخر کس سے کہوں۔

جواب میں نے خدمت سے کب انکار کیا۔

مضمون۔ (ج) آخر رجب تک حضور کا کہیں سفر کا تو قصد نہیں۔

جواب۔ اتنی لمبی پابندی کا مجکو علم نہیں ہو سکتا۔ کسی خاص تاریخ کے متعلق پوچھے تو عرض کر سکتا ہوں۔

۲۱ رجب المرجب ۱۳۴۳ھ

(۱۰۴) **خلاصہ خط**۔ فلاں شخص آپ سے بیعت ہے اُسکی ہمشیرہ کی شادی ہے وہ میرا بھی دوست ہے وہ مجکو بتلاتا ہے یعنی مہمانوں کی خدمت کے واسطے ہیں اُس کے یہاں حاضر ہوں یا نہیں بلکہ وہ یوں کہتا ہے کہ ہمارے یہاں ناچ نہیں راگ نہیں تو آنے میں کیا ڈر ہے حضور جو میں اُس کے یہاں نہیں گیا تو وہ بہت شکایت کریگا۔

جواب۔ اگر اُسکی شکایت سے ڈرتے ہو تو مجھسے کیوں پوچھتے ہو اور اگر مجھسے پوچھتے ہو تو مجکو اُسکی شکایت کا مضمون کیوں لکھتے ہو اسکا تو مطلب یہ ہوا کہ مجکو دباتے ہو تاکہ میں اُسکی یا تمہاری خاطر سے اجازت دیدوں لاحول ولا قوۃ الا باللہ افسوس کیا اسی کا نام ہے اطاعت اور مرید ہونے سے پہلے سب میرا طریقہ معلوم تھا پھر کیوں جھک مارنے کو مرید ہوئے تھے کیا اب میں تمہارے واسطے اپنا قاعدہ بدلونگا خبردار جو ایسا خط پھر میرے پاس بھیجا میرا طریقہ جو تمکو معلوم ہے اگر تم سے اُسپر عمل نہیں ہو سکتا تو اور کسی سے مرید ہو جاؤ۔

(۱۰۵) **خلاصہ خط**۔ عالیجاہا حضور کے عتاب آمیز کلمات سے سخت بیچینی پیدا ہو گئی ہمیشہ وقتاً فوقتاً مسائل ضروریہ دریافت کرتا رہتا ہوں تصنیفات عالیہ پیش نظر رہتی ہیں اس خط میں بھی حفاظت حقوق والدین وغیرہ کا ذکر کیا اب اُسوقت یہ خواہش تھی کہ امور دینیہ کے سوائے امور دنیاوی میں اتباع حضور کروں۔

جواب۔ تو جس طرح امور دنیویہ کو دل کھولکر شوق سے لکھا جاتا ہے کبھی امور دینیہ کو کیوں نہ لکھا۔

مضمون (۲) یہ غرض نہیں تھی کہ امور دینیہ سے بالکل روگردانی کرلی مگر شاید میری کم علمی اور نالائقی سے ایسی عبارت تحریر میں آئی جو خلاف مزاج حضور والا ہوئی۔

جواب۔ مگر اہتمام بھی نہیں دیکھا جاتا۔

مضمون ۔(ب) اور کمترین کا سلام تک مقبول نہ ہوا۔

جواب۔ کیا جواب تحریری فرض ہے آپ نے یہ تہمت مجھپر کس دلیل سے لگائی۔

مضمون (ج) معاف فرما کر اصلاح کے واسطے صدور حکم مناسب ہو۔

جواب۔ ایک اصلاح کی تھی تو یہ رنگ کھلا زیادہ اصلاح کرونگا تو کیا ہوگا دوسرے اصلاح اُسی امر کی تو ہوسکتی ہے جسکی اطلاع ہو چنانچہ جس امر کی اطلاع ہوئی اصلاح کردی۔ اور جن حالات کی آپ مجکو اطلاع ہی نہ دیں اصلاح کیسے کروں۔

مضمون (د) اگر اس تابعدار کی طرف سے یوں ہی حضور ناراض رہیں گے تو میرے واسطے خسارہ دنیا و آخرت دونوں کا باعث ہے۔

جواب۔ اگر ہر اصلاح کو ناراضی سمجھا جاویگا تو خیریت ہے۔

مضمون (ھ) معافی کا طلبگار ہوں اور جس سے کہ حضور کو تکلیف پہونچی ہو مطلع فرمایا جاؤں۔

جواب۔ کیا ابتک خبر نہیں ہوئی میری اس تصریح کے بعد بھی۔

مضمون (و) میری حالت خفیہ طور سے اگر چاہیں تو مولوی صاحب سے دریافت فرما سکتے ہیں۔

جواب۔ جب آپ خود اطلاع نہیں کرتے مجکو کیا غرض پڑی ہے۔

مضمون (ز) اور خود بھی روشن ضمیر ہیں اللہ تعالیٰ بھی آپ پر ظاہر کرسکتا ہے۔

جواب۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ کیا روشن ضمیری کے یہ معنی ہیں کہ جو چاہے معلوم کرلے دوسرے اگر یہ ہے تو دنیوی مقاصد میں بھی میری روشن ضمیری پر قناعت کی ہوتی خود کیوں لکھا

(۱۰۶) **خلاصہ خط۔** زمانہ طویل سے احقر خواہشمند ہے کہ رمضان شریف حضور میں گذاروں والد صاحب لکھتے ہیں مکان ہو جاؤ دوسرے یہ کہ حضرت کی محبت زیادہ معلوم ہوتی ہے بہ نسبت حضور نبی کریم کے میں خوف کرتا ہوں کہ کہیں یہ میرے ضعف ایمانی کا باعث نہ ہو۔

جواب۔ بہتر یہی ہے کہ والد صاحب کے پاس جائیے اور چندے قیام کر کے پھر اُن سے اجازت طلب کیجئے اگر وہ بخوشی اجازت دیدیں چندے یہاں قیام کرلیجئے۔ ورنہ قرب روحانی کے ہوتے ہوئے بُعد جسمانی مضر نہیں دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ انسان مکلف ہے۔

محبت عقلیہ کا نہ کہ محبت طبعیہ کا اور محبت عقلیہ سب کو حضور ہی سے صلی اللہ علیہ وسلم بڑھی ہوئی ہے اور غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حب طبعی بھی حضور ہی کے ساتھ زیادہ ہے اسکے دو قرینے صاف ہیں ایک یہ کہ شیخ وغیرہ سے جو محبت ہے اُسکی بناء یہی ہے کہ اُس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اتباع ہے دوسرا قرینہ یہ کہ نعوذ باللہ اگر دوسرا محبوب اُس طریق کو چھوڑ دے تو وہ محبت بالکل زائل ہو جاوے۔

(۱۰۷) **خلاصہ خط** (۱) اکثر میری نگاہ بد حسین عورت پر پڑ جاتی ہے کچھ دیر تک اسی طرف مخاطب رہتا ہوں دعا کیجئے اللہ یہ مرض دور کرے۔

جواب۔ نری دعا چاہتے ہو ہمت بھی تو کرو۔

(۲) تردد اکثر لاحق رہتا ہے۔

جواب۔ پھر کیا کروں۔

(۳) نماز میں شیطانی وسوسہ ہو جایا کرتا ہے۔

جواب ارادہ سے یا بے ارادہ سے۔

(۴) حضرت جس ملازمت کی خبر دیچکا ہوں کہ اپنی مرضی کے موافق ملا ہے اور اپنی عبادت میں بھی کسی طرح کی تکلیف وخلل نہیں ہوتی لہذا اس خداوند نعمت کے لئے دعا کیجئے کہ اللہ برکت دے اور اسمیں کسی طرح کا تغیر تبدل وزوال نہ واقع ہو۔

جواب۔ تو اس کا صلہ یہی تھا کہ عورتوں کو گھورو انا للہ

۲۳ رجب المرجب ۱۳۴۷ھ

(۱۰۸) **خلاصہ خط**۔ آئندہ شعبان میں آپ کا قیام تھانہ بھون رہیگا یا نہیں۔

جواب۔ ابھی نہیں کہہ سکتا اور نیز تمام ماہ کے لئے نہیں کہہ سکتا خاص تاریخوں کی نسبت کہہ سکتا ہوں۔ یا اگر زیادہ قیام کا قصد فرمایا جاوے تو کچھ کہہ سکتا ہوں۔ خلاصہ یہ کہ اول آپ اپنے پورے ارادہ سے مطلع فرماویں اُسپر کچھ کہہ سکتا ہوں۔

(۱۰۹) ایک طویل خط، اصفہ کا آیا اسمیں اوہام اور شبہات متعلق طہارت کے لکھے تھے اس کا حسب ذیل جواب دیا "ایسے وہم اور شبہات تحریر سے زائل نہیں ہوتے کسی محقق سے

زبانی پوچھ لیں اور اگر ممکن ہو تو اُس محقق کی صحبت میں کم از کم ایک مہینہ قیام کریں"۔

۲۵ر رجب المرجب

(۱۱۰) **خلاصہ خط**۔ عالی خدمت میں عرض یہ ہے کہ سوال نمبر۱ مجدد کے ہونے کے کیا اوصاف ہیں نمبر۲ مجدد دعویٰ کرنے سے ہوتا ہے یا بلا دعویٰ بھی۔ نمبر۳ چودھویں صدی کے مجدد کون ہیں مجدد ہر صدی کے اول ہوتا ہے یا درمیان یا آخر یا مختلف زمانہ میں۔

جواب۔ ان تحقیقات سے آپ کا کیا مطلب۔

زبانی فرمایا ضرورت کیا ہے۔ لغو حرکت۔ کوئی نبی نہیں جس پر ایمان لانا فرض ہو نبی کے نبی ہونے پر ایمان لانا فرض ہے۔

(۱۱۱) ایک صاحب نے کتابوں کے ملنے کا پتہ دریافت کیا اور لکھا کہ آپ کے مدرس لوگ کتاب طلب کرنے سے روانہ نہیں کرتے اسوجہ سے ہیں وہاں سے طلب نہیں کرتا جواب تحریر فرمایا کہ مجھسے تجارت کا کوئی تعلق نہیں مجکو ان خدمتوں سے معاف رکھئے۔

(۱۱۲) ایک صاحب نے بالکل پھیکی سیاہی سے خط لکھا مشکل سے پڑھا جاتا تھا پتہ بھی ایسا ہی لکھا تھا حضرت نے واپس بھیجدیا کہ پڑھا نہیں جاتا پتہ کے حصہ کو خط میں سے پھاڑ کر لفافہ پر چسپاں کر دیا۔ گو نہایت غور سے اگر پڑھا جاتا تو پڑھا جا سکتا تھا لیکن فرمایا کہ ہم کیوں زحمت برداشت کریں جسکو دوسرے سے کام لینا ہو اُسکو چاہئے کہ جہانتک ہو سکے دوسرے کو سہولت دے۔

۲۶ر رجب المرجب

(۱۱۳) **جواب ایک خط کا**۔ یہ نہیں لکھا کہ کون سے پنجشنبہ کو دوسرے یہ کہ جمعہ کے روز آپ نے دیکھا ہوگا بجز جانبین کی مراآۃ کے بات چیت کی یا باطمینان پاس بیٹھنے کی نوبت نہیں آتی ہجوم ناس متفرقین سے اس روز طبیعت یکسو نہیں رہتی اور نہ اوقات منضبط رہتے ہیں۔

(۱۱۴) **جواب ایک خط کا**۔ اس قصہ سے رنج ہوا۔ آپ کو معلوم ہے کہ مجکو کاموں میں اسقدر فرصت نہیں کہ ایسے معاملات میں کوئی غور یا مشورہ کر سکوں۔ دوسرے آج کل بُرائی ذمہ آجاتی ہے البتہ دعائے خیر کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اس پریشانی کو رفع فرما دے اور عنین کے پیچھے نماز درست ہونیکا فتویٰ غلط ہے۔

(۱۱۵) ایک صاحب نے ایک شاہ صاحب کی صحبت اختیار کی اور وظیفے بھی شروع کر دیئے مثلاً سورۂ اخلاص معہ مؤکلات حضرت نے تحریر فرمایا کہ تنے وظیفے کس نے بتلائے ہیں اور سورۂ اخلاص معہ موکلات کس نے بتلایا ہے ناجائز ہے اور بہت سے فضول حالات لکھے تھے حضرت نے تحریر فرمایا کہ خط پڑھنے سے معلوم ہوا تم بگڑ گئے انا اللہ توبہ کرو اصلاح کرو شاہ صاحب کی صحبت چھوڑ و دوسرا خط اُن کا پھر آیا اُس میں توبہ کا مضمون تھا اور لکھا تھا کہ وہ وظیفہ وغیرہ میں نے چھوڑ دیا ہے۔ حضرت نے تحریر فرمایا اور شاہ صاحب کی صحبت + اُن صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ بذریعہ خط ہذا تجدید بیعت کرتا ہوں تحریر فرمایا اتنی جلدی مگر بیعت نہیں کرتا ابھی میرا اطمینان نہیں ہوا۔

۲۷ رجب المرجب ۳۴ھ

(۱۱۶) **خلاصہ خط**۔ باوجودیکہ میں ہر شخص سے نہایت نرم برتاؤ رکھتا ہوں اس پر بھی تمام لوگ کمترین سے ناخوش ہیں اور ناخوشی بڑھتی جاتی ہے معلوم نہیں میرے کس قصور کا یہ نتیجہ ہے سخت پریشانی ہے دعا فرمایئے بعض وقت دل پریشان ہوتا ہے تو جی چاہتا ہے کہ ملازمت ترک کر دوں مگر ضرورت پر نظر کرنے سے مجبور ہوتا ہوں۔

جواب۔ طالب حق کو کسی کی ناراضی کی کیا پرواہ اپنی طرف سے کسی کو دشمن نہ بنانا چاہئے اس پر بھی اگر کوئی ناراض ہو ہوا کرے حق تعالیٰ مددگار ہے اُس پر نظر رکھنا چاہئے اور اسکو راضی رکھنا چاہئے بلکہ بعض اوقات تو خلق کی ناراضی سبب ہو جاتا ہے بہت آفات سے بچنے کا۔

(۱۱۷) **خلاصہ خط**۔ کثرت کار کی وجہ سے جناب کی خدمت بابرکت میں ایک عرصہ سے کوئی عریضہ ارسال نہ کر سکا جو باعث شرمندگی و پراگندگی ہے خواستگار معافی ہوں آئندہ ایسی صریح لغزش انشاء اللہ نہ ہوگی۔

جواب۔ کچھ مضائقہ نہیں اصلی کام میں کوتاہی نہ کرنا۔

(۱۱۸) ایک صاحب نے بغرض ادائے فرض نماز قضائے حاجت کا ایک خاص طریقہ لکھکر اُسکی بابت دریافت کیا تھا مثلاً اول رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد لا الٰہ الا انت سبحانک الآیہ سو بار پڑھے۔ وھکذا۔

جواب تحریر فرمایا کہ یہ طریقہ جائز ہے مگر طریق مسنون کے برابر نہیں وہ طریق مسنون

بہشتی زیور میں مذکور ہے اُس کے موافق کر لیا کریں۔

(۱۱۹) **مضمون** ۔ اب حضور کے فرمان کے مطابق چہل قدمی وکسرت اور دوا شروع کر دی ہے۔

جواب۔ بہت بہتر ہے اللہ تعالیٰ نافع فرماوے۔

مضمون۔ مگر اس میں بھی یہی دھڑکا ہے کہ کہیں پھر ترک نہ ہو جاوے۔

جواب۔ اس فکر میں نہ پڑیئے ۵ راہرو گر صد ہنر دارو توکل بایدش + اور اگر پھر بھی ایسا خیال آوے تو دوسرے خیال سے فوراً اسکا علاج کیا جاوے کہ اگر یہ ترک ہو جاویگا تو پھر شروع کر دیں گے اور ایسے تغیرات تو اکابر بھی خالی نہیں۔

مضمون۔ اب طبیعت میں ایک بات پیدا ہو گئی ہے اور اس سے کچھ ڈھارس بندھتی ہے کہ شاید کامیابی نصیب ہو وہ یہ کہ جب کبھی طبیعت میں کاہلی اس طرف سے آتی ہے فوراً یہ جواب دیا جاتا ہے کہ یہ ترک سنت ہے۔ شیطان کا کام ہے۔ دھوکہ دیتا ہے اور پھر ایک قوت آجاتی ہے۔

جواب۔ یہ تفہیم عنایت الٰہیہ ہے۔

مضمون۔ بڑے مضمون کی فکر یعنی خود ملازمت ہے دیکھئے کب رفع ہو۔ میں جیسا کہ میری رائے ناقص میں آتا ہے کچھ ملازمت کیلئے ناموزوں سا ہوں اور پھر یہ ڈر لگا ہی کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور یہ وسوسہ ہے اگر ملازمت نہ کروں تو پھر اور کسی کام کے قابل بھی تو اپنے کو نہیں پاتا

جواب۔ منتظر لطیفہ غیبی کے رہئے خود کچھ تصرف یا تجویز نہ کیجئے۔

مضمون۔ ایک حالت عجیب ہے اللہ تعالیٰ کچھ ایسا برگزیدہ اور رفیع الشان ہے کہ عاجزی اور انکساری میں تو بہت جی لگتا ہے اور اُسکو مالک اور آقا سمجھنے میں بڑا لطف آتا ہے مگر اُسکو معشوق سمجھنے میں نہ صرف دقت ہوتی ہے بلکہ کچھ جی کو نہیں لگتی چھوٹا منہ بڑی بات معلوم ہوتی ہی

جواب۔ تجلیات حسب استعداد مختلف ہیں جو آسانی اور بے تکلفی سے جم جاوے اُسی میں مشغول ہونا مناسب ہے۔

مضمون۔ حضور سے دل باتیں کیا کرتا ہے اور تحریر خط کے وقت وہی مزا ملتا ہے جو گھر کے

لوگوں کو (یعنی بیوی کو) بعض وقت خط کے لکھنے میں آیا گویا اس مزے میں ابھی حصہ بانٹے سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں طبیعت یکسو نہیں ہو جاتی - ماشاء اللہ فلاں صاحب کی طبیعت ایسی ہے کہ حضور کی محبت ہر چیز پر غالب ہے -

جواب - یہ بھی وہی ادپر والی بات ہے اختلاف استعداد کی آپ کیلئے یہی نافع ہے فلاں صاحب کیلئے وہی نافع ہے دونوں حالتیں محمود ہیں ایک کو دوسرے کی ہوس اپنے ضرر کی ہوس ہے -

مضمون - ایک بات یہ سمجھ میں نہیں آتی اور سمجھ میں آتی بھی ہے اپنی کمزوری اور ضعف ایمان ہے باوجود اس بات کو اچھی طرح سے سمجھ لینے کے کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا اور اکل حلال کی روزی کمانا روزی کو تنگ نہ کردیگا مگر پھر بھی محبت مال کی آجاتی ہے -

جواب - یہ میلان طبعی ہے جسکے ساتھ مصالح عقلی منضم ہیں یہ بخل نہیں ہے بلکہ اگر یہ نہ ہوتا اور طبیعت فطرۃً زیادہ قوی نہیں تھی تو ضرر ہوتا -

مضمون - حضور دعا فرمائیں کہ قناعت نصیب ہو اور مال کی تو جڑ ہی سے محبت جاتی رہے -

جواب - اس کو محبت مذمومہ نہ سمجھنا چاہئے -

مضمون - زیادہ تر شب و روز میں بس مذہبی خیالات موجزن ہوئے رہتے ہیں آنکھ جب کھلتی ہے دن ہو یا رات اور سونے میں خواب میں بس اللہ تعالیٰ ہی کا دھیان کسی نہ کسی پیرایہ میں رہتا ہوا معلوم ہوتا ہے -

جواب - پھر بیچارے مال پر محبت کا احسان کیوں رکھا محبت تو یہ ہے - مبارک باد -

مضمون - اور جب کبھی نا اہلوں کی صحبت کا اتفاق ہوتا ہے تو ایسی تھکن اور اعضا شکنی معلوم ہوتی ہے کہ گویا جان ہی نہ رہی اور ذکر اللہ میں ایسی تقویت معلوم ہوتی ہے کہ جسم میں پھرتی اور چالاکی محسوس ہوتی ہے -

جواب - یہ اسی محبت کے آثار ہیں -

۲۹ رجب المرجب ۳۴ھ

(۱۲۰) **مضمون خط** - آج میری اہلیہ کا خط آیا - اسوقت مناسب یہی سمجھتا ہوں اور دل بھی چاہتا ہے اسلئے نقل نہیں بھیجتا بلکہ اصل خط بھیجتا ہوں حضور سے پردہ ہی کیا ہے

ہیں غلام وہ لونڈی اپنے آقا سے کیا حجاب۔

جواب۔ بیشک واللہ مجھکو اس کی بیحد قدر ہوئی اور بجز میرے وہ خط کسی نے نہیں دیکھا۔

جواب بقیہ خط مذکورہ۔ آپ کا خط اور ان کی خطوں پڑھکر بیحد مسرت ہوئی بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ حق تعالیٰ نے باہم الفت عطا کی ہے۔ جو کہ عین سنت نبویہ ہے اللھم زد فزد انھوں نے نماز کی درستی کا طریق پوچھا ہے تعلیم الدین کے باب پنجم میں بندہ نے لکھا ہے اس کو شروع کرکے مجھکو اطلاع دیں باقی لذت دوسری چیز ہے۔ یہ اختیاری نہیں اس کے درپے نہ ہوں کہ موجب پریشانی ہے۔ تہجد کے وقت اگر آنکھ نہ کھلے عشا کے ساتھ ان کو لکھدیجے پڑھ لیا کریں باقی خود آپ کے حالات ماشاء اللہ محمود و رو بہ ترقی ہیں یہ احتمالات نہ لائیے کہ شاید کچھ چھوٹ جاوے۔ اس کا علاج پہلے خط میں لکھ چکا ہوں۔

(۱۲۱) **خلاصہ مضمون**۔ فلاں صاحب کی پریشانی پر رحم فرماکر دعا فرمائی جاوے اور کوئی تعویذ یا دعا جو مناسب سمجھا جاوے۔ عنایت فرمایا جاوے

جواب۔ وہ خود کیوں نہیں لکھتے جو لکھنا ہو یا اگر لکھنا نہ آوے تو لکھوادیں مگر اپنے نام سے

مضمون۔ جو کچھ حضور نے فرمادیا ہے اسکو بفضل خدا اور حضور کی دعا سے نبھائے جارہا ہوں اگرچہ بظاہر کچھ معلوم نہیں ہوتا مگر یہ کیا تھوڑا ہے کہ اس سراپا گناہ سے برائے نام ہی اپنا نام لوالیتا ہے۔

جواب۔ بیشک ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ سمجھ میں برکت فرمادے۔

مضمون۔ عرصہ سے ارادہ کر رہا ہوں کہ کچھ روز حضور کی خدمت میں رہکر کفش برداری کروں مگر گھر کے تفکرات پیچھا نہیں چھوڑتے اب پھر ارادہ ہے کہ کم سے کم ماہ رمضان ہی حضور کے آستانہ عالیہ پر گذر جائے مگر یہ بھی جب تک حضور ہی توجہ خاص نہ فرمائیں گے ہونا مشکل نظر آتا ہے اگر حضور بلانا چاہیں گے تو بلالیں گے۔

جواب۔ میرا چاہنا دوسرے کے افعال کے متعلق کیونکر ہو سکتا ہے۔

(۱۲۲) **مضمون**۔ میں نے بذریعہ کانسٹبل کے دو تربوز خرید کئے تربوز والے نے کچھ دام مانگے وہ نہیں دئے گئے بلکہ کچھ کم دئے مجبور وہ راضی ہو گیا چونکہ کانسٹبل کے ذریعہ سے خریدے

گئے تھے جواز میں شبہ ہوا راستہ میں گاڑی پر سے تین روپیہ کی ترکی ٹوپی گر گئی۔ مجھے ٹوپی کے گرنے کا ذرا رنج نہوا مگر تربوز والے کا خیال آیا کہ کہیں اُسکی آہ تو اسکی باعث نہیں ہوئی۔ تمام رات نیند نہیں آئی۔ اور صبح تک توبہ کرتا رہا اور دل میں یہ ارادہ کر لیا کہ کسی دن جاکر تربوز والے سے ملونگا اور اُسکے دام جو اُسنے منہ سے مانگے تھے دیدونگا اور یہ دل میں خیال آیا کہ اگر میری توبہ مقبول ہو گئی ہو تو ٹوپی ملجاوے دوسرے دن ایک شخص خود بخود آکر ٹوپی دے گیا اور مجھے اس واقعہ سے بڑا سبق ہوا ہے۔ ایک محب قلبی نے مجھے کہا کہ اس واقعہ کا ذکر کسی سے نہ کرنا چاہئے برکت زائل ہو جائیگی میں نے کہا کہ یہ بھی شکر کا طریقہ ہے تاکہ اوروں کو نفع ہو۔

جواب۔ آپ کی اس خوش فہمی اور خوش علمی سے بہت دل خوش ہوا ان صاحب کا یہ کہنا غلط ہے کہ ذکر کرنے سے برکت جاتی رہے گی اگر کوئی خاص باطنی حالت ہوتی جس سے نفع لازمی ہوتا تو یہ رائے صحیح ہے اسمیں تو دوسروں کو ہدایت ہوتی ہے ضرور ذکر کیجئے۔ اور اس تربوز والے کو بھی تلاش کر کے اُسکے کہے ہوے دام دیدیجئے۔ والسلام

(۱۲۳) **مضمون**۔ تین سال ہوے پولیس میں آئے ہوئے مگر اتنا پریشان ہوں جس کی کوئی انتہا نہیں۔ حضور سے دنیاوی معاملات میں گذارش کرتے ہوئے خوف مانع ہوتا ہے۔ مگر چند در چند پریشانیوں نے سخت مجبور کر کے حضور میں گذارش کرنے کی جرات دلائی ہے۔ ایک جگہ خالی ہے وہ جگہ امن کی ہے میرے خیال میں ساری پریشانیاں دفع ہو کر تنگدستی بھی دور ہو جائیگی۔ ایک شاہ صاحب یہاں ہیں انھوں نے قبل اس جگہ کے خالی ہونے ہی کے جواب دیدیا تھا۔ کہ تمہاری قسمت میں نہیں ہے اس لئے مجبوری ہے۔ حضور میں بادب دعا کا ملتجی ہوں۔

جواب۔ دل و جان سے دعا کامیابی کرتا ہوں۔ قسمت کی یقینی خبر بجز نبی کے کسی کو نہیں ہو سکتی۔ اور کشف وغیرہ خود مشکوک ہے اس کی بنا پر کسی مسلمان کو دل شکستہ کرنا دیانت سے بہت بعید ہے۔ آپ کوشش کریں اور حق تعالیٰ پر نظر رکھیں اور بعد عشا یالطیف گیارہ سو بار مع اول و آخر درود شریف گیارہ بار پڑھکر دعا کریں۔ جو بہتر ہوگا وہ ہو رہے گا۔

(۱۲۴) **مضمون خطے یکے از خلفاء**۔ ریل کے سفر میں صندوق جس میں قیمتی چیزیں تھیں چوری گیا ایک عورت پر پولیس نے شبہ کیا کچھ خلاف واقع بیان کرانا چاہا گناہ اور ظلم کے خیال

سے خلاف واقع بیان کرنے سے صاف انکار کردیا۔ پولیس سے فراغت کے بعد کچھ دیر تک میں علیحدہ بیٹھکر سوچتا رہا کہ کوئی گناہ تو نہیں ہوا۔ بعد غور بسیار یہ محسوس ہو کر کہ کوئی گناہ نہیں ہوا بہت خوشی ہوئی اور دو رکعت صلوۃ الشکر اور سو بار درود شریف پڑھا اسکی نہایت خوشی ہوئی کہ قلب کو اس سامان کی محبت سے بالکل خالی پایا حالانکہ اس کے جاتے رہنے سے بہت تکلیف ہوگئی نیز یہ بات قابل خوشی تھی کہ اُسپر پورا اعتماد تھا کہ جو کچھ ہوا باذن الہی ہوا اگر ملتا ہے تو اتنی ہی کوشش سے بلکہ بلا کوشش بھی ملجائیگا اور نہیں ملنا ہے تو کچھ بھی کوشش کیجاوے۔ ملنا ناممکن ہے اسپر ایسا اطمینان تھا کہ اس سے پہلے مجھے کبھی یاد نہیں حتی کہ پولیس سے قریب تین گھنٹے کے بات چیت رہی کسی موقع پر لہجہ میں بھی فرق نہیں آیا۔ اضطراب و تشویش تو کیا حضرت والا اس کے خطا و صواب کے متعلق ارشاد فرماویں تاکہ آیندہ خیال رکھا جاوے۔

جواب۔ السلام علیکم۔ قال اللہ تعالیٰ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض الخ ولا تفرحوا بما اٰتاکم الخ۔ اس ارشاد پر عمل کا موفق ہونا آپ کو مبارک ہو۔ سراء اور ضراء ہی تو دو وقت ہیں امتحان کے جس میں حق تعالیٰ نے کامیابی عطا فرمادی۔ یہ باطنی خزانہ کا صندوق اس ظاہری خزانہ کے صندوق سے بہتر ہے۔ بل تؤثرون الحیوۃ الدنیا والاخرۃ خیر وابقی۔ والسلام۔

(۱۲۵) **مضمون۔** ایک بات یہ کہ میری ایسی الٹی خاصیت ہے کہ گناہ کبیرہ کر کے توبہ کرنے سے طبیعت رکتی ہے۔ دل پر ایک شرمندگی اور خجالت سی چھا جاتی ہے اور دل میں آتا ہے کہ اب میں اللہ تعالیٰ سے کس منہ سے معافی مانگوں۔ حضور فرماتے ہیں کہ فوراً توبہ کرنا چاہئے توبہ تو کرلیتی ہوں مگر معمولی طور سے۔ جیسی کہ چاہیئے عاجزی اور گڑگڑا کے ویسے دل سے نہیں نکلتی جب دو چار روز ہو جاتے ہیں اور دل سے شرمندگی نکل جاتی ہے پھر صاف دل سے توبہ استغفار کرتی ہوں یہ حالت گناہ کبیرہ سے ہوتی ہے اور چھوٹے چھوٹے گناہ کے بعد تو فوراً ہی استغفار کرنے کو جی چاہتا ہے اور گناہ کبیرہ کے بعد دل پر گھبراہٹ ہو جاتا ہے۔ کئی کئی روز تک طبیعت گھبراتی ہے اور جھنجھلاہٹ سا معلوم ہوتا ہے اور خوب گڑگڑا کے استغفار کرنے سے دل پر شرمندگی چھا جاتی ہے۔ اس کے لئے کیا کروں۔

جواب۔ یہ شرمندگی و خوف فی نفسہ بہت اچھی چیز ہے اور یہ بھی ایک قسم کی توبہ ہے۔ مگر کمال توبہ کا یہ ہے کہ زبان سے بھی تضرع کے ساتھ ہو پس اس رکاوٹ کا مقابلہ تکلف و ہمت سے کیا جاوے اور خواہ کتنی ہی تکلیف ہو مگر رکاوٹ پر عمل نہ کیا جاوے۔

۳۰ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ

(۱۲۶) **مضمون**۔ منہ میں چھلکے پڑتے ہیں۔ صدہا علاج کئے کچھ فائدہ نہیں ہوا

جواب۔ جو دوا لگائی جاوے اُس پر سورۂ فاتحہ ۷ بار پڑھکر تب لگائی جاوے

(۱۲۷) **مضمون**۔ ایک بات قابل گذارش اور ہے وہ یہ ہے کہ راستہ میں اگر کوئی عورت حسین ہو یا بدصورت یا کوئی حسین امرد لڑکا نظر آجاتا ہے تو بے اختیار دیکھنے کو جی چاہتا ہے اگر عورت حسین ہوتی ہے تو طبیعت کا بار بار تقاضا اُس کے دیکھنے کا ہوتا ہے اور دیکھنے سے طبیعت کو ایک قسم کا حظ معلوم ہوتا ہے مگر خیالات فاسد نہیں پیدا ہوتے

جواب۔ یہ تسویل شیطانی ہے ضرور خیال فاسد ہوتا ہے گو اسوقت اس کا فاسد ہونا معلوم نہ ہو مگر ایک وقت میں یہ فساد ظاہر ہوگا۔

(۱۲۸) ایک صاحب نے جن کو نشست و برخاست کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر مواخذہ کر کے واپس کر دیا گیا تھا ایک خط لکھا جس میں اپنی نہایت اچھی حالت کا اظہار تھا حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے میری خشونت بیکار نہیں ہوتی اُن کو بہت نفع ہوا۔ یہ خشونت علاج ہوتی ہے بہت سے امراض کی۔ کھوٹی چاندی کو جب تک آنچ نہ دیجاوے اس کا میل زائل نہیں ہوتا۔ اگر وہ چاندی کہے کہ ہائے میں جلی ہائی میں پھکی مجھے سرد پانی میں ڈالدو اور وہ پانی میں ڈال بھی دیگئی تو کیا ہوگا وہی ٹھوس کی ٹھوس رہے گی حضرت نے اُن صاحب کے خط کا یہ جواب لکھا۔ حالات پڑھکر مسرت بے اندازہ ہوئی شکر الٰہی بجالایا اور دعاء ترقی کی مناسب ہے کہ گاہ گاہ خط و کتابت رکھئے اور کچھ نہیں ایک دعا ہی ملجاتی ہے۔

(۱۲۹) **ایک خط کا جواب**۔ میری کتابیں دیکھو اور عمل شروع کر دو اور حالات سے اطلاع دیتے رہو۔ جب کام کرتے ہوئے دیکھونگا اور اطمینان ہو جائے گا تو درخواست بیعت کا بھی مضائقہ نہیں۔

(۱۳۰) **ایک خط کا جواب** ۔ سب معمولات اچھے ہیں اللہ تعالیٰ برکت فرمادیں ۔ ننگا دیکھنا اشارہ ہے دنیا سے بے تعلق ہونے پر ۔ مبارک خواب ہے ۔

(۱۳۱) **مضمون** ۔ میری نماز میں خیال ادھر اُدھر ہوجاتے تھے ۔ لیکن بہشتی زیور میں جو طریقہ ہے اس سے خیال کوئی طرف نہیں جاتا ۔ لیکن آنکھ بند کرنے سے خیال نماز میں رہتا اور آنکھ کھلنے سے خیال ادھر اُدھر ہوجاتا ہے ۔

جواب ۔ اس غرض سے آنکھ بند کرلینے کا مضائقہ نہیں ۔

مضمون ۔ شعبان و رمضان میں بعد عشاء بجائے وظیفہ کے دور قرآن شریف کا کرلیا کروں اور وظیفہ بند کردوں تو کچھ حرج تو نہیں کیونکہ صرف بعد عشاء فرصت ملتی ہے ۔

جواب ۔ یہی بہتر ہے اور اس کے بعد پھر مشورہ کرلیں ۔

مضمون ۔ سونے چاندی کی گھڑی اور زنجیر جائز ہے یا ناجائز ۔

جواب ۔ ناجائز ۔

مضمون ۔ یہاں کارخانہ میں نماز صاحب لوگوں کی چوری سے ادا کرتے ہیں تو نماز ہوجاتی ہے یا نہیں ۔

جواب ۔ ہوجاتی ہے ۔ نماز کا وقت شرعاً اجارہ سے مستثنیٰ ہے مگر لمبے چوڑے وظیفے پڑھکر کام میں حرج نکریں اور اگر تم کام ٹھیکہ پر کرتے ہو تو پھر کوئی شبہ ہی نہیں ۔

(۱۳۲) **مضمون** ۔ ایک اہلکار نے دنیاوی ناکامیوں کی طول طویل فہرست لکھکر درخواست کی کہ کل حال میں نے حضور سے عرض کردیا اب حضور مرض تشخیص فرماکر علاج تجویز فرمادیں اور دعا کریں کہ اللہ مجھپر رحم و فضل کرے اور میرے قلب کو تسکین دے ۔

جواب ۔ امور اختیاریہ کی تشخیص و علاج دونوں ہوتے ہیں اس خط میں زیادہ حصہ امور غیر اختیاریہ کا ہے جنکا علاج دعا ہے ۔ سو دعا کرتا ہوں آپ بھی دعا کیجئے ۔

(۱۳۳) **مضمون** ۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بعض اشخاص بعد نماز جا نماز پر سربسجود ہوکر سجدہ میں دعا بہبودی دین و دنیا مانگتے ہیں اس میں کوئی حرج ہے یا نہیں ۔

جواب ۔ اسکی عادت کرنا بدعت ہے لیکن اگر گاہ گاہ ایسا ہوجاوے اور دیکھنے والے بھی اسکو مقصود نہ سمجھنے لگیں تو جائز ہے ۔

(۱۳۳) **جوابِ خطِ اوّل**۔ محض سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے سفر کی حاجت نہیں بلکہ خود داخل سلسلہ ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ اصل مقصود کام ہے۔ اگر کام کا شوق ہو تو ظاہر کیجئے میں تعلیم کروں مگر یہ خط بھی ہمراہ آئے۔

مضمون خطِ ثانی۔ انہیں صاحب کا دوسرا خط آیا جسمیں گھوڑے کے فرار ہوکر برکت پڑھنے انا للہ وانا الیہ راجعون کے واپس آجانے کا واقعہ درج تھا اور ایک ندی میں مع گھوڑے کے گر کر نجات ہو جانا مندرج تھا اور اخیر میں یہ تحریر تھا کہ آپ کی دعا و برکت سے رشوت بھی چھوٹ جاوے گی کیونکہ نفرت بہت آتی ہے جب سے شوق پیدا ہوا ہے۔ خدا کے واسطے کوئی طریقہ تبلادیں اُس پر عمل کیا کروں۔

جوابِ خطِ ثانی۔ معلوم نہیں ان واقعات سے مجھکو اطلاع دینے کا کیا فائدہ جب رشوت بالکل چھوٹ جاوے اس وقت طریقہ ذکر و شغل کا پوچھئے اور یہ دونوں خط بھی بھیجئے اور آپ کے خط میں سے ٹکٹ نہیں ملا اگر آپنے بھیجا تھا اور میری غفلت سے کھلنے میں ضائع ہوا تب تو میرے ذمہ تھا میں نے چسپاں کر دیا اور اگر آپ ہی نے نہیں بھیجا تو اگر اگلی بار کوئی خط آوے تو ٹکٹ بھیجدیجئے مگر خاص ٹکٹ بھیجنے کے لیے خط نہ بھیجئے۔

ضمیمہ۔ ایسے خطوط کے متعلق زبانی ارشاد فرمایا کہ اس احتمال پر کہ شاید ٹکٹ بھیجا ہو میں اپنے پاس سے لگا دیتا ہوں اسواسطے میں خط بھیجنے والوں کیلئے خالی ٹکٹ بھیجنا پسند نہیں کرتا بلکہ یا تو لفافہ بھیجا کریں یا سادہ لفافہ پر ٹکٹ چسپاں کر کے بھیجا کریں اگر خط میں ٹکٹ نہیں ملتا تو مجھے اِدھر اُدھر ڈھونڈھنے کی پریشانی ہوتی ہے اس خط میں یہ بھی نہیں لکھا کہ بیرنگ جواب دیں اس سے اور بھی شبہ ہوتا ہے کہ شاید ٹکٹ بھیجا ہو۔ دوسرے یہ کہ انھوں نے اپنا پچھلا خط بھی بھیجا ہے جس کا جواب میں نے دیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پچھلے مرتبہ انھوں نے ٹکٹ بھیجا تھا ایک اور خط کے متعلق بھی آج یہی واقعہ پیش آیا فرمایا کہ سخت پریشانی ہوتی ہے ٹکٹ بالکل نہ بھیجا کریں ہمیشہ لفافہ بھیجنا چاہیئے عرض کیا گیا کہ ہدایت لکھدی جایا کرے فرمایا مگر لوگ ہدایتوں پر عمل کہاں کرتے ہیں چھپا ہوا پرچہ ہدایات کا بھیجا گیا تب بھی کچھ اثر نہ ہوا سر صفحہ میں کچھ حصہ جواب کیلئے چھوڑنے کی ہدایت بھی اسمیں درج تھی لیکن سو میں مشکل سے دو خط ایسے

ہوتے ہوں گے جس میں ایسا حاشیہ ہوتا ہو۔

۸ شعبان المعظم ۳۴ سنہ ہجری

(۱۳۴) **مضمون**۔ یہاں جہالت کا بہت زور ہے اور چند واعظ ایسے آئے جس سے لوگ اور بدعت کے اندر مبتلا ہو گئے آپ کو خدا نے اسی واسطے پیدا فرمایا ہے گو فرصت آپ کو نہ ہوگی لیکن ضرور دو ایک یوم کیلئے تشریف لاکر وعظ فرمائیں۔ برائے خدا و رسول ضرور تشریف لائیں۔

جواب۔ کسی کو دیوبند یا سہارنپور سے بلا لیجئے۔ کام ہونا چاہیئے کسی کے ہاتھ سے ہو۔

(۱۳۵) **مضمون** اس حقیر کا ارادہ دو تین برس سے کسی سے بیعت ہونے کا ہو رہا ہے مگر کسی سے اس درجہ ارادت نہیں ہوتی کہ یہ ارادہ پورا ہو جاوے اگرچہ چند حضرات سے عقیدت ضرور ہے اور بوقت فرصت ان کی خدمت میں حاضر بھی ہوتا ہے چونکہ بہ نسبت اور حضرات کے آنجناب کو عرصہ ڈیڑھ سال سے غالباً خواب میں مختلف طور پر زیادہ دیکھتا ہے اسلئے رجحان جناب والا کی طرف زیادہ ہو گیا اور سال بھر ہوا فلاں صاحب کے ہمراہ حاضر خدمت بھی ہوا تھا باوجود ان امور کے بیعت پر طبیعت کا جماؤ نہیں ہوتا چونکہ جناب کی تحریرات میں یہ دیکھنے میں آیا ہی کہ جناب تعلیم کے بعد بھی مرید کر لیتے ہیں۔ اور علاوہ ازیں حالات دیگر بزرگان دین سے معلوم ہوا ہے کہ افادہ و استفادہ بلا اس بیعت مروجہ کے بھی ہوتا تھا اس واسطے عرض ہے کہ اگر جناب عالی مناسب سمجھیں تو ضروری تعلیم کا وعدہ فرمائیں تاکہ دوسرے عریضہ میں اپنے امراض قلبی کا اظہار کر کے علاج کا خواہاں ہوں۔

جواب۔ آپ کی خوش فہمی سے دل خوش ہوا۔ مجھکو تعلیم سے عذر نہیں۔

(۱۳۶) **مضمون**۔ ایک مدرس مستعفی ہو گئے ہیں بوجہ نہ ہونے روپیہ کے مدرسہ میں اور نہ ملنے تنخواہ کے دلکو بہت ہراس ہو رہا ہے دعا فرماویں۔ کہ مدرسہ میں لغزش نہو کام میں بفضل خدا کچھ کمی نہیں ہوئی۔ کیونکہ امسال چھ لڑکے حافظ ہوئے ہیں۔ وہ امداد کر رہے ہیں صرف ایک مدرس کی کمی کا ہراس ہو رہا ہے نہیں معلوم خدا کو کیا منظور ہے۔

ضمیمہ:۔ ان کا خط پہلے آچکا تھا۔ کہ اب ہم نے چندہ مانگنا چھوڑ دیا ہے بس مدرسہ کو توکل پر کر دیا ہے۔

جواب - ہراس ہونے سے معلوم ہوتا ہے ابھی تک آپ کے خیالات صحیح نہیں ہوئے اگر کسی خاص درجہ کے کام کا قصد کر رکھا ہے تب تو اس کی اصلاح کرنا چاہیئے اور وہ اصلاح یہ ہے کہ یہ قصد کر لیا جاوے کہ جتنا سامان ہوگا اتنا کام کریں گے جتنا سامان نہ ہوگا نہ کریں گے اور اگر کسی خاص درجہ کے کام کا قصد نہیں ہے تو پھر ہراس کیا۔

(۱۳۷) **مضمون** - عاجز کی برادری وغیرہ میں رسومات بدعات مروجہ ہیں دہلی بموقعہ جلسہ حضور تشریف لاویں گے اگر فقط ایک رات دن کے لئے غریب خانہ پر یعنی قصبہ رنواڑی تشریف لیچلیں اور وعظ فرمائیں تو کرایہ آمد و رفت عاجز خود اپنی ذات سے اُٹھاویگا کسی دوسرے کو تصدیعہ نہ دیگا۔ شاید ہے کہ مخلوقات الٰہی رسومات قبیح سے تائب ہوں۔

جواب - اولاً تو مجھکو اتنی فرصت نہیں دوسرے اتوار کو دہلی میں وعظ کہکر پیر منگل تک دوسرا وعظ نہیں کہہ سکتا دماغ متحمل نہیں ہوتا۔ اور بدھ جمعرات تک کی گنجائش نہیں دوسری ایک وعظ سے رسوم قبیحہ دل سے نہیں نکل سکتیں بلکہ میری کتاب اصلاح الرسوم کا مطالعہ یا سنانا زیادہ مفید ہو سکتا ہے۔

۹ شعبان المعظم سنہ ۱۳۳۴ ہجری

(۱۳۸) **مضمون** - باقی حال زبانی بوقت ملاقات (بتقریب تشریف آوری دہلی) عرض کر دونگا۔

جواب - دہلی میں زبانی کہنے سننے کا موقعہ نہ ملیگا۔ اس بھروسہ نہ رہیں۔

(۱۳۹) **مضمون** - اس خط میں بغرض وعظ نہایت اصرار کے ساتھ بلوایا گیا تھا پیشتر بھی کئی خط طلبی کے آچکے تھے۔

جواب - جب تحریر سے آپ لوگ نہیں سمجھ سکتے تو تحریری جواب بیکار ہے بس یا تو پہلے جوابوں پر کفایت کریں یا یہاں آکر اپنی آنکھ سے یہاں کے حالات دیکھ جاویں۔

ضمیمہ - دوسرے دن پھر خط طلبی کا پہونچا اُس پر تحریر فرمایا کہ اگر مجکو سچا سمجھتے ہو تو یقین کر لو مجھکو فرصت نہیں اور کسی عالم کو بلانے سے بھی تو کام ہو سکتا ہے۔ سب کام ایک ہی شخص تو نہیں کر سکتا اور اگر مجکو سچا نہیں سمجھتے تو جھوٹے آدمی سے ہدایت ہی کیا ہوگی۔ خواہ مخواہ کار ڈ خراب

کر رہے ہو۔

(۱۴۰) مضمون۔ اخیر رمضان میں حاضری کا ارادہ تھا مگر اب یہ خیال آتا ہے کہ شاید اسال رمضان میں حالت مخدوش ہو جاوے اور حاضری سے محروم رہ جاؤں اسلئے قبل از رمضان مدرسہ کی تعطیل میں ہی شرف قدمبوسی حاصل کروں سو آپ احقر کے دینی مفاد پر نظر اندازی فرماکر ایما فرمائیے۔ کہ یہ ناکارہ اب حاضر ہو یا رمضان میں

جواب۔ جب تک پورے حالات کسی کے معلوم نہ ہوں اُس کے دینی مفاد پر نظر اندازی کی کیا سبیل ہے اور ظاہر ہے۔ کہ مجھکو آپ کے پورے حالات معلوم نہیں۔

(۱۴۱) ایک صاحب بہت بہت لمبے خط بھیجا کرتے ہیں۔ دو تین مرتبہ تو جواب دیدیا اخیر میں ایک ۱۲ صفحہ کا خط بھیجا جس کا حسب ذیل جواب دیا۔ زبانی فرمایا کہ انھوں نے تو عادت ہی کرلی۔

جواب۔ ڈاک کثرت سے آتی ہے اتنے لمبے خط کے جواب لکھنے میں بقیہ ڈاک کی گنجایش کیسے رہ سکتی ہے۔ یہ ۱۲ صفحے ہیں بارہ خطوں میں تقسیم ہونا چاہیئے۔

(۱۴۲) مضمون۔ حضور کے یہاں سے جو خط کا جواب آیا تو دیکھکر دل کو از حد صدمہ پہونچا یہ میری خطا اور بے ادبی کا باعث ہوا اب حضور سے معافی کا خواستگار ہوں۔

جواب۔ مجھکو یاد بھی نہیں کیا بات تھی وہ خط بھی ہمراہ بھیجنا چاہیے تھا۔

۷ رجب المرجب ۱۳۵۴ھ

(۱۴۳) مضمون۔ ایک صاحب نے اپنا حال نظم میں لکھا جو نظم کہے جانے کے ہرگز قابل نہ تھی اور جس کو پڑھکر ادنیٰ مناسبت رکھنے والے کو بھی بے اختیار ہنسی آتی تھی۔ حضرت نے یہ جواب تحریر فرمایا۔

جواب۔ نظم فضول ہے خاصکر جب اُس میں مہارت بھی نہ ہو۔ سیدھی سیدھی عبارت میں اگر خط آویگا تو جواب دونگا۔

(۱۴۴) مضمون۔ ایک صاحب نے طالب علمی شروع کی اور یہ دعا چاہی کہ خدا مجھے محقق عالم بنا دے اور خلق اللہ کو مجھ سے نفع پہونچا دے اور سب سے بڑا افسوس یہ ہے کہ والد ماجد میرے کامل عالم اور فاضل تھے اور شاعری میں بھی اچھا دخل رکھتے تھے اور ہر ایک جائے میں خواص و عام

کے پاس مقبول تھے اور میرے ہر سہ چچا بھی علم و فنون میں بہتر دخل رکھتے تھے۔

جواب :۔ دعا ءِ خیر کرتا ہوں اللہ تعالیٰ علم مع العمل عطا فرمائے اور منجملہ عمل کے اس نیت کی اصلاح بھی ہے جو آپکی خط کشیدہ عبارت سے مترشح ہوتی ہے یعنی مرجع الخلق و مقبول عند الناس، اور وارث جاہِ اکابر بننا اس نیت کی ضرور اصلاح کرنا چاہیئے۔

(۱۴۵) **مضمون** ۔ ایک صاحب نے حضرت سے مشورہ چاہا۔ کہ طبابت کروں یا ملازمت اور یہ تحریر کیا کہ صدورِ حکم مناسب سے بہرہ مند ہوں کیونکہ میں خود مختار نہیں رہا بلکہ حضور کے تابع ہوں۔

جواب جن امور دنیہ میں اتباع کا التزام کیا تھا اُن کا تو کہیں نام بھی نہیں آتا۔ اور جن امور سے نہ میرا تعلق نہ تجربہ جو مشورہ کے لئے کافی ہو اس میں میرا اتباع چاہا جاتا ہے یہ جور عظیم ہے احقر نے عرض کیا کہ برکت کیلئے اگر پوچھ لیا جاوے تو کیا حرج ہے۔ فرمایا کہ جناب عوام نے عقیدوں کو بہت خراب کر رکھا ہے وہ برکت کی نیت سے نہیں پوچھتے بلکہ سمجھتے ہیں کہ انکشاف ہوتا ہے اور جو یہ لکھدیں گے وہی ضرور بہتر ہوگا غلطی ہو ہی نہیں سکتی۔ یہ تو نبی سے بھی بڑھا دیا صحابہ سب سمجھتے تھے کہ نبی سے دنیوی امور میں غلطی ہو سکتی ہے عوام نے بہت غلو کر رکھا ہے۔ عقیدہ میں۔ عوام میں وہ بھی داخل ہیں جو پڑھے لکھے ہیں لیکن انہیں صحبت میں رہنے کا اتفاق نہیں ہوا۔

۱۱ رجب المرجب ۳۴ھ ہجری

(۱۴۶) **ایک خط** ۔ رسالہ الامداد میں جو کہ پہلی جلد ماہ رجب المرجب سال نئے کے صفحہ بعنوان "مصائب کے علل سمجھنے میں اسباب پرستوں کی کوتاہ نظری" اگر یہ بات تسلیم کیجاتی ہے۔ کہ ہر مصیبت جو نازل ہوتی ہے اس کا سبب اصلی جرائم اور معاصی ہوتے ہیں تو میری سمجھ میں ایک بات نہیں آتی کہ معصوم بچے بھی سخت سخت تکالیف میں مبتلا ہوتے ہیں انھوں نے کون سے جرم اور گناہ کئے ہیں ہر انسان کیلئے مصیبت اسی کی ذات خاص کیلئے ہے کیونکہ ہر آدمی اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے لہذا مصیبت جس پر پڑے اسی ہی کی روح و جسم کو تکلیف ہوئی یہاں پر یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ معصوم بچے جو طرح طرح کے امراض میں مبتلا ہوں اس سے خدا کو ان کے والدین

کو روحی تکلیف دینا مراد ہے۔

جواب - السلام علیکم بعضے مضامین میرے لیے مضامین ہیں سے ملخص کرکے شایع کرائے جاتے ہیں ممکن ہے کہ پورے مضمون میں اس کی پوری بحث ہو اور اگر خاص اُس مضمون میں نہ ہو تو میری تالیفات کے دوسرے مواقع پر اس کی تصریح موجود ہے - اس کا حاصل عرض کرتا ہوں مصائب کا معاصی سے سبب ہونا یہ تمام مصائب کیلئے نہیں بلکہ حقیقی مصائب کے لئے ہے کیونکہ ایک صوری مصیبت ہوتی ہے جیسا کسی معشوق کا کسی عاشق کو زور سے آغوش میں دبا لینا جس سے اس کی ہڈی پسلی بھی ٹوٹنے لگے یہ صورت مصیبت ہے جس کا اثر محض جسم پر اور روح حیوانی پر ہی ہوتا ہے روح انسانی اُس سے محفوظ و لذت گیر ہوتی ہے اور ایک حقیقی مصیبت ہوتی ہے جیسے ایک دشمن سے دوسرے دشمن کو کوئی تکلیف پہونچتی ہے پس مصیبت سے مراد قرآن مجید کی اس آیت - وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم حقیقی مصیبت ہے پس لا محالہ اس کے مخاطب بھی وہی ہوں گے جو اس مصیبت میں مبتلا ہیں - باقی اہل اللہ مثل انبیا و اولیا ء کاملین اس کے مخاطب نہیں کہ ان کی مصیبت محض صوری ہے حقیقی نہیں - یہی وجہ ہے کہ وہ دل سے پریشان نہیں ہوتے - گو جسم متالم ہو - اور ثمرہ اس کا رفع درجات ہوتا ہی نہی حال بچوں کی تکالیف کا سمجھئے۔

(۱۴۷) **خلاصہ خط** استفسار نمبرا بوقت عشا بعد فرض و وتر چار رکعت نماز نفل ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اول رکعت میں - ھو الغفور الرحیم - دوسری میں ھو البر الرحیم تیسری میں سلام قولا من رب رحیم چوتھی میں عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمن الرحیم - پڑھتا ہوں پولیس کی ملازمت کی وجہ سے حافظ ..... صاحب مرحوم سے عرض کیا تھا کہ ملازمت پولیس میں جو کچھ مجھسے کام ہو سچا ہو اور غیب سے مدد ہو کہ سب کام سچے انصاف سے نکل آویں تین چار برس سے پڑھتا ہوں اب جو حضور کا حکم ہو۔

جواب - یہ طریقہ طریق مسنون نہیں ہے طریق مسنون میں زیادہ فضیلت ہی یہ آیات جو نوافل میں پڑھتے ہیں نماز سے خارج اسی تعداد میں پڑھلیا کریں - اور نماز بطریق مسنون پڑھیں یعنی الحمد کے بعد اس میں سورتیں پڑھیں خواہ چھوٹی خواہ بڑی جیسا وقت اور ہمت ہو۔

استفسار نمبر ۲ میں نیاز اللہ تعالیٰ ثواب روح پاک حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ گذارش کیا تھا ارشاد ہوا کہ اس عمل میں کیا نیت ہے۔

جواب - اُس عمل کی تفصیل مجھکو یاد نہیں رہی میرا وہ خط ساتھ بھیجنا چاہیئے تھا اب وہ خط اور یہ خط دونوں بھیجنے چاہیئے اور یہ بھی لکھنا چاہیئے کہ اُن کو ثواب بخشنے میں کیا نیت ہے دنیا یا دین اگر دین ہے تو دین کا کونسا جزو۔ اسکو مفصل لکھیں۔

(**نمبر ۳**) ذریعہ عریضہ حضور کا خادم ہو گیا ہوں۔ حضور بھی درخواست قبول فرمادیں۔

جواب - کیسی درخواست - بات صاف لکھنا چاہیئے گول بات سے طبیعت پریشان ہوتی ہے۔

(**نمبر ۴**) فلاں رات خواب دیکھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آرام میں ہیں۔ ایک صاحب اور ہیں جن سے نیازمند نے بات چیت کی کہ نعت پڑھو۔ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ہوں آپ حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں کہ اتنے عرصہ میں آنکھ کھل گئی۔ طبیعت نہایت خوش تھی آنکھیں ہر چند بند کرتا تھا اور سو گیا لیکن پھر کچھ نہیں دیکھا تعبیر کا خواستگار ہوں۔

جواب - مجملاً اتنا ظاہر ہے کہ اچھا خواب ہے۔ باقی تفصیل تعبیر کی حاجت تو جب ہوتی جب کوئی مقصود اُس پر موقوف ہوتا خواب کوئی کمال یا مقصود نہیں نہ کوئی مقصود تعبیر پر موقوف ہے خواب کے درپے نہ ہونا چاہیئے

(۱۴۸) (ایک صاحب کا تحریری عرض حال جو حاضر خدمت ہیں۔)

(**حال**) مراقبہ اس امر کا کہ دل اللہ اللہ کر رہا ہے اور میں سُن رہا ہوں اکثر ہوتا رہا۔

(**تحقیق**) مگر ذکر لسانی اس کے ساتھ بھی رکھئے

(**حال**) اور تین ہزار اسم ذات دل میں خیال کے ساتھ ہوتا رہا۔ ویسے بھی اُٹھتے بیٹھتے یہی خیال رہا کرتا ہے۔

(**تحقیق**) نرا خیال بدون ذکر لسانی جیسا اس عبارت خط کشیدہ میں دو موقع پر لکھا ہے ترک کر دیجئے ذکر لسانی کے ساتھ جسقدر بھی توجہ قلب سے ہو جاوے نافع ہے

(**حال**) شروع ذکر سے اکثر گریہ بے اختیار آجاتا ہے۔ اور جی چاہتا ہے کہ خوب زور سے روؤں لیکن ضبط کیا جاتا ہے۔

(تحقیق) ضبط کی ضرورت نہیں۔

(حال) ابیات شوقیہ دفراقیہ سے بھی رونا آجاتا ہے بلکہ ہائے ہائے تو زور سے نکل ہی جاتا ہے۔ اعضاء رئیسہ سخت کمزور ہیں۔

(تحقیق) معالجہ طبیہ ضروری ہے اور جہر وضرب ترک کردینا بھی ضروری ہے۔

(حال) کسی نئی کیفیت اور حالت کے لئے جی چاہتا ہے بلکہ نہایت ہی حسرت ہوتی ہے کہ بہت سے بندگان خدا منزل مقصود کو پہونچ گئے اور جارہے ہیں۔

(تحقیق) وہ مقصود کیا چیز ہے تاکہ اس کی تعیین کے بعد اوروں کا وصول اور آپکا حرمان معلوم ہو۔

(حال) غالباً تین چار بار یہ کیفیت ہوئی کہ جبکہ مراقبہ مذکورہ بالا کرنے بیٹھا تو ایسا معلوم ہوا کہ دل بہت ہی فراخ ہوگیا ہے یعنی زمین سے آسمان تک اس کے کنارے جا لگے ہیں اور تمام بدن پر ایک بوجھ پڑ رہا ہے۔ لیکن اس بوجھ سے کوئی تنگی نہیں بلکہ ایک گونہ فرحت محسوس ہوتی تھی اور اس فراخی دل سے بھی خبر نہیں کہ کیا حالت تھی۔

(تحقیق) انبساط روحانی کی صورت مثالیہ اور حالت محمودہ ہے گو مقصود نہیں۔

(حال) یہاں آکر اسم ذات چھ ہزار کر دیا ہے۔

(تحقیق) اگر تحمل ہو عین مطلوب ہے۔

(حال) زیادہ تر خواہش اس امر کی ہے کہ جس طرح ظاہری علوم میں مبتدی کو مطالعہ کرنے کا ڈھنگ آجاتا ہے اور علم پڑھنا اسے آسان معلوم ہوتا ہے اسی طرح راہ باطنی میں بھی ایسا ڈھنگ آجاوے کہ جس سے یہ رستہ چھوٹ نہ سکے۔ اور استقامت رہے۔

(تحقیق) ڈھنگ بمعنی مناسبت تو پاس رہنے سے اور افادات کے سننے سے حاصل ہو جاتا ہے خصوص کام کرتے رہنے اور اطلاع دیتے رہنے سے۔ باقی اس ڈھنگ میں جو ایک صفت کی قید لگائی ہے وہ ڈھنگ کے علم لوازم سے نہیں وہ ایک عمل ہے جو موقوف ہی عامل کے قصد اور ہمت پر۔

(حال) براہ خدا دستگیری کیجئے۔ نہایت خراب ہوں۔ تشویشات میں مبتلا ہوں

(تحقیق) ایک ایک تشویش کو ظاہر کرکے فیصلہ کرلیجئے۔

(حال) تقریباً دو ہفتہ اور رہنے کا خیال ہے۔

(تحقیق) اختیار ہے۔

(حال) کیا قاری جی سے قرآن مجید درست کرتا رہوں۔

(تحقیق) ہاں ہاں۔

(حال) اگر نصیب ہوا تو انشاء اللہ آج پرچہ بھی پیش کرونگا زبانی عرض سے ہیبت ہوتی ہے۔

(تحقیق) خواہ مخواہ کی ہیبت کا کیا علاج۔ میں تو خادم الاحباب ہوں لیکن جو بات قابل تنبیہ کے ہوگی اسپر تنبہ کردونگا ورنہ پھر ہوں میں کس کام کا۔

(۱۵۱) مضمون، ایک جگہ کے مدرسوں میں کشاکشی ہے اُن میں سے ایک مدرسہ کے ایک مدرس صاحب نے حضرت کی خدمت میں ایک خط لکھا جسمیں اپنے حاضر ہونیکی بابت لکھا تھا در اصل غرض تو مدرسہ کے متعلق گفتگو کرنا تھی لیکن تمہید اس طرح لکھی کہ میرا مدت سے حاضری کا شوق لگ رہا ہے اسکے بعد غرض اصلی کا اظہار تھا کہ متولی صاحب و مہتمم صاحب کا ارادہ بھی حاضری کا ہے تاکہ جلسہ کے متعلق مشورہ لیا جاوے یہ بھی لکھا تھا کہ جملہ امور آں حضرت کی رائے پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ ایسے وقت میں حاضر ہوکر حضرت کی زیارت سے شرف حاصل کرونگا حضرت نے فرمایا کہ دیکھئے کیسی اینچ پینچ کی تمہید لکھی ہے۔ جو اصلی غرض تھی اسی کو لکھتے۔ دوسرے یہ کہ میں ایسے جھگڑوں میں کبھی نہیں پڑتا حضرت نے جو جواب تحریر فرمایا وہ درج ذیل کیا جاتا ہے۔

(جواب) مولانا آپ سے اور طرح کا تعلق ہے جو محض دینی ہے اور مدرسہ کے متعلق اگر گفتگو ہوئی اسمیں چونکہ انتظامی ضوابط کی بھی آمیزش ہوتی ہے اسلئے شاید کوئی باضابطہ جواب عرض کرنا پڑے لہذا آپ اگر آویں مدرسہ کے کسی کام کیلئے بالکل گفتگو نہ فرماویں اگر آنا ہو محض دین کیلئے باقی مہتمین اگر فرمائیں گے جیسا مضمون ہوگا ویسا جواب عرض کرونگا لیکن اتنی اطلاع اُن کو بھی کردینا مناسب ہے کہ میں حتی الامکان ایسے امور میں مشورہ نہیں دیا کرتا۔ اور دعا سب کے لئے کرتا ہوں اُس کیلئے سفر کی ضرورت نہیں۔

(۱۵۲) مضمون، ایک شب حسب معمول خادم بوقت تہجد مشغول ذکر تھا آنکھ بند کئے دیکھا کہ سیدھے ہاتھ کی طرف ایک شخص جوان سیاہ لباس سپاہیانہ پہنے ہوئے بیٹھے ہیں۔

اور اُلٹے ہاتھ کی طرف دیکھا کہ ایک مرغ سُرخ قوی الجثہ کھڑا ہے۔

جواب۔ وہ شخص داہنے ہاتھ والا روح کی شکل مثالی ہے یہ ہیئت اسکی اشارہ ہے خاص اوصاف کی طرف یعنی جوانی۔ اشارہ ہے قوت کی طرف۔ سپاہیانہ لباس اشارہ ہے صفت خادمیت وعبدیت کی طرف اور بائیں طرف جو دیکھا یہ شکل مثالی ہے قلب کی چنانچہ اس کا نور سرخ ہے اور قوت جثہ اشارہ ہے قوت معنویہ کیطرف اور مرغ کی شکل دیکھنا اشارہ ہے اسکی پرواز بجانب ملاء اعلیٰ کی طرف نیز اپنی حقیقت میں یہ متاخر ہے روح سے لہذا روح بشکل انسان اور قلب بشکل طائر معلوم ہوا۔ مبارک ہو بشارت ہے درستی روح وقلب کی طرف

(۱۵۳) (**حال**) پھر ایک شب بوقت ذکر سامنے سے چشم راست میں ایک روشنی بہت شفاف مثل آفتاب نصف النہار طلوع ہوئی جس کے اثر سے آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں اور قلب کو فرحت حاصل ہوئی

(**تحقیق**) یہ نور ذکر ہے یا نور روح کہ زیادہ اسی شکل میں وہ نمودار ہوتا ہے۔

(**حال**) اور جناب یہاں خادم کا جی نہیں لگتا ہے بعضے وقت بہت دل گھبراتا ہے گو تن یہاں ہے دل تھانہ بھون میں ہے۔

(**تحقیق**) یہ دلیل ہے محبت کی اور محبت ہادی طریق کی مفتاح مقصود ہے۔ مبارک ہو

(**مضمون**) دیگر گذارش یہ ہے کہ عرصہ دراز سے جی چاہ رہا ہے کہ کچھ اپنے گزشتہ واقعات اور جناب والا کے اوصاف وکمالات دیدہ وشنیدہ کتاب کی صورت میں لکھکر طبع کرادوں۔

(**جواب**) اگر مبالغہ نہ ہو اور روایت ونقل میں پوری احتیاط کیجاوے اور اسپر کوئی دینی نتیجہ بھی مرتب کر کے دکھلایا جاوے اور بعد لکھنے کے مجھکو دکھلا بھی لیجاوے تو مضائقہ نہیں۔ اور اگر خالی مدح ہی مدح ہو فضول بلکہ عجب نہیں کہ مضر ہو۔

(۱۵۴) (**ایک ریاست کے ملازم کا خط**) سائل دریافت طلب (۱) یہاں سائر خرچ بعض دفاتر میں تو نقد ملجاتا ہے اہلکار حسب ضرورت اسمیں سے سامان خرید کرلیتے ہیں اور اکثر دفاتر میں قلم پنسل کاغذ سیاہی وغیرہ کی تعداد مقررہ ہے۔ خرچ کم ہو یا زیادہ اسمیں کمی بیشی نہیں ہوتی تو اسمیں سے اگر بچ کے کام میں بھی صرف کرلیا جاوے یا اگر بچ جاوے اور کبھی بٹنے والے اہل ضرورت کو دیدیا جاوے تو جائز ہے یا نہیں۔ بعض بعض اہلکار جو سامان بچ جاتا ہے

اس کو فروخت کر کے رقم خرچ کر لیتے ہیں۔

(استفسار) اس کی تحقیق کرنا چاہئے کہ اگر بچے ہوئے کے خرچ کر لینے کی اطلاع اہل اختیار کو ہو تو وہ گوارا رکھیں یا نہیں۔

(جواب استفسار) فقرہ اول کی بابت گذارش ہے کہ جسکو اصلی مالک کہنا چاہئے وہ اسوقت کوئی موجود نہیں باقی یہ عملدرآمد ادنیٰ سے اعلیٰ تک سب میں مساوی ہے اور اسوقت جو اہل اختیار ہیں اُن کی اطلاع میں ہے اور کسی کو ناگوار نہیں گذرتا بلکہ اس سے کم و بیش سب ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

جواب قطعی میں نے اہلکاران گورنمنٹ سے سُنا ہے کہ بچے ہوئے کا اختیار دیا جاتا ہے جیسا کہ کسی کا ذمہ دار بنایا جاتا ہے اس صورت میں جواب یہ ہے کہ بچے ہوئے کو استعمال میں لانا درست ہے۔

(فقرہ ۲) اگر افسر کو کسی اہلکار ماتحت کی نقص کارگذاری کے متعلق اسکی عدم موجودگی میں ان نقائص کی اطلاع دیجاوے یا شکایت کیجاوے تو یہ غیبت میں داخل ہے یا نہیں۔

(استفسار) کیا یہ شخص اطلاع دینے کے لئے مامور ہے اور وہ نقصان کس قسم اور کس درجہ کا ہے۔

(جواب استفسار) سررشتہ دار کے اپنے اختیارات تو کچھ نہیں ہوتے البتہ وہ اہلکاران دفتر کے کام کا نگراں ہوتا ہے اور یہ بات بھی اُس کے فرائض میں سے ہے کہ اگر کسی اہلکار کے کام میں کوئی نقص دیکھے خواہ وہ روپیہ پیسہ یا سامان یا تحریری کارروائی کے متعلق ہو تو افسر کو اُس کی اطلاع کردے اسکی کیا صورت ہے۔

(جواب قطعی) آپ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ یہ اطلاع اُس کے فرائض میں سے ہے۔ اب جواب یہ ہے کہ اس حالت میں اطلاع ضروری ہے لیکن اگر وہ نقصان قلیل ہو تو اطلاع کی ساتھ سفارش معافی کی بھی لکھدینا مناسب ہے۔

(نوٹ منجانب حضرت) مسائل کیلئے خاص خط آنا مناسب ہے جسمیں ذکر و شغل کے متعلق اطلاع و استفسار ہو طبیعت پر قدرے گرانی ہوتی ہے۔ (معذرت منجانب کاتب) کفایت کے خیال سے ایک ہی لفافہ میں مسائل کا پرچہ بھی رکھدیا گیا تھا اگر ناگوار ہوا ہو تو معاف فرماویں۔

(جواب معذرت) خدانخواستہ کوئی ناگواری نہیں لیکن مختلف کاموں کے جمع ہونے سے

ایک ایسے شخص کو جسکو بہت سا کام ہو گرانی اور کلفت ہوتی ہے۔

۱۵۵، **خواب ایکے از خلفاء** میں نے کل بروز دوشنبہ بتاریخ ۵ رجب ۱۳۵۳ھ یہ خواب دیکھا کہ جامع مسجد کانپور میں اُتر کی جانب جناب والا تشریف فرما ہیں اور ایک مختصر جماعت مسلمانوں کی ہے اور مقصود یہ ہے کہ حضور والا وعظ فرماویں گے مجمع چونکہ زیادہ نہیں ہوا تھا تو یہ خیال یہ کیا گیا کہ جب تک کوئی دوسرا بیان کرے جب مجمع پورا ہوجاوے تو حضور والا کا وعظ ہو۔ اس اثناء میں اپنے ہی میں سے ایک صاحب نے مختصر سا بیان کیا اُس کے بعد مجھکو جناب والا نے حکم دیا کہ تم بیان کرو میں نے حسب الحکم اس آیت یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر وانثیٰ الآیہ کا وعظ شروع کیا اور نہایت ہی پاکیزہ مضامین قلب پر وارد ہوئے اور زبان سے نکلے اور میں ایک پردہ کی آڑ میں سے بیان کر رہا ہوں جب پردہ اٹھا کر دیکھتا ہوں تو مجمع کثیر ہو گیا ہے پھر اُس کے بعد پردہ کے باہر آگیا ہوں اور بیان کر رہا ہوں ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر اُس کے بعد یہ خیال نہیں رہا کہ جناب والا نے بیان فرمایا یا نہیں۔ دوسرا خواب یہ ہے کہ بروز سہ شنبہ بعد نماز تہجد سو گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جامع مسجد جونپور میں ممبر سے اتر کی جانب بیچ کے در میں پچھم جانب رخ اقدس کئے ہوئے جلوس فرما ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مواجہہ میں سیدنا حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بیٹھے ہوئے ہیں اور میں ممبر مسجد کے دکھن کی طرف ہوں اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اُٹھے اور کچھ ہی اُٹھنے پائے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزاحاً تبسم فرماتے ہوئے پیر پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ گر پڑے اور زور سے آواز دی اتنے میں میں اُس مقام خاص پر پہونچگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا پکڑے ہوئے ہیں اور میں نے پہونچکر سر حضرت کرم اللہ وجہہ کا اس خیال سے پکڑ لیا ہے کہ مبادا کہیں پتھر پر سر مبارک نہ آجائے کہ چوٹ لگ جاوے جب میں نے سر مبارک علی کرم اللہ وجہہ کا پکڑ لیا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں پیروں کو پکڑ کر اٹھا لیا۔ اور اتر جانب نہایت زور سے لیچلے اور میں سر مبارک کو اپنی گود میں نہایت ادب کے لیے ہوئے چل رہا ہوں یکایک ایک دوسرے

در کے ایک گوشہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رُک گئے تو میں نے اُس مہلت کو غنیمت سمجھ کر سر مبارک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خوب خوب بوسہ دیا اور سجدہ کی جگہ کہ جہاں نشان سجدہ کا بن جاتا ہے اور گٹّا بڑھ جاتا ہے اسکو بھی بوسہ دیا ہے اور دل ہی دل میں کہتا ہوں کہ اپنے احباب سے ملکر کہونگا کہ میرا منہ چومنے کے قابل ہو گیا۔ پھر اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُسی مسجد میں اُتر جانب لیٹے ہوئے ہیں تو مجھے یہ خیال ہوا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی اسی مجمع مبارک میں استراحت فرما رہے ہوں گے تو میں نے عرض کیا کہ السلام علیکم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم۔ تو آپ نے جواب دیا کہ وعلیکم السلام مگر اُن حضرات میں آپ لیٹے ہوئے نہیں ہیں بلکہ مسجد ہی میں سے دکھن کی طرف سے تشریف لا رہے ہیں اتنے میں میں نے چاہا کہ لپک کر مصافحہ کروں اور کچھ تیز چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم مثل انوار کے ٹکڑوں کے ہوکر نظر سے غائب ہو گئے بحمد اللہ تعالیٰ استقامت نصیب ہوتی چلی جاتی ہے۔

(**تعبیر**) محبی محبوبی سلمہ اللہ تعالیٰ وکرمہ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ نہایت مبارک خواب ہیں خواب اول میں بشارت ہے کہ آپ سے اشاعت علوم نبوت کی ہوگی اور خواب ثانی میں اشارہ ہے کہ آپ حافظ وحامل علوم ولایت کے ہوں گے کہ حضرت علی رضی منتہی ہیں اکثر سلاسل کے اور سر میں دماغ ہوتا ہے جو خزانہ ہے علوم کا تو سر کی حفاظت حمل ہے علوم ولایت کا اور پاؤں پکڑ لینا ما لنعیت ہے رفتار متعارف سے اشارہ اس طرف ہے کہ ان علوم ولایت کی مثل علوم نبوت کے رفتار معتاد نہیں ہے بلکہ وہ رفتار غیر معتاد یعنی مخفی ہے کیونکہ علوم ولایت ناشی ہیں احوال واذواق خاصہ سے جو نہ مکتسب ہیں اور نہ صالح اظہار عام ہیں پس اسمیں اظہار ہے تفاوت بین نوعی العلم کا اور اظہار ہے آپ کے تحقق بکلا النوعین کا مجموعی حالت آپکی نعمت ہے۔ خدا تعالیٰ شکر اور مزید عطا فرما دے (انہیں صاحب کا پھر دوبارہ خط آیا جس کا خلاصہ معہ جواب نقل کیا جاتا ہے)

(**مضمون**) (**دوسرا خط**) ایک عریضہ احقر نے ارسال خدمت بابرکت کیا ہے جب عریضہ روانہ کر چکا ہوں تو مجھے سخت اضطراب اس دوسرے خواب کے متعلق پیدا ہوا عجب عجب باتیں دل پر گذریں جب رات ہوئی تو اپنے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ بذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میری تسلی فرما دیجا دے اور اسکی تعبیر سے مشرف فرمایا جاؤں تاکہ اضطراب دفع ہو

خیر جب سویا تو یہ چار الفاظ دربار رسول مقبول صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے اس خواب کی تعبیر میں ارشاد ہوئے وہ یہ ہیں۔ اضمار۔ دراضمار استتار در استتار۔ انتہار در انتہار۔ اختتام در اختتام + پھر مجھے تسلی تمام ہو گئی نقل خواب بھی کرتا ہوں۔ اب ان چار الفاظ کی شرح حضور والا کے دربار سے مطلوب ہے۔

جواب۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ میں اس خواب کی تعبیر لکھ چکا ہوں الحمد للہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے اسکی تائید ہوئی یہ اضمار در اضمار اور استتار در استتار علوم ولایت کے متعلق ہے جس کے متعلق میں نے لکھا تھا کہ یہ علوم مخفی ہیں اور غایت تاکید کے لئے چار لفظ استعمال فرمائے گئے۔ اور یہ انتہا در انتہا واختتام در اختتام علوم نبوت کے متعلق ہے قرینۂ تقابل سے اسمیں اظہار کی قید ملحوظ ہے۔ اور غایت تاکید کے لئے یہاں بھی چار لفظ مستعمل فرمائے گئے۔ یعنی فیض نبوت انتہا درجہ ظاہر ہوگا۔

(۱۵۶) مضمون۔ ایک صاحب نے جو اہلکار ہیں خط لکھا کہ بہت سے وظیفے پڑھے لیکن ترقی تنخواہ باوجود اچھے کام ہونے کے نہیں ملتی ہمیشہ محروم رہتا ہوں۔ اگرچہ یہ سب عمل برابر جاری ہیں لیکن میرے قلب کی ان پیہم ناکامیوں سے عجیب حالت ہو گئی کہ محض خداوند عالم کو اصل کارساز سچے طور پر سمجھکر اس کے حضور میں التجا کی اور اس نے اب تک میری التجا منظور نہ فرمائی اس یاس واضطراب کے توڑ میں جناب کی طرف رجوع کرتا ہوں کہ آخر میں کیا کروں۔

جواب۔ جس قدر تدبیر امکان میں ہو تدبیر مع دعاء۔ اور جو اختیار میں نہ ہو اس میں صرف دعا اور اس کے بعد بھی ناکامی ہو تو صبر اور یہ سمجھنا کہ اسی میں بہتری ہو گی اس سے زیادہ میں نہیں جانتا انہیں صاحب نے مختلف عملیات کے عجائب بیان کر کے اجازت چاہی کہ اب میں کوئی وظیفہ جلالی پڑھوں یا سورہ مزمل کی زکوٰۃ دوں۔ ترک حیوانات کی ساتھ میں نے فلاں فلاں وظیفے پڑھے وغیرہ وغیرہ۔ جواب تحریر فرمایا کہ "حضرت میں نے کبھی ان چیزوں کا تجربہ ہی نہیں کیا۔

(۱۵۷) مضمون۔ میری دلی تمنا تھی کہ زمانہ تعطیل میں دربار بندگان والا میں حاضر رہوں اس حاضری سے محض یہ غرض ہے کہ بیمن صحبتِ بابرکت سے توفیق الہی زیادہ ہو راسخ الاعتقادی اور دل میں خدا کی محبت بڑھے۔

جواب۔ چونکہ یہ امور خود غایات و ثمرات ہیں جو نہ میرے اختیار میں ہیں نہ آپکے اس لئے اس بناء پر تو آنا محتمل ندم ہے۔ البتہ اگر صرف یہ غرض ہو کہ میری باتیں سنئے گا اور جو مجھسے پوچھا جاویگا میری معلوم اور رائے کے موافق جواب سُنئے گا تو آنیکا مضائقہ نہیں مگر یہ امر اطلاع کے قابل ہے کہ یہ ضرور نہ ہوگا کہ میں ان ایام میں بالالتزام وطن میں مقیم رہوں۔ اتنی مدت تک آزادی کو روکنا دشوار ہے اگر میرا دل کہیں جانیکو چاہے گا تو بلا تکلف چلا جاؤنگا۔ ان سب امور کو دیکھ لیجئے اور مصارف خود برداشت فرمانا ہوں گے۔ اگر آیئے تو یہ خط آتے ہی مجھکو دکھلا دیجئے۔

(۱۵۸) **مضمون**۔ میں مکہ گیا مدینہ گیا اور یہ ایسی نعمت ہے جس کا شکریہ ہماری قدرت سے بہت زاید ہے مگر اپنی حالت اس مشہور شعر کے بالکل مطابق ہے ؂

خر عیسیٰ اگر بمکہ رود   باز آید ہنوز خر باشد

جیسا اپنے بزرگوں کا عیسیٰ ہونا قطعی ہے ویسا ہی اس ناکارہ کا بدتر از خر ہونا بھی بدیہی ہے جس مقصد کے لئے بندہ ۱۳۲۲ھ میں رشیدی آستانہ پر حاضر ہوا تھا اور آپ کے وصال کے بعد مختلف حضرات کی خدمت میں پہونچکر آستانہ اشرفیہ پر ۱۳۲۵ھ کو پہونچا اور جہاں تک ہو سکا ان حضرات کے ارشاد پر عمل بھی کیا ان کی خدمت میں اور صحبت میں بھی کچھ رہا اور اب تک بھی حسب صحبت ان کے ارشاد پر عمل کرتا ہوں اور جن حضرات کی خدمت میں گیا انکی شفقت بھی برابر رہی اور اب تک ہی مگر نہ معلوم کیا چیز مانع ہے کہ اب تک حصول مقصود سے بہت دور ہوں حالانکہ برابر سنتا ہوں کہ فلاں شخص فلاں حضرت فلاں بزرگ کے ذریعہ سے کامیاب ہو گئے یہ سنکر اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ یا اللہ کیا ساری مخلوقات میں صرف میں ہی ناکامیابی کیلئے منتخب کیا گیا ہوں اور خدا جانتا ہے ہمارا مقصود ان حضرات کی خدمت میں جانے سے کوئی دنیاوی منفعت نہیں رہا اور نہ ہے محض دین اور درجہ احسان کا طلب مگر جس قدر میں نے سعی کی اسی قدر دور ہوتا گیا۔ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا کا مطلب جو ظاہر سمجھا جاتا ہے اس کے خلاف میں نے خود تجربہ کر لیا ہے خلاصہ اپنی ساری عمر کے تجربہ کا یہ ہے کہ درجہ احسان کا حصول اگر ممکن ہے تو عنقا صفت ضرور ہے یا شخصہ ہماری ذات میں اسکی صلاحیت ہی نہیں ہے یا ابتک مجھکو کسی روحانی حقیقی طبیب کی قدمبوسی حاصل نہیں ہوئی ہے اور

ظاہر تو حق تعالیٰ ہی ہے مگر زیادہ پریشانی اس کی ہے کہ کاش ایسا خیال ہی ہمارے دل سے نکل جاتا تاکہ اطمینان کے ساتھ اور کاموں میں لگ جاتا اس کا دھیان قلب سے جاتا ہی نہیں اسلئے میں خوب جانتا ہوں کہ بہت سا کام نقصان دہ ہوتا ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ بندہ بیکار اور فضول شخص ہے اس کہنے کا صدمہ مجھکو نہ ہوتا اگر اپنا مقصود حاصل ہوتا۔ یا اس کی کچھ توقع قریب بھی ہوتی۔ بہرکیف جناب والا کی خدمت میں عریضہ ہذا لکھنے کی فقط یہی غرض ہے کہ ہماری حالت سے آپ خوب واقف ہیں۔ صاف صاف بلاتواضع وانکسار وعاجزی وتکلف اولاً تو یہ فرماویں کہ آیا ہم میں صلاحیت حصول مقصود ہے یا نہیں اور اگر ہے تو قریب یا بعید اور دوم یہ کہ ۱۸ رمئی سے تین ماہ تک مدرسہ عالیہ میں تعطیل ہے اگر آپ کے نزدیک آپکی خدمت میں جانا ہمارے اپنے مقصود کے لئے نافع ہو تو قدمبوسی کے لئے تیار ہوں تو یہ فرماویں کہ کب حاضر ہوں اور اگر خدانخواستہ آپکی خدمت میں کامیابی کی توقع نہ ہو تو آپ لوجہ اللہ اسکی تعیین فرمادیں کہ کس کے پاس جاؤں۔

جواب ؛ مولٰنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ سفر حرمین مبارک اور مقبول ہو خالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ حصول وعدم حصول درجۂ احسان کے متعلق جس قدر آپ نے تحریر فرمایا ہے سب کی بنا ایک مقدمہ کا دعویٰ ہے وہ یہ کہ اسمیں سے کوئی حصہ آپکو حاصل نہیں ہوا بس اسی میں کلام ہے کیا قبل طلب وقبل سعی وقبل عمل وقبل حضور خدمات حضرات اہل اللہ جو حالت تھی بالکل ابھی وہی حالت ہے کچھ بھی تفاوت نہیں ہوا یا کچھ تفاوت ہے۔ غالباً اگر آپ تامل وتذکرہ وموازنہ حالتین کے بعد جواب دیں گے تو یہ ہرگز نہ کہیں گے کہ تفاوت نہیں۔ ضرور تفاوت کے قائل ہوں گے گو اس کے ساتھ ہی یہ بھی کہدیں کہ تفاوت تو ہے مگر ایسا ہے کہ اس کو اعتداد واستقرار نہیں کبھی حضور ہے کبھی غیبت کبھی قوت ہے کبھی ضعف کبھی کچھ کیفیت ہوتی ہے کبھی نہیں تو یہ مسلم کیا جاویگا مگر اسکی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ اس کو محرومی وناکامی کہا جاوے۔ کیا اگر مریض کا مرض روزانہ شیئاً فشیئاً کم ہوتا جاوے۔ اور صحت شیئاً فشیئاً بڑھتی جاوے تو کیا علاج کو غیر مفید کہیں گے بلکہ قاعدہ تو یہ ہے کہ اگر یہ تفاوت مریض کو بھی محسوس نہ ہو صرف طبیب ہی کو اپنے قواعد طبیہ کی سے معلوم ہوتا ہو اور وہ اس کا حکم کرے تب بھی مریض کو واجب ہوگا کہ تسلیم کرے اور حق تعالیٰ کا اولاً اور اطبا کا ثانیاً شکر گزار ہو ورنہ سخط حق اور کدورت اطبا کا قوی اندیشہ ہے

جواحیاناً مفضی ہوجاتا ہے سلب نعمت کی طرف وتحسبونہ ھیناً وھو عند اللہ عظیم وہ مریض سخت غلطی کر رہا ہے کہ خود اپنے مرض کے متعلق ممتنع البرء ہونے کی تشخیص کر رہا ہے اور اس سے بڑھکر اس کی یہ غلطی ہوگی کہ اس کو خدا تعالیٰ نے عزم وسامان معالجہ کا دیا ہوا اور وہ اس کی ناقدری کرکے یہ تمنا کرے کہ کاش عزم ہی دل سے نکل جاتا۔ کہ بیفکری سے دوسرے فضول یا مضر کاموں میں یکسوئی سے مشغولی ہوتی۔ مولانا اگر طلب اور حق تعالیٰ کے ساتھ زیادت تعلق محبوب ہے تو کیا دوسرا کام بھی اس پر ترجیح رکھتا ہے یا لائمین کے کہنے سے صدمہ ہوسکتا ہے اس سے تو شبہ ہوتا ہے کہ حق کی طلب ہی نہیں بلکہ اس کے معنی تو یہ ہوئے کہ مطلوب مطلقاً تو مطلوب نہیں اگر وہ وعدہ وصال کرے تو کوشش کریں۔ ورنہ گولی ماریں سبحان اللہ کیسی اچھی طلب ہے۔ مولانا ایک فحبہ عورت بھی اپنے طالب سے اس کو گوارا نہیں کرسکتی چہ جائے کہ حضرت حق جل شانہ اب میں بطور تفریح کے کہتا ہوں کہ اگر بقول آپ کے آپکی محرومی کو تسلیم کرلیا جاوے تو اس کی وجہ اب سمجھ لیجئے کہ آپکی طلب کی یہ شان ہے اگر یہ ہے تو اللہ کی امان اصلاح کیجئے اور عنایتیں دیکھئے آخر خط میں جو یہاں تشریف لانے کے متعلق مشورہ دریافت کیا ہے سو حضرت اس کا فیصلہ میں نہیں کرسکتا۔ آپ خود کرسکتے ہیں کیونکہ شرط نفع مناسبت وکمال حسن ظن بحیث لا یشترک فیہ احد اہے سو اس کا اندازہ ظاہر ہے کہ میں نہیں کرسکتا پھر جو امر اس پر مبنی ہے یعنی تعین مطلب۔ اسکا فیصلہ میں کیسے کرسکتا ہوں۔

دوسرا خط

مضمون۔ ہادی زماں مجدد دوراں عمت فیوضکم۔ خدام والا نے نیازمند کے عریضہ کے جواب میں جو تحریر فرمایا تھا وہ غالباً قبل رمضان شریف بندہ کو ملا تھا۔ اُس کو دیکھکر بہت رنج ہوا اور مختلف خیالات کثیرہ پیدا ہوئے اور کئی دفعہ ارادہ بھی ہوا کہ جناب والا پر اس کو ظاہر کیا جاوے مگر اولاً تو طول دوم حضور کے وقت ضائع ہونیکا اندیشہ تیسرے غیر مفید آج ۲۴ رمضان المبارک ہے اخیر عشرہ ہے ایسے وقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب باری تعالیٰ کے جود ومغفرت کی شان مخفی نہیں ہے لہذا نائب الرسل اور اہل اللہ کی شان بھی علی حسب مراتب امرین مذکورین میں دیگر اوقات کے اعتبار سے بہت ممتاز ہونی چاہیئے۔ لہذا عرض ہے جناب والا نے جو کچھ ارشاد

فرمایا ہے اُس کا منشا اگر نفس الامر میں غصہ اور غضب ہے تو نہایت عاجزی و لجاجت سے عرض ہے کہ للٰہ ہماری خطا اور قصور معاف کیجائے۔

جواب - توبہ توبہ ؏

چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

میں مسلمانوں کا ایک ادنیٰ خادم ہوں۔ خود ہزاروں تقصیرات میں ملوث ہوں نہ کہ دوسرا کوئی میرا قصوروار ہو اور میں معاف کروں۔ اگر بفرض محال آپکے خیال میں کوئی بات ایسی ہے تو میں نے معاف کیا۔ مگر مولانا موقع پر معاملہ کی بات تو کہی ہی جاتی ہے خواہ خوشامد سہی یا غصہ سے

مضمون - جناب والا نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا منشا اگر نفس الامر میں غصہ اور غضب ہے تو نہایت عاجزی و لجاجت سے عرض ہے کہ للٰہ ہماری خطا اور قصور معاف کیجائے اور آئندہ سے انشاء اللہ ایسی صاف تحریر نہ کرونگا۔ رضینا باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلے اللہ علیہ وسلم نبیا و رسولا و باشرف علی ولیا و مرشدا۔ اور اگر خدانخواستہ خدام والا پر وہ امر بطور الہام و کشف ظاہر ہوا ہے اور خدانخواستہ خدام والا اُسپر رنجیدہ ہوگئے ہیں تو نہایت صدمہ و افسوس کے ساتھ عرض ہے

جواب - یہ دو بعید احتمال تو آپ کو ہوئے اور جو اصل منشا اس کا ہے جو آپکے خطوط میں موجود ہے اور جس کا حوالہ میں نے اپنے خط میں بھی دیا ہے آپ کو اس کا احتمال نہوا۔ ملاحظہ ہو میرا خط اخیر جس میں میرے اس خطاب کی بنا مصرحًا مذکور ہے اس قول میں چونکہ میرے اس خط کے بعد بھی رنج ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ میری یہ عرض ہی مبنی ہے اسپر کہ میرے اُس خط خاتمۃ التبلیغ کو ذہن میں جگہ نہ دیں پس یہ حکم قضیہ شرطیہ ہے جس کا مقدم آپ کا فعل ہے اور تالی میرا فعل پھر آپ مقدم سے قطع نظر کرکے تالی سے متوحش ہوتے ہیں۔ فیا للعجب۔

مضمون - میں جو اپنی حالت پر غور کرتا ہوں تو ابتداءِ حضوری آستانہ اشرفیہ سے اب تک جسکو ۹ یا ۱۰ برس کا زمانہ ہوتا ہے اپنی کسی حالت کو ایسا نہیں پاتا ہوں جسکو میں یہ کہہ سکوں کہ اللہ تعالےٰ نے یہ بات آستانہ علیہ اشرفیہ کے ذریعہ سے اس ناکارہ کو عطا فرمائی سوائے چند سورہ قرآنیہ کی تھوڑی سی صحت خوانی کی۔ اس عرصہ میں بہت سے حضرات حضور کی برکت اور توجہ سے کس کس مرتبہ عالیہ پر

پاہو نیچے ہوں گے مگر ہماری شور بختی کی یہ حالت ہے ؎ تہیدستانِ قسمت راچہ سود از رہبر کامل الخ
مگر الذین لا یشقی جلیسہم کی بنیاد پر مجھکو یقین ہے کہ گو اس عالم میں کوئی اثر مجھکو محسوس نہیں
ہوا۔ مگر انشاء اللہ اس عالم میں ارحم الراحمین اور ہمارا خالق اور ہمارا رب ہرگز محروم نہ کریگا

جواب۔ پھر یہ کیا تھوڑی بات ہے بلکہ اصل تو یہی ہے اگر یہاں بھی کچھ ہو جاوے تو اس سے
بھی مقصود یہی ہے جب مقصود بالذات کا یقین ہے پھر شکوہ شکایت و مایوسی کیسی۔

مضمون۔ خدا خوب جانتا ہے کہ اتنک جس بزرگ کی خدمت میں بندہ حاضر ہوا محض ابتغاءً
لوجہ اللہ حاضر ہوا یہ تو خداوند تعالیٰ شانہ سے مجھکو امید ہے اور خدام والا سے نہایت الحاح اور زاری
کے ساتھ چند امور عرض کرتا ہوں (۱) یہ کہ آپ خادم سے بالکل قطع تعلق نہ فرماویں بلکہ اس عالم
میں فقط دعاء خاتمہ بالخیر اور اس عالم میں شفاعت سے امداد فرماویں۔ ؎ کہ مستحق کرامت
گناہ گارانند۔

جواب۔ مولانا میں نے اپنے خط میں اس سے کب انکار کیا ہے وہ ایک خاص خدمت ہے
جس سے عذر کیا ہے اور وہ بھی آپ ہی کی خدمت نہ لینے کی بناء پر۔

مضمون (۲) اگر حضور کے نزدیک کوئی ایسے شخص ہیں جہاں ہم جیسے بیکار اور نکمے کی
کامیابی ممکن ہو تو للہ دریغ نہ فرماویں اب تک ہم نے اپنی رائے سے طبیبوں کو منتخب کیا تھا مگر
اب خدام والا جیسے مذاق اور کاملین کی رائے سے منتخب کرونگا انشاء اللہ برکت عطا ہوگی۔

جواب) مولانا نفع کے جو معنی آپ سمجھے ہوئے ہیں جو کہ شیخ کے اختیار میں نہیں ہیں اس نفع
کا پہونچانے والا آپ کو کہاں سے بتلاؤں جبکہ تمام عالم میں بھی اس کا وجود نہ ہو۔

مضمون (۳) گو اہل فن کے نزدیک وصول نفع کے لئے یہ شرط ہے کہ شیخ سے کل تعلقات
سے زیادہ قوی تعلق ہو مگر کیا کروں طالب علمی سے لیکر اب تک برابر اپنا مزاج ایسا ہی رہا کہ جس
مقصود کو لیکر جس کے پاس گیا اُس مقصود میں جہاں تک زیادہ نفع پہونچتا گیا اسی قدر معلم اور مفید
سے زیادہ تعلق پیدا ہوتا گیا۔ ابتداءً کبھی کسی کا تو معتقد میں نہیں ہوتا ہوں البتہ یہ ضرور ہوتا ہے جب کبھی کسی کے
پاس کسی چیز کے حاصل کرنے کیلئے گیا تو اولاً قرائن حالیہ مقالیہ سمعیہ وغیرہ سے اتنا معتقد ضرور ہو لیتا ہوں
کہ انشاء اللہ ضرور فلاں شخص سے میرا کام نکلے گا بس اس کے بعد جسقدر زیادہ نفع محسوس ہوتا گیا

اسی قدر اس کی وقعت اور اُس سے تعلق قوی ہوتا گیا۔ یہ حالت میری فطری ہے جس کے خلاف شاید نہیں ہو سکتا ہے اور اہل فن کا وہ قول ہمارے فہم سے باہر ہے یہ عیب مجھ میں ضروری۔ اہل فن کے قول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حصول نفع عن الشیخ موقوف ہے اقوی و اعلیٰ تعلق بہ شیخ پر۔ یہ امر ہمارے فہم فطرت سے بالکل باہر ہے بلکہ اقوی و اعلیٰ تعلق بالشیخ کو موقوف ہونا چاہیے حصول مقصود پر ہاں مطلق حسن ظن بالشیخ البتہ موقوف علیہ حصول مقصود کا ضرور ہے ایک عیب تو یہ ہے اور دوسرے یہ کہ میں کسی کی محبت و اعتقاد میں ایسا ہرگز مغلوب نہیں ہوتا ہوں کہ حسن و قبح کی بالکل تمیز ہی مرتفع ہو جاوے۔

جواب۔ یہ جو دو عیب لکھے ہیں یہ عیب نہیں ہیں اور نہ اکابر اہل فن کے یہ خلاف ہے اُن حضرات کا وہ مطلب نہیں جو آپ سمجھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ استفادہ کے وقت اُس کو ظناً انفع سمجھے اور اس ظن کا درجہ اتنا ہونا چاہیے کہ دوسری طرف نگرانی سے اس کو مانع ہو۔ پھر جب ایک معتدبہ زمانہ تک نفع نہ ہو اول اسی شیخ سے اسکی وجہ تحقیق کرے اگر تسلی نہ ہو تو پھر دوسرے سے استفادہ کرے اسی ظن مذکور کی ساتھ باقی مغلوب المحبت ہونا ضرور نہیں۔

مضمون۔ بخدا میں نے ارادہ کر لیا تھا کہ بہت مختصر عریضہ لکھونگا مگر کچھ طول ہو گیا جناب والا کی اضاعت وقت کا اندیشہ ہو رہا ہے۔ مگر جناب والا کی رحیمی پر زیادہ بھروسہ ہے۔ سبقت رحمتی علی غضبی۔ ۲۳ ر رمضان المبارک سنہ ۴۲ھ

جواب۔ نہیں ضروری بات میں اگر طویل بھی ہو مضائقہ نہیں۔ اطمینان فرمادیں۔

مضمون۔ دونوں عریضوں کا جواب ملا۔ مگر اس سے تشفی نہیں ہوئی بلکہ بعض امور کے متعلق صاف صاف کچھ عرض کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی مگر جب تک جناب والا اُس کے عرض کرنیکی اجازت نہ دیویں گے تو اس کے اظہار کی جرأت نہیں ہوتی ہے ؎

مرے دل کی حسرتوں کو تمہیں منصفی سے دیکھو ۔۔۔ جو تمہارے دل میں ہوتیں تو تمہیں قرار ہوتا

جواب۔ مولٰنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ چونکہ میرے اُس خط کے بعد بھی جس کو میں خاتمۃ التبلیغ سمجھتا ہوں کچھ فرمانے کی حاجت باقی رہ گئی تو یقیناً میرے پاس اس کا جواب نہیں۔ اس لئے اس کے اظہار کی اجازت دینا کلفت میں پڑنا اور کلفت میں ڈالنا ہے لہذا اس کے متعلق کچھ تحریر نہ فرمادیں بالیقین

مجھے آپ کو کوئی نفع نہیں پہونچ سکتا۔ اگر طلب ہے تو اور شیوخ موجود ہیں ورنہ خیر۔ دعا رخیر البتہ اس حال میں بھی کرتا ہوں۔

(۱۵۹) **مضمون خط بطور خلاصہ** احقر کے قلب میں یہ بات از خود آرہی تھی کہ یہ ورود کیفیات حضرت والا کی نسبت کا اثر ہے۔ والانامہ سامی سے اپنے اس خیال کی تائید پاکر حق تعالےٰ کا بہت بہت شکر ادا کیا کہ الحمدللہ اس ناچیز کو نسبت سامی سے گونہ مناسبت حاصل ہوگئی طالب کے لئے مربی کے ساتھ مناسبت کا پیدا ہوجانا بڑی دولت ہے اور واللہ باللہ اسمیں اپنے اختیار کا کوئی دخل نہیں پاتا یہ صرف حق تعالیٰ کا فضل واحسان ہے۔ لو انفقت مافی الارض الخ اسپر دلیل شاہد ہے فللّٰہ الحمد اولاً و آخراً اس سے پہلے عریضہ میں ایک خواب عرض خدمت کیا تھا اور یہ آرزو ظاہر کی تھی کہ جی یوں چاہتا ہے کہ حدیث خواب کی جگہ کوئی حدیث یقظہ عرض کروں۔ توجہ والا کے قربان جاؤں کہ ایک ہفتہ بھی نہیں گذرنے پایا کہ حدیث یقظہ عرض کرنے کا بھی موقعہ نصیب ہوگیا۔ اب مجھے اپنے مقصود میں کامیابی کی بہت بڑی امید ہے۔ حق تعالیٰ اس ابر رحمت کو بایں توجہات ہمیشہ تشنگان ہدایت کے سروں پر دائم وقائم رکھے۔ آمین ثم آمین۔ چند روز سے جی میں شوق پیدا ہوتا ہے کہ بعد ذکر نفی اثبات کے کسی قدر صرف ذکر اثبات یعنی الا اللہ بھی کرلیا کروں۔ ایک دو روز کیا بھی عجیب کیفیت محسوس ہوتی ہے اگر حضرت اجازت فرمائیں تو ہمیشہ کرلیا کروں۔ بتقدیر اجازت کس قدر کرلیا کروں۔

جواب۔ بارہ تسبیح میں تو چار سو ہے۔ کم وبیش اپنی فرصت اور تحمل اور دلچسپی پر دیکھ لو۔ ورنہ اتنا ہی کافی ہے

مضمون اور ذکر الا اللہ میں بھی تصور احاطہ نور بالقلب ہی کیا جائے یا کوئی دیگر تصور ہے۔

جواب۔ اگر یہ آسانی ہوجاوے تو یہی کریں ورنہ جو سہولت سے ہوسکے اور اگر کسی تصور کے نہونے میں سہولت ہو تو ایسا ہی کریں۔

مضمون۔ امراض قلبیہ میں سے اپنے اندر بخل کا مادہ بھی پاتا ہوں

جواب۔ جو درجہ طبعی ہوتا ہے اُس کے ازالہ کا اہتمام ضرور نہیں۔ سعی سے کامیابی کم ہوتی ہے اور نہ اسپر مواخذہ ہے بلکہ جب وہ مادہ حق تعالیٰ نے رکھا ہے۔ تو اس شخص کی اسی میں مصلحتیں ہیں

جب اُس کے خلاف میں مصلحت ہوگی خود حق تعالیٰ بلا کسب بدل دیں گے البتہ حقوق واجبہ میں اخلال نہونے پاوے۔ سو الحمدللہ اس سے محفوظ ہو

مضمون۔ آدمیوں سے چونکہ الگ رہنے کو جی چاہتا ہے تو بات بات پر غصہ آجاتا ہے۔ مگر ضبط کرلیتا ہوں یہ کبر کا شائبہ معلوم ہوتا ہے۔

جواب۔ یہ کبر نہیں ہے توحش عن الخلق ہے جو سبب ہے انس مع الحق ہے۔ اور کبھی سبب بھی ہوجاتا ہے انس مع الحق کا بےفکر رہیں۔ ہاں برتاؤ میں اعتدال سے تجاوز نہ کریں اور اگر اس کا صدور ہوجاوے استغفار کریں۔ زیادہ فکر میں نہ پڑیں۔

مضمون۔ اپنے دل میں ایثار کا مادہ نہیں پاتا۔ کہ بھائی مسلمانوں کو اپنے اوپر مقدم کروں اپنی ہی اغراض مقدم معلوم ہوتی ہیں۔

جواب۔ اس کا وہی جواب ہے جو اوپر بخل کے متعلق لکھا ہے۔ الحمدللہ راستہ پر چل رہے ہو۔ حق تعالیٰ مقصود تک بھی پہونچادیں گے۔

(۱۶۰) **مضمون** بعض وقت نفل وغیرہ پڑھنے سے (یہ خیال آکر کہ لوگ ریاکار کہیں گے یا اچھا کہیں گے تو نفس خوش ہوگا) باز رہ جاتا ہوں نہیں معلوم یہ ناکارہ ہر طرح ہی سے محروم رہیگا دعا کی ضرورت ہے اور حضور کی تجویز سے جو علاج میرے مرض کا ہو۔

جواب۔ ریا کا خیال شیطانی خیال ہے باوجود اس خیال کے بھی کام کرنا چاہیئے۔ اور مجھ سے کیا پوچھتے ہو کہ محروم رہو گے۔ یا کیا مجکو اپنا ہی حال معلوم نہیں۔ پھر یہ کہ اپنی کوتاہی جب سبب محرومی کا ہو تو دوسرا کیا علاج کرے معلم کا کام اتنا ہے کہ طالب کام کرے اور اطلاع حالات کی دیکر جو کچھ پوچھنا ہو پوچھے۔ بدون اس کے کوئی کھیر تو ہے نہیں کہ چٹادیجاوے گی۔

(۱۶۱) **مضمون**۔ ایک دیندار نوکر میرے یہاں ہے مجھے اس سے بہت انس ہے لوگ اس کو ورغلاتے ہیں کہ مزدوری میں زیادہ نفع ہے۔ تعویذ مرحمت فرمایا جاوے کہ وہ میرا مطیع اور فرمانبردار ہوجاوے اور پھر مجھ سے علیحدہ ہو

جواب۔ افسوس اپنی غرض کے لئے آپ ایک مسلمان کی مصالح اور آزادی میں خلل ڈالتے ہیں اپنی اس خود غرضی کا تعویذ ڈھونڈھیئے۔

(۱۶۲) **مضمون** (۱) دربارہ تعلیم طالب کے بندہ کو ہر وقت بفضلہ حضور کے طالب ہونیکے بارہ میں اشارات ہورہے ہیں۔

جواب۔ اس کا مطلب ہی سمجھ میں نہیں آیا۔ جواب کیا دوں۔

(۲) دربارہ حقہ نوشی در شریعت جائز یا ناجائز۔

جواب۔ کیا کچھ ضرورت و مجبوری ہے۔

(۱۶۳) ایک صاحب نے ایک مدرسہ توکل پر کھولا ہے انھوں نے کچھ باتیں دریافت کیں جو ذیل میں درج ہیں۔ حضرت نے جواب لکھکر فرمایا کہ یہ توکل کو سمجھے ہی نہیں۔

مضمون (۱) امسال شہر کے سات لڑکے حافظ ہوئے ہیں اُن کے وارث کہتے ہیں کہ رمضان کے بعد اگر آپنے کچھ انتظام ان کی پڑھائی کا کیا یعنی عربی فارسی پڑھنے کا تو خیر ورنہ مدرسہ سرکاری میں داخل کیا جاویگا۔ اب اس بابت کا کیا انتظام کیا جاوے۔

جواب۔ میں کیا بتلاؤں۔ مگر جو بات آپ کے قابو کی نہیں اس کے پیچھے کیوں پڑے۔

(۲) اب کوئی آدمی ایسا متوکل نہیں ہے کہ جو بلا تنخواہ عربی فارسی پڑھاوے اب کیا کیا جاوے۔

جواب۔ جواب مثل سابق

(۳) یہ جو پرانا دستور ہے کہ جو لڑکا پڑھتا ہے اُس کے والدین بعد ختم قرآن آمین دلاتے ہیں۔ آیا یہ آمین کی آمدنی لینا جائز ہے یا ناجائز۔ جو اپنی خوشی سے بلا طلب کے دے۔

جواب۔ اسمیں شبہ کیوں ہوا۔

(۴) دوسرے یہ آمدنی آمین کی کس کا حق ہے آیا اُستاد کی یا مدرسہ کا۔ اب تک اُستاد کو دیجاتی تھی

(**جواب**) دینے والے سے پوچھنا چاہیئے اُس کے خلاف رائے ناجائز ہے۔

(۵) ایک آمین تصنیف فرمادیں۔

جواب۔ سبحان اللہ کیا اچھی فرمائش ہے اور یہ کس نے کہا کہ آمین پڑھ پڑھ کر وصول کیا جاوے کیا بدون اس کے والدین نہ دیں گے۔ اگر یہ بات ہے تو ایسا لینا ہی کب مناسب ہے وہ تو ایک قسم کا سوال ہی ہے

(۶) عرض ہے کہ جو لوگ چندہ ماہوار یہ ماہی سالانہ دیا کرتے تھے اُن میں سے بعض بعض کبھی

کبھی آکر حساب دریافت کرتے ہیں کہ ہمارے ذمہ کیا ہے۔ ہم نے بہت دن سے نہیں دیا ہے کیا جواب دیا جاوے۔

جواب۔ یہ کہدیا جاوے کہ ہم حساب نہیں لینا چاہتے۔ جو دیدو گے لیلیں گے اگر حساب دینا ہے دینے والا حساب رکھے۔

(۷) بعض آدمی آکر کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ لڑکوں کو بھیجدو ہم کچھ غلہ مدرسہ میں دیں گے اُن کے ساتھ بھیجا جاوے یا نہیں۔

جواب۔ بالکل ذلت ہے۔ یہ دینے والے کے ذمہ ہے۔

(۸) کمترین اس وجہ سے حاضری سے مجبور رہا کہ کام مدرسہ میں بکثرت ہو رہا ہے میری غیر حاضری سے بالکل حرج ہو جاویگا۔

جواب۔ اس عذر کی کیا ضرورت۔ ہم کو تو یاد بھی نہیں اور اگر یاد بھی ہو تب بھی ہم ہی نے یہ شرط لگا دی تھی۔

(۱۶۴) **مضمون** (۱) رخصت چار پانچ روز کی لیکر حاضر ہو سکتا ہوں اور جی بھی بہت چاہتا ہے مگر شیطان یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ سیری نہ ہوگی۔ کیونکہ صرف مشکل سے دو یا تین روز قیام رہ سکیگا

جواب۔ یہ وسوسہ نہیں یہ عقل کہتی ہے

(۲) مگر قلب یہ کہتا ہے سہ کہ یکدم باخدا بودن بہ از ملک سلیمانی۔

جواب۔ یہ قلب نہیں کہتا شوق کہتا ہے یعنی قلب من حیث الشوق کہتا ہے اور عقل کا فتویٰ مقدم ہوتا ہے شوق کے فتوے پر۔ مقدم ہی پر عمل کیجئے۔

(۱۶۵) **خواب**۔ امشب خادم نے ایک خواب دیکھا جس سے دلکو بہت ہی خوشی حاصل ہوئی وہ یہ ہے کہ میں تھانہ بھون میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوں اور وہاں ایک بڑا میدان ہے اور ایک طرف بڑے اونچے اونچے مکان ہیں۔ اور ہر چار طرف باغ ہے اور مکانوں کی دیواروں پر درخت ہیں اور اُن میں لمبے پھل ہیں اتنے میں حضور کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ جاؤ جنگل ہو آؤ۔ میں اور ایک آدمی حافظ ...... نام کا ہے دونوں باغ میں چلدئے ایک جانب باغ ہے اور ایک جانب مکانات ہیں اور گلاب کے درخت کثرت سے ہیں اور پھول بہت ہیں اتنے میں ایک آدمی ملا اُس کے ہاتھ میں تالیاں ہیں

اب ہم تینوں آدمی آگے کو چلے بہت دور جاکر ایک مکان آیا۔ اسمیں سات کوٹھری ہیں اُس آدمی نے بڑھکر ایک کو کھولا اُس سے دریافت کیا کہ کس کی ہے۔ اُس نے کہا یہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ پھر اُس نے دوسری کو کھولا اُسکو دریافت کیا تو کہا کہ یہ تمہارے حضرت مولانا اشرف علی صاحب کی ہے اور اُس وقت سے یہ دل میں آرہا ہے کہ یہ بہشت ہے اُس کے بعد آنکھ کھل گئی۔

(**تعبیر**) خواب نہایت مبارک ہے اللہ تعالیٰ اس کے برکات ہم کو آپ کو نصیب فرماویں۔

(۱۶۶) **مضمون** (۱) درود شریف مستغاث میرا ورد ہوا کرتا ہے مگر جو کچھ اسکی صفت لکھی گئی ہے اس سے اس بے قسمت کو کچھ بہرہ نہیں ملا۔

جواب۔ ثواب سے زیادہ کیا بہرہ ہوتا۔

(۲) صرف ثواب آخرت کے لئے پڑھتا ہوں اگر کوئی کہے کہ کچھ ذوق و شوق بھی ہو تو وہ مجھے حاصل نہیں طالب ہوں۔

جواب۔ رضا اصل مطلوب ہے اگر ذوق و شوق نہو نہ سہی

(۱۶۷) **ایک خط کا جواب**۔ یہ تبدل (یعنی اوقات کا ازجامع) جو بضرورت ہوا ہے (بوجہ چھوٹی رات ہونے کے آنکھ نہیں کھلتی تھی) ذرا بھی مضر نہیں۔ باقی تغیر احوال کا سلوک میں یہ امر لازمی ہے اس کی طرف التفات نہ فرماویں مقصود اصلی کی ساتھ ان سب طرق کو یکساں نسبت ہے۔ دوام واستقامت اسمیں اصل ہے جسکا آپ نے عزم فرما رکھا ہے حق تعالیٰ مدد و برکت فرماویں بعد نماز فجر اور بعد مغرب سب برابر ہے اگر ایک جگہ بیٹھنا کسی وجہ سے نہ ہو سکے تو چلتے پھرتے بھی کافی ہے البتہ اگر ایک وقت میں تو بیٹھنا ممکن ہو اور دوسرے میں نہو تو اُس وقت کو ترجیح ہے جسمیں بیٹھنا ممکن ہے۔

(۱۶۸) **مضمون**۔ ایک خواب کی تعبیر کے لئے جناب کو تکلیف دینا چاہتا ہوں اور ڈرتا بھی ہوں کہ جناب کو یہ درخواست میری ناگوار خاطر ہو۔ کیونکہ کسی جگہ تعبیرات پوچھنے سے جناب نے ممانعت فرمائی ہوئی ہے لیکن میری طبیعت چونکہ خواب کے بعد سے بہت مضطر اور فکرمند ہے کہ خبر نہیں کہ کونسی خطائے عظیم میری مجھے دکھلائی گئی ہے یا کوئی روحانی مرض ہے..... آپکی توجہ سے اگر کچھ پتہ چل جائیگا تو اُس کی تدبیر میں مشغول ہونگا آپ سے بڑھکر میری نظر میں میرا شفیق ہمدرد اور معالج کوئی ہے نہیں۔ چند روز ہوئے خواب میں گویا میں تھانہ بھون کی مسجد میں ہوں جناب بھی دھو کر کے ہاتھ منہ صاف

فرما رہے ہیں میں نے نیت باندھنے کا ارادہ کیا اور بہ آواز یہ لفظ کہے دو رکعت نماز یا شاید چار رکعت تو آپ نے اس کے برعکس فرمایا کہ پہلے چار یا دو پڑھو میں نے عرض کی بہت اچھا پھر آپ نے فرمایا بہتر یہی ہے یا شاید یہ کہا کہ حکم یوں ہی ہے آگے تمہاری مرضی میں مجبور نہیں کرتا میں نے بعجز عرض کیا کہ میں تو جناب کے ارشادات کا منتظر رہتا ہوں اور تعمیل کو دین و دنیا میں اپنا فخر و سعادت سمجھتا ہوں اور اس عنایت کا شکر گذار ہوتا ہوں آنکھ کھلنے کے بعد طبیعت میں سرور و بہجت کا اثر تھا پس میں نے جانا کہ آنجناب سے مزید استفاضہ کی علامت ہے کیونکہ پہلے بھی ایک مرتبہ قریب قریب ایسا ہی ایک خواب دیکھا تھا تو جناب نے ازراہ عنایت حزب البحر کی اجازت بخشی تھی کل دوپہر کو سو رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ گویا میرے منہ میں بہت سے جانور اس طرح چمٹے ہوئے ہیں جیسے شہد کی مکھیاں اپنے چھتے میں چمٹی ہوئی ہوتی ہیں اور شکل بھی اُن کی شہد کی مکھیوں سے قریب قریب ملتی ہے۔ مگر شہد کی مکھیاں نہیں کچھ اور جانور ہیں میں منہ پھاڑ پھاڑ کر آئینہ میں دیکھتا ہوں اور وہ اور بھی پرے یعنی حلق کے اندر گھسی جاتی ہیں میں دل میں کہتا ہوں کہ یہی سبب ہے جو مدت سے بیمار رہتا ہوں اور میرے حلق میں جلن رہتی ہے۔ پیاس کا غلبہ بھی اسی باعث ہے میرے والد ماجد بھی جو زندہ ہیں گویا قریب ہی بیٹھے ہوئے تلاوت کر رہے ہیں اُنہوں نے دیکھکر فرمایا کہ کیا ہے اور پھر انگلی میرے منہ میں ڈالکر ان جانوروں کی ایک لڑی سی توڑ لی۔ مُنہ سے باہر نکلتے ہی وہ جانور اُڑ اُڑ کر پھر میرے منہ کی طرف آنے لگے میں نے منہ کو بند کر لیا اور نتھنے بھی۔ وہ میرے ہونٹوں پر چمٹنے لگے کچھ گزند تو الم کا محسوس نہ ہوتا تھا البتہ کراہت اور وحشت سی اُن سے طبیعت کو ہوتی تھی ناچار مُنہ کھولنا پڑا اور وہ پھر حلق میں جا چمٹے والد صاحب نے یہ بھی کہا یا شاید کسی اور کی آواز تھی۔ کہ یہ تو وہیں جائینگی جہاں سے آئی ہیں۔

جواب۔ یہ دنیا کے خیالات اور نفس کی ہوسیں جنکی تعیین غالباً میں اپنے اور آپ کے خطوط سابقہ دیکھکر کر سکتا ہوں۔

(٦٩) مضمون۔ ڈاکٹر ..... جنکا حال پیشتر عرض کر چکا ہوں ہمارے شفاخانہ میں رکھ لئے گئے ہیں یہ پکے مرزائی ہیں اور میری ان کی روزانہ گفتگو ہوتی ہے مگر ان کی تسلی تو کیا اُلٹا بعض اوقات میں چکر میں پڑ جاتا ہوں اسلئے چند رد کی کتابوں کا نام حضور تحریر فرمائیے تاکہ ان

ڈاکٹر صاحب کو مسلمان بنادوں۔

جواب۔ ایسی حالت میں نہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان سے گفتگو کیوں کیجاوے اور نہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اُن کو کیوں رکھا جاوے خدانکردہ اُن کی اصلاح میں اپنا افساد نہ ہو جاوے کتابیں جو اس مبحث میں دیکھی نہیں مولوی ثناء اللہ غالبا کافی فہرست بتلاسکیں گے اور یہ لوگ بڑے سخت ہوتے ہیں ان کی روبراہ ہونے کی شاید آپ کو امید ہو۔

۱۳ شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ

(۱۷۰) مضمون۔ دہلی میں ایک مدرسہ پنجابی اسکول کے نام سے ہے وہاں ملازمت بھی کی لیکن خیال آیا کہ یہ روپیہ لینا ہرگز جائز نہیں ہے اس لئے نوکری چھوڑدی تجارت شروع کی لیکن بکری بالکل نہیں ہے نہایت سختی میں مبتلا ہوں۔

جواب۔ اگر ممکن ہو پھر معلمی کی نوکری کرلیں وہ ناجائز نہیں ہے اور کتاب اکسیر کا مطالعہ کریں اور بعد عشاء کے گیارہ سو بار یا مغنی مع اول و آخر درود شریف ۱۱ بار پڑھکر دعا کیا کریں۔

(۱۷۱) مضمون۔ مدت سے ارادہ ہے کہ حاضر خدمت شریف ہو کر بیعت سے مشرف ہوں مگر کاروبار دنیوی سے فرصت نہیں ملتی امیدوار ہوں کہ بذریعہ خط حضور مجکو بیعت فرمالیں۔

جواب۔ میری کیا کیا کتابیں دیکھی ہیں اور اُن کو دیکھکر اپنا طرز زندگی کیا کیا بدلا ہے۔

(۱۷۲) مضمون۔ ایک عریضہ ارسال کیا تھا ٹکٹ نہ ملنے کی وجہ سے جواب کیلئے ٹکٹ ارسال نہ کرسکا لیکن لفافہ پر یہ نوٹ لکھدیا تھا کہ مہربانی کرکے بیرنگ لفافہ میں جواب ارسال کردیں اب مجھے حسرت و افسوس سے عرض کرنا پڑتا ہے کہ آج تک جواب نصیب نہیں ہوا اور آپ کی ذات ستودہ صفات سے اس کی ہرگز ہرگز امید نہیں تھی میرے دل میں جو کچھ آپ کیلئے عزت ہے اُسے میں ہی اچھی طرح جانتا ہوں اس شکوہ کیلئے بھی عرض ہے کہ اگر طبع نازک پر گراں معلوم ہو تو للہ معاف فرمادیں۔

جواب۔ آپ اس شکوہ میں اسلئے معذور ہیں کہ آپکو اصل حال معلوم نہیں میں پہلے بیرنگ بھیجدیتا تھا مگر بعضوں نے واپس کردیا اور بعض دوسری جگہ چلے گئے اسلئے واپس آیا اور دونوں حالتوں میں مجکو محصول دینا پڑا اور میرے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں جس سے یہ معلوم کرسکوں

کہ اس جگہ ایسا ہوگا یا نہیں۔

(۱۷۳) **مضمون** ۔ میرے شوہر کی والدہ چار ماہ سے بیمار ہے اُن کی بیماری کی وجہ سے وظیفہ کبھی ناغہ ہو جاتا ہے۔

جواب ۔ کچھ حرج نہیں۔ بیمار کی خدمت کا ثواب بھی کچھ کم نہیں۔

مضمون ۔ اور جب سے ناغہ ہونے لگا ہے تب ہی سے میرا خیال ورد وظائف کرنے کے وقت خدا پاک کی طرف نہیں لگتا ہے میں کیا کروں۔

جواب ۔ حتی الامکان کرتی رہو۔

مضمون ۔ اسو جہ سے میں نے آپ کی طرف کوئی خط بھی نہیں لکھا۔ کیونکہ میں آپ سے سخت شرمندی ہوں۔

جواب ۔ شرمندگی کا تدارک یہی ہے کہ حالت سے اطلاع دینا شروع کردیں۔

مضمون ۔ پھر عرض ہے کہ اگر وہ بیمار نہوتے اور مجھے اُن کی خدمت کرنی نہ پڑتی تو خدا کے حکم سے اور آپ کی دعا سے ناغہ نہوتا۔

جواب ۔ ایسے ناغہ کا کچھ حرج نہیں اس میں بھی ثواب عظیم ہے۔

مضمون ۔ میری پھوپی کے گھر تین ماتم جلد جلد ہو گئے ہیں۔ اور دوسرے دو تین ماہ کھانا پینا اور سونا بھی انھوں نے چھوڑ دیا تھا اور رات دن خداوند کریم کی یاد میں مشغول ہیں اور ہمیں کہتی تھیں کہ ولی وہ شخص ہوتا ہے جو خدا کی یاد سے ایک ساعت بھی غافل نہو اور میرے وہ سخت بوڑھی بھی ہیں کہتی تھیں ایک آفت سیاہ میرے پلنگ کی برابر پڑی تھی اُسے دیکھکر ڈر گئی ہوں غرض اب اُن کو مالیخولیا ہو گیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کھانا پینا اور سونا چھوڑ دینے سے ان کا دماغ پھر گیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ ڈری ہیں۔ کوئی کہتے ہیں کہ ماتم بہت جلد جلد ہوئے اور یہ آگے بھی خدا پاک سے ڈرتی رہتی ہیں کہ خدا جانے میرا قیامت میں کیا حال ہوگا میں بہت گناہ گار ہوں۔

جواب ۔ ان کی حالت مرکب ہے مرض سے اور باطنی حالت سے مرض کا تو ان کو علاج اچھی طرح کرنا چاہئے اور اُسی علاج کا جزیہ بھی ہے کہ ان کو تنہائی میں زیادہ نہ رہنا چاہئے اور جو لوگ ان کے پاس رہیں وہ عاقل ہوں کہ ان کی طبیعت کو خوش رکھیں اور باطنی علاج ان کا یہ ہے کہ محنت کم کریں

اور میرے رسالہ شوق وطن اور تبلیغ دین میں سے ان کو خدا کی رحمت کا باب سُنا دیں

۱۴ شعبان ۱۳۴۳ھ

(۱۷۴) **مضمون**۔ حضور والاشان کا حکم نامہ شرف صدور لایا جسمیں خوشنودی حضور سے غلام کو خوشی اور امید پوری ہونے کی خوشی حاصل ہوئی الحمدللہ غلام کا بہت جلدی قدمبوسی حاصل کرنیکا ارادہ ہے نیازمند کا دین و دنیا دونوں برباد ہو گئے جسکا باعث صرف حضور انور کا دامن چھوٹ جانیکا اور باعث خفگی حضور ہے۔ خاکسار غلام کو دین و دنیا کے تفکرات نے گھیر رکھا ہے حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ رہائی بخشے حضور والاشان قبل از رمضان شریف دولت خانہ پر رونق افروز ہونگے یا کسی جگہ تشریف لیجانے کا ارادہ فرماتے ہیں۔ دعاء عافیت اریں فرماویں ضمیمہ یہ عنایت ایکمرتبہ خود ہی بلا ملے اس مضمون کا پرچہ دیکر چلے گئے تھے کہ بخلاف اور دفعہ کی حاضریوں کے اگلی دفعہ بجائے انشراح اور برکت کے فاسد خیالات کا اثر آپ کی صحبت میں پاتا ہوں جس سے انہوں نے کچھ نتیجہ بھی نکالا تھا جو یاد نہیں رہا۔ اب پے درپے خطوط آرہے ہیں کہ سخت پریشانی میں مبتلا ہوں دین اور دنیا برباد ہو گئے پچھلے خطوط میں تجدید بیعت کی بھی درخواست تھی اس موقعہ پر حضرت کا ایک ملفوظ یاد آتا ہے کہ شیخ کے قلب کو ہرگز مکدر نہ کرے اگر اسکو چھوڑنا ہی ہو تو بلا اطلاع کے چھوڑ دے لیکن مکدر ہرگز نہ کرے ورنہ دینی ضرر تو نہیں لیکن دنیاوی زندگی اسکی بالکل تلخ ہو جاویگی۔ تا دم نزع اسکو چین نصیب نہیں ہو سکتا جسکو یقین نہو وہ آزما کر دیکھ لے۔ اور ایک طرح دین کا بھی نقصان ہو سکتا ہے وہ یہ کہ ذوق و شوق جاتا رہتا ہے اگر ہمت کرے اور طبیعت پر جبر کرے تو دینی اعمال میں کچھ فرق نہیں آتا لیکن وہ جو ایک قسم کی توفیق و تائید تھی وہ جاتی رہتی ہے۔ اگر ہمت سے کام لے تو اب بھی قادر ہو سکتا ہے اور اگر ہمت نہ کی تو دینی اعمال کی توفیق بھی نہ رہے گی اس اعتبار سے شیخ کے مکدر کرنے میں دینی نقصان بالواسطہ بھی ہو سکتا ہے گو بلاواسطہ دینی نقصان نہیں ہوتا چنانچہ دو واقعے اس احقر کے علم میں ہیں ایک تو انہیں صاحب کا اور ایک اور صاحب ہیں دونوں مصیبت میں مبتلا ہیں اور رجوع کے فکر میں ہیں دوسرے صاحب کے خط آنے پر خود حضرت نے فرمایا کہ میرا تو پہلے ہی سے گمان تھا کہ ایک بے حد شخص سے حسد کرنا رنگ لاویگا سو دیکھئے خط آیا ہے سخت پریشان ہیں ۵

چوں نمودی تو حسد بر بے حسد　　زاں حسد دل را سیاہی ہا رسد

احقر حق تعالیٰ سے اپنے لئے اور سب پیر بھائیوں کے لئے اس سے پناہ چاہتا ہے۔

جواب - چونکہ پہلے خطوط کے مضامین یاد نہیں اگر سب خطوط سابقہ بھیجدیں اور آگے پیچھے معلوم ہونے کے واسطے اُن پر نمبر بھی ڈالدیں تو جواب دیا جاوے اُسی وقت اُس کارڈ کا مضمون بھی دوبارہ لکھنے سے جواب مل سکتا ہے۔

(۱۷۵) **مضمون** - مناجات مقبول کی روزانہ ایک منزل پڑھنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

جواب - اللہ و رسول کی اجازت کے بعد کسی کے اجازت کی حاجت نہیں۔

۱۸ / شعبان ۱۳۴۴ھ

(۱۷۶) **مضمون** - والانامہ شرف صدور لایا حضور کے ارشادات سے جواب حسب ذیل معروض ہیں - خادم علم اردو جانتا ہے بفضلہ تعالیٰ دماغ اچھا ہے ضعف وغیرہ کی شکایت نہیں امید کہ حضور اپنے خادموں میں شریک فرمائیں گے۔

جواب - بیعت میں جلدی مناسب نہیں - کام شروع کر کے اطلاع دیجاوے۔

مضمون - اور بوقت تہجد ۱۲ تسبیح پڑھنے کی اجازت سے سرفراز فرمادیں گے۔

جواب - خود طالب کو حق نہیں کہ اپنے لئے کوئی خاص شغل تجویز کرے - یہ معلم کی رائے پر ہے۔

(۱۷۷) **مضمون** - نوازشنامہ فیض شمامہ بجواب عریضہ نیاز مشعر تسلی و تشفی حالت قبض کے ورود ہوا - سرفراز فرمایا حضور عالی جس روز نیاز نامہ ارسال خدمت عالی کیا تھا اُسی روز شب کے وقت حالت بیقراری و اضطراب میں بیٹھا تھا کبھی وحشت متقاضی تھی کہ کپڑے پھاڑ کر جنگل کو نکل جا - اور کبھی یہ منصوبہ تھا کہ اس ملک ہی کو چھوڑدے شاید یہ زمین تیرے لئے بہتر نہو اُسی حالت میں دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ استغفار کیوں نہیں پڑھتا - اُسی وقت استغفار شروع کردی - تین روز میں بالکل حالت درست ہو گئی اُسی عرصہ میں جواب نیاز نامہ کا حضور کے یہاں سے پہونچگیا - بالکل تسلی ہو گئی غرضیکہ اسوقت گذشتہ حالت سے بدرجہا بہتر معلوم ہوتی ہے - ذوق و شوق بھی از حد ہے - خداوند کریم حضور کے صدقہ کے اس حالت کو قایم رکھے۔

جواب - خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔

درد از یارست و درماں نیز ہم | دل فدائے او شد و جاں نیز ہم

کام میں لگے رہئے میں دعا میں مشغول ہوں۔

(۱۷۸) **مضمون**۔ ایک ہندو نے طریقہ ادائے زکوٰۃ وردِ اسم یاعزیز بغرض حصول عزت و وقعت نزد حکام بذریعہ خط دریافت کیا۔

جواب۔ جنابِ من۔ بعد ما وجب آنکہ اسکی زکوٰۃ کی ضرورت نہیں یہ طریقہ عاملوں کا ہے میں عامل نہیں۔ بدون زکوٰۃ کے بھی امید برکت کی ہے جسقدر آپ نے لکھا ہوا دیکھا ہے کافی ہے۔

(۱۷۹) **مضمون**۔ حاضر ہو کر بیعت ہونیکی استطاعت نہیں۔ اسلئے بذریعہ عریضہ بیعت ہونا چاہتا ہے۔ طریقہ چشتیہ میں بیعت فرمایا جاوے۔

جواب۔ بیعت میں جلدی مناسب نہیں کام شروع کیجئے۔ اسکے لئے قصد السبیل کافی ہے۔ طالب کو یہ منصب نہیں کہ وہ کسی خاص طریق میں بیعت ہونیکی درخواست کرے۔

(۱۸۰) **ایک خط کا جواب**۔ ذکر و شغل کی تو رمضان شریف میں تعلیم کرتا نہیں ہوں اگر اسکے لئے آنا مقصود ہے تو تکلف نہ کریں اور اگر یہ مقصود نہیں تو آنیکی اجازت ہے۔

(۱۸۱) **مضمون**۔ کئی برس ہوئے کہ ایک بزرگ نقشبندی سے مرید ہوا اور انہیں سے ملتا جلتا رہا عرصہ چار ماہ کا گذرا کہ ایک عورت سے آشنائی ہو گئی قریب تھا کہ گناہ کبیرہ میں گرفتار ہوں اللہ عزوجل نے مدد کیا اور اس فعل بد سے توبہ کر کے پیر صاحب کے پاس پناہ لیا اور جب سے انہیں کے پاس رہتا ہوں۔ آٹھ دس روز ہوئے کہ ایک لڑکے سے پھر محبت ہو گئی ہر دم دل یہی چاہتا ہے کہ اُسے دیکھا کروں اور حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ہوا فوق مرض کے علاج تحریر کیجئے گو آپ میرے پیر نہیں ہیں مگر آپ سے عقیدت بہت زیادہ ہے اور میں بہت ہی غریب ہوں ورنہ خدمت شریف میں ضرور حاضر ہوتا۔ لہٰذا دعا کیجئے کہ غیر خدا سے نفرت ہو جاوے اور استقامت نصیب ہو۔ اکثر طبیعت بہت گھبراتی ہے۔ اور میں مجرد ہوں کوئی تعلق سوائے خدا کے نہیں ہے (اخیر میں کچھ مسائل بھی اس خط میں درج تھے)

جواب۔ اول علاج اس مرض کا یہ ہے کہ محبوب سے ظاہری جدائی فوراً اختیار کر لی جاوے تتمہ علاج اس اطلاع کے بعد لکھونگا۔ اور جواب مسائل کیلئے لفافہ آنا چاہیئے

(۱۸۲) **مضمون** - میں ان پڑھ آدمی ہوں حضور کا تہ دل سے معتقد ہوں حتی کہ موافق ارشاد انجناب کے تہجد کے بعد بارہ تسبیح اسم ذات کی اور قصد السبیل کا دستور العمل عرصہ سے برت رہا ہوں اور بہشتی زیور معہ گوہر کے ابتداء سے انتہا تک غور سے سنکر اسپر عمل کرنیکی کوشش بھی کیا کرتا ہوں اور تعلیم الدین بھی سن چکا ہوں جناب حکیم مصطفے صاحب اور جناب مولانا مولوی عاشق الہی صاحب سے اکثر نیاز حاصل ہوا کرتی ہے۔ مدرسہ مظاہر العلوم کے جلسہ میں شرکت اکثر ہوتی ہے۔ اب گذارش ہے کہ ناچیز کو اپنے خدام کے زمرہ میں داخل ہونے کے شرف سے ممتاز فرمایا جاوے۔

جواب - کام کئے جاویں بیعت میں جلدی مناسب نہیں

مضمون - وہ کام بدستور کر رہا ہوں جلدی زمرۂ خدام میں منظور فرمایا جاوے۔

جواب - جلدی کی کیا ضرورت ہے کام کر کے حالات سے بھی اطلاع دینا ضروری ہے۔

(۱۸۳) **مضمون** - معمول بفضل خدا جاری ہے۔

جواب - الحمد للہ

مضمون - دوسرا احوال کچھ بھی نہیں ہے۔ دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔

جواب - بسر و چشم۔

مضمون - رمضان شریف قریب ہے آپنے ۸ رکعت تہجد کے قبل از وتر بتلائی ہیں۔ اگر ارشاد ہو تو وقت سحور کے پڑھا کروں بعد از وتر۔

جواب - جی ہاں۔ یہی بہتر ہے

(۱۸۴) **مضمون** - میں حضرت دیوبندی سلمہ کا مرید ہوں۔ آپ تو تشریف نہیں رکھتے (حجاز میں تشریف رکھتے ہیں) رمضان شریف کی رخصت مدرسہ میں ہو گی مجھے دلی اشتیاق ہے کہ حاضر خدمت ہوں امید ہے کہ اجازت حاضر ہونے کی مرحمت فرماویں۔

جواب - رمضان میں ذکر و شغل کی تعلیم تو یہاں بند ہو جاتی ہے اب بتلائیے کیا رائے ہے۔

(۱۸۵) **مضمون** - بموجب حکم حضور کے قصد السبیل شروع سے اخیر تک پڑھا۔ پہلے یہ خیال ہوا کہ کچھ اسی کتاب سے دیکھکر پڑھنا شروع کر کے حضور کو اطلاع دوں لیکن پھر خیال جاتا رہا۔ اب دل یہی چاہتا ہے کہ حضور ہی جو ارشاد فرماویں اس پر کمربستہ ہو کر کام کروں۔ بدیں وجہ نہایت ہی ادب سے گذارش ہے کہ حضور ہی مناسب وظیفہ تحریر فرماویں۔ میں اس پر کمربستہ ہو کر عمل کروں

(جواب) یہ تو خود رائی ہوئی کہ میری بتلائی ہوئی بات سے زیادہ مصلحت اپنے خیال میں سمجھی۔

۲۰ شعبان ۱۳۴۴ھ

(۱۸۶) **(مضمون)** بھوپال سے ایک خط آیا ہے جسکا مضمون حسب ذیل ہے کہ جناب قاضی صاحب بوجہ علالت ایک سال کی رخصت لینا چاہتے ہیں ماہ ۱/۳ مشاہرہ میں سے فی ماہوار وہ لیں گے اور ماہ ۲/۳ تمکو ملیں گے۔ چونکہ یہ امر عظیم ہے بدون بڑوں کے مشورہ کے کرنا مناسب نہیں اس وجہ سے عرض ہے کہ اس عہدہ کے فرائض اور منافع اور مضار کو غور فرماکر رائے تحریر فرمایئے مگر رائے محض عقلی نہیں چاہتا بلکہ آپکے قلب مبارک میں جو آے وہ تحریر فرمایئے اس وجہ سے کہ میں آپ ہی کا ہوں اور برائی بھلائی بڑوں ہی کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ میری دینی اور دنیاوی حالت کو اور یہ کہ وہ فرائض مجھسے ادا ہوں گے یا نہیں خیال فرماکر رائے سے مطلع فرمایئے۔

ضمیمہ۔ یہ صاحب ایک مدرسہ میں مدرس ہیں۔

(جواب) جس امر میں مشورہ لیا ہے اولاً تو امر عظیم میں مشورہ دینا عظما ہی کا کام ہے حضرت مولانا سلمہٗ ہوتے تو وہ اس کام کے تھے۔ اب اپنے مجمع میں مولانا رائے پوری ہیں جنکے قلب کو بابرکت کہا جاسکتا ہے وہاں رجوع فرمانا مناسب ہے باقی جو اپنے قلب کی کیفیت اس مضمون کے پڑھنے کے وقت ہوئی وہ بھی عرض کئے دیتا ہوں حسب الحکم۔ وہ یہ کہ قلب اس سے ابا کرتا ہے خواہ یہ ابا وجدانی ہو یا اسلئے ہو کہ قضا امر خطیر ہے اور اس کے اختیار کرنے پر کوئی مجبوری و اضطرار ہے نہیں نہ تو کسی کے اکراہ سے اور نہ اس سے کہ دوسرے وجوہ معاش بند ہیں نیز چند روز کیلئے اور بھی بدنامی ہے لوگ کہیں گے روپیہ کی طمع میں ایک نوکری یا ایک کام کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے گئے۔ یہ معاملہ بتجزیہ تنخواہ کا بھی شرح صدر کی ساتھ سمجھ میں نہیں آیا گو تاویلیں ذہن میں آتی ہیں۔

(۱۸۷) **مضمون**۔ گرامی نامہ شرف صدور لایا سرفراز فرمایا۔ ذکر و شغل تو فقیر نے کوئی ایک ماہ سے شروع کر رکھا ہے بعد نماز تہجد ایک تسبیح الخ وغیرہ من الوظائف مزید براں جو مبارک چیز ان تمام اعمال کی محرک ہے اتنی حضور والا کا تصور اس سے بہت کم غافل ہوتا ہوں..

اور بخدا یہی ایک وہ چیز ہے جس سے میرے بہت سے بیہودہ خیالات کا ازالہ ہو گیا ہے اور بندہ بہت کچھ فائدہ محسوس کرتا ہے۔ ان تمام فوائد کو دیکھتے ہوئے یقین ہوتا ہے کہ آنجناب کا اپنی عدم اہلیت کا عذر تحریر فرمانا لامحالہ کسر نفسی پر مبنی ہے۔ خدا کی قسم حضور والا کے اس عذر سے اس حلقہ بگوش کے دل میں آنحضور کی وقعت پہلے سے بہت زیادہ ہو گئی ہے اور بلاشبہ حضرت صاحب اس مضمون کے مصداق ہیں۔

آنکس کہ بداند و بداند کہ بداند	اسپ خرد از گنبد گردوں بجہاند

اور میں تو کہتا ہوں کہ جنید و شبلیؒ بھی حضور ہی جیسے ہوں گے۔ حضور کو اختیار ہے چاہے اس نامراد کو اپنی غلامی میں قبول فرما دیں یا نہ فرما دیں عاجز تو جناب کے مبارک قدموں کو کبھی موڑ نیکا نہیں۔ اگر وہ جنید نہ جنید فقیر بہ غادم تو حضور کا ہو چکا اور اب تو اگر کسی نے بندہ سے پوچھا کہ تو کن کا نام لیوا ہے تو حضور یقین جانیں حضور ہی کا نام لیکر میں تو کہہ دونگا کہ ناچیز اس مبارک گلی کا کتا ہے۔ آگے ادب مانع ہے بندہ کچھ عرض نہیں کر سکتا۔ ہاں ہاتھ پھیلا کر یہ ضرور سوال کرونگا کہ خاندان چشتیہ صابریہ کے اور اد و وظائف موصلہ الی المطلوب کی تعلیم سے حضور والا اس بیچارہ کو سرفراز فرما دیں۔

(جواب) معمولات و حالات بہت اچھے ہیں تبدل و تغیر کی ضرورت نہیں کیا آپ یہاں دو ہفتہ قیام کر سکتے ہیں مگر بعد رمضان

(۱۸۸) **مضمون**۔ کیا فرماتے ہیں علمار دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص قادیانی مذہب پر چند دنوں سے ہو گیا ہے اسکی زوجہ کیلئے کیا حکم شرع شریف دیتا ہے کہ آیا نکاح فسخ ہو گیا ہے یا نہیں اگر نہیں ہوا تو پردہ کرنا چاہیئے یا نہیں اور اگر نکاح فسخ ہو گیا ہے تو عدۃ کے ایام کیسے شمار کئے جاویں گے۔ اور ان کی بعض اولاد صغیر ہیں اور بعض اولاد کبیر ہیں ان کے لئے شرع شریف کا کیا حکم ہے۔

(جواب) اس کے عقائد لکھنے سے جواب ہو سکتا ہے۔

(۱۸۹) **مضمون**۔ احقر کئی سال سے قدمبوسی کی بیحد آرزو اور اشتیاق رکھتا ہے لیکن ہزاروں ہی ضروریات و معاملات وغیرہ دیکھ کر ہیں جسکی وجہ سے احقر اب تک قاصر رہا لیکن بحمدا اب

خداوند کریم کی رضامندی وخوشنودی کے طریقے حاصل کرنے اور اپنے امراض روحانی کا معالجہ کرانے اور حضور کی قدمبوسی کا شرف حاصل کرنے وغیرہ کا بجد شوق واضطراب ہوگیا ہے جس کا بیان اس جگہ ناممکن ہے پہلے بھی احقر نے حاضر ہونے کیلئے تحریر کیا تھا حضرت نے دریافت فرمایا تھا کہ آنے کے مقاصد کیا ہیں لکھو۔ آنے پر پچھتانا نہ پڑے لیکن احقر اس وقت بالکل تنگدستی دمفلسی وغیرہ کی وجہ سے حاضر نہ ہوسکا اب بھی تنگدستی وغیرہ وہی ہے لیکن فکر عاقبت و شوق اصلاح باطن غالب ہوگیا بڑی ہمت کرکے ملازمت وغیرہ رخصت نہ ملنے کی صورت میں چھوڑ کر حاضر ہونا چاہتا ہوں بہت اضطراب اور بیکلی ہے براہ خدا آنیکی اجازت مرحمت فرما کر ممنون فرمایئے۔

(جواب) نوکری چھوڑنے کی اجازت میں نہیں دیتا۔

مضمون۔ منجملہ حاضر خدمت ہونے کے مقاصد کے چند ضروری مقاصد حسب ذیل ہیں۔

۱۔ زیارت حضرت وصحبت بابرکت ۔ ۲۔ تعلیم ذکر واشغال وطریقہ مراقبہ وغیرہ اور وہ طریقے جس سے محبت الٰہی زیادہ ہو جس سے خود بخود ترک لغویات ہوجاوے اور عقائد کا یقین جسطرح کہ صوفی کو ہونا چاہیئے ہو جائے۔ اس سے ڈر ہوا کرتا ہے کہ کچا صوفی پکا ملحد۔

(جواب) اس کے یہ ثمرات اختیاری نہیں اسلیئے اس کا وعدہ نہیں کیا جاسکتا۔

مضمون۔ ۳۔ علاج امراض روحانی۔

(جواب) یہ لفظ مبہم ہے کہ آپ امراض کسے سمجھے ہوئے ہیں اور علاج کسکو۔

مضمون۔ ۴۔ اور وہ طریقے جس سے خداوند کریم کی رضامندی وخوشنودی ہو اور محبت الٰہی کامل طور سے ہوجائے کہ پھر دل سے کم نہو۔

(جواب) اس کا جواب بھی مثل نمبر ۲ کے ہے۔

مضمون۔ ان کے بعد اگر احقر میں استعداد ہو اور حضور مناسب جانیں تو وہ حاصل کرادیجئے جو احقر کا منشا ہے جو بوقت ملاقات عرض کرونگا۔ (از ضلع اورنگ آباد دکن)

(جواب) زبانی بیان پر نہ رکھیئے ممکن ہے مثل ۲ و ۴ کے اس کا بھی جواب دیدوں تو اضاعت سفر پر افسوس ہوگا۔

(۱۹۰) **مضمون۔** احقر بہت دنوں سے حضور کے سلسلہ مبارک میں داخل ہونے کا اشتیاق رکھتا ہے۔ جناب مولوی سلطان احمد صاحب ہماری کاندابیہ میں اقامت کرتے ہیں ہمیشہ مولوی صاحب کے پاس آیا جایا کرتا ہوں اور ان کی بات کے موافق عمل درآمد کرتا ہوں الخ حضور سلسلہ میں داخل فرما کر کچھ تعلیم و تلقین فرمادیں۔

(جواب) کیا مولوی سلطان احمد صاحب نے اسکی ترغیب دی ہے۔

مضمون۔ از طرف احقر محمد سلطان احمد عرضگدار ہوں الخ۔

(جواب) چونکہ دوسرے شخص کے خط میں یہ خط آیا ہے اس لئے جواب نہیں دیا گیا۔

۱۲ شعبان ۱۳۳۲ھ

(۱۹۱) **مضمون۔** حضور نے تحریر فرمایا ہے کہ بیعت میں جلدی مناسب نہیں اول کام شروع کریں پھر اگر منظور ہو تحریر کریں فی الحال اگرچہ بندہ کے پاس حضور کی تالیفات میں سے چند کتابیں ہیں ان میں سے قصد السبیل بھی موجود ہے جس میں اوراد و اشغال کا طریقہ مذکور ہے تاہم یہ عریضہ اس غرض سے تحریر کرتا ہوں کہ بندہ کے مناسب حال جو ارشاد ہو تحریر فرمادیں تاکہ کام شروع کردوں۔

(جواب) اسی رسالہ سے مناسب حال معلوم ہوگا اور مجھکو چونکہ حال ہی معلوم نہیں تو مناسب حال کیسے معلوم ہو۔

(۱۹۲) **مضمون۔** احقر العباد خدمت فیض رشاد میں حاضر ہونیکا شوق کامل رکھتا ہے امید کہ اجازت مرحمت فرمادیں تاکہ بندہ گل مقصود سے دامن پر کرلیوے عرضگذار فارغ التحصیل مدرسہ دیوبند۔

(جواب) اگر ذکر و شغل کیلئے آنا چاہتے ہیں تو رمضان المبارک میں اس کی تعلیم نہیں کیا کرتا ہوں۔ اور اگر محض کسی کسی وقت پاس بیٹھنا اور کوئی کوئی بات سن لینا مقصود ہے تو بشرط تحمل اپنے مصارف کے آنیکی اجازت ہے۔

(۱۹۳) **ایک خط کا جواب۔** خدا جانے میرے کون سے خط کا حوالہ ہے چونکہ اس کا مضمون بالکل یاد نہیں اس لئے اس خط کا جواب بھی نہیں ہوسکتا وہ خط اس خط کے ہمراہ بھیجنا چاہئے تھا۔

(۱۹۴) **مضمون**۔ سامی نامہ بجواب عریضہ صادر ہوا۔ جناب عالی نے معاملہ بیعت میں تاخیر کو بہتر فرمایا لہذا گذارش ہے کہ اس نیاز مند کو جناب کی ذات سے پوری عقیدتمندی ہے لہذا اس عاجز کو بھی خدام کی جماعت میں داخل فرمالیں۔

(جواب) میرا پہلا خط ہمراہ بھیجکر لکھنا چاہئے تھا جو کچھ لکھنا تھا۔ بدوں اس کے کیا جواب دوں شاید مدت بھی زیادہ گذر گئی اس لئے بھی پہلا مضمون یاد نہیں رہا۔

(۱۹۵) میں نے جن صاحب کے بیعت ہونے کیلئے خدمت مبارکہ میں عرض کیا تھا انھوں نے تعلیم کی موافق اصلاح الرسوم پڑھ لی اور اب بیعت کیلئے تھانہ بھون حاضر خدمت ہونا چاہتے ہیں۔ مجھسے ذکر کیا میں نے مشورہ کے طور پر کہا کہ جانے سے پہلے اجازت منگا لیجے بنابریں یہ عریضہ اُن کا بطرق استیذان ارسال خدمت ہے اگر اجازت ہو تو وہ حاضر خدمت ہو کر بیعت سے مشرف ہوں۔

(جواب) مولانا السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ بہتر یہ ہوگا کہ یہاں ہفتہ عشرہ رہیں اور اب قرب رمضان کی وجہ سے اتنی گنجائش نہیں بہتر ہے کہ بعد رمضان مجھسے وہ مکرر استفسار کریں اور رمضان شریف میں کچھ اپنے اعمال کی اصلاح کرلیں۔

(۱۹۶) **مضمون**۔ جناب پیر روشن ضمیر الخ چونکہ حضور پر نور کا فرمان ہے کہ ہمیں اعلیحضرت مرشدی سیدی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ (اگر کوئی حاجتمند تعویذ وغیرہ لینے آوے تو انکا مرت کیا کرو) اس لئے خاکسار ملتمس ہے کہ کمترین عرصہ دراز سے اپنے واسطے کوئی رشتہ تلاش کر رہا تھا۔ سو اب خدا کے فضل سے حسب منشا رشتہ تو ملگیا ہے۔ سب راضی ہیں صرف ایک شخص جو اس لڑکی کا بہنوئی ہے میرے گھر رشتہ کرنے میں ناراض ہے آپ براہ مہربانی کمترین کے حق میں دعا فرماویں اور کوئی تعویذ یا کوئی عمل فرمایا جاوے۔

(جواب) حضرت کا یہ ارشاد عوام کے لئے ہے نہ کہ طالبان حق تعالیٰ کیلئے کہ انکو خود عملیات کی طرف رجوع کرنا پسندیدہ نہیں۔ البتہ دعا کرنا سب حاجات مشروعہ کیلئے مسنون اور نافع ہے سو دعا کرتا ہوں۔ جواب کیلئے جو اندر لفافہ ٹکٹ چسپیدہ رکھا تھا ایسے طور سے بند کیا تھا کہ باوجود دیکھ کھولنے میں بہت ہی احتیاط کی گئی۔ مگر پھر بھی کنارہ پر سے مع ایک ٹکٹ کے پھٹ گیا

ایک ٹکٹ سالم رہ گیا تھا وہی اس کارڈ پر چسپاں کر کے بھیجتا ہوں اور وہ دوسرا ٹکٹ کہ پڑا کر کار آمد ہو سکتا ہے آپکا امانت کے طور پر رکھا ہے اگر وہ لفافہ دوہرا کر کے بند کیا جاتا اس خطرہ سے محفوظ رہتا۔

(۱۹۷) **مضمون**۔ استفتاء پوشیدن پارچہ از ازار وغیرہ بایں طرز کہ کعبین پوشیدہ شود علی الاطلاق یعنی ارادہ تجبر و تکبر باشد یا نے و در نماز یا خارج از وچہ حکم دارد بینوا و توجروا (**هو المصوب**) اسبال یعنی پوشیدن پارچہ اسفل کعبین مطلقاً ممنوع آمدہ لما فی المشکوۃ عن ابی هریرۃ قال علیه الصلوۃ والسلام ما اسفل من الکعبین من الازار فی النار رواہ البخاری ایضاً عن ابن عمر قال مررت برسول اللہ وفی ازاری استرخاء فقال یا عبد اللہ ارفع ازارک فرفعته ثم قال زد فزدت فما زلت اتحراها بعد فقال بعض القوم الی این قال الی انصاف الساقین رواہ مسلم واز احادیثیکہ مقید بطر بخیلا دادند عدم جوازش لطریق اولیٰ مفہوم میشود۔ و در نماز کراہت تحریمی ست بناءً علیہ صاحب مالابد منہ پوشیدن پارچہ بطور مذکور حرام نوشتہ واللہ سبحانہ اعلم نمقہ الحقیر محمد یوسف عفی عنہ۔

(**جواب**) جواب صحیح ست و تقیید بہ خیلاء برائے احتراز نیست بلکہ جریاً علی العادۃ ست کہ اکثر مردم ہمیں قصد می پوشیدند باز اگر احترازی ہم گفتہ شود ما نعش نص دیگر باشد یعنی تنبیہ باہل خیلاء باز اگر نص مطلق نبودے گنجائش ایں احتمال بود والا آں بر اصول حنفیہ کہ بقاء مطلق علی اطلاقہ و بقاء مقید علی تقییدہ است ہر دو صورت حرام باشد مطلق اسبال ہم و اسبال للخیلاء ہم اگرچہ ثانی اشد باشد از اول للزوم المحذورین الاسبال والاختیال اشرف علی ۱۲ شعبان ۳۲ھ

(۱۹۸) **مضمون**۔ نیز یہ ہے کہ حضور نبی کریم علی صاحبہا الصلوۃ والتسلیم کی تعریف میں نعتیہ کوئی اشعار پڑھتا ہے۔ یا خود دیکھتا ہوں یا اشعار عاشقانہ تو اسمیں ایک خاص حظ حاصل ہوتا ہے اور خصوصاً نعتیہ اشعار میں بیتابی بعض وقت غالب ہوتی ہے جسکو ہمیشہ جلوت میں ضبط کرتا ہوں اور خلوت میں رونے لگتا ہے۔

(**جواب**) اسمیں تھوڑا اسا دھوکہ بھی ہے اشعار میں مشغول مت ہونا نہ ان سے مزہ لینا۔

مضمون۔ ایک گذارش یہ ہے کہ یہاں بیچی اچھی ہوتی ہیں اور میرا جی چاہتا ہے کہ حضرت

کی خدمت میں اطلاع کروں مگر چونکہ حضرت کے یہاں کا معمول ہے کہ بلا استفسار نہ روانہ کیجائے اس لئے یہ عریضہ پیش کر کے درخواست کرتا ہوں کہ اگر حضور اجازت دیں تو روانہ کروں۔

(جواب) نا بھائی مجکو وصول میں سخت خلجان ہوتا ہے۔

مضمون۔ چونکہ یہاں سے میرا حاضری میں بلحاظ اسباب دنیوی نقصان زیادہ معلوم ہوتا ہے اور اتنی گنجائش بھی نہیں معلوم ہوتی اس لئے یہ ضرور گذارش ہے کہ اگر اس اثناء میں سفر سہارنپور اصالتاً یا طبعاً ہو یا مراد آباد کی طرف حضرت کی تشریف بری ہو تو حضرت اس سے کمترین کو مطلع فرمائیں تاکہ سہارنپور یا اسٹیشن لکسر پر حاضر ہو کر قدمبوسی حاصل کروں۔

(جواب) بھائی یاد کسے رہے گا۔

(۱۹۹) **مضمون۔** چند روز ہوئے کہ فدوی برابر پرچہ دینے کا ارادہ کر رہا ہے لیکن اب تک موقع نہیں ملا۔ لہذا مجبور ہو کر تحریر پیش کرنی پڑی جب میں حاضر خدمت اقدس ہوا تھا تو حضور پر نور نے چھ ہزار مرتبہ اسم ذات اللہ اللہ اور بعد تہجد کے بارہ تسبیح پڑھنے کو ارشاد فرمایا تھا چنانچہ غلام اب تک بلا ناغہ پڑھتا ہے صرف ایک روز ناغہ ہوا تھا لیکن حضور کے سامنے اپنی حالت عرض نہیں کر سکتا کیونکہ کوئی حالت محمودہ اپنے اندر نہیں پاتا۔

(جواب) یہ استقامت کیا حالت محمودہ نہیں ہے بہت بڑی چیز ہے جن حالات کے نہ پانے کو آپ لکھ رہے ہیں وہ پانے کے بعد خود بے پائے ہو جاتے ہیں اور یہ استقامت دولت سرمدی ہے۔

مضمون۔ ذکر کے وقت و نیز نماز میں نہ حضور قلب ہوتا ہے نہ جمعیت خاطر۔

(جواب) حضور کے دو درجے ہیں اختیاری اور غیر اختیاری۔ اگر اول مراد ہے تو اس کا استحضار کو آپ باختیار رفع کر سکتے ہیں اور اگر ثانی مراد ہے تو اس کا وجود خود ہی مطلوب نہیں ہوتا گو محمود ہے مگر مقصود نہیں پھر مفقود ہونے کا کیا غم۔

مضمون۔ بلکہ اکثر اوقات نہایت پریشانی سی رہتی ہے صرف تعداد پوری کر لیتا ہوں۔

(جواب) یہ غیر اختیاری پریشانی بھی ایک نافع مجاہدہ ہے۔

مضمون۔ اس نالائق کو جب ہی فائدہ ہو سکتا ہے کہ حضور توجہ فرمائیں۔ اور اس عاجز کے

حق میں دعا فرمائیں۔

(جواب) دعا و توجہ بلا درخواست ہی کرتا ہوں۔

مضمون۔ میرے جانیکے آٹھ دس روز اور باقی ہیں چلتے وقت زبانی حال عرض کروں گا اب محض اپنی حالت عرض کر دی ہے اب جیسے ارشاد ہو غلام اسکی تعمیل کو حاضر ہے اگرچہ یہ نالائق اس قابل بھی نہیں کہ خدمت میں حاضر رہ سکے لیکن حضور کی توجہ سے سب کچھ ہو سکتا ہے حضور کے الطاف خسروانہ ہی کی وجہ سے اتنے دن گذرے ہیں نہیں تو اس بے ادب کو تو بولنے کی بھی تمیز نہیں۔

(جواب) بس یہی شکستگی تو میری نظر میں ایک دل پسند ادا ہے۔

مضمون۔ اس غلام کے عیوب سے اسکو مطلع فرمایا جاوے انشاءاللہ بسر وچشم تعمیل ارشاد کرونگا۔

(جواب) کوئی بات معلوم ہو گی کہدونگا۔ باقی ایسے شخص کو خود حق تعالیٰ اس کے عیوب پر مطلع فرما دیتے ہیں۔

۲۵ شعبان المعظم ۳۴ھ

(۲۰۰) **مضمون**۔ منی آرڈر پانچروپیہ کا حضور کے خرچ کے واسطے روانہ کیا تھا۔ جو آج میرے پاس نہیں لینے کے سبب سے واپس پہونچا ہے جبکہ میں حضور کا غلام ہوں اور میں اپنی سعادت دارین کے خیال سے حضور کی خدمت کروں تو پھر اس کے نہیں قبول فرمائے جانے کا کیا باعث ہے ایک مرتبہ پیشتر بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ پھر دوبارہ ارسال ہونے پر قبول فرمایا گیا اسکی واپسی پر میرے سخت رنج کا باعث ہوتا ہے اس لئے التماس ہے کہ مجکو مطلع فرمایا جاوے کہ باعث واپسی کیا ہے تاکہ میں پھر روانہ کروں۔ کیونکہ یہ رقم حضور کی ہو چکی ہے۔ میں اسکو اپنے صرف میں نہیں لا سکتا ہوں۔ جب حضور جے پور میں ڈپٹی صاحب کے مکان پر تشریف لائے ہیں اس وقت مجکو فیض غلامی نصیب ہوا ہے۔ غلام آقا کی خدمت کرے تو اسکو قبول نہ فرمانا کسی غلام کی بدنصیبی کا باعث ہے بواپسی ڈاک منظوری سے مطلع فرمایا جاوے کہ دوبارہ روانہ کروں۔ چاندی کے پایہ کے پلنگ پر سونیکی ممانعت ہے اور تقرہ طلائی کے بٹن لگانا ناجائز لکھا ہے اس کا کیا سبب ہے جواب سے اطلاع بخشی جاوے۔

جواب - السلام علیکم جب تک جان پہچان اور نیز باہم مناسبت اچھی طرح نہ ہو کسی چیز کے لیتے ہوئے شرم آتی ہے اور یہ بات حاصل ہوتی ہے کثرت ملاقات یا کثرت خط و کتابت سے اور یہ دونوں امر باختیار آپ کے ہیں نہ کہ میرے چونکہ یہ بات ابتک حاصل نہیں ہوئی اور محض نام لکھنے سے مجھکو کہاں تک یاد آسکتا ہے اسلئے واپس کر دیا۔ واقعی نام دیکھکر مجھکو کوئی تعلق بھی یاد نہیں آیا۔ یہ نتیجہ ہے کم خط و کتابت رکھنے کا اور ایک دلیل مناسبت نہونیکی خود آپ کے اس خط میں ہے کہ مسائل کا سبب پوچھتے ہیں جسکا آپ کو منصب نہیں۔ بدون اسقدر تعارف و تناسب کے دوبارہ نہ بھیجئے۔ اور وہ رقم جب تک میں وصول نہ کر دوں میری ملک نہیں ہے شرعاً۔ آپ بے فکر اسکو اپنے صرف میں لاویں۔

(۲۰۱) **مضمون** - آپ کے مرید بنام شیر محمد کے پاس میرا لڑکا جاتا ہے میں نے اسکو ہر چند روکا لیکن نہیں رکا اور چند آدمیوں سے بھی سفارش کرائی لیکن انہوں نے کسی کو اپنا بھانجہ بتلا دیا اور کسیکو بھتیجہ اب لاچار ہو کر للہ ہی آپ کو عرض کیا جاتا ہے کہ آپ براہ مہربانی اپنے مرید کو ایک خط یہ جو پتہ والا کارڈ آپ کی خدمت میں روانہ کیا جاتا ہے تنبیہاً تحریر کریں جس سے وہ خود بخود اسکو اپنے پاس آنے سے انکار کر دے آپ کی بڑی عنایت ہوگی۔ اور یہ خدا واسطے کام ہے اور اس لڑکے کی عمر تقریباً پندرہ یا سولہ سال کی ہے۔

ضمیمہ - جوابی کارڈ پر شیر محمد کا پتہ لکھا تھا حضرت نے خود کاتب خط کا نام لکھکر حسب ذیل جواب ارسال فرمایا مجھکو یاد نہیں کہ کوئی شخص شیر محمد میرا مرید ہے۔ بگر خیر خط لکھنے سے انکار نہیں لیکن اس طرح خط لکھ سکتا ہوں کہ تمہارا خط بھی اس کے پاس بھیجونگا کہ اس خط سے ایسا مضمون معلوم ہوا آگے نصیحتاً لکھدونگا اگر یہ صورت منظور ہے تو دو پیسہ کا لفافہ ساتھ آنا چاہئے۔

(۲۰۲) **مضمون** - حافظ فلاں صاحب کی ملازمت سے علیحدگی کی تفصیل جناب نے اسٹیشن پر بیان فرمائی تھی اب اُن کو بعد شبرات کے جنون ہو گیا ہے کیفیت یہ ہے کہ دن کو اکثر چھوٹی لین کے اسٹیشن پر کی مسجد میں پڑے رہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر ان کی کچھ اصلاح ممکن ہو اور جناب بہ طیب خاطر اجازت مرحمت فرمائیں تو خدمت میں بھیجدوں۔

جواب - قاری صاحب کی حالت سے رنج ہوا۔ حق تعالیٰ فضل فرماویں اول تو یہ مرض ہے میں ہی اس میں کیا کروں گا کسی طبیب سے رجوع کرنا ضروری ہے دوسرے یہ کہ یہاں اُن کی خدمت اور

نگہداشت کون کریگا مثلاً کھانا پکانا کھلانا اُن کے آرام کا انتظام کرنا خصوص اگر خدانخواستہ کچھ زیادتی ہوگی اور لوگوں کو ستانے لگے تو کون نگرانی کریگا بہتر یہی ہے کہ وطن بھیجدیئے جاویں اگر وہاں کوئی ان کا خیر خواہ ہو ورنہ سہارنپور علاج کیا جاوے۔

(۲۰۳) **مضمون**۔ مکتوب ۲۰۱ کے جواب میں اُن صاحب نے اپنا مفصل دستورالعمل لکھکر بھیجا کہ میں آکر سرائے میں ٹہروں گا پھر فلاں وقت سے فلاں وقت تک آپ کی خدمت میں رہونگا وغیرہ وغیرہ۔ اور یہ بھی لکھا کہ مجھے تو جناب کی نصیحت کی باتوں اور رنگین کلمات اور وعظ سے محبت ہے اور کمترین کسی بدعتی سے مرید ہو گیا اور ایسے رنگین کلمات نصیحت آمیز وہاں نہ ہوئے تو بھی خواہ حضور وہاں کمترین کے آنے کی اجازت نہ دیں ضرور ایک آدھ روز بھی آنکر ضرور سنا کریگا کیونکہ خواہ حضور ناراض ہوں اور کمترین بھی مگر کلمات کی محبت مجبور کرتی ہے۔

جواب۔ یہ سب لکھا بیکار ہے۔ اصلاح کا یہ طریقہ نہیں تحریر میں اسکے قواعد منضبط نہیں ہو سکتے میں اس سے زیادہ نہیں کر سکتا کہ جو بات خلاف دیکھونگا روکونگا خواہ نرمی سے خواہ سختی سے جسکو اس طریقہ سے اپنی اصلاح منظور ہو آوے جسکو منظور نہو نہ آوے میں نہ بلاتا ہوں نہ منع کرتا ہوں۔

(۲۰۴) **مضمون**۔ ایک غیر مقلد نے اجوبۂ لطیفہ مؤلفہ جناب مولانا مولوی احمد حسن صاحب کے متعلق حضرت کی خدمت میں کچھ اعتراضات لکھکر بھیجے تھے۔

جواب۔ مجکو جوابوں سے کچھ عذر ہے جسکا معلوم کرانا ضروری نہیں۔ آپ کو اگر محض اعتراض کرنا ہے تو اُس کا جواب ضروری نہیں اور اگر تحقیق ہے تو ایک شخص پر محصور نہیں اگر ایک شخص عذر کرے دوسرے سے تحقیق فرما لیجئے۔

(۲۰۵) **مضمون**۔ پہلے ایک عدد خط بیعت کے واسطے لکھا تھا۔ آپنے لکھا کہ جلدی بیعت میں نہیں چاہئیے پھر بندہ خاص تھانہ بھون آپ کی خدمت میں حاضر ہوا مگر بیعت نہ ہوئی۔ آپنے قرآن پڑھنے کا حکم دیا قرآن شریف تو پڑھ چکا ہوں تیسری دفعہ عرض کرتا ہوں کہ بیعت منظور فرمادیں تیسری دفعہ بیعت کے واسطے عرض ہے۔

جواب۔ کیا عدد جتلا کر دباؤ ڈالنا چاہتے ہیں۔

مضمون۔ بہ سبب کرایہ ریل زیادہ ہونیکے نہیں آسکتا ہوں غریب آدمی ہوں۔ بزرگوں کو چاہئے

کہ جو آدمی کسی بزرگ سے بیعت کرنا چاہتا ہوں۔

جواب :۔ جب آپ مجکو نصیحت لکھتے ہیں تو آپ تو پیر ہوئے۔ مرید کیوں ہوتے ہیں۔

مضمون :۔ تاکہ وہ کسی بدعتی کے پاس بیعت نہو چونکہ اس ملک میں بدعت بہت ہے۔

جواب :۔ جو شخص اتنا بھی سمجھدار نہ ہو ایک اہل حق کے ایک جائز عذر کے سبب اہل باطل سے بیعت ہو جاوے تو ایسے شخص کے بیعت ہونے سے کیا فائدہ کیونکہ سمجھ کی ہر حال میں ضرورت ہے۔

مضمون :۔ اور بندہ نے ایک پونڈ زکوۃ نکال رکھا ہے اگر حکم ہو تو وہ پونڈ زکوۃ آپکے پاس روانہ کر دوں تاکہ کسی کام میں لگا دیں تاکہ زکوۃ ادا ہو۔

جواب :۔ کیا وہاں مصارف زکوۃ کے نہیں ہیں۔

(۲۰۶) **مضمون** :۔ جب ستانہ سے واپس ہو کر گھر آیا ہوں چند ماہ بہت مستعدی اوقات وظائف میں رہی رفتہ رفتہ یہ نوبت آئی کہ تہجد بھی کبھی کبھی قضا ہونے لگی پھر اب کئی ہفتہ سے ایک شب بھی تہجد کی توفیق نہیں ہوتی۔ افسوس کہ مجھے ابتک کسی امر میں استقامت نصیب نہوئی۔ اب سے بہت پہلے یہ حال تھا کہ کسی کے گناہ دیکھکر اسپر ترس آتا تھا اپنے گناہ یاد کر کے شرمندگی ہوتی تھی اب یہ حال ہے کہ دوسروں کے جرائم پر بغض و تنفر ہوتا ہے اور نفس اسکو بغض فی اللہ قرار دیتا ہے۔ اپنے گناہ بالکل نظر سے پوشیدہ ہیں۔ میرے مولا دستگیری فرمایئے عرض مکرر آنکہ کل عریضہ ہذا تحریر کیا آج ہی یہ اثر ہوا کہ شب کے وظائف حسب معمول ادا ہوئے فالحمد للہ علی احسانہ تعالیٰ واحسانہٖ

جواب :۔ عزیزم مشفقم السلام علیکم ورحمتہ اللہ جس امر کا سبب ظاہر ہوا ور غیر اختیاری ہو اس میں پریشانی کی کیا وجہ۔ رات چھوٹی ہونے لگی اسلئے آنکھ نہ کھلنا عجیب نہیں ایسی حالت میں بعد عشا پڑھ لیا کیجئے۔ نظر علی المعصیت کے متعلق جو لکھا ہے یہ سب تغیرات ہیں احوال ہیں جو غیر اختیاری ہیں اور اس لئے پریشانی کا محل نہیں۔

(۲۰۷) **مضمون** :۔ منجملہ دیگر امراض کے ان میں ابتلاء ہے۔ امرد کی طرف طبعاً خواہش اور اور نفس کا میلان ہوتا ہے یہ بات دیکھنے کے بعد ہوتی ہے بلا دیکھے نفرت بلکہ خیال بھی نہیں آتا غیبت اکثر کرنی ہوتی ہے اور سنی بھی جاتی ہے بیفائدہ گفتگو کرنا جیسے طالب علمی میں ہوتا ہے

مرض تشخیص فرما کر علاج بتلادیں۔

جواب ۔ مراقبہ عقوبت نار روزانہ پندرہ بیس منٹ تک کیا جاوے۔ اور صدور کے تقاضہ کے وقت ہمت سے بھی کام لیا جاوے۔

(۲۰۸) **مضمون** ۔ بہت سے اپنے اچھے حالات لکھکر یہ لکھا کہ ان سب امور کے ساتھ اس کا بڑا خوف ہے کہ کہیں خدانخواستہ ان باتوں میں کمی واقع نہ ہوجاوے۔

جواب ۔ یہ خوف بھی مقتضاء ایمان ہے مگر اس کے ساتھ استحضار توکل بھی ضروری ہے مع العزم یعنی یہ نیت رکھے کہ اللہ کی مدد سے ہم اس پر مستقیم رہیں گے اور اگر کمی ہوجاویگی تو پھر تازہ عزم کرلیں گے اور کمی سے استغفار کرلیں گے۔

مضمون ۔ بعض اوقات یقین درجہ عین الیقین کی حد تک پہونچ جاتا ہے جس سے از بس مسرت ہوتی ہے مگر کبھی اسمیں بالکل کمی ہوجاتی ہے جس سے نہایت افسردگی ہوتی ہے۔

جواب ۔ افسردگی بھی علاج ہے بعض باطنی امراض کا کچھ غم نہ کیجئے اور اسمیں بھی تقریر بذکور سابق کا لحاظ رکھا جاوے۔

مضمون ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی روح مقدس کو ایصال ثواب کرنا چاہئے یا کیا۔

جواب ۔ بہت بہتر ہے اور ادائے حق ہے۔

مضمون ۔ مولوی عبدالحئی صاحب مغفور لکھنوی نے ایکبار فرمایا تھا کہ ایصال ثواب کا مضائقہ نہیں ہے۔ مگر اکثر علماء منع فرماتے ہیں۔

جواب ۔ یہ اُن کی غلطی ہے۔

مضمون ۔ ایک عورت اپنے خاوند یا باپ کے ساتھ بلا شرکت دوسرے مرد کے نماز پڑھ سکتی ہے یا نہیں

جواب ۔ ہاں لیکن بالکل ٹھیک پیچھے کھڑی ہو برابر میں کھڑی نہ ہو۔

۲۸ شعبان ۴۶ھ ہجری

(۲۰۹) **مضمون** ۔ حسب ارشاد والا اپنے معمولہ اذکار ادا کیا کرتے ہیں لیکن بوجہ سستی و غفلت آجکل کئی روز تہجد قضا ہوگئی بہت ندامت ہوئی مگر اس ندامت سے کیا فائدہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں میرا یہ خیال ہے کہ شاید بوجہ کثرت معاصی یہ سستی ہوتی ہے لہذا خود بھی توبہ کرتا ہوں حضرت والا سے

دعار کا طالب ہوں۔

جواب۔ السلام علیکم۔ ہر سُستی کثرت معاصی سے نہیں طبعی بھی تو ہوتی ہے۔

(۲۱۰) **مضمون**۔ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے کہ جس گھر میں کتا ہوتا ہے وہاں رحمت کے فرشتے نہیں آتے اگر کوئی شخص مجبوراً اپنی جان اور مال کی حفاظت کی غرض سے کتا پالے تو آیا اُس کا گھر رحمت کے فرشتوں کے نزول سے محروم رہے گا یا کیسا اور آیا کچھ امراض اس قسم کے ہیں کہ جنکو متعدی کہا جا سکتا ہے۔

جواب۔ السلام علیکم۔ اکثر علمار کا یہ قول ہے کہ فرشتہ رحمت کا تو پھر بھی گھر میں نہ آویگا لیکن اس مجبوری کی صورت میں گناہ سے محفوظ رہے گا واللہ اعلم اور امراض کے متعدی ہونے میں اختلاف کثیر ہے اکثر محققین اسپر ہیں کہ بعض امراض متعدی ہوتے ہیں لیکن اس طرح نہیں کہ ان کا تعدیہ ضروری اور لازم ہو کہ تخلف ہی نہو بلکہ مثل دیگر اسباب مظنونہ کے اگر حق تعالیٰ کو منظور ہوا تو تعدیہ ہوا اور منظور نہ ہوا تو نہ ہوا۔

(۲۱۱) **مضمون**۔ جناب کی کتاب عوت عبدیت اتفاقیہ حقیر کی نظر سے گذری مجکو عرصہ سے تلاش تھی کہ کوئی عالم باعمل اور اُستاد کامل ملجاوے تو کچھ دینی اور روحانی فیض حاصل کروں اکثر صوفی صاحبان سے ملا کہیں کسی کو حسب خواہش نہ پایا۔ جناب کی تحریر نے قلب پر اثر کیا ہے اور دل مشتاق ہے کہ جناب سے بذریعہ تلمذ یا بیعت کچھ فیض حاصل کروں لیکن یہ خوف ہے کہ شاید جناب منظور نہ فرماویں کیونکہ بندہ شیعہ مذہب رکھتا ہے لہذا اول بذریعہ عریضہ ہذا امیدوار ہوں کہ مرقوم فرمایا جاوے کہ عرضداشت فدوی کی قابل قبول ہوگی یا نہیں۔

جواب۔ واقعی اختلاف مذہب کی حالت میں مناسبت نہیں ہو سکتی اور بدون مناسبت دینی نفع نہیں ہو سکتا۔

مضمون۔ علاوہ ازیں ایک امر دریافت طلب یہ ہے کہ احکام رضاعت میں شافعی صاحبان پانچ گھونٹ دودھ کی شرط لگاتے ہیں اور شیعوں کے یہاں بھی کوئی شرط ہے جو فدوی کو یاد نہیں اور شاید حنفی صاحبان صرف ایک قطرہ ہی حلق سے اترنا کافی سمجھتے ہیں تو یہ مسئلہ کسی حدیث سے ماخوذ ہے جو اخذ کرنے میں ہر ایک نے اپنی رائے لگائی ہے اور اختلاف ہو گیا ہے یا کسی آیت

ہے اور وہ آیت یا حدیث کونسی ہے براہ کرم مطلع فرماویں۔

جواب۔ سوال اگر محض تفریح طبع کیلئے ہے تو سوال کا خود یہ مقصود ہی صحیح نہیں اور اگر عمل کے لئے ہے تو عمل بدون اعتقاد ہوتا نہیں اور اعتقاد بصورت اختلاف مذہب نہیں ہوتا علاوہ اس کے دلائل کی تحقیق پر عمل موقوف نہیں تو تحقیق دلائل کی ضرورت سمجھ میں نہیں آتی۔ ان صاحب کا دوسرا خط آیا جسکا خلاصہ معہ جواب ذیل میں نقل ہے اور یہ دوسرا خط دور جدید کا ہے جسکا ذکر عنقریب رسالہ ہذا میں آتا ہے مگر تناسب کے سبب اسکو خط سابق کے متصل رکھدیا گیا ہے (جامع)

مضمون۔ مولانا صاحب السلام علیکم۔ افسوس کہ ایک عرض آپنے قبول نہ فرمائی سوال اول کا جواب جو آپنے دیا ہے اُس کا گویا یہ مطلب ہے کہ ہدایت یافتہ آپ سے ہدایت پا سکتا ہے بھٹکا ہوا نہیں فیض پا سکتا بس پھر وہ فیض ہی کیا ہوا مسئلہ کا جواب آپ نے نہ دیا حالانکہ جواب مسئلہ آپ پر واجب ہو گیا (بہت سی آیتیں بھی علٰحدہ پرچہ پر لکھکر لکھا کہ اگر آپ میرے سوال کو رد کریں گے تو کیا ان آیات مذکورہ سے آپ مستفیض ہونا نہیں چاہتے) اگر سوال میرا محض تفریح طبع کے لئے ہوتا تو اول ہی تے یہ نہ ظاہر کر دیا ہوتا کہ میں شیعہ ہوں بلکہ یہ لکھتا کہ آپ کے خاص مقلدین سے ہوں اور جبکہ تین فرقوں کے علماء میں اتنا بڑا اختلاف پا رہا ہوں تو کیوں نہ میں ایک صاحب سے استدعا کروں کہ یا اصل آیت بتلائی جاوے۔ یا بدلائل سمجھایا جاوے۔ اور جب ہر سہ علماء سے اسطرح سمجھ لونگا تو اسکا فیصلہ قرآن سے اپنے واسطے کر لونگا اور تب ہی عمل کر سکونگا آپنے مجکو یہ سمجھا ہے کہ درگو ہے حالانکہ بندہ واقعی طالب حق ہے شیعہ ہے لیکن سنیوں شافعیوں کو بھی خارج از ایمان نہیں جانتا بلکہ اگر ان میں سے کوئی صاحب مجکو راہ راست دکھا سکیں تو بہ شکر گذاری اُنسے ہدایت کا طلب گار ہے مجکو اگر صرف تفریح مقصود ہوتی تو کیوں نہ دہلی کے کسی عالم سے کرتا۔ رسول اور صحابہ رسول کا یہ مسلک تھا کہ اگر کوئی تفریحاً بھی پوچھتا تھا تو جواب بساد لیل دیتے تھے کہ وہ ہدایت پا جاتا تھا افسوس کہ آپ اصلی طالب کو بھی نہیں بتاتے یاد کیجئے واقعہ خلیفہ ثانی صاحب کے اسلام لانیکا۔ الخ۔

جواب۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ اپنے رائے قایم کرنے میں بہت جلدی کی۔ عدم تدبر سے بہت سے مضامین آپ کے خط میں از قبیل زوائد بھی ہیں اُنکا جواب تو غیر ضروری ہے ہاں بعض اجزا کے جواب کو نافع سمجھکر عرض کرتا ہوں اگر آپ غور سے کام لیں گے۔ آپ کے تمام خط سے

معلوم ہوتا ہے کہ آپ جویائے حق ہیں سو میں اس پر آپ کو مبارک باد دیتا ہوں مگر ہر شے کی ایک خاص ترتیب ہوتی ہے حق میں بھی دو جزو ہیں۔ اصول و فروع۔ اصول مقدم اور متبوع اور فروع موخر اور تابع ہوتے ہیں۔ جو امور آپنے دریافت فرمائے ہیں وہ فروع میں سے ہیں آپ پہلے اصول کی تحقیق کیجئے اندازہ اور فیصلہ حق کا اس سے ہوگا اگر یہ بات آپ کی سمجھ میں آگئی ہو تو میں آپکو ایسے شخص کا پتہ بتلاؤں جس سے آپکو اس تحقیق میں مدد ملے ورنہ اختیار ہے۔ بعد کو پھر انہیں صاحب کا خط آیا جو معہ جواب درج ذیل ہے ایک تیسرا کارڈ بھی آیا جسمیں شیعوں کی رد کی ایک کتاب کی بابت لکھا تھا کہ اگر مجھے مفید ہو تو بھجوادی جاوے۔

مضمون۔ ضرور اول اصول اور بعدہ فروع کے خود ہی اصلاح ہو جاویگی۔ میں خود بھی چاہتا تھا لیکن اس خوف سے نہ عرض کر سکا تھا کہ بار گراں خیال فرما کر کہیں آپ انکار فرمادیں جناب کا منشار شاید مجھکو کسی اور کے سپرد کرنے کا ہے سو بہتر ہے الا یہ کہ وہ صاحب آپ ہی کے مثل ہوں۔ تاکہ بھی طرح سمجھا سکیں ورنہ یوں تو بہت سے مولوی صاحبان سے بندہ بھی نیاز رکھتا ہے جو صرف منا چاہتے ہیں سمجھ میں بٹھانا نہیں جانتے۔ بہر طور جس طرح آپ مناسب خیال فرمائیں کیجئے۔ یہ خیال نہ فرمائے کہ بندہ فضول آپ کو پریشان کرتا ہے نہیں ضرور اگر آپنے اس طرح مجھکو ہدایت فرمائی جیسے کہ کتاب دعوات عبدیت تحریر فرمائی ہے تو ضرور بندہ اثر پذیر ہوگا۔ اور بہر طور صراط مستقیم پر پہونچ جاویگا اور جناب عند اللہ ماجور ہوں گے۔ مسئلہ رضاعت کی بندہ کو ضرورت تھی لیکن اس مرتبہ بھی جنابنے اسکو ٹال دیا اچھا اگر اب بھی جناب کا خیال وہی تفریح طبع کا ہے تو نہ تعلیم کیجئے کسی اور صاحب سے معلوم کر لونگا۔ ورنہ حق الامر تو مولانا یہی ہے کہ اس مسئلہ کی ضرورت ہے ورنہ فیصلہ کرنا ہے کہ آیا زبیدہ اپنے شوہر پر بوجہ اسکے کہ اسکی والدہ نے اسکی بیٹی کو دو ایک رتبہ دودھ پلایا ہے حرام ہو گئی یا نہیں تاکہ اونمیں فوراً تفریق کرادی جاوے یا نہ۔ بندہ کی پچھلی تحریر کچھ گستاخانہ تھی برائے خدا اس گستاخی کو معاف فرمایا جاوے۔

جواب۔ السلام علیکم۔ جب آپ اپنی اصلاح کا سلسلہ شروع فرمانے کو کہیں گے مفید رائے دونگا۔ اگر مسئلہ ہی کی ضرورت تھی تو صرف مسئلہ پوچھنا چاہئے تھا آپ نے تو دلائل پوچھے تھے پھر کیسے سمجھا جاتا کہ مسئلہ کی ضرورت ہے تفریح طبع کا شبہ ہوا۔ اب آپ کے لکھنے سے

معلوم ہوا کہ صرف مسئلہ پوچھتے ہیں چنانچہ اس بارہ میں دلائل نہیں پوچھے تو مسئلہ بتلانے سے
عذر نہیں آپ پوری صورت واقعہ کی صاف لکھدیجے انشاء اللہ تعالیٰ جواب حاضر ہوگا اور گستاخی
کی نسبت جو آپ نے تحریر فرمایا ہے سو کچھ خیال نہ کیجئے۔ ہمکو تو اپنے اکابر کے وقت سے اس سے
بڑھکر یعنی لعنت تک سننے کی عادت ہے مینے سب معاف کیا۔ آپ کا دوسرا کارڈ آیا رسالہ المطرقہ
مینے دیکھا نہیں اسلئے اُسکے متعلق کوئی رائے نہیں دے سکتا کہ آپ کے لئے کس حد تک نافع
ہوسکتا ہے آپ پتہ ذیل پر ایسے رسالوں کے متعلق تحقیق فرمالیجیے میں اُنکو آج لکھے دیتا ہوں
وہ آپکو بہت نفع پہونچا دینگے پتہ یہ ہے کرانہ ضلع مظفر نگر محلہ خیل خرد باس مولوی حبیب احمد صاحب
کے پہونچے۔ انہیں شیعہ صاحب نے پھر یک خط بھیجا جو معہ جواب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

دوسرا تتمہ صفحہ نمبر کا

مضمون۔ اس سے قبل جتنے عریضہ ہا بندہ نے جناب کی خدمت میں بھیجے ہیں معلوم ہوتا ہے
کہ اُن سے جناب پر فدوی کا اصل مطلب و مسلک ظاہر نہیں ہوا ہے کیونکہ آج کل دن میں
میرے حواس درست نہیں ہوتے ہیں اور عقل خبط ہوتی ہے جسکی وجہ میری بیماری و کمزوری
ہے لہذا آج رات کو عریضہ ہذا خدمت میں تحریر کرتا ہوں تاکہ فدوی کا اصل مطلب جناب سمجھ
لیں میں دیکھتا ہوں کہ اسلام کے متعدد فرقے ہوگئے ہیں اور ہر ایک فرقہ اپنے کو صحیح
راستہ پر سمجھتا ہے اور دوسرے کو غلط راہ پر بتاتا ہے لیکن خدا رسول خدا قانون خدا جملہ
فرقہ ہا کا ایک ہی ہے لہذا صاف ظاہر ہے کہ اختلاف صرف قانون خدا کے سمجھنے میں غلطی
کرنیکی وجہ سے ہوا ہے اب یہ دیکھنا ہے کہ غلطی عمداً ہوتی ہے یا کوتاہ عقلی سے کیونکہ عقل بشری
بہت تھوڑی ہے پس یہ بھی دیکھا جا رہا ہے کہ جملہ فرقوں میں متقی اور پرہیزگار علماء موجود ہیں
اور صاحب تقوی سے یہ بعید ہے کہ ایسے معاملہ میں غلطی پر اصرار کرے۔ لہذا ضرور ہوا کہ غلطی
عقل کی کمی کی وجہ سے ہے نہ عمداً اور اس غلطی کو اغلب ہے کہ خدا معاف کردے پس جسطرح
کہ اور لوگ عام طور سے ایک دوسرے کو جہنمی اور دوزخی اور قابل نفرین خیال کرتے ہیں میں کسی
فرقہ کو ایسا خیال نہیں کرتا ہوں۔

...ور اپنا مسلک میں نے یہ کر لیا ہے کہ اختلافی مسئلہ میں چند ایک علمار صاحب تقویٰ کے مختلف
...وال جمع کئے اور جن صاحب کا قول اپنی عقل میں درست دیکھا اسپر عمل کیا۔ گو اس معمول سے
...یں مردود فریقین تو ضرور ہوں مگر مجبور ہوں کہ خلاف اس کے چارہ نہیں پاتا ہوں۔ اور اسی
...بے میں نے آپ سے رضاعت کا مسئلہ پوچھا تھا۔ مگر افسوس کہ جواب سے محروم رہا (رضاعت کے
...بر کا جواب "غالباً میرا کارڈ اس کے بعد پہونچا ہے اسمیں میں نے رضاعت کے سوال کو مکرر پوچھنے کو
...لکھدیا ہے) حالت میری یہ ہے کہ ہر لحظہ ایک عجب طرح کے تذبذب میں مبتلا ہوں۔ اور کسی طرح
وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون پر عمل کرنے کا راستہ نہیں پاتا ہوں چنانچہ آپ سے
امداد کی التجا کی کہ برائے خدا و رسول مدد فرمایئے لیکن افسوس کہ اسوقت تک محروم ہوں۔

جواب - ہر کام طریقہ سے ہوتا ہے سو اب تک آپنے ایسی طرح پوچھا کہ مقصود ہی کا پتہ نہ چلا اب
مقصود ظاہر کیا ہے اب مجھکو مشورہ کا موقع ملا ہے) میں قوم سادات سے ہوں اور سادات
کا فرض ہے کہ نہ صرف ہدایت یافتہ ہوں بلکہ ہادی ہوں اور جو ان میں سے ہادی نہیں وہ ایک
طرح چاہ ضلالت میں ڈوبا ہوا ہے (کیونکہ اسلام انھیں کے گھر نازل ہوا ہے) اور جو کمبخت
میری طرح ہدایت یافتہ بھی نہیں وہ دو طرح سے ملزم ہے۔ لہذا جناب خود قیاس فرما سکتے ہیں
کہ مجھکو ہدایت کرنا ایسا ہوگا گویا دو گمراہوں کو ہدایت کی۔ نہیں بلکہ تین کی کے برابر کیونکہ صرف
دو گمراہوں کو ہی آپ ہدایت نکرینگے۔ بلکہ آپ آیہ قل لا اسئلکم اجرا الا المودۃ فی القربیٰ کے
حکم کی بھی تعمیل کرینگے پس خیال فرمایئے کہ صرف مجکو ہدایت کرکے آپ کسقدر اجر عظیم کے مستحق ہونگے
آپکی تصانیف کی دو فہرست میرے پاس پہونچی ہیں لیکن میرے مطلب کی کوئی کتاب نہیں ہے۔

جواب "وہ میں نے نہیں بھجوائیں" یا تو کوئی ایسی کتاب ہو جس سے اصول دین وغیرہ کا مفصل
پتہ ملے انپر جرح و قدح کیگئی ہو اور ان کو ثابت کیا گیا ہو یا اعمال کا راستہ ملے بیشک یوں تو ساری
تصانیف جناب کی اعمال ہی کی درستی کے واسطے ہیں لیکن ایسا راستہ بتانیوالی کوئی نہیں ہے
جو انسان کو دنیا میں رکھکر یکا دیندار بنادے یا ہو تو میری کوتاہ نظری نے مجھکو اس تک نہیں
پہونچنے دیا۔ لہذا التماس ہے کہ یا تو کوئی ایسی کتاب مرحمت فرمائی جاوے یا اور کسی
طرح ہدایت اختیار کیجاوے۔ کہ کچھ عاقبت درست ہو افسوس کہ عمر ضائع ہوئی جاتی ہے

اور راستہ ملتا نہیں دنیا کے افکار اتنی مہلت نہیں دیتے ہیں کہ جناب یا اور کسی صاحب کی خدمت میں رہکر فیض حاصل کیا جا سکے۔ اگر کسی بزرگوار نے مدد نہ فرمائی تو وہی مثل ہو جاویگی کہ دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔ خدا سے دعا کرتا ہوں تو وہ بھی قبول نہیں فرماتا۔ روپیہ اسقدر وافر پاس ہے نہیں کہ بفکری سے کتب بینی کروں یا علمار کی صحبت اختیار کروں عجب حیرت میں ہوں کہ کیا کروں کیا نہ کروں یہ سب کچھ عرض کرنیکے بعد یہ بھی ضرور عرض کرونگا کہ دھوکہ باز آدمی نہیں ہوں کہ آپ کو دھوکہ دوں۔ اندھی تقلید کرنیوالا بشر نہیں ہوں اصول جبتک بدلائل نہ سمجھا دیجئیگا تب تک میں انکا قائل نہیں ہونگا۔ التماس خدمت شریف میں یہ ہے کہ بندہ کو کچھ ہدایت کیجاوے اور حبل اللہ سے متمسک کر کر ضلالت سے نجات دیجاوے اور خود کو جناب ماجور فرماویں۔

جواب۔ السلام علیکم۔ نیت بلاشبہ آپکی اچھی ہے مگر طلب ناتمام ہے خدانخواستہ اگر آپ کسی جسمانی مہلک بیماری میں مبتلا ہوتے اور یہی حالت ہوتی جو کہ اب ہے یعنی ہجوم افکار و قلت سامان اور اس حالت میں آپ سنتے کہ فلاں جگہ ایک طبیب ہے کہ نہ فیس لیتا ہے۔ اور نہ دوا کے دام۔ البتہ مریض کو اپنے خورد و نوش کا خود انتظام کرنا پڑتا ہے تو کیا آپ اس حالت میں اُس کے پاس نہ پہونچ جاتے اور کیا یہ عذر آپکو مانع ہوتے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ پھر یہ روحانی مرض کیا اہمیت میں اُس جسمانی مرض سے کم ہے پھر اس کے واسطے یہ عذر کیوں مانع ہیں۔ اصل تدبیر ان امراض کے معالجہ کی یہی ہے نہ کہ دلائل و کتب کیونکہ دلائل و کتب سب کے پاس ہیں پھر بھی فیصلہ نہ ہوا آپنے اس کی وجہ قلت عقل تبلائی ہے سو اس حالت میں آپنے اس کا کیا اطمینان کر لیا ہے کہ آپ کی عقل قلیل نہیں اگر کہا جاوے کہ پھر غلطی معاف ہوگی تو معافی بعد بذل جہد کی ہو سکتی ہے اور صرف مطالعہ اور دلائل بذل جہد نہیں۔ بلکہ کسی محقق کی صحبت میں چندروز رہنا اور وہاں تسلی نہ ہو تو دوسرے محقق کے پاس رہنا یہ بذل جہد کا بڑا ضروری درجہ ہے۔ اس سے انشاء اللہ تعالیٰ بہت کافی تسلی ہوگی اور جب وہ تسلی حاصل ہوگی اسوقت یہ بھی معلوم ہوگا کہ واقع میں دلائل سے یہ درجہ تسلی کا میسر نہ ہو سکتا تھا اور معلوم ہوگا کہ بیشک اس کی سخت ضرورت تھی۔ اور اسوقت آپ اس مشورہ کے

عرض کرنیوالے کو دعائیں دینگے۔ والسلام

خط شیعی صاحب کا

مضمون۔ لفافہ و کارڈ ہر دو ملے۔ بجواب عرض ہے کہ جناب نے جو مشورہ صحبت علماء کا دیا ہے وہ واقعی بہت بجا اور درست ہے۔ الا مالی حالت میری اس بات کی اجازت نہیں دیتی۔ اور اور جو مثال جناب نے مرض صعب میں گرفتار ہو کر کسی حکیم کے پاس برائے علاج جانیکی دی ہے ایک حد تک تو درست ہے لیکن انسان کی مالی حالت اسمیں بھی مانع ہوا کرتی ہے۔ علاوہ ازیں میری صحت بھی دہلی ہی تک محدود ہے یہاں روزانہ ادویات کا استعمال اور حکماء کا مشورہ جاری ہے۔ باہر یہ بھی میسر نہیں ہو سکتا اب فرمایئے کیا کروں۔

جواب۔ ایسی حالت میں واقعی تحریر کے ذریعہ سے تحقیق فرمائی مگر ایک ایک امر کا فیصلہ کر تے جائیے اصول مقدم اور فروع موخر۔

مضمون۔ احکام شرعیہ کی بابتہ جو میں نے عرض کیا تھا کہ میں مختلف علماء کا قول جمع کر کے اپنی رائے سے اندازہ کر کے عمل کیا کرتا ہوں اسپر جناب کا یہ اعتراض ہے کہ جب تو انسان کو خطاء سے مبرا نہیں سمجھتا تو کیونکر اپنی عقل پر صحت کا یقین کر لیتا ہے تو قبلہ یقین بحث میں اگر اپنی عقل پر کرتا تو اقوال علماء نہ حاصل کرتا میں تو ایک عالم کا قول اور اس کی دلیل اور اپنی عقل جب یہ تینوں مل جاتی ہیں تب اسپر اعتماد کرتا ہوں اور اس کو اپنا معمول بناتا ہوں۔ صرف اپنی ہی عقل پر اعتماد نہیں کرتا۔

جواب۔ اول تو سب علماء کی عادت نہیں کہ دلائل لکھیں پھر دلائل کا سمجھنا موقوف ہے اپنے مبادی پر وعلیٰ ہذا۔ اور یہ مبادی سائل کو حاصل نہیں ہوتے پھر یہ طرز کیسے کافی ہو سکتا ہے اس کی صورت تو بس یہی ہے کہ اول مذہب حق کو متعین کیا جائے پھر فروع میں بھی اُسکا اتباع کیا جاوے تو سب سے پہلے تحقیق مذہب حق ضروری ہے جو اصول ضروریہ کی تحقیق سے ہو سکتی ہے۔

مضمون۔ دیگر علماء کے مقابلہ پر جب میری عقل کسی خاص عالم کی رائے سے ملجاتی ہے

تو اُس رائے کی وقعت بہ نسبت دیگر علماء کے زیادہ ہو جاتی ہے گو بے شبہ مجمع نواقص العقل بھی ناقص العقل رہتا ہے۔ جیسے پچاس پاگل ملکر ایک صحیح العقل کی برابر نہیں ہو سکتے اور اسی وجہ سے شیعہ لوگ اجماع کی مخالفت کرتے ہیں لیکن آپ کو تو مخالفت نہ کرنی چاہیئے۔

جواب۔ آپ کا یہ عملدرآمد اجماع سے تو متسک نہیں خود آپ تصریح فرماتے ہیں کہ اختلاف کے وقت ایسا کرتا ہوں پھر اختلاف کا اجتماع اجماع کے ساتھ کیا

مضمون۔ اور وہ مخالفت نص قرآنی ہوتی ہے یا نص حدیث جس طرح کا رسوائی سقیفہ بنی ساعدہ کو ہم لوگ نص حدیث غدیر نہیں کرتے۔

جواب۔ یہ مثال تو مطابق مثل لہ کے نہیں کیونکہ وہ نص نص ہی نہیں۔

مضمون۔ کوئی کتاب ایسی براہ کرم بتائی جاوے جس میں اصول دین اور اُن پر مفصل جرح وقدح کیگئی ہو کیونکہ میں اجماع اور قیاس ان دونوں کی نسبت معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیوں آپنے داخل اصول کئے ہیں۔ اور شیعہ بالکل مخالف ہیں۔ چونکہ مجھکو صرف شیعوں ہی کے دلائل معلوم ہیں لہذا نہیں سمجھ سکتا کہ آپ کے دلائل اُن سے طاقتور ہیں۔ اور قابل قبول ہیں یا کمزور اور قابل ترک۔

جواب۔ ان امور میں بہتر ہے کہ ایسے لوگوں سے گفتگو کیجاوے جو اصول مذہب کو بھی جانتے ہوں۔ چنانچہ اسوقت تین نام معہ پتہ لکھتا ہوں۔ مولوی حبیب احمد صاحب محلہ خیل خورد قصبہ کرانہ ضلع مظفر نگر۔ مولوی عبدالشکور صاحب محلہ پاٹانالہ لکھنؤ۔ مولٰنا رحیم اللہ صاحب بجنور۔

مضمون۔ اخیر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مذہبی معاملہ ہے اگر کوئی لفظ ناگوار خاطر ہو تو معاف فرمایا جاوے۔

جواب۔ بالکل مطمئن رہیئے۔ آزادی سے کام لیجئے۔ البتہ بلا ضرورت خشونت نہ فرمایئے۔

دیگر

مضمون۔ اسوقت تک جتنے عریضے مینے جناب کی خدمت میں ارسال کئے اُن سے مجکو کچھ حاصل نہوا۔ حالانکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ جیسے بزرگوار سے کچھ فیض حاصل کردں نہ تو جناب نے مجھکو اعمال کی بابت کچھ تعلیم فرمایا نہ میں ہی اپنی کم علمی کی وجہ سے دریافت

...نے تو جہانتک غور کیا ہے مذہب شیعہ کے تو اصول بہت عمدہ پائے ہیں اور اہل تسنن
...کے اعمال۔ شیعوں کے تو اعمال مجھے پسند نہیں ہیں اور سنیوں کے اصول۔ آپ
لوگ اعمال خوب کرتے ہیں اور پابند ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے یہ خواہش کی تھی کہ جناب
کے فیض سے شاید بندہ بھی ان اعمال کا پابند ہو کر رضائے الٰہی حاصل کرلے۔ لیکن آپ
فرماتے ہیں کہ اول اصول ٹھیک کرو۔ خیر میں نے وہ بھی منظور کیا۔ لیکن آپ نے اور دیگر تین
علمار کے اسمار گرامی لکھدئے کہ یہ لوگ اصول مذہب شیعہ سے واقف ہیں۔ ان سے خط
وکتابت کر۔ یہ مجھکو منظور نہیں اس وجہ سے کہ وہ علمار بہ نسبت آپ کے زیادہ دور ہیں نہ
میں ان سے نیاز رکھتا ہوں اور نہ ہی اُن کے تقویٰ کا مجھکو یقین ہے۔ پس کیا وجہ ہے
کہ آپکے تقویٰ کا یقین رکھکر ایسے شخص کے پاس التجا کروں جس کے تقویٰ اور علم کا یقین نہ ہو
آپ پر اُن کو میں کسطرح ترجیح نہیں دے سکتا۔ گو آپ اپنی کسرِ نفسی کی وجہ سے ایسا کریں۔

جواب۔ جب وجہ ترجیح موجود ہے تو کیوں نہ ترجیح دیجائے اور وجہ ترجیح یہی ہے کہ وہ حضرات اصول
سے بہ نسبت میرے زیادہ واقف ہیں۔ اور اصول اصل ہیں اور اعمال اور فروع اُن کے تابع۔

مضمون۔ اور اصول مذہب شیعہ کی واقفیت تو اس شخص کے لئے ضروری ہے جو مناظرہ کرے
میں کیا یہ چاہتا ہوں کہ آپ مجھسے مناظرہ کریں میں تو صرف اعمال کی درستی کا خواہشمند ہوں۔
اگر بغیر اصلاح اصول نہیں ہو سکتی تو بسم اللہ اپنے اصول اور دلائل بیان فرمادیجئے

جواب۔ میں تو اپنے سے زاید جاننے والوں کو تبلاچکا ہوں۔ اور گو میں اپنے اصول جانتا ہوں
مگر تبلانا اس کا زیادہ نافع ہے جو موازنہ کرکے تبلائے۔ اور وہ وہی علما ہیں جن کا
نام تبلاچکا ہوں۔

مضمون۔ مسئلہ رضاعت جو دریافت کیا تھا اس کی شکل یہ ہے کہ زید کی بیٹی نے وہی
دودھ پیا جو زید کی زوجہ نے پیا تھا تو کیا زید کی زوجہ اس کی بیٹی کی رضاعی بہن نہ ہوئی
اور اگر ہوئی تو کیا زید پر حرام نہ ہوئی۔ اور اگر اب بھی حرام نہ ہوئی تو سبحان اللہ رضاعت
وغیرہ کے جھگڑے میں پڑنے کی ضرورت ہی نہ رہی۔ دیگر علمار تو کہتے ہیں کہ اگر رضاعت
متحقق ہوگئی تو ... زوجہ حرام ہوگئی۔

جواب - مسئلہ تو آپ کو معلوم ہے۔ اب آپ صرف اسپر اشکال کرتے ہیں سو اس کا جواب زبانی سمجھ میں آسکتا ہے۔

مضمون - اجمالاً آپ فی الحال یہ تو بندہ کو تبلائیے کہ نماز وغیرہ میں جو حضور قلب کی شرط ... ہے ... حضور قلب الخ۔

جواب - یہ بھی فروع سے ہے جو اصول سے مؤخر ہے

مضمون - ایسی ترکیب تبلائیے کہ ہر وقت اللہ ہی اللہ دکھائی دے۔ اور نہ غم کا غم رہے نہ خوشی کی خوشی۔ میرے خیال میں اصول وغیرہ کے جھگڑے کو آپ رہنے دیجئے اصول تمام فرقے کے اتنے عمدہ اور ضروری ہیں کہ ان کے مقابلہ پر شاید ہی کوئی اصول جچیں۔ آپ تو مجھکو ایسی ترکیب تعلیم فرمائیے کہ بس ہر وقت میں ہوں اور یاد و تصور۔ خدا ہو۔ اور کچھ نہ ہو۔ بس اس کے آگے اصول وصول سب فضول ہیں۔ بس میں ہوں اور وہ ہو اور کچھ نہ ہو۔

جواب - آپ ہی کے نزدیک تو فضول ہیں جب آپ مجھسے تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو معلم کا اتباع متعلم کو چاہیے یا بالعکس۔ کوئی معلم تابع ہو کر تعلیم نہیں کرسکتا۔

مضمون - ہولی کے زمانہ کا ذکر ہے کہ میں گھر میں موجود نہ تھا۔ ایک ہندوانی آئی اس نے گھر میں سب پر رنگ ڈالا اس رنگ سے میرا بچھونا خراب ہوگیا۔ جب میں آیا اور دیکھا تو چھپایا ڈالا گیا۔ اور سب نے لاعلمی ظاہر کی مگر میں نے پتہ لگالیا۔ اور اس سے انتقام لینے پر آمادہ ہوا۔ اسپر لوگوں نے مجھے روکا میں اسوقت تو رک گیا مگر جوش انتقام دل میں بھرا ہوا ہے جب تازہ واقعہ تھا اس لئے جان تک لیتا اب پرانا ہوچکا ہے تب بھی کثیر نقصان پہونچا سکتا ہوں۔ اس کے انتقام میں یہ درست ہے یا نہیں جیسے کہ آگ لگادوں۔ اس کا اس کو تاوان دینا پڑیگا۔ مینے بھی اپنے تمام بچھونے کو آگ لگادی اور نیا بنوایا پچیس ۲۵ تیس روپیہ کا نقصان ہوا اگر یہ جائز نہیں ہے تو پھر کیونکر اس کا انتقام لوں۔ دل ٹھنڈا نہیں ہوتا۔

جواب - جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا کی بنا پر انتقام کی یہ سب مذکورہ صورتیں ... ایک انتقام ہے وہ یہ کہ جس چیز سے اُس کو مذہبی نفرت ہو وہ ... جاوے